فتاوی رضویّہ
مع تخریج وترجمہ عربی عبارات
امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ
۲۳
رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸
پاکستان (۵۴۰۰۰)

Contents

فتاوٰی رِضویّہ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور نمبر ۸

پاکستان (۵۴۰۰۰)

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ (الحدیث)

اَلْعَطَايَا النَّبَوِيَّةُ فِي الْفَتَاوِي الرِّضْوِيَّةِ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

جلد ۲۳

تحقیقات نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان

فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ ــــــــ ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء ــــــــ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ، لاہور۸، پاکستان (۵۴۰۰۰)

فون: ۷۶۵۷۳۱۴

نام کتاب ____________ فتاوی رضویہ جلد ۲۳

تصنیف ____________ شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

ترجمہ عربی عبارات ____________ حافظ عبد الستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

پیش لفظ ____________ حافظ عبد الستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

ترتیبِ فہرست ____________ حافظ عبد الستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

تخریج و تصحیح ____________ مولانا نظیر احمد سعیدی، مولانا محمد اکرم اللہ بٹ، مولانا غلام حسین

باہتمام و سرپرستی ____________ مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی ناظم اعلٰی تنظیم المدارس اہلسنّت، پاکستان

کتابت ____________ محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)

پیسٹنگ ____________ مولانا محمد منشا تابش قصوری معلم شعبۂ فارسی جامعہ نظامیہ لاہور

صفحات ____________ ۷۶۸

اشاعت ____________ ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ/فروری ۲۰۰۳ء

مطبع ____________

ناشر ____________ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

قیمت ____________

ملنے کے پتے

* رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

۷۶۶۵۷۷۲ ۰۳۰۰/ ۹۴۱۵۳۰۰

* مکتبہ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

* ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

* شبیر برادرز، ۴۰ بی، اردو بازار، لاہور

اجمالی فہرست

فہرست رسائل

www.dawateislami.net
I.T. Majlis of DawateIslami

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

پیش لفظ

الحمدللہ! اعلیحضرت امام المسلمین مولانا شاہ احمد رضاخاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے خزائن علمیہ اور ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں عصر حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظر عام پر لانے کے لئے دار العلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کرچکا ہے مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ العطایا النبویۃ فی الفتاوٰی الرضویہ المعروف بہ فتاوٰی رضویہ کی تخریج وترجمہ کے ساتھ عمدہ وخوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاوٰی مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ/مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا۔ اور بفضلہٖ تعالٰی جل مجدہ وبعنایت رسولہ الکریم تقریبًا تیرہ ۱۳ سال کے مختصر عرصہ میں تیئسویں ۲۳ جلد آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اس سے قبل کتاب الطہارۃ کتاب الصلوٰۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود والتعزیر، کتاب السیر، کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف، کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الشہادۃ، کتاب القضاء والدعاوی، کتاب الوکالۃ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربہ، کتاب الامانات، کتاب العاریہ، کتاب الہبہ، کتاب الاجارہ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر، کتاب الغصب، کتاب الشفعۃ، کتاب القسمۃ، کتاب المزارعہ، کتاب الصید، کتاب الذبائح، کتاب الاضحیہ اور کتاب الحظر والاباحۃ کے حصہ اول ودوم پر مشتمل بائیس ۲۲ جلدیں شائع ہوچکی ہیں جن کی تفصیل سنین، مشمولات، مجموعی صفحات، اور ان میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے حسب ذیل ہے۔

جلد	عنوان	جواباتِ اسئلہ	تعدادِ رسائل	سنینِ اشاعت	صفحات
۱	کتاب الطہارۃ	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ ____ مارچ ۱۹۹۰ء	۸۳۸
۲	کتاب الطہارۃ	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲ ____ نومبر ۱۹۹۱ء	۷۱۰
۳	کتاب الطہارۃ	۵۹	۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲ ____ فروری ۱۹۹۲	۷۵۶
۴	کتاب الطہارۃ	۱۳۲	۵	رجب المرجب ۱۴۱۳ ____ جنوری ۱۹۹۳	۷۶۰
۵	کتاب الصّلوٰۃ	۱۴۰	۶	ربیع الاوّل ۱۴۱۴ ____ ستمبر ۱۹۹۳	۶۹۲
۶	کتاب الصّلوٰۃ	۴۵۷	۴	ربیع الاوّل ۱۴۱۵ ____ اگست ۱۹۹۴	۷۳۶
۷	کتاب الصّلوٰۃ	۲۶۹	۷	رجب المرجب ۱۴۱۵ ____ دسمبر ۱۹۹۴	۷۲۰
۸	کتاب الصّلوٰۃ	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶ ____ جُون ۱۹۹۵	۶۶۴
۹	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱۶ ____ اپریل ۱۹۹۶	۹۴۶
۱۰	کتاب زکوٰۃ، صوم، حج	۳۱۶	۱۶	ربیع الاوّل ۱۴۱۷ ____ اگست ۱۹۹۶	۸۳۲
۱۱	کتاب النکاح	۴۵۹	۶	محرم الحرام ۱۴۱۸ ____ مئی ۱۹۹۷	۷۳۶
۱۲	کتاب نکاح، طلاق	۳۲۸	۳	رجب المرجب ۱۴۱۸ ____ نومبر ۱۹۹۷	۶۸۸
۱۳	کتاب طلاق، ایمان اور حدود و تعزیر	۲۹۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۸ ____ مارچ ۱۹۹۸	۶۸۸
۱۴	کتاب السیر (ا)	۳۳۹	۷	جمادی الاخریٰ ۱۴۱۹ ____ ستمبر ۱۹۹۸	۷۱۲
۱۵	کتاب السیر (ب)	۸۱	۱۵	محرم الحرام ۱۴۲۰ ____ اپریل ۱۹۹۹	۷۴۴
۱۶	کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف	۴۳۲	۳	جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ ____ ستمبر ۱۹۹۹	۶۳۲
۱۷	کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الکفالہ	۱۵۳	۲	ذیقعد ۱۴۲۰ ____ فروری ۲۰۰۰	۷۲۶
۱۸	کتاب الشہادۃ، کتاب القضاء و الدعاوی	۱۵۲	۲	ربیع الثانی ۱۴۲۱ ____ جولائی ۲۰۰۰	۷۴۰
۱۹	کتاب الوکالۃ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربۃ، کتاب الامانات، کتاب العاریۃ، کتاب الھبہ، کتاب الاجارۃ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر، کتاب الغصب	۲۹۶	۳	ذیقعدہ ۱۴۲۱ فروری ۲۰۰۱	۶۹۲

\

۲۰	کتاب الشفعہ، کتاب القسمہ، کتاب المزارعہ، کتاب الصید والذبائح، کتاب الاضحیہ	۳۳۴	۳	صفر المظفر ـــــ ۱۴۲۲ ـــ مئی ۲۰۰۱	۶۳۲
۲۱	کتاب الحظر والاباحۃ (حصہ اول)	۲۹۱	۹	ربیع الاوّل ـــ ۱۴۲۳ ـــ مئی ۲۰۰۲	۶۷۶
۲۲	کتاب الحظر والاباحۃ (حصہ دوم)	۲۴۱	۶	جمادی الاخری ـــ ۱۴۲۳ ـــ اگست ۲۰۰۲	۶۹۲

فتاوٰی رضویہ قدیم کی پہلی آٹھ جلدوں کے ابواب کی ترتیب وہی ہے جو معروف ومتداول فقہ و فتاوٰی میں مذکور ہے۔ رضافاؤنڈیشن کی طرف سے شائع ہونے والی بیس جلدوں میں اسی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ مگر فتاوٰی رضویہ قدیم کی بقیہ چار مطبوعہ (جلد نہم، دہم، یازدہم، دوازدہم) کی ترتیب ابواب فقہ سے عدم مطابقت کی وجہ سے محل نظر ہے۔ چنانچہ ادارہ ہذا کے سرپرست اعلی محسن اہلسنت مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب اور دیگر اکابر علماء ومشائخ سے استشارہ واستفسار کے بعد اراکین ادارہ نے فیصلہ کیا کہ آئندہ شائع ہونے والی جلدوں میں فتاوٰی رضویہ کی قدیم جلدوں کی ترتیب کے بجائے ابواب فقہ کی معروف ترتیب کو بنیاد بنایا جائے، عام طور پر فقہ وفتاوٰی رضویہ کی کتب میں کتاب الاضحیہ کے بعد کتاب الحظر والاباحۃ کا عنوان ذکر کیا جاتا ہے اور ہمارے ادارے سے شائع شدہ بیسویں جلد کا اختتام چونکہ کتاب الاضحیہ پر ہوا لہذا اکیسویں ۲۱ جلد سے مسائل حظر واباحت کی اشاعت کاآغاز کیا گیا۔ اس سلسلہ میں بحرالعلوم حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ کی تحقیق انیق کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اس سے بھرپور استفادہ اور راہنمائی حاصل کررہے ہیں۔

یادرہے کہ فتاوٰی رضویہ قدیم جلد میں کتاب الحظر والاباحۃ کے عنوان پر مشتمل جلد جس کی مکتبہ رضا ایوان عرفان بیسلپور نے جلد دہم اور رضا اکیڈمی بمبئی نے جلد نہم کے نام سے شائع کیا ہے وہ غیر مرتب اور غیر مبوب ہے اس میں شامل بعض رسائل کی ابتداء وانتہا ممتاز نہیں، کچھ رسائل بے نام شامل ہیں جبکہ بعض رسالوں کے مندرجات یکجا ہونے کی بجائے متفرق منتشر طور پر مذکور ہیں اس جلد میں شامل دونوں حصوں کے عنوانات ومسائل ایک جیسے ہونے کے باوجود دونوں کی فہرست یکجا نہیں کی گئی۔ لہذا اس کی ترتیب وتبویب خاصا مشکل اور دقت طلب معاملہ تھا۔ راقم نے متوکلا علی اللہ اس پر کام شروع کیا تو اللہ تعالٰی کے فضل وکرم، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نظر عنایت اور اعلیحضرت علیہ الرحمۃ کے روحانی تصرف وکرامت کے صدقے میں توقع سے بھی کم وقت میں یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچ گیا۔ الحمدللہ علی ذٰلك۔

کتاب الحظر والاباحۃ کی ترتیب میں ہم نے جن امور کو بطور خاص ملحوظ رکھا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(ا) حظر واباحت سے متعلق فتاوٰی رضویہ قدیم کے دونوں مطبوعہ حصوں کی (استفتاء میں مذکور) مسائل کے اعتبار سے یکجا تبویب کردی ہے۔

(ب) ایک ہی استفتاء میں مختلف ابواب سے متعلق مسائل مذکور ہونے کی صورت میں ہر مسئلہ کو مستفتی کے نام سمیت متعلق باب کے تحت درج کیا ہے۔

(ج) فتاوٰی رضویہ قدیم کی کتاب الحظر والاباحۃ میں شامل مسائل کو ان کے عنوانات کے مطابق متعلقہ ابواب کے تحت داخل کردیا ہے۔

(د) رسائل کی ابتداء وانتہاء کو ممتاز کیا ہے۔

(ھ) بے نام رسائل کے ناموں کو ظاہر کیا ہے۔

(و) جن رسائل کے مندرجات ومشمولات یکجانہ تھے ان کو اکٹھا کردیا ہے۔

(ز) حظر واباحت سے متعلقہ بعض رسائل اعلیٰحضرت جو فتاوٰی رضویہ قدیم میں شامل نہ ہوسکے تھے ان کو بھی مناسب جگہ پر شامل اشاعت کردیا ہے۔

(ح) تبویب جدید کے بعد موجودہ ترتیب سابق ترتیب سے بالکل مختلف ہوگئی ہے، لہٰذا پوری کتاب کی مکمل فہرست موجودہ ابواب کے مطابق نئے سرے سے تیار کرنا پڑی۔

(ط) جلد ہذا میں شامل تمام رسائل کے مندرجات کی مفصل فہرست مرتب کی گئی

(ی) اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ بعض مقامات پر گفتگو کرتے ہوئے اپنے تبحر علمی کے پیش نظر ایسے مسائل بھی زیر بحث لے آتے ہیں جو متعلقہ ابواب میں سے کسی کے تحت مندرج نہیں ہوسکے ایسے مسائل کے لئے مفصل فہرست کے بعد ہم نے ضمنی مسائل کے عنوان سے الگ فہرست مرتب کی ہے۔

کتاب الحظر والاباحۃ کے مترجم

سوائے ان رسائل کے جن کو اب فتاوٰی میں نئے سرے سے شامل کیا گیا ہے پوری "کتاب الحظر والاباحۃ" کی عربی اور فارسی عبارات کا مکمل ترجمہ جامع منقول ومعقول، فاضل جلیل، محقق شہیر، مصنف کتب کثیرہ، فخر المدرسین حضرت مولانا علامہ مفتی قاضی محمد سیف الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے کیا ہے جو استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا محمد عبدالسبحان بن مولانا مظہر جمیل بن مولانا مفتی محمد غوث

(کھلا بٹ، ہزارہ)کے صاحبزادے اور استاذالاساتذہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد خلیل صاحب محدث ہزاروی کے نواسے ہیں، آپ نے تمام درسیات اپنے والد گرامی سے پڑھیں فارغ التحصیل ہوتے ہی درس وتدریس سے وابستہ ہوگئے اور سالہا سال آپ نے اہلسنت کے معروف ادارے جامعہ رحمانیہ ہری پور میں بطور شیخ الحدیث تدریسی فرائض سرانجام دئے، آپ کے آباء واجداد نے ڈنکے کی چوٹ پر احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ سرانجام دیا، چنانچہ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا قاضی محمد عبدالسبحان صاحب اور برادر اکبر حضرت مولانا قاضی غلام محمود صاحب رحمۃاللہ تعالٰی علیہما کی متعدد درسی وغیر درسی تصانیف ارباب علم میں معروف ہیں۔ مناظرہ ورد بدمذہباں خصوصاً رد وہابیہ میں ان بزرگوں کی خدمات کو اہل سنت وجماعت میں انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

تئیسویں ۲۳ جلد

یہ جلد "کتاب الحظر والاباحۃ" کا تیسرا حصہ ہے جو ۴۰۹ سوالوں کے جوابات اور مجموعی طور پر ۷۶۸ صفحات پر مشتمل ہے، اس جلد میں بنیادی طور پر جن ابواب کو زیر بحث لایا گیا وہ یہ ہیں:

طہارت، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جنائز، زیارت قبور، ایصال ثواب، صدقہ وخیرات، سوال، ذکر ودعا، نکاح وطلاق، نسب، رسم ورواج، حدود وتعزیر، آداب، زینت، کسب وحصول مال، علم وتعلیم اور مجالس ومحافل۔

دیگر کئی ایک ابواب سے متعلق مسائل کثیرہ پر ضمناً گفتگو واقع ہوئی، لہٰذا راقم الحروف نے مسائل رسائل کی مفصل فہرست کے علاوہ مسائل ضمنیہ کی الگ فہرست بھی قارئین کی سہولت کے لئے تیار کردی ہے نیز اس جلد میں شامل مستقل ابواب سے متعلق مسائل اگر کہیں ایک دوسرے کے تحت ضمناً مندرج تھے تو ان کی فہرست ہم نے متعلقہ باب کی مفصل فہرست کے آخر میں بطور ضمیمہ ذکر کردی ہے تاکہ ان مسائل کی تلاش میں دقت وابہام پیدا نہ ہو۔

انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات وتدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل سات رسائل بھی اس جلد کی زینت ہیں:

(۱) الکشف شافیا حکم فونو جرافیا (۱۳۲۸ھ)

فونوگراف میں قرآن پاک بھرنے اور سننے نیز اس سے مزامیر وغیرہ کی آوازیں سننے کا حکم

(۲) حك العیب فی حرمۃ تسوید الشیب (۱۳۰۷ھ)

سیاہ خضاب کی حرمت کا سولہ حدیثوں اور اقوال ائمہ سے ثبوت

(۳)رادّ القحط والوباء بدعوۃ الجیران ومواساۃ الفقراء (۱۳۱۲ھ)
مشترکہ طور پر مسلمان محلّہ داروں کے صدقہ وخیرات کی ایک صورت کا بیان
(۴)اراءۃ الادب لفاضل النسب (۱۳۲۹ھ)
فضیلت نسب کے شرعًا معتبر ہونے یا نہ ہونے کا بیان
(۵)ھادی الناس فی رسوم الاعراس (۱۳۱۲ھ)
شادیوں کی بعض رسوم مثلًا سہرا وغیرہ پر حکم شرعی کا روشن بیان
(۶)الادلۃ الطاعنہ فی اذان الملاعنہ (۱۳۰۶ھ)
روافض کی اذان اہل سنت وجماعت کو سننا کیسا ہے
(۷)خیر الآمال فی حکم الکسب والسوال (۱۳۱۸ھ)
روپیہ کمانا کب فرض، کب مستحب، کب مکروہ، کب حرام اور سوال کرنا کب جائز اور کب ناجائز ہے۔
ان میں سے مقدم الذکر دو رسالے پہلے سے فتاوٰی رضویہ قدیم کی کتاب الحظر والاباحۃ میں شامل تھے جبکہ باقی پانچ رسائل اب شامل کئے گئے ہیں۔ مسئلہ میلاد سے متعلق ایک انتہائی اہم فتوٰی بھی اس جلد میں شامل کیا گیا ہے جو صفحہ ۷۵۹ پر مسئلہ ۴۰۹ زیر عنوان "مجالس ومحافل" مذکور ہے۔

ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ — حافظ محمد عبدالستار سعیدی
فروری ۲۰۰۳ء — ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

فہرست مضامین مفصّل

ابن سراج علیہ الرحمۃ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے دس ہزار سے زائد قرآن ختم کئے اور دس ہزار کے قریب قربانیاں کیں۔	۱۲۲	احادیث مبارکہ سے تائید۔	۱۲۶
حضرت ابوالمواہب درود شریف کا ثواب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہدیہ کرتے جس کی برکت سے ایک لاکھ افراد کے شفیع بنادیئے گئے۔	۱۲۲	امور خیر کے لئے چندہ کرنا بدعت نہیں بلکہ سنت سے ثابت ہے۔	۱۲۷
درود پاک کی فضیلت وبرکت۔	۱۲۳	احادیث مبارکہ سے تائید۔	۱۲۷
شریعت میں ثواب پہنچانے کے لئے کوئی دن مقرر نہیں جب چاہیں کریں۔	۱۲۴	مختلف مواقع پر صحابہ کرام کے چندہ اکٹھا کرنے کے متعدد واقعات۔	۱۲۸
کسی کھانے یا شیرینی پر بچے کی فاتحہ دلا کر تقسیم کرنا جائز اور اس کا ثواب پہنچتا ہے۔	۱۲۴	بروز پنجشنبہ فاتحہ اور کھانے کا ثواب میت کی روح کو بخش کر مساکین کو دینا جائز و مستحسن اور باعث اجر وثواب ہے۔	۱۲۹
بچہ اہل ثواب میں سے ہے۔	۱۲۴	میت کے سیم میں چنوں پر کلمہ شریف پڑھنا پھر ان کو اور بتاشوں کو مساکین وغیر مساکین میں تقسیم کرنا جائز مگر بہتر یہ ہے کہ صرف مساکین کو دیئے جائیں۔	۱۲۹
تقریب نکاح وغیرہ میں آکر مانگنے والے نقّالوں کو کچھ دینا کس صورت میں جائز ہے۔	۱۲۵	زید کے پاس کچھ روپیہ وجہ حلال کا اور کچھ حرام کا ہے زید یہ بھول گیا ہے کہ اس میں وجہ حلال کا کتنا روپیہ ہے اب اگر زید اس روپے سے خیرات کرنا چاہے تو کیسے کرے۔	۱۳۰
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ایک شاعر سائل کو کچھ دینے کے بارے میں حضرت بلال کو حکم۔	۱۲۵	ایک یتیم خانہ میں وہابی نیچری وغیرہ بد مذہب شامل ہیں سنی مسلمانوں کو اس میں شامل ہونا چاہئے یا نہیں، اس میں زکوٰۃ کی مد سے چندہ دیا تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں، اور وہ چندہ باعث اجر وثواب ہوگا یا نہیں۔	۱۳۰
پختنی حلوہ شب برات کی تخصیص عرفی ہے لازم شرعی نہیں۔	۱۲۵	احکام غالب حالات پر مبنی ہوا کرتے ہیں نادر وموہوم کا اعتبار نہیں ہوتا۔	۱۳۰
اجناس سے ایک ایک مٹھی ہر کھانے کے موقع پر مدرسہ دینیہ کی اعانت کے لئے الگ کرلینا جائز ومستحب ہے، ایسا کرنے والے اور اس کے مؤیدین سب کے لئے اجر جزیل ہے۔	۱۲۶	جن صورتوں میں تملیک نہ پائی جائے ان میں زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔	۱۳۱
علم عبادت سے افضل ہے۔	۱۲۶		

کس صورت میں مجلس میلاد شریف سے کسی کو روکنا درست ہے۔	۱۷۵	مجلس میلاد مبارک اعظم مندوبات سے ہے جبکہ بروجہ صحیح ہو۔	۵۶۰

فہرست ضمنی مسائل

جتنا فصل بڑھتا اور وسائط زیادہ ہوتے جاتے ہیں تموج وقرع میں ضعف آتا جاتا ہے۔	۴۱۵	قرع وقلع سے ہوا دبے گی اور اپنی لطافت ورطوبت کے باعث ضرور اس کی شکل وکیفیت قبول کرے گی اسی کا نام آواز ہے اور صرف یہ دبنا تموّج نہیں۔	۴۱۸
دور کی آواز کم کیوں سنائی دیتی ہے اور ایک حد کے بعد بالکل ختم ہوجاتی ہے۔	۴۱۵	اگر تشکل مقروع اپنے بعد کے اجزاء متحرک ہونے کا محتاج ہو تو چاہئے کہ تموج باقی رہے اور تشکل ختم ہوجائے اور یہ باطل ہے۔	۴۱۹
تموج ایک مخروطی شکل پر پیدا ہوتا ہے۔	۴۱۵	سلسلہ تموّج میں تسلسل باطل ہے۔	۴۱۹
زمین سے مخروط ظلی، آنکھ سے مخروط شعاعی اور آفتاب سے مخروط نوری نکلتا ہے۔	۴۱۶	تموج حرکت ہے اور حرکت زمانی ہے۔	۴۲۲
مخروطات تموج ہوائی کے اندر جو کان واقع ہوں ایک ایک ٹھپا سب تک پہنچے گا اور سب اس آواز کو سنیں گے جو کان ان مخروطوں سے باہر رہے وہ نہ سنیں گے۔	۴۱۶	سننے کا سبب ہوائے گوش کا متشکل بشکل آواز ہونا ہے اور اس کے تشکل کا سبب ہوائے خارج متشکل کا اسے قرع کرنا اور اس قرع کا سبب بذریعہ تموج حرکت کا وہاں تک پہنچنا ہے۔	۴۲۷
ٹھپوں کے تعدد سے آواز میں تعدد لازم نہ آئے گا۔	۴۱۶	ذریعہ حدوث قلع وقرع ہیں اور وہ آنی ہیں حادث ہوتے ہی ختم ہوجاتے ہیں اور وہ شکل وکیفیت جس کا نام آواز ہے باقی رہتی ہے تو وہ معدات ہیں جن کا معلول کے ساتھ رہنا ضرور نہیں۔	۴۲۷
آواز اس شکل وکیفیت مخصوصہ کا نام ہے کہ ہوا یا پانی وغیرہ میں قرع یا قلع سے پیدا ہوتی ہے۔	۴۱۶	آواز کان سے باہر بھی موجود ہے بلکہ باہر ہی سے منتقل ہوتی ہوئی کان تک پہنچتی ہے۔	۴۲۷
پانی میں غوطہ لگانے والے دو شخصوں میں سے ایک کی آواز دوسرا سن سکتا ہے۔	۴۱۶	آواز آواز کنندہ کی صفت نہیں بلکہ ملائے متکیف کی صفت ہے، ہوا ہو یا پانی وغیرہ۔	۴۲۷
پانی اتنا لطیف نہیں جتنی ہوا ہے۔	۴۱۶	آواز کنندہ کی موت کے بعد آواز قائم رہ سکتی ہے۔	۴۲۸
آواز کا ظاہری وعادی سبب قریب قرع وقلع ہے۔	۴۱۷	انقطاع تموّج انعدام سماع کا باعث ہوسکتا ہے نہ کہ انعدام صوت کا۔	۴۲۸
اس بات کا اثبات کہ حدوث آواز کو قرع وقلع بس ہے تموج کی حاجت نہیں۔	۴۱۸	تموج کے دوبارہ حدوث سے تجدید سماع ہوگی۔	۴۲۸

متفرقات

نماز وطہارت

(امامت، جماعت، استنجاء، وضو، غسل، تیمّم وغیرہ)

مسئلہ ۱: از کلی ناگر ضلع پیلی بھیت مرسلہ اکبر علی صاحب ۶ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو مولوی واعظ داں ہو کر گاؤں در گاؤں ہندوؤں کے یہاں کھانا کھائے اور ایک عورت کو ساتھ لئے پھرے **اس کے پیچھے نماز درست** ہے یا نہیں؟ اور وہ امام کے قابل ہے یا نہیں؟

الجواب:

ہندوں کے یہاں کا گوشت حرام ہے جب تک وہ گوشت اس جانور کا نہ ہو جسے مسلمان نے ذبح کیا اور اس وقت تک مسلمان کی نظر سے غائب نہ ہوا باقی کھانے اگر ان میں وجہ حرمت نہ معلوم ہو تو حلال ہیں ایک عورت کو ساتھ لئے پھرنا نہایت گول لفظ ہے کیسی عورت کیونکر ساتھ لئے پھرنا خادمہ بنا کر یا زوجہ بنا کر یا معاذاللہ فاسد طریقے پر، اور خامہ ہے تو نوجوان ہے یا حد شہوت سے گزری ہوئی بڑھیا، اور اس سے فقط پکانے وغیرہ کی معمولی خدمت لیتا ہے یا تنہائی میں یکجائی کا بھی اتفاق ہوتا ہے۔ اور زوجہ ہے تو پردہ میں رکھتا ہے یا بے پردہ لئے پھرتا ہے، اگر حد شہوت سے گزری ہوئی بڑھیا ہے۔ یا جوان ہے اور اس سے معمولی خدمت لیتا ہے اور ساتھ اور لوگ بھی ہیں کہ اتفاق خلوت میں نہیں ہوتا یا زوجہ ہے اور اسے پردے میں ساتھ رکھتا ہے تو حرج نہیں۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲: از برہما ملک بنگالہ مرسلہ عبدالرشید

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی جاہل نے کسی مسجد کے پیش امام عالم کی غیبت کی اور اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا اور دوسرے مکانوں میں اس امام کو جو کھانا وغیرہ مقرر تھے اس نے ان لوگوں سے امام کی برائیاں بیان کرکے سب موقوف کرادیا جب لوگوں نے اس امام کی برائی پر گواہ طلب کیا وہ قاصر ہوگیا۔ان سب صورتوں میں وہ مرتکب گناہ کبیرہ ہوا یا نہیں؟ برتقدیر اول حسب شرع اس پر کیا سزا لازم آتی ہے؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

یہ سوال سب مجمل ہے اور حال زمانہ مختل ہے۔سب لوگ عالم کہلاتے ہیں اور وہ بوجہ وغیرہ بدمذہب ہونے کے ہزار درجہ فاسق جاہل سے بدتر ہیں اور آج کل وہابیہ وغیرہم مبتدعین میں تقیہ بہت رائج ہے خصوصاً جہاں روٹی کا معاملہ ہو،روتی کے لئے دین بیچنا ان کے نزدیک بہت آسان بات ہے۔معاملہ غیر ملک کا ہے۔اور غیب کا علم خدا کو ہے اگر صورت واقعہ کہیں یہی ہوں کہ عالم بننے والا پیش امام تقیہ کئے ہوئے سنیوں کی مسجد میں نماز پڑھاتا ہو اور کسی سنی کو اس کے حال باطن پر اطلاع ہوگئی تو اس کی تشہیر اور اس کے اخراج کی تدبیر جو کچھ اس سنی نے کی اس پر اجر عظیم کا مستحق ہے اور گواہ نہ پاسکا کہ تقیہ والوں کی حالت پر گواہوں کا ملنا بہت دشوار ہوتا ہے تو اس پر کوئی الزام نہیں،حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اترعون عن ذکر الفاجر متی یعرفه الناس اذکروا الفاجر بما فیه یحذره الناس[1]۔	کیا تم بدکار کا تذکرہ کرنے کے سلسلے میں رعایت کرتے ہو تو پھر لوگ اسے کب پہچانیں گے لہٰذا بدکار جو جرم کرے اس کا ذکر کیا کرو تاکہ لوگ اس سے ہوشیار رہیں اور بچ سکیں۔(ت)

اور اگر واقع میں وہ عالم سنی ہے،اور اس نے جس عیب کی اشاعت کی اس کے سبب سے مسلمانوں کو ضرر تھا اور اطلاع دینے میں اس کا دفع تھا اور اس نے اس کے ضرر ہی کی نیت سے محض بغرض خیر خواہی مسلمین یہ کاروائی کی جب بھی اس پر الزام نہیں نہ شرعاً ایسی غیبت ممنوع ہے

---

[1] تاریخ بغداد للبغدادی ترجمہ جارود بن یزیز ۳۴۵۷ و حسن بن احمد ۳۵۱۷ بیروت ۷/ ۲۶۲ و ۲۶۸، تاریخ بغداد للبغدادی ترجمہ محمد بن احمد ۳۴۸ دارالکتب العربی بیروت ۱/ ۳۸۲

اور اگر یہ بھی نہ تھا بلکہ صرف اس عالم کی غیبت چنی اور اسے ضرر رسانی کی غرض سے ایسی حرکت کی تو یہ شخص سخت کبیر کا مرتکب ہے اور حاکم شرع کے حضور سخت سزا کا مستحق ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ثلثة لایستخف بحقھم الامنافق ذوالعلم وذو الشیبة فی الاسلام وامام مقسط [1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	تین شخصوں کا حق ہلکا نہ جائے گا مگر منافق ایک عالم، دوسرا وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا، تیسرا بادشاہ اسلام عادل۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ ذیل میں کہ زید امامت کا بہت شائق ہے جس وقت مقررہ (امام) مسجد نہیں ہوتے ہیں وہ تو وہ باوصف اس کے کہ اس سے (افضل) جماعت میں ہوتے ہیں خود جرات کرکے مصلی امام پر لپک جاتا ہے اکثر نمازی اس کی اقتداء سے متنفر ہو کر علیحدہ ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کی سچی شہادتوں سے تحقیق ہو چکا ہے کہ زید ولدالزنا ہے علاوہ اس کے جھوٹی گواہیاں عدالتوں میں دیتا ہے اور لباس وصورت اس کی خلاف شرع ہے لیکن بعض شخص بوجہ عدم واقفیت اور بعض بسبب قرابت ورعایت کے سکوت کرکے اقتدا کر لیتے ہیں اس کی صورت اور لباس کا نقشہ یہ ہے سر کے بال کترے ہوئے، نہ منڈائے نہ دراز، داڑھی ایک مشت سے کم جس پر سیاہ خضاب، لباس اچکن بٹن دار، جیب گھڑی لگی ہوئی، پاجامہ نیچا، ٹخنے چھپے ہوئے، پاؤں میں بوٹ، بائیں ہاتھ میں کبڑی لکڑی ہے اور وہ علم اور تعزیوں اور میلوں میں جایا کرتا ہے اور رقص ونشاط کے جلسوں میں بھی شریک رہتا ہے بلکہ اپنے یہاں کی تقریبوں میں ڈھول باجا ناچ رنگ کراتا ہے حضرت محمد شیر میاں مرحوم کا مرید ہے صرف اس بیعت سے اپنے آپ کو افضل الخلائق گمان کرتا ہے اور قابل الامامت سمجھتا ہے اگر انصاف کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں تو پیر کی بھی اطاعت اس میں مطلق نہیں ہے کیا ایسا شخص جو عقیدہ اور عمل اور صورتا اور سیرتا زید جیسا ہو امامت کے اور اہتمام مسجد کے قابل شرعا ہو سکتا ہے اور کیا ان لوگوں کی نماز جو اس کی اقتداء کرتے ہیں فساد وکراہت سے خالی ہو گی احکام شرع مبین جواب تحریر فرمائیں اور زید فرائض وواجبات اور سنن اور مکروہات ومفسدات نماز نہیں جانتا ہے۔

الجواب:

سر کے بال ترشوا کر چھوٹے چھوٹے رکھنا مکروہ تنزیہی ہے کہ خلاف سنت ہے اور پائچے ٹخنے سے نیچے بھی مکروہ تنزیہی یعنی صرف خلاف اولٰی جبکہ بہ نیت تکبر نہ ہو۔

[1] المعجم الکبیر حدیث ۷۸۱۸ المکتبة الفیصلیة بیروت ۸/ ۲۳۸

صرح به فی العلمیگیریة [1] وفیه حدیث فی صحیح البخاری انك لست ممن یصنعه خیلاء [2]۔	فتاوٰی عالمگیری میں (مسئلہ مذکورہ کی) تصریح کی گئی اور اس بارے میں صحیح بخاری کی حدیث موجود ہے تم ان لوگوں میں سے نہیں جو بربنائے تکبر ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکاتے ہیں۔ (ت)

[حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سوال پر حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا تھا]

اور ولد الزناء کے پیچھے بنی نماز مکروہ تنزیہی ہے جبکہ وہ سب حاضرین سے مسائل نماز وطہارت کا علم زیادہ نہ رکھتا ہو اور کبڑی لکڑی بھی رکھنا فی نفسہٖ بُرا نہیں جبکہ نیچریہ ونصارٰی سے تشبہ مقصود نہ ہو اور بٹن دار اچکن اور جیب اور اس کی گھڑی مباح ہے مگر انگریزی وضع کا بوٹ ممنوع ہے اور داڑھی کترواکر ایک مشت سے کم رکھنا حرام ہے سیاہ خضاب حرام ہے، عَلَم تعزیوں اور فسق کے میلوں اور رقص کے جلسوں میں جانا حرام ہے۔ اپنی تقریبوں میں ڈھول جس طرح فساق میں رائج ہے بجوانا، ناچ کرانا حرام ہے۔ ان افعال کا مرتکب ضرور فاسق معلن ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنا جائز نہیں اور پڑھی ہو تو پھیرنا واجب ہے نہ ایسے شخص کو مہتمم مسجد بنانے کی اجازت **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۴: علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے پیر پر الزام زنا رکھے اور پیر سے وہ گناہ صادر نہ ہو اور پیر مرشد اس بات کو سن کر اس مرید کو عاق کردے اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

مسلمان پر زنا کی جھوٹی تہمت رکھنا گناہ کبیرہ ہے۔ قرآن عظیم نے اس کو فاسق فرمایا ہے اگر وہ اپنے اس ناپاک حرکت پر اصرار کرے اور تائب نہ ہو تو اسے امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور اس کا پھیرنا واجب۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۳۳

[2] صحیح البخاری کتاب اللباس باب من جرازارہ من غیر خیلاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۶۰

مسئلہ ۵: مسئولہ عبدالرحیم خاں صاحب از بہرام پور ضلع مرشد آباد بنگال ۲۱ صفر ۱۳۳۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین زید دعوی کرتا ہے کہ میں سنی ہوں، اور امامت بھی کرتا ہے دلدل لکے آگے مرثیہ پڑھتا ہوا کربلا تک گیا۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنی کیسی ہے؟

الجواب:

دلدل بدعت ہے اور یہ رائج مرثیے معصیت ہیں اور یہ ساختہ کربلا مجمع بدعات ہے، ایسا شخص فاسق ہے جب تک توبہ نہ کرے اسے امام بنانا گناہ ہے۔ غنیہ میں فتاوٰی حجہ سے ہے، **لوقدموا فاسقا یأثمون**[1] (اور لوگ اگر کسی فاسق کو امامت کے لئے آگے کریں تو گنہگار ہوں گے۔ ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۶: مسئولہ حافظ نبو علی صاحب از خاص ضلع بھنڈارہ محلّہ کہم تالاب متوسط ضلع ناگپور

کیافرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ خاص ضلع بھنڈارہ محلّہ کہتم تالاب میں ایک مولوی صاحب جو کہ مسجد میں پیش امام اور واعظ اور مشائخ بھی ہیں یہ تینوں صفتیں ہو کر جہاں ناٹک گانا بجنا ہو ایسی جگہ بشوق جاتے ہیں اور آپ مدرسہ انجمن کے مدرس اعظم بھی ہیں یہ فعل شرع میں جائز ہے کیا اور اگر ناجائز ہے تو ایسے پیش امام اور واعظ اور مشائخ کے لئے کیا حکم ہے؟ ایسے شخص کی پیش امامی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

ناٹک مجمع فسقیات ہے اور اس میں جانا ضرور خنیع العذار خفیف الحرکات نامہذب بے باک ہونے کی دلیل کافی ہے اور بعد تعود صراحۃً فسق بالاعلان ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنا گناہ اور جتنی پڑھی ہو پھیرنا واجب۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۷: از شہر بریلی محلّہ بہاری پور مرسلہ علی احمد قادری ۲۹ شوال ۱۳۳۲ھ

بے نماز اور وہ شخص جو بال انگریزی رکھوائے اس کے واسطے کیا شریعت کا حکم ہونا چاہئے؟

الجواب:

بے نماز سخت شقی فاسق فاجر مرتکب کبائر مستحق جہنم ہے وہ ایسا مسلمان ہے جیسا تصویر

---

[1] غنیہ المستملی فصل الاول بالامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

کا گھوڑا ہے کہ شکل گھوڑے کی اور کام کچھ نہیں، انگریزی بال رکھنا مکروہ وخلاف سنت ووضع فساق ہے ممنوع ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸و۹: بروز شنبہ ۷ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں:

(۱) ایک عورت بیوہ مسلمان ہے خواہ مذہب شیعہ ہو خواہ مذہب اہلسنت وجماعت نکاح ثانی نہیں کیا اور کسی مسلمان شخص سے مبتلا ہے اس کے گھر کا کھانا پینا جائز ہے یا نہیں یا وہ عورت کسی ایک مشرک کے ساتھ گرفتار ہے ایسی عورت کے یہاں کھانا جائز ہے یا ایسی عورت کے گھر میں اگر کوئی پیش امام دعوت کھائے اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ اور اس پیش امام کے لئے کچھ کفارہ ہوتا ہے یا نہیں؟

(۲) جو شخص فال کھولتا ہو لوگوں کو کہتا ہوں تمھارا کام ہو جائے گا یا یہ کام تمھارے واسطے اچھا ہوگا یا برا ہوگا یا اس میں نفع ہوگا یا نقصان اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

(۱) آج کل کے روافض تو اسلام سے خارج ہیں اور جو عورت بلانکاح کسی شخص کے پاس رہے فاسقہ ہے اور وہ شخص مشرک ہو تو اس کا فسق اور سخت اور فاسق کے یہاں کھانا اگر وجہ حلال سے ہو فی نفسہٖ حرام نہیں، مگر فاسقوں سے میل جول نہ چاہئے خصوصاً مقتدا کو، پھر اگر دو یا ایک بار ایسا واقع ہو تو ایسا الزام نہیں جس کے سبب اس کے پیچھے نماز میں حرج ہو، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) اگر یہ احکام قطع ویقین کے ساتھ لگاتا ہو جب تو وہ مسلمان ہی نہیں، اس کی تصدیق کرنیوالے کو صحیح حدیث میں فرمایا:

قد کفر بما نزل علی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1]۔	اس نے اس چیز کے ساتھ کفر کیا جو محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اتاری گئی۔

اور اگر یقین نہیں کرتا جب بھی عام طور پر جو فال دیکھنا رائج ہے معصیت سے خالی نہیں۔ ایسے شخص کو امامت جائز جب تک کوئی فساد عقیدہ نہ ہو، واللہ تعالٰی اعلم۔

[1] جامع الترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی کراھیۃ اتیان الحائض امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۹

مسئلہ ۱۰: حاجی عبدالغنی صاحب طالب علم بنگالی مدرسہ اہلسنت وجماعت بریلی بتاریخ ۱۳ ذی القعدہ ۱۳۱۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو غسل کی حاجت تھی ہمراہ کپڑے ناپاک غسل کیا بعد اس پاجامہ کو اتار کر دھونا چاہاجب دھونے لگاتواس ناپاک ہاتھ سے جو پاجامہ کے استعمال سے ناپاک ہوگیا تھا گھڑے اور لوٹا کر چھواتویہ گھڑابدھنا بھی ناپاک ہوا دوسرے شخص نے اس گمان سے کہ زید نے ناپاک ہاتھ لگایا ہے اس گھڑے بدھنے کو توڑ ڈالا، آیا اب اس کو عوض زید پر لازم ہوگا یا عمر پر جس نے توڑ ڈالا ہے۔ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

گھڑا جس نے توڑ دیا اس پر تاوان ہے اور اگر پاجامہ پاک کرنے کے بعد ہاتھ لگایا تویہ ناپاک بھی نہ ہوا کہ جو چیز ہاتھ سے پاک کی جائے اس کے پاک ہونے کے ساتھ ہاتھ بھی پاک ہوجاتا ہے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۱: مرسلہ عبدالستار بن اسمٰعیل صاحب از گونڈل کاٹھیاواڑ یکم صفر ۱۳۳۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے اہلسنت اس مسئلہ میں ایسے کپڑے جو مرد کو ناجائز ہوں ان کے ساتھ نماز پڑھنا کیسا ہے مثلاً زری کی مغرق ٹوپی یا سدری ریشمی پاجامہ انگرکھا یا پیراہن انگشت میں سونے کی انگوٹی بدن پر سونے کا چین وغیرہ، **بینوا توجروا**

الجواب:

ناجائز لباس کے ساتھ نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے کہ اس کا اعادہ واجب، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۲: از قصبہ بابلکہ ضلع بلند شہر مرسلہ صالح محمد خان صاحب مورخہ ۲۸ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اور مفیان شرع متین اس بارے میں کہ کیا حال ہے ایسے شخص کا جو گناہان مندرجہ ذیل کا مرتکب ہوا، وہ شخص مسلمان رہا یا نہیں اور نماز اس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟

(۱) ایک شخص نے جان بوجھ کر بسبب دنیوی رنجش کے قصد فعل حلال شرعی کو حرام کردیا

(۲) غیر مقلدین کو جو اپنے کو عامل بالحدیث مشہور کرتے ہیں اور امامان مجتہدین رحمہم اللہ کو بدعتی اور اصحاب الرائے کہتے ہیں ان کو دربارہ شخصے خلاف شرع مدد دی۔

(۳) شرعی معاملہ میں عمداً بحلف جھوٹی شہادت دی۔

(۴) چار مسلمان اہلسنت وجماعت حنفی مذہب واقف مسائل شرعی کے روبرو شرعی فعل حلال وجائز کو برحق اور سچا تسلیم کرکے پھر اس کلمہ حق سے منحرف ہو کر ناجواز کا قائل ہوا اور یہ شخص پیش امام مسجد بھی ہے آیا نماز پیچھے اس کے جائز ہے یا نہیں مع دلیل وحوالہ کتاب اللہ وحدیث

رسول اللہ باعبارت فقہیہ کے مرتب فرما کر مزین بمہر خاص فرمادیں، **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ، اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

ایسے لوگ سخت گنہگار بلکہ گمراہ ہیں کہ حق کے مقابل باطل کی اعانت کرتے ہیں ایسے شخص کے پیچھے نماز ناجائز ہے بلکہ جب تک توبہ نہ کریں مسلمانوں کو ان سے بالکل قطع علاقہ کردینا چاہئے کہ وہ ظالم ہیں اور ظالم بھی کس پر، دین پر، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۶۸﴾ "[1]	اور اگر تمھیں شیطان بھلاوے میں مبتلا کردے تو پھر یاد آنے کے بعد کبھی ظالموں کے پاس مت بیٹھو (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳: از جھونا مارکیٹ کراچی بندر مرسلہ حضرت پیر سید ابراہیم صاحب گیلانی قادری بغدادی مدظلہ الاقدس ۱۵ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص اپنے وطن سے نکل کر ناواقف مسلمانوں کے پاس آکر بحیلہ تعلیم امور دینی وطریق درویشانہ پیری ومریدی سلیقہ جاری رکھا حتی کہ اپنے مرید خاص خوجے موچی کے گھر میں رہ کر ان کی لڑکی جو کہ منکوحہ الغیر تھی مع شیر خوار بچے کو بھگا کر دوسرے ملک میں لے گیا اور شیر خوار بچے جو کہ خوجے موچی کا لڑکا ہے سید بنایا اور رفتہ رفتہ ان سے چند اولاد ہوئے ایسے شخص کے بارے میں حد شریعت کون سی قائم ہوگی اور فاجر وفاسق ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

اگر یہ امر واقعی ہے تو ایسا شخص سخت فاسق فاجر مرتکب کبائر ہے مستحق عذاب جہنم ہے اسے امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکرہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس کے پاس مال حلال بھی ہے یعنی اپنی زمین میں زراعت ہوتی ہے اور سود بھی کھاتا ہے اس قسم کے لوگوں کا ہدیہ قبول کرنا اور اس کے دعوات کھانا جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

الجواب:

سود خور کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب اور اس کی دعوت قبول کرنے سے احتراز چاہئے۔ پھر بھی دعوت وہدیہ میں فتوٰی جواز ہے جب تک معلوم نہ ہو کہ شے جو ہمارے سامنے پیش کی گئی بعینہٖ وجہ حرام سے ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۵: از مراد آباد حسن پور مرسلہ عبدالرحمٰن مدرس ۸ذی القعدہ ۱۳۳۸ھ

جمعہ فرضوں کی اور سنتوں کی اول واخر کی نیت تحریر فرمادیجئے۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

جمعہ کی نیت میں فرض جمعہ اور چاہے یہ بھی بڑھائے واسطے اسقاط ظہر کے۔ اور قبل کی سنتوں میں سنت قبل جمعہ اور بعد کی سنتوں میں سنت بعد جمعہ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۶: از شہر محلّہ سوداگران مسئولہ احسان علی طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۱۸صفر ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شوہر کسی کام کے کرنے کاحکم دے اور وقت نماز اتنا ہے کہ اگر اس کے حکم کی تعمیل کرے تو پھر نماز کا وقت باقی نہیں رہے گا تواس صورت میں عورت نماز پڑھے یا حکم شوہر بجالائے؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب:

نماز پڑھے ایسا حکم ماننا حرام ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۷: از شہر کہنہ محلّہ سیلانی مرسلہ جناب محمد حسین صاحب رضوی مورخہ ۸ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید بکر کے پاس آیا جس کو عرصہ پانچ یا چھ یوم کا ہوا اور دیگر اشخاص بھی زید کے ساتھ تھے یہ بیان کیا کہ ایک صف پر دو یا تین یا دس آدمی برابر فرض علیحدہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔ بکر نے کہا نماز نہیں ہوگی جماعت کرنا چاہئے۔ بکر سے زید نے کہا کہ نماز ہوجائے گی میں نے مسئلہ اپنے مولوی سے دریافت کرلیا ہے اس پر بکر نے کہا کہ میں تم کو کافر جانتا ہوں کیونکہ تم لوگ دیوبند اور گنگوہ کے علماء کی تقلید کرتے ہو اور وہ توہین سرکار مدینہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی کرتے ہیں لہٰذا میں توہین کے کرنے والوں کو اور جو ان سے میل جول رکھتے ہیں کافر جانتا ہوں اور میں وہابی سے بات نہیں کرنا چاہتا اور زید میلاد شریف میں قیام کا منکر ہے اور کہتا ہے وہ بدعت ہے، اب زید علمائے دین سے فتوٰی اس مضمون کا لایا ہے کہ بکر نے مجھ کو کافر کہا وجہ کوئی فتوٰی میں تحریر نہیں کی کہ کس وجہ سے کافر کہا ہے اب فتوٰی سب کو دکھاتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ بکر توبہ کرے اور جدید

نکاح کرے لہذا آپ فرمائیں کہ بکر توبہ کرے یا زید، بکر زید کو وہابی جانتا ہے اور دیگر دیوبندیوں کو جو کہ توہین کرتے ہیں اور یہ لوگ ان کی تقلید کرتے ہیں سب کو کافر جانتا ہے۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

کیا اللہ کی لعنت سے نہیں ڈرتے وہ لوگ جو شریعت کو دھوکا دیتے ہیں اور جھوٹا سوال بنا کر الٹا فتوی لیتے ہیں اس صورت میں بکر پر وہ حکم ہر گز نہیں ہے بلکہ زید اور اس کے ہم مذہب توہین کرنے والوں پر ہے کہ وہ اسلام سے خارج ہیں، بکر کہ نبی سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کرنے والوں کو کافر جانتا ہے بیشک حق پر ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ اور نماز کا مسئلہ یہ ہے کہ ابھی جماعت نہ ہوئی اور کچھ لوگ ایک جگہ تنہا تنہا پڑھیں اور ان میں کوئی امامت کے قابل ہے تو بوجہ ترک جماعت کے گنہگار ہوں گے فرض ادا ہو جائیں گے اور اگر جماعت اولٰی ہو چکی ہے اور کچھ لوگ اتفاق سے رہ گئے جب بھی انھیں چاہئے کہ مصلے سے ہٹ کر جماعت کریں اور رافضیوں اور گنگوہی کی طرح ایک جگہ الگ الگ نہ پڑھیں، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

روزہ وزکوٰۃ وحج

مسئلہ ۱۸: مسئولہ عبدالستار بن اسمٰعیل از شہر گونڈل کاٹھیاوار مورخہ ۹ شعبان یکشنبہ ۱۳۳۴ھ

بعض لوگ اس ملک میں بعد نماز عصر کے اذان مغرب تک کچھ کھاتے پیتے نہیں ہیں، اور اس کو عصر کا روزہ کہتے ہیں اس کے فوائد بہت بیان کئے جاتے ہیں ایک فائدہ یہ بیان کرتے ہیں کہ وقت سکرات جب شیطان پانی لے کر دھوکا دینے کو آئے گا اس وقت اس روزہ رکھنے والے کو وقت عصر کا معلوم ہوگا اور روزہ کا خیال رہے گا تب کہہ دے گا میں روزہ سے ہوں ہر گز تیرا پانی نہ پیوں گا چنانچہ شیطان لاچار ہو کر چلا جائے گا اور اس روزہ کا رکھنے والا گمراہی سے بچ جائے گا، اب کیا یہ روزہ اور اس کے فوائد صحیح ہیں یا نہیں؟ کسی معتبر کتاب میں اس کی کچھ اصل ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس پر ثواب سمجھ کر عمل کرنا کیسا ہے؟ فقط۔

الجواب:

حدیث فقہ میں اس کی اصل نہیں معمولات بعض مشائخ سے ہے اور اس پر عمل میں حرج نہیں انسان جتنی دیر شہوات نفسی سے بچے بہتر ہے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۹: از اجمیر شریف متصل امام باڑہ مکان میر گلزار علی صاحب مرسلہ فیاض حسین صاحب ۲۹ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زکوٰۃ اور فطرہ خلافت فنڈ میں دینا نیز آمدنی تھیٹر

جو شرعًا ناجائز ہے اس میں دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

زکوۃ مسجد میں دے تو ادا ہو نہیں سکتی اسے خلافت میں کیسے دیا جاسکتا ہے زکوۃ کا رکن تملیک فقیر ہے۔ در مختار میں ہے:

لاصرف الی مسجد لعدم التملیك وھو الرکن [1]۔	کسی مسجد میں مال زکوۃ خرچ کرنا درست نہیں اس لئے کہ اس میں محتاج کو مالک بنانا نہیں پایا جاتا جبکہ تملیک فقیر زکوۃ من رکن ہے۔(ت)

تھیٹر کا روپیہ کہ تماشہ کی اجرت میں لیا جاتا ہے قطعی حرام اور اشد قسم کا حرام ہے مگر سوال بے منشا ہے خلافت فنڈ اگر بالفرض ایسوں کے ہاتھوں میں ہے جو اللہ کو اللہ رسول کو رسول، حلال کو حلال، حرام کو حرم جانتے ہوں تو وہ خود ہی ایسا مال نہ لیں گے، اور اگر ایسوں کے ہاتھوں میں ہو جن کے نزدیک اسلام و کفر میں کوئی وجہ امتیاز نہ ہیں سب برائے نام ہیں جو اپنے اسلام سے بھی صراحۃً انکار کریں، جو کفر کا بول بالا کرنے کے لئے شعار اسلام کی بندش چاہیں جو مشرکوں کے مجمع میں مشرک کی جے بولیں، جو مشروکوں کے ہاتھ سے پانے ماتھے پر قشقے لگوائیں، جو اپنے آپ کو لالہ وپنڈت کہیں جو مساجد میں منبروں پر مشرکوں سے لیکچر دلوائیں جو مشرکوں کی خوشی کے لئے رام لچھمن پر پھول چڑھائیں، جو سخت اشد وہابیوں منکران رحمۃ العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنی مجلس کا جسے بزعم خود دینی مجلس سمجھیں صدر بنائیں، جو ایسوں کو کہ اپنے معبود کا ظالم جاہل چور شرابی ہونا جائز رکھیں ایسے کو اللہ جانیں یہ ان کو شیخ الہند و شیخ الاسلام بتائیں جو صاف لکھ دین کہ ہم ایک ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہیں جو بتوں کے معبد کو مقدس بنائے گا تو سوال محض فضول ہے انھیں احتراز کی کیا وجہ اور ان پر اعتراض کا کیا موقع جنھیں کفر واسلام میں امتیاز نہیں حلال وحرام میں امتیاز کیا معنٰی، بلکہ جن کے نزدیک اسلام کفر اور کفر اسلام ہے ان کے یہاں آپ ہی حرام حلال اور حلال حرام ہے۔ ما علی مثلہ الخطاء، **واللہ تعالٰی اعلم** (اس قسم کے شخص سے خطا بعید نہیں، اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ت)

مسئلہ ۲۰: از شہر محلّہ سوداگران مسئولہ احسان علی طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۱۸ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر عورت حج کو جانا چاہتی ہے

[1] درمختار کتاب الزکوۃ باب المصرف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۱۔۱۴۰

اور شوہر اس کا اس کو منع کرے کسی عذر سے، تو جاسکتی ہے بغیر اجازت شوہر کے یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

اگر محرم ساتھ رہے اور حج اس پر فرض ہے تو جائے گی ورنہ نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

جنائز وزیارت قبور ومزارات اولیاء

مسئلہ ۲۱: از درؤ تحصیل کچھا ضلع نینی تال مرسلہ عبدالعزیز خاں ۲۲ رجب ۱۳۱۵ھ

زیارت اولیاء اللہ کے واسطے جانا کیسا ہے؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ، اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

قطعاً جائز لاطلاق قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الافزوروها[1]۔ وقد فصله الامام حجة الاسلام فی الاحیاء وغیرہ فی غیرہ والمسألة افردت بالتالیف۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	لوگو! اب قبروں کی زیارت کیا کرو۔ت) حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ تعالٰی نے احیاء العلوم میں اور دیگر ائمہ نے اپنی اپنی کتب میں اس مسئلہ کو تفصیلا بیان کیا ہے اور خاص اس مسئلہ میں مستقل کتب لکھی گئی ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۲۲: از بنگالہ ضلع نواکھالی موضع بھولاکوٹ مرسلہ حیدر علی صاحب ۱۳ شعبان ۱۳۱۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو مولود از شکم مادر مردہ شود تو کس طرح دفن کیا جائے۔ آیا کہ نال کٹوا کر دفن کریں، مع الدلیل بالتفصیل۔ **بینوا توجروا۔**

[1] صحیح مسلم کتاب لجنائز فصل فی الذھاب الی زیارت القبور قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۱۴

الجواب:

اس کا نال کاٹنے کی حاجت نہیں کہ ایذائے بے سبب ہے

اخرج الامام محمد فی کتاب الاثار و ابوعبید القاسم بن سلام وابراہیم الحربی کلاھما فی غریب الحدیث عن ابراھیم النخعی عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما انما سئلت عن المیت یسرح رأسه فقالت علام تنصون میتکم [1] واخرج عبدالرزاق فی مصفنه عنھا رضی اللہ تعالٰی عنھا رأت امرأۃ یکدون رأسھا فقالت علام تنصون میتکم [2] فاذا کان ھذا فی تسریح شعرہ فما ظنك بقطع بضعۃ منه مع غیر حاجۃ الیه ولا نفع [3] کمالاتخفی واللہ تعالٰی اعلم۔	امام محمد نے کتاب الآثار میں ابوعبید قاسم بن سلام اور ابراہیم حربی نے غریب الحدیث میں ابراہیم نخعی کے حوالے سے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے تخرج کی کہ ان سے اس عورت کی میت کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا اس کے سر کے بالوں میں کنگھی کی جاسکتی ہے؟ ارشاد فرمایا: کاہے کے لئے تم میت کے بالوں میں کنگھی کرتے ہو (اور اسے تکلیف پہنچاتے ہو یعنی ایسا کرنا مناسب اور ٹھیک نہیں) محدث عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں انہی سے تخریج کی ہے کہ مائی صاحب نے ایک مردہ عورت دیکھی کہ اس کے سر کے بالوں میں لوگ کنگھی کرتے تھے تو آپ نے فرمایا، کیوں اپنے مردہ کے بالوں میں کنگھی کرکے اسے تکلیف پہنچاتے ہو، جب بالوں میں کنگھی کے بارے میں یہ حکم ہے تو پھر اس کے جسم سے گوشت کا ٹکڑا کاٹنے کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے باوجود یہ کہ اس کی ضرورت بھی نہیں اور اس میں کوئی فائدہ بھی نہیں، اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۳: مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب مدرس اول مدرسہ قادریہ احمد آباد گجرات دکن محلّہ جمال پور ۲۸ صفر ۱۳۳۹ھ
مولانا موصوف نے ایک رجسٹری بھیجی جس میں بحر الرائق تصحیح المسائل مولانا فضل رسول صاحب

[1] کتاب الاثار باب الجنائز حدیث ۲۲۷ ادارۃ القرآن کراچی ص ۴۶

[2] المصنف لعبدالرزاق حدیث ۶۲۳۲ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۳۷

[3] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۶

رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے عورتوں کے لئے زیارت قبور کی اجازت پر زور دیا تھا ان کو یہ جواب بھیجا گیا۔

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مولٰینا المکرم مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب زید کرمہم ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ، آپ کی دو رجسٹریاں آئیں ، تین مہینے سے زائد ہوئے کہ میری آنکھ اچھی نہیں میری رائے اس میں خلاف پر ہے مدت ہوئی ، اس بارے میں میرا فتوٰی تحفہ حنفیہّ میں چھپ چکا ، میں اس رخصت کو جو بحرالرائق میں لکھی مان کر نظر بحالات نساء سوائے حاضری روضہ انور کے کہ واجب یا قریب بواجب ہے ۔ مزارات اولیاء یا دیگر قبور کی زیارت کہ عورتوں کا جانا باتباع غنیہ علامہ محقق ابراہیم ہر گز پسند نہیں کرتا خصوصا اس طوفان بے تمیزی رقص ومزامیر وسرود میں جو آج کل جہال نے اعراس طیبہ میں برپا کر رکھا ہے اس کی شرکت تو میں عوم رجال کو بھی پسند نہیں رکھتا کہ وہ جن کو انجشہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدی خوانی بالحان خوشی پر عورتوں کے سامنے ممانعت فرماکر تھیں نازک شیشیاں فرمایا گیا ۔ والسلام

مسئلہ ۲۴تا۲۶: از امرتسر کٹرہ مہان سنگھ ہنسلی گلی کوچہ کمی مسئولہ حاجی غلام محمد صاحب ۶ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص خاندانی سارق اور بڑا مشہور ومعروف وبدمعاش ہو بلکہ گورنمنٹی دفاتر میں نمبر ۱۰ کے بدمعاشوں میں نامزد ہو اور تمام عمر اس کا ذریعہ معاش چوری اور جوا رہا ہو اور صوم وصلوٰۃ کا بھی تارک ہو غرض کہ اس نے اپنی تمام عمر چوری اور جوا اور دیگر افعال قبیحہ میں بسر کی ہو اور آخر کار بلاتوبہ فوت ہوگیا ہو تو ایسے شخص کے جنازہ پڑھنے یا پڑھانے کے متعلق بروئے فقہ واحادیث نبویہ شرعًا کیا حکم ہے؟

(۲) متوفی مذکور کی جائداد منقولہ وغیرہ منقولہ جو اس نے ذرائع حرام سے جیسے چوری اور جوئے سے پیدا کی ہو اس کا بصورت ختم جمعہ وچہلم وغیرہ خورد ونوش کرنے کے کون لوگ مستحق ہیں اور ان کے لئے کیا حکم ہے؟

(۳) اگر کوئی شخص بحیثیت امام مسجد ہونے کے اس کا جنازہ پڑھے یا پڑھائے اور متوفی مذکور کی جائداد اور مندرجہ ضمن نمبر ۲ جان بوجھ کر بطریق ختم اور چہلم وغیرہا خورد نوش کرے تو اس کے لئے شرع کیا حکم ہے اور وہ قابل امامت رہ سکتا ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ ۔ ت)

الجواب:

(۱) شخص مذکور اگرچہ کیسا ہی فاسق فاجر تھا اگرچہ بے توبہ مرا جبکہ مسلمان تھا اس کے جنازہ کی نماز لازم تھی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصلٰوۃ واجبۃ علی کل مسلم بر اکان او فاجرا و ان ھو عمل الکبائر [1]۔	ہر مسلمان خواہ نیک ہو یا بد، اس کی نماز جنازہ پڑھنی واجب ہے اگرچہ وہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہو (ت)

درمختار میں ہے:

وھی فرض علی کل مسلم مات خلا اربعۃ [2] الخ ولیس ھذا منھم واللہ تعالٰی اعلم۔	جب کوئی مسلمان مر جائے تو اس پر نماز پڑھنی فرض (کفایہ) ہے سوائے چار آدمیوں کے کہ ان کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اور یہ ان میں سے نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

(۲) جو مال اس نے بعینہٖ چوری یا جوئے سے حاصل کیا اس پر ختم وفاتحہ پڑھنا حرام ہے اور اس کا کھانا حرام ہے مگر اسے جس سے وہ مال لیا گیا یا وہ معلوم نہ ہو تو فقیر کو بحیثیت مال لاوارثی نہ بحیثیت ایصال ثواب سمجھ کر کھایا وہ قابل امامت نہیں جب تک تائب نہ ہو بلکہ اسے جدید اسلام کا حکم ہے۔ عالمگیریہ میں ہے:

لوتصدق علی فقیر بشیئ من مال الحرام یرجوا الثواب یکفر ولو علم الفقیر بذٰلك فدعا له وامن المعطی فقد کفر کذا فی المحیط [3]۔	اگر کسی محتاج پر حرام مال میں سے کچھ خیرات کرے اور ثواب کی امید رکھے تو کافر ہو جائے گا، اگر محتاج کو اس مال کے حرام ہونے کا علم ہو پھر اسے مال دینے کے لئے کوئی بلائے اور وہ اس کے لئے دعا کرے اور دینے والا آمین کہے تو دونوں کافر ہوئے محیط میں یہی مذکور ہے۔ (ت)

---

[1] سنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الصلٰوۃ خلف من لایحمدہ دارالفکر بیروت ۳/ ۱۲۱

[2] درمختار کتاب الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۲

[3] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۷۲

اور اگراس کے پاس مال حلال بھی تھااور اس کا خاص حرام سے ہونا معلوم نہیں یازر حرام سے خریدی ہوئی کوئی چیز ہے جس کی خریداری میں زرحرام پر عقد ونقد جمع نہ ہوئے یعنی یہ نہ ہواکہ حرام روپیہ دکھا کر کہا ہو کہ اس کے عوض دے دے پھر وہی روپیہ اس کے ضمن میں دیا ہو تواس پر فاتحہ پڑھنے اور کھانے میں حرج نہیں اگرچہ صورت مذکورہ میں خلاف احتیاط ضرور ہے۔عالمگیریہ میں ذخیرہ سے ہےامام محمد فرماتے ہیں:

بہ ناخذ مالم نعرف شیأ احرام بیعنہ [1]۔	ہم اس کو اختیار کرتے ہیں جب تک کسی معین شے کے حرام ہونے کو نہ پہچانیں(ت) اگر یہ صورت تھی تو امام پر الزام نہیں۔واللہ تعالٰی اعلم۔

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب لکراھیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۳۴۲

ایصال ثواب وصدقہ وخیرات وسوال

مسئلہ ۲۷: ۲۱ صفر یوم سہ شنبہ ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بزرگان دین کی نذر و نیاز مثل مولود شریف وغیرہ کے ہندوؤں کی بنائی ہوئی شیرینی پر چاہئے یا مسلمان کی اور جہاں مسلمان حلوائی بھی ہوں تو مسلمان کو کن سے خریدنا اولٰی ہے؟ بیینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

شک نہیں ہنود وعموماً سخت ناپاکیوں میں آلودہ رہتے ہیں دھوتیوں میں پیشاب کرتے ہیں اور انھیں اپنے کنوؤں کی من پر کھڑے ہو کر ایک لٹیا پانی بھینچتے ہیں سب چھینٹیں کنویں میں جاتی ہیں، پاخانے میں ڈھیلے لے جانا تو انھیں کہاں نصیب، چھوٹی سی لٹیا ہوتی ہے وہ بھی بارہا آدھی یا پونی، پھر اس میں آبدست اسی میں ہاتھ دھونا، اور اتنا بچالائے جس سے بارہ کلا کئے، مشاہدہ ہوا کہ ان کے حلوائیوں نے اپنی اسی بے احتیاطی کے پانی سے کڑاہی دھوئی اور اسی انگوچے سے پونچھ لی جو سال سال بھر بدلا نہیں جاتا اور اس میں تولوں بلکہ چھٹنکیوں موت ہوتا ہے علاوہ بریں ان کے مذہب میں گائے بھینس کا گوبر اور بچھیا کا موت متر پاک بلکہ پَبِتر یعنی پاک کرنے والا ہوتا ہے تو اس سے احتراز کیا معنی بلکہ اسے مشک وعطر کی جگہ استعمال کرنا ان سے بعید نہیں ایسی حالتوں میں اگرچہ اس شریعت سمحہ سہلہ غرا بیضا صلی اللہ تعالٰی علی صاحبہا وآلہٖ وبارک وسلم نے جب تک کسی خاص شیئ میں وقوع نجاست کا یقین نہ ہو بحکم قاعدہ کلیہ الاصل الطھارۃ و

ضابطہ عام الیقین لایزول بالشک (اشیاء میں اصلا پاکیزگی اور طہارت ہے اور اس کے لئے عام قاعدہ یہ ہے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا) حکم فتوٰی آسانی فرمائی مگر شبہہ نہیں کہ تقوٰی حتی الامکان اس سے بچنا ہے خصوصا جبکہ وہ باوصف اپنی گندگیوں ناپاکیوں کے پاک ستھرے نظیف مسلمانوں سے کس درجہ پرہیز رکھتے اور بحکم المرء یقیس علی نفسہ (ہر شخص دوسرے کے بارے میں اپنی ذات کے حوالے سے قیاس کرتا ہے۔ت) معاذاللہ انھیں مچھ سمجھتے ہیں عجب کہ ناپاکوں کو پاکوں سے احتراز ہو اور پاک ناپاک سے اختلاط رکھیں اور ان کی ایسی اوندھی اندھی چھوت پر بھی غیرت نہ کریں مانا کہ اپنے نفس کے لئے نہ بچیں مگر بیشک حضرات بزرگان دین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی سیدھم ومولاھم وعلیہم اجمعین کی نذرونیاز بلکہ عموما وصدقات وامور خیرات میں اس سے احتراز چاہئے کہ یہ امور بامید قبول کیے جاتے ہیں اور حدیث میں ارشاد ہوا:

ان اللہ طیب لایقبل الا الطیب[1]۔	بیشک اللہ عزوجل طیب ہے نہیں قبول فرماتا مگر پاکی ستھری چیز کو۔

تو اگر علم الٰہی میں ان شیرینیوں کی ناپاکی معاذاللہ باعث عدم قبول ہوئی کیسا خسارہ ہے۔ غرض جہاں تک ممکن ہو ہنود کی ایسی اشیاء سے کھانے پینے عموما اور نذرونیاز فاتحہ صدقات میں خصوصا احتراز اولٰی ہے اور جب مسلمان حلوائی بھی موجود ہوں تو خواہ مخواہ ہنود کی طرف جھکنے کی وجہ کیا ہے، ان سے خریدنے میں علاوہ ان خوبیوں کے یہ کیسا فائدہ ہے کہ اپنے مال کا نفع اپنے بھائی مسلمان ہی کو پہنچا، فتاوٰی ذخیرہ وطریقہ محمدیہ وحدیقہ ندیہ میں ہے:

یکرہ الاکل والشرب فی اوانی المشرکین قبل الغسل لان الغالب والظاہر من حال اوانیھم النجاسۃ فانھم یستحلون الخمر ویاکلون المیتۃ ولحم الخنزیر ویشربون ذٰلك ویاکلون فی قصاعھم واوانیھم فیکرہ الاکل والشرب	مشرکین کے برتن بغیر دھوئے استعمال کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ غالبا ان کے برتن بظاہر ناپاک ہوتے ہیں بایں وجہ کہ وہ شراب پینا حلال جانتے اور مردار اور سور وغیرہ کھاتے ہیں اور اس مقصد کے لئے اپنے برتن استعمال کرتے ہیں لہذا انھیں دھوئے بغیر ان میں کھانا پینا مکروہ ہے۔ظاہر

[1] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب ان اسم الصدقۃ یقع الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲۶، السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب صلوٰۃ الاستسقاء باب الخروج من المظالم دار صادر بیروت ۳/ ۳۴۶

فیھا قبل الغسل اعتبارا للظاھر کما کرہ الترضئ بسور الدجاجۃ المخلاۃ لانھا لاتتوقی عن النجاسۃ فی الغالب الا ان الاصل فی الاشیاء الطھارۃ وتشککنا فی النجاسۃ فلم تثبت النجاسۃ بالشك ھذا حاصل ماذکر عن الذخیرۃ[1]۔	حال کا اعتبار کرتے ہوئے جیسے اس مرغی کے جھوٹے سے وضو کرنا مکروہ ہے جو گلی کوچوں میں آزاد پھرنے والی ہے اس لئے کہ وہ گندگی سے محفوظ نہیں ہوتی البتہ اصل اشیاء میں طہارت ہوتی ہے اور ہمیں نجاست کا محض شک ہوجائے تو شک سے نجاست ثابت نہیں ہوتی خلاصہ از ذخیرہ مذکور ہوا۔(ت)

نصاب الاحتساب میں ہے:

قال العبد اصلحہ اللہ تعالٰی وما ابتلینا من شراء السمن والخل واللبن و الجبن وسائر المائعات من الھنود علی ھذا الاحتمال تلویث اوانیھم وان نسائھم لاتتوقین عن السرقین وکذا یاکلون لحم ماقتلوہ وذٰلك میتۃ فالا باحۃ فتوٰی والتحرز تقوٰی[2] اھملخصا واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم بالصواب۔	بندہ کہتا ہے کہ اللہ تعالٰی اس کی اصلاح فرمائے اور ہم گھی، سرکہ، پنیر، دودھ اور دیگر تمام سیال چیزیں ہندوؤں سے خریدتے ہیں۔ان کی عورتیں گوبروغیرہ سے پرہیز نہیں کرتیں، اور ہندو لوگ بغیر ذبح کئے مارڈالے جانے والے جانوروں کا گوشت کھاتے ہیں اس لئے ان کے برتنوں کے ناپاک ہونے کا احتمال ہوتا ہے ان کے برتنوں کے استعمال کی اباحت ہمارے لئے بربنائے فتوٰی ہے جب کہ ان سے پرہیز کرنا تقوٰی ہے ملخصا۔اللہ تعالٰی پاک برتر اور خوب جاننے والا ہے۔(ت)

مسئلہ ۲۸: از پیلی بھیت محلہ پکریا مرسلہ شیخ عبدالوہاب صاحب ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

حامی دین و مفتی شرع متین جناب مولوی محمد احمد رضاخاں صاحب انار اللہ برہانہ بعد سلام علیک ورحمۃ اللہ غرض ہے کہ مسئلہ حل طلب ارسال حضور ہے براہ کرم جلد جواب سے مشرف فرمائے۔بعد ختم بیان ولادت جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اگر پنج آیت پڑھ کر شیرینی تقسیم کی جائے تو جائز ہے یا ناجائز؟اعتراض یہ ہے کہ پنج آیت مخصوص محفل غم کے واسطے ہیں نہ کہ محفل شادی کے

---

[1] الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقہ المحمدیہ النوع الرابع مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور ۲/ ۱۷

[2] نصاب الاحتساب

چنانچہ سوم میں بعد ختم کلام مجید پنج آیت پڑھ کے شیرینی تقسیم کرتے ہیں محفل میلاد میں پڑھنا موجب کراہت ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

پنج آیت میں شادی وغمی کا تفرقہ اور اسے مجلس غم سے مخصوص ماننا محض باطل و بے اصل ہے صحابہ کرام کی عادت کریمہ تھی جب کسی مجلس میں جمع ہوتے کسی سے کچھ آیات کلام مجید پڑھ کر سنتے، عالمگیریہ میں ہے:

لوقرأ طمعا فی الدنیا فی المجالس یکرہ وان قرأ لوجه الله تعالٰی لایکرہ وقد کان اصحاب رسول الله صلی الله تعالٰی علیه واصحابه اذاجتمعوا امروا احدھم ان یقرأسورۃ من القراٰن کذا فی الغرائب [1]۔	اگر دنیوی لالچ اور طمع کی بناپر مجلس میں قرآن مجید پڑھا جائے تو یہ مکروہ ہے۔اور اگر اللہ تعالٰی کی رضا جوئی کے لئے پڑھا جائے تو مکروہ نہیں اور بے شک اصحاب رسول (صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وصحبہ وسلم) جب کسی مجلس میں جمع ہوتے تو اپنے ساتھیوں میں سے کسی ایک کو فرمایا کرتے تھے کہ وہ قرآن مجید کی کوئی سورت تلاوت کرے۔یونہ غرائب میں ہے۔(ت)

حدیث میں ہے حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان هذا القراٰن مأدبة الله فاقبلوا مادبته ما استطعتم رواہ الحاکم [2] وصححه عن ابن مسعود رضی الله تعالٰی عنه۔	بیشک یہ قرآن اللہ عزوجل کی طرف سے تمھاری دعوت ہے تو جہاں تک ہوسکے اس کی دعوت قبول کرو،(حاکم نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کرکے اس کی تصحیح فرمائی۔ت)

دوسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

کل مؤدب یحب ان یؤتی ادبه وادب الله القراٰن فلا تھجروہ(رواہ	ہر دعورت کرنے والا دوست رکھتا ہے کہ لوگ اس کی دعورت میں آئیں اور اللہ عزوجل کا خوان نعمت قرآن ہے تو اسے نہ چھوڑو(اس کی

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیة الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۱۶

[2] المستدرک للحاکم کتاب فضائل القرآن القرآن مأدبة اللہ دارالفکر بیروت ۱/ ۵۵۵

البیھقی[1] عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	امام بیہقی نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

کیا اللہ عزوجل کی دعوت قبول کرنا اور اس کے خوان نعمت سے بہرہ مند ہونا صرف غمی میں چاہئے شادی میں نہیں، لاجرم مجلس میلاد مبارک میں تلاوت قرآن مجید ہمشہ سے معمول علمائے کرام و بلاد اسلام ہے۔ امام جلال الملۃ والدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی نے اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں:

اصل المولد الذی ھو اجتماع الناس و قرأۃ ماتیسر من القراٰن وروایۃ الاخبار الواردۃ فی مبدأ امر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ماوقع فیہ من الاٰیات[2] الخ۔	میلاد شریف کی اصل لوگوں کا مجمع ہونا، قرآن مجید کا تلاوت کیا جانا، اور ان آیات واحادیث وروایات کو بیان کرنا ہے جو آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں وارد ہوئی ہیں الخ۔ (ت)

امام حافظ ابن حجر عسقلانی استخراج اصل عمل مولد مبارک میں فرماتے ہیں:

والشکر للہ تعالٰی یحصل بانواع العبادۃ کالسجود و الصیام والصدقۃ والتلاوۃ وای نعمۃ اعظم من النعمۃ ببروز ھذا النبی الکریم نبی الرحمۃ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی ذٰلك الیوم[3]۔	اللہ تعالٰی کا شکر کئی قسم کی عبادات مثلاً صیام، سجود، تلاوت، صدقہ خیرات وغیرہ کے ذریعے ادا ہوجاتا ہے اور نبی کریم جو رحمت والے نبی ہیں ان کے ظہور سے بڑی نعمت اور کون سی ہوسکتی ہے۔ (ت)

سیرت علامہ شامی میں ہے:

عمل المولد الذی استحسناہ فانہ لیس فیہ شیئ سوی قرأۃ القراٰن واطعام الطعام وذٰلك خیر وبرو قربۃ[4]۔	میلاد شریف منانا کہ جس کو ہم نے مستحسن قرار دیا ہے اس میں قرآن مجید کی تلاوت (ذکر خدا وذکر رسول) اور کھانا کھلانے کے اہتمام کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ اور یہ کام تو کار خیر ہے اور نیکی وقربت الٰہی کا ذریعہ ہے۔ (ت)

[1] کنز العمال بحوالہ ھب عن سمرۃ رضی اللہ عنہ حدیث ۲۲۸۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۵۱۴

[2] الحاوی للفتاوٰی حسن المقصد فی عمل المولد دار الفکر بیروت ۱/ ۱۸۹

[3] الحاوی للفتاوٰی بحوالہ ابن حجر حسن المقصد فی عمل المولد دار الفکر بیروت ۱/ ۱۹۶

[4] الحاوی للفتاوٰی بحوالہ سیرت الشامی حسن المقصد فی عمل المولد دار الکتب بیروت ۱/ ۱۹۵

غرض اس مجلس ملائک مانس کے مجلس شادی ہونے کے سبب اس میں قرأت پنج آیت پر انکار محض بے معنی ہے۔

نعم حیث یکون منھا اھداؤ ثوابھا للحضرۃ العلیۃ النبویۃ علیہ افضل الصلٰوۃ والسلام والتحیۃ فھذا و ان کان مما نازع فیہ ابن تیمیۃ ووافقہ بعض لکن الحق الصحیح ماعلیہ الجمھور من جواز ذٰلك منھم الامام الاجل تقی الدین علی بن عبدالکافی السبکی والامام البارزی والامام ابن عقیلی الحنبلی والامام الاجل العارف باللہ علی ابن الموفق والامام ابوالعباس محمد بن اسحق السراج النیشاپوری و الامام سلطان العلماء عزالدین بن عبدالسلام والامام ابن حجر المکی کما فی عقود الدریۃ والامام النویری والامام شھاب الدین احمد بن الشلبی الحنفی کما فی ردالمحتار وشیخ الاسلام القایاتی والامام شرف الدین المناوی والامام کمال الدین محمد بن الھمام المحقق المجتھد کما یستفاد منہ الامام العارف باللہ ابوالمواھب سیدی محمد الشاذلی والامام العارف عبدالوھاب الشعرانی کما سیأتی وغیرھم من العلماء الاجلۃ المتقدمین والمتأخرین	ہاں البتہ جہاں آیات مبارک کا ثواب بطور ہدیہ بارگاہ عالیہ نبویہ میں پہنچانا مقصود ہو، اس میں اگرچہ حافظ ابن تیمیہ اور ان کے بعض موافقین نے نزاع اور اختلاف کیا ہے مگر حق اور صحیح بات یہی ہے جس پر ائمہ جمہور قائم ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کلام پاک کا ثواب پہنچانا جائز ہے۔ جن بزرگوں نے اس کو جائز قرار دیا ہے ان میں (۱) جلیل القدر امام تقی الدین علی بن عبدالکافی سبکی (شافعی) ہیں (۲) امام بارزی (۳) امام ابن عقیلی حنبلی (۴) امام کبیر عارف باللہ علی بن موفق (۵) ابوالعباس امام محمد بن اسحٰق سراج نیشاپوری (۶) سلطان العلماء امام عزالدین بن عبدالسلام (۷) امام ابن حجر مکی جیسا کہ عقود الدریہ میں ہے۔ (۸) امام نویری (۹) امام شہاب الدین احمد بن شلبی حنفی جیسا کہ فتاوٰی شامی میں ہے (۱۰) شیخ الاسلام امام قایانی (۱۱) امام شرف الدین مناوی (۱۲) امام کمال الدین محمد ابن ہمام محقق و مجتہد جیسا کہ ان کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے (۱۳) عارف باللہ امام ابوالمواہب سیدی محمد شاذلی (۱۴) امام عارف عبدالوہاب شعرانی جیسا کہ عنقریب ذکر ہوگا۔ ان کے علاوہ دیگر جلیل القدر علماء کرام متقدمین ومتاخرین

رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔	ہیں۔اللہ تعالٰی ان سب پر فرد افردا رحمت فرمائے۔(ت)

فتاوٰی حدیثیہ امام ابن حجر مکی میں ہے:

مایفعلہ الناس الاٰن من سوالھم من اللہ تعالٰی ان یوصل مثل ثواب مایقرؤون الی النبی علیہ الصلٰوۃ والسلام وآلہ وصحبہ وتابعیھم حسن لا اعتراض علیہ خلاف لمن زعمہ کما بینتہ فی افتاء طویل غیرھذا **اقول:** وزیادہ لفظ مثل علی مذھب الشافعیہ اما عندنا فلا حاجۃ الیھا کما قد عرفت فی موضعہ [1]۔	اب جو کچھ لوگ کرتے ہیں کہ اللہ تعالٰی سے سوال کیا جاتا ہے کہ جو کچھ وہ پڑھتے ہیں اللہ تعالٰی اس کی مثل کا ثواب نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم،ان کی سب اولاد،ان کے سب ساتھیوں اور ان کے تابعین کو پہنچادے،تو یہ ایک اچھا طریقہ ہے پس اس پر کسی اعتراض اور اشکال کی گنجائش نہیں،البتہ اختلاف اس میں اس نے کیا ہے جس نے اس کو جائز نہیں سمجھا جیسا کہ اس کے علاوہ میں نے ایک طویل فتوٰی میں اس کو بیان کیا ہے______ **میں کہتاہوں** لفظ "مثل"کا اضافہ شوافع کے مذہب کے مطابق ہے ورنہ ہمارے نزدیک اس اضافہ کی کوئی ضرورت نہیں جیسا کہ تم اپنی جگہ اس کو پہچان چکے ہو۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

ذکر ابن حجر فی الفتاوٰی الفقھیہ ان الحافظ ابن تیمیۃ زعم منع اھداء ثواب القراءۃ للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لان جنابہ الرفیع لایتجری علیہ الابما اذن فیہ الا تری ان ابن عمر کان یعتمر عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عمرا بعد	علامہ ابن حجر نے اپنے فقہی فتاوٰی میں ذکر فرمایا حافظ ابن تیمیہ نے یہ گمان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو قراءت کے ثواب کا ہدیہ پیش کرنا منع ہے اس لئے کہ ان کی بلند پایہ ذات پر وہی جرأت کی جاسکتی ہے جس کی ان کے بارے میں اجازت دی گئی ہے [لیکن یہ نظریہ باطل ہے] کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے آپ کے

[1] الفتاوٰی الحدیثیہ

موته من غير وصية وحج ابن الموفق وهو فی طبقة الجنيد عنه سبعين حجة وختم ابن السراج عنه صلی الله تعالٰی علیه وسلم اكثر من عشر الاف ختمة وضحی عنه مثل ذٰلك اھ قلت و رأيت نحو ذٰلك بخط مفتی الحنفية الشهاب احمد بن الشلبی شيخ البحر نقلا عن شرح الطيبة للنويری ومن جملة مانقله ان ابن عقيل من الحنابلة قال يستحب اهداؤها له صلی الله تعالٰی علیه وسلم قلت واقول علماءنا له ان يجعل ثواب عمله لغيره يدخل فيه النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فانه احق بذٰلك حيث انقذنا من الضلالة ففی ذٰلك نوع شكر واهداء جميل له و الكامل قابل الزيادة الكمال [1] الخ۔	صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وصیت کے بغیر آپ کے وصال کے آپ کی طرف سے کئی عمرے کئے، اور حضرت علی بن موفق جو طائفہ جنیدیہ میں سے ہیں، نے آپ کی طرف سے ستر حج ادا کئے، اور ابن سراج نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے دس ہزار سے زائد ختم قرآن مجید کئے اور دس ہزار سے زائد حضور کی طرف سے قربانیاں کیں، میں کہتا ہوں کہ میں نے اس طرح مفتی احناف شہاب احمد بن شلبی صاحب بحر الرائق کے استاذ کے اپنے خط سے لکھا ہوا دیکھا ہے کہ جو انھوں نے "طیبہ" کی شرح امام نویری سے نقل فرمائی ہے جو کچھ انھوں نے نقل کیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حنابلہ میں سے علامہ ابن عقیل نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تلاوت قرآن مجید کا ثواب بطور ہدیہ پیش کرنا مستحب ہے اھ، میں کہتا ہوں ہمارے علمائے کرام کا یہ فرمانا کہ آدمی کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے عمل صالح کا ثواب کسی دوسرے کردے سکتا ہے [پس اس عموم میں] حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی داخل ہیں کیونکہ آپ اس کے زیادہ لائق اور مستحق ہیں کہ آپ نے ہمیں ہر نوع کی گمراہی سے بچایا اور چھڑایا، اس میں ایک گونہ شکر بھی پایا جاتا ہے اور یہ آپ کے لئے خوبصورت ہدیہ ہے اور کامل زیادت کمال کو قبول کرتا ہے۔ الخ (ت)

لواقع الانوار فی طبقات الاخیار ذکر سیدی ابوالمواہب قدس سرہ، میں ہے:

كان رضی الله تعالٰی عنه يقول	حضرت ابوالمواہب رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے تھے

[1] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب الجنائز داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۰۵۔۶۰۶

رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال لی انت تشفع لمائۃ الف قلت لہ بم استو جبت ذٰلک یا رسول اللہ قال باعطائک لی ثواب الصلاۃ علی[1]۔	کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا، حضور اقدس نے مجھ سے فرمایا کہ قیامت کے دن تم ایک لاکھ بندوں کی شفاعت کروگے، میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیک وسلم! میں کیسے اس قابل ہوا! ارشاد ہوا: تم مجھ پر جو درود پڑھتے ہو اس کا ثواب مجھے دے ڈالتے ہو (یہ شان اس اس نیک اور اعلٰی عمل کا نتیجہ ہے)۔(ت)

اسی میں ہے:

کان رضی اللہ تعالٰی عنہ یقول رأیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقلت یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیک وسلم قدوھبت لک ثواب صلاتی علیک و ثواب کذا وکذا من اعمالی ان کان ذٰلک ما اردتہ بقولک للسائل الذی قال لک(افاجعل لک ثواب صلاتی کلھا فقلت لہ ذا تکفی ھمک ویغفرلک ذنبک) فقال لی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نعم ذٰلک اردت ولکن ابق لنفسک ثواب الکذا والکذا فانی غنی عنہ[2]۔واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔	وہ فرماتے تھے(اللہ تعالٰی ان سے راضی ہو) میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت کی اور آپ کی خدمت میں عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! میں آپ پر جو درود پڑھتا ہوں میں نے اس کا ثواب آپ کو بخش دیا اور اپنے فلاں فلاں عمل کا ثواب بھی بخش دیا، اگر آپ نے یہی ارادہ کیا تھا اپنے قول سے اس سائل کے لئے جس نے آپ سے عرض کی تھی کیا میں اپنے پڑھے ہوئے تمام درود کا ثواب آپ کو دے ڈالوں؟ تو آپ نے اس سے فرمایا پھر تو یہ تیرے غموں کے لئے کفایت کرے گا اور تیرے گناہ بخش دئے جائیں گے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں میں نے یہی ارادہ کیا تھا لیکن تو اپنی ذات کے لئے اتنا اتنا ثواب باقی رہنے دے کیونکہ میں اس سے بے نیاز ہوں، اور اللہ تعالٰی پاک، برتر اور خوب اچھی طرح جاننے والا ہے اور اس بڑی عزت والے کا علم نہایت درجہ کامل اور بڑا پختہ ہے۔(ت)

[1] لواقح الانوار فی طبقات الاخیار ذکر الشیخ محمد ابوالمواہب مصطفی البابی مصر ۱/ ۷۳و۷۵

[2] لواقح الانوار فی طبقات الاخیار ذکر الشیخ محمد ابوالمواہب مصطفی البابی مصر ۱/ ۷۳و۷۵

مسئلہ ۲۹و۳۰: از محمد گنج ضلع بریلی مرسلہ عبدالقادر خاں صاحب رامپوری ۱۹ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) تین برس کے بچے کی فاتحہ دوجے کی ہونا چاہئے یا سوئم کی ہونا چاہئے؟

(۲) اگر کسی کھانے پر یا شرینی پر بچے کی فاتحہ دے کر مسکینوں کو کھلادے تب اس کھانے کی فاتحہ یا شیرینی کا میت کو ثواب ملے گا یا نہیں۔ جائز ہے یا ناجائز؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

(۱) شریعت میں ثواب پہنچانا ہے دوسرے دن ہو خواہ تیسرے دن، باقی یہ تعیین عرفی ہیں جب چاہیں کریں انھیں دنوں کی گنتی شرعی جاننا جہالت ہے وبدعت [عہ]، **واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔**

(۲) ضرور جائز ہے اور بیشک ثواب پہنچتا ہے اہلسنت کا یہی مذہب ہے،

والصبی لاشك انه من اهل الثواب ونصوص الحدیث وارشادات العلماء مطلقة لاتخصیص فیها. والله سبحانه وتعالٰی اعلم۔	اس میں کوئی شک نہیں کہ بچہ اہل ثواب میں سے ہے (کیونکہ) حدیث شریف کی تصریحات اور علمائے کرام کے ارشادات اس میں بارے میں علمائے کرام کے ارشادات اس بارے میں مطلق مذکور ہیں (کوئی قید مذکور نہیں۔ مترجم) کہ جن میں کوئی تخصیص نہیں، اور اللہ تعالٰی پاک برتر اور سب سے زیادہ جاننے والا ہے (ت)

مسئلہ ۳۱: مسئولہ حافظ محمود حسین ۹جمادی الاولٰی ۱۳۱۶ھ

نقالوں کو دینا جیسا کہ تقریب نکاح وغیرہ میں آتے اور گھیرتے ہیں اور مانگتے ہیں دینا ان کو

عـــہ: ایک نجدی شخص رامپور سے آیا منافقانہ سنی بن کر بعض استفتا کئے جن کا جواب اسی جلد میں تھا دارالافتاء سے اسے یہ جلد دی گئی کہ جواب نقل کرلے، اس نے یہ لفظ "بدعت" اضافہ کیا ہے سطر میں جگہ نہ پائی تو نیچے اور بین السطور ہیں، فتاوٰی گنگوہی حصہ اول میں یہ فتوی مع اضافہ مفتری نقل کیا اور عبارت "جہالت ہے وبدعت" غلط تھی جس سے ہر ذی عقل نے بھی لیا کہ یہ عبارت فتاوٰی رضویہ کی نہیں لہذا براہ چالاکی کہ وہابیہ کی شعار ہے اسے یوں بنالیا "جہالت وبدعت ہے" مسلمانو! وہابیہ کے یہ شیوے ہیں ۱۲۔

شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

اگر انھیں ممنوعات شرعیہ سے اپنے یہاں باز رکھا جائے اور بغیر کسی امر ممنوع شرعی کی اجرت کے احسانا دیا جائے تو جائز ہے بلکہ اگر اس نیت سے دیں کہ یہ مسلمان اس مال حلال کو پا کر اکل حلال سے بہرہ مند ہوں اور شاید اس کی برکت سے اللہ تعالٰی ان کو توبہ نصیب فرمائے تو محمود و حسن و باعث اجر ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی حدیث:

اللھم لك الحمد علی زانیۃ اللھم لك الحمد علی سارق[1]۔	یااللہ! تیرے لئے ہی تعریف وثنا ہے کہ مال تو بدکار کے ہاتھ میں گیا، اے اللہ! تیرے ہی لئے حمد وستائش کہ مال تو چور کے ہاتھ لگ گیا۔(ت)

اس پر شاہد عدل ہے اس صورت میں دینے والے کو دینا اور لینے والے کو لینا حلال وطیب ہے، عالمگیری وغیرہ میں اس کی تصریح ہے اور اگر یہ صورت ہے کہ نہ دے گا تو اسے مطعون کرتے پھرینگے اس کا مضحکہ اڑائیں گے جیسا کہ ان کی عادت سے معروف ومشہور ہے تو اس صورت میں بھی اپنے تحفظ کے لئے دینا جائز وحلال ہے اگرچہ انھیں لینا حرام ہے اس کے جواز پر وہ حدیث شاہد کہ ایک شاعر نے بارگاہ رسالت میں آکر سوال کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ارشاد فرمایا:

اقطع عنی لسانہ[2]۔	میری طرف سے اس کی زبان کاٹ دے۔

درمختار وغیرہا میں بھی اس کا جواز مصرح ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۳۲: پختنی حلوہ شب برات کی کیا تخصیص ہے؟

الجواب:

یہ تخصیص عرفی ہے لازم شرعی نہیں۔ ہاں اگر کوئی جاہل اسے شرعا لازم جانے کہ بے حلوے کے

[1] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب ثبوت اجر المتصدق الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲۹

[2] السنن الکبرٰی کتاب الشہادات باب ماجاء فی اعطاء الشعراء دار صادر بیروت ۱۰/ ۲۴۱

ثواب نہ پہنچے گا تو وہ خطا پر ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۳۳۳: از بنگالہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک موضع میں ایک شخص نے کمال جدو جہد سے ایک مدرسہ اس طور پر قائم کیا کہ از راہ تسہیل امر اطراف کے لوگوں سے استدعا کی کہ جَے مرتبہ گھروں میں کھانا روزانہ پکایا جایا کرے وَے مرتبہ ایک مٹھی ہر اجناس سے یعنی چاول وغیرہ علیحدہ ذخیرہ کردیا کریں اور ختم ماہ پر مدرسہ کے مصارف میں دے دیا کریں، اسی طرح مدت سے یہ مدرسہ جاری ہے اب یہ اعتراض پیدا ہوا ہے کہ یہ طریقہ ناجائز ہے بلکہ غیر اللہ یا شرک یا بدعت کے مشابہ ہے۔ پس دینے والوں اور تائید کرنے والوں کو گنہگار بتاتے ہیں آیا عمل مذکورہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو دہندہ اور تائید کنندہ اس عمل کا مستحق عذاب ہوگا یا ثواب؟ اگر مستحق عذاب ہو تو اس امر نیک کے باز رکھنے والے اور کار خیر کے روکنے والے پر حسب شرع شریف کیا حکم ہے؟ کیا وہ صورت مذکورہ مشابہ غیر اللہ یا شرک یا بدعت کے ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر بدعت ہو تو کسی قسم کی بدعت ہے؟ بادلائل قرآن اور احادیث اور اقوال علماء اور ائمہ مجتہدین مستنبطین کے بیان فرمایا جائے۔

بینوا توجروا عنداللہ (بیان فرماؤ تاکہ تم اللہ تعالٰی کے ہاں اجر وثواب کے مستحق بن جاؤ۔ت)

الجواب:

صورت مذکورہ بلاشبہہ جائز مستحب ومندوب ہے۔ اور اس طرح اعانت مدرسہ کرنے والے اور جو لوگ اس اعانت پر مؤید ہوئے سب کے لئے اجر جزیل وثواب جمیل ہے جبکہ وہ مدرسہ مدرسہ دینیہ اور دینے والوں تائید کرنے والے کی نیت محمودہ ہو اسے بدعت کہنا گناہ بتانا سخت جہالت بلکہ امر محمود شرعی کی تحریم ومذمت ہے اور اسے "مَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ"[1] (اللہ تعالٰی نے تم پر حرام کردیا) وہ جانور جسے ذبح کرتے ہوئے اس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا۔ت) سمجھنا جسے جاہلان بے خبر صرف لغیر اللہ کہا کرتے نرا جنون ہے۔ جب علم دین کی اعانت وتائید معاذاللہ غیر اللہ کے لئے ٹھہرے تو وہ کون سی چیز ہے جو اللہ کے لئے ہوگی، ایسے جہال سے پوچھا جائے کہ عبادت تو اللہ کے لئے ہے یا اسے بھی غیر اللہ کے لئے جانتے ہو۔ جب وہ اللہ کے لئے ہے تو علم دین تو اس سے بھی بہتر وافضل ہے وہ کیونکر غیر اللہ کے لئے ہوسکتا ہے۔ متعدد حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۷۳

فرماتے ہیں:

العلم افضل من العبادۃ رواہ الخطیب [1] وابن عبداللہ فی کتاب العلم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	علم عبادت سے افضل ہے(اس کو خطیب نے روایت کیا اور ابن عبداللہ نے کتاب العلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کی روایت کی۔ت)
العلم خیر من العبادۃ [2] ابوعمر فیه عن ابی هریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه۔	علم عبادت سے بہتر ہے۔(ابوعمر نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔ت)
العلم افضل من العمل البیهقی [3] فی الشعب عن البعض الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنهم۔	علم عمل سے افضل ہے(امام بیہقی نے شعب الایمان میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اسے روایت کیا۔ت)
العلم خیر من العمل [4] ابوالشیخ عن عبادۃ الصامت رضی اللہ تعالٰی عنه۔	علم عمل سے بہتر ہے(ابوالشیخ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔ت)

وفی الباب احادیث یعسرا حصاؤھا(اس باب میں احادیث کا شمار مشکل ہے۔ت)امور خیر کے لئے مسلمانوں سے اس طرح چندہ کرنا بدعت نہیں بلکہ سنت ہے ثابت ہے جو لوگ اس سے روکتے ہیں "مَّنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ ﴿۱۲﴾" [5] (بھلائی اور امور خیر سے روکنے والا حد سے بڑھنے والا اور گنہگار ہے۔ت) میں داخل ہوتے ہیں۔ صحیحین میں جریر رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] تاریخ بغداد للخطیب ترجمہ ۲۳۳۸ احمد بن محمد ابن الخفاف دارالکتب العربیہ بیروت ۴/ ۴۳۶،جامع بیان العلم وفضلہ باب تفضیل العلم من العبادۃ دارالفکر بیروت ۱/ ۲۷

[2] جامع بیان العلم وفضلہ باب تفضیل العلم من العبادۃ دارالفکر بیروت ۱/ ۲۷

[3] شعب الایمان حدیث ۳۸۸۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۴۰۳

[4] کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ عن عبادہ بن صامت مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۸۲

[5] القرآن الکریم ۶۸/ ۱۲

سے ہے کچھ. برہنہ پا، برہنہ بدن صرف ایک کملی کفنی کی طرح چیر کر گلے میں ڈالے خدمت اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوئے حضور پر نور رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کی محتاجی دیکھی چہرہ انور کا رنگ بدل گیا۔ بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اذان کا حکم بعد نماز خطبہ فرمایا بعد تلاوت آیات ارشاد کیا:

تصدق رجل من دینارہ من درھمۃ من ثوبہ من صاع برہ من صاع تمرۃ حتی قال ولو بشق تمرۃ۔	کوئی شخص اپنی اشرفی سے صدقہ کرے کوئی روپے سے کوئی کپڑے سے، کوئی اپنے قلیل گیہوں سے کوئی اپنے تھوڑے چھوہاروں سے، یہاں تک فرمایا: اگرچہ آدھا چھوہارا۔

اس ارشاد کو سن کر ایک انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ روپوں کو تھیلا اٹھالائے جس کے اٹھانے میں ان کے ہاتھ تک گئے پھر لوگ پے در پے صدقات لانے لگے یہاں تک کہ دو انبار کھانے اور کپڑے کے ہوگئے یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا چہرہ انور خوشی کے باعث کندن کی طرح دمکنے لگا اور ارشاد فرمایا:

من سن لی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا بعدہ من غیر ان ینقص من جورھم شیئ[1]۔	جو شخص اسلام میں کوئی اچھی راہ نکالے اس کے لئے اس کا ثواب ہے اور اس کے بعد جتنے لوگ اس راہ پر عمل کریں گے سب کا ثواب اس کے لئے ہے بغیر اس کے کہ ان کے ثوابوں میں کچھ کمی ہو۔

غزوہ تبوک وغیرہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مسلمانوں کو حکم صدقات دینا اور ہر ایک کا کثیر و قلیل حسب مقدرت حاضر لانا منافقین کا تھوڑا لانے والوں پر اعتراض کرنا کہ اللہ تعالٰی اس کے صدقہ سے غنی ہے زیادہ لانے والوں پر اعتراض کرنا کہ یہ ریاء کے لئے ہے اور اس پر آیہ کریمہ:

" اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ	بے شک لوگ ان ایمانداروں پر جو اپنے دل کے شوق اور خوشی سے خیرات کرتے ہیں الزام

[1] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی الصدقۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲۷، سنن النسائی کتاب الزکوٰۃ باب التحریض علی الصدقۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۳۵۵۔۳۵۶

لَايَجِدُوْنَ اِلَّاجُهْدَهُمْ"[1]	لگاتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی نشانہ طعن بنانے ہیں جو اپنی محنت وکوشش سے جو کچھ حاصل کرپاتے ہیں راہ خدا میں خرچ کردیتے ہیں۔(ت)

کا نازل ہونا، ایک بار یوہیں صدقات کا چندہ ہونا اس کا انبار ہوجانا، ایک صحابی کا صرف ایک خوشہ لانا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اسے سب سے اوپر رکھنا وغیرہ وغیرہ وقائع کثیرہ صحاح وغیرہا کتب احادیث میں مذکور ومشہور ہے۔ **واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۳۴ تا ۳۶: ۲۱ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ

(۱) کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بروز پنجشنبہ فاتحہ اور کھانے کا ثواب میت کی روح کو بخش کو جو کچھ ممکن ہوسکے مساکینوں کو بھی دے دیا جائے اس کی نسبت کیا حکم ہے؟

(۲) میت کے سیم میں چنوں پر کلمہ شریف پڑھنا اور پھر ان کو اور بتاشوں کو تقسیم کرنا چاہئے یا نہیں؟

(۳) میت کے سیم کے چنے وبتاشے سوائے مساکین کے دوسرے کو لینا اور کھانا چاہئے یا نہیں؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

(۱) جائز اور مستحسن ہے اور باعث اجر وثواب ہے اس کے لئے بھی اور اس میت مسلمان کے لئے بھی، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعه[2]۔	جو کوئی تم میں سے اپنے بھائی کو نفع پہنچاسکے تو اسے نفع پہنچائے(ت)

(۲و۳) جائز ہے مگر بہتر یہ ہے کہ صرف مساکین کو دئے جائیں اغنیاء کا نہ لینا بہتر ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۷۹

[2] مسند امام احمد بن حنبل حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ دار الفکر بیروت ۳/ ۳۱۵، صحیح مسلم کتاب السلام باب استحباب الرقیہ من العین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۲۳

مسئلہ ۳۷: از سرونج مسئولہ جناب محمد عبدالرشید خان صاحب ۱۹ محرم الحرام ۱۳۲۱ھ

زید کے پاس روپیہ کچھ روپیہ تو جو حلال کا ہے اور کچھ ناجائز کا روپیہ اکٹھا جمع ہے زید یہ بات بھول گیا ہے کہ اس روپے میں جائز طور کا کتنا ہے اور ناجائز طور کا کتنا روپیہ ہے۔ اب اگر زید اس روپے سے خیرات کرنا چاہئے تو کس طور سے ت کرے؟

الجواب:

تحری کرے زیادہ سے زیادہ تک ناجائز روپیہ اسے حاصل مالکوں یا وارثوں کو واپس دے اگر ان کا پتا نہ ہو تو اس قدر کل تصدق کردے باقی جتنا روپیہ اس کا رہ گیا ہے اس کا یہ مختار ہے تصدق وغیرہ جس صرف میں چاہے اٹھائے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۳۸:

کراچی میں مسلمانوں کا ایک یتیم خانہ کھلنے والا ہے جس میں وہابی، نیچری، رافضی، لامذہب سب جمع ہیں، سنی مسلمانوں کو اس یتیم خانہ میں شامل ہونا چاہئے یا نہیں؟ اور اگر فی سبیل اللہ زکوۃ خیرات کی مد سے اس یتیم خانے مین چندہ دیا تو زکوۃ ادا ہوئی یا نہیں؟ اور وہ چندہ باعث ثواب ہوا یا موجب عذاب؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اس میں احتمالا دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ یتیموں وتربیت کا تمام انتظام صرف اہلسنت کے ہاتھوں میں رہے کسی بدمذہب کا اس میں دخل نہ ہو، نہ ان کی صحبت بچوں کو رہے کہ وہ انھیں اغوا کرسکیں صرف بالائی باتوں میں ان کی شرکت ہو، دوسرے یہ کہ ان امور میں بھی انھیں مداخلت دی جائے یا کم از کم ان کی صحبت بد رہے جس سے بچوں کی گمراہی مظنہ ہو، صورت ثانیہ تو مطلقًا قطعی حرام وبدخواہی اسلام ہے اور اس میں چندہ دینا موجب عذاب وآثار، اور صورت اولٰی شاید محض ایک خیالی ہو واقع کبھی نہ ہو کہ جب وہ برابر کے شریک ہیں ہر کام میں برابر کی شرکت چاہیں گے کیا وجہ ہے کہ وہ نرے غلام بن کر رہنے پر راضی ہوں اور بغرض باطل اگر ایسا ہو بھی تو ان کی صحبت بد سے کیونکر مفر اور علماء تصریح فرماتے ہیں:

ان الاحکام تبنی علی الغالب ولایعتبر النادر فضلا عن الموھوم کمافی	احکام، غالب حالات پر مبنی ہوا کرتے ہیں لہٰذا کسی نادر صورت کا اعتبار نہیں کیا جاتا چہ جائیکہ کسی رسمی اور فرضی صورت کا اعتبار ہو

فتح القدیر[1] وغیرہ۔	جیسا کہ فتح القدیر وغیرہ میں مذکور ہے۔ (ت)

لہٰذا حکم وہی ہے کہ ایسی کمیٹی مطلقاً حرام ہے اور اس کی اعانت ہر طرح ناجائز، معہذا اگر فرض کرلیں کہ صورت اولیٰ واقع ہو تو اس میں اہلسنت کو ان بے دینوں کی مجالست مصاحبت توقیر سے چارہ نہ ہوگا اور یہ خود حرام ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

"وَ اِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۶۸﴾ "[2]	اگر تمھیں شیطان بھلادے تو پھر یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ (ت)

اور حدیث میں ہے:

من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی ھدم الاسلام[3]۔	جس نے کسی بدعتی آدمی کی تعظیم کی اس نے بلاشبہہ اسلام کے گرانے (مٹانے) پر امداد کی۔ (ت)

رہی زکوۃ اگر بطور چندہ دی گئی اور چندہ میں خلط کرلی گئی اور عام مصارف میں بلالحاظ تملیک فقیر اٹھتی رہی جب تو ہر گز ادا نہ ہوگی اگرچہ یتیم خانہ خاص اہلسنت کا ہو۔

لما صرحوا به ان رکنها التملیك فلا تجوز فی بناء مسجد اوتکفین میت وغیر ذٰلك وصرحوا ان الخلط استھلك فلا تتادی به کما فی الفتاوٰی العالمگیریة وغیرھا۔	اس لئے کہ ائمہ فقہ نے اس مسئلہ کی تصریح فرمائی کہ زکوۃ کارکن تملیک ہے (یعنی زکوۃ لینے والے کو مال زکوۃ کامالک بنا دینا) لہٰذا تعمیر مسجد اور تکفین میت اور اس نوع کی دوسری صورتوں میں زکوۃ جائز نہ ہوگی (اس لئے کہ ان میں تملیک نہیں پائی جاتی) اور یہ بھی انھوں نے تصریح فرمائی کہ ایک مال کو دوسرے مال میں خلط کرنا یعنی ملانا اسے نیست ونابود کردینا ہے لہٰذا اس سے زکوۃ ادا نہ ہوگی، جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری وغیر میں مزکور ہے۔ (ت)

اور اگر بطور زکوۃ دی جائے اور جدا رکھی جائے اور یتیموں فقیروں کے قبضہ میں دے کہ تملیک

---

[1] حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب مایفسد الصوم نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۳۷۰

[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[3] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنة مجتبائی دہلی ص ۳۱، شعب الایمان حدیث ۹۴۶۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۶۱

کردی جائے پھر ان کے مصارف میں اٹھائی جائے تو ادا ہوجائے گی **وان کان بعض المنتظمین من غیر اھل الدین** (اگرچہ بعض انتظام کرنے والے دیندار نہ ہوں۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**۔

مسئلہ ۳۹: از مقام کیلا کھیڑا تحصیل باندپور ضلع نینی تال مسئولہ عبدالمجید خاں مدرسہ زنانہ بروز شنبہ بتاریخ ۱۱صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

جمعرات کی فاتحہ یا بزرگوں کے عرس وغیرہ کا صحیح طور سے تحریر فرمائیں۔ زیادہ حد ادب۔

الجواب:

جمعرات کی فاتحہ جائز ہے۔ یونہی عرس اگر منکرات شرعیہ مثل مزامیر وغیرہا سے خالی ہو۔ **واللہ تعالٰی اعلم**۔

مسئلہ ۴۰: مسئولہ ماجد حسین ناظم انجمن تہذیب الاسلام بہرائچ پنجشنبہ ۲ شعبان ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام ومفتیان اعلام اس مسئلہ میں کہ ماہ شعبان کی چودھویں تاریخ کو عوام اہلسنت میں مدت مدید سے دستور چلا آرہا ہے کہ حلوا پکا کر اس پر حضرت اویس قرنی وحضرت حمزہ سید الشہداء رضی اللہ تعالٰی عنہما اور اپنے دوسرے خاندانی لوگوں کا فاتحہ کرتے ہیں اور کچھ حصہ محتاجوں کو اور باقی اعزا واقارب میں تقسیم کیا کرتے ہیں اور اس رسم کو لوگ بطور اتباع سلف کرتے ہیں، بعض علماء نے اس رسم کو بے اصل اور ہنود کی رسوم کے مشابہ فرما کر روکتے ہیں اور بعض اس رواج کو بے ضرر جان کر منع نہیں فرماتے اور بعض کو اصرار ہے کہ یہ رواج قدیم بے سبب نہیں ہے لہٰذا تارک کو خاطی کہتے ہیں جواب دندان شکن مفصل مدلل ارشاد فرمایا جائے۔ یہ رواج مسلمانوں میں کس زمانہ سے شروع ہوا ہے اور اس کی شریعت اسلامیہ میں کوئی اصلیت ہے یا نہیں فقط

الجواب:

شریعت اسلامیہ میں ایصال ثواب کی اصل ہے اور صدقات مالیہ کا ثواب باجماع ائمہ اہلسنت پہنچتا ہے اور تخصیصات عرفیہ کو حدیث نے جائز فرمایا کہ:

صوم یوم السبت لالك ولا علیك [1]۔	سنیچر کا روزہ نہ تجھے مفید ہے اور نہ تیرے لئے نقصان دہ ہے۔ (ت)

مانعین کی یہ جہالت ہے کہ جواز خصوصی کے لئے دلیل خصوصی مانگتے ہیں اور منع خصوص کے لئے

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن الصماء بنت یسر رضی اللہ تعالٰی عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۶۸

دلیل خصوصی نہیں دیتے ان سے پوچھئے تم جو منع کرتے ہو آیا اللہ ورسول نے منع کیا ہے یا اپنی طرف سے کہتے ہیں اگر اللہ تعالٰی ورسول نے منع فرمایا ہے تو دکھاؤ کہ کون سی آیت وحدیث میں ہے کہ حلوا ممنوع ہے یا حضرت سید الشہداء حمزہ یا حضرت خیر التابعین اویس قرنی رضی اللہ تعالٰی عنہما کو اس کا ثواب پہنچانا ممنوع ہے یا اعزہ واحبا میں اس کا تقسیم کرنا ممنوع ہے اور جب نہیں دکھا سکتے تو جو بات اللہ ورسول نے منع نہیں فرمائی تم اس کے منع کرنے والے کون، "آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ۝۵۹" [1] (کیا اللہ تعالٰی نے تمھیں (اس کی اجازت دی ہے یا تم اللہ تعالٰی کے ذمہ جھوٹ لگاتے ہو۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۵۹

رسالہ

رادالقحط والوباء بدعوۃ الجیران ومواساۃ الفقراء ۱۳۱۲ھ

(پڑوسیوں کی دعوت اور فقیروں کی غمخواری کے ذریعے قحط اور وباء کو لوٹا دینے والا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

مسئلہ ۱۴۱: از کانپور مدرسہ فیض عام مرسلہ مولوی احمد اللہ تلمیذ مولوی احمد حسن صاحب ۱۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے دیار[عہ] میں اس طرح کا رواج ہے کہ کوئی بلاد میں ہیضہ، چیچک، وقحط سالی وغیرہ آجائے تو دفع بلاکے واسطے جمیع محلّہ والے مل کر فی سبیل اللہ اپنی اپنی حسب استطاعت چاول، گیہوں وپیسہ وغیرہ اٹھا کر کھانا پکاتے ہیں اور مولویوں اور ملاؤں کو بھی دعوت کرکے ان لوگوں کو بھی کھلاتے ہیں اور جمیع محلّہ دار بھی کھاتے ہیں، آیا اس صورت میں محلّہ دار کو طعام مطبوخہ کا کھانا جائز ہوگا یا نہ؟ طعام مطبوخہ کھانے کے لئے مانع وغیر مانع پر کیا حکم دیا جاتا ہے؟ **بینوا توجروا** (بیان کرو تاکہ اجر پاؤ۔)

عہ: یعنی بنگالہ میں کہ یہ سوال کانپور میں وہیں سے آیا تھا کانپور سے بغرض تحریر جواب بھیجا گیا ۱۲۔

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

الحمد للہ الذی وضع البرکۃ فی جماعۃ الاخوان وقطع الھلکۃ بتواصل الاحباء والجیران والصلٰوۃ والسلام علی صاحب الشفاعۃ مجیب الدعوۃ ومحب الجماعۃ دافع البلاد والوباء والقحط والمجاعۃ وعلی الہ وصحبہ وجماعۃ المسلمین وعلینا فیھم یاارحم الراحمین اٰمین اٰمین اٰمین یاربنا اٰمین۔	تمام تعریفیں اس ذات کے لئے جس نے بھائیوں کے اجتماع میں برکت فرمائی اور اہل محبت اور پڑوسیوں کی ملاقات وصلہ میں مصیبت کو قطع فرمایا اور صلوٰۃ وسلام مالک شفاعت، دعوت قبول، جماعت سے محبت، مصیبت و وبلاء اور بھوک اور قحط کو دفع کرنے والی ذات پر اور ان کی آل واصحاب اور مسلمانوں کی جماعت اور ان کے ساتھ ہم پر یاارحم الراحمین، آمین آمین اے ہمارے رب آمین!

فعل مذکور بقصہ مسطور اور اہل دعوت کو وہ کھانا کھانا شرعاً جائز وروا جس کی ممانعت شرع مطہر میں اصلاً نہیں۔ قال اللہ تعالٰی:

"لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْکُلُوْا جَمِیْعًا اَوْ اَشْتَاتًا"[1]	تم پر کچھ گناہ نہیں کہ کھاؤ مل کر یا الگ الگ۔

تو بے منع شرع ارتکاب ممانعت جہالت وجرات۔

وانا اقول: وباللہ التوفیق (اور میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ سے ہے۔ت) نظر کیجئے تو یہ عمل چند دواؤں کا نسخہ جامعہ ہے کہ اس سے مساکین وفقراء بھی کھائیں گے، علماء وصلحاء بھی عزیز ورشتہ دار بھی قریب واہل جوار بھی تو اس میں بعد وابواب جنت اٹھ خوبیاں ہیں:

(۱) فضیلت صدقہ **(۲)** خدمت صلحاء **(۳)** صلہ رحم **(۴)** مواساۃ جار

(۵) سلوک نیک سے مسلمانوں خصوصاً غرباء کا دل خوش کرنا **(۶)** ان کی مرغوب چیزیں ان کے لئے مہیا کرنا۔

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۶۱

(۷) مسلمان بھائیوں کو کھانا دینا **(۸)** مسلمانوں کا کھانے پر مجتمع ہونا۔

اور ان سب امور کو جب بہ نیت صالحہ ہوں باذن اللہ تعالٰی رضائے خدا عفو وخطاء ودفع بلا میں دخل تام ہے ظاہر ہے کہ قحط، وباء، ہر مصیبت وبلا گناہ کے سبب آتی ہے۔

قال اللہ تعالٰی "وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۰﴾ "[1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور تمھیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمھارے ہاتھوں نے کمایا اور بہت کچھ تو معاف فرمادیتا ہے۔ (ت)

تو اسباب مغفرت ورضا ورحمت بلاشبہ اس کے عمدہ علاج ہیں۔ اب بتوفیق اللہ تعالٰی احادیث سنئے:

حدیث ۱: حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الصدقه لتطفیٔ غضب الرب و تدفع میتة السوء، رواہ الترمذی[2] وحسنة وابن حبان فی صحیحه عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنه۔	بیشک صدقہ رب عزوجل کے غضب کو بجھاتا اور بری موت کو دفع کرتا ہے (اسے ترمذی، اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا، ترمذی نے اس کی تحسین کی۔ ت)

حدیث ۲: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اتقوا النار ولو بشق تمرة فانها تقیم العوج وتدفع میتة السوء، الحدیث رواہ ابویعلی والبزار[3] عن الصدیق الاکبر رضی اللہ تعالٰی عنه۔	دوزخ سے بچو اگرچہ آدھا چھوہارا دے کر کہ وہ کجی کو سیدھا اور بری موت کو دور کرتا ہے الحدیث (ابویعلٰی اور بزار نے اسے صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

[1] القرآن الکریم ۴۲/ ۳۰

[2] جامع الترمذی ابواب الزکوٰۃ باب ماجاء فی فضل الصدقه امین کمپنی دہلی ۱/ ۸۴، کنز العمال بحوالہ ت حب عن انس حدیث ۱۵۹۹۸ مؤسسة الرسالہ بیروت ۶/ ۳۴۸ و ۳۷۱

[3] مسند ابی یعلی عن ابی بکر حدیث ۸۰ مؤسسة علوم القرآن بیروت ۱/ ۷۵، کشف الاستار عن زوائد البزار حدیث ۹۳۳ مؤسسة الرسالہ بیروت ۱/ ۴۴۲

حدیث ۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان صدقة المسلم تزید فی العمر وتمنع میتة السوء، رواہ الطبرانی [1] وابوبکر بن مقیم فی جزئه عن عمرو بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنه۔	بے شک مسلمان کا صدقہ عمر کو بڑھاتا ہے اور بُری موت کو روکتا ہے۔(اسے طبرانی اور ابوبکر بن مقیم نے اپنی جزء میں عمرو بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۴و۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الصدقة تطفئ الخطیئة وتقی میتة السوء رواہ الطبرانی [2] فی الکبیر عن رافع بن مکیث الجهنی رضی اللہ تعالٰی عنه۔	صدقہ گناہ کو بجھاتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے(اسے طبرانی نے کبیر میں رافع بن مکیث الجہنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

دوسری روایت میں ہے:

الصدقة تمنع میتة السوء، رواہ احمد [3] عنه والقضاعی عن ابی هریرة رضی اللہ تعالٰی عنهما۔	صدقہ بری موت کو روکتا ہے(اسے احمد نے رافع بن مکیث سے اور قضاعی نے ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۶: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ لیدرؤ بالصدقة سبعین بابا من میتة السوء، رواہ الامام عبداللہ بن مبارك فی کتاب البر [4] عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنه۔	بے شک عزوجل صدقہ کے سبب سے ستر دروازے بری موت کے دفع فرماتا ہے(اسے امام عبداللہ بن مبارک نے کتاب البر میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الصدقة تسد سبعین بابا من السوء۔	صدقہ ستر دروازے برائی کے بند کرتا ہے۔

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۳۱ المکتبة الفیصلیة بیروت ۱۷/ ۲۲و۲۳

[2] الترغیب والترهیب بحواله الطبرانی فی الکبیر الترغیب فی الصدقة حدیث ۱۴ مصطفی البابی مصر ۲/ ۲۱

[3] کنز العمال بحواله القضاعی عن ابی هریرہ حدیث ۱۵۹۸۱ موسسة الرساله بیروت ۶/ ۳۴۵

[4] الترغیب والترهیب بحواله ابن البر فی کتاب البر الترغیب فی الصدقة حدیث ۲۱ مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۲

رواہ الطبرانی [1] فی الکبیر عن رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	(اسے طبرانی نے کبیر میں رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

حدیث ۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الصدقۃ تمنع سبیعن نوعاً من انواع البلاء اھونھا الجذام والبرص، رواہ الخطیب [2] عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	صدقہ ستر بلا کو روکتا ہے جن کی آسان تر بدن بگڑنا اور سپید داغ ہیں (والعیاذ باللہ تعالٰی) (اسے خطیب نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۹-۱۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

باکروا بالصدقۃ فان البلاء لایتخطّاھا، رواہ الطبرانی [3] عن امیر المومنین علی والبیھقی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔	صبح تڑکے صدقہ دو کہ بلا صدقہ سے آگے قدم نہیں بڑھاتی (اسے طبرانی نے امیر المومنین حضرت علی اور بیہقی نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۱: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الصدقات بالغدوات یذھبن بالعاھات رواہ الدیلمی [4] عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	صبح کے صدقے آفتوں کو دفع کردیتے ہیں۔(اس کو دیلمی نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۲: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الصدقۃ تمنع القضاء السوء	صدقہ بری قضا کو ٹال دیتا ہے۔(اس کو

---

[1] المعجم الکبیر عن رافع بن خدیج حدیث ۴۴۰۲ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۴/ ۲۷۴

[2] تاریخ البغداد ترجمہ ۴۳۲۶ الحارث بن نعمان دار الکتب العربی بیروت ۸/ ۲۰۸

[3] المعجم الاوسط حدیث ۵۶۳۹ مکتبہ المعارف ریاض ۶/ ۲۹۹، السنن الکبرٰی کتاب الزکوٰۃ باب فضل من اصبح صائما الخ دار صادر بیروت ۴/ ۱۸۹

[4] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۳۷۴۷ دار الکتب العربی بیروت ۲/ ۴۱۴، الجامع الصغیر بحوالہ الفردوس عن انس حدیث ۵۱۴۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۳۱۷

(رواہ ابن عساکر[1] عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ)	ابن عساکر نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

صلوا الذی بینکم وبین ربکم بکثرۃ ذکرکم لہ وکثرۃ الصدقۃ بالسروالعلانیۃ ترزقوا وتنصروا وتجبروا۔رواہ ابن ماجۃ[2] عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	اللہ عزوجل کے ساتھ اپنی نسبت درست کرو اس کی یاد کی کثرت اور خفیہ وظاہر صدقہ کی تکثیر سے کہ ایسا کروگے تو روزی اور مدد دئے جاؤگے، تمھاری شکستگیاں درست کی جائیں گی (اسے ابن ماجہ نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۴تا۱۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الصدقۃ تطفئ الخطیئۃ کما یطفئ الماء النار،رواہ الترمذی[3] وقال حسن صحیح عن معاذ بن جبل ونحوہ ابن حبان فی صحیحہ عن کعب بن عجرۃ و کابی یعلٰی بسند صحیح عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنھم وابن المبارك عن عکرمۃ مرسلا بسند حسن۔	صدقہ گناہ کو بجھادیتا ہے جیسے پانی آگ کو (روایت کیا اسے ترمذی نے اور حسن صحیح کہا، معاذ بن جبل سے اور ایسے ہی ابن حبان نے اپنی صحیح میں کعب بن عجرہ سے، جیسے ابی یعلٰی نے بسند صحیح جابر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اور ابن مبارک نے عکرمہ سے مرسلا بسند حسن۔ت)

حدیث ۱۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

مثل المؤمن ومثل الایمان کمثل الفرس فی اخیتہ یجول ثم	مسلمان اور ایمان کی کہاوت ایسی ہے جیسے چراگاہ میں گھوڑا اپنی رسی سے بندھا ہوا کہ

[1] تھذیب تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ الخضرا البزاز داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۶۸

[2] سنن ابن ماجہ ابواب اقامۃ الصلٰوۃ باب فرض الجمعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۷

[3] جامع الترمذی ابواب الایمان باب ماجاء فی حرمۃ الصلٰوۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۸۶، موارد الظمان حدیث ۱۵۶۹ المکتبۃ السلفیہ مکۃ المکرمۃ ص ۳۷۸

يرجع الى اخبته وان المؤمن يسهو ثم يرجع الى الايمان فاطعموا طعامكم الاتقياء ولو معروفكم المؤمنين رواه البيهقى فى شعب الايمان [1] و ابونعيم فى الحلية عن ابى سعيد الخدرى رضى الله تعالٰى عنه۔	چاروں طرف چر کر پھر اپنی بندش کی طرف پلٹ آتا ہے یوں ہی مسلمان سے بھول ہو جاتی ہے پھر ایمان کی طرف رجوع لاتا ہے تو اپنا کھانا پرہیزگاروں کو کھلاؤ اور اپنا نیک سلوک سب مسلمانوں کو دو۔ (اسے بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

اس حدیث سے ظاہر کہ معالجہ گناہ میں نیکوں کو کھانا کھلانا اور عام مسلمانوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہئے۔

حدیث ۱۹: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان الصدقة وصلة الرحم يزيد الله بهما فى العمر ويدفع بهما ميتة السوء ويدفع بهما المكروه المحذور، رواه ابو يعلى [2] عن انس رضى الله تعالٰى عنه۔	بے شک صدقہ اور صلہ رحم ان دونوں سے اللہ تعالٰی عمر بڑھاتا ہے اور بری موت کو دفع کرتا ہے اور مکروہ اور اندیشہ کو دور کرتا ہے۔ (اسے ابویعلی نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۲۰: فرماتے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من احب ان يبسط له فى رزقه وينسأله فى اثره فليصل رحمه، رواه البخارى [3] عن ابى هريرة رضى الله تعالٰى عنه۔	جو چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت مال میں برکت ہو وہ اپنے رشتہ داروں سے نیک سلوک کرے (اسے امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

[1] شعب الایمان حدیث ۱۰۹۶۴ دارلکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۴۵۲، حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۳۹۷ عبداللہ بن مبارک دار الکتب العلمیہ بیروت ۸/ ۱۷۹

[2] مسند ابو یعلی عن انس بن مالک حدیث ۴۰۹۰ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۴/ ۱۴۷، مجمع الزوائد بحوالہ ابو یعلی باب صلۃ الرحم وقطعہا دارالکتاب بیروت ۸/ ۱۵۱

[3] صحیح البخاری کتاب الادب باب من بسط لہ فی الرزق الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۸۵

حدیث ۲۱و۲۲: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من سرہ ان یمدلہ فی عمرہ ویوسع لہ فی رزقہ ویدفع عنہ میتۃ السؤ فلیتق اللہ ولیصل رحمہ۔ رواہ عبد اللہ ابن الامام فی زوائد[1] المستدرك والبزار بسند جید والحاکم فی المستدرك عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ والحاکم نحوہ فی حدیث عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	جسے خوش آئے کہ اس کی عمر دراز ہو۔ رزق وسیع ہو اور بری موت دفع ہو وہ اللہ سے ڈرے اور اپنے رشتہ داروں سے نیک سلوک کرے (اسے عبداللہ ابن امام نے زوائد المسند میں اور بزار نے بسند جید اور حاکم نے مستدرک میں امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اور یونہی حاکم نے حدیث عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۲۳: فرماتے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

صلۃ القرابۃ مثراۃ فی المال محبۃ فی الاھل منسأۃ فی الاجل رواہ الطبرانی[2] بسند صحیح عن عمرو بن سھل رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	قریبی رشتہ داروں سے سلوک، مال کا بہت بڑھانے والا، آپس میں بہت محبت کرنے والا عمر کا زیادہ کرنے والا ہے۔ (اسے طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ عمرو بن سہل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۲۴: فرماتے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

صلۃ الرحم تزید فی العمر رواہ القضاعی[3] عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	صلہ رحم سے عمر بڑھتی ہے (اسے قضاعی نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۲۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

---

[1] الترغیب والترھیب بحوالہ زوائد مسند والبزار والحاکم الترغیب فی صلۃ الرحم مصطفی البابی مصر ۳/ ۳۳۵، المستدرک کتاب البروالصلۃ دارالفکر بیروت ۴/ ۱۶۰

[2] المعجم الاوسط حدیث ۷۸۰۶ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/ ۳۹۷

[3] کنز العمال بحوالہ القضاعی عن ابن مسعود حدیث ۶۹۰۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۳۵۶

ان اعجل البر ثوابا صلة الرحم حتی ان اهل البیت لیکونون فجرة فتنمو اموالهم ویکثر عددهم اذا تواصلوا، رواه الطبرانی [1] عن ابی بکرة رضی الله تعالٰی عنه۔	بے شک سب نیکیوں میں جلد تر ثواب میں صلہ رحم ہے یہاں تک کہ گھر والے فاسق بھی ہو تو ان کے مال زیادہ ہوتے ہیں اور ان کے شمار بڑھتے ہیں جب آپس میں صلہ رحم کریں، ز (اسے طبرانی نے ابی بکرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

دوسری روایت میں اتنا اور ہے:

ومامن اهل بیت یتواصلون فیحتاجون، رواه ابن حبان [2] فی صحیحه۔	کوئی گھر والے ایسے نہیں کہ آپس میں صلہ رحم کریں پھر محتاج ہو جائیں۔ (اسے ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔ت)

حدیث ۲۶: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

صلة الرحم وحسن الخلق وحسن الجوار یعمرن الدیار ویزدن فی الاعمار۔ رواه الامام احمد [3] والبیهقی فی الشعب بسند صحیح علی اصولنا عن ام المؤمنین الصدیقة رضی الله تعالٰی عنها۔	صلہ رحم اور نیک خوئی اور ہمسایہ سے نیک سلوک شہروں کو آباد اور عمروں کو زیادہ کرتے ہیں، (اسے امام احمد اور بیہقی نے شعب عن بسند صحیح ہمارے اصول پر ام المومنین الصدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۲۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

صنائع المعروف تقی مصارع السوء والاٰفات الهلکات واهل المعروف فی	نیک سلوک کے کام بری موتوں آفتوں ہلاکتوں سے بچاتے ہیں اور دنیا میں احسان والے

---

[1] مجمع الزوائد کتاب البر والصلة باب صلة الرحم وقطعها دار الکتاب بیروت ۸/ ۱۵۲، المعجم الاوسط حدیث مکتبہ المعارف ریاض ۲/ ۵۶

[2] موارد الظمان باب صلة الرحم حدیث ۲۰۳۸ المطبعة السلفیة مکة المکرمة ص ۴۹۹

[3] شعب الایمان حدیث ۷۹۶۹ دار الکتب العربیه بیروت ۶/ ۲۲۶، کنز العمال بحواله حم هب عن عائشه حدیث ۶۹۱۰ موسسة الرساله بیروت ۳/ ۳۵۶

الدنیا ھم اھل المعروف الاخرۃ رواہ الحاکم فی[1] المستدرك عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه۔	وہی آخرت میں احسان والے ہوں گے (اسے حاکم نے مستدرک میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۲۸: کہ فرماتے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

صنائع المعروف تقی مصارع السوء والصدقة خفیا تطفئ غضب الرب وصلة الرحم زیادۃ فی العمر وکل معروف صدقة واھل المعروف فی الدنیا ھم اھل المعروف فی الاخرۃ واھل المنکر فی الدنیا ھم اھل المنکر فی الاٰخرۃ واول من یدخل الجنة اھل المعروف رواہ الطبرانی[2] فی الاوسط عن ام المومنین ام سلمة رضی اللہ تعالٰی عنھا۔	بھلائیوں کے کام بری موتوں سے بچاتے ہیں اور پوشیدہ خیرات رب کا غضب بجھاتی ہے اور رشتہ داروں سے اچھا سلوک عمر میں برکت ہے ار ہر نیک سلوک (کچھ ہو کسی کے ساتھ ہو) سب صدقہ ہے اور دنیا میں احسان والے وہی آخرت میں احسان پائیں گے اور دنیا میں بدی والے وہی عقبٰی میں بدی دیکھیں گے اور سب میں پہلے جو بہشت میں جائیں گے وہ نیک برتاؤ والے ہیں (اسے طبرانی نے اوسط میں ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۲۹: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان من موجبات المغفرۃ ادخالك السرور علی اخیك المسلم رواہ الطبرانی[3] فی الکبیر والاوسط عن الامام سیدنا الحسن بن علی کرم اللہ تعالٰی وجوھھما۔	بے شک مغفرت واجب کردینے والی چیزوں میں ہے تیرا اپنے بھائی مسلمان کا جی خوش کرنا (اسے طبرانی نے کبیر میں اور اوسط میں امام سیدنا حسن بن علی کرم اللہ وجوھما سے روایت کیا۔ت)

[1] کنز العمال بحوالہ ک فی المستدرک حدیث ۱۵۹۶۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۳۴۳

[2] المعجم الاوسط حدیث ۶۰۷۲ مکتبہ المعارف ریاض ۷/ ۵۰و۵۱

[3] المجمع الکبیر حدیث ۲۷۳۱ و ۲۷۳۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳/ ۷۳و۸۵، المعجم الاوسط حدیث ۸۲۴۱ مکتبہ المعارف ریاض ۹/ ۱۱۶

حدیث ۳۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

احب الاعمال الی اللہ تعالٰی بعد الفرائض ادخال السرور علی المسلم رواہ فیہما[1] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	اللہ تعالٰی کے فرضوں کے بعد سب اعمال سے زیادہ پیارا عمل مسلمانوں کا جی خوش کرنا ہے۔ (طبرانی دونوں میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۳۱ تا ۳۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

افضل الاعمال ادخال السرور علی المؤمن کسوت عورتہ او اشبعت جوعتہ اقضیت لہ حاجۃ رواہ فی الاوسط[2] عن امیر المؤمنین عمر الفاروق الاعظم و نحوہ ابو الشیخ فی الثواب و الاصبہانی فی حدیث عن ابنہ عبداللہ و ابن ابی الدنیا بعض اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	سب سے افضل کام مسلمانوں کا جی خوش کرنا ہے کہ تو اس کا بدن ڈھانکے یا بھوک میں پیٹ بھرے یا اس کا کوئی کام پورا کرے۔ (اسے اوسط میں امیر المومنین عمر فاروق اعظم سے اور ایسے ہی ابوالشیخ نے ثواب اور اصبہانی نے اپنے بیٹے عبداللہ کی حدیث میں اور ابن ابی الدنیا نے بعض اصحاب نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۳۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من وافق من اخیہ شہوۃ غفر لہ رواہ العقیلی والبزار والطبرانی[3] فی الکبیر عن ابی الدراء رضی اللہ تعالٰی عنہ ولہ	یعنی جس مسلمان کا جی کسی کھانے پینے یا کسی قسم حلال چیز کو چاہتا ہو اتفاق سے دوسرا اس کے لئے وہی شیئ مہیا کردے اللہ تعالٰی عزوجل اس کے لئے مغفرت فرمادے (اسے عقیلی، بزار

[1] اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ الطبرانی فی الکبیر کتاب الادب الباب الثالث دار الفکر بیروت ۶/ ۲۹۳، المعجم الاوسط حدیث ۷۹۰۷ مکتبہ المعارف ریاض ۸/ ۳۴۳

[2] الترغیب والترہیب بحوالہ الطبرانی فی الاوسط الترغیب فی حوائج المسلمین حدیث ۱۹ مصطفی البابی مصر ۳/ ۳۹۴

[3] الضعفاء الکبیر ترجمہ نصر بن نجیح الباہلی دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۲۹۶، مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی والبزار کتاب الاطعمہ باب فیمن وافق من اخیہ شہوۃ دار الکتاب بیروت ۵/ ۱۸

شواھد فی اللاٰلی۔	اور طبرانی نے کبیر میں ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور لآلی میں اس کے شواہد ہیں۔ت)

حدیث ۳۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من اطعم اخاہ المسلم شھوتہ حرمہ اللہ علی النار رواہ البیھقی فی شعب الایمان [1] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	جو اپنے بھائی مسلمان کو اس کی چاہت کی چیز کھلائے اللہ تعالٰی اسے دوزخ پر حرام کردے (اسے بیہقی نے شعب الایمان میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۳۶: کہ فرماتے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من موجبات الرحمۃ اطعام المسلم المسکین۔رواہ الحاکم [2] وصححہ ونحوہ البیھقی وابوالشیخ فی الثواب عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	رحمت الٰہی واجب کردینے والی چیزوں میں سے غریب مسلمانوں کو کھانا کھلانا ہے (روایت کیا اسے حاکم نے اور اس کی تصحیح کی، اور ایسے ہی بیہقی اور ابوالشیخ نے ثواب میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ت)

حدیث ۳۷تا۴۶: فرماتے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الدرجات افشاء السلام واطعام الطعام والصلٰوۃ باللیل والناس نیام قطعۃ من حدیث جلیل نفیس جمیل مشھور مستفید مفید مفیض،رواہ امام الائمۃ ابوحنیفۃ [3] والامام احمد وعبدالرزاق فی مصنفہ والترمذی والطبرانی عن ابن عباس	یعنی اللہ عزوجل کے یہاں درجہ بلند کرنے والے ہیں سلام کا پھیلانا اور ہر طرح کے لوگوں کو کھانا کھلانا اور رات کو لوگوں کے سوتے میں نماز پڑھنا (یہ حدیث جلیل نفس جمیل مشہور و مستفید مفید مفیض کا ایک ٹکڑہ ہے۔روایت کیا اسے امام الائمہ ابوحنیفہ اور امام احمد اور عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں اور ترمذی اور طبرانی نے ابن عباس سے،

[1] شعب الایمان حدیث ۲۳۸۲ دارلکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۲۲۲

[2] المستدرک للحاکم کتاب التفسیر تحت سورۃ البلد دار الفکر بیروت ۲/ ۵۲۴، شعب الایمان حدیث ۳۳۶۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۲۱۷، الترغیب والترھیب بحوالہ الحاکم والبیھقی الترغیب فی اطعام الطعام حدیث ۹ مصطفی البابی مصر ۲/ ۶۴

[3] جامع الترمذی ابواب تفسیر سورۃ ص امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۵۵ و مسند احمد بن حنبل ۱/ ۳۶۸

واحمد والترمذی [1] والطبرانی وابن مردویۃ عن معاذ بن جبل وابن خزیمۃ و الدارمی والبغوی وابن السکن وابونعیم وابن بسطۃ عن عبدالرحمن بن عایش واحمد [2] والطبرانی عنه عن صحابی و البزار [3] عن ابن عمر وعن ثوبان والطبرانی [4] عن ابی امامۃ وابن قانع عن ابی عبیدۃ [5] بن الجراح والدارقطنی وابوبکر النیسابوری فی الزیادات عن انس [6] وابو الفرج فی العلل [7] تعلیقاعن ابی ھریرۃوابن ابی شیبۃ مرسلا عن عبد الرحمن [8] بن سابط رضی الله تعالٰی عنھم۔	اور احمد اور ترمذی نے اور طبرانی اور ابن مردویہ نے معاذ بن جبل سے اور ابن خزیمہ اور دارمی اور بغوی اور ابن سکن اور ابونعیم اور ابن بسطہ نے عبدالرحمٰن بن عایش سے اور احمد اور طبرانی نے اس سے صحابی سے اور بزار نے ابن عمرو سے ابن عمرو نے ثوبان سے، اور طبرانی نے ابوامامہ سے، اور ابن قانع نے ابو عبیدہ بن جراح اور دارقطنی اور ابوبکر نیشاپوری نے زیادات میں حضرت انس سے اور ابوالفرج نے علل میں حضرت ابوھریرہ سے تعلیقا اور ابن ابی شیبہ نے مرسلا حضرت عبدالرحمٰن بن سابط رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

[1] جامع الترمذی ابواب التفسیر تفسیر سورۃ ص امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۵۶، مسند احمد بن حنبل حدیث معاذ بن جبل المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۴۳

[2] مسند احمد بن حنبل عن عبدالرحمن عن بعض اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۶۶

[3] مجمع الزوائد عن ثوبان وابن عمرو کتاب التعبیر باب ماجاء فیما راٰہ النبی فی المنام دارالکتاب بیروت ۷/ ۱۷۶۔۱۷۷

[4] المعجم الکبیر عن ابی امامہ حدیث ۸۱۱۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/ ۳۴۹

[5] الدارلمنثور بحوالہ الخطیب عن ابی عبیدۃ سوۃ ص مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۵/ ۳۲۰، العلل المتناھیۃ باب فی ذکر الصورۃ حدیث ۱۰ دارانشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۱۶

[6] کنز العمال عن انس حدیث ۴۴۳۲۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۲۴۶،۲۴۵

[7] العلل المتناھیۃ عن ابی ہریرۃ باب فی ذکر الصورۃ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۲۰

[8] العلل المتناہیۃ باب فی ذکر الصورۃ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۲۰

فی رؤیة النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم رب عزوجل ووضعه تعالٰی کفه کما یلیق بجلاله العظیم بین کتفیه صلی الله تعالٰی علیه وسلم فتجلی لی کل شیئ و عرفت [1] وفی روایة فعلمت مافی السمٰوٰت والارض [2] وفی اخری مابین المشرق والمغرب [3] وقد ذکرنا ہ مع تفاصیل طرقه وتنوع الفاظه فی کتابنا المبارك ان شاء الله تعالٰی سلطنة المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی و الحمد للّٰه مااولی۔	حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی اللہ تعالٰی کے دیدار والی روایت میں جس میں ہے "اور اللہ تعالٰی نے اپنی شایان شان کف مبارک کو حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے کندھوں کے درمیان رکھا تو حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام فرماتے ہیں تو میرے لئے ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی" دوسری روایت میں ہے "میں نے معلوم کرلی جو چیز بھی زمین وآسمان میں ہے "اور ایک رویات میں ہے "مشرق ومغرب میں جو کچھ ہے "اور ہم نے اس حدیث کو اس کے طرق کے تفصیل اور اختلاف الفاظ کو اپنی مبارک کتاب "سلطنت مصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی" میں ذکر کردیا ہے۔ الحمد للّٰه (ت)

مرقاۃ شریف میں ہے:

اطعام الطعام ای اعطاہ للانام من الخاص والعام [4]۔	کھانا کھلانا یعنی ہر خاص وعام کو کھانا دینا مراد ہے۔ (ت)

حدیث ۴۷: کہ فرماتے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الکفارات اطعام وافشاء السلام والصلٰوۃ باللیل و الناس نیام، رواہ الحاکم [5] وصحح سندہ عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه۔	گناہ مٹانے والے ہیں کھانا کھلانا اور سلام ظاہر کرنا اور شب کو لوگوں کے سوتے میں نماز پڑھنا (اسے حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

[1] العلل المتناهیه باب فی ذکر حدیث ۱۳ دار نشر الکتب الاسلامیه لاہور ۱/ ۲۰

[2] مجمع الزوائد باب فیما راٰه النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم دار الکتب بیروت ۷/ ۱۷۶

[3] جامع الترمذی ابواب التفسیر تفسیر سوۃ ص امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۵۶

[4] مرقاۃ المفاتیح کتاب الصلٰوۃ باب المساجد المکتبه حبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۴۳۲،۴۵۶

[5] المستدرک للحاکم کتاب الاطعمه فضیلة اطعام الطعام دار الفکر بیروت ۴/ ۱۲۹

حدیث ۴۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من اطعم اخاہ حتی یشبعه وسقاہ من الماء حتی یرویه باعدالله من النار سبع خنادق مابین کل خندقین مسیرۃ خمس مائة عام۔ رواہ الطبرانی [1] فی الکبیر عن ابوالشیخ فی الثواب والحاکم مصححا سندہ والبیھقی عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما۔	جو اپنے مسلمان بھائی کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے پیاس بھر پانی پلائے اللہ تعالٰی اسے دوزخ سے سات کھائیاں دور کردے ہر کھائی سر دوسری تک پانچسو برس کی راہ (اسے طبرانی نے کبیر میں اور ابوالشیخ نے ثواب میں اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ اور بیہقی نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۴۹: کہ فرماتے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان الله عزوجل یباھی ملئکة بالذین یطعمون الطعام من عبیدہ رواہ ابوالشیخ[2] عن الحسن البصری مرسلًا۔	اللہ تعالٰی اپنے بندوں سے جو لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں فرشتوں کے ساتھ مباہات فرماتا ہے) کہ دیکھو فضیلت اسے کہتے ہیں) (اسے ابوالشیخ نے حسن بصری سے مرسلا روایت کیا۔ت)

حدیث ۵۰و۵۱: کہ فرماتے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الخیر اسرع الی البیت الذی یوکل فیه من الشفرۃ الی سنام البعیر، رواہ ابن ماجة [3] عن ابن عباس وابن ابی الدنیا عن	خیر وبرکت اس گھر کی طرف جس میں لوگوں کو کھانا کھلایا جائے اس سے بھی زیادہ جلد پہنچتی ہے جتنی جلد چھری کوہان شتر کی طرف (کہ اونٹ ذبح کرکے سب سے پہلے اس کا کوہان تراشتے ہیں) (اسے

[1] الترغیب والترغیب الترغیب فی الطعام الطعام حدیث ۱۴ مصطفی البابی مصر ۲/ ۶۵، مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی فی الکبیر باب فیمن اطعم مسلما اوسقاہ دار الکتاب بیروت ۳/ ۱۳۰، المستدرک للحاکم کتاب الابطعمه فضیلة اطعام الطعام دار افکر بیروت ۴/ ۱۲۹، شعب الایمان حدیث ۳۳۶۸ دار الکتب العلمیه بیروت ۳/ ۲۱۸

[2] الترغیب والتربب بحوالہ الشیخ فی الثواب مرسلا مصطفی البابی مصر ۲/ ۶۸

[3] سنن ابی ماجه ابواب الالطعمه بب الضیافة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۴۹،۲۴۸، الترغیب والترھیب بحوالہ ابن ماجة وابن ابی الدنیا مصطفی البابی مصر ۳/ ۳۷۲

انس رضی اللہ تعالٰی عنہم۔	ابن ماجہ نے ابن عباس سے اور ابن ابی الدنیا نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۵۲: کہ فرماتے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الملائکۃ تصل علی احدکم مادامت مائدتہ موضوعۃ،رواہ الاصبہانی[1] عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔	جب تک تم میں سے کسی کا دستر خوان بچھا ہے اتنی دیر فرشتے اس پر درود بھیجتے رہتے ہیں،(اسے اصبہانی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۵۳: کہ فرماتے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الضیف یاتی برزقہ ویرتحل بذنوب القوم یمحص عنہم ذنوبہم رواہ ابو الشیخ[2] عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	مہمان اپنا رزق لے کر آتا ہے اور کھلانے والوں کے گناہ لے کر جاتا ہے ان کے گناہ مٹادیتا ہے(اسے ابوالشیخ نے ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کا۔ت)

حدیث ۵۴: سیدنا امام حسن مجتبٰی صلی اللہ تعالٰی علی جدہ الکریم وعلیہ وبارک وسلم کی حدیث میں ہے:

لان اطعم اخالی فی اللہ لقمۃ احب الی من ان تصدق علی مسکین بدرھم ولان اعطی اخالی فی اللہ درھما احب الی من ان تصدق علی مسکین بمائۃ درھم،رواہ ابو الشیخ[3] فی الشوارب عنہ عن جدہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم	بے شک میرا اپنے کسی دینی بھائی کو ایک نوالہ کھلانا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ مسکین کو ایک روپیہ دوں،اور اپنے بھائی بھائی کو ایک روپیہ دینا مجھے اس سے زیادہ پیارا ہے کہ مسکین کو سوروپیہ خیرات کروں،ا(اسے ابوالشیخ نے ثواب میں امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انھوں نے اپنے نانا جان صلی اللہ تعالٰی

[1] الترغیب والترہیب بحوالہ اصبہانی حدیث ۱۳ مصطفی البابی مصر ۳/ ۷۲

[2] کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ عن ابی الدردائ حدیث ۲۵۸۳۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۲۴۲

[3] الترغیب والترہیب بحوالہ ابی الشیخ فی الثواب حدیث ۲۴ مصطفی البابی مصر ۲/ ۶۸

ولعل عـــہ الاظھر وقفہ کالذی یلیہ۔	علیہ وسلم سے روایت کیا اور ظاہرا یہ حدیث موقوف ہے بعد والی حدیث کی طرح۔(ت)

حدیث ۵۵: سیدنا امیر المومنین مولی المسلمین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ تعالٰی وجہہ الاسنی فرماتے ہیں:

لان اجمع نفرا من اخوانی علی صاع او صاعین من طعام احب الی من ادخل سوقکم فاشتری رقبۃ فاعتقھا[1]۔رواہ منہ وقفا علیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	میں اپنے چند برادران دینی کو تین سیر چھ سیر کھانے پر اکٹھا کروں تو یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ تمھارے بازار میں جاؤں اور ایک غلام خرید کر آزاد کردوں،اسے ابوالشیخ نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعا روایت کیا۔

حدیث ۵۶: کہ صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہم نے عرض کی یارسول اللہ! ہم کھاتے ہیں اور سیر نہیں ہوتے فرمایا: اکھٹے ہو کر کھانا کھاتے ہو یا الگ الگ؟ عرض کی: الگ الگ۔فرمایا:

اجتمعوا علی طعامکم واذکرواسم اللہ یبارك لکم فیہ۔رواہ ابوداؤد[2] ابن ماجۃ وحبان عن وحشی بن حرب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	جمع ہو کر کھانا کھاؤ اور اللہ تعالٰی کا نام لو تمھارے لئے اسی میں برکت رکھی جائے گی(اسے ابوداؤد،ابن ماجہ اور حبان نے وحشی حرب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۵۷: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

کلوا جمیعا ولا تفرقوا فان البرکۃ مع الجماعۃ رواہ ابن ماجۃ[3] والعسکری[4]	مل کر کھاؤ اور جدا نہ ہو کہ برکت جماعت کے ساتھ ہے۔ (اسے ابن ماجہ اور عسکری نے مواعظ

عـــہ: اظہر یہ ہے کہ یہ حدیث آئندہ حدیث کی طرح حضرت حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ پر موقوف ہے یعنی انکا فرمان ہے ۱۲۔

---

[1] الترغیب والترہیب بحوالہ ابی الشیخ فی الثواب حدیث ۲۳ مصطفی البابی مصر ۲/ ۶۸

[2] سنن ابی داؤد کتاب الاطعمہ باب فی الاجتماع علی الطعام آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۷۲،سنن ابن ماجہ ابواب الطعام باب فی الاجتماع علی الطعام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۴۴

[3] سنن ابن ماجہ ابواب الطعام باب فی الاجتماع علی الطعام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۴۴

[4] کنز العمال بحوالہ العسکری فی المواعظ حدیث ۴۰۷۲۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۲۳۵

فی المواعظ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔	میں امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن روایت کیا۔ت)

حدیث ۵۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

البرکۃ فی ثلثۃ فی الجماعۃ والثرید والسحور رواہ الطبرانی[1] فی الکبیر والبیہقی فی شعب عن سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	برکت تین چیزوں میں ہے مسلمانوں کے اجتماع اور طعام ثرید اور طعام سحری میں (اسے طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے شعب میں سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۵۹: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

طعام الواحد یکفی الاثنین وطعام الاثنین یکفی الاربعۃ ویداللہ علی الجماعۃ۔رواہ البزار[2] عن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	ایک آدمی کی خوارک دو کو کفایت کرتی ہے اور دو کی خوراک چار کو، اللہ تعالٰی کا ہاتھ جماعت پر ہے۔(اسے بزار نے سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۶۰: کہ فرماتے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان احب الطعام الی اللہ تعالٰی ما کثرت علیہ الایدی رواہ ابویعلی والطبرانی[3] وابوالشیخ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	بے شک سب کھانوں میں زیادہ پیارا اللہ عزوجل کو وہ کھانا ہے جس پر بہت سے ہاتھ ہوں (یعنی جتنے آدمی مل کر کھائیں گے اتنا ہی اللہ تعالٰی کو زیادہ پسند ہوگا) (اسے ابویعلی اور طبرانی اور ابوالشیخ نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ جو مسلمان اس عمل نیک نیت پاک مال سے

[1] المعجم الکبیر عن سلمان حدیث ۶۱۲۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۶/ ۲۵۱، شعب الایمان حدیث ۷۵۲۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۶۸

[2] کشف الاستار عن زوائد البزار کتاب الاطعمہ باب الاجتماع علی الطعام موسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۳۳۳

[3] الترغیب والترھیب بحوالہ ابی یعلی والطبرانی وابی الشیخ عن جابر مصطفی البابی مصر ۳/ ۱۳۴

شریک ہوں گے انھیں کرم الٰہی وانعام حضرت رسالت پناہی تعالٰی ربہ وتکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے **۲۵ فائدے ملنے کی امید ہے:**

(۱) باذنہ تعالٰی بری موت سے بچیں گے (حدیث ۱۔۲۔۳۔۴۔۵۔۶۔۱۹۔۲۱۔۲۲۔۲۷۔۲۸ گیارہ حدیثیں) ستر دروازے بری موت کے بند ہوں گے۔ حدیث ۶

(۲) عمریں زیادہ ہوں گی۔ حدیث ۳۔۱۹۔۲۰۔۲۱۔۲۲۔۲۴۔۲۸۔ نو حدیثیں۔

(۳) ان کی گنتی بڑھے گی۔ حدیث ۲۵۔ یہ تین فائدے خاص دفع وبا سے متعلق ہیں۔

(۴) رزق کی وسعت مال کی کثرت ہوگی۔ حدیث ۱۳۔۲۰،۲۱،۲۲۔۲۵۔ چھ حدیثیں۔ اس کی عادت سے کبھی محتاج نہ ہوں گے۔ حدیث ۲۵۔

(۵) خیر وبرکت پائیں گے۔ حدیث ۵۰،۵۱،۵۶،۵۷،۵۸۔ پانچ حدیثیں، یہ دونوں فائدے دفع قحط سے متعلق ہیں۔

(۶) آفتیں بلائیں دور ہوں گی۔ حدیث ۷۔۸۔۹۔۱۰۔۱۱۔ ۱۲،۲۷۔ سات حدیثیں۔

بری قضا ٹلے گی حدیث ۲۔ ستر دروازے برائی کے بند ہوں گے حدیث ۷۔ ستر قسم کی بلا دور ہوگی حدیث ۶۔

(۷) ان کے شہر آباد ہوں گے حدیث ۲۶۔

(۸) شکستہ حال دور ہوگی حدیث ۱۳۔

(۹) خوف اندیشہ زائل اور اطمینان خاطر حاصل ہوگا۔ حدیث ۱۹۔

(۱۰) عدد الٰہی شامل حال ہوگی۔ حدیث ۱۳۔۵۹، دو۲ حدیثیں۔

(۱۱) رحمت الٰہی ان کے لئے واجب ہوگی۔ حدیث ۳۶

(۱۲) ملائکہ ان پر دورد بھیجیں گے حدیث ۵۲۔

(۱۳) رضائے الٰہی کے کا کریں گے۔ حدیث ۳۰،۳۱، ۳۲، ۳۳، ۶۰۔ پانچ حدیثیں۔

(۱۴) غضب الٰہی ان پر سے زائل ہوگا۔ حدیث ۱۔

(۱۵) ان کے گناہ بخش جائیں گے۔ حدیث ۴۔۵۔ ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷۔ ۱۸۔ ۲۹۔ ۳۴۔ ۳۷۔ ۴۔ ۵۳۔ گیارہ حدیثیں۔ مغفرت ان کے لئے واجب ہوگی حدیث ۲۹۔ ان کے گناہوں کی آگ بجھ جائے گی حدیث ۴۔۵۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ چھ حدیثیں یہ دس فائدے دفع قحط دوباہر گونہ امراض وبلاد قضائے حاجات وبرکات وسعادات کو مفید ہیں۔

(۱۶) خدمت اہل دین میں صدقے سے بڑھ کر ثواب پائیں گے۔ حدیث ۵۴۔

(۱۷) غلام آزاد کرنے سے زیادہ اجر لیں گے۔ حدیث ۵۵۔

(۱۸) ان کے ٹیڑھے کام درست ہوں گے۔ حدیث ۲۔

(۱۹) آپس میں محبتیں بڑھیں گے جو ہر خوبی کی منبع ہیں۔ حدیث ۲۳۔

(۲۰) تھوڑے صرف میں بہت کا پیٹ بھرے گا کہ تنہا کھاتے تو دونا اٹھتا، حدیث ۵۹۔ وفیہ احادیث لم نذکرھا (اس بارے میں اور بھی احادیث ہیں جن کو ہم نے ذکر نہیں کیا۔ت)

(۲۱) اللہ عزوجل کے حضور درجے بلند ہوں گے حدیث ۳۷تا۴۶۔ دس حدیثیں۔

(۲۲) مولٰی تبارک وتعالٰی ملائکہ سے ان کے ساتھ مباہات فرمائے گا۔ حدیث ۴۹

(۲۳) روز قیامت دوزخ سے امان میں رہیں گے۔ حدیث ۲۔۳۵۔۴۸۔ تین حدیثیں ہیں۔

آتش دوزخ ان پر حرام ہوگی۔ حدیث ۳۵۔

(۲۴) آخرت میں احسان الٰہی سے بہرہ مند ہوں گے کہ نہایت مقاصد وغایت مرادات ہے۔ حدیث ۲۷۔۲۸۔

(۱۵) خدانے چاہا تو اس مبارک گروہ میں ہوں گے جو حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نعل اقدس کے تصدق میں سب سے پہلے داخل جنت ہے۔ حدیث ۲۸

اللہ اکبر، غور کیجئے بحمد اللہ کیسا نسخہ جلیلہ۔ جمیلہ، جامعہ، کافیہ، شافیہ، صافیہ، وافیہ ہے کہ ایک مفرد دو اور اس قدر منافع جانفزا، وفضل اللہ اوسع واکبر واطیب واکثر (اللہ عزوجل کا فضل بہت بڑا، بہت وسیع، بہت پاکیزہ اور بہت زیادہ ہے) علماء تو بفرض حصول شفاء ودفع بلا متفرق اشیاء جمع فرماتے ہیں کہ اپنی زوجہ کہ اس کا مہر کل یا بعض دے وہ اس میں سے کچھ بطیّب خاطر اسے ہبہ کردے ان داموں کو شہد وروغن زیتون خریدے بعض آیات قرآنیہ خصوصا سورۃ فاتحہ اور آیات شفا رکابی میں لکھ کر آب باراں اور وہ نہ ملے تو آب دریا سے دھوئے، قدرے وہ روغن وشہد ملا کر پئے، بعونہ تعالٰی ہر مرض سے شفا پائے کہ اس نے دو شفائیں قرآن وشہد، دو برکتیں باران وزیت اور ہنی ومری زر موہوب مہر پانچ چیزیں جمع کیں۔

یعنی ہم اتارتے ہیں قرآن سے وہ چیز کہ شفا ورحمت ہے ایمان والوں کے لئے شہد میں	لقولہ تعالٰی "نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ" [1] وقولہ تعالٰی "فِیْهِ

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۸۲

شفاء ہے لوگوں کے لئے، اور اتارا ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اور مبارک پیڑ زیتون کا، پھر اگر عورتیں اپنے جی کی خوشی کے ساتھ تمھیں مہر میں سے کچھ دے دیں تو اسے کھاؤ رچتا پچتا	شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ"[1]۔ وقوله تعالٰی "وَ نَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا"[2]۔ وقوله تعالٰی "شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ"[3]۔ وقوله تعالٰی "فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا ۝"[4]۔

ان مبارک ترکیبوں کی طرف حضرت امیر المومنین مولی المسلمین علی مرتضی شیر خدا مشکل کشا کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنی وحضرت سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ہدایت فرمائی ابن ابی حاتم اپنی تفسیر میں بسند حسن حضرت مولٰی علی رضی اللہ تعالٰی سے روای کہ انھوں نے فرمایا:

جب تم میں کوئی بیمار ہو تو اسے چاہئے اپنی عورت سے اس کے مہر میں سے ایک درہم ہبہ کرائے اس کا شہد مول لے پھر آسمان کا پانی لے کر رچتا پچتا برکت والا جمع کرے گا۔	اذا اشتکی احدکم فلیستوهب من امرأته من صداقها درهما فلیشتربه عسلا ثم یأخذ ماء السماء فیجمع هنیئا مریئا مبارکا[5]۔

ایک بار فرمایا:

جب تم میں سے کوئی شخص شفا چاہے تو قرآن عظیم کی کوئی آیت رکابی مکیں لکھے اور آب باراں سے دھوئے اور اپنی عورت سے ایک درہم اس کی خوشی سے لے اس کا شہد خرید کر پئے کہ بیشک شفا ہے۔ (امام قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں اسے ذکر کیا ہے۔ ت)	اذا اراد احدکم الشفاء فلیکتب اٰیة من کتاب الله فی صحفة ولیغسلها بماء السماء ولیاخذ من امرأته درهما عن طیب نفس منها فلیشتربه عسلا فلیشربه فانه شفاء. ذکره الامام القسطلانی فی المواهب[6] اللدینة۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

عوف بن مالک اشجعی صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ	مرض عوف بن مالك الاشجعی الصحابی

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۶۹

[2] القرآن الکریم ۵۰/ ۹

[3] القرآن الکریم ۲۴/ ۳۵

[4] القرآن الکریم ۴/ ۴

[5] تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم تحت آیة فکلوا هنیئا مریئا مکتبه بزار مصطفی البازنکتة المکرمة ۳/ ۸۶۲، المواهب اللدنیه بحواله ابن ابی حاتم فی التفسیر المقصد الثامن الفصل الاول النوع الثانی المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۷۹،۴

[6] المواہب اللدنیه بحواله ابن ابی حاتم فی التفسیر المقصد الثامن الفصل الاول النوع الثانی المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۷۹،۴

رضی اللہ تعالٰی عنہ فقال ائتونی بماء فان اللہ تعالٰی یقول ونزلنا من السماء ماء مبارکا.ثم قال ائتونی بعسل وتلا.الآیۃ فیہ شفاء للناس ثم قال ائتونی بزیت وتلا من شجرۃ مبٰرکۃ فخلط ذٰلک بعضہ ببعض شربہ فشفاء [1]۔	علیل ہوئے،فرمایا پانی لاؤکہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے ہم نے اتارا آسمان سے برکت والا پانی،پھر فرمایا شہد لاؤ۔اورآیت پڑھ کہ اس میں شفا ہے لوگوں کے لئے پھر فرمایا:روغن زیتون لاؤ۔اورآیت پڑھی کہ برکت والے پیڑ سے پھر ان سب کو ملا کر نوش فرمایا شفا پائی۔

توجب متفرقات کا جمع کرنا جائز ونافع ہے تو یہ ایک ہی دواسب خوبیوں کی جامع ہے اس کی کامل نظیر نسخہ امام اجل حضرت سیدنا عبداللہ بن مبارک شاگرد رشید حضرت امام الائمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما ونسخہ جلیلہ رؤیائے حضور پرنور سید المرسلین رحمۃ العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے۔علی بن حسین بن شقیق کہتے ہیں میرے سامنے ایک شخص نے امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے عرض کی:اے عبدالرحمٰن!سات برس سے میرے ایک زانوں میں پھوڑا ہے قسم قسم کے علاج کئے طبیبوں سے رجوع کی کچھ نفع نہ ہوا۔فرمایا:

اذھب فانظر موضعا یحتاج الناس الی الماء فاحفر ھناک بئرا فانی ارجوا ان تنبع لک ھناک عین ویمسک عنک الدم.ففعل الرجل فبرأ.رواہ الامام البیھقی [2] عن علی قال سمعت ابن المبارک وسئلہ الرجل فذکرہ۔	جا ایسی جگہ دیکھ جہاں لوگوں کو پانی کی حاجت ہو،وہاں ایک کنواں کھود،اور(براہ کرامت یہ بھی)ارشاد فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ وہاں تیرے لئے ایک چشمہ نکلے گا اور تیرا یہ خون بہنا تھم جائے گا،اس شخص نے ایسا ہی کیا اور اچھا ہوگیا(اسے امام بیہقی نے علی سے روایت کیا فرمایا میں نے ابن مبارک سے سنا ان سے ایک شخص نے سوال کیا تو انھوں نے اس حدیث کو ذکر کیا۔(ت)

امام بیہقی فرماتے ہیں اسی قبیل سے ہمارے استاد ابوعبداللہ حاکم(صاحب مستدرک کی حکایت ہے کہ ان کے منہ پر پھوڑے نکلے،طرح طرح کے علاج کئے نہ گئے،قریب ایک سال کے اس حال میں گزرا انھوں نے ایک جمعہ کو امام استاذ ابوعثمان صابونی رحمۃ اللہ تعالٰی سے ان کی مجلس میں

---

[1] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ المقصد الثامن الاول دار المعرفۃ بیروت ۷/ ۱۲۳

[2] شعب الایمان حدیث ۳۳۸۱ دار الکتب العربی بیروت ۳/ ۲۲۱

دعا کی درخواست کی۔امام نے دعافرمائی اور حاضرین نے بکثرت آمین کہی،دوسرا جمعہ ہوا کسی بی بی نے ایک رقعہ مجلس میں ڈال دیا اس میں لکھا تھا کہ میں اپنے گھر پلٹ کر گئی اور شب کو ابوعبداللہ حاکم کے لئے دعا میں کوشش کی میں خواب میں جمال جہاں آرائے حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئی گویا مجھے ارشاد فرماتے ہیں:**قولی لابی عبد اللہ یوسع الماء علی المسلمین** (ابوعبداللہ سے کہہ مسلمانوں پر پانی کی وسعت کرے،امام بیہقی فرماتے ہیں وہ رقعہ اپنے استاد حاکم کے پاس لے گیا انھوں نے انے دروازے پر ایک سقایہ بنانے کا حکم دیا۔جب بن چکا اس میں پانی بھروادیا اور برف ڈالی اور لوگوں نے پینا شروع کیا ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ شفاء ظاہر ہوئی پھوڑے جاتے رہے چہرہ اس اچھے سے اچھے حال پر ہوگیا جیسا کبھی نہ تھا۔اس کے بعد برسوں زندہ رہے[1]۔

بالجملہ مسلمانوں کو چاہئے اس پاک مبارک عمل میں چند باتوں کا لحاظ واجب جانیں کہ ان منافع جلیلہ دنیاوآخرت سے بہرہ مند ہوں:

(۱) تصحیح نیت کہ آدمی کی جیسی نیت ہوتی ہے ویساہی پھل جاتاہے نیک کام کیا اور نیت بری تو وہ کچھ کام نہیں **انما لاعمال بالنیات**[2] (اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ت) تو لازم کہ ریا یا ناموری وغیرہ اغراض فاسدہ کو اصلا دخل نہ دیں ورنہ نفع درکنار نقصان کے سزاوار ہوں گے۔**والعیاذ باللہ تعالٰی**

(۲) صرف اپنے سر سے بلاٹالنے کی نیت نہ کریں کہ جس نیک کام میں چند طرح کے اچھے مقاصد ہوں اور آدمی ان میں ایک ہی کی نیت کرے تو اسی لائق ثمرہ کا مستحق ہوگا **انما لکل امرئ مانوی**[3] (ہر شخص کو وہی حاصل ہوگا جس کی وہ نیت کرے۔ت) جب کام کچھ بڑھتا نہیں صرف نیت کرلینے میں ایک نیک کام کے دس ہوجاتے ہیں تو ایک ہی نیت نہ کرنا کیسی حماقت اور بلاوجہ اپنا نقصان ہے۔ہم اوپر اشارہ کرچکے ہیں کہ اس عمل میں کتنی نیکیوں کی نیت ہوسکتی ہے ان سب کا قصد کریں کہ سب کے منافع پائیں بلکہ حقیقۃً اس عمل سے بلا ٹلنا بھی انہی نیتوں کا پھل ہے جیسا کہ ہم نے احادیث سے روشن کردیا تو بغیر ان نیتوں اعنی صدقہ فقراء وخدمت صلحاوصلہ رحم واحسان جار

---

[1] شعب الایمان تحت حدیث ۳۳۸۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۲۲۲

[2] صحیح البخاری باب کیف کان بدؤ الوحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

[3] صحیح البخاری باب کیف کان بدؤ الوحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

وغیرہ مذکورات کے بلاٹلنے کی خالی نیت پوست بے مغز ہے۔

(۳) اپنے مال کی پاکی میں حد درجہ کی کوشش بجالائیں کہ اس کام میں پاک رہی مال لگایا جائے اللہ عزوجل پاک ہے پاک ہی کو قبول فرماتا ہے:

الشیخان والنسائی والترمذی وابن ماجۃ وابن خزیمۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایقبل اللہ الا الطیب [1] ھو قطعۃ حدیث وفی الباب عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔	شیخین، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت فرمایا: اللہ تعالٰی قبول نہیں کرتا مگر پاک کو، یہ حدیث کا ایک ٹکڑا ہے اور اس باب میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بھی حدیث مروی ہے۔ (ت)

ناپاک مال والوں کو یہ رونا کیا تھوڑا ہے کہ ان کا صدقہ خیرات، فاتحہ، نیاز کچھ قبول نہیں والعیاذ باللہ تعالٰی۔

(۴) زنہار زنہار ایسانہ کرکہ کھاتے پیو کہ بلائیں محتاجون کو چھوڑیں کہ زیادہ مستحق وہی ہیں اور انھیں اس کی حاجت ہے تو ان کا چھوڑنا انھیں ایذا دینا اور دل دکھانا ہے۔ مسلمانوں کی دل شکنی معاذاللہ وہ بلائے عظیم ہے کہ سارے عمل کو خاک کردے گی۔ ایسے کھانے کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سب سے بدتر کھانا فرمایا کہ پیٹ بھرنے بلائے جائیں جنھیں پرواہ نہیں اور بھوکے چھوڑ دئے جائیں جو آنا چاہتے ہیں۔

مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صل اللہ تعالٰی علیہ وسلم شر الطعام طعام الولیمۃ یمنعھا من یاتیھا ویدعی الیھا من یاباھا [2] وللطبرانی فی الکبیر	مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: بدترین کھانا اس دعوت ولیمہ کا کھانا ہے کہ جو اس میں آنا چاہتا ہے اسے روک دیا جاتا ہے اور جو نہیں آنا چاہتا اسے بلایا جاتا ہے۔

[1] صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ ۱/ ۱۸۹ صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ ۱/ ۳۲۶، جامع الترمذی کتاب الزکوٰۃ ۱/ ۸۴ سنن ابن ماجہ کتاب الزکوٰۃ ص ۱۳۳

[2] صحیح مسلم کتاب النکاح باب الامر باجابۃ الداعی الی دعوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۶۳

والدیلمی فی مسند الفردوس بسند حسن عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلفظ یدعی الیه الشبعان ویحبس عنه الجائع [1] وفی الباب غیرھما۔	طبرانی نے کبیر میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں سند حسن کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے واسطہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی اس لفظ سے نقل کیا کہ سیر شدہ کو دعوت دی جائے اور بھوکے کو روکا جائے اس باب میں دوسروں نے بھی احادیث روایت کی ہیں۔ (ت)

(۵) فقراء کہ آئیں کہ ان کی مدارات وخاطر داری میں سعی جمیل کریں اپنا احسان ان پر نہ رکھیں بلکہ آنے میں ان کا احسان اپنے اوپر جانیں کہ وہ اپنا رزق کھاتے اور تمھارے گناہ مٹاتے ہیں اٹھانے بٹھانے بلانے کھلانے کسی بات میں برتاؤ ایسا نہ کریں جس سے ان کا دل دکھے کہ احسان رکھنے ایذا دینے سے صدقہ بالکل اکارت جاتا ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

"اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَاۤ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّ لَاۤ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَیْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ یَّتْبَعُهَاۤ اَذًى ؕ وَ اللّٰهُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ ﴿۲۶۳﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى ۙ كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ" الآیۃ [2]۔	جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال خدا کی راہ میں پھر اپنے دئے کے پیچھے نہ احسان رکھیں نہ دل دکھانا ان کے لئے ان کا ثواب ہے اپنے رب کے پاس، نہ ان پر خوف اور نہ وہ غم کھائیں، اچھی بات (کہ یہ ہاتھ نہ پہنچا تو میٹھی زبان سے سائل کو پھیر دیا) اور در گزرے (کہ فقیر نے ناحق ہٹ یا کوئی بے جا حرکت کی تو اس پر خیال نہ کیا اسے دکھ نہ دیا) یہ اس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے دل ستانا ہو اور اللہ تعالٰی بے پرواہ ہے (کہ تمھارے صدقہ وخیرات کی پرواہ نہیں رکھتا، احسان کس پر کرتے ہو) حلم والا ہے کہ تمھیں بے شمار نعمتیں دے کر تمھاری سخت نافرمانیوں سے در گزر فرماتا ہے تم ایک نوالہ محتاج کو دے کر وجہ بے وجہ اسے ایذا دیتے ہو) اے ایمان والو! اپنی خیرات اکارت نہ کرو احسان رکھنے اور

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۲۷۵۴ المکتبہ الفیصلیہ بیروت ۱۲/ ۱۵۹، الفردوس بمأثور الخطاب حدیث ۳۶۶۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۳۷۲

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۶۲ تا ۲۶۴

دل ستانے سے اس کی طرح جو مال خرچ کرتا ہے لوگوں کے دکھاوے کو (کہ اس کا صدقہ سر سے اکارت ہے **والعیاذ باللہ رب العالمین**)

ان سب باتوں کے لحاظ کے ساتھ اس عمل کو ایک ہی بار نہ کریں بار بار بجالائیں کہ جتنی کثرت ہوگی اتنی ہی فقراء وغربا کی منفعت ہوگی اتنی اپنے لئے ودنیاوی وجسمی وجانی رحمت وبرکت ونعمت وسعادت ہوگی خصوصا ایام قحط میں۔ تو جب تک عیاذ باللہ قحط رہے روزانہ ایسا ہی کرنا مناسب کہ اس میں نہایت سہل طور پر غرباء ومساکین کی خبر گیری ہوجائے گی اپنے کھانے میں ان کا کھانا بھی نکل جائے گا، دیتے ہوئے نفس کو معلوم بھی نہ ہوگا اور جماعت کی وجہ سے سو کا کھانا دو سو کو کفایت کرے گا۔ قحط عام الرماد میں حضرت سیدنا امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کا قصد ظاہر فرمایا۔ **وباللہ التوفیق وہدایۃ الطریق۔**

الحمدللہ کہ یہ متفرد جواب نفیس ولاجواب عشرہ اوسط ماہ فاخر ربیع الآخر کے تین جلسوں میں تسویداوتبیضا تمام اور بلحاظ تاریخ **رادالقحط والوباء بدعوۃ الجیران ومواساۃ الفقراء** ۱۳۱۲ھ نام ہوا۔

واٰخر دعوٰنا ان الحمدللہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علی سید المرسلین
محمد والہ وصحبہ اجمعین واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

رسالہ

رادالقحط والوباء بدعوۃ الجیران ومواساۃ الفقراء

ختم شد

ذکرودعا

مسئلہ ۴۲: از بمبئی مرسلہ مولوی محمد عمرالدین صاحب مع رسالہ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ ہمارے اس ملک سندھ اور نیز بمبئی میں قدیم الایام سے یہ مروج ہے کہ جنازہ کے آگے کلمہ طیبہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کا ذکر کرتے ہوئے چند آدمی میت کو قبرستان لے جاتے ہیں اور قبرستان پہنچ کر اس میت کو بخش دیتے ہیں اوجب واپس لوٹتے ہیں تو اس طرح کلمہ طیبہ پڑھتے آتے ہیں اور اس کا ثواب میت کے مکان پر پہنچ کر اس کو بخش دیتے ہیں آیا اس کلمہ کا ذکر میت کے آگے اور واپسی کے وقت جہراً پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور میت کو اس سے فائدہ ہوتا ہے یا نہیں؟ اور جو شخص اسے کفر وشرک یا حرام قطعی کہے اور مسلمانوں کو اس کے باعث مستحق لعن وطعنہ جانے وہ خاطی ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

تحریر فقیر بر رسالہ مذکور

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

اللھم لك الحمد (اے اللہ! تیرے ہی لئے تعریف ہے۔ت) فی الواقع لوگوں کو ذکر مذکور سے منع نہ کیا جائے، مسئلہ جہر مختلف فیہا ہے اور اطلاقات قرآن عظیم اور شادات احادیث کثیر

مثل حدیث قدسی:

وان ذکر نی فی ملأذکرته فی ملأ خیر منهم رواه البخاری [1] ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجة عن ابی هریرة واحمد عن انس بسند صحیح والطبرانی ۳ فی الکبیر والبزار فی المسند باسناد جید و البیهقی فی اشعب کلهم عن ابن عباس والطبرانی ۴ فیه بسند حسن عن معاذ بن انس رضی الله تعالٰی عنهم ولفظ هذا لایذکر فی ملأ الا ذکرته فی الرفیق الاعلی [2] وحدیث۵ اذا مررتم بریاض الجنة فارتعوا قالوا و ماریاض الجنة قال حلق الذکر اخرجه احمد والترمذی [3]	اگر اس نے مجھے کسی مجلس میں یاد کیا تو میں اس سے بہتر مجلس میں یاد کروں گا، (یعنی فرشتوں کی محفل میں) بخاری مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے اس کو حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا۔ امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ حضرت انس سے روایت کیا ہے امام طبرانی نے الکبیر میں بزار نے عمدہ سند سے اپنی مسند میں اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں پھر ان سب نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے اسے روایت کیا۔ طبرانی نے "الکبیر" میں سند حسن کے ساتھ حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں لایذکر فی الخ وہ مجھے کسی محفل میں یاد نہیں کرے گا مگر میں رفیق اعلی میں اسے یاد کروں گا (حدیث ۵) لوگو! جب تم جنت کے باغیچوں سے گزرنے لوگو تو چر چگ لیا کرو۔ اس پر صحابہ نے عرض کیا: حضور! جنت کے باغیچے کیا ہیں؟

[1] صحیح مسلم کتاب الذکر باب الحث علی ذکر اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴۳، ۳۴۱، جامع الترمذی ابواب الدعوات امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۰، سنن ابن ماجه ابواب الدعوات باب فضل العمل ایچ ایم سعید کمپنی ص ۲۷۹، صحیح البخاری کتاب الرد علی الجهمیة باب قول و یحذر کم الله نفسه قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۰۱

[2] المعجم الکبیر حدیث ۳۹۱ المکتبة الفیصلیة بیروت ۲۰/ ۱۸۲

[3] مسند احمد بن حنبل عن انس بن مالك المکتب الاسلامی بیروت ۳ / ۱۵۰، جامع الترمذی ابواب الدعوة امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۸۹

وحسنه والبیهقی فی الشعب عن انس۔ وابن شاهین[6] فی الترغیب فی الذکر عنه وعن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنهما وحدیث[7] یا ایها الناس ان لله سرایا من الملئکة تحل وتقف عن مجالس الذکر فی الارض فارتعوا فی ریاض الجنة قالوا واین ریاض الجنة قال مجالس الذکر الحدیث رواه ابن ابی الدنیا و ابو یعلی والبزار والطبرانی[1] فی الاوسط والحکیم والحاکم والبیهقی فی الشعب وابن شاهین وابن عساکر عن جابر بن عبدالله رضی الله تعالٰی عنهما صحح الحاکم سنده وحدیث[8] لایقعد قوم یذکرون الله الاحفتهم الملئکة وغشیتهم الرحمة ونزلت علیهم السکینة وذکرهم الله تعالٰی فیمن عنده۔ اخرجه	فرمایا: ذکر کے حلقے، امام احمد اور ترمذی نے اس کی تخریج فرمائی اور اس کے ساتھ ہی اس کی تحسین بھی فرمائی امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس کے حوالے سے اسے روایت کیا۔ ابن شاہین نے ترغیب فی الذکر" میں حضرت انس اور حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا اے لوگو! اللہ تعالٰی کے فرشتے اس کا لشکر ہیں جو زمین پر ذکر کی مجالس میں اترتے ہیں لہٰذا جنت کے باغیچوں میں سے کھاپی لیا کرو یعنی ذکر اذکار میں حصہ لے لیا کرو، صحابہ نے عرض کی باغات جنت کہاں ہیں تو فرمایا کہ ذکر کی محفلیں باغات جنت ہیں (الحدیث) ابن ابی الدنیا، ابویعلٰی بزار، طبرانی نے الاوسط میں حکیم، حاکم اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں ابن شاہین اور ابن عساکر نے جابر بن عبداللہ سے اسے روایت کیا۔ حاکم نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے (حدیث ۸) جب بھی لوگ اللہ تعالٰی کا ذکر کرنے کے لئے کہیں بیٹھتے ہیں تو ان کی شان یہ ہوتی ہے کہ خدا کے فرشتے چاروں طرف سے انھیں گھیر لیتے ہیں اور رحمت الٰہی انھیں ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکون کا نزول ہوتا ہے اور اللہ تعالٰی ان لوگوں میں ان کا تذکرہ فرماتا ہے جو اس کی بارگاہ میں حاضر

[1] الترغیب والترهیب بحواله ابن ابی الدنیا وابی یعلی والبزار وغیرہ مصطفی البابی مصر ۲/ ۴۰۵

احمد ومسلم [1] والترمذی وابن ماجة وابن حبان وابونعیم فی الحلیة کلھم عن ابی ھریرة و عن ابی سعید[9] الخدری جمیعا رضی اللہ تعالٰی عنھما وحدیث"اکثروا ذکر اللہ تعالٰی تحتی یقولوا مجنون رواہ احمد [2] وابو یعلی وابن حبان والحاکم والبیہقی فی الشعب عن ابی سعید رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح وحدیث" اکثر وا ذکر اللہ حتی یقول المنافقون انکم مراؤن اخرجہ سعید بن منصور فی سننہ واحمد فی کتا ب الزھد الکبیر والبیہقی [3] فی الشعب عن ابی الجوزاء اوس بن عبداللہ الرابعی مرسلا۔ووصلہ الطبرانی فی الکبیر وابن شاھین فی ترغیب الذکر عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما بالفظ اذکر واللہ ذکرا	رہنے والے ہوتے ہیں۔امام احمد مسلم،ترمذی،ابن ماجہ،ابن حبان اور ابونعیم نے "الحلیۃ" میں حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے تخریج فرمائی۔(حدیث ۱۰)اللہ تعالٰی کا کثرت سے ذکر کیا کرو یہاں تک کہ لوگ دیوانہ کہنے لگیں۔امام احمد ابویعلٰی،ابن حبان،حاکم اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں اچھی سند سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔(حدیث ۱۱)اللہ تعالٰی کا بہت زیادہ ذکر کیا کرو یہاں تک کہ منافق کہنے لگیں تم ریاکار ہو،سعید بن منصور نے اپنی سنن میں امام احمد نے الزہد الکبیر میں امام بیہقی نے "شعب الایمان" میں ابوالجوزاء اوس بن عبداللہ ربعی کے حوالے سے اس کو مرسل (یعنی منقطع سند) تخریج فرمایا۔ امام طبرانی نے معجم کبیر میں ابن شاہین نے ترغیب الذکر میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ان الفاظ کے ساتھ "موصولا" ذکر

[1] صحیح مسلم کتاب الذکر باب فضل الاجتماع الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴۵،جامع الترمذی ابواب الدعوات امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۷۳،سنن ابن ماجہ ابواب الدعوات باب فضل الذکر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۷۷

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۶۸ و۷۱،شعب الایمان حدیث ۵۲۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۳۹۷

[3] شعب الایمان حدیث ۵۲۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۳۹۷

یقول المنافقون انکم تراؤن [1] وحدیث ۱۲ غنیمة مجالس اھل الذکر الجنة رواہ احمد [2] و الطبرانی فی الکبیر عن عبداللہ بن عمرو وبن العاص رضی اللہ تعالٰی عنھما بسند حسن و حدیث ۱۳ یقول الرب عزوجل یوم القیمة سیعلم اھل الجمع من اھل الکرم فقیل ومن اھل الکرم یا رسول اللہ قال اھل مجالس الذکر فی المساجد اخرجہ احمد [3] و ابویعلی وسعیدوابن حبان وابن شاھین والبیھقی عن ابی سعید رضی اللہ تعالٰی۔وحدیث ۱۴ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خرج علی حلقة من اصحابہ فقال ماا جلسکم ھھنا قالوا جلسنا نذکر اللہ قال اتانی جبریل فاخبرنی ان اللہ عزوجل	فرمایالوگو! اللہ تعالٰی کاخوب ذکر کیا کروا کہ منافق بول اٹھیں کہ تم دکھاوا کرتے ہو، (حدیث ۱۲) ذکر کرنیوالوں کی مجلسوں کا مال غنیمت ہے۔امام احمد نے امام طبرانی نے معجم کبیر میں اس کو سند حسن کے ساتھ روایت کیا۔(اللہ تعالٰی ان سے راضی ہو) (حدیث ۱۳) پروردگار عالم جو غالب اور بڑا ہے قیامت کے دن ارشاد فرمائیگا، یہاں جمع ہونیوالے لوگ جلد جان لیں گے کہ اہل کرم کون لوگ ہیں پوچھا گیا یا رسول اللہ! اہل کرم سے مراد کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا مساجد میں ذکر کی مجلسیں قائم کرنیوالے۔امام احمد،ابویعلٰی،سعید بن منصور،ابن حبان،ابن شاہین،اور امام بیہقی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اس کی تخریج فرمائی۔(حدیث ۱۴) حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام صحابہ کرام کے حلقہ ذکر میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ انھوں نے عرض کی اکہ ہم یہاں اللہ تعالٰی کا ذکر کرنے کے لئے بیٹھے ہیں۔اس پر ارشاد فرمایا میرے پاس حضرت جبرائیل

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۲۷۸۶ المکتبہ الفیصلیة بیروت ۱۲/ ۱۶۹

[2] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو بن العاص المکتب اسلامی بیروت ۲/ ۱۷۷و۱۹۰

[3] مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب اسلامی بیروت ۳/ ۶۸

یباھی بکم الملئکۃ رواہ مسلم[1] والترمذی و النسائی عن معویۃ بن ابی سفین رضی اللہ تعالٰی عنھما ھذا مختصر وحدیث۱۵ یرحم اللہ ابن رواحۃ انہ یحب المجالس التی یتباھی بھا الملئکۃ اخرجہ الحمد[2] بسند حسن عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ وفی الحدیث قصۃ فیہ التداعی الی مجالس الذکرو استحسان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ذٰلک۔وحدیث۱۶ عن یمین الرحمٰن وکلتا یدیہ یمین رجال لیسوا بانبیاء ولا شھداء یغشی بیاض وجوھھم نظر الناظرین یغبطھم النبیون والشھداء بمقعدھم و قربھم من اللہ عزوجل قیل یارسول اللہ من ھم قال ھم	علیہ السلام تشریف لائے اور مجھے بتایا کہ اللہ تعالٰی تم لوگوں کے ساتھ فرشتوں پر فخر کررہاہے۔امام مسلم،ترمذی اور نسائی نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسے مختصرا روایت فرمایا(حدیث ۱۵)اللہ تعالٰی ابن رواحہ پر رحم فرمائے کہ وہ ان مجالس کو پسند کرتاہے جن کے سبب فرشتوں پر فخر ظاہر کیا جاتاہے۔امام احمد نے سید حسن کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اس کی تخریج فرمائی۔حدیث میں ایک قصہ مذکور ہے اور اس میں وہ باتیں بیان ہوئیں ہیں۔پہلی بات کہ یہ مجالس ذکر کی طرف دوسروں کو دعوت دینا اور دوسری بات حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کااس عمل کو مستحسن قرار دیناہے۔ (حدیث ۱۶)اللہ تعالٰی کے دائیں ہاتھ کی طرف)(جبکہ اس کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں) کچھ ایسے مرد ہوں گے جو اگرچہ انبیاء وشہداء میں سے نہیں ہوں گے مگر اس قدر بلند شان کے مالک ہوں گے کہ ان کے چہروں کی تابانی دیکھنے والوں کی نگاہوں پر چھاجائیگی ان کے اس تقریب اور شان کو دیکھ کر انبیاء اور شہداء ان پر رشک کریں گے آپ سے

[1] صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب فضل الاجتماع الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴۶،جامع الترمذی ابواب الدعوات امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۷۴

[2] مسند احمد بن حنبل عن انس بن مالك المکتب اسلامی بیروت ۳/ ۲۶۵

جماع من نوازع القبائل یجتمعون علی ذکر اللہ تعالٰی فینتقون الطائب الکلام کما ینتقی اٰکل التمر طائبہ رواہ الطبرانی فی الکبیر [1] بسند لاباس بہ عن عمرو بن عبسۃ ونحوہ بسند حسن عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہما وحدیث ۱۸ کل مجلس یذکر اسم اللہ تعالٰی فیہ تحف بہ الملئکۃ حتی ان الملئکۃ یقولون زید وازادکم اللہ ولذکر یصعد بینھم وھم ناشروا اجنحتھم اخرجہ ابو الشیخ [2] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ وحدیث ۱۹ مامن قوم اجتمعوا یذکرون اللہ عزوجل لایریدون بذٰلك الاوجھہ الا ناداھم منادمن السماء ان قوموا مغفوراً کم قد بدلت	دریافت کیا گیا کہ وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ قبائل کے پڑوس والوں کا بڑا گروہ ہوگا، جو ذکر الٰہی کے لئے جمع ہوتے ہیں ان سے پاکیزہ کلام جھڑتا ہے جس طرح کھجوریں کھانے والا عمدہ کھجوریں جھاڑتا ہے۔ امام طبرانی نے معجم الکبیر میں حضرت عمرو بن عبسہ کے حوالے سے ایسی سند کے ساتھ اس کو روایت فرمایا جس میں کوئی اشتباہ نہیں اور سند حسن کے ساتھ اسی طرح کی حدیث حضرت ابو الدردا رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔ (حدیث ۱۸) ہر اس مجلس کو فرشتے گھیر لیتے ہیں جس میں اللہ تعالٰی کا ذکر کیا جائے اور کہتے ہیں کہ خوب ذکر کرو اللہ تعالٰی تمھارے اجر میں اضافہ کرے اور ذکر ان کے درمیان بلند ہوتا ہے (یعنی اوپر چڑھتا ہے) اور وہ اپنے پروں کو پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں۔ ابو الشیخ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی کی سند سے اس کی تخریج کی۔ (حدیث ۱۹) جو لوگ جمع ہو کر اللہ تعالٰی کا ذکر کرتے ہیں اور مقصد صرف اللہ تعالٰی کی رضا ہوتا ہے انھیں آسمان سے ندا کرنے والا ندا کرتا ہے کہ اٹھو تمھاری بخشش ہو گئی ہے۔ میں نے

[1] الترغیب والترھیب الطبرانی الترغیب فی حضور مجالس الذکر حدیث ۱۱ مصطفی البابی مصر ۲/ ۴۰۶، کنز العمال بحوالہ طب عن عمر بن عبسۃ حدیث ۳۹۳۲۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۲۴۸

[2] کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ عن ابی ہریرہ حدیث ۱۸۸۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۴۳۶

سیاتکم حسنات رواہ احمد[1] بسند حسن وابویعلی سعید بن منصور والطبرانی فی الاوسط والبزار وابن شاھین والضیاء فی المختارۃ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ والحسن۲۰ بن سفیان والطبرانی فی الکبیر والبیہقی۲۱ فی الشعب عن المحنطلیۃ بن الحنظلۃ والعسکری۲۲ وابوموسٰی کلاھما فی الصحابۃ عن حنظلۃ العشی والبیہقی فی شعب عن عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالٰی عنھم وحدیث۲۳ طویل ملئکۃ سیاحین سیارۃ فضل رواہ الشیخان[2] وغیرھما عن ابی ھریرۃ والبزار۲۴ عن انس والطبرانی۲۵ فی الصغیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین وغیر ذٰلک۔	تمھارے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا ہے۔امام احمد نے اس کو اچھی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور دیگرائمہ ابو یعلٰی،سعید بن منصور امام طبرانی نے "الاوسط" میں، بزار، ابن شاہین اور ضیاء نے المختارہ میں حضرت انس بن سفیان سے روایت کیاہے۔اسی۲۰ طرح حسن بن سفیان، امام طبرانی نے معجم کبیر میں اور امام بیہقی۲۱ نے شعب الایمان میں محظلیہ بن حنظلہ سے عسکری۲۲ اور ابوموسٰی (یہ دونوں صحابہ ہیں) حنظلہ عشمی سے مروی ہے امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عبداللہ ابن مغفل کے حوالے سے اس کو روایت کیا ہے(اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو) لمبی حدیث ۲۳ ہے: کچھ فرشتے فضل وشرف کو تلاش کرنے کے لئے (زمین میں) گھومتے اور چکر لگاتے ہیں۔ بخاری، مسلم وغیرہما اور دوسرے ائمہ نے حضرت ابوہریرہ سے اس کی روایت فرمائی۔ بزار۲۴ نے حضرت انس سے اور طبرانی ۲۵ نے معجم صغیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے اسے روایت کیا ہے۔ اور ان کے علاوہ اور حدیثیں بھی ہیں۔ (ت)

جانب جواز وندب ہونے کے علاوہ حق یہ ہے کہ نفس ذکر خدا اور سول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی حد ذاتہ اصلا متعلق نہی وقبح نہیں، نہ وہ ہر گز غیر معقول کے معنی بلکہ ذکر اہم واعظم مقاصد

[1] مسند احمد بن حنبل عن انس بن مالك المکتب اسلامی بیروت ۳/ ۱۴۲

[2] صحیح البخاری کتاب الدعوات باب فضل ذکر اللہ تعالٰی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۴۸، صحیح مسلم کتاب الذکر والدعا باب فضل مجالس الذکر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴۴، مسند احمد بن حنبل عن ابی ھریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۵۲

شرع مطہر سے ہے بلکہ اپنے زعم پر وہی اہم واعظم مقاصد بلکہ حقیقۃً وہی مراد و مقصود و مرجع و مآل جملہ مقاصد ہے نہی عارض بوجہ عارض راجع بعارض ہوگی۔ نہ عائد بذکر۔ جیسے محل ریاء وسمعہ میں ذکر جہر یا بقید عارض تا عروض عارض مختص بافراد مختصہ بعارض جیسے کہ کنف وغیرہا موضع نجاسات میں ذکر لسان یا ہنگام اغارت من المشرکین یا قصد اخفا من المعاندین ذکر بالاعلان۔

كما بين طرفا منه المحقق العلامة خير الملة والدين الرملي في الفتاوى الخيرية لنفع البرية اقول: ولا يذهبن عنك انا لانقول بالمفهوم فالتمسك بمثله قوله عزوجل "وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ"[1] لااراه يتم على اصولنا واما قوله صلى الله تعالٰى عليه وسلم خير الذكر الخفي[2] فالخير لاينفي الخير بل هو ظاهر في الجواز كما ترى وقوله صلى الله تعالٰى عليه وسلم .... .ازس..... على انفسكم في........ وقد حمل على بعض ماذكرنا كما بينه في الوجيز وغيره وبالجملة فا. ....ذات........ ان يصير سفرا مجلدا۔	جیسا کہ اس کا کچھ حصہ محقق کبیر علامہ خیر الملۃ والدین رملی نے الفتاوی الخیریۃ لنفع البریۃ (بھلائی پھیلانے والا فتاوی مخلوق کے فائدے کے لئے۔ت) میں بیان فرمایا۔ میں کہتا ہوں کہ تمھارا ذہن اس طرف نہ جائے کیونکہ ہم مفہوم مخالف کے قائل نہیں کہ اس جیسے ارشاد خداوندی سے دلیل پیش کی جائے، اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کیجئے، میں یہ گمان نہیں کرتا کہ یہ ہمارے اصول و قواعد کے مطابق ہو، رہا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ بہتر ذکر آہستگی والا ہے "میں "خیر" کسی کی نفی نہیں بلکہ یہ جواز میں ظاہر ہے، جیسا کہ تم دیکھتے ہو، حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد .... ازس.... علی انفسکم فی.... بیشک وہ کسی بعض اس بات پر محمول کیا گیا جس کو ہم نے بیان کیا جیسا کہ "الوجیز" وغیرہ میں اس کو بیان فرمایا ....وبالجملۃ ....فا.... وہ ایک ضخیم اور بڑی جلد ہوجاتی۔(ت)

[1] القرآن الکریم ۷/ ۲۰۵

[2] مسند احمد بن حنبل عن سعد المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۷۲، ۱۸۰، ۱۸۷

پھر جہاں عوارض ظاہرہ ہوں مجرد عوارض خفیہ قلبیہ کی بناء پر مادہ خاصہ میں حکم دینا اساءت ظن بالمسلمین ہے جس کی طرف سبیل نہیں۔قال تعالٰی:

"وَلَاتَقْفُ مَالَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ"[1] وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم.... عن قلبہ وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب[2] الحدیث۔	اس بات کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمھیں کچھ علم نہ ہو۔(ت) اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے ....اس کے دل سے۔اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگو! بدگمانی سے بچو، بے شک بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے۔الحدیث (ت)

عجب کہ کراہت مختلف فیہا پر احتساب اور حرمت مجمع علیہا کا ارتکاب "اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ؁"[3] (بے شک یہ تو بڑی عجب بات ہے۔ت) مقاصد شرعیہ پر متطلع مطلع کہ جو امر فی نفسہ شرعاً خیر و مندوب اور کراہت مجاورہ مختلف فیہا یا مشکوک ہو اور تجربۃً اس کا ترک منجر بہ منہیات اجماعیہ ہو تو ہرگز اس سے منع نصیحت نہیں، بلکہ مقصد شرع سے بعد بعید ہے۔ ولہذا علمائے کرام فرماتے ہیں عوام کو صلٰوۃ عند الطلوع سے منع نہ کریں۔ درمختار میں ہے:

الا العوام فلا یمنعون من فعلھا لانھم یترکونھا والاداء الجائز عند البعض اولی من الترک کما فی القنیۃ وغیرھما[4]۔	عوام کو طلوع آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے نہ روکا جائے کیونکہ ایسا کرنے سے وہ اسے بالکل چھوڑ دینگے اور جو ادا بعض اہل علم کے نزدیک جائز ہے وہ نماز چھوڑ دینے سے بہتر ہے جیسا کہ قنیہ وغیرہ میں مذکور ہے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۳۶

[2] صحیح البخاری کتاب الوصایا ۱/ ۳۸۴ و کتاب الادب ۲/ ۱۹۶ قدیمی کتب خانہ کراچی

[3] القرآن الکریم ۳۸/ ۵

[4] درمختار کتاب الصلٰوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۶۱

وعزاہ صاحب المصفی الی الامام حمید الدین عن شیخه الامام المحبوبی والی شمس الائمة الحلوانی فی النسفی[1] الخ۔	صاحب مصفی نے اس کو امام حمید الدین انھوں نے اپنے شیخ امام محبوبی کی طرف منسوب کیا ہے نیز انھوں نے شمس الائمہ حلوانی اور امام نسفی کی طرف نسبت کی ہے۔الخ(ت)

اور تجارت متطاولہ شاہد کہ عوام اگر مشتغل بذکر الٰہی نہیں ہوتے مشتغل بفضول کلام ہزل و لغو ہوتے ہیں کہ اجماعا مکروہ وممنوع،اور ذکر الٰہی سے روکنا ہر گز مصلحت شرعیہ نہیں، خصوصا یہاں تو حکمائے شریعت علمائے امت نے عدم منع کو ابتلا بمکروہ اجماع پر بھی موقوف نہ رکھا بلکہ اس میں ذکر خدا اور سول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فی نفسہٖ خیریت خیر کی طرف عوام کی قلّت رغبت پر بنائے کار رکھی اور باوصف بیان حکم مسئلہ انھیں منع نہ کرنے کی تصریح کی۔امام شمس الائمہ کردری وجیز میں فتاوی سے نقل فرماتے ہیں:

ان الذکر بالجھر فی المسجد لایمنع احتراز عن الدخول تحت قوله تعالٰی ومن اظلم ممن منع مسٰجد الله ان یذکر فیھا اسمه[2] الخ۔	مسجد میں بآواز بلند ذکر کرنے سے نہ روکا جائے اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کے باعث کہ اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالٰی کی مسجدوں میں اس کا نام لینے سے لوگوں کو منع کرے۔الخ(ت)

تبیین الحقائق وفتح القدیر ودرر الحکام وبحر الرائق ومجمع الانہر وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے:

قال الفقیه ابوجعفر لاینبغی ان یمنع العامة عن ذٰلك لقلة رغبتھم فی الخیرات[3]۔	فقیہ ابوجعفر نے فرمایا عوام کو بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنے سے نہ روکا جائے اس لئے کہ نیک کاموں کی طرف (پہلے ہی) ان کی رغبت کم ہوتی ہے۔(ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۴۸

[2] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیۃ کتاب الاستحسان نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۳۷۸

[3] تبیین الحقائق باب صلٰوۃ العیدین ۱/ ۲۲۴ والدرر الحکام باب صلٰوۃ العیدین ۱/ ۱۴۲،وفتح القدیر باب صلٰوۃ العیدین ۲/ ۴۱ و بحر الرائق باب صلٰوۃ العیدین ۲/ ۱۶۰،ومجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب صلٰوۃ العیدین ۱/ ۱۷۳

محیط پھر ہندیہ میں ہے:

قال الفقیه ابو جعفر سمعت شیخی ابابکر یقول سئل ابراهیم عن تکبیر ایام التشریق علی الاسواق و الجهر بها قال ذٰلك تکبیر الحوکة وقال ابو یوسف رحمه الله تعالٰی انه یجوز قال الفقیه وانا لا امنعهم عن ذٰلك[1] کذا فی المحیط۔	فقیہ ابو جعفر نے فرمایا اپنے شیخ ابو بکر سے سنا کہ وہ فرماتے تھے امام ابراہیم سے بازاروں میں بلند آواز سے تکبیرات ایام تشریق کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہ جولاہوں کی تکبیر ہے ــــ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا کہ یہ جائز ہے۔اور فقیہ نے کہا کہ میں لوگوں کو اس سے منع نہیں کرتا محیط میں یوں ہے۔(ت)

بحر و در میں ہے:

هذا کله انما هو بحسب حال الانسان واما العوام فلا یمنعون من تکبیر و کذا التنفل قبلها[2] مختصرا۔	یہ تمام طریقے انسان کے حال پر مبنی ہیں رہے عوام تو وہ تکبیر کہنے سے نہ روکے جائیں اسی طرح نماز عید سے قبل نفل پڑھنے سے بھی نہ روکے جائیں مختصرا(ت)

طحطاوی وشامی میں زیر قول در ہذا للخواص لکھا:

الظاهر ان المراد الذین لایؤثر عندهم الزجر غلا ولا کسلا حتی یفضی بهم الی الترك اصلا[3]۔	ظاہر یہ ہے کہ خواص سے وہ لوگ مراد ہیں کہ جن کے نزدیک ممانعت، کھوٹ اور سستی کو نہیں لاتی یہاں تک کہ وہ ان کو بالکل چھوڑنے کی طرف لے جائے۔(ت)

غنیہ میں ہے:

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیة الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۱۹

[2] بحر الرائق کتاب الصلٰوۃ باب العیدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۶۰

[3] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب العیدین داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۵۸، الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الصلٰوۃ باب العیدین دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۳۵۳

قال الفقیه ابو جعفر الذی عندنا انه لاینبغی ان یمنع العامة من ذٰلك لقلة رغبتهم الی الخیرات وبه ناخذ یعنی انهم اذا منعوا عن الجهر به لایفعلونه سرافینقطعون عن الخیر بخلاف العالم الذی یعلم ان الاسرار هو الافضل[1]۔	فقیہ ابو جعفر نے فرمایا ہمارے نزدیک مناسب نہیں کہ عوام کو تکبیر سے روک دیا جائے اس لئے کہ بھلائی کے کاموں میں وہ کم رغبت رکھتے ہیں لہٰذا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یعنی مراد یہ ہے کہ جب وہ ذکر بالجہر سے روک دئے گئے تو وہ آہستہ ذکر بھی نہ کریں گے۔بخلاف اس عالم کے جو یہ جانتا ہے کہ آہستہ ذکر کرنا افضل ہے۔(ت)

رحمانیہ میں ذخیرہ سے ہے:

به اخذ الفقیه ابو اللیث[2]۔	فقیہ ابو اللیث نے اسی کو اختیار کیا ہے۔(ت)

ان عبارات علماء سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ جہر میں کراہت بھی ہے تو نہ اس قدر کہ خوبی ذکر کی مقاومت کرسکے ولہٰذا جب منع جہر میں ترک ذکر کا مظنہ ہو خوبی ذکر کو ترجیح دیں گے اور کراہت جہر کا لحاظ نہ کریں گے۔انصافا یہ شان صرف کراہت تنزیہہ میں ہوسکتی ہے جس کا حاصل خلاف اولٰی ہے نہ کہ ممنوع وناجائز۔

کیف وقد علم ونصوا علیه ان ترك ذرة مما نهی الله تعالٰی عنه افضل من عبادة الثقلین[3]۔	حالانکہ یہ معلوم ہوگیا ہے اور اہل علم نے اس کی تصریح فرمادی ہے کہ کسی معمولی سی چیز کو چھوڑدینا کہ جس سے اللہ تعالٰی نے منع فرمایا۔جن وانس کی عبادت سے افضل ہے۔(ت)

بالجملہ اس سے منع کرنا ہی خلاف مصالح شرعیہ ہے **فان افسادہ اکثر من اصلاحه** (اس لئے کہ اس کا بگاڑ اس کی اصلاح سے زیادہ ہے۔ت)نہ کہ معاذاللہ وہ جبروتی احکام کفر وشرک وضلال وحرام کہ نجدیت وجہالت فاضحہ ہیں حکم بحرمت قطعیہ کا بھی محل نہیں چہ جائے ضلالت وکفر،**والعیاذ باللہ تعالٰی**،بفرض باطل اگر ذکر مذکور بالاتفاق مکروہ ہی ہو،تاہم ایسے احکام باطلہ کی شناعت اس سے ہزار درجہ سخت وبدتر تھی یہ دقائق تدلیس وتلبیس ابلیس لعین سے ہے۔

---

[1] غنیه المستملی شرح منیة المصلی باب العیدین سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۶۷

[2] رحمانیه

[3] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدہ الخامس ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۲۵

آدمی کو نیکی کے پردے میں منکر اشد وانکر کا مرتکب کردیتا ہے،**ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم** (گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت کسی میں نہیں سوائے اس کے کہ اللہ تعالٰی عظیم وبرتر کی توفیق میسر ہو۔ت) تحفہ اثنا عشریہ میں ہے:

ہر کہ باجود ایں ہمہ قول جازم نماید بے باک وبے احتیاط ست وہمیں ست شان محتاطین از علمائے راسخین کہ دراجتہادیات مختلف فیہا جزم باحد الطرفین نمی کنند[1]۔	جو کوئی ان تمام باتوں کے باوجود کسی ایک طرف پختہ یقین دکھائے تو وہ بیباک نڈر اور بے احتیاط ہے۔پس راسخ علماء اور محتاط حضرات کی یہی پہچان ہے کہ وہ مختلف اجتہادی مسائل میں کسی ایک طرف یقین نہیں رکھتے۔(ت)

علامہ عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

المسئلة متی امکن تخریجھا علی قول من الاقوال فلیست بمنکر یجب انکارہ والنھی عنه وانما المنکر ما وقع الاجماع علی حرمته والنھی عنه[2] **اھ ملخصاً۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔**	جب کسی مسئلہ کو چند اقوال میں سے کسی ایک قول پر حمل کیا جاسکے تو وہ ایسا جرم اور گناہ نہیں کہ جس سے روکنا اور جس کا انکار کرنا ضروری ہو لیکن منکر یعنی گناہ وہ ہے جس کی حرمت پر اجماع اور نہی واقع ہو،اھ ملخصًا۔**واللّٰہ تعالٰی اعلم**۔(ت)

مسئلہ ۴۳: ۱۳ محرم الحرام ۱۳۱۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ مں کہ لوگ وقت پھیلنے وباء وبلیات وآندھی وطوفان شدید وغیرہ کے اذان کہتے ہیں،یہ امر شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ بادلہ شافیہ مع حوالہ کتب معتبرہ کے بیان فرمائے۔**بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

جائز ہے اور جواز کے لئے حدیث صحیح:

مامن شیئ انجی من عذاب اللّٰہ	ذکرالٰہی سے زیادہ کوئی شے اللہ تعالٰی کے

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ

[2] الحدیقہ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیہ القسم النوع الثالث والثلاثون مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۳۰۹

من ذکر اللہ فاذا رأیتم ذٰلك فافزعوا الی ذکر اللہ [1]۔	عذاب سے چھڑانے والی نہیں۔ پھر جب تم عذاب دیکھو تو اس (گھبراہٹ کی) حالت میں اللہ تعالٰی کے ذکر کے ذریعے پناہ حاصل کرو۔ (ت)

اور آیہ کریمہ:

"اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ ؕ۲۸" [2]	سن لو! اللہ تعالٰی کے ذکر ہی سے دلوں کو چین واطمینان نصیب ہوتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۴۴: ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص نے مل کر پانچ شخصوں کو مجلس میلاد شریف سے روکا یعنی نہ آنے دیا۔ ذکر الٰہی سننے سے روکنے والا کون ہے اور ذکر الٰہی خاص ہے یا عام لوگوں کے واسطے ہے؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب:

ذکر الٰہی سب مسلمانوں کے لئے ہے اور مجلس میلاد مبارک جو مطابق رواج حرمین شریفین معتبر روایتوں سے پڑھی جائے اور منکرات شرعیہ سے خالی ہو اس سے روکنا ذکر خدا سے روکنا ہے ایسا شخص اگر بے عذر صحیح مقبول وقابل قبول روکے تو وہ "مَّنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ ۙ۱۲" [3] ہے یعنی خیر سے روکنے والا خدا کی باندھی ہوئی حدوں سے بڑھنے والا گناہ میں بالقصد پڑھنے والا۔ **والعیاذ باللہ تعالٰی**۔ ہاں بضرورت شرعیہ مستحب سے کسی اور امر اہم کے لئے روکے تو الزام نہیں مثل باپ یا ماں علیل ہے بیٹے کے ذمے تیمار داری ہے وہ مجلس شریف سننے جائے تو یہ تکلیف میں رہیں یا اسی قسم کی اور صورتیں تو یہاں روکنے کا اختیار ہے۔ یوہیں مولٰی اپنے خاوند اور آقا اپنے ملازم کو کام کی غرض سے روک سکتا ہے۔

فقد نصوا فی اجیر الواحد علی ماھو اکبر من ھذا وھی الصلٰوۃ النافلۃ فما ظن بالعبد۔ واللہ تعالٰی سبحنہ وتعالٰی	فقہائے کرام نے تصریح فرمائی کہ اجرت پر کام کرنے والا آدمی یعنی مزدور اوقات مزدوری میں نفلی نماز نہ ادا کرے جب مزدور کے بارے میں یہ حکم ہے جبکہ وہ زر خریدا اور مملوک بھی نہیں تو زر خرید غلام اور مملوک آدمی کے بارے

[1] جامع الترمذی کتاب الدعوات باب ماجاء فی فضل الذکر امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۷۳

[2] القرآن الکریم ۱۳/ ۲۸

[3] القرآن الکریم ۶۸/ ۱۲

اعلم۔	میں آپ کیا خیال کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔اور اللہ پاک و برتراور سب سے بڑا عالم ہے۔(ت)

مسئلہ ۴۵: از صاحب گنج گیا مسئولہ چراغ علی صاحب ۲۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۱ھ

مولانا صاحب دام مجدہ السلام علیکم!

مسلمان شخص جب دشمن کسی مسلمان کا ہو تو اس کے کہنے پر بغیر تعیین و تشخص کے خواہ مسلمان کا ہو یا کافر کا اس کے لئے **اللھم خیرلنا وشر لاعدائنا** (اے اللہ! یہ ہمارے لئے بھلائی کا ذریعہ ہو اور ہمارے دشمنوں کے لئے موجب شر ہو۔ت) پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ و نیز واطمس علی وجوہ اعدائنا (اے اللہ ہمارے دشمنوں کے چہروں کو مٹادے۔ت) و نیز **اللھم نجعلك فی نحورھم ونعوذ بك من شرورھم** (اے اللہ! ہم تیرا وار ان کے سینوں میں پیوست کرتے ہیں اور ان کی شرارتوں سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔ت) وغیرہ وغیرہ۔

الجواب:

اللھم انا نجعلك فی نحورھم ونعوذبك من شرورھم[1]۔	اے اللہ! ہم تیرا وار ان کے سینوں میں کرتے ہیں اور ان کی شرارتوں سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔(ت)

اپنے تحفظ کی دعا ہے، یہ ہر مخالف کے مقابل روا ہے۔ باقی دعائے شر کافر وبدمذہب پر کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من احب للہ وابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان[2]۔	جس نے اللہ تعالٰی کے لئے (کسی سے) محبت کی اور اللہ تعالٰی کے لئے کسی سے بغض رکھا اور اللہ ہی کے لئے کچھ دیا اور اللہ ہی کے لئے کچھ روکا تو یقیناً اس نے ایمان مکمل کرلیا۔(ت)

[1] الاذکار المنتخبۃ من کلام سید الابرار باب مایقول اذخاف قوما دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۱۱۴، الاذکار المنتخبۃ من کلام سید الابرار باب مایدعو بہ اذاخاف ناسا وغیرھم دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۰۲

[2] سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی رد الارجاء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۸۷، المعجم الکبیر حدیث ۷۶۱۴ و ۷۷۳۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/ ۱۵۹ و ۲۰۸

سنی صحیح العقیدہ پر نہ کی جائے اگر چہ اپنا کتنا ہی مخالف ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتباغضوا ولا تحاسدوا ولا تدابروا کونوا عباداللہ اخوانا [1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	(لوگو!) ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور نہ ایک دوسرے سے حسد کرو اور نہ ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرو بلکہ اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۶: از قصبہ بشارت گنج ضلع بریلی متصل بڑی مسجد مرسلہ نجو خان فوجدار یعنی باقی والا ۲۵ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک رکعت نماز قاضی الحاجات کے جواہر خمسہ میں مرقوم ہے طریقہ پڑھنے کا یہ ہے کہ اول ایک رکعت کے نیت کرکے اول اس رکعت میں بیس بار الحمد شریف پڑھے ایک بار قل ھو اللہ شریف پڑھے، بعد سلام کے بیالیس بار یہ پڑھے الٰہی بحرمت وہ وقت کہ تو تھا دوسرا کوئی نہ تھا۔ اور سر کے ٹوپی دہنی طرف رکھ دے اور بیالس بار یہ اسم اعظم پڑھے گا آگے بائیں طرف ٹوپی سر کے رکھ دے پھر یہ پڑھے الٰہی بحرمت وہ وقت کہ تو ہوئے دوسرا کوئی نہ ہوئے۔ پھر دعا اور مناجات کرے۔ اگر حدیث شریف سے ثبوت نہ ہو اور کوئی طریق سے یہ نماز جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہ ہو تا جواہر خمسہ میں کیوں لکھتا۔ جواہر خمسہ قابل دید کتاب نہیں ہے؟

الجواب:

ایک رکعت تنہا پڑھنی ہمارے مذہب حنفی میں ممنوع ہے۔ حدیث میں ہے:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن البتیراء [2]۔	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک رکعت پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ (ت)

جواہر خمسہ بہت عمدہ و مستند کتاب ہے مگر اس میں جو کچھ اعمال ارشاد ہوئے ہیں عام

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب ماینھی عن التحاسد الخ ص ۸۹۶ و باب الھجرۃ ص ۸۹۷ قدیمی کتب خانہ کراچی، صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم التحاسد الخ و باب تحریم الظن الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۶-۳۱۵

[2] المقاصدۃ الحسنۃ حدیث ۲۸۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۱۴۲

مسلمانوں کی منفعت کے لئے ہیں نہ کہ کسی خاص گروہ کے واسطے۔ یہ نماز اگر ہمارے یہاں ناجائز تو شافعیہ کے نزدیک ایک جائز ہے وہ اس سے فائدہ لے سکتے ہیں۔ ان کتابوں کی نظیر بلا تشبیہ قرابادین اطباء کی طرح ہے کہ وہ ایک مرض کے متعدد نسخے لکھتے ہیں جو نسخہ جس مریض کے مزاج و حالات کے مطابق ہو وہ اسے استعمال کرے کسی مریض کا یہ کہنا کہ اس میں فلاں جزو میرے خلاف ہے یا میرے مذہب میں روا نہیں یہ نسخہ کیوں لکھا محض بے جا ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۴۷: مسئولہ محمد رئیس الدین صاحب از رہتک ۲۲ صفر ۱۳۳۲ھ

ضلع رہتک کے ایک گاؤں میں جس کا نام پونہی ہے ایک مسجد میں سب لوگ بعد نماز کلمہ شریف بآواز بلند چار پانچ مرتبہ پڑھتے ہیں یہ درست ہے یا کیا اس کا حکم ہے اور جو شخص یا امام منع کرے اس کا کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

ذکر الٰہی افضل الاعمال بلکہ اصل جملہ اعمال حسنہ صالحہ ہے یہاں تک کہ بعد ایمان اعظم ارکان اسلام نماز سے بھی وہی مقصود ہے،

قال اللہ تعالٰی "اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ ﴿۱۴﴾"[1]۔	میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔ (ت)

اور کلمہ طیبہ کہ اصل الاصول اور افضل الاذکار ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ[2]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا سب سے اچھا ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے۔ (ت)

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ذکر کا مطلق حکم فرمایا اور تعمیم احوال فرمائی:

"یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ"[3]	(اللہ تعالٰی کے مقبول بندے) وہ ہیں جو اللہ تعالٰی کو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے یاد کرتے ہیں یعنی ہر حال میں خدا کا ذکر کرتے ہیں۔ (ت)

بلکہ اس کی تکثیر کا حکم فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۴

[2] سنن ابن ماجہ کتاب الادب باب الحامدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۷۸

[3] القرآن الکریم ۳/ ۱۹۱

قال اللہ تعالٰی "وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝" [1]۔ وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا انہ مجنون [2]۔	(اللہ تعالٰی نے فرمایا) اللہ کا ذکر کثرت سے کرو تاکہ تم فلاح پاجاؤ۔ (ت) (رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا) اللہ کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ کہنے لگیں یہ تو دیوانہ ہے۔

جس چیز کی تکثیر شارع کو مطلوب ہو اس کی تقلیل نہ چاہے گا مگر وہ جسے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ضد ہے۔ رہا خوف ریا وہ متعلق بہ قلب ہے ریا سے اگر نماز ہو تو وہ بھی ناجائز ہے۔ مگر عقل و دین والا ریا سے منع کرے گا نماز سے نہ روکے گا، حضرت سیدی شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی قدس اللہ سرہ کے حضور کسی طالب خدا نے عرضی لکھی کہ:

یاسیدی ان عملت داخلنی الریا وان ترکت اخلات الی ارض البطالۃ۔	اے میرے سردار! میں عمل کرتا ہوں جب تو ریا آجاتا ہے اور چھوڑ دیتا ہوں تو بیکاری کی زمین پر گرا پڑتا ہوں۔

جواب ارشاد فرمایا:

اعمل وتب الی اللہ [3]۔	کام کئے جاؤ اور ریا سے اللہ کی طرف توبہ کرو۔

ہاں دوسرے مسلمانوں کی ایذا نہ ہونے کا لحاظ لازم ہے سوتوں کی نیند میں خلل نہ ہو، نمازیوں کی نماز میں تشویش نہ ہو، کمانص علیہ فی البحر الرائق ورد المحتار وغیرھا (جیسا کہ بحر الرائق اور رد المحتار میں اس پر نص ہے۔ت) جب وقت لوگوں کی نیند کا ہو یا کچھ نماز پڑھ رہے ہوں تو ذکر کرو جس طرح مگر نہ اتنی آواز سے کہ ان کو ایذا ہو اور جب اس سے خالی ہو تو مختار مطلق ہو کرو اور اتنی کثرت سے کرو کہ منافق مجنون کہیں اور وہابی بدعت، واللہ تعالٰی اعلم۔

[1] القرآن الکریم ۶۲/ ۱۰

[2] المستدرک للحاکم کتاب الدعاء باب اکثروا ذکر اللہ الخ دار الفکر بیروت ۱/ ۴۹۹

[3]

مسئلہ ۴۸: مسئولہ عبدالحمید ساکن لوشدی تدی پاڑہ ضلع پترہ ڈاکخانہ سیف اللہ کندی بروز دوشنبہ تاریخ ۱۹رجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین رحمہم اللہ تعالٰی سوالات مرقومہ ذیل اول جہر مفرط کے ساتھ ذکر کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور جہر مفرط کا حد کیا ہے؟ اور اگر چند لوگ جمع ہو کر ایسے زور سے ذکر کریں کہ نماز وتلاوت ونیند وغیرہ میں خلل واقع ہو جائے تو اس طرح کا ذکر کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟ اور اس دیار میں بعض لوگ اس طرح ذکر کیا کرتے ہیں کہ ان کے ذکر میں اکثر لا الٰہ الا اُل ھملق کا تلفظ سنا جاتا ہے یہ بحسب شرع روا ہے یا نہیں اور اجتماع ہو کر ذکر کرنا کیسا ہے؟

الجواب:

اجتماع ہو کر ذکر حسن ہے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ رب عزوجل فرماتا ہے:

وان ذکرنی فی ملأ ذکرتہ فی ملأ خیر منہ[1]۔	اگر کسی شخص نے مجھے کسی مجلس میں یاد کیا (یعنی میرا ذکر کیا) تو میں اس سے بہتر اور اعلٰی مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں (ت)

ذکر بجہر صحیح یہ ہے کہ جائز ہے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا قالوا ومارياض الجنۃ قال حلق الذکر[2]۔	(لوگو!) جب تم جنت کے باغیچوں سے گزرنے لگو تو اچھی طرح کھاپی لیا کرو۔ لوگوں نے عرض کی (اے اللہ تعالٰی کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام!) جنت کے باغیچے کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا: ذکر کے حلقے۔ (ت)

مگر ایسا ہو جس سے کسی کی نماز یا تلاوت یا نیند میں خلل آئے یا مریض کو ایذا پہنچے ناجائز ہے اور یہ بھی ممنوع ہے کہ طاقت سے زیادہ جہر کرے جس سے اپنے دل ودماغ کو صدمہ پہنچے اسی کا نام جہر مفرط ہے اور وہ الفاظ بے معنی کہ سائل نے لکھے اگر وہ کہتے ہی یہ ہیں تو جہل ہے اور اگر کہتے صحیح الفاظ ہیں اور جہر کے غل سے سننے میں ایسا آتا ہے تو الزام نہیں۔ فقط۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الرد علی الجھمیۃ باب قول اللہ تعالٰی ویحذرکم اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۰۱، صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب الحث علی ذکر اللہ تعالٰی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴۱

[2] جامع الترمذی کتاب الدعوات باب ماجاء فی عقد التسبیح الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۸۹

مسئلہ ۴۹: از شہر محلّہ گندہ نالہ مکان مرزا غلام حیدر بیگ صاحب مرحوم مرسلہ احمد بخش ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

نعت شریف اور حمد جس کی بابت حدیث شریف میں صاف پاک مکان اور جس کے یہاں کلام پاک پڑھا جائے عقیدت درست ہونا شرط ہے اب بجائے اس کے عام راستوں پر جہاں پاکی اور ناپاکی تصدیق نہیں ایسی صورت میں نعت وحمد پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ⑩ "[1]	جب جمعہ کی نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور بکثرت ذکر الٰہی کرو کہ تم فلاح پاؤ۔

جمعہ کے نمازیوں کو حکم ہے کہ جمعہ پڑھ کر باہر نکلو تو زمین میں اپنے اپنے کاموں کو پھیل جاؤ اور ذکر الٰہی بکثرت کرو، راستوں میں بھی ذکر الٰہی کا یہاں سے صریح حکم نکلا اور جس جگہ کی پاکی ناپاکی تحقیق نہیں وہ پاک ہی ہے یہاں تک کہ اس پر نماز جائز ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جعلت لی الارض مسجدا وطھورا فایما رجل من امتی ادرکتہ الصلٰوۃ فلیصل[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	میرے لئے زمین مسجد اور پاک کرنیوالی بنائی گئی تو میرے امتی کو جہاں کہیں نماز کا وقت آئے نماز پڑھے۔

مسئلہ ۵۰: از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولوی رحیم بخش صاحب بنگال ۱۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز کے اکثر آدمی ایک جگہ بیٹھ کر ذکر جلی کرتے ہیں اور سب پر حالت وجد طاری ہو گئی اپنے جسم تک کا خیال باقی نہیں رہا۔ ایک دوسرے پر گر پڑتے ہیں کیا اس طرح کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر ذکر جائز ہو تو کس طرح جائز ہو؟ **بینوا توجروا** (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

اگر بناوٹ ہے حرام اور سخت حرام ہے۔ اور

---

[1] القرآن الکریم ۶۲/ ۱۰

[2] صحیح البخاری کتاب التیمم قول اللہ عزوجل فلم تجدوا ماء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۸

واقعی بے اختیاری ہے تو مواخذہ نہیں۔ ذکر اس طرح ہو کہ نہ ریا ہو نہ کسی کو ایذا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۵۱: از اجمیر شریف ڈاکخانہ گر تیج علاقہ نمبر ۳۰ مرسلہ کمال محمد ۱۴ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

بد دعا کرنا گناہگاروں کے واسطے جائز ہے یا حرام؟

الجواب:

سنی مسلمان اگر کسی پر ظالم نہیں تو اس کے لئے بد دعا نہ چاہئے بلکہ دعائے ہدایت کی جائے کہ جو گناہ کرتا ہے چھوڑ دے۔ اور اگر ظالم ہے اور مسلمانوں کو اس سے ایذا ہے تو اس پر بد دعا میں حرج نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۵۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ذکر جلی کرنا جائز ہے یا نہیں اور آواز کس قدر بلند کرسکتا ہے کوئی حد معین ہے یا نہیں؟ حلقہ باندھ کر ذکر کرتے وقت ذکر کرتے کرتے کھڑے ہوجانا اور سینہ پر ہاتھ مارنا ایک دوسرے پر گر پڑنا، لپٹ جانا، رونا، زاری کی دھوم مچانا کیسا ہے؟

الجواب:

ذکر جلی جائز ہے۔ حد معین یہ ہے کہ اتنی آواز نہ ہو جس سے اپنے آقا کو ایذا ہو یا کسی نمازی یا مریض یا سوتے کو تکلیف پہنچے اور ذکر کرتے کرتے کھڑے ہوجانا وغیرہا افعال مذکورہ اگر بحالت وجد صحیح ہیں تو کوئی حرج نہیں اور معاذاللہ ریا کے لئے بناوٹ ہیں تو حرام **وما بینهما وسط لا یذکر للعوام** (اور ان دونوں کے درمیان کچھ درمیانی درجات ہیں جو عوام کے لئے ذکر نہیں کئے جاسکتے۔ ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

نکاح وطلاق

محرمات، مہر، عدت، کفو، ولایت

مسئلہ ۵۳: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کا خاوند مر گیااور اس عورت نے دوسرا خاوند کرلیا ہو تو وہ عورت جنت میں کون سے خاوند کے پاس ہوگی؟ **بینوا توجروا** (بیان فرمائے اجر پائے۔ت)

الجواب:

عورت اپنے آخر ازواج کے لئے ہے۔

مسئلہ ۵۴: از شاہجہانپور مرسلہ مولوی ریاست علی خاں صاحب ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۲۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا شوہر زید دس بارہ سال سے برہما کو چلاگیا، زوجہ کی کچھ خبر گیری نہیں کرتا نہ نان نفقہ دیتاہے نہ کبھی آتاہے۔ چند آدمی مسلم غیر ثقہ اس کے پاس سے ہو کر آئے تو وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ زید مرتد ہوگیا یعنی دین اسلام چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کیا۔ تو اس صورت میں کیاایک یا دو آدمی غیر ثقہ مسلم کی خبر سے عورت مذکورہ اپنا نکاح کسی دوسرے شخص سے کر سکتی ہے یا نہیں اور دوسرے شخص کو بنابر قول ہندہ کے کہ میں نے فلاں شخص سے سنا ہے کہ میرا شوہر مرتد ہوگیاہے یا بنابر قول اس شخص کے جو زید کے پاس ہو کر آیا اور کہتا ہے کہ زید نصرانی ہوگیا ہے

نکاح ہندہ مذکورہ سے بلا ظن غالب یا بہ ظن غالب کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر ظن غالب کی خبر مذکور میں ضرورت ہے تو صرف ظن غالب ہندہ مذکورہ کا خبر مذکورہ میں اس شخص کے لئے جو نکاح ہندہ سے کرتا ہے کافی ہوگا یا اس شخص کو بھی غلبہ ظن کی اس خبر ارتداد میں ضرورت پڑے گی؟ **بینوا توجروا** (بیان فرمائے اجر پائے۔ت)

الجواب:

اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ نکاح پر فساد طاری کی خبر جبکہ اس کا کوئی معارض و منکر ظاہر نہ ہو تو دو شرطوں میں ایک کے ساتھ مقبول ہے یا تو مخبر ثقہ عادل ہو یا صاحب معاملہ جسے خبر دی گئ تحری کرے اور اس کے قلب میں اس کا صدق واقع ہو اور اگر نہ مخبر ثقہ نہ اس کے دل میں اس کا صدق آتا ہے تو ایسی خبر پر عمل ناروا ہے۔اور اس احدالشرطین کی ضرورت جس طرح عورت کو ہے جو اس خبر کی بنا پر اپنا نکاح ثانی کیا چاہتی ہے یوہیں دوسرے ناکح کو بھی اور اس کے سامنے بھی نفس واقع سے اخبار چاہئے خواہ وہ مخبر بیان کریں خواہ عورت تاکہ مخبر عن الواقع یا تحری قلب کو مساغ ہو مجرد اخبار عن الاخبار کوئی شے نہیں۔اور تحری قلب باب احتیاط سے ہے ایک کا ظن دوسرے کے حق میں کافی نہیں خود اپنے دل کی شہادت چاہئے۔فتاوٰی ہندیہ میں ہے:

لو ان رجلا تزوج امرأۃ فلم یدخل بھا حتی غاب عنھا واخبر مخبر انھا قد ارتدت فان کان المخبر عندہ ثقۃ وھو حر اومملوك اومحدود فی قذف وسعہ ان یصدق المخبرو یتزوج اربعا سواھا وان لم یکن المخبر ثقۃ وفی اکبر رأیہ انہ صادق فکذلك وان کان فی اکبر رأیہ انہ کاذب لم یتزوج اکثر من ثلاث ولو ان مخبرا اخبر	اگر کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور ہمبستری کئے بغیر کہیں چلا جائے اور اسے یہ اطلاع ملے کہ اس کی بیوی مرتد ہوگئی ہے اور اطلاع دینے والا اس کے خیال میں ثقہ یعنی معتبر ہو خواہ آزاد ہو یا غلام تو وہ شخص بیک وقت چار عورتوں سے نکاح کرنا چاہے تو کرسکتا ہے کیونکہ وہ عورت بوجہ مرتدہ ہونے کے اس کی بیوی ہی متصور نہیں ہوگی ہاں اگر اطلاع ارتداد دینے والا قابل اعتماد آدمی نہ ہو لیکن اگر مخبر معتبر آدمی نہ ہو

المرأة ان زوجها قد ارتد ذکر فی الاستحسان من الاصل ان لها ان تتزوج بزوج اٰخری وسوی بین الرجل والمرأة وذکر فی السیر لیس لها ان تتزوج بزوج اخر حتی یشهد عندها رجلان اورجل وامرأتان وذکر شمس الائمة السرخسی رحمه الله تعالٰی الصحیح ان لها ان تتزوج لان المقصود من هذا الخبر وقوع الفرقة بین الزوجین وفی هذا لا فرق بین ردة المرأة والزوج وکذا لو کانت المرأة صغیرة فاخبره انسان انها ارتضعت من امه واخته صح هذا الخبر ولو اخبره انسان انه تزوجها وهی مرتدة یوم تزوجها اوکانت اخته من الرضاعة و

مگر اس کی غالب رائے میں وہ سچا ہو تو پھر بھی وہی حکم لاگو ہوگا اور اگر وہ اس کی غالب رائے میں جھوٹا ہو تو اس صورت میں یہ شخص تین عورتوں سے زائد کے ساتھ بیک وقت نکاح نہیں کر سکتا اسی طرح اگر بتانے والے نے کسی عورت کو یہ اطلاع دی کہ اس کا شوہر مرتد ہوگیا ہے (یعنی دین اسلام سے پھر گیا ہے) تو اصل کی بحث استحسان میں ذکر کیا گیا ہے کہ اس عورت کے لئے جائز ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرلے، ایسی صورت حال میں مرد اور عورت کے درمیان مساوات رکھی گئی ہے اور "سیر" میں مذکور ہے کہ وہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح اس وقت تک نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کے پاس دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں بطور گواہ برائے توثیق موجود نہ ہوں، شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ عورت مذکورہ اگر دوسری جگہ نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے کیونکہ اس خبر سے مقصود میاں اور بیوی دونوں میں وقوع فرقت (جدائی) ہے اور اس صورت میں مرد عورت دونوں میں سے کسی ایک کے مرتد ہونے میں کوئی فرق نہیں۔ یونہی اگر عورت چھوٹی ہو اور خاوند کو کوئی آدمی یہ بتائے کہ اس بیوی نے تیری والدہ یا بہن کا دودھ پی رکھا ہے تو اس خبر کو صحیح اور درست تسلیم کیا جائے گا اور اگر مرد کو کسی نے یہ اطلاع دی

المخبر ثقة لاینبغی له ان یتزوج اربعا سواھا مالم یشھد بذٰلك عندہ شاھدا عدل لانه اخبر بفساد عقد کان محکوما بصحته ظاھرا فلا یبطل ذٰلك بخبر الواحد بخلاف الاول فان شھد عندہ شاھدا عدل بذٰلك وسعه ان یتزوج اربعا سواھا ولو اتاھا رجل فاخبرھا ان اصل نکاحھا کان فاسدا اوان زوجھا کان اخالھا من الرضاعة او کان مرتدالم یسعھا ان تتزوج بقوله وان کان ثقة کذا فی فتاوٰی قاضی خاں اذا کانت الزوجة مشتھاۃ فاخبرہ رجل ان اباالزوج اوابنه قبلھا بشھوۃ ووقع فی قلبه انه صادق له ان یتزوج باختھا اواربع سواھا بخلاف مالواخبرہ بسبق الرضاع والمصاھرۃ علی	کہ جس عورت سے اس نے نکاح کیا ہے بوقت نکاح وہ عورت مرتدہ تھی یا وہ اس کی رضاعی بہن ہے اور اطلاع دینے والا قابل اعتبار آدمی ہو تو ایسی صورت میں مرد کے لئے دو عادل مرد گواہوں سے تصدیق حاصل کرنا ضروری ہے اس لئے کہ ایک آدمی نے فساد عقد کی اطلاع دی جو بظاہر محکوم بصحت ہے (یعنی صحت عقد ظاہر ہے) لہٰذا یہ محض ایک شخص کے کہنے سے باطل نہیں ہوگا بخلاف پہلی صورت کے لہٰذا اگر اس کے پاس دو عادل آدمی گواہی دیں تو پھر اس کے لئے گنجائش ہے کہ عورت مذکورہ کے علاوہ بیک وقت چار عورتیں عقد میں رکھے اگر عورت کو کوئی شخص یہ آکر بتائے کہ اس کا اصل نکاح فاسد تھا یا اس کا شوہر دراصل اس کا رضاعی بھائی ہے یا وہ مرتد ہے تو عورت کو محض اس شخص کے کہنے سے دوسری شادی کرلینے کی اجازت نہیں خواہ اطلاع دینے والا ثقہ (معتبر) ہی کیوں نہ ہو فتاوٰی قاضی خاں میں اسی طرح مذکور ہے۔ جب زوجہ مشتہاۃ (قابل شہوت) ہو اور اس کے شوہر کو کوئی یہ اطلاع بہم پہنچائے کہ اس کے باپ یا بیٹے نے شہوت سے اس کا بوسہ لیا ہے اور شوہر کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ خبر دینے والا سچا آدمی ہے تو اس صورت میں وہ اس عورت کی بہن سے نکاح کرسکتا ہے

النکاح لان الزوج ثمه ینازعه وفی العارض لاینازعه لعدم العلم فان وقع عنده صدقه وجب قبوله ھکذا فی الوجیز الکردری امرأۃ غاب زوجھا فاتاھا مسلم غیر ثقة بکتاب الطلاق من زوجھا ولا تدری انه کتابه ام لا الا ان اکبر رأیھا انه حق فلا باس ان تعتد ثم تتزوج کذا فی محیط السرخسی اذا غاب الرجل عن امرأته فاتاھا مسلم عدل فاخبرھا ان زوجھا طلقھا ثلثا اومات عنھا فلھا ان تعتد وتتزوج بزوج اٰخر وان کان المخبر فاسقاتتحری ثم اذا اخبر ھا عدل مسلم انه مات زوجھا انما تعتمد علی خبرہ اذا قال عاینته میتا او قال شھدت جنازته اما اذا قال اخبرنی	اور وہ بیک وقت اس کے علاوہ چار عورتوں کو عقد میں رکھ سکتا ہے (کیونکہ اس کی بیوی کا عقد باقی نہیں رہا) بخلاف اس صورت کے کہ اگر کوئی اسے یہ بتائے کہ نکاح سے پہلے ہی رضاعت (شیر نوشی) یا مصاہرت (حرمت دامادی) موجود تھی اس لئے کہ اس جگہ زوج (شوہر) کو اس معاملہ مس صورت نزاع ہے اور پیدا ہونے والی صورت میں شکل نزاع نہیں پائی جاتی اس لئے کہ اس کا علم ہی نہیں پھر اگر اس کے نزدیک (اس صورت میں) وقوع صدق ہے تو اس کی بات کو قبول کرنا واجب ہے۔امام کردری کی "وجیز" میں یونہی مذکور ہے۔ایک عورت کا شوہر مفقود ہوگیا پھر ایک غیر معتبر مسلمان نے اسے شوہر کی طرف سے طلاق نامہ لاکر دیا لیکن اسے علم نہیں کہ طلاق نامہ اس کے شوہر کا اپنا تحریر کردہ ہے یا کسی اور کا مگر اس کا غالب خیال یہ ہے کہ حقیقت پر مبنی ہے اس صورت میں کوئی حرج نہیں کہ عورت عدت گزار کر نکاح ثانی کرلے،امام سرخسی کی محیط میں اسی طرح مذکور ہے جب شوہر اپنی بیوی سے غائب ہوجائے اور کوئی عادل مسلمان اس عورت کو یہ اطلاع پہنچائے کہ اس کے شوہر نے اسے تین طلاقیں دے ڈالی ہیں یا وہ وفات پاگیا ہے تو اس عورت کے لئے جائز ہے کہ عدت گزار کر کسی سے نکاح ثانی کرلے اور اگر خبر دینے والا فاسق اور غیر معتبر

مخبر لاتعتمد علی خبرہ کذا فی المحیط، واذا شھد عدلان للمرأۃ ان زوجھا طلقھا ثلثا وھو یجحد ثم غابا اوماتا قبل الشھادۃ عند القاضی لم یسع المرأۃ ان تقیم معہ وان تدعہ ان یقربھا و لایسعھا ان تتزوج کذا فی المحیط السرخسی۔ واذا شھد شاھدان عند المرأۃ بالطلاق فان کان الزوج غائبا وسعھا ان تعتد وتتزوج بزوج اٰخر وان کان حاضرا الیس لھا ذٰلك ولکن لیس لھا ان تمکن من زوجھا کذا فی المحیط ولو ان امرأۃ قالت لرجل ان زوجی طلقنی ثلثا انقضت عدتی فان کانت عدلۃ وسعہ ان یتزوجھا وان کانت فاسقۃ تحری وعمل بما وقع تحریہ	آدمی ہو تو غور و خوض کرے۔ اور انتظار کرے پھر جب اسے کسی عادل اور معتبر مسلمان کی طرف سے خاوند کے وفات پاجانے کی اطلاع میسر ہو جائے تو اس کی خبر پر اعتماد کیا جائے مگر وہ بھی اس صورت میں جبکہ وہ یوں اطلاع دے کہ میں نے خود اس کے شوہر کو مرا ہوا دیکھا ہے یا اس کی نماز جنازہ میں شرکت کی ہے لیکن اگر وہ اس طرح اطلاع نہیں دیتا بلکہ یوں کہتا ہے کہ مجھے بتانے والے نے بتایا تو اس صورت میں اس کی خبر ناقابل اعتماد خیال کی جائے گی۔ محیط میں یوں ہی مذکور ہے۔ اور اگر دو عادل شخص عورت کے روبرو یہ گواہی دیں کہ اس کے شوہر نے اسے تین طلاق دے دی ہیں لیکن شوہر انکاری ہو اور قاضی کے روبرو گواہ شہادت دینے سے پہلے ہی غائب ہو جائیں یا وفات پاجائیں تو عورت کے لئے اس مرد کے ہاں ٹھہرنے کی کوئی گنجائش نہیں وہ اس سے علیحدگی اختیار کرلے تاکہ مرد اس سے قربت نہ کرنے پائے۔ لیکن اس عورت کے لئے یہ گنجائش نہیں کہ وہ کہیں اور نکاح کرلے محیط میں امام سرخسی سے اسی طرح مذکور ہے۔ جب دو گواہ عورت کے روبرو طلاق کی گواہی دیں اگر مرد غیر حاضر ہو تو عورت کے لئے گنجائش ہے کہ عدت سے گزرے اور کسی اور مرد سے نکاح کرلے لیکن اگر شوہر موجود ہو تو پھر اسے یہ اجازت نہیں لیکن عورت کو یہ اجازت حاصل ہے

علیہ کذا فی الذخیرۃ المرأۃ الحرۃ اذا تزوجت رجلا ثم قالت لرجل ان نکاحی کان فاسدا لما ان زوجہا علی غیرالاسلام لایسع لھذا ان یقبل قولھا ولا ان یتزوجھا لانھا اخبرت بامر مستنکر وان قالت طلقنی بعد النکاح علی او ارتد عن الاسلام وسعہ ان یعتمد علی خبرھا ویتزوجھا لانھا اخبرت بخبر محتمل واذا اخبرت ببطلان النکاح الاول لایقبل قولھا وان اخبرت بالحرمۃ بامر عارض بعد النکاح من رضاع طاری او غیر ذٰلك فان کانت ثقۃ عندہ اولم تکن ثقۃ ووقع فی قلبہ انھا صادقۃ فلا باس بان یتزوجھا کذا فی فتاوٰی قاضی خان اھ مختصر [1]	کہ وہ شوہر کو اپنے اوپر قابو نہ پانے دے۔ محیط میں یونہی مذکور ہے اگر کسی عورت نے کسی مرد سے کہا کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دے دی ہیں اور میری عدت بھی گزر گئی ہے تو وہ مرد اس عورت سے نکاح کرسکتا ہے بشرطیکہ عورت عادلہ ہو، اور اگر عورت فاسقہ ہو یا ناقابل اعتبار ہو تو شخص مذکور غور وفکر سے کام لے اور بعد از غور وفکر اس کے دل میں جو بات آئے (عقد کرلینے یا نہ کرنے کی) تو اس پر عمل کرے۔ ذخیرہ میں اسی طرح مذکور ہے جب کوئی آزاد عورت کسی مرد سے شادی کرے اور پھر کسی اور آدمی سے کہے کہ میرا نکاح فاسد تھا یا یہ کہ میرا شوہر مسلمان نہیں تو اس شخص کے لئے گنجائش نہیں کہ عورت مذکور کی بات قبول کرے (مانے) اور نہ یہ گنجائش ہے کہ اس سے نکاح کرلے۔

کیونکہ اس عورت نے ایک منکر بات کی خبر دی ہے اور اگر کہے شوہر نے نکاح کرنے کے بعد طلاق دے دی تھی یا وہ دین اسلام سے پھر گیا تھا (یعنی مرتد ہوگیا) تو اس صورت میں اس کی خبر پر اعتماد کرنے کی گنجائش ہے اور وہ اس عورت سے نکاح کرسکتا ہے کیونکہ اس صورت میں عورت نے ایک محتمل خبر دی (جس میں دونوں پہلوں کی گنجائش ہے) لیکن جب وہ پہلے نکاح کے بطلان کی خبر دے تو اس کا قول نہیں مانا جائے گا لیکن اگر نکاح ہونے کے بعد کسی عارضی حرمت (نوپیدا شدہ حرمت) کی خبر دے جیسے طاری رضاعت یا اس طرح کے کسی دوسرے امر کی تو اگر اس کے خیال میں قابل اعتماد ہو یا نہ ہو مگر مرد کے دل میں یہ بات آجائے کہ وہ عورت سچی ہے تو پھر ایسی صورت میں اس سے نکاح کرلینے میں کوئی حرج نہیں یونہی فتاوٰی قاضی خاں میں مذکور ہے۔ اھ مختصراً (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الاول الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۱۳۔ ۳۱۲

تبیین الحقائق میں اکثر صور مذکورہ اور فساد طاری ومقارن کا تفرقہ مسطورہ بیان کرکے فرمایا:

وعلی ھذا الاصل یدور الفرق [1]۔	اور اسی اصل پر فرق گھومتا ہے (یعنی اس کا دار ومدار ہے)۔ (ت)

تنویر الابصار میں ہے:

المعتبر اکبر رأی المبتلی بہ [2]۔	جو کوئی جس حادثہ میں مبتلا ہے اس کی اپنی غالب رائے معتبر سمجھی جاتی ہے۔ (ت)

فتح القدیر و بحر الرائق و ردالمحتار میں ہے:

وھو لایلزم غیرہ بل یختلف باختلاف مایقع فی قلب کل [3]۔	اور وہ دوسرے پر لازم نہیں بلکہ ہر شخص کے دل میں جو کچھ واقع ہوتا ہے (طبیعتوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے اس میں اختلاف ہوا کرتا ہے۔ (ت)

ان عبارات سے کل مقاصد واصول کہ فقیر نے ذکر کئے واضح ہوگئے، پس صورت مستفسرہ میں اگر ہندہ ان لوگوں کا بیان سچا جانتی ہے اس کا قلب ان کے صدق پر جمتا ہے تو اسے نکاح ثانی روا ہے نکح دوم سے اگر ہندہ نے کہا کہ اس کا شوہر مرتد ہوگیا یا ان لوگوں نے بیان کیا اور ہندہ منکر نہیں اور اس کے قلب میں ہندہ یا ان مخبروں کا صدق واقع ہو تو اسے بھی ہندہ سے نکاح روا۔ اور اگر ہندہ نے کہا میں نے سنا کہ وہ مرتد ہوگیا تو صرف اس قدر پر اسے روا نہیں کہ ہندہ سے نکاح پر اقدام کرے۔ یوہیں اگر ہندہ یا ان مخبروں نے اسے ارتداد زید کی خبر دی اور اس کا دل ان کے صدق پر نہیں جمتا تو اسے ہندہ سے نکاح روا نہیں اگرچہ ہندہ کے نزدیک وہ لوگ صادق ہوں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۵: از موضع سرنیا مسئولہ امیر علی صاحب ۱۱ جمادی الاولٰی ۱۳۳۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نکاح حرام سے پیدا

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الکراہیۃ فصل فی البیع المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ مصر ۶/ ۲۷

[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الطہارۃ باب المیاہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۶

[3] ردالمحتار کتاب الطہارۃ باب المیاہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۲۸

ہوا تھا باپ زید کا فوت ہوگیا اور والدہ زندہ موجود ہے اب اس لڑکے کی شادی ہے تو اب شادی میں اہل برادری کا شامل ہونا اور سائل کا شامل ہونا اور بکر کا لڑکی نکاح میں دینا زید کو امامت کرنا اور پیشتر جو شخص زید کے باپ کے نکاح میں شریک ہوئے تھے ان سب کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب:

اس کی شادی میں شامل ہونا کچھ جرم نہیں۔ باپ اگر مصلحت جانے اپنی لڑکی کا نکاح بھی اس سے کرسکتا ہے زید کی امامت بلا کراہت جائز ہے جبکہ سب موجودین جماعت میں اسی کو نماز وطہارت کے مسائل کا علم ہو ورنہ دوسرے کی امامت اولٰی ہے زید کے باپ کے اس حرام نکاح کرانے میں جو دانستہ شریک ہوئے تھے سخت گنہگار ہیں ورنہ اگر اس کا فسق علانیہ تھا جب بھی اسے بچنا اولٰی تھا **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۵۶: ایک شخص نے اپنی لڑکی اپنے بھانجے کو دی تھی محض منگنی ہوئی تھی۔ جب اس شخص کو معلوم ہوا کہ اس کا بھانجا ایک غیر مقلد پیر کا راسخ الاعتقاد مرید ہے اور خود بھی غیر مقلد ہے اب اس نے اپنی لڑکی دینے سے انکار کردیا اور کہتا ہے کہ شرعا نکاح نہ ہوگا اس پر جماعت نے اسے اپنی جماعت سے خارج کردیا ہے کہ یا تو لڑکی اسے ہی دے یا تو جماعت سے خارج ہو، اس صورت میں جماعت کا کیا حکم ہے۔ اور نکاح شرعا جائز ہوگا یا نہیں؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

غیر مقلد سے نکاح محض ناجائز ہے **کما حققناہ فی ازالۃ العار** (جیسا کہ ہم نے ازالۃ العار میں اس کی تحقیق کردی ہے۔ت) اس صورت میں جماعت سخت ظالم اور زنا کی ساعی، اور خود دنیا میں جماعت سے خارج اور آخرت میں نار میں داخل کرنے کی مستحق ہے۔ **والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۵۷: ازیر تا پور ضلع بریلی مرسلہ مولوی امیر عالم حسن عرف نوشتہ میاں

زید نے نکاح اپنا کسی عورت سے کرلیا، بعد چند مدت کے پھر اس کی بہن حقیقی سے کرلیا، دونوں بہنیں اس کے نکاح میں حیات ہیں۔ اب نہیں معلوم کہ نکاح دونوں کا درست ہے یا حرام؟ قاضی نے تطمع ولالچ نکاح پڑھا دیا۔ اور وہی نماز بھی پڑھاتا ہے اور کہتا ہے میں نے عالموں سے دریافت کرکے نکاح پڑھایا ہے ایسا نکاح درست ہے۔ اب اس کا پورا ثبوت خادماں کو کیوں نہ

دیا جائے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا یا نکاح پڑھوانا درست ہے یا نہیں؟ اور حاضران مجلس جو اس میں شریک تھے مع وکیل وشاہد وغیرہ ان کے ذمہ کیا الزام آسکتا ہے؟

الجواب:

یہ نکاح بنص صریح قرآن مجید حرام قطعی حرام قطعی حرام قطعی ہے،

قال اللہ تعالٰی "اَنۡ تَجۡمَعُوۡا بَیۡنَ الۡاُخۡتَیۡنِ" [1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: دو بہنوں کو (نکاح میں) جمع نہ کرو۔ (ت)

اس نکاح کو درست کہنا صریح کلمہ کفر ہے۔ اس قاضی پر لازم ہے کہ نئے سرے سے کلمہ اسلام پڑھے اور اپنے اس قول نجس سے توبہ کرے اگر عورت رکھتا ہے تو بعد تجدید اسلام اس سے از سرنو نکاح کرے۔ اس لفظ کے بعد جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں سب باطل ہوئیں جس جس نے جو جو نماز پڑھی اس کا پھیرنا اس پر لازم ہے۔ اور اب جب تک تجدید اسلام نہ کرے اس کے پیچھے نماز باطل محض ہے کہ پڑھنا حرام اور پڑھ لی ہو تو پھیرنا فرض، اور اس سے نکاح ہرگز نہ پڑھوایا جائے، تبیین امام زیلعی میں ہے:

لان فی تقدیمه تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعًا [2]۔	اس لئے کہ فاسق کو (نماز کے لئے) آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعًا لوگوں پر اس کی توہین واجب ہے۔ (ت)

وکیل وشاہد حاضرین سے جسے یہ معلوم نہ تھا کہ اس کی بہن اس کے نکاح میں ہے اس پر الزام نہیں، اور جسے معلوم تھا حرام جان کر شریک ہوا وہ سخت گناہ کا مرتکب اور شدید عذاب کا مستوجب ہوا اور جس نے اسے حلال ٹھہرایا اس کا حکم اس قاضی کے مثل ہے اس پر بھی تجدید اسلام لازم اور اس کے بعد خود اپنے نکاح کی تجدید کرے اس مرد پر فرض ہے کہ فورًا اس دوسری بہن کو جدا کردے اور اگر اس سے قربت کرچکا تو اب وہ پہلی بھی اس پر حرام ہوگئی جب تک اس دوسری کو چھوڑ کر اس کی عدت نہ گزر جائے پہلی کو بھی ہاتھ لگانا حرام ہے جب اس کی عدت گزر جائے گی اس وقت وہ پہلی اس کے لئے حلال ہوگی۔ بحر الرائق۔ وحلبی علی الدرالمختار میں ہے:

الثانی باطل وله وطئ	(الگ الگ عقد نکاح سے دو بہنوں کو جمع کرنا)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

[2] تبیین الحقائق باب الامامه والحدث فی الصلٰوۃ المطبعة الکبرٰی بولاق مصر ۱/ ۱۳۴

الاولٰی الا ان یطأ الثانیة فتحرم الاولی الی انقضاء عدة الثانیة [1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اگر پہلی سے نکاح کرنا یاد ہو تو دوسری سے نکاح باطل ہے۔ لہٰذا پہلی سے مرد ہمبستری کرسکتا ہے لیکن اگر مرد نے دوسری سے ہمبستری کرلی تو پھر دوسری کی عدت گزرنے تک اس پر پہلی حرام ہوجائے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۸: از قصبہ بابلکہ ضلع بلند شہر مرسلہ صالح محمد خاں صاحب مورخہ ۲۸ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ اگر قاضی شہر کے علاوہ دوسرا کوئی شخص مطابق شرع شریف نکاح پڑھادے لیکن اندراج اس کا رجسٹر قاضی شہر مذکور میں نہ ہو تو وہ نکاح جائز و صحیح ہے یا نہیں؟ جواب مرحمت ہو۔ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ ت)

الجواب:

قاضی کا رجسٹر شرعا کوئی شرط نکاح نہیں رجسٹر آج سے نکلے ہیں۔ پہلے نکاح کیونکر ہوتے تھے۔ ہاں یادداشت کے لئے درج ہونا بہتر ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۵۹: مولوی نذیر احمد صاحب ساکن سموہاں پرگنہ نواب گنج بریلی مورخہ ۷ ۲ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

کیافرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ ماہ محرم اور خصوصًا ۹ تاریخ ماہ مذکورہ کی شب میں نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

جائز ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۶۰: مولوی نذیر احمد ساکن سموہاں پرگنہ نواب گنج ضلع بریلی ۷ ۲ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ عورتوں کے محارم کون کون ہیں اور رضاعی محارم کون کون اور محارم صہری کون کون ہیں؟ اور ہنسی اور مذاق بھی عورتوں کو کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کس کس سے؟ **بینوا توجروا**

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح فصل فی المحرمات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۸۶

الجواب:

فروع یعنی اپنی اولاد و اولاد اولاد اور اصول جس کی اولاد میں خود ہے اگرچہ وہ کتنے ہی دور ہوں اور اپنے ماں باپ کی اولاد کتنے ہی دور فاصلہ پر ہوں اور اپنے داد، نانا، پرنانا، دادی، پردادی، نانی، پرنانی، کی خاص صلبی یا بطنی اولاد یہ سب محارم ہیں اور یہی رشتے دودھ سے بھی مرضعہ ماں ہے اور اس کا شوہر جس کے نطفہ سے دودھ تھا باپ ہے اور جسے دودھ پلا یا وہ اولاد ہے تو اپنی یہ اولاد اور اس کی نسبی ورضاعی کتنی ہی دور اور اپنے ان ماں باپ کے اصول نسبی اور رضاعی کی بلا واسطہ اولاد نسبی، ورضاعی یہ سب رضاعی محرم ہیں۔ اور صہری محرم شوہر کے اصول وفروع نسبی اور رضاعی اور اپنے اصول مثلاً ماں، دادی، نانی، پردادی، پرنانی کے شوہر اور اپنی فروع مثلاً بیٹی، پوتی، نواسی، پرپوتی، پرنواسی کے شوہر، جائز ہنسی مذاق جس میں نہ فحش ہو، نہ ایذائے مسلم، نہ بڑوں کی بے ادبی، نہ چھوٹوں سے بدلحاظی، نہ وقت و محل کے نظر سے بے موقع نہ اس کی کثرت اپنی ہمسر عورتوں سے جائز ہے اور شوہر کے ساتھ موجوب اجر اور یہاں کثرت میں بھی حرج نہیں اگر اس کے خلاف مرضی نہ ہو، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۶۱: از کچھا علاقہ خام ضلع نینی تال مسئولہ محمد الیاس صاحب ۲۷ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بکر نے اپنی عورت منکوحہ کو طلاق دے دی اور ایام عدت بھی گزر گئے اب بکر کا باپ سوتیلا اس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور وہ عورت بھی اپنے خسر و سوتیلے سے رضامند ہے۔ موافق شریعت کے ان کا نکاح درست ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

ہاں درست ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۶۲: از ناتھ دوارہ ریاست اودے پور ملک میواڑ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ ایک شخص علم وفقہ و حدیث کے جاننے والے اور وعظ و پند کرنیوالے انھوں نے بسبب ناراضگی کے اپنی زوجہ کو ایک جلسہ میں تین طلاق معہ گواہان کے روبرو اس کو گھر سے علیحدہ علیحدہ کردینا عورت مذکورہ دیگر جگہ سکونت اختیار کرکے ایک سال کامل مدت گزارنا بعد ایک سال کے پھر اسی عورت کو انھیں عالم بالامذکور نے رضیت حاصل کرکے پھر اپنے مکان میں لے آنا اور پھر اسے اولاد ہونا یہ امر شرع شریف میں جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہے تو جو اولاد کہ پیدا ہوئی وہ ولد الزنا ہے یا حلال ہے؟ اگر ولد الزنا ہے تو ایسا شخص ایسے امر کرنے سے مرتکب گناہ کا ہوتا ہے یا نہیں؟ اور

شرع شریف میں ایسے شخص کو کیا کہنا لازم اور کونسی سزا کا سزاوار ہے۔ مسلمان کو ایسے شخص کے ساتھ کس طرح برتاؤ کرنا چاہئے۔ یا لازم آتا ہے؟ اس کا جواب باصواب مع حدیث وفقہ آیت کلام اللہ سے تحریر فرمادیں۔ اللہ تعالٰی آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

الجواب:

تین طلاق کے بعد بے حلالہ اسے پھر رکھنا حرام ہے اور اس سے وطی زنا اور اولاد ولدالزنا، اور وہ مرد عورت دونوں فاسق۔ اور ان کی سزا بہت سخت ہے جو یہاں بیان نہیں ہوسکتی اور اللہ عزوجل کا عذاب شدید ہے، ان مرد عورت پر فرض ہے کہ فوراً جدا ہوجائیں ورنہ مسلمان ان سے میل جول چھوڑ دیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

نسب

مسئلہ ۶۳: مرسلہ عبدالعزیز تاجر چرم مقام قصبہ ٹنکاری محلّہ شاہ گنج ضلع گیا بروز دوشنبہ ۱۶ ذوالقعدہ ۱۳۳۳ھ

ایک شخص مجہول النسب کہ جس کے حسب ونسب سے وہاں کے باشندے پوری آگاہی رکھتے ہیں اور وہ شخص مولوی ہو اور غیر جگہ اپنے کو سید کہتا ہو اور اپنے مکان پر خط اپنے قلم سے سید کرکے اپنا نام لکھتا ہو اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب:

سائل نے اول تو مجہول النسب کہا۔ پھر یہ کہ اس کے نسب سے وہاں کے باشندے پوری آگاہی رکھتے ہیں یہ دونوں باتیں متناقض ہیں شاید یہ مطلب ہو کہ وہاں کے سب باشندوں پر اس کا نسب مخفی ہے لہٰذا اب اسے مجہول النسب سمجھتے ہیں اس تقدیر پر اس کا اپنے آپ کو سید بنانا کہنا، لکھنا ہمارے علم میں جرم کی حد پر نہیں بلکہ وہ کہتا ہے اور ہمیں اس کا خلاف معلوم وثابت و متحقق نہیں تو ہم اسے سچا ہی خیال کریں گے کہ **الناس علی انسابھم** (لوگ اپنے نسبوں پر قائم ہیں۔ ت) اور ارشاد ہوتا ہے:

"لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ	ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم لوگوں نے وہ افواہ سُنی

اَلْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِہِمْ خَیْرًا ۙ"[1]	تو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنوں کے بارے میں اچھا گمان کیا ہوتا۔(ت)

ہاں جو واقع میں سید نہ ہو اور دیدہ ودانستہ بنتا ہو وہ ملعون ہے نہ اس کا فرض قبول ہو نہ نفل۔رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من ادعٰی الی غیر ابیه او انتمی الی غیر موالیه فعلیه لعنة الله و الملئکة والناس اجمعین لایقبل الله منه صرفا ولاعدلا[2]۔	جو کوئی اپنے باپ کے سوا کسی دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنے کا دعوٰی کرے یا کسی غیر والی کی طرف اپنے آپ کو پہنچائے تو اس پر اللہ تعالٰی،فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔اور اللہ تعالٰی اس کے فرائض اور نوافل قبول نہ فرمائے گا۔(ت)

مگر یہ اس کا معاملہ اللہ عزوجل کے یہاں ہے ہم بلادلیل تکذیب نہیں کرسکتے،البتہ ہمارے علم تحقیق طور پر معلوم ہے کہ یہ سید نہ تھا اور اب سید بن بیٹھا تو اسے ہم بھی فاسق ومرتکب کبیرہ و مستحق لعنت جانیں گے۔**واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم** (اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے اور اس کا علم کہ جس کی شان بڑی ہے زیادہ کامل اور بڑا پختہ ہے۔ت)

مسئلہ ۶۴: بروز شنبہ تاریخ ۵ ذوالقعدہ ۱۳۲۳ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مولوی عنایت احمد صاحب نے اپنی کتاب جنان الفردوس کے چودہ ۱۴ صفحہ میں تحریر کیا ہے۔بیان جھوٹی نسب کا،ف: جھوٹ ظاہر کرنا نسب کا بھی بڑا گناہ ہے۔مثلاً شیخ سے سید بن جانا،صحیحین میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:جو شخص جان بوجھ کر اپنے باپ کے سوا دوسرے کو باپ کرے اس پر جنت حرام ہے[3]۔اور چودہ صفحہ کے حاشیہ پر یہ تحریر ہے بیان جھوٹی نسب کا ۳۱ ح

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۲

[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضائل المدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۲،المعجم الکبیر حدیث ۶۴ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۳۴

[3] صحیح البخاری کتاب الفرائض باب من ادعی الی غیر ابیہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۰۱،صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال ایمان من رغب عن ابیہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۷

مشارق ۳۲ح اعتصام ف ا سوال۔ جولاہے کو شیخ نہ کہے تو جولاہا کہنا چاہئے۔ اگر جولاہا نہ کہے تو کیا کہنا چاہئے؟ فقط۔

الجواب:

یہ حدیث بیشک صحیح ہے اور دوسری حدیث اس سے سخت تر ہے کہ "جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنا نسب منسوب کرے اس پر اللہ تعالٰی اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے اللہ تعالٰی نہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل[1] " یہ حکم شامل ہے ہر اس شخص کو کہ سید نہیں اور سید بن بیٹھے۔ شیخ قرشی یا انصاری نہیں اور اپنے آپ کو ایسا شیخ کہے مگر لفظ شیخ کا استعمال متعدد معنی پر ہے۔ [۱] پیر اور [۲] بزرگ اور [۳] استاد اور [۴] چار شریف اقوام مشہورہ ہند سے ایک قوم اور [۵] سید مغل پٹھان کے سوا ہر مسلمان، اس پانچویں معنی پر جولاہے۔ دُھنیے ہر قوم کے مسلمان شیخ کہلاتے ہیں اس معنی پر وہ اپنے آپ کو شیخ کہے تو اس حکم کے نیچے داخل نہیں، ہاں اگر جولاہا اور اپنے آپ کو چوتھے معنی پر شیخ کہے کہ ان چار شریف قوموں میں سے میری قوم ہے تو وہ ضرور اس حدیث کے بیچ میں داخل ہوگا اگر واقع میں وہ ایسا نہیں اور اگر واقع میں وہ انھیں شریف اقوام میں سے ہے مثلاً شیخ، انصاری یا علوی یا عباسی یا عثمانی یا فاروقی یا صدیقی ہے اور کپڑا بننے کا پیشہ کرتا ہے تو وہ ضرور سچا ہے اور اس پر کچھ الزام نہیں، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۶۵: از جھونا مارکیٹ کراچی بندر مرسلہ حضرت پیر سید ابراہیم صاحب گیلانی قادری بغدادی مدظلہ الاقدس ۱۵ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص ذات کا فقیر ہے اور کسی خانقاہ میں مجاور ہے بغداد شریف میں جاکر ایک پیر صاحب جو کہ عرصہ دراز سے مفقود الخبر معلوم کرنا اور ہندوستان میں آکر اپنے اصلی باپ کا نام بدل کر اس پیر مرحوم کا فرزند بننا نیز سیادت وطریقت کے دم مارتا تاکہ اس دھوکے وفریب سے اپنا مرید بنائے اور زر وعزت دنیاوی حاصل کرنا ایسے شخص سے جو کہ بلاشبہہ اپنے آپ کو سید کہتا ہو اور اپنی نسب کو چھوڑ کر غوث الاعظم کے نسب میں داخل ہو از روئے شریعت اسلامیہ مرید بنانا اور نماز پڑھانا جائز ہے یا ہوسکتا ہے یا نہیں؟

---

[1] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضائل مدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۲، المعجم الکبیر حدیث ۶۴ المکتبہ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۳۴

الجواب:

اپنے باپ کے سوا دوسرے کو اپنا باپ بتانے کے لئے حدیث صحیح میں فرمایا ہے کہ اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے اللہ نہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل۔ **من انتمی الی غیر ابیه فعلیه لعنة الله والملئکة والناس اجمعین لایقبل الله منه صرفاً ولا عدلاً**[1] اور جو مسلمانوں کو دھوکا دے اسے فرمایا ہمارے گروہ سے نہیں **من غشنا فلیس منا**[2] ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت ناجائز اور اس کی امامت مکروہ ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

[1] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضائل مدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴۲

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب من غشنا فلیس منا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۰

رسالہ

اراءۃ الادب لفاضل النسب ۱۳۲۹ھ

(نسبی فضیلت والے کو ادب کی راہ دکھانا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۶۶: افضل الفضلاء اکمل اکملا مولانا مفتی صاحب! تسلیم۔

ایں کہ استفتائے ترسیل خدمت عالی مے شود از دستخط ومہر خویش واز دیگر علماء مزین نمودہ برمنت نہ نہند، چونکہ مسلمان ایں زمان سبب جہالت ازاکثر حرفہ وپیشہ انحراف مے دارند، وصاحب پیشہ راحقیر می شمارند وروز بروز بدائرہ ادبار پامی کشند بربنا، علیہ برائے اصلاح قوم مصلحۃً ایں استفتاء نوشتہ شد زیادہ والسلام	یہ استفتاء جو کہ خدمت عالی میں بھیجا جارہا ہے اپنے اور دوسرے علماء کے دستخط ومہر سے مزین کرکے مجھ پر احسان کریں، چونکہ اس زمانہ کے مسلمان جہالت کے سبب سے اکثر ہنر وپیشہ سے گریز کرتے ہیں، اور صاحب پیشہ کو حقیر جانتے ہیں اور روزانہ دائرہ پستی میں پاؤں رکھتے ہی، اسی بناء پر اصلاح قوم کے لئے مصلحتاً یہ استفتا لکھا گیا۔ والسلام (محمد لطف الرحمٰن البردوانی)

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر جد اعلی کسی کاکاشت کاریانوربافیاماہی فروش ہو بعدہ اس کی نسل میں یہ پیشہ معمول رہاہو یا متروک ہوگیاہو تواس صورت میں ان کی اولاد کو ماشا یاجولاہایا شکاری یااطراف کہہ کرپکارنا جس سے ان کی دل شکنی ہوتی ہے درست ہے یانہیں؟اور علاوہ صحابی النسل کے دوسری قوم کو شیخ کہنا رواہے یانہیں؟ **بینوا توجروا** (بیان کرو تاکہ اجرپاؤ۔ت)

الجواب:

بداں کہ قولہ تعالٰی "جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ"[1] (ا) **وقول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من ابطأبہ عملہ لم یسرع بہ نسبہ**[2] **وقول** دیگر **اعلی یافاطمۃ ولاتقولی انی بنت الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم**[3] باعلی صوت ندا کند کہ شرافت نسب کہ اکثر جہال بہ سبب جہالت وحماقت واز عدم واقفیت حالات بزرگان دین وسلف صالحین وصحابہ کاملین وانبیاء مرسلین، بداں مباہات میکنند نزد حق سبحانہ وتعالٰی بہ چیزے نمی ارزد وبہ منزلہ ھباء منثورا باشد **کما قال اللہ تعالٰی** "وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ"[4]	اللہ تعالٰی فرماتاہے: تمھیں شاخیں اور قبیلے کیاکہ آپس میں پہچان رکھو بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گارہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان ہے جس نے شریعت کے مطابق عمل کرنا چھوڑ دیااس کا نسب کام نہ دے گا، دوسرا قول ہے کہ شریعت پر عمل کروائے فاطمہ! اور یہ نہ کہو کہ رسول اللہ کی بیٹی ہوں، بلند آواز سے اعلان کررہاہے کہ شرافت نسب کہ اکثر جاہل لوگ جہالت وحماقت اور حالات بزرگان دین اور سلف صالحین اور صحابہ کاملین اور انبیاء مرسلین کے حالات سے ناواقفیت کی وجہ سے اس پر فخر کرتے ہیں اللہ تعالٰی کے نزدیک بے وقعت ہے مثل ہبا منثورا ہے۔البتہ مرد کی شرافت علم سے ہوتی ہے اور جنھیں علم دیاگیا وہ درجوں میں ہیں

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۳

[2] سنن ابی داؤد کتاب العلم باب فی فضل العلم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۵۷، موارد الظمان کتاب العلم حدیث ۷۸ المطبعۃ السلفیہ ص ۴۸

[3] اتحاف السادۃ المتقین دار الفکر بیروت ۷/ ۷۷ و ۲۸۱، صحیح مسلم کتاب الایمان ۱/ ۱۱۴ وکنز العمال حدیث ۴۳ ۷۵۳ ۱۶/ ۱۹

[4] القرآن الکریم ۵۸/ ۱۱

"اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا ؕ "[1] (۲) وقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انما العلماء ورثۃ الانبیاء[2] وان فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادنا کم[3] (۳) بلکہ شرافت علم فوق شرافت نسب مے باشد کما فی الدر المختار لان شرفۃ العلم فوق شرف النسب و المال، کما جزم بہ البزازی و ارتضاہ الکمال[4] وغیرہ اگر کسے عالم صالح ماہر را بالفاظ مذکورۃ الصدر طعنا وتحقیرا مخاطب سازد بدائر کفر پانہادہ باشد	اللہ تعالٰی سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمھارے ادنی پر۔ بلکہ علم کی شرافت نسب کی شرافت پر فوقیت رکھتی ہے جیسا کہ در مختار میں ہے: اس لئے کہ علم کی شرافت نسب ومال کی شرافت سے اولٰی ہے۔ جیسا کہ اس پر بزازی نے جزم فرمایا ہے اگر کوئی شخص عالم صالح ماہر کو الفاظ مندرجہ بالا سے طعن وتحقیر کے طور پر مخاطب کرے تو دائرہ کفر میں پاؤں رکھے گا۔

حررہ العاجز الفاقر الجانی محمد لطف الرحمٰن البردوانی المخاطب شمس العلماء مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ (بنگال)

نسب میں افضل کون؟

(از اعلیحضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ)

اللھم لك الحمد یامن خلق الانسان، فجعلہ نسبا و صھرا وکنت قد یرا، صل علی من ارسلتہ من خیر فریقین من خیر شعوب من خیر	یا اللہ تیرے لئے حمد ہے اور وہ ذات جس نے انسان کو پیدا فرمایا تو اس کا نسب اور رشتہ دار بنایا اور تیری ذات قادر ہے اور رحمتیں نازل فرما اس ذات پر جس کو تو نے دو فریقوں میں بہتر

[1] القرآن الکریم ۳۵/ ۲۷

[2] سنن ابن ماجہ باب فضل العلماء الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰

[3] جامع الترمذی ابواب العلم باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۳

[4] الدر المختار کتاب النکاح باب الکفائۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۵

قبائل من خیر بیوتا بشیرا ونذیرا، وملکته نفع عترته وقرابته وخدمه وامته وکل من یلوذ بحضرته دنیا واخری، وعلی اله خیر ال وصحبه خیر صحب وبارك وسلم تسلیما کثیرا کثیرا۔	بنا کر بھیجا اور بہتر شریعت اور بہتر قبائل اور بہتر گھروں میں بشیر ونذیر بنایا اور اس کی اولاد قرابت، خادموں، امت اور دنیا و آخرت میں ان کے حضور ہر پناہ لینے والے کے نفع کے لئے تو نے اس کو مالک بنایا اور ان کی بہترین آل پاک اور بہترین صحابہ کرام پر اور برکتیں اور سلامتی کثیر در کثیر نازل فرما۔ (ت)

کسی مسلمان بلکہ کافر ذمی کو بھی بلاحاجت شرعیہ ایسے الفاظ سے پکارنا یا تعبیر کرنا جس سے اس کی دل شکنی ہو اسے ایذاء پہنچے، شرعًا ناجائز وحرام ہے۔ اگرچہ بات فی نفسہ سچی ہو، فان کل حق صدق ولیس کل صدق حقا (ہر حق سچ ہے مگر ہر سچ حق نہیں) ابن السنی عمیر بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من دعا رجلا بغیر اسمه لعنته الملائکة[1] فی التیسیر ای بلقب یکرھا لا بنحو یا عبداللہ[2]۔	جو شخص کسی کو اس کا نام بدل کر پکارے فرشتے اس پر لعنت کریں تیسیر میں ہے یعنی کسی بد لقب سے جو اسے برا لگے نہ کہ اے بندہ خدا وغیرہ سے۔

طبرانی معجم اوسط میں بسند حسن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ[3]۔	جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔

سنن ابی داؤد میں متعدد اصحاب کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] عمل الیوم واللیلة باب الوعید فی ان یدعی الرجل بغیر اسمه حدیث ۳۹۶ نور محمد کارخانہ کراچی ص ۱۳۷

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث من دعا رجلا بغیر اسمه مکتبہ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۴۱۶

[3] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ و مکتبہ المعارف ریاض ۴/ ۳۷۳

من ظلم معاھدا فانا حجیجه یوم القیمة [1]۔	جو کسی ذمی پر زیادتی کرے تو روز قیامت میں اس سے جھگڑا کروں گا۔

بحر الرائق ودر مختار میں ہے:

فی القنیة قال لیھودی او مجوسی یاکافر یاثم ان شق علیه ومقتضاہ انه یعزر لارتکابه الاثم [2]۔	جس نے کسی ذمی یہودی یا مجوسی سے کہا اے کافر، اور یہ بات اسے گراں گزری تو کہنے والا گنہگار ہوگا اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ اسے تعزیر کی جائے گی قنیہ۔

تحقیق مقام ومقال بکمال اجمال یہ ہے کہ مدار نجات تقوی پر ہے **علی تبائن مراتبھا وثمراتھا** (فرق مراتب اور اس کے نتائج کے لحاظ سے) نہ کہ محض نسب، **ومایضاھیه من الفضائل موھوباتھا ومکسوباتھا** (جو فضائل کے مشابہ ہو ان کے وہبی اور کسبی چیزوں میں) لہذا محض تقوی بس ہے۔ اگرچہ شرف نسب وتکمیل علوم سمیّہ نہ ہو اور مجرد شریف القوم یا ملا صاحب کہلانا کافی نہیں جبکہ تقوی اصلا نہ ہو۔

ان الزبانیة اسرع الی فسقة القراء منھم الی عبدة الاوثان [3]۔	بیشک عذاب کے سپاہی فاسق علماء کی طرف سبقت کریں گے اور یا جیسے، بتوں کے پجاری کی طرف جو عمل میں سست ہوگا فضل نسب میں آگے نہ ہوگا۔

حدیث من ابطأبه عمله لم یسرع به نسبه [4] کے یہی معنی ہیں نہ یہ کہ فضل نسب شرعا محض باطل ومہجور وہبا منثور، یا شرافت وسیادت، نہ دنیاوی احکام شرعیہ میں وجہ امتیاز، نہ آخرت میں اصلا نافع وباعث اعزاز ____ حاشا ایسا نہیں بلکہ شرع مطہر نے متعدد احکام میں فرق نسب کو معتبر لکھا ہے۔ اور سلسلہ طاہرہ ذریت عاطرہ میں انسلاک وانتساب ضرور آخرت میں بھی نفع

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الامارۃ باب تعشیر اھل الذمة اذا اختلفوا بالتجارۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۷۷

[2] الدرالمختار کتاب الحدود باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۲۹

[3] کنز العمال برمز طب حل حدیث ۲۹۰۰۵ موسسة الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۹۱

[4] سنن ابی داود کتاب العلم باب فی فضل العلم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۵۷، موارد الظمآن کتاب العلم حدیث ۷۸ المطبعة السلفیه ص ۴۸

دینے والا ہے۔کتاب النکاح میں سارا باب کفاءت تو خاص اسی اعتبار تفرقہ ومزیت پر مبنی ہے۔سید زادی اگر کسی مغل پٹھان یا شیخ انصاری سے بے رضائے ولی نکاح کرے گی نکاح ہی نہیں ہوگا جب تک بہ سبب فضل علم دین مکافات ہو کر کفاءت نہ ہو گئی ہو۔یونہی اگر غیر اب وجد بشرائط معلومہ نابالغہ کا ایسا نکاح کردیں وہ بھی باطل ومردود محض ہے۔اسی طرح اگر مغلانی۔پٹھانی نابالغہ کسی جولاہے یا دھنیے سے نکاح کرلے۔یا ولی غیر ملزم نابالغہ کا نکاح کردے یہ سب باطل ونامنعقد ہیں **والمسائل مصرح بھا متونا وشروحا وفتاوٰی** (یہ مسائل دیگر متداول کتب متون وشروح اور کتب فتاوٰی میں تفصیل سے درج ہیں)یوں ہی امامت صغرٰی کی ترتیب میں شرف نسب وجہ ترجیح ہے۔تنویر الابصار میں ہے:

الاحق بالامامة الاعلم الی قولہ ثم الاشرف نسبا ثم الانظف ثوبا[1]۔	سب سے زیادہ مستحق امامت وہ ہے جو زیادہ علم رکھتا ہو (مصنف کے اس قول تک) پھر وہ جو باعتبار نسب کے زیادہ شریف ہو، پھر وہ جس کے کپڑے زیادہ ستھرے ہوں۔

درمختار میں ہے:

الاشرف نسبا ثم الاحسن صوتا[2] الخ۔	وہ جو باعتبار نسب کے زیادہ شریف پھر جس کی آواز بہتر ہو۔

قریش کی خلافت

اور امامت کبرٰی میں تو شرع مطہر نے اس درجہ کا لحاظ فرمایا ہے کہ اسے صرف قریش کے ساتھ مخصوص فرمادیا۔غیر قریش اگرچہ عالم اجل ہو امام وخلیفہ نہیں ہوسکتا۔رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الائمة من قریش[3] رواہ	تمام خلفاء قریش ہوں گے۔اس کو روایت

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الصلوٰۃ باب الامامة مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۲

[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الصلوٰۃ باب الامامة مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۲

[3] مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۸۳، المستدرک للحاکم کتاب معرفة الصحابة دارالفکر بیروت ۴/ ۷۶، السنن الکبرٰی کتاب الصلوٰۃ باب من قال یؤمھم ذونسب الخ دارصادر بیروت ۳/ ۱۲۱، السنن الکبرٰی کتاب قتال اہل البغی، باب الائمة من قریش دارصادر بیروت ۸/ ۱۴۳، المعجم الکبیر حدیث ۷۲۵ المکتبة الفیصلیة بیروت ۱/ ۲۵۲

احمد وابن ابی شیبه والنسائی وابن جریر والحاکم والبیهقی والضیاء فی المختارة عن انس رضی الله تعالٰی عنه رواه الطبرانی فی الکبیر عن ابی ذر رضی الله تعالٰی عنه وابوبکر بن ابی شیبه ونعیم بن حماد و ابن السنی فی کتاب الاخوة والبیهقی عن امیر المؤمنین علی کرم الله وجهه۔	کیا ہے احمد، ابن ابی شیبہ، نسائی، ابن جریر، حاکم اور بیہقی نے اور ضیاء نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مختارہ میں اور طبرانی نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ابوبکر بن ابی شیبہ اور نعیم بن حماد اور ابن السنی نے کتاب الاخوۃ میں اور بیہقی نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان هذا الامر فی قریش لایعادیهم احد الا اکبه الله علی وجهه فی النار، رواه الائمة احمد[1] وبخاری و مسلم عن امیر معویة وصدره ابوبکر ابن ابی شیبه عن ابی موسٰی الاشعری وابن جریر عن کعب رضی الله تعالٰی عنه۔	بے شک خلافت قریش میں ہے جو ان میں سے بیر رکھے گا اللہ تعالٰی اسے منہ کے بل جہنم میں اُندھا دے گا۔ اسے روایت کیا ہے امام احمد اور بخاری اور مسلم نے امیر معاویہ سے حدیث کے ابتدائی حصہ کو ابوبکر بن ابی شیبہ نے ابی موسٰی اشعری سے اور ابن جریر نے کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الا ان الامراء من قریش۔ رواه ابویعلی[2] عن امیر المومنین علی کرم الله تعالٰی وجهه الکریم، واحمد والحاکم والطبرانی بلفظ الامراء من قریش	سن لو، امراء وحکام اسلام قریش سے ہیں، اس کو روایت کیا ابو یعلٰی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے احمد حاکم اور طبرانی نے اس لفظ کے ساتھ کہ

[1] صحیح البخاری کتاب المناقب باب مناقب قریش قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۹۷، صحیح البخاری کتاب الاحکام باب الامراء من قریش قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۵۷، مسند احمد بن حنبل عن معاویہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۹۴، المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الفضائل حدیث ۱۲۴۳۹ ادارۃ القرآن کراچی ۱۲/ ۱۷۰

[2] مسند ابویعلی عن علی رضی اللہ عنہ حدیث ۵۶۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۲۸۴

الامراء من قریش [1] عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	امراء قریش ہیں" اس کو ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بھی روایت کیا ہے۔

اہل قریش کی فضیلت اور مقام ومرتبہ

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

قریش ولاۃ ھذا الامر رواہ احمد [2] عن ابی بکر الصدیق وعن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنھما۔	اسلامی حکومت کے والی قریش ہیں۔ اس کو روایت کیا ہے احمد نے حضرت ابوبکر صدیق سے اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

قدموا قریشا ولا تقدموھا [3] رواہ الامام الشافعی والامام احمد عن عبداللہ بن خطب والطبرانی فی الکبیر عن عبداللہ بن السائب والبزار عن امیر المومنین علی وابن عدی عن ابی ھریرۃ وابن جریر عن الحارث بن عبداللہ وسیأتی فی حدیث عن انس و الشافعی والبیھقی فی معرفۃ الصحابۃ عن الزھری مرسلا رضی اللہ تعالٰی عنھم۔	قریش کو تقدیم دو اور قریش پر تقدیم نہ کرو۔ اس کو روایت کیا ہے امام شافعی اور امام احمد نے عبداللہ بن خطب سے اور طبرانی نے کبیر میں عبداللہ بن سائب سے اور بزار نے امیر المومنین علی سے اور ابن عدی نے ابوہریرہ اور ابن جریر نے حارث بن عبداللہ سے ___ اور عنقریب آئے گا حضرت انس کی حدیث اور شافعی اور بیہقی نے معرفۃ صحابۃ میں زہری سے مرسلا روایت کیا۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

بلکہ ایک روایت میں ہے کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث ابوبرزہ اسلمی المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۴۲۴، المستدرك للحاکم کتاب الفتن والملاحم دار الفکر بیروت ۵/ ۵۰۱، کنز العمال بحوالہ(ک) حم طب عن ابی موسٰی الاشعری حدیث ۳۳۸۲۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۲۸

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی بکر المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۵

[3] کنز العمال بحوالہ الشافعی البیہقی فی معرفۃ الصحابہ والبزار عن علی الخ (حدیث ۹۱۔۹۰۔۳۳۷۸۹) ۱۲/ ۲۲

يا ايها الناس لاتتقدموا قريشا فتهلكوا رواه البيهقي [1] عن جبير بن مطعم رضي الله تعالٰی عنه۔	اے لوگو! قریش پر سبقت نہ کرو کہ ہلاک ہو جاؤ گے اسے روایت کیا ہے۔ بیہقی نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

دوسری روایت میں ہے:

فتغلبوا [2] رواه ابن ابي طالب عن الامام الباقر رضي الله تعالٰی عنه مرسلا وهو عنده باللفظ الاول عن سهل بن ابي خيثمة رضي الله تعالٰی عنه۔	یعنی قریش پر سبقت نہ کرو کہ گمراہ ہو جاؤ گے، اسے روایت کیا ہے ابن ابی طالب نے امام باقر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرسلاً، اور ان کے نزدیک پہلے الفاظ کے ساتھ سہل بن ابی خثیمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

اور فرماتا ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الناس تبع لقريش في هذا الشان، [3] رواه الشيخان عن ابي هريرة واحمد ومسلم عن جابر والطبراني في الاوسط والضياء عن سهل بن سعد وعبدالله بن احمد واحمد وابن ابي شيبة عن معاوية رضي الله تعالٰی عنهم وهذا عن سعيد بن ابراهيم بلاغا۔	سب لوگ اس کام میں قریش کے تابع ہیں اسے روایت کیا ہے امام بخاری و مسلم نے ابوہریرہ سے اور احمد و مسلم نے جابر سے اور طبرانی نے اوسط میں اور ضیا نے سہل بن سعد سے اور عبداللہ بن احمد اور احمد وابن ابی شیبہ نے معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے، اور یہ سعید بن ابراہیم سے بلاغا روایت کی گئی ہے۔

حدیث ۲۶: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

1

2

[3] صحیح البخاری باب المناقب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۹۶، صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الناس تبع لقریش الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۹، مسند احمد بن حنبل عن انس المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۳۳۱ و ۳۷۹، المعجم الکبیر حدیث ۵۵۹۲ مکتبہ المعارف ریاض ۶/ ۲۷۷

قریش صلاح الناس ولا یصلح الناس الابهم رواه ابن عدی[1] عن ام المومنین رضی الله تعالٰی عنها۔	قریش آدمیوں کی سنوار ہیں لوگ نہ سنوریں گے مگر قریش سے۔روایت کیاہے ابن عدی نے ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے۔

حدیث ۲۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

قریش خالصة الله تعالٰی[2] رواه ابن عساکر عن عمرو بن العاص رضی الله تعالٰی عنه۔	قریش برگزیدہ خداہیں۔اس کوروایت کیاہے ابن عساکر نے عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

حدیث ۲۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من یرد هوا ن قریش اهان الله تعالٰی[3] رواه احمد وابن ابی شیبة والترمذی والعدنی والطبرانی وابویعلی والحاکم وابونعیم فی المعرفة عن سعد بن ابی وقاص وتمام وابونعیم والضیاء عن ابن عباس	جو قریش کی ذلت چاہے اللہ اسے ذلیل کرے اسے روایت کیا ہے احمد،ابن ابی شیبہ ترمذی،عدنی،طبرانی،ابویعلی،حاکم اور ابونعیم نے معرفۃ میں سعد بن ابی وقاص سے اور تمام وابونعیم اور ضیاء نے ابن عباس سے اور طبرانی نے

[1] الکامل لابن عدی ترجمہ عمر بن حبیب العدوی دارالفکر بیروت ۵/ ۱۶۹۲،کنز العمال بحوالہ عد عن عائشہ حدیث ۳۳۷۹۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۲۲

[2] تہذیب دمشق الکبیر ترجمہ اسحاق بن یعقوب داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۵۹،تہذیب دمشق الکبیر ترجمہ سلمہ بن العیار داراحیاء التراث العربی بیروت ۶/ ۲۳۵،کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن عمرو بن العاص حدیث ۳۳۸۱۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۲۶

[3] جامع الترمذی ابواب المناقب فضل الانصار وقریش امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۳۰،المستدرك للحاکم کتاب معرفة الصحابة دارالفکر بیروت ۴/ ۷۴،مسند احمد بن حنبل عن سعد بن ابی وقاص المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۷۱و۱۷۶و۱۸۳،تہذیب دمشق الکبیر ترجمہ اسحاق بن یعقوب داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۵۹،کنز العمال بحوالہ حم ش والعدنی ت طب ع ك وابی نعیم فی المعرفة عن سعد بن ابی وقاص وتمام وابی نعیم ،ص عن ابن عباس کر عن عمرو بن ابی العاص موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۳۸

والطبرانی فی الکبیر عن انس وابن عساکر عن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہم۔	کبیر میں انس سے اور ابن عساکر نے عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہم سے۔

حدیث۲۹تا۳۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

قوۃ الرجل من قریش قوۃ رجلین [1]۔ رواہ احمد وابن ابی شیبۃ والطیالسی وابویعلی وابن ابی عاصم و الباوردی والطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرك والبیہقی فی المعرفۃ والضیاء فی المختارہ وابو نعیم فی الحلیۃ عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ ھذافیھا عن علی کرم اللہ وجھہ والطبرانی عن ابن ابی خیثمہ وابن النجار فی حدیث طویل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنھما اولہ یا ایھا الناس قدموا قریشا ولاتقدموھا [2] وھو ایضا قطعۃ من حدیث ابی بکر البار عن سھل۔	ایک مرد قریش کو قوت دو مردوں کے برابر ہے۔اس کو روایت کیا ہے احمد، ابن ابی شیبہ، طیالسی، ابویعلی، ابن ابی عاصم ماوردی اور طبرانی نے کبیر میں، اور حاکم نے مستدرک میں، اور بیہقی نے معرفۃ میں۔اور ضیاء نے مختارہ میں اور ابونعیم نے حلیہ میں جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی سے یہی الفاظ حلیہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اور طبرانی نے ابن ابی خیثمہ سے اور ابن نجار نے طویل حدیث میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے کہ اے لوگو! قریش کو مقدم کرو اور خود مقدم نہ بنو، یہ بھی مذکور ابوبکر عن سہل والی حدیث کا حصہ ہے۔

حدیث۳۶: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لاتؤموا قریشا وائتموھا ولاتعلموا قریشا	قریش کو اپنا پیرو نہ بناؤ اور ان کی پیروی کرو۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن جبیر بن مطعم المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۸۱ و ۸۳

[2] المصنف لابن ابی شیبہ حدیث ۱۲۴۳۵ ۱۲/ ۱۶۸ و مسند ابی داؤد الطیالسی حدیث ۱۹۵۱ الجزء الرابع/ ۱۲۸، حلیۃ الاولیاء ترجمہ الامام الشافعی ۴۱۵ دار الکتب العربی بیروت ۹/ ۶۴، المعجم الکبیر حدیث ۱۴۹۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۱۱۴، کنز العمال بحوالہ ط حم وابن نعیم وابن ابی عاصم والماوردی حب کر طب ق فی المعرفۃ عن جبیر بن مطعم حدیث ۳۳۸۶۴ و ۳۳۸۶۵ و ۳۳۸۶۶ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۳۴

وتعلموا منھا فان امانة الامین من قریش تعدل امانة امینین[1]۔ رواہ ابن عساکر عن امیر المومنین علی کرم اللہ وجھہ وھو ایضا بمعناہ قطعة من حدیث انس۔	قریش پر دعوی استادی نہ رکھو اور ان کی شاگردی کرو کہ قریش میں ایک امین کی امانت دو امینوں کے برابر ہے۔ اسے روایت کیا ابن عساکر نے امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے یہ بھی اپنے معنی کے اعتبار سے حدیث انس کا حصہ ہے۔

حدیث ۳۷ و ۳۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اعطیت قریش مالم یعط الناس[2] رواہ الحسن بن سفیان فی مسندہ ابونعیم فی معرفة الصحابة عن الحلیس رضی اللہ تعالٰی عنہ ونعیم بن حماد عن ابی الزاھریة مرسلا وصلہ الدیلمی عنہ عن خنیس رضی اللہ تعالٰی عنہ ھکذا فیما نقلت عنہ بمعجمة فنون رواہ مصحفا عن حلیس بمھلة فلام۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	قریش کو وہ عطا ہوا جو کسی کو نہ ہوا۔ اس کو روایت کیا ہے حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں، ابو نعیم نے معرفۃ الصحابہ میں حلیس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور نعیم بن حماد نے ابی زاہریہ سے مرسلا اور اس کو دیلمی نے عن حلیس عن خنیس رضی اللہ تعالٰی عنہما کہہ کر متصل بنایا ہے "خ" کے بعد "ن" منقول ہے انھوں نے "ح" کے بعد لام سے "حلیس" کہہ کر روایت کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

حدیث ۳۹ و ۴۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

فضل اللہ قریشا بسبع خصال لم یعطھا احد قبلھم ولایعطاھا احد بعدھم۔	اللہ تعالٰی نے قریش کو ایسی سات باتوں سے فضیلت دی جو نہ ان سے پہلے کسی کو ملیں نہ ان کے بعد کسی کو عطا ہوں۔

انی منھم ایک تو یہ ہے کہ میں قریش ہوں (یہ تمام فضائل سے ارفع واعلٰی ہے) ___ وفیھم الخلافة والحجابة والسقایة اور انھیں میں خلافت اور کعبہ معظّمہ کی دربانی اور حاجیوں کا سقایہ ___ ونصرھم علی الفیل اور انھیں اصحاب فیل پر نصرت بخشی ___ وعبدوا اللہ عشر سنین لایعبدہ غیرھم اور انھوں نے دس سال اللہ کی عبادت تنہا کی کہ ان کے سوا روئے زمین پر کسی اور

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن علی حدیث ۳۳۸۴۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۳۱

[2] کنز العمال بحوالہ حسن بن سفیان وابونعیم فی المعرفۃ الخ حدیث ۳۳۸۰۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۲۴

خاندان کے لوگ اس وقت عبادت نہ کرتے تھے (یہی تھے یا ان کے عبید و موالی) ___ وانزل اللّٰہ فیھم سورۃ من القراٰن لم یذکر فیھا احد غیرھم لایلف قریش اور اللہ تعالٰی نے ان میں ایک سورۃ قرآن عظیم کی اتاری کہ اس میں صرف انھیں کا ذکر فرمایا اور وہ سورۃ لایلف قریش ہے ___

رواہ البخاری فی التاریخ [1] والطبرانی فی الکبیر و الحاکم فی المستدرك والبیھقی فی الخلافیات عن ام ھانی وفی الاوسط عن سیدنا الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ ولفظھا ھذا ملفق منھما۔	اس کو روایت کیا ہے بخاری نے تاریخ میں اور طبرانی نے کبیر میں اور حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے ام ہانی سے خلافیات میں اور اوسط میں سیدنا زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے، اور اس کے الفاظ ان دونوں سے مختلف ہیں۔

حدیث ۴۱: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

یا معشر الناس احبوا قریشا فان من احب قریشا فقد احبنی ومن ابغض قریشا فقد ابغضنی وان اللہ تعالٰی حبب الی قومی فلا اتعجل لھم نقمۃ ولا استکثر لھم نعمۃ [2]۔	اے گروہ مردم! قریش سے محبت رکھو کہ قریش کا دوست میرا دوست ہے اور قریش کا دشمن میرا دشمن ہے۔ اور بیشک اللہ تعالٰی نے میری قوم کی محبت میرے دل میں ڈالی کہ ان پر کسی انتقام کی جلدی نہیں کرتا نہ ان کے لئے کسی نعمت کو بہت سمجھوں۔

قریش برکت کے درخت

الاان اللہ تعالٰی علم مافی قلبی من حبی لقومی فسرنی فیھم قال اللہ تعالٰی وانہ لذکر لك	سن لو بیشک اللہ تعالٰی نے جانا جیسی میرے دل میں میری قوم کی محبت ہے۔ تو اس نے مجھے ان کے بارے میں شاد کیا کہ ارشاد فرمایا" بیشک

[1] کنز العمال بحوالہ تخ طب ك البیھقی فی الخلافیات حدیث ۳۳۸۱۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۲۷، کنز العمال بحوالہ المعجم الاوسط حدیث ۳۳۸۲۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۲۷، المستدرك للحاکم کتاب التفسیر تفسیر سورۃ قریش دار الفکر بیروت ۲/ ۵۳۶

[2] کنز العمال حدیث ۳۳۸۷۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۳۵

ولقومک"فجعل الذکر والشرف لقومی فی کتابه فالحمد لله الذی جعل الصدیق من قومی والشهید من قومی والائمة من قومی ان الله تعالٰی قلب العباد ظهر البطن فکان خیر العرب قریشا وهی الشجرة المبارکة التی قال الله عزوجل فی کتابه"مثل کلمة طیبة کشجرة طیبة"یعنی بها قریش"اصلها ثابت یقول اصلها کرم وفرعها فی السماء"الشرف الذی شرفهم الله بالاسلام الذی هداهم وجعلهم اهله،رواه الطبرانی [1] فی الکبیر وابن مردویة فی التفسیر عن عدی بن حاتم رضی الله تعالٰی عنه وهذا مختصرا۔	یہ قرآن ناموری ہے تیری اور تیری قوم کی"تو اسے اپنی کتاب کریم میں میری قوم کے لئے ذکر وشرف رکھا اللہ کے لئے حمد ہے جس نے میری قوم میں سے صدیق کیا اور میری قوم سے شہید اور میری قوم سے امام بیشک اللہ تعالٰی نے تمام بندوں کے ظاہر وباطن پر نظر فرمائی تو سب عرب سے بہتر قریش نکلے اور وہی برکت والے درخت ہیں۔جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے کہ پاکیزہ بات کی کہاوت ایسی ہے جیسے ستھرا درخت یعنی قریش کہ اس کی جڑ پائدار ہے یعنی ان کی اصل کرم ہے جس کی شاخیں آسمان میں ہیں یعنی وہ جو اللہ نے ان کو اسلام کا شرف بخشا اور انھیں اس کا اہل کیا،اس کو طبرانی نے کبیر میں اور ابن مردویہ نے تفسیر میں عدی بن حاتم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔اور یہ مختصرا ہے۔

عزت داری اور بہتر قریش ہیں

حدیث ۴۲: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

کنانة عزالعرب رواه الدیلمی [2] وابن عساکر عن ابی ذر رضی الله تعالٰی عنه۔	بنی کنانہ سارے عرب کی عزت ہیں۔اس کو روایت کیا ہے دیلمی اور ابن عساکر نے حضرت ابوذر سے۔

[1] کنز العمال بحوالہ طب وابن مردویہ عن عدی بن حاتم حدیث ۳۳۸۷۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۳۵

[2] الفردوس بمأثور الخطاب حدیث ۴۹۱۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۳۰۳،کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن ابی ذر حدیث ۳۳۹۷۱ و ۳۴۰۳۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۵۵_۶۹

حدیث ۴۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

قریش سادۃ العرب۔رواہ الرامھر مزی [1] فی کتاب الامثال عن الوضین بن مسلم مرسلا۔	قریش سارے عرب کے سردار ہیں۔اس کو روایت کیا ہے رامہر مزی نے کتاب الامثال میں وضین بن مسلم سے مرسلا

حدیث ۴۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

عبد مناف عز قریش وقریش تبع لولد قصی والناس تبع لقریش [2]۔رواہ ایضا کذٰلك عن بن الضحاك ھذا مختصر۔	بنی عبد مناف سارے قریش کی عزت ہیں اور قریش اولاد قصی کے تابع ہیں۔اور تمام آدمی قریش کے تابع ہیں اسے بھی رامہر مزی نے کتاب الامثال میں عثمان بن ضحاک سے مرسلا روایت کیا۔یہ مختصر ہے۔

حدیث ۴۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

یاابا الدرداء اذا فاخرت ففاخر بقریش رواہ عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ تمام فی فوائدہ وابن عساکر [3]	اے ابودرداء! جب تو فخر کرے تو قریش سے فخر کر۔اس کو روایت کیا ہے ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تمام نے فوائد میں اور ابن عساکر نے۔

حدیث ۴۶: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

خیر الناس العرب وخیر العرب قریش وخیر قریش بنوھاشم۔رواہ الدیلمی [4] عن امیر المومنین علی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	سب آدمیوں سے بہتر عرب ہیں اور سب عرب سے بہتر قرشی،اور سب قریش سے بہتر بنی ہاشم،اس کو دیلمی نے امیر المومنین علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ الرامھر مزی فی الامثال حدیث ۳۴۱۱۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۸۸

[2] کنز العمال بحوالہ الرامھر مزی فی الامثال حدیث ۳۴۱۱۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۸۸

[3] کنز العمال بحوالہ تمام وابن عساکر حدیث ۳۴۱۲۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۸۹،تھذیب تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ العباس بن عبداللہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۲۲۸

[4] الفردوس بمأثور الخطاب حدیث ۲۸۹۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۱۷۸

اللہ تعالٰی کا انتخاب اور اس کی پسند

حدیث ۴۷ و ۴۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ اختار من اٰدم العرب واختار من العرب مضر ومن مضر قریشا واختار من قریش بنی ھاشم واختارنی من بنی ھاشم[1] رواہ البیہقی وابن عدی عن ابن عمر والحکیم الترمذی والطبرانی فی الکبیر وابن عساکر عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	بیشک اللہ تعالٰی نے بنی آدم میں سے عرب کو چنا، اور عرب سے مضر، اور مضر سے قریش، اور قریش سے بنی ہاشم، اور بنی ہاشم سے مجھ کو، اس کو روایت کیا ہے بیہقی نے اور ابن عدی نے ابن عمر سے اور حکیم ترمذی نے اور طبرانی نے کبیر میں اور ابن عساکر نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

حدیث ۴۹ تا ۵۱: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ تعالٰی خلق خلقہ فجعلھم فریقین فجعلنی فی خیر الفریقین ثم جعلھم قبائل فجعلنی فی خیر قبیلۃ ثم جعلھم بیوتا فجعلنی فی خیر ھم بیتا فانا خیرکم قبیلۃ وخیرکم بیتا۔[2] رواہ احمد والترمذی عن المطلب بن ابی وداعۃ والترمذی	اللہ عزوجل نے خلق بنا کر دو فریق کی، مجھے بہتر فریق میں رکھا پھر ان کے قبیلے قبیلے جدا کئے مجھے سب سے بہتر قبیلے میں رکھا پھر قبیلوں میں خاندان بنائے، مجھے سب سے بہتر گھر میں رکھا، پھر میرا قبیلہ تمہارے قبیلوں سے بہتر اور میرا گھر تمہارے گھروں سے بہتر، اسے روایت کیا ہے احمد اور ترمذی

[1] نوادر الاصول الاصل السابع والستون دار صادر بیروت ص ۹۶، المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۴/ ۷۳، کنز العمال بحوالہ ک عن ابن عمر حدیث ۳۳۹۱۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۴۳

[2] جامع الترمذی ابواب المناقب باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۱، مسند احمد بن حنبل عن المطلب المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۱۰ و ۴/ ۱۶۶، المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۳/ ۲۴۷

عن العباس بن عبدالمطلب والحاکم عن ربیعۃ بن الحارث رضی اللہ تعالٰی عنہم۔	نے مطلب بن ابی وداعہ سے اور ترمذی نے عباس بن عبدالمطلب سے اور حاکم نے ربیعہ بن حارث رضی اللہ تعالٰی عنہم سے۔

حدیث ۵۲و۵۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ اختار العرب فاختار منھم کنانۃ واختار قریشا من کنانۃ و اختار بنی ھاشم من قریش و اختارنی من بنی ہاشم وفی لفظ ثم اختار بنی عبد المطلب من بنی ھاشم ثم اختار نی من بنی عبد المطلب [1] رواہ ابن سعد عن عبداللہ بن عمیر مرسلا وھو البیھقی وحسنہ عن الامام الباقر وھوباللفظ الاخیر ابن سعد عن جعفر عن ابیہ۔	بے شک اللہ عزوجل نے عرب کو پسند فرمایا، پھر عرب سے کنانہ، اور کنانہ سے قریش اور قریش سے بنی ہاشم اور بنی ہاشم سے مجھے پسند کیا۔ بالفاظ دیگر پھر بنی ہاشم میں سے بنی عبدالمطلب کو چنا پھر عبدالمطلب سے مجھے چنا، اس کو روایت کیا ہے ابن سعد نے عبداللہ بن عمیر سے مرسلا اور اس نے اور بیہقی نے امام باقر سے اس کی تحسین کی اور یہ آخری الفاظ ابن سعد نے جعفر سے انھوں نے اپنے باپ سے۔

حدیث ۵۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ عزوجل اصطفی کنانۃ من ولد اسمعیل واصطفی قریشا من کنانۃ واصطفی من قریش بنی ھاشم واصطفانی من بنی ہاشم رواہ مسلم [2] والترمذی	بے شک اللہ عزوجل نے اولاد اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کنانہ کو چنا اور کنانہ سے قریش کو چنا اور قریش سے بنی ہاشم کو چنا، بنی ہاشم سے مجھ کو چن لیا، روایت کیا اسے مسلم اور ترمذی نے

[1] کنز العمال بحوالہ ابن سعد عن عبداللہ بن عبید حدیث ۳۲۱۱۹، ۳۲۱۲۰، ۳۲۱۲۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۵۰، الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر من انتمی الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دار صادر بیروت ۱/ ۲۰و۲۱، السنن الکبرٰی کتاب النکاح باب اعتبار النسب فی الکفاءۃ دار صادر بیروت ۷/ ۱۳۴

[2] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضل نسب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۴۵، جامع الترمذی ابواب المناقب باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امین کمپنی کراچی ۲/ ۲۰۱

عن واثلة رضی اللہ تعالٰی عنه۔	واثلہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

حضور افضل ترین قبیلہ میں پیدا ہوئے

حدیث ۵۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی کنت فی القرن الذی کنت فیه۔رواہ البخاری [1] عن ابی هریرة رضی اللہ تعالٰی عنه۔	میں ہر قرن وطبقہ میں بنی آدم کے بہترین طبقات میں بھیجا گیا یہاں تک کہ اس طبقے میں آیا جس میں پیدا ہوا، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اسے بخاری نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

حدیث ۵۶: کہ فرمایا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

خرجت من افضل حیین من العرب هاشم وزهرة [2] رواہ ابن عساکر عنه رضی اللہ تعالٰی عنه۔	میں عرب کے دو سب سے افضل قبیلوں بنی ہاشم وبنی زہرہ سے پیدا ہوا۔اس کو روایت کیا ابن عساکر نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

حدیث ۵۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: جب معد بن عدنان کی اولاد میں چالیس ۴۰ مرد ہوگئے ایک بار انھوں نے موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لشکر پر حملہ کرکے مال لے لیا۔ موسٰی علیہ السلام نے ان کے ضرر کی دعا فرمائی۔اب عزوجل نے وحی بھیجی اے موسٰی! انھیں بددعا نہ کرو کہ انھیں میں سے وہ نبی امی بشیر ونذیر ہوگا جو میرا پیارا ہے اور انھیں میں سے امت مرحومہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہوگی جو مجھ سے تھوڑے رزق پر راضی اور میں ان سے تھوڑے عمل پر راضی ہوں گا، فقط ایمان پر انھیں جنت دوں گا کہ ان میں ان کے نبی محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں گے (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) جو باوصف کمال ورعب دار ہونے کے متواضع ہوں گے۔

اخرجته من خیر جیل من امته	میں نے ان کو سب سے بہتر گروہ قریش سے

[1] صحیح البخاری کتاب المناقب باب صفة النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۰۳

[2] تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر طهارة مولده وطیب اصله، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۳/ ۲۲۶

قریشا ثم اخرجته من بنی ہاشم صفوۃ قریش فھم خیر من خیر رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ[1]۔	پیدا کیا۔ پھر قریش میں ان کے برگزیدہ بنی ہاشم سے۔ وہ بہتر سے بہتر ہیں اس کو روایت کیا ہے طبرانی نے کبیر میں ابی امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

نفس میں سب سے بہتر جان حضور

حدیث ۵۸، ۵۹: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اتا نی جبریل فقال یامحمد ان اللہ بعثنی فطفت شرق الارض وغربھا وسھلھا وجبلھا فلم اجد حیاخیرا من العرب ثم امرنی فطفت فی العرب فلم اجد حیاخیرا من مضر ثم امرنی فطفت فی مضر فلم اجد حیاخیرا من کنانۃ ثم امرنی فطفت فی کنانۃ فلم اجد حیا خیرا من قریش ثم امرنی فطفت فی قریش فلم اجد حیاخیرا من بنی ہاشم ثم امرنی ان اختار من انفسھم فلم اجد فیھا نفسا خیرا من نفسک، رواہ الامام حکیم[2] عن الامام الصادق عن الامام الباقر وصدرہ الی مضر الدیلمی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	جبریل (علیہ السلام) نے حاضر ہو کر مجھ سے عرض کی کہ اللہ عزوجل نے مجھے بھیجا میں زمین کے پورب، پچھم، نرم وکوہ ہر حصے میں پھرا، کوئی قبیلہ عرب سے بہتر نہ پایا، پھر اس نے مجھے حکم دیا کہ میں نے تمام عرب کا دورہ کیا تو کوئی قبیلہ مضر سے بہتر نہ پایا، پھر حکم فرمایا، میں نے مضر میں تفتیش کی کوئی قبیلہ کنانہ سے بہتر نہ پایا، پھر حکم دیا میں نے کنانہ میں گشت کیا، کوئی قبیلہ قریش سے بہتر نہ پایا، پھر حکم دیا میں قریش میں پھرا کوئی قبیلہ بنی ہاشم سے بہتر نہ پایا، پھر حکم دیا کہ سب میں بہتر نفس تلاش کرو تو کوئی جان حضور کی جان سے بہتر نہ پائی، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اسے روایت کیا ہے امام حکیم نے امام صادق سے انھوں نے امام باقر سے اور اس کی ابتداء سے مضر تک دیلمی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے۔

[1] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی فی الکبیر کتاب علامات نبوت باب فی کرامۃ النبی دارالکتاب بیروت ۸/ ۲۱۸

[2] نوادر الاصول الاصل السابع والستون دار صادر بیروت ص۹۶

حدیث ۶۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

قال لی جبریل قلبت مشارق الارض ومغاربها فلم اجدافضل من محمد صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم و قلبت مشارق الارض ومغاربها فلم اجدحیا افضل من بنی هاشم رواہ الحاکم فی الکنی وابن عساکر [1] عن ام المومنین الصدیقة رضی اللہ تعالٰی عنها بسند صحیح۔	(مجھ سے جبریل نے کہا) میں نے زمین کے پورب پچھم سے تلپٹ کئے کوئی شخص محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے افضل نہ پایا، نہ کوئی قبیلہ بنی ہاشم سے بہتر، اس کو روایت کیا ہے حاکم نے کنی میں اور ابن عساکر نے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے صحیح سند کے ساتھ۔

حدیث ۶۱: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الخلافة فی قریش [2] رواہ احمد و الطبرانی فی الکبیر عن عتبة بن عبدان رضی اللہ تعالٰی عنه بسند صحیح۔	خلافت قریش میں ہے۔ اس کو روایت کیا ہے احمد اور طبرانی نے کبیر میں عتبہ بن عبدان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صحیح سند کے ساتھ۔

ہم نے احادیث کو اسی مضمون سے شروع کیا تھا اور اسی پر ختم کیا کہ اول باٰخر نسبتے دارد (کہ اول آخر کے ساتھ نسبت رکھتا ہے)

احکامات اور نکات

اور اب بعض دیگر احکام میں فرق دکھا کر اخلاق فاضلہ پھر نفع اخروی کی طرف توجہ کریں۔ تین حکم تو یہ تھے:

(۱) نکاح

(۲) امامت صغرٰی

(۳) امامت کبرٰی

---

[1] کنز العمال بحوالہ حاکم فی الکنی وابن عساکر عن عائشہ حدیث ۳۲۱۲۱ موسسة الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۵۱

[2] مسند احمد بن حنبل عن عتبہ بن عبدان المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۸۵، المعجم الکبیر عن عتبہ بن عبدان حدیث ۲۹۸ المکتبة الفیصلیة بیروت ۱۷/ ۱۲۱

(۴) حکم چہارم، عرب کبھی بحال کفر بھی غلام نہ بنائے جائیں گے۔

(۵) حکم پنجم، ان کے مشرکوں پر جزیہ نہ رکھا جائے گا کہ ان میں جو غلام نہ بن سکے اس پر جزیہ بھی نہیں

(٦) حکم ششم، ان کی زمین سے کبھی خراج بھی نہیں لیا جائے گا وہ بہر حال عشری ہے در مختار میں ہے:

قتل الاساری ان شاء ان لم یسلموا او استرقهم او ترکهم احرارا ذمة لنا الا مشرکی العرب[1]۔	مشرکین عرب کے علاوہ دیگر عرب نژاد اگر اسلام نہ لائیں تو ان کے بارے اختیار ہے کہ قتل کریں یا آزاد یا انھیں غلام بنائے ہمارے ذمے چھوڑ دے

اسی کی فصل فی الجزیہ میں ہے:

توضع علی کتابی ومجوسی ووثنی عجمی لجواز استرقاقه فجاز ضرب الجزیة علیه لا علی وثنی عربی[2]۔	جزیہ مقرر کیا جائے گا کتابی، مجوسی، اور بت پرست پر، کیونکہ ان کا غلام بنانا جائز ہے، تو ان پر جزیہ مقرر کرنا جائز ہے نہ کہ عربی بت پرست پر۔

اسی کے باب العشر میں ہے:

ارض العرب عشریة[3]۔	عرب کی زمین عشری ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

لان کما لارق علیهم لاخراج علی اراضیهم نهر وتمامه فی الفتح[4]۔	اس لئے کہ جیسا کہ ان پر غلامی نہیں ہے ان کی زمینوں پر خراج بھی نہیں، نہر اس کی کامل بحث فتح میں ہے۔

حدیث ۶۲: کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غزوہ اوطاس میں فرمایا:

لوکان ثابتا علی احد من العرب رق کان الیوم[5]	اگر کوئی عرب غلام بن سکتا تو آج بنایا جاتا۔

[1] درمختار کتاب الجہاد باب الغنم مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۴۲

[2] درمختار کتاب الجہاد فصل فی الجزیہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۱

[3] درمختار کتاب الجہاد باب العشر والخراج والجزیہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۴۸، ۳۴۷

[4] ردالمحتار کتاب الجہاد باب العشر والخراج والجزیہ دار احیاء التراث العربی بیرت ۳/ ۲۵۴

[5] کنز العمال بحوالہ طب عن معاذ حدیث ۳۳۹۳۸ موسسة الرسالہ بیروت ۱۲/ ۴۷

(۷) حکم ہفتم، نہایۃ وتبیین وشافی وفتح ودرر وغیرہا میں ہے:

تعزیر اشراف الاشراف وھم العلماء والعلویۃ بالاعلام بان یقول لہ القاضی بلغنی انك تفعل کذا فینزجر[1]۔	یعنی علماء سادات سب سے اعلٰی درجہ کے اشراف ہیں ان سے اگر کوئی تقصیر موجب تعزیر واقع ہو کہ اراذل کرتے تو ضرب و حبس کے مستحق ہوتے، ان کے علاوہ کے لئے اس قدر بس ہے کہ قاضی کہے مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ایسا کام کرتے ہیں اس قدر ان کے زجر کو بس ہے۔

لغزشیں

حدیث ۶۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اقیلوا الکرام عثراتھم رواہ ابن[2] عساکر عن ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا قطعۃ من حدیث۔	کریموں کی لغزشوں سے در گزر کرو، اس کو روایت کیا ہے ابن عساکر نے حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے یہ حدیث کا ایک ٹکڑا ہے۔

حدیث ۶۳تا۶۶: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

تجافوا عن عقوبۃ ذی المروءۃ الا فی حد من حدود اللہ تعالٰی[3]۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط عن زید بن ثابت وصدرہ لہ فی کتاب مکارم الاخلاق	اصحاب مروت کی سزا سے در گزر کرو مگر حدود الٰہیہ سے کسی میں۔ اسے روایت کیا ہے طبرانی نے اوسط میں زید بن ثابت سے اور اس کا ابتدائی حصہ ان کی کتاب مکارم الاخلاق میں ہے اور

[1] ردالمحتار کتاب الحدود باب التعزیر داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۷۸، تبیین الحقائق بحوالہ نہایۃ کتاب الحدود باب التعزیر المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۳/ ۲۰۸، فتح القدیر کتاب الحدود باب التعزیر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۱۱۲

[2] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن عائشہ رضی اللہ عنہا حدیث ۱۵۰۵۷ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۱۱۰

[3] کنز العمال بحوالہ طس عن زید بن ثابت حدیث ۱۲۹۸۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۵/ ۳۱۰، کنز العمال بحوالہ طب فی مکارم الاخلاق وابی بکر بن المزربان ۱۲۹۸۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۵/ ۳۱۱

ولابی بکر بن المرزبان فی کتاب المروءة عن ابن عمر ولمعناہ مع زیادۃ لھذا عن الامام جعفر الصادق رضی اللہ تعالٰی عنھم وفی الباب غیرھم۔	ابوبکر بن مرزبان کی کتاب "المروءۃ" میں ابن عمر سے اور اسی معنی کے ساتھ کچھ زیادہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے اور اس باب میں ان کے غیر سے روایت ہے۔

حدیث ۶۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اقبلوا ذوی الھیئات عثراتھم الا الحدود۔ رواہ احمد[1] والبخاری فی الادب المفرد وابوداؤد عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا۔	عزت داروں کی لغزشیں معاف کرو مگر حدود، اس کو احمد اور بخاری نے ادب المفرد میں اور ابوداؤد نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔

تذییل: تعظیم

حدیث ۶۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لایقوم الرجل من مجلسه الا لبنی ھاشم رواہ الخطیب[2] عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنه۔	آدمی اپنی جگہ چھوڑ کر کسی کے لئے نہ اٹھے سوائے بنی ہاشم کے۔ اسے روایت کیا ہے خطیب نے ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

دوسری روایت میں ہے:

یقوم الرجل من مجلسه لاخیه الابنی ھاشم لا یقومون لاحد رواہ	ہر شخص اپنے بھائی کے لئے اپنی مجلس سے اٹھے مگر بنی ہاشم کسی کے لئے نہ اٹھیں، اس کو

[1] مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۱۸۱، الادب المفرد حدیث ۴۶۵ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ص ۱۳۳، سنن ابوداؤد کتاب الحدود باب فی الحد یشفع فیہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۴۵، کنز العمال بحوالہ حم خد عن عائشہ حدیث ۱۲۹۷۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۵/ ۳۰۹

[2] تاریخ بغداد ترجمہ محمد بن علی ۱۰۷۶ دارالکتاب العربی بیروت ۳/ ۸۸

الطبرانی[1] فی الکبیر والخطیب۔	طبرانی نے کبیر میں اور خطیب نے روایت کیا۔

اخلاق فاضلہ

مشاہدہ شاہد اور تجربہ گواہ ہے کہ شریف قومیں بحیثیت مجموعی دیگر اقوام سے حیا، حمیت، تہذیب، مروت، سخاوت، شجاعت، سیر چشمی، فتوت، حوصلہ، ہمت، صفائے قریحت وغیرہا بکثرت اخلاق حمیدہ، موہوبہ، مکسوبہ، میں زائد ہوتی ہیں اور سب کا آدم وحوا علیہما الصلوٰۃ والسلام ایک ماں باپ سے ہونا جس طرح تفاوت افراد کا نافی نہیں ایک آدمی لاکھ کے برابر ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس شیئ خیرا من الف مثله الاالانسان، اخرجه الطبرانی[2] فی الکبیر والضیاء فی المختارة عن سلمان الفارسی رضی الله تعالٰی عنه۔	انسان کے سوا کوئی چیز اس کی ہم جنس ہزار کے برابر نہیں ہوسکتی، اس کو بیان کیا ہے طبرانی نے کبیر میں اور ضیاء نے مختارہ میں سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

یوں ہی تفاوت اصناف واقوام کا منافی نہیں۔ قریش کی جرات، شجاعت، سماحت، فتوت، قوت، شہامت، اسلام وجاہلیت دونوں میں شہرہ آفاق رہی ہے۔ اور ان میں بالخصوص بنی ہاشم یوں ہی جاہلیت میں بنی باہلہ خست ودناءت سے معروف تھے۔ حتی قال قائلهم (ان میں سے ایک نے کہا۔ ت):

وماینفع الاصل بنی هاشم اذا کانت النفس من باهله

ولو قیل للکلب یاباهلی عوی الکلب من لؤم هذا النسب[3]

(بنی ہاشم سے اصل کا ہونا نافع نہیں جب وہ بنی باہلہ کا فرد ہو۔ جب کتے کو "یا باہلی" کہا جائے تو وہ اس نسب کی شرمساری سے مانند ہوجاتا ہے۔ ت)

[1] المعجم الکبیر حدیث ۷۹۴۶ المکتبة الفیصلیة بیروت ۸ /۲۸۹، کنز العمال بحوالہ طب والخطیب عن ابی امامة حدیث ۳۳۹۱۵ مؤسسة الرسالہ بیروت ۱۲ /۴۳

[2] المعجم الکبیر حدیث ۶۰۹۵ المکتبہ الفیصلیہ بیروت ۶ /۲۳۸، کنز العمال بحوالہ طب والضیاء عن سلمان حدیث ۳۴۶۱۵ مؤسسة الرسالہ بیروت ۱۲ /۱۹۱

[3] سیر اعلام النبلاء ترجمہ قتیبہ بن مسلم ۱۶۰ مؤسسة الرسالہ بیروت ۴ /۴۱۰-۴۱۱

اسی تفاوت ہمت کے باعث ہے کہ دنیاودین دونوں کی سلطنتیں یعنی سلطنت ملک وسلطنت علم ہمیشہ شریف ہی اقوام میں رہی دوسری قوموں کا اس میں حصہ معدوم یا کالمعدوم ہے۔ عجم میں جو شریف قومیں تھیں اور ہیں خصوصا اہل فارس ___ حدیث ۴۶ کے تتمہ میں ہے: **وخیر العجم فارس**[1] (عجمیوں میں بہتر فارس ہیں) تو مصداق حدیث صحیح:

لوکان العلم معلق بالثر یالینالہ رجل من اھل فارس۔ اصل الحدیث فی الصحیحین عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ولفظ مسلم لو کان الدین عند الثریالذھب بہ رجل من فارس اوقال من ابناء فارس حتی یتناولہ[2] اعنی امام الائمۃ مالك الازمۃ کاشف الغمۃ، سراج الامۃ سیدنا امام ابوحنیفۃ و رواہ الطبرانی[3] فی الکبیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔	علم اگر اثر یا پر (کہ آٹھویں آسمان کے ستاروں سے ہے) آویزاں ہوتا تو ایک مرد فارسی وہاں سے لے آتا۔ اصل حدیث بخاری ومسلم میں ابوہریرہ سے ہے اور مسلم کے الفاظ یہ ہیں اگر دین ثریا پر ہوتا تب بھی فارس کا ایک شخص اس کو حاصل کرلیتا۔ یا فرمایا: فارس کی اولاد میں سے اس کو حاصل کرلیتا۔ وہ شخص امام الائمہ، مالک الازمہ، کاشف الغمہ، سراج الامۃ سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں اور اس کو طبرانی نے کبیر میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا فارسی ہونا کیا مضر، خصوصا اولاد کسرٰی کہ فارس کی اعلٰی نسل شمار ہوتی ہے جو ہزار ہا سال صاحب تاج وتخت رہی اور ان کی مجوسیت شریف قوم گنے جانے کے منافی نہیں، جیسے قریش کہ زمانہ جاہلیت میں بت پرست تھے اور بلا شبہ وہ تمام جہان کی اقوام سے افضل قوم ہے۔ انھیں فارسیوں میں امام بخاری بھی ہیں (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) یونہی خراسانی کہ وہ بھی فارسی ہیں۔ بلکہ تیسیر میں زیر حدیث:

لوکان الایمان عند الثریا لتناولہ رجال	اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوتا تو اس کے علاقے

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۸۹۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲ /۱۷۸، کنز العمال حدیث ۳۴۱۰۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲ /۸۷

[2] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضل فارس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۳۱۲

[3] المعجم الکبیر عبداللہ ابن عباس حدیث ۱۰۴۷۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰ /۲۵۱

من فارس۔	(یعنی فارس) کے لوگ اس کو حاصل کرلیتے۔

قیل ارادبفارس ھنا اھل خراسان [1] (کہا جاتا ہے فارس سے مراد یہاں اہل خراسان ہیں۔ت) اور نسب بلاد مثل خراساں و بلخ ومرو دتتز کا ذکر خارج از بحث ہے۔ شرافت ودناءت کسی شہر کے سکونت پر نہیں، نہ بعض اکابر کا کوئی پیشہ کرنا اس کے جواز سے زائد دلیل نادر پر حکم۔ فرق ہے اس میں کہ فلاں امام نے نساجی کی اور فلاں نساج کہ قوم نساجین سے تھا امام ہوگیا۔ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بکریاں چرائیں، اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ فلاں گڈریا نبی ہوگیا۔ اور سو بات کی ایک بات وہ ہے جس کی طرف ہم نے صدر کلام میں اشارہ کیا کہ موازنہ بحیثیت مجموعی ہے نہ کہ فرداً فرداً۔ اور حکم کے لئے غالب بلکہ اغلب کافی۔ اور شک نہیں کہ یوں اخلاق فاضلہ میں شریف قوموں کا حصہ غالب ہے۔ اور احادیث کثیرہ اس پر ناطق متعدد احادیث سے گزرا کہ: ایک قریش کی قوت دو مردوں کے برابر ہوتی ہے۔ اور ایک قریش کی امانت دو آدمیوں کے مثل۔

حدیث ۶۹: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا اختلف الناس فالعدل فی مضر۔ رواہ الطبرانی [2] فی الکبیر عن ابن عباس۔	جب لوگ مختلف ہوں تو عدل قوم مضر میں ہے۔ (جس میں سے قریش ہیں)۔ اس کو روایت کیا ہے طبرانی نے کبیر میں ابن عباس سے۔

حدیث ۷۰: کہ فرماتے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

قسم الحیاء عشرۃ اجزاء فتسعۃ فی العرب وجزء فی سائر الناس، رواہ الخطیب [3] فی البخلاء عن محمد بن مسلم۔	حیاء کے دس حصے کئے گئے ان میں سے نو حصے عرب میں ہیں اور ایک باقی تمام لوگوں میں، اس کو روایت کیا ہے خطیب نے بخلاء میں محمد بن مسلم سے۔

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث لوکان الایمان عند الثریا مکتبہ الامام الشافعی ریاض ۲ /۳۰۹

[2] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۴۱۸ المکتبہ الفیصلیۃ بیروت ۱۱ /۱۷۸

[3] کنز العمال بحوالہ الخطیب فی کتاب البخلاء حدیث ۳۴۱۱۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲ /۸۸

حدیث ۷۱: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان فلانا اھدی الی ناقة فعوضته منها ست بکرات فظل ساخطالقد هممت ان لا اقبل ھدیة الا من قریشی او انصاری اوثقفی اودوسی، الحدیث۔ رواہ احمد [1] والترمذی والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه بسند صحیح۔ قال المناوی فی التیسیر لانھم لمکارم اخلاقھم وشرف نفوسھم وطیب عنصر ھم لاتطمح نفوسھم الی ماینتظر الیه السفلة والرعاع من استکثار العوض علی الھدیة [2]۔	بے شک فلاں شخص نے ایک ناقہ نذر دیا تھا میں نے اس کے بدلے چھ جوان ناقے عطا فرمائے اور وہ ناراض ہی رہا، بے شک میرا ارادہ ہوا کہ ہدیہ قبول نہ کروں مگر قریشی یا انصاری یا ثقفی یا دوسی کا، الحدیث۔ اس کو روایت کیا ہے احمد اور ترمذی اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صحیح سند کے ساتھ، مناوی نے تیسیر میں کہا کہ وہ اپنے کرم اخلاق اور شرافت کے باعث کمینوں کی طرح ہدیہ پر زیادہ معاوضے کی نگران نہیں رہتے۔

امانت دار

حدیث ۷۲: حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لایملی مصاحفنا الاغلمان قریش وغلمان ثقیف۔ رواہ ابونعیم [3] عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه۔	ہمارے مصحف نہ لکھیں مگر قریش وثقیف کے لڑکے (یہ باب امانت سے ہوا) اسے ابونعیم نے جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

حدیث ۷۳ و ۷۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب باب فی ثقیف وبنی حنفیه امین کمپنی دہلی ۲ /۲۳۳، مسند احمد بن حنبل عن ابی ھریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲ /۲۹۲

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ان فلانا اھدی لی ناقة الخ مکتبہ الامام الشافعی ریاض ۱ /۳۲۴

[3] کنز العمال بحوالہ ابی نعیم عن جابر حدیث ۳۷۹۸۳ مؤسسة الرسالہ بیروت ۱۴ /۷۷

ان قریشا اھل صدق وامانۃ فمن بغی لھم العواثر کبہ اللہ علی وجھہ رواہ الامام الشافعی وابو بکر ابن ابی شیبۃ والامام احمد[1] والبخاری فی الادب المفرد وابن جریر والشاشی و الطبرانی والضیاء عن رفاعۃ بن رافع الزرنی وابن النجار عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	بیشک قریش راستی وامانت والے ہیں تو جو ان کی لغزشیں چاہے اللہ اسے منہ کے بل اوندھا کردے۔اسے روایت کیا ہے امام شافعی اور ابوبکر بن ابی شیبہ اور امام احمد اور بخاری نے ادب المفرد میں اور ابن جریر اور شاشی اور طبرانی اور ضیاء نے رفاعہ بن رافع الزرنی سے اور ابن النجار نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

چار خصلتیں

حدیث۷۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان فیھم لخصالا اربعا انھم اصلح الناس عند فتنۃ واسرعھم اقامۃ بعد مصیبۃ واوشکھم کرۃ بعد فرۃ وخیرھم لسکین ویتیم وامنعھم من ظلم الملوک، رواہ ابونعیم فی الحلیۃ[2] عن المستورد الفھری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	یعنی قریش یا بنی ہاشم میں چار خصلتیں ہیں فتنہ کے وقت وہ سب سے زائد صلاح پر ہوتے ہیں مصیبت کے بعد سب سے پہلے ٹھیک ہوجاتے اور لڑائی میں پسپا بھی ہوں تو سب سے جلد تر دشمن پر پلٹ پڑتے ہیں اور مسکین ویتیم ومملوک کے حق میں سب سے بہتر ہے۔اس کو روایت کیا ہے ابونعیم نے حلیہ میں المستورد الفہری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث رفاعہ بن رافع المکتب الاسلامی بیروت ۴ /۳۴۰، المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الفضائل حدیث ۱۲۴۳۳ ادارۃ القرآن کراچی ۱۲ /۱۶۸، المعجم الکبیر حدیث ۴۵۴۴و۴۵۴۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۵ /۴۵و۴۶

[2] حلیۃ الاولیاء ترجمہ عبداللہ بن وہب ۴۲۵ دارالکتب العربی بیروت ۸ /۳۲۹، کنز العمال بحوالہ حل عن المستورد والفہری حدیث ۳۳۸۸۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲ /۳۸، کنز العمال بحوالہ حل عن المستورد والفہری حدیث ۳۳۹۰۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲ /۴۰و۴۱

نیک عورتیں

حدیث ۷۶ تا ۷۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

خیر الناس رکبن الابل صالح النساء قریش احناہ علی ولد فی صغرہ وارعاہ علی زوج فی ذات یدہ۔ رواہ احمد[1] والبخاری ومسلم عن ابی ھریرۃ وابوبکر ابی شیبۃ عن مکحول مرسلا وابن سعد فی طبقاتہ عن ابن ابی نوفل رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	عرب کی سب عورتوں میں بہتر قریش کی نیک بیویاں ہیں اپنے چھوٹے چھوٹے بچے پر سب سے زیادہ مہربان اور اپنے شوہر کے مال کی سب سے بڑھ کر نگہبان اسے روایت کیا ہے احمد اور بخاری اور مسلم نے ابوہریرہ سے اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے مکحول سے مرسلا اور ابن سعد نے اپنے طبقات میں ابن ابی نوفل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

حدیث ۷۹: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الناس معادن کمعادن الذھب والفضۃ والعرق دساس وادب السوء کعرق السوء رواہ البیھقی[2] فی شعب الایمان والخطیب عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔	جیسے سونے چاندی کی مختلف کانیں ہوتی ہیں یونہی آدمیوں کی ہیں۔ اور رگ خفیہ اپنا کام کرتی ہے اور برا ادب بری رگ کی طرح ہے۔ اس کو روایت کیا بیہقی نے شعب الایمان اور خطیب نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔

یہیں سے کہتے ہیں کہ: اصل بد از خطاء خطانہ کند (بد اصل غلطی کا مرتکب رہتا ہے۔ ت)

کُف میں شادی

حدیث ۸۰ تا ۸۲: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

---

[1] صحیح البخاری کتاب النفقات باب حفظ المرأۃ زوجہا فی ذات یدہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۸۰۸، صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل نساء قریش قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۳۰۷۔۸، مسند احمد بن حنبل عن ابی ھریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲ /۲۶۹۔۳۱۹۔ ۳۹۳۔۵۰۲

[2] شعب الایمان حدیث ۱۰۹۷۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷ /۴۵۵، تاریخ بغداد ترجمہ احمد بن اسحاق بن صالح الخ دار الکتاب العربی بیروت ۴ /۳۰

تخیروا لنطفکم فانکحوا الاکفاء وانکحوا الیهم [1] وفی لفظ فان النساء یلدن اشباه اخوانهن و اخواتهن،رواه ابن ماجة [2] والحاکم والبیهقی و الحاکم فی السنن،وباللفظ الاخر ابن عدی وابن عساکر کلهم عن ام المومنین الصدیقة صدره عند تمام والضیاء وابی نعیم فی الحلیة عن انس وعند ابن عدی والدیلمی عن ابن عمر۔	اپنے نطفے کے لئے اچھی جگہ تلاش کرو۔کف میں بیاہ ہو اور کف سے بیاہ کر لاؤکہ عورتیں اپنے ہی کنبے کے مشابہ جنتی ہیں۔اس کو روایت کیا ہے ابن ماجہ اور حاکم اور بیہقی نے اور حاکم نے سنن میں اور دوسرے الفاظ میں ابن عدی اور ابن عساکر سب نے ام المومنین صدیقہ سے۔حدیث کاابتدائی حصہ تمام ضیاء اور ابونعیم کی حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ابن عدی ودیلمی کے ہاں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

حدیث ۸۳:کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

تزوجوا فی الحجز الصالح فان العرق دساس،رواه ابن عدی والدار [3] قطنی عن انس رضی الله تعالٰی عنه۔	اچھی نسل میں شادی کروکہ رگ خفیہ اپنا کام کرتی ہے۔اس کو روایت کیا ہے ابن عدی اور دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

حدیث ۸۴:کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ایاکم وخضراء الدمن المرأة الحسناء فی المنبت السوء رواه	گھوڑے کی ہریالی سے بچو،بری نسل میں خوب صورت عورت___اس کو روایت

[1] سنن ابن ماجه ابواب النکاح باب الاکفاء ص ۱۴۲ والسنن الکبرٰی کتاب النکاح باب اعتبار الکفاءة ۷/ ۱۳۳،المستدرك للحاکم کتاب النکاح باب تخیروا لنطفکم الخ دار الفکر بیروت ۲/ ۱۶۳

[2] الکامل لابن عدی ترجمه عیسٰی بن عبدالله الخ دار الفکر بیروت ۵/ ۱۸۸۳،کنز العمال بحواله عد وابن عساکر عن عائشه حدیث ۴۴۵۵۸ مؤسسة الرساله بیروت ۱۶/ ۲۹۵

[3] الکامل لابن عدی ترجمه ولید بن محمد الموقوی دار الفکر بیروت ۷/ ۲۵۳۵،کنز العمال بحواله عن انس حدیث ۴۴۵۵۹ مؤسسة الرساله بیروت ۱۶/ ۲۹۶

الرامهرمزی [1] فی الامثال والدارقطنی فی الافراد و الدیلمی فی مسند الفردوس عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	کیا ہے رامہرمزی نے امثال میں اور دارقطنی نے افراد میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں ابی سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

حدیث ۸۵ و ۸۶: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

العرب للعرب اکفاء والموالی للموالی اکفاء الاحائك اوحجام رواہ البیهقی [2] عن ام المومنین وعن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنهم۔	عرب عرب کے کفو ہیں اور موالی موالی کے۔ مگر جولاہا یا حجام، اس کو روایت کیا ہے بیہقی نے ام المومنین وابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے۔

نفع آخرت

ظاہر ہے کہ اخلاق فاضلہ باعث اعمال صالحہ ہیں۔ اور اعمال صالحہ نفع آخرت اور اس خصوص میں خصوص بکثرت۔

حدیث ۸۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

قریش علی مقدمة الناس یوم القیمة ولولا ان تبطر قریش لاخبرتها بما لمحسنها من الثواب عند اللہ۔ رواہ ابن [3] عدی عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	قریش روز قیامت سب لوگوں سے آگے ہوں گے اور اگر قریش کے اترا جانے کا خیال نہ ہوتا تو میں انھیں بتادیتا کہ ان کے نیک کے لئے اللہ کے یہاں کیا ثواب ہے۔ اس کو روایت کیا ہے ابن عدی نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۷ ۱۵۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۳۸۲، کنز العمال بحوالہ الرامہرمزی فی الامثال حدیث ۳۴۵۸۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۳۰۰

[2] السنن الکبرٰی کتاب النکاح باب اعتبار الصنعۃ فی الکفاءۃ دار صادر بیروت ۷/ ۱۳۴ و ۱۳۵

[3] الکامل لابن عدی ترجمہ اسمعیل بن یحیٰی مدنی دار الفکر بیروت ۱/ ۲۹۹، کنز العمال بحوالہ عن جابر حدیث ۳۳۱۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۲۵

روز قیامت حضور سے قریب تر قریش ہوں گے

حدیث ۸۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان لواء الحمد یوم القیامۃ بیدی وان اقرب الخلق من لوائی یومئذ العرب۔رواہ الامام والترمذی[1] الحکیم والطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی شعب الایمان عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	بے شک روز قیامت لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا۔اور بے شک اس دن تمام مخلوق میں عرب میرے نشان سے زیادہ قریب ہوں گے اسے روایت کیا ہے امام ترمذی حکیم نے اور طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

حدیث ۸۹: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اول من اشفع لہ یوم القیمۃ من امتی اھل بیتی ثم الاقرب فالاقرب من قریش ثم الانصار ثم من اٰمن بی واتبعنی من الیمن ثم من سائر العرب ثم الاعاجم ومن اشفع لہ اولا افضل رواہ الطبرانی[2] فی الکبیر والدار قطنی فی الافراد والمخلص فی الفوائد عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	روز قیامت میں سب سے پہلے اہل بیت کی شفاعت فرماؤں گا۔ پھر درجہ بدرجہ زیادہ نزدیک ہیں قریش تک۔پھر انصار۔پھر وہ اہل یمن جو کہ مجھ پر ایمان لائے اور میری پیروی کی، پھر باقی عرب، پھر اہل عجم۔اور میں جس کی شفاعت پہلے کروں وہ افضل ہے اس کو روایت کیا ہے طبرانی نے کبیر میں اور دارقطنی نے افراد میں اور مخلص نے فوائد میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔

---

[1] شعب الایمان حدیث ۱۶۱۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۳۲، کنز العمال بحوالہ الحکیم طب ھب حدیث ۳۳۹۲۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۴۶، مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی کتاب المناقب باب ماجاء فی فضل العرب دارالکتاب بیروت ۱۰/ ۵۲

[2] المعجم الکبیر عن ابن عمر حدیث ۱۳۵۵۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۲/ ۴۲۱، کنز العمال بحوالہ طب ك حدیث ۳۴۱۴۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۹۴

ترجیح قریش کی ہوگی

حدیث ۹۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لو انی اخذت بحلقة باب الجنة ما بدأت الا بکم یابنی ھاشم، رواہ الخطیب[1] عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنه۔	میں دروازہ بہشت کی زنجیر ہاتھ میں لوں تو اے بنی ہاشم! پہلے میں تمھیں سے شروع کروں۔اسے روایت کیا ہے خطیب نے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

حدیث ۹۱: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اُترون انی اذا تعلقت بحلق ابواب الجنة اوثر علی بنی عبدالمطلب احدا۔رواہ ابن النجار[2] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما۔	کیا یہ خیال کرتے ہو کہ جب میں درہائے جنت کی زنجیر ہاتھ میں لوں اس وقت اولاد عبدالمطلب پر کسی اور کو ترجیح دوں گا۔اس کو روایت کیا ہے ابن النجار نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔

حضور سے قرابت

حدیث ۹۲ تا ۹۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

کل سبب ونسب منقطع یوم القیمة الا سببی ونسبی رواہ البزار[3] والطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرك	ہر علاقہ اور رشتہ روز قیامت قطع ہوجائے گا مگر میرا علاقہ اور رشتہ،اسے روایت کیا ہے بزار اور طبرانی نے کبیر میں اور حاکم نے مستدرک

---

[1] تاریخ بغداد ترجمہ عبداللہ بن الحسن ۵۰۵۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۹ /۴۳۹

[2] کنز العمال بحوالہ ابن النجار عن ابن عباس حدیث ۳۳۹۰۴ مؤسسة الرسالہ بیروت ۱۲ /۴۱

[3] المعجم الکبیر حدیث ۲۶۳۳ تا ۲۶۳۵ المکتبة الفیصلیہ بیروت ۳ /۴۵ وحدیث ۱۱۶۲۱ /۱۱ ۲۴۳، السنن الکبرٰی کتاب النکاح بیروت ۷ /۱۱۴ و المستدرك کتاب معرفة الصحابة ۳ /۱۴۲ کنز العمال حدیث ۳۱۹۱۴ مؤسسة الرسالہ بیروت ۱۱ /۴۰۹

وصححه وقال الذهبی اسنادہ صالح والدارقطنی و البیهقی فی السنن والضیاء فی المختارۃ عن امیر المومنین عمر والطبرانی عن ابن عباس وعن المسور بن مخرمة رضی اللہ تعالٰی عنهم .وهو عند احمد و الحاکم والبیهقی عن المسعر فی حدیث اوله فاطمة بضعة منی [1] وحدیث الفاروق مع قصة تزوجه سیدتنا ام کلثوم بنت علی رضی اللہ تعالٰی عنهم رواہ سعید بن منصور فی سننه وابن سعد فی الطبقات و ابونعیم فی المعرفة وابن عساکر بطرق ابن راهویة مختصرا۔	میں اور اسے صحیح کہا، اور ذہبی نے کہا اس کی سند صالح ہے۔ اور دار قطنی اور بیہقی نے سنن میں اور ضیاء نے مختارہ میں امیر المومنین عمر سے، اور طبرانی نے ابن عباس اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اور یہ حدیث احمد، حاکم اور بیہقی کے ہاں مسعر سے مروی ہے اس حدیث کے اول میں ہے فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا میرے گوشت کا قطعہ ہے۔ اور حدیث فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث مع قصہ حضرت سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ تعالٰی عنہا کا اپنے ساتھ نکاح مروی ہے۔ سعید بن منصور سے سنن میں اور ابن سعد نے طبقات میں اور ابونعیم نے معرفۃ الصحابہ میں اور ابن عساکر نے متعدد طرق سے اور ابن راہویہ نے مختصرا روایت کیا ہے۔

حدیث ۹۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

کل نسب وصهر ینقطع یوم القیمة الا نسبی و صهری۔ رواہ ابن [2] عساکر عن عبداللہ بن امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنهما۔	ٹوپی اور پاپچے کے سب رشتے قیامت میں منقطع ہوجائیں گے مگر میرے رشتے۔ اس کو روایت کیا ابن عساکر نے عبداللہ بن امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لوگوں کو جمع کیا اور منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا:

مابال اقوام یزعمون ان قرابتی	کیا حال ہے ان لوگوں کا کہ زعم کرتے ہیں کہ میری

[1] السنن الکبرٰی کتاب النکاح ۷/ ۶۴ والمستدرك کتاب معرفة الصحابة ۳/ ۱۵۸، کنز العمال بحوالہ حم ك حدیث ۳۴۲۲۳ مؤسسة الرسالہ بیروت ۱۲/ ۱۰۸

[2] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر حدیث ۳۴۹۱۵ مؤسسة الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۰۹

قرابت نفع نہ دے گی۔ہر علاقہ ورشتہ قیامت میں منقطع ہو جائے گا مگر میرا رشتہ اور علاقہ کہ دنیا وآخرت میں جڑا ہوا ہے۔اس کو بزار نے روایت کیا ہے۔	لاتنفع کل سبب ونسب منقطع یوم القیمة الا نسبی وسببی فانها موصولة فی الدنیا والاخرة۔رواہ البزار[1]۔

دوسری حدیث صحیح میں یوں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بر سر منبر فرمایا:

کیا خیال ہے ان شخصوں کا کہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قرابت روز قیامت ان کی قوم کو نفع نہ دے گی خدا کی قسم میری قرابت دنیا وآخرت میں پیوستہ ہے۔اسے روایت کیا ہے حاکم نے ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو ابن حجر نے کئی مقام پر صحیح قرار دیا ہے۔	مابال رجال یقولون ان رحم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لا تنفع قومه یوم القیمة بلٰی واللہ ان رحمی موصولة فی الدنیا والاخرة۔رواہ الحاکم[2] عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنه وصححه ابن حجر فی غیر ما مقام۔

حدیث ۹۷تا۱۰۱: کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور فرمایا:

کیا حال ہے ان لوگوں کا کہ گمان کرتے ہیں کہ میری قرابت نفع نہ دے گی ہاں نفع دے گی یہاں تک کہ قبائل حاء وحکم دو قبیلہ یمن کو۔اسے روایت کیا ہے ابن عساکر نے ابی بردہ سے۔اسی معنی کو طبرانی،ابن مندہ اور دیلمی نے حضرت ابو ہریرہ ابن عمر اور عمار سے اجتماعی طور پر روایت کیا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اور ایک اور طریق سے طبرانی نے کبیر میں ام ہانی رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اور ابھی یہ روایت آئے گی۔	مابال اقوام یزعمون ان رحمی لاتنفع بل حتی حاء و حکم۔رواہ الحاکم و ابن عساکر عن ابی بردة و معناہ عند الطبرانی وابن مندة والدیلمی عن ابی هریرة وابن عمر وعمار معا رضی اللہ تعالٰی عنهم اجمعین وبوجه اخر عند الطبرانی فی الکبیر[3] عن ام هانی رضی اللہ تعالٰی عنها وسیاتی۔

---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ البزار کتاب علامات النبوۃ باب فی کرامتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دار الکتاب بیروت ۸/ ۲۱۶

[2] المستدرك للحاکم کتاب معرفة الصحابة من اهان قریشیا اهانه اللہ دار الفکر بیروت ۴/ ۷۴، مجمع الزوائد باب ماجاء فی حوض النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دار الکتاب بیروت ۱۰/ ۳۶۴

[3] مجمع الزوائد کتاب المناقب باب مناقب ام ہانی رضی اللہ تعالٰی عنہ دار الکتاب بیروت ۹/ ۲۵۷

جنت میں بلند درجے والا کون!

حدیث ۱۰۲و۱۰۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

رأیت کانی دخلت الجنة فرأیت الجعفر درجة فوق درجة زید فقلت ما کنت اظن ان زیدا دون جعفر فقال جبریل ان زیدا لیس بدون جعفر و لکنا فضلنا جعفر القرابته منک۔ رواه الحاکم [1] عن ابن عباس وابن سعد فی الطبقات عن محمد بن عمر بن علی المرتضی رضی الله تعالٰی عنهم مرسلا۔ وهذا لفظ ملفق بینهما۔	میں جنت میں گیا تو ملاحظہ فرمایا کہ جعفر بن ابی طالب کا درجہ زید بن ثابت کے درجے سے اوپر ہے۔ میں نے کہا مجھے گمان نہ تھا کہ زید جعفر سے کم ہے۔ جبریل نے عرض کی زید جعفر سے کم تو نہیں مگر ہم نے جعفر کا درجہ اس لئے زیادہ کیا ہے کہ انھیں حضور سے قرابت ہے۔ اس کو روایت کیا ہے حاکم نے ابن عباس سے اور ابن سعد نے طبقات میں محمد بن عمر بن علی المرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مرسلا اور یہ لفظ دونوں میں مختلف ہیں۔

حدیث ۱۰۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من قرأالقراٰن فاستظهره فاحل حلاله وحرم حرامه ادخله الله به الجنة وشفعه فی عشرة من اهله بیته کلهم قدوجبت له النار۔ رواه ابن [2] ماجة والترمذی عن امیر المومنین علی کرم الله تعالٰی وجهه۔	جس نے قرآن حفظ کیا اور اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام ٹھہرایا اللہ تعالٰی اس کی برکت سے اسے جنت میں داخل کرے گا اور اس کے اہل خانہ کے دس افراد کے متعلق اس کی سفارش قبول ہوگی جن پر جہنم واجب ہوچکی تھی۔ اس کو روایت کیا ہے ابن ماجہ اور ترمذی نے امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے۔

[1] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ترجمہ جعفر بن ابی طالب دارصادر بیروت ۴ /۳۸، المستدرک للحاکم کتاب معرفة الصحابة دارالفکر بیروت ۳ /۲۱۰

[2] جامع الترمذی ابواب فضائل القرآن باب ماجاء فی فضل قاری القرآن امین کمپنی دہلی ۲ /۱۱۴، سنن ابن ماجه باب فضل من تعلم القرآن وعلمه الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹

شفاعت اور مغفرت

حدیث ۱۰۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الحاج یشفع فی اربع مائة من اهل بیت اوقال من اهله بیته ویخرج من ذنوبه کیوم ولدته امه۔ رواه البزار[1] عن ابی موسٰی الاشعری رضی الله تعالٰی عنه۔	چارسو عزیزوں قریبوں کے حق میں حاجی کی شفاعت قبول ہوگی۔ حاجی گناہ سے ایسے نکل جاتا ہے جیسا جس دن ماں کی پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ اس کو روایت کیا ہے بزار نے ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

حدیث ۱۰۶: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الشهید یشفع فی سبعین من اهل بیته رواه ابوداؤد وابن حبان[2] فی صحیحه عن ابی الدرداء رضی الله تعالٰی عنه۔	شہید کی شفاعت اس کے ستر اقارب کے بارے میں مقبول ہوگی۔ اس کو ابوداؤد اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

حدیث ۱۰۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الشهید یغفرله اول دفقة من دمه ویزوج حوراوین ویشفع فی سبعین من اهل بیته رواه الطبرانی[3] فی الاوسط بسند حسن عن ابی هریرة	شہید کے بدن سے پہلی بار جو خون نکلتا ہے اس کے ساتھ ہی اس کی مغفرت فرمادی جاتی ہے۔ اور دم نکلتے ہی دو۲ حوریں اس کی خدمت کو آجاتی ہیں اور اپنے گھر والوں سے ستّر اشخاص کی شفاعت کا اسے اختیار دیا جاتا ہے اسے

---

[1] کنز العمال بحوالہ البزار عن ابی موسٰی حدیث ۱۱۸۴۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۵ /۱۴، الترغیب والترہیب بحوالہ البزار کتاب الحج حدیث ۱۵ مصطفی البابی مصر ۲ /۱۶۶، مجمع الزوائد بحوالہ البزار باب دعاء الحجاج والعمار دارالکتاب بیروت ۳ /۲۱۱

[2] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی الشہید یشفع آفتاب عالم پریس لاہور ۱ /۳۴۱، موارد الظمآن حدیث ۱۶۱۲ المطبعۃ السلفیہ ص ۳۸۸

[3] المعجم الاوسط حدیث ۳۳۲۳ مکتبہ المعارف ریاض ۴ /۱۸۱

رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	طبرانی نے اوسط میں بسند حسن ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

حدیث ۱۰۸و۱۰۹: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

للشھید عنداللہ سبع خصال (الی ان قال) ویشفع فی سبعین انسانا من اقاربہ۔ رواہ احمد [1] بسند حسن والطبرانی فی الکبیر عن عبادۃ بن الصامت والترمذی وصححہ وابن ماجۃ عن المقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہما۔	شہید کے لئے اللہ تعالٰی کے یہاں سات کرامتیں ہیں۔ ہفتم یہ کہ اس کے اقربا سے ستر شخصوں کے حق میں اسے شفیع بنایا گیا۔ اس کو احمد نے بسند حسن اور طبرانی نے کبیر میں عبادہ بن صامت سے اور ترمذی نے اور اسے صحیح کہا اور ابن ماجہ نے مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔

حدیث ۱۱۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

یصف الناس یوم القیمۃ صفوفا فیمر الرجل من اھل النار علی الرجل فیقول یافلان اماتذکر یوم استسقیت فسقیتك شربۃ فیشفع لہ ویمر الرجل علی الرجل فیقول اماتذکر یوم ناولتك طھورا فیشفع لہ ویقول یافلان اماتذکر یوم بعثتنی فی حاجۃ کذا فذھبت لك فیشفع لہ رواہ ابن [2] ماجۃ عن انس	لوگ روز قیامت پرے باندھے ہوں گے ایک دوزخی ایک جنتی پر گزرے گا۔ اس سے کہے گا کیا آپ کو یاد نہیں آپ نے ایک دن مجھ سے پانی پینے کو مانگا میں نے پلایا تھا۔ اتنی سی بات پر وہ جنتی اس دوزخی کی شفاعت کرے گا۔ ایک دوسرے پر گزرے گا کہے گا آپ کو یاد نہیں کہ ایک دن میں نے آپ کو وضو کو پانی دیا تھا اتنے ہی پر وہ اس کا شفیع ہو جائے گا ایک کہے گا آپ کو یاد نہیں کہ فلاں دن آپ نے مجھے فلاں

[1] الترغیب والترھیب بحوالہ احمد والطبرانی کتاب الجہاد حدیث ۲۷ مصطفی البابی مصر ۲ /۳۲۰، جامع الترمذی ابواب فضائل الجہاد امین کمپنی دہلی ۱ /۱۹۹و۲۰۰، سنن ابن ماجہ ابواب الجہاد باب فضل الشہادت فی سبیل اللہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۶

[2] سنن ابن ماجہ کتاب الادب باب فضل صدقۃ الماء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۷۰

رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	کام کو بھیجا میں چلا گیا تھا اسی قدر پر یہ اس کی شفاعت کریگا۔ اس کو ابن ماجہ نے حضرت انس سے روایت کیا۔

ایک روایت میں ہے کہ " جنتی جھانک کر دوزخی کو دیکھے گا ایک دوزخی اس سے کہے گا "آپ مجھے نہیں جانتے" وہ کہے گا " واللہ ! میں تو تجھے نہیں پہچانتا، افسوس تجھ پر تو کون ہے " وہ کہے گا میں وہ ہوں کہ آپ ایک دن میری طرف سے ہو کر گزرے اور مجھ سے پانی مانگا اور میں نے پلا دیا تھا اس کے صلہ میں اپنے رب کے حضور میری شفاعت کیجئے " وہ جنتی اللہ عزوجل کے زائروں میں اس کے حضور حاضر ہو کر یہ حال عرض کریگا۔ یارب شفعنی اے میرے رب ! تو اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما " فیشفعہ اللہ مولٰی عزوجل اس کے حق میں اس کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ رواہ ابو یعلٰی[1] عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ "

دو ۲ یتیموں کی دیوار اور اصلاح اعمال

جب مقبولان خدا سے اتنا سا علاقہ کہ کبھی ان کو پانی پلا دیا یا وضو کو پانی دے دیا۔ عمر میں اس کا کوئی کام کر دیا۔ آخر میں ایسا نفع دے گا تو خود ان کا جز ہونا کس درجہ نافع ہونا چاہئے بلکہ دنیا و آخرت میں صالحین سے علاقہ نسب کا ہونا قرآن عظیم سے ثابت ہے :

" وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ یَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَ یَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ "[2]۔	وہ دیوار شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک تھا تو میرے رب نے اپنی رحمت سے چاہا کہ یہ اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکالیں۔

خضر علیہ الصلٰوۃ والسلام نے جو ایک دیوار گرتے دیکھی اور ہاتھ لگا کر اسے قائم کر دیا اور وہاں والوں نے ان کو اور موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام کو مہمانی دینے سے انکار کر دیا تھا اور ان کو کھانے کی حاجت تھی اس پر موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام نے کہا کہ "آپ چاہتے تو اس پر اجرت لیتے " خضر علیہ الصلٰوۃ والسلام نے اس کا یہ جواب دیا کہ :

[1] مسند ابو یعلٰی حدیث ۳۹۹۳ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۴ /۱۱۶

[2] القرآن الکریم ۱۸ /۸۲

"یہ دیوار دو یتیموں کی ہے جو ایک مرد صالح کی اولاد میں ہیں اور اس میں نیچے ان کا خزانہ ہے دیوار گر جاتی تو خزانہ ظاہر ہو جاتا لوگ لے جاتے۔ لہذا آپ کے رب عزوجل نے اپنی رحمت سے چاہا کہ دیوار قائم اور خزانہ محفوظ رہے کہ وہ جو ان ہو کر نکالیں، ان کے صالح باپ کے صدقہ میں ان پر رحمت ہوئی"

علماء فرماتے ہیں وہ ان بچوں کا آٹھواں یا دسواں باپ تھا۔

حدیث ۱۱۱: عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں:

حفظ الصلاح لابیھما وماذکر عنھما صلاحا۔	ان کے باپ کی صلاح کا لحاظ فرمایا گیا۔ ان کی اپنی صلاح کا کوئی ذکر نہ فرمایا۔

یعنی وہ اگرچہ خود بھی صالح ہوں اور کیوں نہ ہوں گے کہ ان کے لئے خزانہ لازوال محفوظ رکھا تھا سونے کی تختی پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا۔ اور کچھ نصائح و مواعظ۔

کما رواہ ابنا ابی حاتم [1] ومردویۃ فی تفاسیرھما عن ابی ذر وھذا عن علی رضی اللہ تعالٰی عنھما کلاھما عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والشیرازی فی الالقاب والخرائطی فی قمع الحرص وابن عساکر فی التاریخ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما من قولہ۔	جیسا کہ اسے روایت کیا ہے ابن حاتم و مردویۃ نے اپنی تفاسیر میں ابی ذر سے اور یہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔ دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے۔ اور شیرازی نے القاب میں اور خرائطی نے قمع الحرص میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما کے قول سے۔

مگر یہ صلاح کا سبب تھا نہ کہ نتیجہ۔ نتیجہ ان کے باپ کی صلاح کا تھا۔

رواہ الامام عبداللہ بن المبارک و	اس کو روایت کیا ہے عبداللہ بن مبارک اور

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ وکان ابوھما صالحا المطبعۃ المیمنۃ مصر ۶/۱۶، الدرالمنثور بحوالہ ابن مبارک وسعید بن منصور واحمد فی الزہد وابن المنذر وابن ابی حاتم الخ ۴/ ۲۳۵، الدرالمنثور بحوالہ حاتم وابن مردویہ والبزار عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ مکتبہ آیۃ اللہ قم ایران ۴/ ۲۳۴، الدرالمنثور بحوالہ الخرائطی فی قمع الحرص وابن عساکر فی التاریخ عن ابن عباس ۴/ ۲۳۵، تفسیر ابن ابی حاتم تحت آیۃ وکان ابوھما صالحا مکتبہ نزار مصطفی الباز مکۃ المکرمۃ ۷/ ۲۳۷۵

الامام احمد[1] فی الزھد وسعید ابن منصور فی سننہ وابنا المنذر و ابی حاتم فی تفاسیر ھما والحاکم فی المستدرک۔	امام احمد نے زہد میں اور سعید ابن منصور نے اپنی سنن میں اور ابن منذروابن ابی حاتم نے اپنی اپنی تفسیروں میں اور حاکم نے مستدرک میں۔

حدیث ۱۱۲تا ۱۱۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ یصلح بصلاح الرجل ولدہ وولد ولدہ ویحفظہ فی ذریتہ والدویرات حولہ فما یزالون فی ستر من اللہ و عافیۃ، رواہ ابن مردویۃ[2] عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنھما مرفوعا وابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما من قولہ وھذا لفظ والمرفوع بمعناہ ونحوہ لابن المبارك و ابن ابی شیبۃ عن محمد بن المنکدر موقوفًا۔	بے شک اللہ تعالٰی آدمی کی صلاح سے اس کی اولاد اور اولاد اولاد کی صلاح فرمادیتا ہے اور اس کی نسل اور اس کے ہمسایوں میں اس کی رعایت فرمادیتا ہے کہ اللہ تعالٰی کی طرف سے پردہ پوشی و امان میں رہتے ہیں۔اس کو روایت کیا ہے ابن مردویہ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مرفوعا اور ابن ابی حاتم ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ان کا قول روایت کیا یہ اس کے الفاظ ہیں اور مرفوع حدیث اس کے معنی میں ہے اور اسی کی مثل ابن مبارک اور ابن ابی شیبہ نے محمد بن منکدر سے موقوفًا روایت کیا۔

اولاد کا ثواب اور اس کا اجر

حدیث ۱۱۵: کعب احبار نے فرمایا:

ان اللہ یخلف العبد المومن فی ولدہ ثمانین عاما۔ رواہ احمد[3] فی الزھد۔	اللہ تعالٰی بندہ مومن کی اولاد میں اسّی برس تک اس کی رعایت کرتا ہے۔اس کو احمد نے زہد میں روایت کیا ہے۔

[1] الدر المنثور بحوالہ ابن ابی حاتم تحت آیۃ وکان ابوھما صالحا مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۴/ ۲۳۵

[2] تفسیر ابن ابی حاتم تحت آیۃ وکان ابوھما صالحا مکتبہ نزار مصطفی الباز مکۃ المکرمۃ ۷/ ۲۳۷۵، الدر المنثور بحوالہ ابن ابی حاتم عن ابن عباس وابن مردویہ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنھما ۴/ ۲۳۵، الدر المنثور بحوالہ ابن مبارك وابن ابی شیبہ عن محمد بن المنکدر موقوفا ۴/ ۲۳۵

[3] الدر المنثور بحوالہ احمد فی الزھد تحت آیۃ وکان ابوھما صالحا ۴/ ۲۳۵

حدیث ۱۱۶: سیدنا عیسٰی ابن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

طوبٰی لذریۃ المؤمن ثم طوبٰی لھم کیف یحفظون من بعدہ۔	مومن کی ذریت کے لئے خوبی وخوشی ہے پھر خوبی وخوشی ہے کیسی۔ اس کے بعد ان کی حفاظت ہوتی ہے۔

اس پر خیثمہ نے وہی آیت تلاوت کی فکان ابوھما صالحا۔

اخرجہ ابن ابی شیبۃ واحمد [1] فی الزھد وابی ابی حاتم عن خیثمۃ۔	اسے روایت کیا ابن ابی شیبہ اور احمد نے زہد میں اور ابن ابی حاتم نے خثیمہ سے۔

وقال اللہ عزوجل (اور اللہ عزوجل نے فرمایا):

"وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَمَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ" [2]۔	اور وہ جو ایمان لائے اور ان کی اولاد ایمان میں ان کی تابع ہوئی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملادی اور ان کے ثواب سے کچھ کم نہ کیا

حدیث ۱۱۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ یرفع ذریۃ المؤمن الیہ فی درجتہ وان کانوا دونہ فی العمل لتقربھم عینیہ۔	بیشک اللہ تعالٰی مومن کی ذریت کو اس کے درجہ میں اس کے پاس اٹھالے گا اگرچہ وہ عمل میں اس سے کم ہو تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

پھر یہی آیت کریمہ من شیئ تک تلاوت کی۔ اور اس کی تفسیر میں فرمایا:

مانقصنا الاٰباء بما اعطینا البنین۔ رواہ البزار وابن مردویہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو عند سعید بن منصور وھنادا بناء جریر [3] والمنذر وابن ابی حاتم والحاکم	ہم نے جو اولاد کو عطا کیا اس کے سبب والدین کو کچھ اجر کم نہ فرمایا۔ اسے روایت کیا بزار اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اور اس کو سعید بن منصور، ہناد، ابن جریر اور ابن منذر ابن ابی حاتم،

---

[1] الدرالمنثور بحوالہ ابن ابی شیبہ واحمد فی الزہد وابن ابی حاتم تحت آیۃ وکان ابوھما صالحا ۴ /۲۳۸، الزہد للامام احمد بن حنبل من مواعظ عیسٰی علیہ السلام دار الدیان للتراث قاہرہ ص ۷۲

[2] القرآن الکریم ۵۲ /۲۱

[3] الدرالمنثور بحوالہ البزدوی وابن مردویہ عن ابن عباس تحت آیۃ والذین اٰمنوا واتبعتھم ذریاتھم الخ ۶ /۱۱۹، الدرالمنثور بحوالہ سعید بن منصور وابناء جریر والمنذر ابی حاتم والحاکم والبیہقی تحت آیۃ والذین اٰمنوا واتبعتھم ذریاتھم الخ ۶ /۱۱۹

والبیهقی فی سننه عنه رضی اللّٰه تعالٰی عنه من قوله۔	حاکم اور بیہقی نے اپنی سنن میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے موقوفًا روایت کیا ہے۔

حدیث ۱۱۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا دخل الرجل الجنة سأل عن ابویه وذریته وولده فیقال انهم لم یبلغوا درجتك وعملك فیقول یارب قد عملت لی ولهم فیؤمر بالحاقهم به۔ رواه عنه الطبرانی [1] وابن مردویه۔	جب آدمی جنت میں جائے گا اپنے ماں باپ اور اولاد کو پوچھے گا۔ ارشاد ہوگا کہ وہ تیرے درجے اور عمل کو نہ پہنچے۔ عرض کرے گا اے رب میرے! میں نے اپنے اور ان کے سب کے نفع کے لئے اعمال کئے تھے۔ اس پر حکم ہوگا کہ وہ اس سے ملادئے جائیں۔ اسے طبرانی نے وابن مردویہ نے اس سے روایت کیا۔

اس کی تصدیق میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کریمہ مذکورہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

هم ذریة المومن یموتون علی الاسلام فان کانت منازل ابائهم ارفع من منازلهم لحقوا اٰبائهم ولم ینقصوا من اعمالهم التی عملوا شیئا۔ رواه عنه ابن ابی حاتم [2]۔	یہ ذریت مومن کا حال ہے جو اسلام پر مریں۔ اگر ان کے باپ دادا کے درجے ان منزلوں سے بلند تر ہوئے تو یہ اپنے باپ دادا سے ملادئے جائیں گے اور ان کے اعمال میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ اسے روایت کیا ابن عباس سے ابن ابی حاتم نے۔

صحابہ اور اہل بیت کی اولاد کے درجات

جب عام صالحین کی صلاح ان کی نسل واولاد کو دین ودنیا وآخرت میں نفع دیتی ہے تو صدیق وفاروق وعثمان وعلی وجعفر وعباس وانصار کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی صلاح کا کیا کہنا۔ جن کی اولاد میں شیخ۔ صدیقی وفاروقی وعثمانی وعلوی وجعفری وعباسی وانصاری ہیں۔ یہ کیوں نہ اپنے نسب کریم سے دین ودنیا وآخرت میں نفع پائیں گے۔ پھر اللہ اکبر حضرات علیہ سادات کرام۔

[1] الدرالمنثور بحوالہ الطبرانی وابن مردویۃ تحت آیۃ والذین اٰمنوا واتبعتهم ذریاتهم الخ ۶/ ۱۱۹

[2] الدرالمنثور بحوالہ ابن ابی حاتم تحت آیۃ والذین اٰمنوا واتبعتهم ذریاتهم الخ ۶/ ۱۱۹

اولاد امجاد حضرت خاتون جنت بتول زہرا کہ حضرت پر نور سید الصالحین سید العالمین سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بیٹے ہیں کہ ان کی شان تو ارفع و اعلٰی و بلند و بالا ہے ___ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

" اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًاۚ۳۳ "[1]	اللہ یہی چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی دور رکھے اے نبی کے گھر والو، اور تمھیں ستھرا کردے خوب پاک فرما کر۔

حدیث ۱۲۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان فاطمة احصنت فحرمها الله وذریتها علی النار۔ رواہ تمام فی فوائدہ والبزار وابویعلی والطبرانی[2] والحاکم وصححه عن ابن مسعود رضی الله تعالٰی عنه۔	بے شک فاطمہ نے اپنی حرمت پر نگاہ رکھی تو اللہ تعالٰی نے اسے اور اس کی تمام نسل کو آگ پر حرام فرمادیا۔ اسے روایت کیا ہے تمام نے اپنی فوائد میں اور بزار، ابویعلٰی اور طبرانی اور حاکم نے اور اس کی تصحیح کی ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

حدیث ۱۲۱: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

سألت ربی ان لا یدخل احدا من اهل بیتی النار فاعطانیها۔ رواہ ابوالقاسم[3] بن بشران فی امالیه عن عمران بن حصین رضی الله تعالٰی عنه وعن الصحابة جمیعا۔	میں نے اپنے رب عزوجل سے مانگا کہ میرے اہل بیت سے کسی کو دوزخ میں نہ لے جائے۔ اس نے میری یہ مراد عطا فرمائی اس کو روایت کیا ہے ابوالقاسم بن بشران نے اپنی امالی میں عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور تمام صحابہ سے۔

حدیث ۱۲۲: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت بتول زہرا سے فرمایا:

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۳۳

[2] کنز العمال بحوالہ البزار ع طب ك عن ابن مسعود حدیث ۳۴۲۲۰ موسسة الرسالہ بیروت ۱۲/ ۱۰۸، المستدرك للحاکم کتاب معرفة الصحابة زید فاطمة رضی الله عنهما دار الفکر بیروت ۳/ ۱۵۲

[3] کنز العمال بحوالہ ابی القاسم بن بشران فی امالیه حدیث ۳۴۱۴۹ موسسة الرسالہ بیروت ۱۲/ ۹۵

ان اللہ غیر معذبك ولا ولدک۔ رواہ الطبرانی [1] بسند صحیح عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	بے شک اللہ تعالٰی نہ تجھے عذاب فرمائے گا نہ تیری اولاد کو۔ اس کو طبرانی نے بسند صحیح ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

حدیث ۱۲۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

انما سمیت فاطمۃ لان اللہ فطمها وذریتها عن النار یوم القیمۃ رواہ ابن عساکر [2] عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	فاطمہ زہرا کا نام فاطمہ اس لئے ہوا کہ اللہ تعالٰی نے اسے اور اس کی نسل کو قیامت میں آگ سے محفوظ فرمادیا۔ اس کو روایت کیا ہے ابن عساکر نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

حضور اور اہلبیت سے محبت کرنے والے جنتی ہیں

حدیث ۱۲۴: عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کریمہ ولسوف یعطیك ربك فترضی کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

من رضا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان لا یدخل احد من اهل بیته النار۔ رواہ ابن [3] ابن جریر عنه من طریق السدی۔	یعنی اللہ عزوجل حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے وعدہ فرماتا ہے کہ بے شک عنقریب تمہارا رب اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤگے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رضا یہ ہے کہ حضور کے اہل بیت سے کوئی شخص دوزخ میں نہ جائے۔ اسے روایت کیا ہے ابن جریر نے سدی کے حوالے سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

حدیث ۱۲۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۶۸۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۲۶۳

[2] فیض القدیر تحت حدیث ۲۰۳، دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۶۸

[3] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ ولسوف یعطیك ربك فترضی المطبعۃ المیمنۃ مصر ۳۰/ ۱۲۸، الدر المنثور بحوالہ ابن جریر عن السدی تحت آیۃ ولسوف یعطیك ربك فترضٰی مکتبہ آیۃ اللہ قم ایران ۶/ ۳۶۱

وعدنی ربی فی اهل بیتی من اقر منهم بالتوحید ولی بالبلاغ ان لایعذبهم رواه الحاکم [1] عن انس رضی الله تعالٰی عنه وصححه هوثم ابن حجر فی صواعقه۔ والحمدلله رب العالمین۔	میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت سے جو شخص اللہ کی وحدانیت اور میری رسالت پر ایمان لائے گا اسے عذاب نہ فرمائے گا۔اس کو روایت کیا ہے حاکم نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور اسے صحیح کہا، پھر ابن حجر نے اپنی صواعق میں۔اور اللہ ہی کے لئے خوبیاں ہیں جو دونوں جہاں کا رب ہے۔

حدیث ۱۲۶و ۱۲۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

یا علی ان اول اربعة یدخلون الجنة انا وانت و الحسن والحسین وذرار ینا خلف ظهورنا، رواه ابن عساکر [2] عن علی والطبرانی فی الکبیر عن ابی رافع رضی الله تعالٰی عنهما۔	اے علی! سب میں پہلے وہ چار کہ جنت میں داخل ہوں گے میں ہوں اور تم، حسن اور حسین،اور ہماری ذریتیں۔ہمارے پس پشت ہوں گی۔اسے روایت کیا ہے ابن عساکر نے علی سے اور طبرانی نے کبیر میں ابی رافع رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔

حدیث ۱۲۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اول من یرد علی الحوض اهل بیتی ومن احبنی من امتی۔رواه الدیلمی [3] عن علی کرم الله تعالٰی وجهه۔	سب سے پہلے میرے پاس حوض کوثر پر آنیوالے میرے اہل بیت ہیں اور میری امت سے میرے چاہنے والے۔اسے روایت کیا ہے دیلمی نے علی کرم اللہ وجہہ سے۔

حدیث ۱۲۹: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دعا کی:

[1] المستدرك للحاکم کتاب معرفة الصحابة دار الفکر بیروت ۳/ ۱۵۰

[2] تهذیب تاریخ دمشق الکبیر ترجمه حسین بن علی رضی الله تعالٰی عنه داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۲۱، کنز العمال بحواله طب عن محمد بن عبید الله حدیث ۳۴۲۰۵ موسسة الرساله بیروت ۱۲/ ۱۰۴

[3] کنز العمال بحواله الدیلمی عن علی حدیث ۳۴۱۷۸ موسسة الرساله بیروت ۱۲/ ۱۰۰

اللھم انھم عترۃ رسولك فھب مسیئھم لمحسنھم وھبھم لی۔	الٰہی! وہ تیرے رسول کی آل ہیں تو ان کے بدکار ان کے نکو کاروں کو دے ڈال اور ان سب کو مجھے ہبہ فرمادے۔

پھر فرمایا: ففعل مولٰی تعالٰی نے ایسا ہی کیا۔ امیر المومنین نے عرض کی: ما فعل کیا کیا؟ فرمایا:

فعلہ ربکم بکم ویفعلہ بمن بعد کم۔ رواہ الحافظ المحب[1] الطبرانی عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ۔	یہ تمھارے ساتھ تمھارے رب نے کیا جو تمھارے بعد آنے والے ہیں ان کے ساتھ بھی ایسا ہی کرے گا اس کو روایت کیا حافظ محب طبرانی نے امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے۔

تنبیہ نبیہ اور نتیجہ

اقول: ان نصوص جلیلہ قرآن عظیم واحادیث نبی کریم علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلٰوۃ والتسلیم سے روشن ہوا کہ:

(ا) حدیث مسلم:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ من ابطأبہ عملہ لم یسرع بہ نسبہ[2]۔	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ جو عمل میں پیچھے ہوا اسکا نسب نفع بخش نہ ہوگا۔

میں نفی نفع مطلق ہے نہ کہ نفع نفی مطلق، ورنہ معاذ اللہ کریمہ "اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ"[3] (ہم نے ان کی ذریت کو ان سے ملادیا) کے صریح معارض ہوگی۔

(۲) نہ کہ کریمہ "فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ۝۱۰۱"[4] (تو جب صور پھونکا جائے گا تو نہ ان میں رشتے رہیں گے نہ ایک دوسرے کی بات پوچھے) کہ ایک وقت مخصوص کے لئے ہے۔

---

[1] طبرانی

[2] صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴۵

[3] القرآن الکریم ۵۲/ ۲۱

[4] القرآن الکریم ۲۳/ ۱۰۱

الا تری قولہ تعالٰی (کیا آپ دیکھ نہیں رہے اللہ تعالٰی کے ارشاد کی طرف۔ت) ولا یتساءلون (اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھے۔ت) مع قولہ عزوجل "وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝۲۵ "[1] (اور ان میں ایک نے دوسرے کی طرف منہ کیا پوچھتے ہوئے۔ت)

روی سعید بن منصور فی سننه وابناء حمید والمنذر وابی حاتم عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما۔ قال انها مواقف فاما الموقف الذی لا انساب بینهم ولا یتساءلون عند الصعقة الاولی لا انساب بینهم فیها اذا صعقوا فاذا کانت النفخة الآخر فاذا هم قیام یتساءلون[2]۔	سعید ابن منصور نے اپنی سنن میں اور پسران حمید و منذر اور ابی حاتم نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا: مواقف (منازل حضوری) چند ہیں لیکن وہ موقف جس میں نہ رشتے کام آئیں نہ ان کے ذریعہ سفارش، وہ صعقہ اولی (پہلی کڑک) ہے اس میں رشتے کام نہ آئیں گے جب لوگ گھبرائے ہوئے اٹھیں گے۔ اور جب صعقہ ثانیہ ہوگا تو سب کھڑے ہو کر رشتوں سے سوال کریں گے۔

(۳) جبکہ احادیث متواترہ سے فضل نسب، فرق احکام و نفع آخرت بلا شبہ ثابت، تو امثال حدیث۔ الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لاحمر علی اسود[3] (نہ عربی کی فضیلت عجمی پر ہے اور نہ ہی سفید کی کالے پر) وحدیث، انظر فانك لست بخیر من احمر والاسود الا ان تفضله بتقوی[4] (بے شک تم سفید اور کالے سے بہتر نہیں ہو مگر تم کو صرف تقوی سے فضیلت حاصل ہے) میں مثل کریمہ: "اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ "[5] (بے شک تم میں اللہ تعالٰی کے نزدیک مکرم وہ ہے جو پرہیزگار ہے) سلب فضل کلی ہے نہ کہ سلب کلی فضل۔

(۴) حدیث: لا اغنی عنکم من الله شیئا[6] (میں تم کو اللہ سے کچھ بے نیاز

[1] القرآن الکریم ۵۲/ ۲۵

[2] الدر المنثور بحوالہ سعید بن منصور وابناء حمید والمنذر وابی حاتم تحت آیۃ فلا انساب بینھم ۵/ ۱۵

[3] الترغیب والترھیب الترھیب من احقار المسلم الخ حدیث ۹ مصطفی البابی مصر ۳/ ۶۱۲

[4] الترغیب والترھیب الترھیب من احقار المسلم الخ حدیث ۹ مصطفی البابی مصر ۳/ ۶۱۲

[5] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۳

[6] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان ان مات علی الکفر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۴

نہیں کروں گا) میں نفی اغنائے ذاتی ہے نہ کہ معاذاللہ سلب اغنائے عطائی کہ حدیث متواترہ شفاعت، واجماع اہل سنت کے خلاف ہے۔ جیساکہ وہ طاغی باغی سرکش اپنی تقویۃ الایمان میں لکھتا ہے: "پیغمبر نے سب کو اپنی بیٹی تک کو کھول کر سنادیا کہ قرابت کا حق ادا کرنا اسی چیز میں ہوسکتا ہے کہ اپنے اختیار کی ہو، سو یہ میرا مال موجود ہے اس میں مجھ کو کچھ بخل نہیں۔ اور اللہ کے یہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے وہاں میں کسی کی حمایت نہیں کرسکتا اور کسی کا وکیل نہیں بن سکتا سو وہاں کا معاملہ ہر کوئی اپنا اپنا درست کرے اور دوزخ سے بچنے کی ہر کوئی تدبیر کرے"[1] انا للہ وانا الیہ راجعون، اس کا رد بلیغ تو فقیر کی کتاب "الامن والعلی لناعتی المصطفٰی بدافع البلاء" میں دیکھئے اور یہاں خاص اس لفظ پر بعض حدیثیں سنئے۔ اس میں حدیث پوری یوں ہے کہ: امیر المومنین مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی بہن حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالٰی عنہا کی بالیاں ایک بار ظاہر ہوگئیں اس پر ان سے کہا گیا:

ان محمدالا یغنی عنك من اللہ شیئا۔	محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمھیں نہ بچائیں گے۔

وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے یہ واقعہ عرض کیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

مابال اقوام یزعمون ان شفاعتی لاتنال اھل بیتی وان شفاعتی تنال حاء وحکم، رواہ الطبرانی[2] فی الکبیر عن ام ھانی رضی اللہ تعالٰی عنہا۔	کیا حال ہے ان لوگوں کا جو زعم کرتے ہیں کہ میری شفاعت میرے اہل بیت کو نہ پہنچے گی۔ بے شک میری شفاعت ضرور قبیلہ حاء وحکم کو بھی شامل ہے۔ اس کو روایت کیا ہے طبرانی نے کبیر میں ام ہانی رضی اللہ تعالٰی عنہا سے۔

(۵) حدیث ۹۵ کے بعد جو ایک روایت بزار سے گزری اس کے قصے میں اس کی نظیر حضرت صفیہ

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثالث فی ذکر رد الاشراك فی التصرف مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۲۵۰

[2] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۶۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۴/ ۴۳۴

بنت عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما کے لئے مروی ہے کہ وہ اپنے پسر کی وفات پر باآواز روئیں، ان سے وہی کہا گیا:

ان قرابتك من محمد صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لا تغنی عنك من الله شیئا[1]۔	محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قرابت اللہ کے یہاں کچھ کام نہ دے گی۔

حضور سے رشتہ وعلاقہ مضبوط تر ہے

ایک موقعہ پر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کو جمع فرما کر بر سر منبر ان کا وہ رد جلیل ارشاد فرمایا کہ: "کیا ہوا انھیں جو میری قرابت نافع نہیں بتاتے۔ ہر رشتہ وعلاقہ قیامت سے قطع ہو جائے گا مگر میرا رشتہ وعلاقہ کہ دنیا وآخرت میں پیوستہ ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم" رواہ کما تقدم البزار[2]۔ امام ابن حجر مکی صواعق میں فرماتے ہیں:

قال المحب الطبری وغیرہ من العلماء انه صلی الله تعالٰی علیه لایملك لاحد شیئا لا نفعا ولا ضرا لکن عزوجل یملك نفع اقاربه بل وجمیع امته بالشفاعة العامة والخاصة فهو لایملك الا مایملکه له مولاہ کما اشار الیه بقوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم غیر ان لکم رحما سابلها ببلالها وکذا معنی قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم	محب طبری وغیرہ علماء نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (بنفسہٖ) کسی چیز کے مالک نہیں۔ نہ نفع کے نہ نقصان کے ہاں اللہ عزوجل نے ان کو مالک بنایا ہے اپنے اقارب بلکہ اپنی تمام امت کے نفع کا شفاعت عامہ وخاصہ کے ذریعہ، تو وہ بذات خود مالک نہیں ہیں۔ ہاں انکے مولٰی نے ان کو مالک بنایا ہے جیسا کہ اس طرف اشارہ فرمایا اپنے اس ارشاد گرامی میں (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) مگر یہ کہ تمھارے لئے ایک تعلق ہے ______ اور یہی معنی ہیں حضور صلی اللہ تعالٰی

[1] مجمع الزوائد بحوالہ البزار کتاب علامات النبوۃ باب فی کرامۃ اصلہ دار الکتاب بیروت ۸/ ۲۱۶

[2] مجمع الزوائد بحوالہ البزار کتاب علامات النبوۃ باب فی کرامۃ اصلہ دار الکتاب بیروت ۸/ ۲۱۶

لااغنی عنکم من اللہ شیئا ای بمجرد نفسی من غیر ما یکر منی بہ اللہ تعالٰی من نحو شفاعۃ اومغفرۃ وخاطبھم بذٰلك رعایۃ لمقام التخویف والحث علی العمل والحرص علی ان یکونوا اولی الناس حظا فی تقوٰی اللہ تعالٰی وخشیتہ ثم اوما الی حق رحمہ اشارۃ الی ادخال نوع طمانیۃ علیھم وقیل ھذا قبل علمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بان الانتساب الیہ ینفع و بانہ یشفع فی ادخال قوم الجنۃ بغیر حساب ورفع درجات اٰخرین واخراج قوم من النار [1]۔	علیہ وسلم کے اس قول کے کہ میں اللہ کے نزدیک تمھیں کسی کام نہ آؤں گا یعنی بطور خود ماسوائے اس کے جس کی اللہ تعالٰی مجھے کرامت بخشے گا جیسے شفاعت یا مغفرت، اور ان سے خطاب فرمایا اس کے ساتھ (تمھیں نفع نہ دوں گا) مقام تخویف کی رعایت کرتے ہوئے اور عمل پر ابھارنے اور اس بات پر حرص دلانے کے لئے کہ وہ اللہ تعالٰی سے ڈرنے اور اس کی خشیت میں لوگوں میں بہتر نصیبے والے ہوں، پھر اشارہ فرمایا اپنے حق تعلق کی جانب، اشارہ فرمایا اس قول تک کہ فرمایا انھیں اطمینان دلادیا اور کہا گیا کہ یہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس بات کے جاننے سے پہلے کی بات ہے کہ آپ کی طرف انتساب نفع دیتاہے اور اس بات کے جاننے سے پہلے کہ وہ امت کو جنت میں بغیر حساب داخل کرے گا۔اور درجوں پر درجہ بلند کرنے اور امت کو دوزخ سے نکالنے میں شفیع ہوں گے۔(ت)

اسی میں بعض احادیث نفع نسب کریم ذکر کرکے فرماتے ہیں:

ولا ینافی ھذہ الاحادیث ما فی الصحیحین وغیرھما انہ لما انزل قولہ تعالٰی وانذر عشیرتك الاقربین فجمع قومہ ثم عم وخص بقولہ لااغنی عنکم من اللہ شیئا حتی قال یافاطمۃ بنت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیھا وسلم الخ اما لان	اور یہ احادیث منافی نہیں ہے ان احادیث کے جو صحیحین وغیرہ میں ہیں کہ جب اللہ تعالٰی کا فرمان وانذر عشیرتك الاقربین نازل ہوا تو آپ نے اپنی قوم کو جمع فرمایا پھر اپنے قول لااغنی عنکم من اللہ شیئا کو عام وخاص دونوں طریقے سے بیان فرمایا کہ اے فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ تعالی علیہ وعلیھا وسلم) یا تو اس لئے کہ

[1] الصواعق المحرقہ الباب الحادی عشر الفصل الاول مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۱۵۸

هذه الرواية محمولة علی من مات كافرا او انها اخرجت مخرج التغليظ والتنفير او انها قبل علمه بانه يشفع عموما وخصوصًا[1]۔	یہ روایت محمول ہے اس شخص پر جو کافر مرا یا یہ کہ روایت تغلیظ وتنفیر کے طور پر بیان ہوئی یا یہ کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس بات کے علم سے پہلے کی بات ہے کہ وہ شفاعت عامہ وخاصہ فرمائیں گے (م)

علامہ مناوی تیسیر میں زیر حدیث "کل سبب ونسب" فرماتے ہیں:

لايعارضه قوله صلی الله تعالٰی عليه وسلم لاهل بيته لا اغنی عنكم من الله شيئا لان معناه انه لايملك لهم نفعا لكن الله يملكه نفعهم بالشفاعة فهو لايملكه الا ماملكه ربه[2]۔	حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اپنے اہلبیت سے لا اغنی عنکم فرمانا اس حدیث کے معارض نہیں اس لئے کہ معنی یہ ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کے نفع کے مالک نہیں لیکن اللہ تعالٰی شفاعت کے ذریعہ ان کے نفع کا مالک بنائیگا پس وہ نہیں ہیں مالک مگر اس کے جس کا ان کو ان کے رب نے مالک بنایا۔

حضرت شیخ محقق قدس سرہ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

غایت وانذار ومبالغہ درآنست ولافضل بعضے ازیں مذکورین ودرآمد ایشاں بہشت را شفاعت آں سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مرعصاۃ امت را چہ جائے اقربائے خویشاں وے باحادیث صحیحہ ثابت شدہ است وباوجود آں خوف لاابالی باقیست وایں مقام تقاضائے ایں حال گردو تواند کہ احادیث فضل وشفاعت بعد ازاں وردو یافتہ باشند وبالجملہ مامور شدا ز جانب پروردگار تعالٰی بانذار	اس میں غایت اور انذار اور مبالغہ ہے اور ان مذکور حضرات کی دیگر بعض سے فضیلت نہیں اور آنا ان کا بہشت میں اور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہم گنہ گار امت کی شفاعت کرنا چہ جائے کہ اپنے اقرباء کی احادیث صحیحہ سے ثابت ہوئی ہے اور باوجود خوف لاابالی باقی ہے اور یہ مقام اس حال کا متقاضی ہے اور معلوم ہونا چاہئے کہ فضیلت وشفاعت والی احادیث اس کے بعد وارد ہوئی ہیں، خلاصہ یہ کہ اللہ تعالٰی کی طرف

[1] الصواعق المحرقة باب الحث علی جسم والقيام لو اجب حقهم مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۲۳۰

[2] التيسير شرح الجامع الصغير تحت حديث كل سبب ونسب الخ مکتبہ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۲۱۳

پس امتثال کرد ایں امر ار[1]۔	سے آپ اس انداز کو بیان کرنے پر مامور تھے۔ پس آپ نے اس امر کو واضح طور پر پورا کیا۔

تفاضل انساب

بالجملہ تفاضل انساب بھی یقینا ثابت، اور شرعا اس کا اعتبار بھی ثابت، اور انساب کریمہ کا آخرت میں نفع دینا بھی جزما ثابت، اور نسب کو مطلقًا محض بے قدر وضائع وبرباد جاننا سخت مردود وباطل۔ خصوصا اس نظر سے کہ اس کا عموم عرب بلکہ قریش بلکہ بنی ہاشم، بلکہ سادات کرام کو بھی شامل، اب یہ قول اشد غضب وہلاک دیوار سے ہائل اور اسی پر نظر فقیر غفرلہ القدیر کو اس قدر تطویل پر حامل کہ نسب عرب نہ کہ قریش نہ کہ ہاشم، نہ کہ سادات کرام کی حمایت ہر مسلمان پر فرض کامل۔

تعظیم نہ کرنے والے پر لعنت اور وعید

حدیث ۱۳۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من لم یعرف عترتی والانصار والعرب فھو لا حدی ثلث اما منافق واما لزنیة واما لغیر فھو حملته وامه علی غیر طھر رواہ الباوردی [2] وابن عدی والبیھقی فی الشعب واٰخرون عن علی کرم اللہ وجھه۔	جو میری عترت اور انصار اور عرب کا حق نہ پہچانے وہ تین حال سے خالی نہیں، یا تو منافق ہے یا حرامی یا حیضی بچہ۔ اسے روایت کیا ہے باوردی اور ابن عدی اور بیہقی نے شعب میں اور ان کے علاوہ دوسروں نے علی کرم اللہ وجہہ سے۔

حدیث ۱۳۱تا۱۳۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ستة لعنتھم لعنھم اللہ ولکل نبی مجاب الزائد فی کتاب اللہ والمکذب بقدر اللہ والمتسلط بالجبروت لیعز بذٰلك من اذل اللہ و	چھ شخص ہیں جن پر میں نے لعنت کی اللہ انھیں لعنت فرمائے، اور ہر نبی کی دعا قبول ہے۔ کتاب اللہ میں بڑھانے والا (جیسے رافضی کچھ آیتیں سورتیں جدا بتاتے ہیں) اور تقدیر الٰہی کا

[1] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ کتاب الرقاق باب در لواحق ومتممات الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۲۷۲

[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۵۹۵۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۶۲۶

یذل من اعزاللہ والمستحل لحرم اللہ والمستحل من عترتی ماحرم اللہ والتارك سنتی رواہ الترمذی[1] و الحاکم عن ام المومنین والحاکم عن علی و الطبرانی عن عمرو بن سعواء رضی اللہ تعالٰی عنھم اولہ سبعۃ لعنتھم وزاد المستأثر بالفئ وسندہ حسن[2]۔	جھٹلانے والا، اور وہ جو ظلم کے ساتھ تسلط کرے کہ جسے خدا نے ذلیل بنایا اسے عزت دے۔ اور جسے خدا نے معزز کیا اسے ذلیل کرے۔ اور اللہ تعالٰی کے حرام کردہ کو حلال جاننے والا اور میری عترت کی ایذاء و بے تعظیمی روا رکھنے والا، اور جو میری سنت کو برا ٹھہرا کر چھوڑے، اسے روایت کیا ہے ترمذی اور حاکم نے ام المومنین سے اور حاکم نے علی سے اور طبرانی نے عمرو بن سعواء رضی اللہ تعالٰی عنہم سے جس کا آغاز یوں ہے سبعۃ لعنتھم اس میں والمستأثر بالفئ کا اضافہ ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ (ت)

حدیث ۱۳۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من احب ان یبارك لہ فی اجلہ وان یمتعہ اللہ بما خولہ فلیخلفنی فی اھلی خلافۃ حسنۃ، ومن لم یخلفنی فیھم بتك امرہ و ورد علی یوم القیمۃ مسودا وجھہ۔ رواہ ابوالشیخ[3] فی تفسیرہ وابونعیم عن عبداللہ بن بدر الخطمی۔	جسے پسند ہو کہ اس کی عمر میں برکت ہو خدا اسے اپنی دی ہوئی نعمت سے بہرہ مند کرے تو اسے لازم ہے کہ میرے بعد میرے اہل بیت سے اچھا سلوک کرے۔ جو ایسا نہ کرے اس کی عمر کی برکت اڑ جائے اور قیامت میں میرے سامنے کالا منہ لے کر آئے۔ اس کو روایت کیا ابوالشیخ نے اپنی تفسیر میں اور ابونعیم نے عبداللہ بن بدر خطمی سے۔

حدیث ۱۳۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ عزوجل ثلث حرمات فمن حفظھن حفظہ اللہ دینہ ودنیاہ	بے شک اللہ عزوجل کی تین حرمتیں ہیں۔ جو ان کی حفاظت کرے اللہ تعالٰی اس کے دین و دنیا

---

[1] سنن الترمذی کتاب القدر باب ۱۷ حدیث ۲۱۶۱ دارالفکر بیروت ۴/ ۶۱، المستدرك للحاکم کتاب الایمان ۱/ ۳۶ وکتاب التفسیر ۲/ ۵۲۵ وکتاب الاحکام ۴/ ۹۰

[2] المعجم الکبیر حدیث ۸۹ المکتبہ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۴۳

[3] کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ وابی نعیم حدیث ۳۴۱۷۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۹۹

ومن لم یحفظھن لم یحفظ اللہ دینہ ولا دنیاہ حرمۃ الاسلام وحرمتی وحرمۃ رحمی۔رواہ ابوالشیخ[1] و ابن حبان والطبرانی۔	محفوظ رکھے،اور جو ان کی حفاظت نہ کرے اللہ اس کے دین کی حفاظت فرمائے نہ دنیا کی ایک اسلام کی حرمت،دوسری میری حرمت،تیسری میری قرابت کی حرمت،اسے روایت کیا ہے ابوالشیخ ابن حبان اور طبرانی نے۔

نسب پر فخر کرنا جائز نہیں

O ہاں نسب پر فخر جائز نہیں۔
O نسب کے سبب اپنے آپ کو بڑا جاننا،تکبر کرنا جائز نہیں۔
O دوسروں کے نسب پر طعن جائز نہیں۔
O انھیں کم نسبی کے سبب حقیر جاننا جائز نہیں۔
O نسب کو کسی کے حق میں عار یا گالی سمجھنا جائز نہیں۔
O اس کے سبب کسی مسلمان کا دل دکھانا جائز نہیں۔

احادیث جو اس باب میں آئیں انھیں معانی کی طرف ناظر ہیں وباللہ التوفیق خدمت گاری اہلبیت مصطفیٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے یہ بیان ایک رسالہ ہوگیا لہٰذا بلحاظ تاریخ اس کا نام اِرَاءَةُ الادَبْ لِفَاضِلِ النَّسَبْ رکھنا انسب،واللہ تعالٰی اعلم۔
شیخ بنظر عمر ہر بوڑھا ہے اور بنظر فضل ہر عالم وصالح اگرچہ جوان ہو اور بنظر نسب ہندوستان میں دو محاورے ہیں ایک یہ کہ سید مغل پٹھان کے سوا باقی ہر قوم کا مسلمان شیخ ہے یوں اس کا اطلاق عام ہے جیسے ابتداء ہند میں ہر مسلمان کو ترک کہتے تھے،اسی محاورے پر مولانا قدس سرہ فرماتے ہیں:ع

گفت من آئینہ ام مصقول دوست ترک وہندو در من آں بیند کہ اوست[2]

(اس نے کہا اے دوست!میں صاف شیشہ ہوں کہ ترک اور ہندوستان کے لوگ مجھ میں اسے دیکھتے ہیں۔ت)

[1] کنز العمال بحوالہ طب وابی نعیم عن ابی سعید حدیث ۳۰۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۷۷،المعجم الکبیر حدیث ۲۸۸۱ ۳/ ۱۲۶ و المعجم الاوسط حدیث ۲۰۵ ۱/ ۱۶۲
[2] مثنوی معنوی در بیان آنکہ جنیدن ہر کسے از آنجاست کہ ویست ہر کسے نورانی کتب خانہ پشاور دفتر اول ۶۲

دوسرے چار شریف قوموں سے ایک اس طرح البتہ جوان میں کانہ ہو اور اپنے آپ کو شیخ بتائے وہ وعید شدید:

من ادعی الی غیرا بیه فالجنة علیه حرام.[1] رواہ احمد والبخاری و مسلم وابوداؤد وابن ماجة عن سعد و عن ابی بکرة معا رضی الله تعالٰی عنهما۔	جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کو اپنا باپ بنائے اس پر جنت حرام ہے اس کو روایت کیا ہے احمد اور بخاری اور مسلم اور ابوداؤد اور ابن ماجہ نے سعد سے اور ابی بکرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے معامیں داخل ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من ادعی الی غیر ابیه فعلیه لعنة الله والملئکة والناس اجمعین لایقبل الله منه یوم القیمة صرفا ولا عدلا۔ رواه الستة الا ابن[2] ماجة عن امیر المومنین علی کرم الله وجهه وصدره احمد وابن ماجة وابن حبان عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما۔ والله تعالٰی اعلم۔	جو دوسروں کو اپنا باپ بنائے اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت۔ اللہ تعالٰی روز قیامت نہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل اس کو ابن ماجہ کے علاوہ صحاح ستہ نے روایت کیا علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، اور اس کا ابتدائی حصہ امام احمد، ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کتبه عبده المذنب عبد المصطفٰی احمد رضا عفی عنه بمحمدن المصطفٰی صلی الله تعالٰی علیه وسلم

رسالہ اراءة الادب لفاضل النسب ختم ہوا

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی ۲/ ۶۱۹ و کتاب الفرائض باب من ادعی الی غیر ابیه ۲/ ۱۰۰۱، صحیح مسلم کتاب الایمان باب حال من رغب عن ابیه وهو یعلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۷، سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الرجل ینتمی الی غیر موالیه آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۴۱، سنن ابن ماجه کتاب الحدود ص ۱۹۱ و مسند احمد بن حنبل عن سعد بن ابی وقاص ۱/ ۱۶۹، ۱۷۴، ۱۷۹

[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینة ۱/ ۴۴۲ و کتاب الفسق باب تحریم تولی العقیق غیر موالیه ۱/ ۴۹۵، سنن ابن ماجه کتاب الحدود باب من ادعی الی غیر ابیه ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹۱، مسند احمد ابن حنبل عبدالله بن عباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۳۲۸

رسم ورواج

ریاء وتفاخر وبدعت واسراف وغیرہ

مسئلہ ۶۷: از اوجین مکان میر خادم علی اسسٹنٹ مرسلہ محمد یعقوب علی خاں ۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۰۹ھ

چہ می فرمایند علمائے اکمل الکاملین شریعت و مفتیان افضل الفضلاء طریقت دریں مسئلہ کہ درماہ رمضان المبارک کہ شب بست وہفتم مساجد رابقنادیل وبہ تقریب جلسہ مولد شریف مکان رامنقش وآلات بلاد تصویر وفانوس وغیرہ منور سازند سوائے مال وقف وبراعراس خانقاہ بزرگان دین ومزار نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بروشنی روشن نمایند درست ست یا حرام، بیان فرمایند بسند عبارت کتب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔	کیا فرماتے ہیں علماء کاملین علماء شریعت اور فاضلین مفتیان طریقت اس مسئلہ میں کہ لوگوں کا ستائیسویں شب رمضان کے موقع پر مساجد کو آراستہ کرنا روشنیوں کا خصوصی اہتمام کرنا میلاد شریف کی تقریبات کے لئے مکانات کو سجانا، فانوس اور پھول وغیرہ لگانا، بزرگان دین کے سالانہ عرسوں میں خانقاہوں پر اور آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مزار پر انوار پر اس قسم کا بندوبست کرنا سوائے مال وقف کے درست ہے یا حرام؟ بحوالہ کتب مدلل جواب مرحمت فرمایا جائے اللہ تعالٰی سب پر رحمت فرمائے۔ (ت)

الجواب:

تزئین مذکور شرعا جائز ست **قال تعالٰی** "قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ"[1] ہمچناں روشنی بقدر حاجت و مصلحت نیز وحاجت باختلاف ضیق وسعت مکان وقلت وکثرت مردمان ووحدت و تعدد منازل وغیر ذٰلک مختلف گرددر منزلے تنگ ومجمع قلیل دوسه چراغ باہمیں یکے بسند ست ودردار وسیع ومجمع کثیر و منازل عدیده حاجت تابده وبست وبیشتر می رسد امیر المومنین علی کرم اللّٰه وجہه بماہ رمضان شب بمسجد درآمد چراغاں دید که مسجد درخشاں نورافشاں شده است امیر المومنین عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنه رابه دعا یاد کردوگفت **نورت مساجدنا نور اللّٰه قبرك یابن الخطاب**[2] ای بن خطاب مساجد مارا نور آگیں کردی خدائے گورت پر نور کند ومسئله شمعه در مقابرومزارات افر و ختن را فقیر در رساله مستقله مسمّٰی به **طوالح النور فی حکم السرج علی القبور** ہرچه

مذکورہ زیب وزینت شرعا جائز ہے۔اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے فرمادیجئے کہ اس زینت وزیبائش کو کس نے حرام ٹھہرادیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے ظاہر فرمائی ہے۔اسی طرح ضرورت اور مصلحت کے مطابق روشنی کا انتظام کرنا بھی جائز ہے(مختلف حالات کے لحاظ سے ضرورت بدلتی رہتی ہے) مثلاً مکان کی تنگی اور کشادگی۔لوگوں کی قلّت وکثرت،منازل کی وحدت وتعدد وغیرہ ان صورتوں میں ضرورت اور حاجت میں تبدیل آجاتی ہے۔تنگ منزل اور تھوڑے مجمع میں دو تین چراغ بلکہ ایک بھی کافی ہوتا ہے۔کشادہ اور بڑے گھر زیادہ لوگوں اور متعدد منزلوں کے لئے دس بیس بلکہ ان سے بھی زیادہ کی ضرورت پڑتی ہے،امیر المومنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ رمضان شریف میں رات کے وقت مسجد نبوی میں تشریف لائے تو مسجد کو چراغوں سے منور اور جگمگاتے ہوئے دیکھا کہ ہر سمت روشنی پھیل رہی تھی آپ نے امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بذریعہ دعا یاد فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اے فرزند خطاب! تم نے ہماری مساجد کو منور وروشن کیا اللہ تعالٰی تمھاری قبر کو منور

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۳۲

[2] تاریخ الخلفاء فصل فی اولیات عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنه مطبع مجتبائی دہلی ص ۹۷

تمامتر روشن وپرنور کردہ ام ونیز آنجا تحقیق نمودہ کہ حدیث **والمتخذین علیھا السرج**[1] کہ مخالفان دریں باب بادچنگ زنند بقطع نظر ازانکہ درسند او باذام ضعیف درایۃ نیز مخالف راغیر نافع ست آرے روشنی لغو وفضول راچنانکہ بعضے مراد مان شب ختم قرآن یا در بعض اعراس بزرگان کنند کہ صدہا چراغ بترتیب عجیب ووضع غریب زیر وبالا برابر نہند درکتب فقہیہ ہمچو غمزالعیون وغیرہ بنظر اسراف منع فرمودہ اند وشک نیست کہ جائیکہ اسراف صادق ست اجتناب قطعاً لازم ولائق است۔ **واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔**	فرمائے، قبرستان اور مزارات پر شمع جلانے کے مسئلہ کو فقیر نے اپنے مالک مستقل رسالہ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے رسالے کا نام ہے طوالع النور فی حکم السرج علی القبور (نور کے نورانی مطالع قبروں پر چراغاں کرنے کے حکم کے بیان میں۔ ت) میں نے اس میں یہ تحقیق بھی پیش کی ہے کہ حدیث میں قبروں پر چراغاں کرنے والوں پر لعنت فرمائی جانے والی روایت سے مخالفین جو استدلال اور سہارا لیتے ہیں اس کا حقیقی مفہوم کیا ہے۔ قطع نظر اس سے کہ اس حدیث کی سند میں باذام نامی راوی ضعیف ہے۔ از روئے عقل بھی مخالفین کے لئے مفید نہیں، البتہ روشنی کا بے فائدہ اور فضول استعمال جیسا کہ بعض لوگ ختم قرآن والی رات یا بزرگوں کے عرسوں کے مواقع پر کرتے ہیں سیکڑوں چراغ عجیب وغریب وضع وترتیب کے ساتھ اوپر نیچے اور باہم برابر طریقوں سے رکھتے ہیں محل نظر ہے اور اسراف کے زمرے میں آتا ہے چنانچہ فقہائے کرام نے کتب فقہ مثلاً غمزالعیون وغیرہ میں اسراف (فضول خرچی) کی بناپر ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جہاں اسراف صادق آئے گا وہاں پرہیز ضروری ہے۔ اللہ تعالٰی پاک۔ برتر اور خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۶۸: از جالندھر محلّہ راستہ پھگوڑہ دروازہ مرسلہ شیخ محمد شمس الدین صاحب ۲۲ رجب ۱۳۱۰ھ

بعض لوگ جناب پیران پیر کا پیوند دیتے ہیں کیفیت اس کی اس طرح ہے کہ جب لڑکا پیدا ہوتا ہے تو اس کا نام پیوندی رکھتے ہیں اور جب سال کا ہوا اس کے گلے میں ہنسلی ڈال دیتے ہیں اور اس طرح دوسرے برس ۱۴ یا ۱۵ سال تک جب وہ لڑکا اس عمر تک پہنچادے وہ ہنسلیاں اور لڑکے

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن ابن عباس دار الفکر بیروت ۱/ ۲۲۹، جامع الترمذی باب کراھیۃ ان یتخذ علی القبر مسجدا امین کمپنی دہلی ۱/ ۴۳

کی قیمت کرواکے اس کا دسواں حصہ جناب پیران پیر کے نام سے دیتے ہیں اور اعتقاد یہ ہوتا ہے کہ ایسا کرنے سے لڑکا جیتا رہتا ہے اور ایسا ہی جانوروں اگر بیل ہے یا بھینسا ہے تو اسے ہل جوتنے کے وقت اور اگر مادہ ہے تو اس کے بیاہنے کے وقت قیمت کا دسواں حصہ دیتے ہیں اور نیز درختوں کو پیر صاحب کا کرکے اس کا جلانا اور دیگر استعمال میں لانا حرام سمجھتے ہیں حتی کہ وہ یودہا ہو کر گرپڑے اور پڑاپڑا یودہا ہو جائے اور کھیتوں سے بھی حصہ پیر صاحب کے نام دیتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کے حق میں کیا حکم ہے؟ اور نیز بودی یعنی چوٹی مثلاً قوم ہنود بچوں کے سروں پر رکھتے ہیں اگر پوچھا جائے یہ کیا ہے تو پیر صاحب کی بودی بتلاتے ہیں اور ایسے ہی مدار پیر کی چٹا پھر مدت معہود کے بعد اسے پیر صاحب کی منت دے کر نہایت ادب کے ساتھ اپنی رسمیں پوری کرکے منڈواتے ہیں اور جو شخص اس دسوندھی بچہ وغیرہ کی قیمت پاتا ہے اس قیمت اور ہنسلیاں کے دسویں حصہ سے نیاز لیتا ہے آیا ایسے شخص کی امامت اور بیعت درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

(۱) دسوندی نام کفار ہنود سے ماخوذ ہے اور مسلمان کو ممانعت ہے کہ کافروں کے نام رکھے **کما صرحوا بہ فی التسمی بیوحنا** وغیرہ (جیسا کہ یوحنا نام رکھنے کے متعلق فقہاء نے تصریح فرمائی ہے۔ت) اور لڑکے کو ہنسلی وغیرہ زیور پہنانا حرام ہے **فان ما حرم اخذہ حرم اعطاءہ**[1] (کیونکہ جس چیز کا لینا حرام اس کا دینا بھی حرام ہے۔ت) اور لڑکے کے قیمت کرنی جہالت ہے اور یہ اعتقاد کہ ایسا کرنے سے لڑکا جیتا ہے اگر اس معنی پر سمجھے ہیں کہ یوں کرینگے تو جئے گا ورنہ مر جائے گا تو سخت جہل بے بہود اعتقاد مردود ومشابہ خرافات ہنود وغیرہم کفار عنود ہے۔ہاں اگر ان بیہودہ باتوں کو چھوڑ کر صرف اس قدر کرتے کہ مولیٰ عزوجل کے نام پر محتاجین کو صدقہ دیتے اور اس کا ثواب نذر روح پر فتوح حضور پر نور غوث الثقلین غیث الکونین صلی اللہ تعالیٰ علی جدہ الکریم وعلیہ وبارک وسلم کرتے اور نیت یہ ہوتی کہ رب تبارک وتعالیٰ صدقے کے سبب بلاؤں سے محفوظ رکھے گا اور بوجہ ایصال ثواب سرکار غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برکات رضا ودعا وتوجہ شامل حال ہوں گے اور ان پر محبوب کریم رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں عقیدت ونیاز مندی کے اظہار سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ خوش ہوگا اور اس کی خوشی جالب رحمت وسالب زحمت ہوگی اور حیات نہ ہوگی مگر وقت معہود تک اور موت نہ رکے گی مگر اجل معلوم تک تو یہ اعتقاد وعمل

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الرابعۃ عشر ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۸۹

صحیح وبے خلل ہوتے، واللّٰہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم (اللہ تعالٰی جسے چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے یعنی ہدایت نصیب فرماتا ہے۔ت)

(۲) یوہیں جانوروں کی قیمت کا دسواں حصہ اگر ان خیالات باطلہ کے طور پر ہے تو مذموم اور صرف اس طریق صحیح پر ہو تو ایک تصدق ہے جس سے دفع بلا مقصود اور بیشک صدقہ رد بلا کرتا اور باذنہٖ تعالٰی موت سے بچاتا ہے اگرچہ قضائے الٰہی کا کوئی پھیرنے والا نہیں نطقت بذٰلك احادیث جمۃ تغنیك عن سردھا شھرتھا فی الامۃ (ان باتوں پر جملہ احادیث ناطق ہیں کہ جن کا امت میں مشہور ہونا ہی تمھیں ان کی تفصیل پیش کرنے کی ضرورت سے بے نیاز کردے گا۔ت) رہی ہل جوتنے اور بیاہنے کے وقت کی خصوصیت وہ اگر کسی اعتقاد عمل باطل کے ساتھ نہیں نہ اسے تخصیص شرعی وضروری سمجھا جائے تو لاینفع ولایضر (نہ وہ مفید نہ مضر۔ت) کسائر التخصیصات العرفیہ التی لاحاجز علیھا من الشرع (باقی تخصیصات عرفیہ کی طرح کہ شریعت میں جن کی کوئی رکاوٹ نہیں۔ت)

(۳) درختوں کو رب خواہ عبد کسی کے نام کا ٹھہرا کر ان کا جلانا اور صرف میں لانا حرام سمجھنا اپنی طرف سے شریعت جدیدہ نکالنا اور بحیرہ وسائبہ مشرکین کی پیروی کرنا ہے جس پر رد وانکار شدید خود قرآن مجید میں موجود۔

وقال تعالٰی "وَقَالُوْا هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا یَطْعَمُهَاۤ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ الی قولہ تعالٰی سَیَجْزِیْهِمْ بِمَا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ "[1]۔	اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: اور مشرک اپنے خیال میں کہنے لگے یہ چوپائے اور کھیتی جن کی بندش کردی گئی ہے ان کو وہی کھائے گا یا کھاسکے گا جسے ہم چاہیں اللہ تعالٰی کے اس ارشاد تک: عنقریب اللہ تعالٰی انھیں سزادے گا اس جھوٹ کی جو وہ بناتے رہتے ہیں۔(ت)

مسلمانوں پر ایسی بدعت شنیعہ باطلہ سے احتراز فرض ہے اللہ تعالٰی سے ڈریں اور جلد توبہ کریں۔

(۴) کھیت میں سے حضور پر نور رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نام پاک پر حصہ دینا اگر یوں ہے کہ حضور کو اس حصہ کا مالک سمجھا جاتا ہے یا اس دینے سے تصدق لوجہ اللہ منظور نہیں بلکہ حضور کی طرف تقرب بالذات مقصود یا یہ سمجھتے ہیں کہ یوں نہ کریں گے تو حضور معاذاللہ ناراض ہوکر مضرت دیں گے کوئی بلا پہنچے گی تو یہ سب اعتقاد باطلہ وفاسدہ وبدعات سیئہ ہیں اور اگر یوں نہیں بلکہ اللہ عزوجل کے لئے تصدق منظور، تو کھیتوں سے ایسا حصہ دینا خود قرآن عظیم میں مطلوب۔

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۳۸

قال تعالٰی "وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ "[1]۔	(لوگو!) کھیتی سے (حقداروں کا) حق اس کی کٹائی والے دن ادا کردیا کرو۔ (ت)

اور اس کے روکنے کی مذمت قصہ اصحاب الجنہ میں مذکور۔

قال تعالٰی "فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ۝ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ۝ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ۝ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ۝ "[2] الاٰیات	اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہ باغ والے صبح ہوتے ہی سویرے سویرے ایک دوسرے کو بلانے لگے کہ سویرے اپنی کھیتی کی طرف چلو اگر تم اسے کاٹنے کا ارادہ رکھتے ہو پھر وہ چلنے لگے جبکہ وہ آپس میں آہستہ آہستہ کہہ رہے تھے کہ آج تمھارے پاس کوئی محتاج نہیں آنا چاہئے۔ (یعنی کسی محتاج کو اپنے قریب نہ آنا دیا جائے) (ت)

اور اس کا ثواب نذر روح اقدس کرنا اس عمل طیب میں طیب وخوبی ہی بڑھائے گا جبکہ کسی عقیدہ باطلہ کے ساتھ نہ ہو اس صورت میں اسے:

"وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا "[3] الاٰیۃ۔	جو کھیتی اور جانور اللہ تعالٰی نے پیدا کئے ان میں انھوں نے اللہ تعالٰی کا ایک حصہ مقرر کیا ہے۔ پھر وہ اپنے خیال میں باطل کی بناء پر کہنے لگے یہ اللہ تعالٰی کا حصہ ہے اور ہمارے شریکوں کا۔ الاٰیۃ (ت)

میں داخل سمجھنا محض جہالت وزبان زوری ہے **کما لایخفی** (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت)

(۵) لڑکوں کے سر پر چوٹی رکھنی ناجائز اور فعل مذکور رسوم ملعونہ کفار سے تشبہ ہے جس سے احتراز لازم۔

(۶) جو شخص اپنے احوال مذکورہ بروجوہ مذمومہ سے صدقہ لیتا ہے اگر ان اعتقادات باطلہ میں ان کا شریک تو خود بھی فاسق ومبتدع ہے جس کی امامت مکروہ اور اس کے ہاتھ پر بیعت جہالت ورنہ ان کے لینے سے احتراز چاہئے مگر ان کے فسق وبدعت کا وبال اس کے سر نہ ہوگا۔

قال تعالٰی "لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى "[4]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۴۱

[2] القرآن الکریم ۶۸/ ۲۱تا ۲۴

[3] القرآن الکریم ۶/ ۱۳۶

[4] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

اور اگر وہ صدقات ان شرعی طریقوں پر ہیں جو ہم ذکر کر آئے اور یہ شخص محل صدقہ لینے میں اصلاحرج نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۹: از بریلی مرسلہ میلاد خواں یکشنبہ ۱۷ شوال ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ھذا میں کہ اکثر برادری میں جو کھانے ہوتے ہیں ان کا قاعدہ یہ ہے کہ بسا اوقات نیت اس کے اندر ریاء وتفاخر کی ہوتی ہے اور اس رسم کو ایسا ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص برادری والا ناداری کی وجہ سے نہ کھلاسکے تو اس کو طعنہ دیتے ہیں اور اس کو ایسا لازمی امر خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر نہ کھلائیں گے تو برادری میں ہماری ناک کٹی ہو جائے گی اور اگر پاس نہیں ہوتا تو اس کام کے لئے سودی روپیہ قرض لیتے ہیں پس عرض ہے کہ اس کھلانے کا طعنہ دینے والے کا شرعًا کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا** (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب:

یہ کھلانا اگر ریاء وتفاخر کی نیت سے ہے تو حرام ہے۔ اگر طعنہ بے جا سے بچنے کو ہے تو اسے مباح اور طعنہ دینے والوں مجبور کرنے والوں کو حرام،

لحدیث اقطع عنی لسانه وصرح العلماء باستثنائه من قاعدة ماحرم اخذه حرم اعطاؤه [1]۔	بوجہ حدیث مجھ سے اس کی زبان کاٹ دیجئے یعنی اس کا منہ بند کردیجئے، اور علماء کرام نے اس قاعدہ (کہ جس کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے) سے مستثنٰی قرار دیا ہے۔ (ت)

اگر ان وجوہ سے پاک بطور صلہ رحم وسلوک حسن وشکر نعمت ومواسات جیران واحبا مواقع فرحت وسرور جائز شرعی میں ہو تو حسن ومستحب۔

وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرء مانوی [2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اعمال کا مدار نیتوں پر ہے ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۷۰: ربیع الاول شریف ۱۳۱۶ھ

نیا مکان بنایا جائے تو ارتفاع اس کا سات گز سے زیادہ بنانا شرعا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ممنوع ہو تو بحوالہ کتاب جواب مرحمت فرمایا جائے۔

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الرابع عشر ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۸۹

[2] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

الجواب:

عمارات خیر میں جبکہ نیت خیر بروجہ خیر ہو محمود ہے اور اپنے سکونت وغیرہا کے مکانات میں اگر بحاجت ہو تو مباح اور بہ نیت تفاخر بالدنیا ہو تو حرام، **تتطاول فی البنیان** (عمارتوں کی بلندی اور درازی۔ت) علامات قیامت سے ہے۔ یہی محمل ہے اس حدیث کا کہ جب کوئی شخص سات گز سے زیادہ دیوار اٹھاتا ہے فرشتہ کہتا ہے اے منافق! کہاں تک بلند کرے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵: ۷۱ ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ مسئولہ مولوی علی احمد صاحب مصنف تہذیب البیان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ناواقف جاہل لوگ بنام نہاد طاق شہید طاق پرستی کرتے ہیں منتیں مانتے ہیں ریوڑی، گٹا، پھول، ہار طاق پر چڑھاتے ہیں، جھک جھک کر سلام کرتے ہیں اپنی حاجت روائی طاق سے چاہتے ہیں۔ اس میں اور بت پرستی میں کیا فرق ہے اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں ان کے لئے شرع شریف میں کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

یہ سب رسوم جہالت وحماقت وممنوعات بیہودہ ہیں مگر بت پرستی میں اور اس میں زمین آسمان کا فرق ہے یہ جہال پرستش بمعنی حقیقی نہیں کرتے کہ کافر ہو جائیں گے ہاں گنہگار و مبتدع ہیں **والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۷۲: ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پختہ مکان بنوانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

پختہ مکان اگر نیک کاموں کے لئے ہو جیسے مسجد ومدرسہ وخانقاہ وسرا تو ثواب ہے اور اپنی ضرورت وحاجت کے ہو تو مباح، اور تفاخر وتکبر کی نیت سے ہو تو حرام، **واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۷۳: مسئولہ زین العابدین از بنگالہ ضلع پابنا قصبہ سراج گنج ۴ رجب المرجب ۱۳۲۰ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں رسوم کہ در ملک بنگال چنانست کہ مردمان برائے تولہ فرزندان خانہ دیگر از خانہ بود و باش جداگانہ بنامی کنند وزادن فرزند در خانہ بود و باش بدفالی شمارند	علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس رسم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ بنگال میں یہ رواج ہے کہ نومولود کی ولادت کے لئے اس کی ولادت سے قبل الگ کمرہ تعمیر کیا جاتا ہے اور پہلے سے تعمیر شدہ مکان جہاں وہ رہائش پذیر

چنیں قسم خانہ مخصوص درہر بار بنانمودن شرعا درست است یا نہ؟ ودر زمانہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بود یانہ؟	ہوتے ہیں اس میں نئے بچے کی ولادت منحوس خیال کی جاتی ہے۔کیاان کا یہ اقدام شرعاجائز ہے یانہیں؟اور حضرت سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایسے ہوتا تھا یانہیں؟(ت)

الجواب:

ایں رسم شنیع درآں زمان پاک اصلانہ بود بلکہ بعدآں نیز تا قرون متطاولہ بلکہ ہنوز ہم درعامہ ولایت اسلام ازاں نشانے نیست ایں برسم مشرکین وہنود ماند بلکہ ازاں ہم بالاتر رفتہ است ہندوان نیز ایں چنیں نہ کنند ایں کار اگر بخیال ضلال بد فال نبودی اسراف بودے واللہ تعالٰی یقول "وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۳۱﴾ "[1] اسراف نکنید کہ خدائے دوست ندارد واسراف کنندگان را بلکہ بوجوہ خلوازفائدہ تبذیر بودے واللہ تعالٰی یقول "اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ؕ "[2] مال بے سود برباد دہندگان برادران شیاطین اند حالانکہ بمتنی براں وہم شیطانی ست ضلالی دگر برآں افروز سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم	یہ قبیح رسم اس پاک زمانے میں بالکل نہ تھی بلکہ اس کے بعد بھی عرصہ دراز تک بلکہ اب تک عام اسلامی ممالک میں اس کا نام ونشان تک نہیں پایا جاتا، یہ ہندوانہ اور مشرکانہ رسوم کے مشابہ بلکہ ان سے بھی بدتر ہے کیونکہ ہندو بھی ایسا نہیں کرتے اگر یہ عمل بدفالی اور گمراہی کے خیال سے نہ ہو تب بھی بوجہ اسراف معیوب ہے جبکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ لوگو! بے جا خرچ کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ اللہ تعالٰی کو فضول خرچ کرنے والے لوگ پسند نہیں تم اسراف نہ کیا کرو اللہ تعالٰی اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں بناتا، یہ اقدام متعدد وجوہ کی بناپر فائدے اور بھلائی سے خالی ہے اور تبذیر کے زمرے میں آتا ہے جبکہ اللہ تعالٰی کا فرمان ہے کہ "مال کو بے مقصد برباد کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں "اس وہم کی بنیاد شیطانی ہے مزید یہ کہ اس میں بدفالی

[1] القرآن الکریم ۷/ ۳۱

[2] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۷

فرمود الطیرۃ من الشرک بدفال گرفتن وبراں کاربند شدن شیوہ مشرکان رواہ الائمۃ الاحمد[1] فی المسند والبخاری فی الادب المفرد وابوداؤد و الترمذی والنسائی وابن ماجۃ والحاکم فی صحاحھم کلھم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح ومعنی الحدیث علی مافسرنا کما افصحت عنہ الاحادیث وحققہ العقول۔واللہ تعالٰی اعلم۔	وبد شگونی والی گمراہی بھی شامل ہے۔آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بری فال نکالنا اور اس پر کار بند ہونا مشرکین کا طریقہ اور دستور ہے،چنانچہ ائمہ کرام مثلا امام احمد نے مسند میں امام بخاری نے الادب المفرد میں ابو داؤد،ترمذی،نسائی،ابن ماجہ اور حاکم نے اپنی صحاح میں بحوالہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے سند صحیح کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے حدیث کے وہی معنی ہیں جو ہم نے بیان کردیئے ہیں جیسا کہ احادیث سے واضح اور عیاں ہے۔اور "عقول" نے اس کی تحقیق کی ہے۔واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۷۴: از اترولی ضلع اعظم گڑھ محلّہ مغلاں مرسلہ اکرام عظیم صاحب ۱۸جمادی الاولی ۱۳۲۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین وملت محمدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو مسلمان جوابات شرعیہ کو نہ مانے اور اپنے رواجہائے قدیمہ پر اڑا رہے وہ گنہ گار ہے یا کیا ہے؟

الجواب:

جواحکام شرع کے مقابل اپنے رواج پر اڑے وہ سخت گنہ گار ہے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۷۵،۷۶: مرسلہ ولی محمد ابونوی والہ از مقام دھوراجی متصل اسکول ملک کاٹھیاواڑ سہ شنبہ ۲۲شعبان ۱۳۳۳ھ

(۱) حضرت مولانا مقتدانا جناب مولانا مفتی احمد رضاخاں صاحب شمس العلماء دام افضالہ بعد ادائے آداب دست بستہ ملتمس می دارم کہ یہاں عام طور سے تمام شہر متفق ہے کہ درخت پپیتہ جس کو

[1] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن مسعود المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۳۸،جامع الترمذی ابواب السیر امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۹۴،کنز العمال بحوالہ ط،حم،و ھ،ك حدیث ۲۸۵۶۸،۲۸۵۶۹،موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۱۳

ارنڈ خربزہ کہتے ہیں مکان مسکونہ میں لگانا منحوس ہے اور منع ہے چونکہ یہاں یہ بکثرت اور نہایت لذیذ ہیں لہٰذا التماس ہے کہ اس بارے میں احکام شرعی سے مع حوالہ کتب بالتشریح خبر دار کیجئے؟

(۲) دیگر اگر خواب میں کوئی ریل میں سفر کرتا ہوا خود کو دیکھے اس کی کیا تعبیر ہے؟

الجواب:

(۱) شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں، شرع نے نہ اسے منحوس ٹھہرایا نہ مبارک، ہاں جسے عام لوگ نحس سمجھ رہے ہیں اس سے بچنا مناسب ہے کہ اگر حسب تقدیر اسے کوئی آفت پہنچے ان کا باطل عقیدہ اور مستحکم ہوگا کہ دیکھو یہ کام کیا تھا اس کا یہ نتیجہ ہوا اور ممکن کہ شیطان اس کے دل میں بھی وسوسہ ڈالے، ردالمحتار میں ہے:

اماالدبسی والصلصل والعقعق واللقلق واللحام فلا یستحب اکلھا وان کانت فی الاصل حلالالتعارف الناس باصابۃ آفۃ لاکلھا فینبغی ان یتحرز عنہ[1] الخ نقلہ عن غرر الافکار۔	الدبسی (کبوتر کی مانند ایک چھوٹا سا پرندہ ہے در حقیقت یہ جنگلی کبوتر کی ایک قسم ہے) الصلصل (امام جوہری نے کہا کہ یہ فاختہ ہے) العقعق (کوے کی شکل پر کبوتر کے برابر ایک پرندہ ہے لیکن اس کی دم کبوتر کی دم سے دراز ہوتی ہے اور پر بھی اس سے بڑے ہوتے ہیں۔ اس کا رنگ سیاہ اور سفید ہوتا ہے) اللقلق (عجمی نام والا پرندہ ہے جو سانپ کھاتا ہے اس کی حلت اور حرمت میں اختلاف ہے چنانچہ بعض کے نزدیک حلال ہے اور بعض کے نزدیک حرام) اللحم (ایک قسم کی بڑی مچھلی ہے جو سونڈ سے تلوار کی طرح کاٹ دیتی ہے) ماخوذ از حیات الحیوان اول ودوم)، ______ ان سب کا کھانا بہتر نہیں اگرچہ درحقیقت یہ حلال ہیں اس لئے کہ لوگوں میں مشہور ہے کہ ان کے کھانے سے مصیبت آتی ہے لہٰذا ان کے کھانے سے پرہیز کیا جائے (اگر کھالیا اور تقدیر سے مصیبت آگئی تو عام لوگوں کا عقیدہ خراب ہوجائے گا) علامہ شامی نے غرر الافکار سے اسے نقل فرمایا (ت)

(۲) خواب میں سفر اگر مذموم بات کے لئے نہ ہو تو دلیل ظفر اور مرض سے صحت ہے **لحدیث سافروا تصحوا**[2] (سفر کرو تاکہ تندرست رہو۔ ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

---

[1] ردالمحتار کتاب الذبائح تحت قول الماتن قبیل الخفاش داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۹۴

[2] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۸۰

مسئلہ ۷۷: از شہر محلّہ ملوکپور مسئولہ واحد یار خاں ۴ صفر المظفر ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک قوم میں یہ دستور ہے کہ وقت شادی یا غمی کے دس بیس روپے اپنے پاس ہوتے ہیں تو سو پچاس روپے سودی لے کر واسطے برادری کے کھانے پینے کا سامان کرتے ہیں اور جب لڑکی اپنے شوہر کے مکان پر جاتی ہے لڑکی کا باپ اپنے ہمراہ سو دوسو آدمی لیجاتا ہے وہ سب لوگ لڑکی کے شوہر کے مکان پر کھانا کھاتے ہیں بعد کھانا کھانے کے لڑکی کا باپ اپنا نیوتہ وصول کرتا ہے پس جس قدر آدمی زیادہ ہوں گے نیوتہ کا روپیہ زیادہ آئے گا اگر قرضدار ہوا یا برباد ہوا تو اس سے کچھ غرض نہیں لڑکا، باپ یا برادر جب تک چار بار روٹی نہ کھائیں نیوتہ نہ دیں گے یعنی منڈھا اور اور برات اور لودا یہ وقت کھانوں کے مقرر ہیں۔ برادری زور دے کر کھانے لیتی ہے خیر جب لڑکے کا باپ شادی سے فارغ ہو کر قرض ادا کرنے کی طرف متوجہ ہوا تو یہ بات ظاہر ہے کہ گھر والوں کو غریب آدمی کے مکان پر پیٹ بھر کر روٹی اور تن بھر کپڑا جب تک قرض ادا نہ ہو جائے درمیان میں یہ فساد پیدا ہو جاتا ہے کہ لڑکی اپنے ماں باپ کے مکان پر جا بیٹھتی ہے کہ روٹی کپڑا تو ہے نہیں ایسے شوہر کے مکان پر جا کر کیا کروں اور بڑے سے بڑے فساد پیدا ہو جاتے ہیں کہ جن کو بیان نہ کرنا بہتر ہے یہ رسم شرعًا یا جہالت کی۔ زید کہتا ہے سودی روپیہ جو دے اس پر خدا کی لعنت اور جو کوئی واسطے شان وشوکت کے لئے اس پر بھی خدا کی لعنت اور جو برادر کہ جانتے ہیں کہ یہ کھانا پینا سودی روپیہ لے کر ہمارے واسطے کیا گیا ہے پھر جان کر کھائیں تو ان کھانے والوں کے واسطے کیا حکم ہے؟ اور جو اس قوم کا آدمی بغیر توبہ کے مرجائے تو اس کی نماز پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ اور اگر یہ قوم توبہ نہ کرے تو داخل امت محمدی میں ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

بیشک سود کھانے والے پر حدیث میں لعنت فرمائی ہے، اور بے ضرورت ومجبوری شرعی جو سود دے سودی قرض لے اس پر بھی لعنت فرمائی اور غم میں تو برادری کا کھانا دینا گناہ ہے اور شادی میں اگرچہ جائز ہے مگر سودی قرض اس کے لئے لینا حرام، وباعث لعنت ہے۔ اہل برادری کو معلوم ہو تو انھیں اس کھانے میں شرکت نہ چاہئے کہ انھیں کے لئے وہ اس گناہ کا مرتکب ہوا، اگر لوگ جانیں کہ سودی قرض لے کر جو کھانا کیا جائے برادری اسے نہ کھائے گی تو ہرگز ایسی حرکت نہ کریں، پھر بھی یہ باتیں معاذاللہ کفر نہیں کہ توبہ نہ کریں تو امت میں نہ رہیں یا اس پر جنازہ کی نماز نہ ہو، یہ سب غلط خیال ہیں۔ نیوتہ وصول کرنا شرعا جائز ہے اور دینا ضروری ہے کہ وہ قرض ہے اور سو دو سو آدمی دعوت کے لئے ہمراہ لینا بھی جائز ہے جب تک دعوت دینے والے کی مرضی سے ہو وہاں اگر اس کے خلاف مرضی ہو اور مجبوری کے لئے شرماشرمی دے

تو وہ کھانا حرام ہے اور اتنے آدمی لے جانا حرام ہے جانے والے چورین کر جائیں گے، اور لٹیرے بن کر نکلیں گے یہ حدیث کا ارشاد ہے نہ کہ جب دبا کر لیں کہ اس کے صریح حرام ہونے میں کیا کلام ہے اور چار وقت کے کھانے کا بوجھ بلا مرضی ڈالنا اور بغیر اس کے نیوتہ نہ دینا یہ بھی حرام ہے۔ ایسی ناپاک رسموں کا ترک فرض ہے **واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم** (اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ اور اس کا علم جس کی بزرگی بڑی ہے زیادہ کامل اور زیادہ پختہ ہے۔ ت)

مسئلہ ۷۸ تا ۸۰: از ضلع برسیاں ملک بنگال پوسٹ آفس سامر ہاٹھ کاؤ گوریدی مسئولہ رکن الدین احمد روز پنجشنبہ ۱۵ صفر المظفر ۱۳۲۴ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعد ولادت مولود ناری چھید کرنا آیا دائی جو گاؤں میں مقرر ہوتی ہے یا جنائی جو ہر گھر کی عورتیں ہوتی ہیں انھوں کے ساتھ کچھ خصوصیت ہے یا جوں توں کر سکتا ہے۔ بر تقدیر ثانی وثالث منکرین پر شرعاً کیا حکم ہے؟

(۲) اگر اہل محلّہ دائی کے ساتھ خصوصیت جان کر اس فعل قبیحہ خاص کے لئے ایمان دار بھائیوں کو اہانت اور بے عزت کریں مثلاً ان لوگوں کے ساتھ اٹھک بیٹھک کھانا پینا نہ کریں بلکہ کہیں کہ اگر شرع میں بھی ہے تو بھی نہ کرنا کیونکہ رواج کے خلاف ہے اور خاص کرکے اس فعل خاص پر رواج کے پابند ہونا ضرور ہے تو شرع میں ان لوگوں پر کیا حکم ہے؟

(۳) شریعت کے خلاف جو رواج ہوا اپنے نام وناموس کی رعایت سے اسی رواج کی پاسداری کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بر تقدیر اولٰی کیوں جائز اور اس کی کیا دلیل؟ بر تقدیر ثانی مبنین رواج مذمومہ پر شرعا کیا حکم ہے؟ **بینوا حکم الکتاب توجروا یوم الحساب** (کتاب کا حکم بیان کرو تاکہ روز حساب اجر وثواب پاؤ۔ ت)

الجواب:

(۱) بچہ کی ناری چھیدنا سنت ہے اور اس کی خصوصیت کوئی نہیں کہ یہ کام دائی جنائی کرے یا باپ بھائی کرے۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ دائی جنائی کے ساتھ خاص ہے اوروں کو جائز نہیں وہ دل سے مسئلہ نکالتے ہیں اور شریعت پر افتراء کے گنہگار ہوتے ہیں۔

قال اللہ تعالٰی "وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُکُمُ الْکَذِبَ ھٰذَا حَلٰلٌ وَّھٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ ؕ اِنَّ	اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: تمھاری زبانیں جو کچھ جھوٹ بیان کرتی ہیں اس کے بارے میں یہ نہ کہا کرو کہ یہ حلال اور یہ حرام ہے تاکہ تم اللہ تعالٰی پر

الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝ "[1] واللہ تعالٰی اعلم	جھوٹ باندھو، بیشک جو لوگ اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں۔اور اللہ تعالٰی بڑے علم والا ہے۔(ت)

(۲) یہ بلاوجہ اپنے بھائیوں سے انقطاع اور مسلمانوں کی ایذاء اور کئی وجہ سے حرام ہے۔حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اذی مسلما فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللہ[2]۔	جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالٰی کو ایذا دی(ت)

دوسرے فریق کو بھی چاہئے جب لوگ اس قدر اس سے پریشان ہوتے اور نفرت کرتے ہیں تو کیوں ایسی بات کریں جس سے ایک مباح کے پیچھے باہم تفرقہ وفتنہ ہو ہاں ان میں جو اہل علم ومقتداو صاحب اثر ہوں وہ کریں تاکہ لوگوں کے قلب سے یہ غلط بات رفع ہوجائے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۳) یہ رواج کہ خود نہیں کرتے بجائے خود کچھ خلاف شرع نہیں کہ شریعت نے یہ کام خود کرنا واجب نہ کیا ہاں یہ سمجھنا کہ خود کرنا جائز نہیں اعتقاد باطل ہے اور اگر جائز تو جانتے ہیں مگر بلحاظ عوام بدنامی ومطعونی سے بچنے کو اس پر اصرار کرتے ہیں تو ایک وجہ رکھتا ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۸۱: للہ ٹھیرا مرادآباد مسئولہ حافظ محمود حسن روز دوشنبہ بتاریخ ۲۶ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ صفر کے اخیر چہار شنبہ کے متعلق عوام میں مشہور ہے کہ اس روز حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مرض سے صحت پائی تھی بنابر اس کے اس روز کھانا اور شیرینی وغیرہ تقسیم کرتے ہیں اور جنگل کی سیر کو جاتے ہیں علٰی ہذا القیاس مختلف جگہوں میں مختلف معمولات ہیں کہیں اس روز کو نحس ونامبارک جان کر گھر کے پرانے برتن گلی تڑوالیتے ہیں اور تعویذ وچھلہ وچاندی کہ اس روز کی صحت بخشی جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں مریضوں کو استعمال کراتے ہیں یہ جملہ امور بربنائے صحت یابی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عمل میں لائے جاتے ہیں لہذا اصل اس کی شرع میں ثابت ہے کہ نہیں؟ اور فاعل عامل اس کا بربنائے ثبوت یا عدم ثبوت گرفتار معصیت ہوگا یا قابل ملامت وتادیب؟ **بینوا توجروا** (بیان فرمایئے اجر پایئے۔ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶

[2] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/ ۳۷۳

الجواب:

آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں نہ اس دن صحت یابی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کوئی ثبوت بلکہ مرض اقدس جس میں وفات مبارک ہوئی اس کی ابتداء اسی دن سے بتائی جاتی ہے اور ایک حدیث مرفوع میں آیا ہے:

آخر اربعاء فی الشھر یوم نحس مستمر۔[1]	ماہ صفر کا آخری چہار شنبہ دائمی نحوست والا دن ہے۔(ت)

اور مروی ہوا کہ ابتدا ابتلائے سیدنا ایوب علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اسی دن تھی اور اسے نحس سمجھ کر مٹی کے برتن توڑ دینا گناہ و اضاعت مال ہے۔ بہر حال یہ سب باتیں بے اصل و بے معنی ہیں **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۸۲: مسئولہ طوطی ہند اسرار الحق خان و سہیل ہند غلام قطب الدین صاحب از جبلپور چہار شنبہ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

ماہ صفر کے اخیر چہار شنبہ کو ساتوں سلام یعنی "سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ ﴿۵۸﴾"[2] وغیرہ جلسہ میں پڑھ کر اور آم کے ساتھ پتوں پر لکھ کر ایک نئے گھڑے میں پانی منگا کر اس میں پتے دھو کر بطور تبرک سب کو پلانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

قرآن عظیم کی ہر آیت ہمیشہ نور وہدٰی وبرکت وشفاء ہے اور اس چہار شنبہ کی تخصیص محض بے معنی، بہر حال نفس فعل میں حرج نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۸۳: از کیلا کھیڑا ڈاکخانہ باز پور ضلع نینی تال مرسلہ محمد عبد المجید خان صاحب ۱۱ ذی ۱۳۳۵ھ

یہ جو بعض جہلا غرض ڈورے کیا کرتے ہیں اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ خاتون جنت ہر کسی گھر ماہ ساون بھادوں میں جایا کرتی اور ایک ایک ڈورا ان کے کان میں باندھ کر یہ کہا کرتیں کہ پوریاں پکا کر فاتحہ دلا کر لانا اس کی کچھ سند ہے یا واہیات ہے؟

الجواب:

یہ ڈوروں کی رسم محض بے اصل و مردود ہے اور حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالٰی عنہا کی طرف

---

[1] کنز العمال حدیث ۲۹۳۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۲

[2] القرآن الکریم ۳۶/ ۵۸

اس کی نسبت محض جھوٹ برا افترا ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۸۴: از کمال پورہ علاقہ جیت پورہ بنارس مرسلہ خدا بخش زردوز مالک فلور مل اسلامیہ ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

اکثر لوگ ۳، ۱۳ یا ۲۳، ۸، ۱۸، ۲۸ وغیرہ تواریخ پنجشنبہ ویک شنبہ وچہار شنبہ وغیرہ ایام کو شادی وغیرہ نہیں کرتے، اعتقاد یہ ہے کہ سخت نقصان پہنچے گا، ان کا کیا حکم؟

الجواب:

یہ سب باطل وبے اصل ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۵: از مقام رام باغ ڈاکخانہ خاص ضلع دیرہ دون مرسلہ حکیم محمد فضل الرحمٰن صاحب مورخہ ۱۶ جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جیسے یہ مثال یا مثلہ اہل اسلام میں رائج عملدرآمد کے ساتھ ہے کہ بہن کے گھر بھائی کتا اور خوشدامن کے گھر داماد کتا، جہاں تک دریافت ہوا ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مثال ہنود کے یہاں قطعی طور پر رائج ہے مگر اہل اسلام میں نہایت سرگرمی کے ساتھ شامل کرلیا ہے اور اس پر عملدرآمد کیا جاتا ہے وہ لوگ جو بہن کے گھر یا خوشدامن کے گھر رہتے ہیں نہایت بری نظر اور بے عزتی کے ساتھ دیکھے جاتے ہیں آیا ازروئے شرع شریعت بہن کے گھر بھائی کا رہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور خوشدامن کے گھر داماد کا رہنا جائز ہے یا نہیں؟ کن وجوہات سے اس کا رواج اسلام میں یا اتفاق سے ہندوستان کے ہر طبقہ میں پھیلا ہوا ہے اس کی اصلیت کیا ہے؟ امید کہ بواپسی مطلع فرمایا جائے۔ فقط

الجواب:

رسم مردود ہنود یہ ہے یہ ہے کہ بہن بیٹی کے گھر کا پانی پینا برا جانتے ہیں کھانا تو بڑی چیز ہے یہ رسم ضرور ناپاک ومردود ہے۔ مولٰی سبحانہ وتعالٰی قرآن کریم میں فرماتا ہے:

"لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ	نہ اندھے پر تنگی نہ لنگڑے پر نہ بیمار پر نہ آپ تم پر کہ اپنی اولاد کے گھر کھانا کھاؤ یا اپنے باپ کے گھر یا ماں کے گھر یا بھائیوں کے گھر یا بہنوں کے گھر یا چچا کے گھر یا پھوپی کے گھر یا ماموں کے گھر یا خالہ کے گھر یا جس کی کنجیاں تمھارے

اَعۡمَامِكُمۡ اَوۡ بُيُوۡتِ عَمّٰتِكُمۡ اَوۡ بُيُوۡتِ اَخۡوَالِكُمۡ اَوۡ بُيُوۡتِ خٰلٰتِكُمۡ اَوۡ مَامَلَكۡتُمۡ مَّفَاتِحَهٗۤ اَوۡ صَدِيۡقِكُمۡ ؕ "[1]	اختیار میں ہیں یا اپنے دوست کے یہاں۔

اس اجازت میں جیسے ایک وقت کا کھانا داخل ہے یوں ہی بشرط رضا وعدم بار چند وقت کا خصوصا جبکہ بہن یا ساس یا ان لوگوں کا مکان دوسرے شہر میں ہو اور یہ بعد مدت ملنے کو جائے جب تک یہ نہ جانے کہ ان پر بار و ناگوار نہ ہوگا جہاں تک ایسے تعلقات میں ایسے بعد سے اتنے دنوں بعد مہمان داری معروف ہے بلاشبہہ رہ سکتا ہے ہاں اتنا رہنا کہ اکتا جائے اور ناگوار ہو ناجائز اور وہ کھانا بھی ناجائز اگرچہ ماں باپ ہی کا گھر ہو، ہاں ماں باپ جبکہ محتاج ہو مالدار اولاد کے یہاں جتنے دن چاہیں رہ سکتے ہیں اگرچہ اسے ناگوار ہو کہ اس کے مال میں اتنا ان کا حق ہے اس کی بے مرضی بھی لے سکتے ہیں یہ سب عارضی طور پر رہنے میں کلام تھا اب جو لوگ معیوب جانتے ہوں ان کا زعم بالکل مردود واتباع کفار ہنود ہے۔ رہا دوسرے کے یہاں سکونت اختیار کرنا یہ سوا محتاج ماں باپ کے کسی کے گھر بے اس کی رضا کے اصلا حلال نہیں اگرچہ بھائی یا باپ کے یہاں ہو اگرچہ فقط سکونت ہو کھائے اپنا مگر وہ کسب سے عاجز ومحتاج جس کا نفقہ شرع نے اس صاحب مکان پر واجب کیا یہ رہ سکے گا اور کھانا بھی اسی کے سر کھائیگا اسے گوارہ ہو خواہ ناگوار، بھائی ہو یا بہن، ساس اس میں داخل نہیں کہ اس کے ذمہ اس کا نفقہ نہیں ہو سکتا ہاں عاجز محتاج کا نفقہ جس پر شرعًا لازم ہے اگر نہ وہ اس کی اولاد میں ہے نہ یہ اس کی اولاد میں تو بے اس کی رضا کے جبرا اس کا بار اس پر ڈالنا بحکم حاکم ہوگا خود یہ اس کا اختیار نہیں رکھتا، ردالمحتار میں ہے:

نفقة قرابة غير الولاد وجوبها لايثبت الا بالقضاء او الرضاء[2]۔	ایسے رشتے دار کا خرچہ جو اولاد میں شامل نہ ہو اس کے خرچے کا وجوب فیصلہ قاضی یا خرچہ دینے والے کی رضامندی کے بغیر ثابت نہیں ہو سکتا۔

حکم شرع یہ ہے اس کے خلاف جو کچھ ہو باطل ہے ظاہرا یہ تخصیص اس خیال سے ہو کہ بہن کا اپنا گھر اور مال غالبا نہیں ہوتا بلکہ اس کے شوہر کا اور وہ اگر ناگواری نہ ظاہر کرے تو غالبًا مروت اور اپنی

[1] القرآن الکریم ۶۱/۲۴

[2] ردالمحتار کتاب الطلاق باب النفقة داراحیاء التراث العربی بیروت ۶۸۱/۲

زوجہ کی رعایت سے اور ساس جو کچھ کرے گی اپنی بیٹی کے دباؤ سے اور یہ جائز نہیں لہٰذا اس سے احتراز کرنا چاہئے اگرچہ ناگواری ظاہر نہ ہو کہ ظاہر ناگواری ہے اور بہن فقط مثال ہے بیٹی بھتیجی بھانجی کا بھی یہی حال ہے جبکہ مال ومکان ان کے شوہروں کا ہو شرعا بھائی بھتیجے بھانجے کا بھی یہی حاکم ہے جبکہ مروت وخاطر مع ناگواری باطن ہو مگر یہاں مروت خود اس کی ذات کے باعث ہے اور وہاں دی ہوئی بیٹی کے ذریعہ سے لہٰذا اسے زیادہ معیوب سمجھا۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۸۶تا۸۸: از شہر کوٹہ راجپوتانہ محلّہ لاڈپورہ معرفت گانس بہروکے مسئولہ الٰہی بخش لوہار ۲۸ جمادی الاولٰی

کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) شادی میں ہندوؤں کی رسم کے موافق گانے اور باجے کے ساتھ کمہار کے گھر سے برتن لانے کے واسطے کیا حکم ہے؟

(۲) شادی میں کپڑا پہناتے وقت ہندوؤں کی طرح پیشانی میں ہلدی کا ٹیکا لگانا کیسا ہے؟

(۳) لڑکے کی سالگرہ کے روز لچھے میں عمر کی گرہ لگانا کیسا ہے؟

الجواب:

(۱) ناجائز ہے وگناہ ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) ناجائز وگناہ ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۳) ناجائز ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۸۹: از دیوگڑھ میواڑ راجپوتانہ مرسلہ عبدالعزیز صاحب ۸ شوال ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں دونوں عیدوں پر مسلمان بڑے تزک واحتشام سے اسلام کی شان وشوکت ظاہر کرتے ہیں یعنی نماز کے لئے جاتے وقت توپوں کے فَیر ہوتے ہیں اور نشان وگھوڑا وتاشے بجتے ہوئے عیدگاہ کو جاتے ہیں اور قاضی صاحب شاہی جامہ پہنتے ہیں بعد فراغت نماز دوسرے دروازہ سے شہر میں داخل ہوتے ہیں یہ محض اسلامی شان وشوکت بمقابلہ کفار کی جاتی ہے اور تمام لوازمہ منجانب رئیس ریاست یہاں کے آتا ہے۔ اگر تاشے وغیرہ موقوف کئے جائیں تو فتنہ وفساد برپا ہونے کی صورت میں اس میں کوئی خرابی تو لازم نہیں آتی ہے؟

الجواب:

عید کے لئے نشان لے جانا اور عمدہ لباس پہننا تو سنت ہے اور گھوڑے کی سواری بھی فی نفسہٖ

مسنون ہے اگرچہ عیدگاہ جانے کے لئے وارد نہیں اور مصلحت کے لئے وہاں ہاتھی کی سواری یا کوتل ہاتھی گھوڑے اور توپوں کے فَیر میں بھی حرج نہیں ایسے شہر میں ایسی رسم کو بند کرنا سراسر خلاف مصلحت ہے اس میں صرف غازیوں کا ساطبل ہو جسے دہل کہتے ہیں تاشے نہ ہوں۔

وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوٰی [1]۔	کاموں کا مدار ارادوں پر ہے اور ہر آدمی کے لئے وہی کچھ ہے جس کا اس نے ارادہ کیا۔ (ت)

اظہار شوکت کی اصل حج میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا رمل واضطباع اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو اس کا حکم فرمانا اور شک نہیں کہ وہاں اس طریقہ کے بند کرنے میں مشرکین کی فرحت شادی اور ان کی نگاہوں میں معاذاللہ اسلام کی سُبکی کا باعث ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

[1] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

رسالہ
ھادی الناسِ فی رُسُوم الاعراس
(شادیوں کی رسومات کے بارے میں لوگوں کے لئے راہنما)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ط

مسئلہ ۹۰: از کانپور مدرسہ فیض عام مرسلہ مولوی احمد حسن صاحب ۲۱ جمادی الاولٰی ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کہ ہمارے دیار میں اس طرح کا رواج ہے کہ شادی کے دن طرح بطرح کا تماشا کرتے ہیں یعنی آتشبازی وبندوق اور گانا بجانا، اور لکڑی کھیلنا وغیرہ ان سب سامان کے ساتھ نوشاہ کو پالکی پر سوار کرکے تماشا کرتے ہوئے دلہن کے مکان میں جاتے ہیں۔ آیا یہ سب امور مذکورہ بحسب شرع شریف جائز ہیں یا نہیں؟ فقط۔

الجواب:

نوشہ کو پالکی میں سوار کرنا مباح وجائز ہے لان من الرسوم العامۃ التی لا مضر فیھا من الشرع اس لئے کہ یہ ان عادی رسموں میں سے ہے شریعت میں جن پر کوئی طعن نہیں۔ت) اور لکڑی پھینکنا بندوقیں چھوڑنا اور اس قسم کے سب کھیل جائز ہیں جبکہ اپنے اور دوسرے کی مضرت کا اندیشہ نہ ہو، اور ان سے مقصود ان کوئی غرض محمود جیسے فن سپہگری کی مہارت ہو، نہ مجرد لہو ولعب لانھما من جنس المنضال المستثنٰی فی الحدیث (کیونکہ یہ وہ کھیل ہیں جن کو حدیث میں مستثنٰی قرار دیا گیا ہے۔ت) اور اگر

صرف کھیل کود مقصود ہو تو مکروہ۔

فی الدرالمختار کرہ کل لھو لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کل لھو المسلم حرام الا ثلاثۃ ملا عبتہ باھلہ وتادیبہ لفرسہ و مناضلتہ بقوسہ [1] اھ،وفی رد المحتار فی الجواھر قد جاء الاثر فی رخصتہ المصارعۃ لتحصیل القدرۃ علی المقاتلۃ دون التلھّی فانہ مکروہ اھ والظاھر انہ یقال مثل ذٰلك فی تادیب الفرس والمناضلۃ بالقوس [2] اھ وفیہ عن القھستانی عن الملتقط من لعب بالصولجان یرید الفروسیۃ یجوز [3] اھ وفی الدرالمصارعۃ لیست ببدعۃ الاللتلھی فتکرہ برجندی [4] وفیہ وکذا یحل کل لعب خطر لحاذق تغلب سلامتہ	در مختار میں ہے ہر کھیل مکروہ ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ مسلمان کے لئے ہر کھیل حرام ہے سوائے تین کے (یعنی مسلمان کے لئے سوائے تین کے باقی ہر کھیل حرام اور ممنوع ہے اور جو تین کھیل مباح ہیں وہ یہ ہیں) (۱) خاوند کا اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا (دل لگی کرنا) (۲) اپنے گھوڑے سے کھیلنا (اس کی تربیت اور سکھلائی کرنا) اور (۳) اپنی کمان سے تیر اندازی کرنا اھ، فتاوٰی شامی میں الجواہر کے حوالہ سے ہے کہ حدیث میں باہم کشتی کرنے کی اجازت موجود ہے یعنی جنگ وجہاد کے لئے قوت حاصل کرنے کے لیے نہ کہ کھیل کود کے لیے کیونکہ محض کھیل کود تو مکروہ ہے اھ اور ظاہر یہ ہے کہ اس طرح کا اطلاق گھوڑے کو سکھانے اور کمان سے تیر اندازی کرنے پر کیا جاتا ہے اھ، اسی میں قہستانی سے بحوالہ الملتقط مرقوم ہے جس کسی نے صولجان یعنی گھڑ دوڑ کا کھیل کیا تو یہ جائز ہے اھ۔ در مختار میں ہے کہ باہم کشتی کرنا بدعت نہیں مگر یہ کہ محض کھیل کود کے لئے نہ ہو برجندی اھ اور اسی میں ہے کہ ہر ایسا

[1] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۸

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۳و۲۵۸

[3] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۸

[4] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۹

کرمی الرام وصید لحیة ویحل التفرج علیهم حینئذ [1] اھ وفیه عند المباحات والسباحة و الصولجان والبندق ورمی الحجر واشالته بالید و الشباك والوقوف علی رجل [2] الخ فی الشامیة البندق المتخذ من الطین ط و مثله المتخذ من الرصاص [3]۔	کھیل جو کسی ماہر کو کھٹکے میں ڈال دے مگر اس میں سلامتی غالب ہو وہ جائز ہے جیسے کسی تیر انداز کے لئے تیر اندازی کرنا اور کسی قبیلہ کے لئے شکار کرنا، پھر ان پر اس وقت خوشی کرنا جائز ہے اھ انہی مباح کاموں کو شمار کرنے کے سلسلہ میں ہے تیرنا، گھڑ دوڑ کرنا، ڈھیلے پھینکنا، تیر مارنا، (الشباک) آپس میں ایک دوسرے کی بند مٹھیاں کھولنا اور ایک پاؤں پر کھڑا ہونا وغیرہ الخ (یہ سب کھیل جائز اور مباح ہیں) فتاوٰی شامی میں ہے "البندق" جو گارے سے تیار کیا جائے اور اسی کی مانند وہ ہے جو سیسہ سے بنایا جائے۔(ت)

آتشبازی جس طرح شادیوں اور شب براءت میں رائج ہے بیشک حرام اور پورا جرم ہے کہ اس میں تضییع مال ہے۔ قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو شیطان کے بھائی فرمایا۔

قال اللہ تعالٰی "لَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ؕ وَ کَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ کَفُوْرًا ﴿۲۷﴾" [4]	اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: کسی طرح بے جا نہ خرچ کیا کرو کیونکہ بے جا خرچ کرنیوالے شیاطین کے بھائی ہوتے ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بہت بڑا ناشکر گزار ہے۔(ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی کرہ لکم ثلثا قیل وقال واضاعة المال وکثرة السوال، رواہ البخاری [5] عن المغیرة بن	بے شک اللہ تعالٰی نے تمھارے لئے تین کاموں کو ناپسند فرمایا: (۱) فضول باتیں کرنا (۲) مال کو ضائع کرنا (۳) بہت زیادہ سوال کرنا اور

---

[1] الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۹

[2] الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۹

[3] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۹

[4] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۶و۲۷

[5] صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب قول اللہ تعالٰی لا یسئلون الناس الحافا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۰ و ۲/ ۸۸۴، صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب النھی عن کثرۃ المسائل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۵و۷۶

شعبۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	مانگنا، امام بخاری نے اس کو حضرت مغیرہ بن بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

شیخ محقق مولٰنا عبدالحق محدث دہلوی ماثبت بالسنۃ میں فرماتے ہیں:

من البدع الشنیعۃ ماتعارف الناس فی اکثر بلاد الھند من اجتماعھم للھو واللعب بالنار، واحراق الکبریت[1] اھ مختصرًا۔	بری بدعات میں سے یہ اعمال ہیں جو ہندوستان کے زیادہ تر شہروں میں متعارف اور رائج ہیں جیسے آگ کے ساتھ کھیلنا اور تماشہ کرنے کے لئے جمع ہونا گندھک جلانا وغیرہ اھ مختصرًا (ت)

اسی طرح یہ گانے بجانے کہ ان بلاد میں معمول ورائج ہیں بلاشبہہ ممنوع وناجائز ہیں خصوصا وہ ناپاک وملعون رسم کہ بہت خران بے تمیز احمق جاہلوں نے شیاطین ہنود ملاعین بے بہبود سے سیکھی یعنی فحش گالیوں کے گیت گوانا اور مجلس کے حاضرین وحاضرات کو لچھے دار سنانا سمدھیانہ کی عفیف وپاکدامن عورتوں کو الفاظ زنا سے تعبیر کرنا کرانا خصوصا اس ملعون بے حیا رسم کا مجمع زنان میں ہونا ان کا اس ناپاک فاحشہ حرکت پر ہنسنا، قہقہے اڑانا، اپنی کنواری لڑکیوں کو یہ سب کچھ سنا کر بدلحاظیاں سکھانا، بے حیا، بے غیرت، خبیث، بے حمیت مردوں کا اس شہدہ پن کو جائز رکھنا، کبھی برائے نام لوگوں کو دکھاوے کہ جھوٹ سچ ایک آدھ بار جھڑک دینا، مگر بندوبست قطعی نہ کرنا، یہ وہ شنیع، گندی اور مردود رسم ہے جس پر صدہا لعنتیں اللہ عزوجل کی اترتی ہیں اس کے کرنے والے اس پر راضی ہونے والے۔ اپنے یہاں اس کا کافی انسداد نہ کرنے والے سب فاسق فاجر، مرتکب کبائر مستحق غضب جبار وعذاب نار ہیں والعیاذ باللہ تبارک وتعالٰی، اللہ تعالٰی مسلمانوں کو ہدایت بخشے آمین، جس شادی میں یہ حرکتیں ہوں مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس میں ہرگز شریک نہ ہوں اور اگر نادانستہ شریک ہوگئے تو جس وقت اس قسم کی باتیں شروع ہوں یا ان لوگوں کا ارادہ معلوم ہو تو سب مسلمان مردوں عورتوں پر لازم ہے کہ فورا اسی وقت اٹھ جائیں اور اپنی جورو بیٹی، ماں، بہن کو گالیاں نہ دلوائیں، فحش نہ سنوائیں، ورنہ یہ بھی ان ناپاکیوں میں شریک ہوں گے اور غضب الٰہی سے حصہ لیں گے والعیاذ باللہ رب العالمین۔ زنہار زنہار اس معاملہ میں حقیقی بہن بھائی

[1] ماثبت بالسنۃ ذکر شہر شعبان المقالۃ الثالثۃ ادارہ نعیمیہ رضویہ موچی گیٹ لاہور ص ۲۸۲

بلکہ ماں باپ کی بھی رعایت و مروت روانہ رکھیں کہ:

لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالٰی[1]۔	اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں۔ (ت)

ہاں شرع مطہر نے شادی میں بغرض اعلان نکاح صرف دف کی اجازت دی ہے جبکہ مقصود شرع سے تجاوز کرکے لہو مکروہ و تحصیل لذت شیطانی کی حد تک نہ پہنچے، ولہذا علماء شرط لگاتے ہیں کہ قواعد موسیقی پر نہ بجایا جائے، تال سم کی رعایت نہ ہو نہ اس میں جھانج ہوں کہ وہ خواہی نخواہی مطرب و ناجائز ہیں۔ پھر اس کا بجانا بھی مردوں کو ہر طرح مکروہ ہے۔ نہ شرف والی بیبیوں کے مناسب بلکہ نابالغہ چھوٹی چھوٹی بچیاں یا لونڈیاں باندیاں بجائیں، اور اگر اس کے ساتھ کچھ سیدھے سادے اشعار یا سہرے سہاگ ہوں جن میں اصلانہ فحش ہو نہ کسی بے حیائی کا ذکر، نہ فسق و فجور کی باتیں، نہ مجمع زنان یا فاسقان میں عشقیات کے چرچے نہ نامحرم مردوں کو نغمہ عورات کی آواز پہنچے، غرض ہر طرح منکرات شرعیہ و مظان فتنہ سے پاک ہوں، تو اس میں مضائقہ نہیں۔ جیسے انصار کرام کی شادیوں میں سمدھیانے جاکر یہ شعر پڑھا جاتا تھا:

اتیناکم اتیناکم　　فحیانا وحیاکم[2]

یعنی ہم تمھارے پاس آئے ہم تمھارے پاس آئے، اللہ ہمیں زندہ رکھے تمھیں بھی جلائے یعنی زندہ رکھے۔

پس اس قسم کے پاک وصاف مضمون ہوں، اصل حکم میں تو اسی قدر کی رخصت ہے مگر حال زمانہ کے مناسب یہ ہے کہ مطلق بندش کی جائے کہ جہال حال خصوصاً زنان زمان سے کسی طرح امید نہیں کہ انھیں جو حد باندھ کر اجازت دی جائے اس کی پابند رہیں اور حد مکروہ و ممنوع تک تجاوز نہ کریں۔ لہذا سرے سے فتنہ کا دروازہ ہی بند کیا جائے نہ انگلی ٹیکنے کی جگہ پائیں گی نہ آگے پاؤں پھیلائیں گی، خصوصاً بازاری فاجرہ فاحشہ عورتوں، رنڈیوں، ڈومنیوں کو تو ہر گز ہر گز قدم نہ رکھنے دیں کہ ان سے حد شرع کی پابندی محال عادی ہے۔ وہ بے حیائیوں فحش سرائیوں کی خوگر ہوتی ہیں

---

[1] مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث حکم بن عمرو الغفاری المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۶۷، ۶۶، المعجم الکبیر حدیث ۳۱۵۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳/ ۲۰۸، المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۳/ ۱۲۳

[2] سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب فی الغناء والدف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۸

منع کرتے کرتے اپنا کام کر گزریں گی بلکہ شریف زادیوں کا ان آوارہ بدوضعوں کے سامنے آنا ہی سخت بیہودہ وبیجا ہے۔ صحبت بد زہر قاتل ہے اور عورتیں نازک شیشیاں ہیں جن کے ٹوٹ جانے کے لئے ایک ادنی سی ٹھیس بھی بہت ہوتی ہے اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یاانجشۃ رَوَیْدابالقواریر [1] (اے انجشہ! ٹھہر جاؤ کہیں کانچ کی شیشیاں ٹوٹ نہ جائیں۔ت) فرمایا۔

هذا كله ظاهر بين عند من نور الله تعالٰى بصيرته وجميع مانهينا عنه فان عليه دلائل ساطعة من القراٰن العظيم والحديث الكريم والفقة القويم بيدان وضوح الحكم اغنانا عن سردها فلنذكر بعض دلائل على ماذكرنا اباحته فانا نرٰى ناسا يشد دون الامر يطلقون القول بالتحريم و منهم من يبيح ضرب الدف بشرط ان لايكون معه شيئ من الشعر وانما يكون محض دف مع ان الاحاديث ترد ذٰلك كما ستعلم مماهنالك اخرج الامام البخارى فى صحيحه من الربيع بنت معوذ بن عفرا قالت جاء النبى صلى الله تعالٰى عليه واله وسلم

یہ سب کچھ اچھی طرح واضح ہے ہر اس بندے پر جس کو اللہ تعالٰی نے دل کی روشنی بخشی ہے اور تمام وہ باتیں جن سے ہم نے منع کیا ہے کیونکہ اس پر قرآن عظیم، حدیث مبارک اور فقہ قویم کے روشن دلائل موجود ہیں لہٰذا واضح حکم نے ہمیں اس کی تفصیل سے بے نیاز کردیا ہے پھر ہم بعض دلائل بیان کرتے ہیں اس مسئلہ پر جس کی اباحت ہم نے پہلے ذکر کردی کیونکہ کچھ لوگوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ معاملہ میں سختی کرتے ہیں اور مطلق تحریم کا قول ذکر کرتے ہیں (قول بالتحریم مطلق بیان کرتے ہیں) اور کچھ وہ لوگ ہیں جو دف بجانا مباح کہتے ہیں مگر اس شرط کے ساتھ کہ اشعار نہ پڑھے جائیں بلکہ صرف دف بجائی جائے حالانکہ حدیث میں اس کی تردید آئی ہے اور جو کچھ یہاں مذکور ہوگا عنقریب تم جان لوگے امام بخاری نے اپنی صحیح میں ربیع بنت معوذ بن عفراء کے حوالہ سے تخریج فرمائی کہ اس بی بی نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کے ہاں

---

[1] صحیح بخاری کتاب الادب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰-۹۰۸، صحیح مسلم کتاب الفضائل باب رحمتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم النساء قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۵۵، مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۵۴

فدخل حسین بن علی فجلس علی فراشی کمجلسك منی فجعلت جویریات لنا یضربن بالدف ویندبن من قتل من اٰبائی یوم بدر[1] الحدیث۔

تشریف لائے تو حضرت حسین بن علی حاضر خدمت ہوئے اور میرے بچھونے پر اس طرح تشریف فرماہوئے جیسے تمھارا میرے پاس بیٹھنا ہے اور ہماری کچھ بچیاں دف بجا بجا کر ہمارے اکابر شہداء بدر کے مرثیے پڑھتی رہیں۔الحدیث۔

واخرج ایضا عن ام المومنین الصدیقة رضی الله تعالٰی عنها انها زفت امرأة الی رجل من الانصار فقال نبی الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ماکان معکم لهو فان الانصار یعجبهم اللهو[2]،

اور یہ بھی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی سند سے تخریج فرمائی کہ ایک دلہن اپنے انصاری شوہر کے گھر رخصت کی گئ تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمھارے پاس کوئی کھیل (گانے بجانے) کاسامان نہ تھا کیونکہ انصار اس سے جوش میں آتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں،

واخرج القاضی المحاملی عن جابر بن عبدالله رضی الله تعالٰی عنهما فی هذاالحدیث انه صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال ادرکیها یا زینب امرأة کانت تغنی بالمدینة[3]۔

قاضی محاملی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے اس حدیث کی تخریج فرمائی کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے زینب! کسی ایسی عورت سے رسائی حاصل کرو جو مدینہ منورہ میں گانے والی ہو، محدث ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس کے حوالے سے تخریج فرمائی (اللہ تعالٰی دونوں سے راضی ہو) انھوں نے فرمایا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے قبیلہ انصار میں اپنی ایک قربتدار کا نکاح کیا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم

---

[1] صحیح البخاری کتاب النکاح باب ضرب الدف بالنکاح قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۷۳

[2] صحیح البخاری باب النسوة اللاتی یهدین المرأة الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۷۵

[3] فتح الباری بحوالہ المحاملی کتاب النکاح باب النسوة اللاتی یهدین المرأة الخ مصطفی البابی مصر ۱۱/ ۱۳، عمدة القاری کتاب النکاح باب النسوة اللاتی یهدین المرأة الخ ادارة الطباعة المنیریة بیروت ۲۰/ ۱۴۹

واخرج ابن ماجة عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما قال انکحت عائشة رضی الله تعالٰی عنها ذات قرابة لها من الانصار فجاء رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فقال اهدیتم الفتاة قالوا نعم قال الا ارسلتم معها من تغنی قالت لا فقال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ان الانصار قوم فیهم غزل فلو بعثتم معها من یقول اتینکم اتینکم فحیانا و حیاکم[1] فاخرج الطبرانی عن السائب بن یزید رضی الله تعالٰی عنه قال لقی رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم جواری یتغنین یقلن تحیونا نحییکم فقال لاتقولوا هکذا ولکن قولوا حیانا وایاکم فقال رجل یارسول الله اترخص للناس فی هذا قال نعم انه نکاح لا سفاح[2] واخرج احمد والترمذی و النسائی وابن ماجة عن محمد بن حاطب الجمحی عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال فصل مابین الحلال والحرام الصوت

تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کیا تم نے اس نوجوان لڑکی کو کوئی ہدیہ (تحفہ) دیا ہے؟ گھر والوں نے عرض کی: جی ہاں، پھر فرمایا: کیا تم نے اس کے ساتھ کوئی گانے والی بھیجی ہے؟ سیدہ نے عرض کی: جی نہیں۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انصار کچھ ایسے لوگ ہیں کہ جن میں غزلیات پڑھنے کا رواج ہے لہٰذا اگر تم لوگ اس دلہن کے ساتھ کوئی ایسا شخص بھیجتے جو کہتا اتینا کم اتینا کم الخ یعنی ہم تمھارے پاس آگئے اللہ تعالٰی ہمیں بھی زندہ رکھے اور تمھیں بھی زندہ رکھے، امام طبرانی نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے تخرج فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ملاقات چند بچیوں سے ہوئی جو گا رہی تھیں اور یہ کہہ رہی تھیں کہ ہم تمھیں اپنی زندگی بخشتی ہیں تو ہمیں بخشو آپ نے فرمایا: یوں نہ کہو بلکہ یوں کہو حیانا وایاکم اللہ تعالٰی ہمیں بھی زندہ رکھے اور تمھیں بھی زندہ رکھے۔ ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی وسلم! کیا آپ لوگوں کو اس بات کی اجازت دیتے ہیں؟ فرمایا: ہاں اے برادر یہ نکاح ہے کوئی بدکاری تو نہیں ہے۔

---

[1] سنن ابن ماجه ابواب النکاح باب الغناء والدف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۸

[2] المعجم الکبیر حدیث ۶۶۶۶ المکتبة الفیصلیة بیروت ۷/ ۱۵۲

والدف فی النکاح [1]۔ واخرج النسائی عن عامر بن سعد قال دخلت علی قرظة بن کعب وابی مسعود الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنھما فی عرس واذا جوار یغنین فقلت انتما صاحبا رسول اللہ تعالٰی وسلم ومن اھل بدر یفعل ھذا عندکم فقالا اجلس ان شئت فاسمع معنا وان شئت فاذھب قد رخص لنافی اللھو عند العرس [2] قال الامام البدر محمود العینی فی عمدۃ القاری تحت الحدیث الاول فی الحدیث فوائد (الٰی ان قال) منھا الضرب بالدف بحضرۃ الشارع الملة ومبین الحل	امام احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے محمد بن حاطب جمحی کے حوالے سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تخریج فرمائی، آپ نے ارشاد فرمایا حلال اور حرام کے درمیان فرق نکاح میں اعلان اور دف بجانے کا ہے۔ امام نسائی نے عامر بن سعد کے حوالہ سے تخریج فرمائی کہ انھوں نے فرمایا کہ میں قرظہ بن کعب اور ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما کے پاس ایک تقریب شادی میں گیا میں نے دیکھا کہ چند لڑکیاں گارہی تھیں میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اے دو ساتھیو! اور غزوہ بدر میں شریک ہونے والو! تمھارے ہاں یہ کچھ کیا جارہا ہے؟ انھوں نے فرمایا اگر پسند کرتا ہے تو ہمارے ساتھ بیٹھ کر سن لو اور اگر نہیں پسند کرتا اور نہیں چاہتا تو واپس چلا جا کیونکہ شادیوں میں ہمیں اس کی رخصت دی گئی ہے۔ امام بدرالدین محمود عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کی پہلی حدیث کے ذیل میں فرمایا حدیث میں بہت سے فوائد ہیں (وہ سب شمار کرتے ہوئے) یہاں تک فرمایا ان میں سے

[1] جامع الترمذی ابوب النکاح باب ماجاء فی اعلان النکاح امین کمپنی کراچی ۱/ ۱۲۹، سنن النسائی کتاب النکاح اعلان النکاح بالصوت وضرب الدف نور محمد کارخانہ کراچی ۲/ ۹۰، سنن ابن ماجہ ابواب النکاح اعلان النکاح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۱۳۸، مسند احمد بن حنبل حدیث محمد بن حاطب المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۱۸ و ۴/ ۲۵۹

[2] سنن النسائی کتاب النکاح اللھو والغناء عند العرس نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ۲/ ۹۲

من الحرمة صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واعلان النکاح بالدف والغناء المباح فرقا بینہ وبین مایستتر بہ من السفاح[1] اھوفی المرقاۃ قیل تلك البنات لم یکن بالغات حد الشھوۃ وکان دفھن غیر مصحوب بالجلاجل قال اکمل الدین الدف بضم الدال اشھر و افصح ویروٰی بالفتح ایضا وفیہ دلیل علی جواز ضرب الدف عند النکاح والزفاف للاعلان، والحق بعضھم الختان و العیدین والقدوم من السفر و مجتمع الاحباب المسرور، وقال المراد بہ الدف الذی کان فی زمن المتقدمین واما ما علیہ الجلاجل فینبغی ان تکون مکروہا بالاتفاق[2] اھ وفی العینی تحت الحدیث الثانی فی التوضیح اتفق العلماء علی جواز اللھو فی ولیمۃ

ایک فائدہ یہ ہے کہ شارع ملت کی موجودگی میں دف بجائی گئی اور حلت وحرمت ظاہر کرنے والے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایسا کیا گیا، اور دف بجاکر اور مباح گانا گاکر نکاح کا اعلان کرو تاکہ نکاح اور خفیہ بدکاری (حلال وحرام) کا فرق واضح ہوجائے، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے کہا گیا کہ وہ بچیاں نابالغہ تھیں حد بلوغت کو پہنچی ہوئی نہ تھیں اور ان کی دفیں بھی جھاروالی نہ تھیں، امام اکمل الدین نے فرمایا الدف حرکت پیش کے ساتھ زیادہ مشہور ہے اور دال پر زبر کی حرکت کی روایت بھی ہے اور یہ دلیل ہے کہ نکاح کرنے اور دلہن کو رخصت کرنے کے وقت اعلان کے لئے دف بجانا جائز ہے اور بعض نے تقریب ختنہ، عیدین، سفر سے واپسی اور دوستوں کے اجتماع کو بھی تقریب شادی سے ملحق کیا ہے یعنی ان تمام مواقع پر بھی دف بجانے کی اصل اجازت ہے اور فرمایا کہ اس سے وہ دف مراد ہے جو گزشتہ زمانے میں مروج تھی، اور جھاروالی دف بجانا بالاتفاق مکروہ ہے۔ علامہ عینی دوسری حدیث کی وضاحت فرماتے ہیں ولیمہ و نکاح کے موقع پر کھیل کود کو اہل علم بالاتفاق

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب النکاح باب ضرب الدف فی النکاح ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۰/ ۱۳۶

[2] مرقاۃ المفاتیح کتاب النکاح باب اعلان النکاح الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶/ ۳۰۱

النکاح کضرب الدف وشبھہ[1] الخ وفی المرقاۃ تحت الحدیث الثانی ماکان معکم لھو "ای الم یکن معکم ضرب دف وقراءۃ شعر لیس فیہ اثم وھذا رخصۃ عند العرس کذا قیل والاظھر ماقال الطیبی فیہ معنی التحضیض کما فی حدیث عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا الا ارسلتم معھم من یقول اتیناکم الحدیث[2] اھ ملخصًا۔ وفیہا تحت الحدیث السابع ای وان اللہ یحب ان تؤتی رخصۃ کما یحب ان تؤتی عزائمہ[3] اھ **قلت** فالتحضیض کالتخضیض علی الرخصۃ لا لانہ الافضل فافھم وفی اشعۃ اللمعات تحت الحدیث السادس تغنی مباح است درنکاح مثل دف[4] اھ وفی حظر ردالمحتار قبیل فصل اللبس عن الحسن لا بأس بالدف فی العرس یشتھر وفی السراجیۃ	مباح اور جائز قرار دیتے ہیں جیسے دف بجانا یا اس کے مشابہ کسی آلہ لہو کو استعمال کرنا الخ، مرقاۃ میں ان الفاظ (ماکان معکم لھو) کے ذیل میں ہے۔ کیا تمھارے پاس کوئی دف بجانے والا نہیں اور نہ ایسا کوئی اشعار پڑھنے والا ہے کہ جن میں کوئی گناہ نہیں، شادیوں میں اس کی اجازت ہے یونہی کہا گیا۔ اور زیادہ ظاہر وہ بات ہے جو علامہ طیّبی نے ارشاد فرمائی کہ حدیث میں تحضیض یعنی ابھارنے اور اکسانے کا مفہوم پایا جاتا ہے جیسا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی روایت میں "الا ارسلتم الخ" کے الفاظ ہیں یعنی کیا تم نے اس لڑکی کے ساتھ اس کو نہ بھیجا جو یوں کہتا (اتیناکم الحدیث) ملخص پورا ہو گیا۔ اور اسی میں ساتویں حدیث کے ذیل میں ہے یعنی اللہ تعالٰی پسند کرتا ہے کہ رخصت پر عمل کیا جائے جیسا کہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کی عزیمتوں کو ادا کیا جائے (عبارت مکمل) **میں کہتا ہوں** یہ تحضیض اسی طرح ہے جیسے رخصت پر تحضیض، یہ نہیں کہ وہ افضل ہو اس کو سمجھ لیا جائے، اشعۃ اللمعات میں چھٹی حدیث کے ذیل میں ہے

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب النکاح باب النسوۃ اللاتی یھدین الخ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲۰/ ۱۴۹

[2] مرقاۃ المفاتیح کتاب النکاح باب اعلان النکاح الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶/ ۳۰۲

[3] مرقاۃ المفاتیح کتاب النکاح باب اعلان النکاح الفصل الثالث مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶/ ۳۱۹

[4] اشعۃ اللمعات کتاب النکاح باب اعلان النکاح الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۲۰

هذا اذا لم يكن له جلاجل ولم يضرب على هيأة التطرب [1] اھ وفی الھندیۃ سئل ابو یوسف عن الدف أتكرهه فی غیر العرس بان تضرب المرأة فی غیر فسق للصبی قال لا اکرهه واما اللذی یجیئ منه اللعب الفاحش للغناء فانی اکرهه کذا فی محیط السرخسی ولا بأس بضرب الدف یوم العید کما فی خزانة المفتین [2]اھ، وفی شهادات ردالمحتار جواز ضرب الدف فیه(ای فی العرس)خاص بالنساء کما فی البحر عن المعراج بعد ذکره انه مباح فی النکاح ومافی معناه من حادث سرور قال هو مکروه للرجال علی کل حال للتشبه بالنساء [3] واللہ تعالٰی اعلم۔

کہ نکاح میں گانا بجانا مباح ہے جیسے دف بجانا اھ ــــــ فتاوٰی شامی کی بحث حظر میں ہے جو فصل اللبس سے کچھ پہلے حضرت حسن سے روایت ہے کہ تشہیر کے لئے تقریب میں دف بجائی جاسکتی ہے اور دف کے بجائے میں کوئی حرج نہیں، سراجیہ میں ہے کہ یہ اجازت اس صورت میں ہے کہ دف بآواز جھار نہ ہو، اور وہ گانے کی طرز پر نہ بجائی جائے، (عبارت مکمل) اور فتاوٰی عالمگیری میں ہے امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے دف کے بجانے کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا آپ تقریب شادی کے بغیر اس کو ناپسند کرتے ہیں کہ عورت بغیر حالت فسق کے صرف بچہ کے لئے بجائے، فرمایا میں اس کو ناپسند نہیں کرتا لیکن وہ جو گانے کے لئے فحش کھیل کے طور پر بجائے تو وہ ناپسندیدہ ہے۔ محیط سرخسی میں یونہی مذکور ہے۔ عید کے دن دف بجانے میں کوئی مضائقہ نہیں اسی طرح خزانۃ المفتین میں ہے اھ، ردالمحتار کی بحث شہادت میں ہے کہ شادی میں دف بجانا عورتوں کے ساتھ خاص ہے اس وجہ سے جو بحر الرائق میں معراج سے منقول ہے بعد اس ذکر کرنے کے کہ وہ تقریب نکاح اور خوشی کے موقع سے جو مناسبت رکھتا ہو اس میں دف بجانا مباح ہے۔ اور فرمایا مردوں کے لئے وہ ہر حال میں مکروہ ہے کیونکہ اس میں عورتوں سے مشابہت پائی جاتی ہے اور اللہ تعالٰی بڑا علم والا ہے۔ (ت)

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۳

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۲

[3] ردالمحتار کتاب الشھادات باب قبول الشھادت داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۸۲

مسئلہ ۹۱و ۹۲: از موضع ہر نمیگل کمرلا علاقہ بنگالہ مرسلہ مولوی عبدالحمید صاحب ۲ ربیع الاول

کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

سوال اول: کیاشادی وغیرہ میں آتشبازی چھوڑنا جائز ہے یانہیں؟

سوال دوم: اعلان کے لئے شادی میں بندوق چھوڑنا جائز ہے یانہیں؟

الجواب:

جواب سوال اول: ناجائز ہے، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

" وَلَا تُبَذِّرۡ تَبۡذِيۡرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ الۡمُبَذِّرِيۡنَ كَانُوۡۤا اِخۡوَانَ الشَّيٰطِيۡنِ ؕ وَ كَانَ الشَّيۡطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوۡرًا ﴿۲۷﴾ " [1]	بے جا خرچ نہ کرو کیونکہ بے جا اور فضول خرچ کرنیوالے شیاطین کے بھائی ہوتے ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی حرم علیکم عقوق الامھات و وأد البنات ومنعاوھات وکرہ لکم قیل وقال وکثرۃ السؤال و اضاعۃ المال، رواہ الشیخان [2] عن المغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	بے شک اللہ تعالٰی نے تم پر ماؤں کی نافرمانی حرام کردی اور بچیوں کو زندہ در گور کرنا اور بخل کرنا اور گداگری کرنا اور ادھر ادھر کی فضول باتیں کرنا تم پر حرام کردیا ہے۔ اور فرمایا زیادہ سوال کرنا اور مال کو ضائع کرنا بھی حرام کردیا گیا ہے۔ بخاری ومسلم نے اس کو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

جواب سوال دوم: جائز ہے۔

اخرج الترمذی عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم	امام ترمذی نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے تخریج فرمائی کہ آپ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا؛

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۶و۲۷

[2] صحیح البخاری کتاب الادب باب عقوق الوالدین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۸۴، صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب النھی من کثرۃ المسائل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۵، ۷۶

اعلنوا ھذا النکاح واجعلوہ فی المساجد واضربوا علیه بالدفوف [1]۔وروی احمد بسند صحیح وابن حبان فی صحیحه و الطبرانی فی الکبیر وابونعیم فی الحلیة والحاکم فی المستدرك عن عبدالله بن الزبیر رضی الله تعالٰی عنهما عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال اِعۡلَنوا النکاح [2]۔والله تعالٰی اعلم۔	لوگو! نکاح کااعلان کیا کرو(یعنی اس کی تشہیر کیا کرو)اور مسجدوں میں نکاح کیا کرواور اس کی تشہیر کے لئے دف بجایا کرو۔امام احمد نے سند صحیح سے ابن حبان نے اپنی صحیح میں طبرانی نے الکبیر میں اور ابونعیم نے الحلیۃ میں اور حاکم نے المستدرک میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت فرمائی کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ نکاح کا اعلان کیا کرو، اللہ تعالٰی تو بخوبی واقف اور آگاہ ہے۔(ت)

مسئلہ ۹۳: مسئولہ سید محمود الحسن صاحب نبیرہ ڈپٹی اشفاق حسین صاحب ۲۵رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آتشبازی بنانااور چھوڑنا حرام ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا** (بیان کرو اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

ممنوع وگناہ ہے:

لقوله تعالٰی "وَلَا تُبَذِّرۡ تَبۡذِیۡرًا ﴿۲۶﴾" [3] ولقوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم کل لهو المسلم حرام الاثلثا [4]۔	کیونکہ اللہ تعالٰی کا قول ہے بے جاخرچ نہ کیا کرو اور حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کاارشاد ہے مسلمان کاہر لہوحرام ہے سوائے تین کے (ت)

[1] جامع الترمذی ابواب النکاح باب ماجاء فی اعلان النکاح امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۲۹

[2] المستدرك للحاکم کتاب النکاح الامر باعلان النکاح دارالفکر بیروت ۲/ ۱۸۳، مسند احمد بن حنبل عن عبدالله بن الزبیر المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۵، حلیة الاولیاء ترجمہ ۳۲۸ عبدالله بن وہب دارالکتاب العربی بیروت ۸/ ۳۲۸، مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی فی الکبیر کتاب النکاح باب اعلان النکاح دارالکتاب بیروت ۴/ ۲۸۹، موارد الظمأن حدیث ۱۲۸۵ ۱/ ۳۱۳ وکنز العمال حدیث ۴۴۵۳۴ ۱۶/ ۲۹۱

[3] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۶

[4] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۸، جامع الترمذی ابواب فضائل الجهاد ۱/ ۱۹۷ وسنن ابن ماجه ابواب الجهاد ص ۲۰۷

مگر جو صورت خاصہ لہو ولعب وتبذیرواسراف سے خالی ہو، جیسے اعلان ہلال، یا جنگل میں یا وقت حاجت شہر میں بھی دفع جانوران موذی یاکھیت یا میوے کے درختوں سے جانوروں کے بھگانے اڑانے کو ناڑیاں پٹاخے تومڑیاں چھوڑنا۔

فان الامور بمقاصدھا وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات وانما لکل امری مانوٰی [1] واللہ تعالٰی اعلم۔	اس لئے کہ امور اپنے مقاصد پر مبنی ہوا کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اعمال کی بنیاد ارادوں اور نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کا اس نے ارادہ کیا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۹۴: از موضع بیشکٹالی ضلع کمرلا ملک بنگالہ مرسلہ مولوی محمد الٰہی بخش ۲۴ شوال ۱۳۱۴ھ

قبلہ شفقت ومرحمت وکعبہ عاطفت وراحت واسطہ حصول عزت ووجہانی وسیلہ وصول سعادت جاودانی ایداللہ افضالہم وعم نوالہ دامت شموس عنایاتہم بازغۃ ناصیۃ فدویت وارادت رابغازہ مفاخرت وسعادت مانند گل رنگیں ساختہ بگزارش مدعاپرداختہ کہ ایں احقررابرائے چند مسائل بغایت ضرورت افتاد، لہذابسیار حیران وسرگرداں ست، ونیز کسے راچنداں غربانواز نمے بیند کہ بخوب ترین جواب از کتب معتبرہ ارزانی داشتہ خاطرایں فدوی راتسکین دہد، وہم تشفی خاطر باشد، لہذا بجاد شان کیوان ایوان معروض دارد کہ ازروئے بندہ نوازی جواب مسائل ذیل را، بطریق فتاوے عطافرمایند۔	قبلہ شفقت ورحمت کعبہ عاطفت ورافت دونوں جہان کی عزت کے حصول کا واسطہ، ہمیشگی سعادت کی رسائی کا وسیلہ، اللہ تعالٰی ان کے جود وکرم کو دوام بخشے، ان کی عنایات کا سورج چمکتا رہے۔ ارادت وغلامی کی پیشانی، فخر وسعادت کے پوڈر سے رنگین پھول کی طرح ہوجائے وہ اپنے مدعا کی گزارش کرتا ہے کہ اس عاجز کو چند مسائل کی انتہائی ضرورت پیش آگئی لہذا بہت حیران اور پریشان ہے نیز اس قدر کسی کو غرباء پرور نہیں سمجھتا کہ بہت عمدہ جواب معتبر کتابوں سے نکال کر مفت پیش فرمادیں، جو اس غلام کے دل کو تسکین دے اور قلبی تشفی کا باعث ہو، لہذا غلامانہ حیثیت سے بلند وبالا آسمان ہفتم کی سی بارگاہ میں عرض کناں ہوں کہ بندہ پروری کرتے ہوئے مسائل ذیل کا جواب بصورت فتوٰی عنایت فرمائیں۔ (ت)

[1] صحیح البخاری باب کیف کان بدؤ الوحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

شخصے اکثر اوقات بعض طائفہ می بیند ودر مجلس ایشاں نشیند ونیز در لہو ولعب غیر مشروعہ کہ در مذہب حنفیّہ حرمتش ثابت شدہ مستغرق است، مرتکب ایں محرمات فاسق است یانہ۔ فاسقیت رابخوب ترین دلائل ثابت فرمایند، ونیز آں شخص تنباک کشی مے کنند وکراہت تنباک کشی ثابت کردہ باشند، ودر صلٰوۃ اقتدا بایں شخص کراہیت است یا نہ، زیادہ آفتاب بندہ نوازی ازافق مرحمت گستری درخشاں باد، عرضداشت فدوی محمد الٰہی بخش عفی عنہ	**سوال:** ایک شخص اکثر اوقات ناچنے والے گروہ کا ناچ دیکھتا ہے اوران کی محفل میں شرکت کرتا ہے نیز ناجائز کھیل و تماشہ جن کی حرمت حنفی مذہب میں ثابت شدہ ہے ان میں مستغرق رہتا ہے، کیا ایسا شخص شرعا فاسق کے زمرے میں آتا ہے یا نہیں؟ اگر فاسق قرار پاتا ہے تو اس کے فسق کو قوی دلائل سے ثابت فرمایا جائے اور وہ شخص تمباکو نوش بھی ہے لہٰذا تمباکو پینے والے کے عمل کی کراہت ثابت فرمائی جائے، کیا ایسے شخص کی اقتداء نماز میں مکروہ ہے یا نہیں؟ بندہ پروری کا آفتاب رحمت نثار کرنیوالے افق سے ہمیشہ چمکتا رہے۔ عرضداشت فدوی محمد الٰہی بخش عفی عنہ (ت)

الجواب:

اللھم اغفرلنا در فاسق وفاجر مرتکب کبائر بودن ایں کس چہ جائے سخن ومجال دم زدن، **قال اللہ تعالٰی** فرمان ایزدی ست: **قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ(۳۰)** [1] اے نبی! مسلماناں رافرمائے تاچشمان خود بپوشند، وشرمگاہ خود رانگاہ دارند، ایں پاکیزہ تراست مرایشاں راہر آئینہ خدائے آگاہ است کہ بہر کارے می کنند، **وقال اللہ تعالٰی** "**وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ ﳓ وَّ یَتَّخِذَهَا**	یا اللہ بخش دیجئے، اس شخص کے فاسق وفاجر ہونے میں بوجہ کبائر کے مرتکب ہونے کے کیا شک باقی رہ جاتا ہے چنانچہ اللہ تعالٰی کا ارشاد: اے محبوب نبی! مسلمانوں سے فرمادیجئے کہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور اپنے ستر کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے زیادہ بہتر اور پاکیزہ طریقہ ہے یقینا اللہ تعالٰی پوری طرح باخبر ہے ان کاموں سے جو وہ کیا کرتے ہیں نیز اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا لوگوں میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جو باقاعدہ کھیل کود کی باتیں خریدتا ہے تاکہ وہ لوگوں کو بربنائے جہالت

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۳۰

هُزُوًا ؕ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ "[1] از مردمان کسے است که مے خرد سخن لاغ و بازی تابر اندازد از راہ خدائے نادانستہ وسخر گیرد آں را، مرایں کسان کیفرے است خوار کنند، حضرت عبداللہ بن مسعود وعبداللہ بن عباس وامام حسن بصری وسعید بن جبیر و عکرمہ ومجاہد ومکحول وغیرہم ائمہ صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین دریں آیۃ کریمہ سخن لاغ و بازی رابہ غنا وسرور تفسیر فرمودہ اند۔ چنانچہ ابو الصبہا گوئد ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما ازیں آیت پر سیدم گفت **ھو الغناء واللہ الذی لا الہ الا ھو** او سرود است سوگند بخدائے کہ ہیچ خدائے نیست جز اویرد دھا ثلث مرات[2] سہ بار ہمیں سخن وسوگند راتکرار فرمود بلکہ خود در حدیث آمدہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود **لایحل تعلیم المغنیات ولا بیعھن واثمانھن حرام وفی مثل ھذا نزلت ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ** الحدیث (ترجمہ) روا نیست زنان سرآئندہ راآموختن ونہ آنہارا خریدن

راہ خدا سے بہکادے اور اس کو یعنی اللہ تعالٰی کے راستے کو ہنسی مذاق بنادے، ان لوگوں کے لئے ذلیل کرنے والی سزا ہے حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، خواجہ حسن بصری، سعید بن جبیر، عکرمہ، مجاہد، مکحول، اور ان کے علاوہ دوسرے ائمہ، صحابہ کرام اور تابعین (اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو) اس آیت کریموں میں بیہودگی اور کھیل کی بات سے گانا بجانا مراد لیتے ہیں اور اس کی یہی تفسیر فرماتے ہیں۔ ابوالصبہاء فرماتے ہیں کہ میں نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما سے آیت مذکور کے متعلق پوچھا، توآپ نے فرمایا کہ اس سے گانا مراد ہے، اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، چنانچہ اس بات اور قسم کا تین مرتبہ تکرار فرمایا، بلکہ خود حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گویّا عورتوں کو تعلیم دینا جائز نہیں اور نہ ہی ان کا خرید وفروخت کرنا جائز ہے بلکہ ان کی قیمت وصول کرنا بھی حرام ہے اسی سلسلہ میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ لوگوں میں کوئی وہ شخص ہے جو یاوہ گوئی والی

---

[1] القرآن الکریم ۳۱/ ۶

وفروختن وبہاء آنہا حرام است ودر ہمچنیں کارایں آیت فرمود آمدہ ست کہ برخے از مردم سخن لاگ مے خرند تا مردماں رااز راہ خدا اے دور برند، رواہ الامام البغوی [1] عن ابی امامة رضی الله تعالٰی تعالٰی عنه۔ وقال الله تعالٰی:

"قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿۶۳﴾ وَ اسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَ اَجْلِبْ عَلَیْهِمْ بِخَیْلِكَ وَ رَجِلِكَ وَ شَارِكْهُمْ فِی الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ وَ عِدْهُمْ ؕ وَ مَا یَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۶۴﴾ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ" [2] حق جل وعلا مر ابلیس لعین رافرمود در شو، پس ہر کہ از فرزندان عالم ترا پیروی کند پس ہر آئینہ دوزخ پاداش ہمہ شما است پاداش کامل وسبک سار کن وبلغزاں ہر کہ بر ودست یابی از ایشاں بآواز خود، الآیۃ، امام مجاہد کہ ازاجلہ تلامذہ سلطان المفسرین عبدالله بن عباس است رضی الله تعالٰی عنہم دریں آیۃ کریمہ آواز شیطان رابغنا ومزامیر تفسیر کردہ است۔ وقال تعالٰی:

"وَ لْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ ۪ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا

باتیں خریدتا ہے تاکہ لوگوں کو الله تعالٰی کے راستے سے دور کردے، چنانچہ امام بغوی نے حضرت ابوامامۃ رضی الله تعالٰی عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔ الله تعالٰی نے ارشاد فرمایا: ابلیس لعین کو مخاطب کرتے ہوئے حکم فرمایا کہ یہاں سے چلا جا پھر اولاد آدم میں جو کوئی تیرے پیچھے جائیگا یقینا دوزخ ان سب کے لئے پوری اور کامل سزا ہے۔ پھر ان میں سے جس پر تو قابو پائے اپنی آواز سے اسے ہلکا پھلکا کرتے ہوئے پھیلادے اور ان پر لام باندھ لا اپنے سواروں اور اپنے پیادوں کا، اور ان کا ساجھی ہو مالوں اور بچوں میں اور انھیں وعدہ دے اور شیطان انھیں وعدہ نہیں دیتا مگر فریب سے۔ بیشک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں۔ امام مجاہد، جو مفسرین کے بادشاہ حضرت عبدالله ابن عباس کے جلیل القدر شاگردوں میں سے ہیں الله تعالٰی ان سب سے راضی ہو) وہ اس آیت کریمہ میں مذکور شیطان کی آواز سے گانا بجانا اور اس کے آلات وغیرہ مراد لیتے ہیں۔

الله تعالٰی نے ارشاد فرمایا اے نبی مکرم! مسلمان عورتوں سے فرمادیجئے کہ وہ اپنے دوپٹے

[1] معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن تحت آیۃ ۳۱ / ۶ مصطفی البابی مصر ۵/ ۱۴۔ ۲۱۳

[2] القرآن الکریم ۱۷/ ۶۳تا۶۵

"لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآىِٕهِنَّ" [1] الاٰیۃ۔ یعنی اے نبی! زنان مومنات رافرمائے کہ بزنند سراند از ہائے خود رابر گریبان ہائے خود، (تاسر و موو سینہ وگلو ہمہ نہاں ماند) و نہ نمایند آرائش خود رامگر بشوہران یا محارم۔	اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھا کریں تاکہ سر، بال، سینہ اور گلا سب باپردہ ہوجائیں اور اپنی زیبائش کو نمایاں نہ کیا کریں بجز ان کے جوان کے شوہر یا دیگر محارم ہیں۔
وقال اللہ تعالٰی فی اٰخر الکریمۃ "وَ لَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّؕ وَ تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ(۳۱)" [2] (ترجمہ) وزنان نزنند پاہائے خویش راتا دانستہ شود آنچہ نہاں مے دارند از آرائش خود وہمہ باز گردید بسوئے خدائے تعالٰی اے مسلمانان تابکام رسید (نجات یابید)	اور اللہ تعالٰی نے آیت کریمہ کے آخر میں ارشاد فرمایا عورتیں اپنے پاؤں زور سے زمین پر نہ ماریں جس سے ان کی مخفی زینت ظاہر ہونے لگے۔ اور اے مسلمانو! تم سب اللہ تعالٰی کی طرف لوٹ جاؤتاکہ مراد پالو۔
وقال تعالٰی: "وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَۚ" [3] (ترجمہ) ونزدیک مشوید کارہائے بے حیائی راہر چہ از آنہا آشکارا است، وہر چہ نہاں است ایں ہمہ آیات وغیر اینہا در تحریم ہمہ اجزائے ایں کار شنیع نص منیع است، ودر احادیث خود کثرتے است کہ احصانتواں کرد۔	نیز ارشاد خداوندی ہے: لوگو! بے حیائی کے کاموں کے قریب بھی مت جاؤخواہ وہ ظاہر ہوں یا مخفی، یہ تمام آیات اور ان کے علاوہ دوسری آیتیں اس برے کام کے تمام اجزاء کے حرام قرار دینے کے لئے قوی اور مضبوط نصوص ہیں، رہا احادیث کا معاملہ، تو وہ اس کثرت سے ہیں کہ ان کو احاطہ شمار میں نہیں لایا جاسکتا۔

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۳۱

[2] القرآن الکریم ۲۴/ ۳۱

[3] القرآن الکریم ۶/ ۱۵۱

بالجملہ زن اجنبیہ را ایں چنیں بے حجابانہ بمجلس مردان راہ دادن (یکے) وہرچہ تمام تر ہر ہفت وآراستہ بودنش (دو) مردمان رابسوئے اوبنظر تلذذ دیدن (سہ) وباعضائے عورت او از سر و مو و مساعد و بازو و سینہ وگلونگریستن (چہارم) وسرود وزمزمہ اش (پنج)، ولفظ مزامیر برآں آتش تیز وتند (شش) وپائے کوبی آن زن خاصہ با آواز خلخال و زنگلہ زیور (ہفت) ودیگر حرکات فتنہ انگیز و شہوت خیز (ہشت) ایں ہمہ ہا در شرع محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حرام وحرام وحرام است، "ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ" [1]۔	(خلاصہ کلام) اس برے عمل میں بہت سی خرابیاں ہیں (۱) غیر محرم عورت کا اس طرح بے پردہ، مردوں کی محفل میں جانا، ہیجان خیز اور فتنے کا باعث ہے (۲) اس کا آراستہ و پیراستہ ہونا اور بن ٹھن کر نکلنا (۳) مردوں کا اسے شہوت کی نگاہ سے حصول لذت کے لئے دیکھنا (۴) اس کے اعضاء مثلا سر، بال، بازو، سینہ اور گلا، ان سب کی طرف دیکھنا (۵) اس کا ترنم سے گیت گانا (۶) گانے بجانے کے آلات استعمال کرنا، یہ ان پر مزید تند و تیز آگ ہے (۷) اس خاص عورت کا زور سے پاؤں زمین پر مارنا کہ جس سے اس کے زیورات کی جھنکار محسوس ہونے لگے (۸) ان سب کے علاوہ، دوسری فتنہ برپا کرنے والی حرکت اور شہوت خیز انداز یہ سب کام حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شریعت میں حرام، حرام اور حرام ہیں اور یہ ایک دوسرے پر مزید اندھیرے ہیں۔ (ت)
الحاصل حرمت ایں فاحشہ شنیعہ از ضروریات دین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تاآنکہ ہر کہ او راحلال داند بالقطع والیقین کافر شود، والعیاذ باللہ تعالٰی ودیگر لہوہائے نامشروعہ را سائل تفصیل نہ کرد بعضے از لہو ہائے ممنوعہ کبیرہ باشد، وبعضے صغیرہ کہ باصرار کبیرہ شود، وعلی الاجمال در حدیث مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم آمدہ است	خلاصہ یہ ہے کہ اس برے اور بے حیائی کے کام کی حرمت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین میں واضح ہے۔ یہاں تک کہ جو کوئی اس کو حلال جانے وہ قطعی اور یقینی طور پر کافر ہوجائیگا اللہ تعالٰی کی پناہ، اور دوسرے ناجائز کھیلوں کی سائل نے کوئی تفصیل ذکر نہیں کی لیکن ان میں سے بعض ممنوع اور گناہ کبیرہ ہیں اور بعض گناہ صغیرہ کے زمرے میں آتے ہیں۔

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰

كل شیئ یلھو به الرجل باطل الارمیه بقوسه وتادیبه فرسه وملاعبته بامرأته فانهن من الحق [1] یعنی ہمہ بازی ہا باطل است مگر تیر اندازی واسپ تازی وبازن خود بازی کہ اینہا از حق است رواہ احمد والدارمی وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجة عن عقبة بن عامر والحاکم فی المستدرك عن ابی هریرہ والطبرانی فی الاوسط عن امیر المومنین عمر رضی الله تعالٰی عنهم۔ وخود مومن را ایں حدیث عام وتام وجامع ونافع بسند است کہ سید عالم صلی الله تعالٰی علیه وسلم فرمود الدنیا ملعونة وملعون مافیها الا ماکان منها لله عزوجل یعنی بر دنیا نفرین وبر ہر چہ درآن است نفرین مگر آں چہ ازاں برائے خدائے عزوجل باشد، رواہ ابو نعیم فی الحلیة [2]۔ والضیاء فی المختارۃ عن جابر

مگر بار بار کرنے سے وہ بھی کبیرہ ہوجائیں گے، اجمالی طریقہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد میں سے ایک ارشاد یوں ہے کہ جس کھیل میں بھی آدمی مشغول ہو وہ ناجائز ہے مگر تین قسم کے کھیل جائز ہیں: (۱) کمان سے تیر اندازی کرنا (۲) اپنے گھوڑے کو جہاد کے لئے تیار کرنا (۳) اپنی منکوحہ یعنی بیوی سے کھیلنا۔ امام احمد، دارمی۔ ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عقبہ بن عامر کے حوالے سے یہ حدیث روایت کی ہے اور حاکم نے مستدرک میں حضرت ابوہریرہ سے اور طبرانی نے اوسط میں حضرت امیر المومنین عمر فاروق سے اسے روایت کیا ہے (اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو) خود مرد مومن کے لئے یہ حدیث عام، تام اور یقینی حیثیت کی وجہ سے کافی ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے سوائے اللہ تعالٰی بزرگ وبرتر کی یاد کے سند حسن کے ساتھ اس حدیث کو ابو نعیم نے الحلیہ میں ضیاء مقدسی نے

---

[1] جامع الترمذی ابواب فضائل الجهاد باب ماجاء فی فضل الرمی الخ امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۹۷، سنن ابن ماجه ابواب الجهاد باب الرمی فی سبیل الله ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۷، سنن الدارمی کتاب الجهاد باب فی فضل الرمی حدیث ۲۴۱۰ دار المحاسن للطباعة قاہرۃ ۲/ ۱۲۴، مسند احمد بن حنبل عن عقبه بن عامر المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۴۴ و ۱۴۸

[2] حلیة الاولیاء ترجمہ ۲۳۰ محمد بن المنکدر دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۱۵۷ و ۹۰/۷

بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند حسن۔	المختارہ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔
درحدیث دیگر فرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: **الدنیا ملعونة ملعون مافیہا الا ما ابتغی بہ وجہ اللہ تعالٰی** یعنی بر دنیا لعنت وبرہرچہ درآں ست لعنت جز آنچہ باو رضائے خدا خواستہ شود، **رواہ الطبرانی[1] فی الکبیر عن ابی الدردا، رضی اللہ تعالٰی عنہ باسناد حسن۔**	اور ایک دوسری حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب ملعون ہے بجز اس کے کہ جس میں اللہ تعالٰی کی رضاجوئی مقصود ومطلوب ہو، امام طبرانی نے "الکبیر" میں اچھی سند کے ساتھ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔
درحدیث آخر ست کہ فرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: **الدنیا ملعونة ملعون مافیہا الا ذکر اللہ وما والاہ وعالما او متعلما** یعنی دنیا ملعونہ است وہرچہ درواست ہمہ ملعونہ جز یاد خدا تعالٰی آنچہ پسندیدہ اوست وعالمے یا علم آموزے، **روہ ابن ماجہ[2] عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالٰی عنہ۔**	ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے یہ ارشاد مروی ہے کہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب قابل لعنت ہے سوائے اللہ تعالٰی کی یاد اور اس چیز کے جسے اس نے پسند فرمایا، عالم اور علم حاصل کرنے والا ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔
ودر حدیث آخرست کہ فرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: **الدنیا ملعونة ملعون مافیہا الا امرا بمعروف او نھیا عن منکر او ذکر اللہ** یعنی دنیا ملعونہ وہرچیز دنیا ملعونہ جز بہ نیکی فرمودن واز بدی باز داشتن	اور ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب ملعون ہے مگر بھلائی کرنے کا حکم دینا اور برے کام سے روکنا اور اللہ تعالٰی کی یاد اس سے مستثنٰی ہیں

[1] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی فی الکبیر کتاب الزہد باب فی الریاء دار الکتاب بیروت ۱۰/ ۲۲۲

[2] سنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب مثل الدنیا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۱۲ و ۳۱۳

ویاد خدائے تعالٰی جل جلالہ رواہ البزار [1] عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ وعند الطبرانی فی الاوسط [2] کحدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ونماز پس فاسق بکراہت شدیدہ مکروہ است کما فی الغنیۃ [3] وغیرھا وقد فصلناہ فی رسالتنا النہی الاکید عن الصلٰوۃ وراء عدی التقلید۔ وقلیان کشیدن اگر بعقل وحواس فتور آورد چنانکہ وقت افطار رمضان معمول جہال ہندوستان است،خود حرام است لحدیث ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن کل مُسْکِرٍو مفتر رواہ احمد وابوداؤد [4] بسند صحیح ورنہ اگر تعاھد نکنند ورائحہ کریہہ آرد،مکروہ تنزیہی وخلاف اولٰی باشد آنچنانکہ	(یہ تینوں کام قابل تحسین ہیں) محدث بزار نے اس کو حضرت عبداللہ ابن مسعود (اللہ تعالٰی ان سے راضی ہو) سے روایت کیا ہے۔اور امام طبرانی نے ان سے الاوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث کی طرح روایت کیا ہے۔رہی یہ بات کہ نماز کا کیا حکم ہے تو واضح ہو کہ فاسق کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے جیسا کہ الغنیہ وغیرہ میں مذکور ہے ہم نے اس مسئلہ کو اپنے رسالہ النہی الاکید عن الصلٰوۃ وراء عدی التقلید میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ رہا حقہ نوشی کا تمباکو نوشی کا مسئلہ،تو اگر وہ عقل اور حواس میں فتور پیدا کرے جیسا کہ رمضان شریف میں افطار کے وقت ہندوستان کے جاہلوں کا معمول ہے تو یہ بطور خود حرام ہے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی ایک حدیث کی وجہ سے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نشہ اور فتور پیدا کرنے والی چیز کا استعمال ممنوع ہے۔امام احمد اور ابو داؤد نے سند صحیح کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے ورنہ اگر اسے معمول نہ بنائیں لیکن قابل نفرت

[1] الجامع الصغیر بحوالہ البزار عن ابن مسعود حدیث ۴۲۸۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۶۰

[2] المعجم الاوسط حدیث ۴۰۸۴ مکتبۃ المعارف ریاض ۵/ ۴۹

[3] غنیہ المستملی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[4] سنن ابی داؤد کتاب الاشربہ باب ماجاء فی السکر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۶۳،مسند احمد بن حنبل عن ام سلمہ المکتبۃ الاسلامی بیروت ۶/ ۳۰۹

سیر وپیاز خام، واگرازیں ہم خالی است مباح است، کما حققه المولوی عبدالغنی النابلسی فی الحدیقة وغیرہا وقد فصلنا القول فی فتاوٰنا،واللّٰه سُبْحٰنَه وتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُه جَلَّ مَجْدُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ۔	بدبو پیدا ہو جائے تو مکروہ تنزیہہ اور خلاف اولیٰ ہے جیسے کچا لہسن اور پیاز استعمال کرنا اور اگر اس سے بھی خالی ہو یعنی بدبو وغیرہ نہ ہو تو مباح ہے جیسا کہ مولانا عبدالغنی نابلسی نے حدیقہ ندیہ وغیرہ میں اس کی تحقیق فرمائی ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس قول کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔اللہ تعالیٰ پاک وبرتر سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہے اور اس عظیم شان والے کا علم بڑا کامل اور محکم ہے۔

مسئلہ ۹۵: از کوہ سباتھو، آکسفورڈ رجمنٹ مرسلہ امداد علی صاحب رجمنٹ اسکوتوالی ۲۸ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ

عالم علوم ظاہری وباطنی دام فیوضکم۔ تسلیم بصد تعظیم، جناب عالی! یہاں ایک امر میں دو فریق بر سر جنگ ہیں، وہ یہ ہے کہ بوقت نکاح زید کو خوشبو لگانا اور پھولوں کا گلے میں ڈالنا مسنون ہے یا ممنوع، یہاں ایک مولوی کاشمیری پھولوں کا گلے میں ڈالنا ناجائز فرماتے ہیں اور بہت زور دیتے ہیں، لہٰذا امیدوار کو جناب از راہ شفقت بزرگانہ جو بات حق ہو جواب سے مشرف فرمائیں۔

الجواب:

خوشبو لگانا سنت ہے اور خوشبو کی چیزیں پھول پتی وغیرہ پسند بارگاہ رسالت ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلٰی آلہٖ وبارک وسلم۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حُبِّبَ اِلَیَّ من دنیا کم النساء والطیب وجعلت قرۃ عینی فی الصلٰوۃ رواہ الامام احمد[1] والنسائی والحاکم والبیہقی عن انس رضی اللہ	یعنی تمھاری دنیا میں سے دو چیزوں کی محبت میرے دل میں ڈالی گئی، نکاح اور خوشبو اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی (امام احمد، نسائی، حاکم اور بیہقی نے سند جید کے ساتھ حضرت

[1] سنن النسائی کتاب عشرۃ النساء حب النساء نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۹۳، مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۲۸

تعالٰی عنه بسند جید۔	انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اس کو روایت کیا ہے۔ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من عُرِضَ علیه ریحان فلا یردہ فانه خفیف المحمل طیب الریح۔رواہ مسلم [1] وابوداؤد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه۔	یعنی جس کے سامنے خوشبو نبات پھول پتی وغیرہ پیش کی جائے تو اسے رد نہ کرے کہ اس کا بوجھ ہلکا اور بو اچھی ہے (بوجھ ہلکا یہ کہ پیش کرنے والے پر مشقت نہیں کوئی بھاری احسان نہیں) (امام مسلم اور امام ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ت)

اور فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اربع من سنن المرسلین الختان والتعطر والنکاح والسواک،رواہ الامام احمد والترمذی [2] والبیھقی فی شعب الایمان عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنه۔قال الترمذی ھذا حدیث حسن غریب صحیح۔	یعنی چار باتیں انبیائے مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں میں سے ہیں: ختنہ کرنا اور خوشبو لگانا اور نکاح اور مسواک (امام احمد، ترمذی اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اسے روایت فرمایا اور امام ترمذی نے فرمایا حدیث حسن غریب صحیح ہے۔(ت)

بخاری شریف میں ہے:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم کان لایرد الطیب	یعنی بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خوشبو کی چیز رد نہ فرماتے تھے

[1] صحیح مسلم کتاب الالفاظ من الادب باب استعمال المسك الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۳۹،سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب فی رد الطیب آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۹

[2] جامع الترمذی ابواب النکاح امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۲۸،شعب الایمان حدیث ۷۷۱۹ دار الکتب العلمیة بیروت ۶/ ۱۳۷

رواہ ھو الامام احمد [1] والترمذی و النسائی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	(بخاری، امام احمد، ترمذی اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ت)

ہار کہ گلے میں پہنیں ان میں پھولوں سے اسی قدر زائد ہے کہ ایک ڈورے میں پرولیا ہے اور گلے میں ڈالنا وہی خوشبو سے فائدہ لینا ہے اور اپنے جلیس آدمیوں اور فرشتوں کو فرحت پہنچانا ہے کہ کسی برتن میں رکھیں تو اس کا ساتھ لئے پھرنا دقت سے خالی نہیں اور ہاتھ میں لئے رہیں تو ہاتھ بھی رکے اور پھول بھی جلد کملا جائیں۔ تو اس قدر سے ممانعت و حرمت و ناجوازی کس طرف سے آگئی۔ امام ابن امیر الحاج محمد محمد حلبی حلیہ میں احادیث متعدد ذکر کرکے فرماتے ہیں:

عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ دخل مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی امرأۃ و بین یدیھا نوی اوحصی تسبح بہ فقال الا اخبرك بما ھو ایسر علیك من ھذا او افضل فقال سبحان اللہ عدد ماخلق اللہ فی السماء وسبحان اللہ عدد ما خلق اللہ فی الارض، وسبحان اللہ عدد مابین ذٰلک، وسبحان اللہ عدد ماھو خالق واللہ اکبر مثل ذٰلك لا الہ مثل ذٰلك ولاحول ولا قوۃ الا باللہ	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی معیت میں ایک عورت کے پاس گئے اس کے آگے گٹھلیاں اور کنکریاں پڑی ہوئی تھیں کہ جن پر وہ تسبیح پڑھتی تھی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمھیں وہ طریقہ عمل نہ بتادوں جو اس سے زیادہ آسان اور زیادہ بہتر ہے۔ پھر ارشاد فرمایا: پاک ہے اللہ تعالٰی اس تعداد کے مطابق جو اس نے آسمان میں پیدا فرمائی، اللہ تعالٰی پاک ہے اس تعداد کے مطابق جو اس نے زمین میں پیدا فرمائی، اور اللہ تعالٰی پاک ہے اس تعداد کے مطابق جو ان دونوں کے درمیان ہے اللہ تعالٰی پاک ہے اس تعداد کے مطابق جس کا

[1] صحیح البخاری کتاب الھبہ باب مالا یرد من الھدیۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۵۱، صحیح البخاری کتاب اللباس باب من لم یرد الطیب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۸، مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۳۳ و ۲۶۱

مثل ذٰلک۔رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن حبان فی صحیحه والحاکم وقال صحیح الاسناد فلم ینها عن ذٰلك وانما ارشدها الی ماهو ایسر وافضل ولو کان مکروها لبین لها ذلك ثم هذه الاحادیث مما تشهد بجواز اتخاذ السبحة المعروفة لاحصاء عدد التسبیح وغیرہ من الاذکار من غیران یتوقف علی ورود شیئ خاص فیها بعینها بل حدیث سعد هذا کالنص فی ذٰلك اذ لا تزید السبحة علی مضمونه بضم النوٰی و نحرہ فی خیط ومثل ذٰلك لایظهر تاثیرہ فی المنع فلا جرم ان نقل اتخاذها والعمل بها عن جماعة من السادة الاخیار۔واللہ سبحانه الموفق[1]۔	وہ پیدا کرنے والا ہے۔(اور اللہ اسی کے مطابق سب سے بڑا ہے) اللہ اکبر اسی کے مطابق ہے لا الٰہ الا اللہ اسی کے مطابق ہے اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ اسی کے مطابق ہے(اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اسی کے مطابق گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت کسی میں نہیں سوائے اللہ تعالٰی کی توفیق کے) ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحاح میں اور حاکم نے اسے روایت کیا اور فرمایا اس کی اسناد صحیح ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عورت مذکورہ کو مذکورہ طریق سے تسبیح کرتا دیکھ کر اسے منع نہیں فرمایا بلکہ زیادہ آسان اور افضل طریقہ کی رہنمائی فرمائی، اگر آپ کو اس کا طریقہ پسند نہ ہوتا تو اس کو منع فرمادیتے، یہ احادیث مروجہ تسبیح کے جواز پر دلالت کرتی اور شہادت دیتی ہیں، یہ تسبیح اعداد وشمار اذکار کے لئے بنائی جاتی ہے البتہ اور اوراد ووظائف کا پڑھنا محض اسی پر موقوف نہیں، حضرت سعد کی حدیث اس کے جواز کے سلسلے میں نص کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ تسبیح مروجہ میں صرف یہی چیز زائد ہے کہ گٹھلیاں کسی دھاگے میں پرو کر مطلوبہ تعداد کے مطابق اسے تیار کرلیا جاتا ہے اور اس نوعیت کے اضافہ میں کوئی تاثیر منع ظاہر نہیں ہوتی۔ بلاشبہہ تسبیح بنانا اور اس کے ذریعے ذکر واذکار کا شغل رکھنا(ایک اچھا عمل ہے)اور عمدہ اکابرین امت کے ایک بڑے گروہ سے منقول ہے اور اللہ تعالٰی پاک ہے اور بندوں کو امور خیر کی توفیق دیتا ہے(ت)

جواسے ناجائز کہتا ہے وہ شریعت مطہرہ پر افتراء کرتا ہے اگر سچا ہے تو بتائے کہ

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

اللہ تعالٰی ورسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے کہاں منع فرمایا ہے۔ اور جب اللہ ورسول نے منع نہ فرمایا تو پھر دوسرا اپنی طرف سے منع کرنے والا کون؟ جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۶: از شاہجہانپور محلّہ خلیل مرسلہ مولوی ریاست علی خاں صاحب واز رامپور خانقاہ مولینا ارشاد حسین مرسلہ مولوی سلامت اللہ صاحب غرہ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ

ماقولکم ایھا العلماء الکرام رحمکم اللہ فی ھذا المرام ان ضرب الدف و البنادیق فی العرس لغرض اعلان النکاح اوفخریۃ ھل یجوز عند الشرع ام لا۔ بینوا بمسند الکتاب توجروا یوم الحساب۔	اے علماء کرام اللہ تعالٰی تم پر رحم وکرم فرمائے، اس مسئلہ میں تم کیا فرماتے ہو کہ شادی میں اعلان نکاح کی غرض سے دف بجانا جائز ہے یا نہیں؟ اور بندوقوں سے ہوائی فائرنگ کرنا خواہ اعلان نکاح کے لئے ہو یا فخریہ طور پر ہو کیسا ہے؟ کتاب وسنت کے حوالے سے بیان فرماؤ تاکہ بروز حساب اللہ تعالٰی کے ہاں اجر وثواب پاؤ۔ (ت)

خلاصہ جواب المولوی ریاست علی خان

یجوز ضرب الدف بلا جلاجل و البنادیق بغرض اعلان النکاح ولا یجوز فخریۃ ولا تطربا فی الحدیث اضربوا علیہ الدفوف وضرب المدفع یجوز لاعلان افطار الصوم ولزوم الصوم واختتام وقت سحری و وقت نصف النہار وغیرھا کما ھو معتاد مروج فی اکثر بلاد الاسلام خصوصا	اعلان نکاح کی غرض سے دف بجانا جائز ہے جبکہ اس کی آواز گھنگرو اور گھنٹی کی جھنکار کے ساتھ نہ ہو یا اس کے مشابہ نہ ہو، اسی طرح ہوائی فائرنگ بھی جائز ہے مگر فخر وغرر کے طور پر جائز نہیں، چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ نکاح کی تشہیر کے لئے دف بجایا کرو روزہ کے وقت کے آغاز کا اعلان کرنے کے لئے سحری کے وقت، روزہ افطاری کے وقت اور دوپہر وغیرہ کے وقت توپ کا گولہ چھوڑنا جائز ہے جیسا کہ اکثر اسلامی ممالک اور مدائن

فی مکۃ المعظمۃ فعلی ھذا ای تامل فی جواز ضرب البنادیق لغرض اعلان النکاح لانہ مامور باعلان عن لسان صاحب الشرع و فی ردالمحتار ان المدفع یفید غلبۃ الظن وان کان ضاربہ فاسقا لان العادۃ ان الموقت یذھب الی دارالحکم اٰخر النھار فیعین لہ وقت ضربہ فیغلب بھذہ القرائن عدم الخفاء وعدم قصد الافساد والا لزم تاثیم الناس[1] وایضا فیہ والظاھر انہ یلزم اھل القری الصوم بسماع المدافع من المصر لانہ علامۃ ظاھرۃ تفید غلبۃ الظن حجۃ موجبۃ للعمل[2] فثبت ان ضرب المدافع مروج مشروع، وایضا فی ردالمحتار الۃ اللھو لیست محرمۃ لعینھا بل لقصد اللھو منھا امامن	میں معمول ہے بالخصوص مکہ مکرمہ میں یہ طریقہ رائج ہے پس اس بناء پر تشہیر نکاح کے لئے فائرنگ وغیرہ کے جواز کے بارے میں کیا اشکال ہوسکتا ہے (یعنی یہ بلا شبہہ جائز ہے۔ (مترجم) کیونکہ صاحب شرع کی زبان سے اس کے اعلان کا حکم ہے، فتاوٰی شامی میں ہے توپ کا گولہ مفید غلبہ ظن ہے اگرچہ توپ چلانے والا فاسق ہو اس لئے عادۃً اس کام پر مقرر آدمی دن کے آخری حصے میں دار قضا کی طرف جاتا ہے پھر اس کے لئے چھوڑنے کا وقت مقرر کیا جاتا ہے لہٰذا ان قرائن کی وجہ سے غلطی کا ارتکاب نہ ہونے اور فساد پھیلانے کا ارادہ نہ ہونے کا غالب گمان ہوتا ہے ورنہ لوگوں کا گناہگار ہونا لازم آئے گا، اور اسی میں یہ بھی مذکور ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ دیہات والے اگر شہر کی طرف سے توپ کے گولے کی آواز (بطور اعلان شہادت رؤیت چاند) سنیں تو ان پر روزہ رکھنا لازم ہوجائے گا اس لئے کہ یہ ایک ظاہری علامت ہے جو غلبہ ظن کا فائدہ دیتی ہے اور غلبہ ظن ایک ایسی دلیل ہے جو عمل کرنا واجب کردیتی ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ اس مقصد کے لئے توپیں چلانا مباح اور جائز ہے نیز فتاوٰی شامی میں ہے کہ کھیل کود کے

[1] ردالمحتار کتاب الصوم باب مایفسد الصوم داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۱۰۶

[2] ردالمحتار کتاب الصوم باب مایفسد الصوم داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۹۱

سامعھا اومن المشتغل بھا [1] اھ **قلت** وحرمۃ الاٰت اللھو لقصد اللھو فی غیر العِرسِ واما فی العرس فاللھو مباح من حدیث عائشہ زفت امرأۃ الی رجل من الانصار فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ماکان معکم لھو فان الانصار لیعجبھم اللھو رواہ البخاری [2] وھذا علی تسلیم ان البنادیق من الاٰت اللھو والا فلا شناعۃ فیھا من قبل، واللہ سبحانہ اعلم۔	آلات فی نفسہ حرام نہیں بلکہ کھیل تماشے کے ارادے سے ان کا استعمال کرنا حرام ہے خواہ "قصد لہو" سامع کی طرف سے ہو یا انھیں استعمال کرنے اور ان سے شغل رکھنے والے کی طرف سے ہو اھ، **میں کہتاہوں** آلات لہو کی حرمت۔ لہو ولعب کے قصد سے موقع شادی کے علاوہ ہے۔ جہاں تک شادی کا تعلق ہے تو ان کا استعمال حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی وجہ سے مباح ہے، چنانچہ ام المومنین نے ارشاد فرمایا کہ ایک عورت کو (تیار کرکے) ایک انصاری کے پاس بھیجا گیا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس موقع پر ارشاد فرمایا: کیا تمھارے پاس کھیل کود کا سامان نہیں تھا کیونکہ انصار کو کھیل کود سے خوشی ہوتی ہے، امام بخاری نے اس کو روایت کیا ہے اور یہ اس بناء پر ہے کہ اگر یہ تسلیم کرلیں کہ بندوقوں سے فائرنگ وغیرہ "آلات لہو" میں شامل ہے ورنہ اس سے پہلے ان میں کوئی قباحت نہیں، اور اللہ تعالٰی پاک سب کچھ اچھی طرح جاننے والا ہے (جواب مولوی ریاست علی خان مکمل ہوگیا ہے)

خلاصہ جواب الشاہ سلامت اللہ فی تائیدہ

لاریب فی جواز ضرب الدف لاعلان النکاح بل فی سنتہ فی الفتاوی الغیاثیۃ ضرب الدف فی النکاح اعلان وتشھیرا سنۃ ویجب ان یکون بلا سنجات وجلاجل [3] اھ	اعلان نکاح کے لئے دف بجانا کے جواز بلکہ اس کے سنت ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ فتاوٰی غیاثیہ میں ہے: نکاح کے موقعہ پر دف اس کے اعلان اور تشہیر کے لئے سنت ہے اور ضروری ہے کہ دف کی آواز گھنگروٹلیوں

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۳

[2] صحیح البخاری کتاب النکاح باب النسوۃ اللاتی تھدین المرأۃ الی زوجھا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۷۵

[3] فتاوٰی غیاثیہ کتاب الاستحسان الفصل الرابع مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۱۰۹

وکذا الطبل قال المحقق العینی والطبل انما کان منھیا اذا کان للھو اما لغیرہ فلا بأس کطبل الغزاۃ و العرس [1] وقد صح ضرب الدف لیلۃ العرس وفی الاعیاد عند النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واکد ذلك بما رواہ احمد و الترمذی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال فصل مابین الحلال والحرام الصوت والدف فی النکاح [2] وبما رواہ النسائی عن عامر بن سعد قال دخلت علی قرظۃ وابی مسعود الانصاری فی عرس واذا جوار یغنین فقلت انتما صاحبا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومن اھل بدر یفعل ھذا عندکم فقال اجلس ان شئت فاسمع معنا وان شئت اذھب رخص لنا	کے مشابہ زور دار نہ ہو اھ۔اور طبلہ بھی اسی طرح ہے محقق عینی نے فرمایا: طبلہ اس وقت منع ہے جب لہو ولعب کے لئے ہو اگر اس مقصد کے لئے نہ ہو تو کوئی حرج نہیں جیسے اگر اعلان جہاد کے لئے یا شادی وغیرہ کے موقع پر اس کا استعمال اور شادی والی رات دف بجانا جائز ہے اور عید کے مواقع پر حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے روبرو دف بجائی گئی اور اس کی تاکید کی گئی اس حدیث سے جو امام احمد اور امام ترمذی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کی آپ نے ارشاد فرمایا حلال اور حرام میں فرق نکاح میں دف بجانے اور گیت گانے سے ہے،اور وہ حدیث جس کو امام نسائی نے عامر بن سعد سے روایت کیا ہے انھوں نے فرمایا میں ایک شادی میں قرظہ اور ابو مسعود انصاری کے ہاں گیا وہاں چند بچیاں گیت گارہی تھیں میں نے (یہ منظر دیکھ کر) کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اے بدری ساتھیو! تمھارے ہاں یہ کام ہورہا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ اگر مرضی ہو تو ہمارے ساتھ بیٹھ کر تم بھی سنو اور اگر مرضی نہیں ہے تو یہاں سے چلے جاؤ (اور ہمیں نہ ٹوکو) کیونکہ

[1]

[2] جامع الترمذی ابواب النکاح باب ماجاء فی اعلان النکاح امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۲۹، مسند احمد بن حنبل حدیث محمد بن حاطب رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۱۸ و ۴/ ۲۵۹

فی اللهو عند العرس [1] ۔وفی خزانۃ المفتین لا بأس بأن یکون لیلۃ العرس دف یضرب للشهرۃ و اعلان النکاح۔وقال الفقیہ ابو اللیث هذا اذالم یکن علیه جلاجل اما اذا کان فیکرہ کذا فی الظهیریۃ [2] **اقول:** اطلاق الاحادیث ینادی بجوازہ مع الجلاجل ایضاً ولعل القول بالکراہۃ لعلۃ اخری وقد ظهر من کلام المحقق العینی ان دف العرس وطبله لیسا داخلین فی اللهو ولو کانا جاز ایضاً فی النکاح بنص الحدیث کما افادہ الفاضل المجیب وقد منا التصریح بذٰلك فی روایۃ النسائی وکذا لاشبهۃ فی جواز ضرب البنادیق والمدافع فی العرس وامثاله۔	ہمیں شادیوں کے مواقع پر کھیل کود کی رخصت دی گئی ہے۔ اور خزانۃ المفتین میں ہے کہ شادی والی رات اعلان نکاح اور شہرت کے لئے اگر دف بجائی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں، فقیہ ابواللیث نے فرمایا کہ یہ جواز اس وقت ہے یا اس صورت میں ہے کہ جب دف کی آواز گھنٹی کی جھنکار جیسی ہو لیکن وہ آواز اگر گھنٹی کے مشابہ اور جھنکار والی ہو تو اس کے استعمال (یعنی دف بجانا) مکروہ ہے،یونہی فتاوٰی ظہیریہ میں بھی ہے اھ۔ میں کہتاہوں کہ حدیثوں کا علی الاطلاق وارد ہونا اس بات کا اعلان کر رہا ہے کہ "جلاجل" گھنٹی کی جھنکار جیسی آواز ہونے کے باوجود اس کا استعمال جائز ہے اور کراہت والا قول شاید کسی دوسری وجہ سے ہو نیز محقق عینی کے کلام سے ظاہر ہوا کہ شادی میں دف اور طبلہ بجانا لہو میں شمار نہیں ہوتااور اگر شمار ہو بھی تو نص حدیث کی وجہ سے ان کا استعمال جائز ہے اور کراہت والا قول شاید کسی دوسری وجہ سے ہو، نیز محقق عینی کے کلام سے ظاہر ہوا کہ شادی میں دف اور طبلہ بجانا لہو میں شمار نہیں ہوتا اور اگر شمار ہو بھی تو نص حدیث کی وجہ سے ان کا استعمال جائز ہے جیسا کہ فاضل مجیب نے افادہ پیش کیاہے اور روایت نسائی کے حوالہ سے ہم نے اس کی تصریح قبل ازیں

[1] سنن النسائی کتاب النکاح اللهو والغناء عند العرس نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۹۲

[2] خزانہ المفتین کتاب الکراھیۃ قلمی نسخہ ۲/ ۲۱۱

کر دی ہے اور اسی طرح شادی وغیرہ میں بندوقوں سے فائرنگ کرنے اور توپ سے گولہ باری کرنے کے جواز میں بھی کوئی شبہہ نہیں۔	

الجواب:

اے اللہ! تیرے ہی لئے سب تعریف ہے اور تیری ہی طرف بندوں کا قصد ہے اور اپنے مبارک حبیب پر رحمت بھیج جو خوشی عطا کرنیوالے شرانگیز کاموں سے روکنے والے اور قیامت کے دن تک ان کی آل اور ساتھیوں پر نزول رحمت ہو۔ہاں اعلان نکاح اور اظہار خوشی کے لئے مستحب مواقع میں دف بجانا جائز اور مباح ہے بلکہ اچھے ارادے سے مندوب ومطلوب ہے لیکن مردوں کے لئے ناپسند یدہ ہے البتہ عورتوں کے لئے جائز ہے جیسا کہ اکابر علماء نے ارشاد فرمایا۔اسی طرح چھوٹی بچیوں کے لئے خواہ آزاد ہوں یا لونڈیاں دف بجانا جائز ہے نہ کہ ان معزز شکل وشباہت رکھنے والی خواتین کے لئے۔چنانچہ درمختار میں ہے۔شادیوں میں دف بجانا جائز ہے۔علامہ شامی نے اپنے فتاوٰی میں لکھا ہے کہ شادیوں میں دف بجانا عورتوں کے ساتھ خاص ہے اس لئے کہ البحر الرائق میں معراج الدرایہ کے حوالے سے منقول ہے کہ اس مسئلہ کے ذکر کرنے کے بعد کہ نکاح اور اس جیسی خوشی کے موقع پر اگرچہ دف بجانا مباح ہے	اللھم لك الحمد والیك الصمد صل علی حبیبك النور مانح السرور وعلی اله وصحبه الی یوم النشور ضرب الدف لاعلان النکاح واظھار السرور فی مستحبات الافراح جائز ومباح مافیه جناح بل مندوب ومطلوب بالقصد المحبوب لکن یکرہ للرجال بکل حال وانما جواز للنساء علی ماقاله فحول العلماء وانماینبغی لنحو الجواری من الاماء والذراری دون السردات ذوات الھیأت۔فی الدر المختار جاز ضرب الدف فیه[1] اھ یرید العرس قال فی ردالمحتار جواز ضرب الدف فیه خاص بالنساء کما فی البحر عن المعراج بعد ذکرہ انه مباح فی النکاح ومافی معناہ من حادث سرور قال وھو مکروہ للرجال علی

[1] الدرالمختار کتاب الشھادت باب قبول الشھادۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۶

کل حال للتشبه بالنساء [1] اھ،واخرج ابن حبان فی صحیحه عن ام المومنین الصدیقة رضی الله تعالٰی عنها قالت کانت عندی جاریة من الانصار زوجتها فقال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم یا عائشه الا تغنین فان هذا الحی من الانصار یحبون الغناء [2]، قالت القاری قال التورپشتی یحتمل ان یکون علی خطاب الغیبة بجماعة النساء والمراد منهن من تبعها فی ذٰلك من الاماء والسفلة فان الحرائر لیستنکفن من ذٰلك وان یکون علی خطاب الحضور لهن ویکون من اضافة الفعل الی الاٰمر به والاٰذن فیه قلت ویؤیده الروایة الاتیه ارسلتم معها من تغنی الخ [3] اما	لیکن ہر حال میں مردوں کے لئے مکروہ ہے کیونکہ اس میں عورتوں کے ساتھ مشابہت پیدا ہوتی ہے اھ۔چنانچہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے حوالے سے تخریج فرمائی مائی صاحبہ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس قبیلہ انصار کی ایک بچی تھی میں نے اپنی نگرانی میں اس کی شادی کرائی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم گاتی نہیں ہو کیونکہ انصار تو گانے کو پسند کرتے ہیں۔ملا علی قاری نے فرمایا کہ محدث تورپشتی نے کہا یہاں اس لفظ "تغنین" میں احتمال ہے کہ غیبت کے طریقے پر عورتوں کی جماعت سے خطاب ہو اور ان سے وہ باندیاں اور معمولی عورتیں مراد ہوں جو اس بچی کے ساتھ بارات میں گئیں اس لئے کہ آزاد عورتیں اس کام سے نفرت کرتی تھیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ لفظ صیغہ حاضر کے طریقہ پر ہو جس کی مخاطب عورتیں ہوں اور فعل کی اضافت آمر اور اجازت دینے والے کی طرف ہو،میں کہتاہوں کہ آئندہ کی روایت اس کی تائید کرتی ہے جس کے یہ الفاظ ہیں کیا تم نے دلھن کے ساتھ کسی گویّا عورت کو بھیجا ہے؟

[1] ردالمحتار کتاب الشهادات باب قبول الشهادة داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۸۲

[2] موارد الظمان زوائد ابن حبان باب الغناء واللعب فی العرس حدیث ۲۰۲۱ المطبعة السلفیه ص ۴۹۴، مشکوٰة المصابیح بحواله ابن حبان فی صحیحه کتاب النکاح باب اعلان النکاح مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۷۲

[3] مرقاة المفاتیح کتاب النکاح باب اعلان النکاح الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶/ ۳۱۴

الجلاجل فمن اللهو الباطل و النهی عنها مشهور وفی زبر الصدور مزبور وذٰلك لما فیها من التطریب وقد کرہ اضرب الساذج علی هیئة الطرب فکیف بما به فی نفسه معیب وقد قدم الفاضل المجیب عن العلامة الشامی عن الفتاوی السراجیة ان هذا ای جواز ضرب الدف فی العرس اذا لم تکن له جلاجل ولم یضرب علی هیئة التطرب[1] اھ ولم یثبت وجودها فی الدفوف فی زمن الحدیث والرسالة بل ھو لھو حدیث اخترعه بعدہ اهل اللعب والبطالة فی المرقاة شرح المشکوٰة (فجعلت جویریات لنا) بالتصغیر قیل المراد بهن بنات الانصار لا المملوکات (یضربن بالدف) قیل تلك البنات لم یکن بالغات حد الشهوة وکان دفهن غیر مصحوب بالجلاجل. قال اکمل الدین المراد به

رہا یہ کہ دف کی آواز گھنگرو اور گھنٹی کی جھنکار کی طرح ہو تو یہ لہو باطل میں شمار ہے اور اس سے ممانعت مشہور ہے چنانچہ یہ سینوں کی تختیوں پر لکھا ہوا ہے اس لئے کہ اس میں خوش آوازی اور سریلا پن ہے۔ حالانکہ فقہائے کرام نے کسی سادہ چیز کو گانے کی شکل اور ہیئت پر بجانے کو مکرہ قرار دیا ہے پھر اس کا کیا کہنا جو بذاتہ عیب دار ہو، چنانچہ فاضل مجیب علامہ شامی سے بحوالہ فتاوٰی سراجیہ پہلے نقل کیا ہے کہ شادی میں دف بجانے کا جواز اس شرط سے مشروط ہے کہ اس میں ٹن ٹن کی آواز نہ ہو اور وہ گانے کی ہیت پر بھی نہ بجایا جائے اور حدیث اور رسالت کے زمانے میں دف کے لئے ٹن ٹن کی سریلی آواز نہ تھی بلکہ یہ کھیل تماشے کی باتیں زمانہ رسالت کے بعد ارباب باطل نے ایجاد واختراع کرلیں چنانچہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ ہمارے ہاں چند چھوٹی بچیاں تھیں جو دف بجارہی تھیں، یہاں حدیث میں لفظ جویریات ہے جو جویریہ کی جمع اور صیغہ تصغیر ہے کہا گیا کہ ان سے انصار کی چھوٹی بچیاں مراد ہیں لہٰذا باندیاں مراد نہیں، اور یہ بھی کہا گیا کہ مکمل جوان نہ تھیں اور ان کی دف کی آواز سریلی اور ٹن ٹن والی نہ تھی، چنانچہ علامہ اکمل الدین نے فرمایا ان کی دف سے زمانہ متقدمین

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۳

الدف الذی کان فی زمن المتقدمین واما ماعلیہ الجلاجل فینبغی ان یکون مکروھا بالاتفاق [1] اھ ملخصًاولا یذھبن عنك ان اللھو حقیقتہ حرام کلھا دقھا وجلتھا اما ماابیح فی العرس ونحوہ من ضرب الدف وانشاد الاشعار المباحۃ بہ القصد المباح اوالمندوب لاللتلھی واللعب المعیوب فانما سمی لھوا صورۃ کماسمیت السنن الثلث ملاعبۃ الفرس والمرأۃ والرمی بذٰلك لذٰلك بالضرورۃ فلا منافاۃ بین حدیث قرظۃ بن کعب وابی مسعود رضی اللہ تعالٰی عنھما وقول المحقق العینی وغیرہ انما کان منھیا اذا کان للھو اما لغیرہ فلا باس کطبل الغزاۃ والعرس [2]۔ قال فی ردالمحتار نقلا عن الکفایۃ شرح الھدایۃ اللھو حرام بالنص قال علیہ الصلوٰۃ والسلام لھو المؤمن باطل الا فی ثلث تادیبہ فرسہ	کی دف مراد ہے۔رہی وہ دف کہ جس کی گھنٹی جیسی آواز اور جھنکار ہو تو وہ بالاتفاق مکروہ ہے(ملخص پورا ہوگیا) یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ درحقیقت ہر لہو حرام ہے خواہ آلات لہو کی آواز باریک ہو یا موٹی، رہی یہ بات کہ شادی وغیرہ کے موقع پر دف بجانا مباح ہے اور مندوب ارادے سے جائز اشعار پڑھنا بشرطیکہ معیوب طریقے پر نہ ہو، تو ان تمام باتوں کے مباح ہونے کا حکم ہے البتہ اسے صورۃً لہو کہا گیا جیسا کہ تین کاموں کو(یعنی عورت اور گھوڑے سے کھیلنا اور تیز اندازی کرنا)جو درحقیقت سنت ہیں،اسی وجہ سے اس ضرورت کی بناء پر انھیں لہو کا نام دیا گیا لہٰذا قرظہ بن کعب اور ابومسعود بدری رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث اور محقق عینی وغیرہ کے کلام میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ دف بجانے کا جواز اس صورت میں ہے کہ جب بطور لہو نہ ہو ورنہ منع ہے۔اس کی مثال جیسے غازیوں کا طبلہ اور شادیوں میں دف بجانا ہے۔ علامہ شامی نے کفایہ شرح ہدایہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ نص کی بنیاد پر لہو حرام ہے چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ تین کھیلوں کے علاوہ مسلمان کا ہر کھیل باطل ہے: (۱) گھوڑے

[1] مرقات المفاتیح کتاب النکاح باب اعلان الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶/ ۳۰۱

[2]

وفی روایة ملاعبته بفرسه ورمیه عن قوسه وملاعبته مع اهله[1] اھ قلت رواہ الحاکم عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم بلفظ کل شیئ من لهو الدنیا باطل الاثلثة انتضالك بقوسك وتادیبك فرسك وملاعبتك اهلك فانها من الحق هذا مختصر وقال صحیح علی شرط مسلم[2] ۔ونازعه الذهبی وصحح ابو حاتم وابوزرعة ارسله من طریق محمد بن عجلان عن عبدالله بن عبدالرحمن بن ابی حسین قال بلغنی ان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال فذکرہ فی نصب الرایة[3] ۔قلت محمد صدوق من رجال مسلم (عبد الله ثقة عالم	کو ادب سکھانا یعنی جہاد کے لئے تیار کرنا، ایک دوسری روایت میں اس طرح آیا ہے کہ اپنے گھوڑے سے کھیلنا (۲) کمان سے تیر اندازی کرنا (۳) اپنی بیوی سے کھیلنا اھ، میں کہتا ہوں کہ امام حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حدیث مذکور کو ان الفاظ میں روایت کیا ہے: سوائے تین کھیلوں کے دنیا کا ہر کھیل باطل ہے (۱) اپنی کمان سے تیر اندازی کرنا، (۲) اپنے گھوڑے کو شائستگی سکھانا، (۳) اپنی گھر والی یعنی اہلیہ کے ساتھ کھیلنا، یہ تینوں جائز ہیں۔یہ حدیث مختصر ہے۔حاکم نے کہا کہ یہ شرط مسلم کے مطابق صحیح ہے۔علامہ ذہبی نے اس میں نزاع کیا ہے پھر ابوحاتم نے اور ابوزرعہ نے اس کے ارسال کو صحیح قرار دیا ہے جو محمد بن عجلان کے طریقے سے عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین سے مروی ہے چنانچہ اس نے کہا کہ مجھے اطلاع پہنچی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا پھر اس نے حدیث مذکور بیان کی، نصب الرایۃ میں یہی کہا گیا ہے۔میں کہتا ہوں کہ محمد نامی راوی سچا ہے، مسلم کے رجال میں سے ہے عبداللہ راوی ثقہ اور عالم

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۲

[2] المستدرك للحاکم کتاب الجهاد دارالفکر بیروت ۲/ ۹۵

[3] نصب الرایة لاحادیث الهدایة کتاب الکراهیة فصل فی البیع المکتبة الاسلامیه ریاض ۴/ ۲۷۴

من رجال الستة کلاھما من صغار التابعین فالحدیث صحیح علی اصولنا علی ان النسائی روی بسند حسن عن جابر بن عبداللہ وجابر بن عمیر رضی اللہ تعالٰی عنھم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال کل شیئ لیس من ذکر اللہ فھو لھو ولعب الا ان یکون اربعة ملاعبة الرجل امرأتہ وتادیب الرجل فرسہ و مشی الرجل بین الغرضین وتعلیم الرجل السباحة [1] واخرج الطبرانی فی الاوسط عن امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل لھو یکرہ الا ملاعبة الرجل امرأتہ ومشیہ بین الھدفین وتعلیمہ فرسہ [2]۔ فالحدیث صحیح لاشك وکان ھذا ھو مراد الفاضلین الکاملین ذوی الریاسة والسلامة النفاسة والکرامة المجیب

ہے، صحاح ستہ کے رجال میں سے ہے دونوں اشخاص مذکور چھوٹے تابعین میں سے ہیں لہٰذا حدیث ہمارے اصول و قواعد کے مطابق صحیح ہے اس کے علاوہ امام نسائی نے اچھی سند کے ساتھ اسے جابر بن عبداللہ اور جابر بن عمیر رضی اللہ تعالٰی عنہم کے حوالے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا: "ہر وہ چیز جس میں ذکر الٰہی نہ ہو وہ کھیل اور تماشہ ہے لیکن چار چیزیں اس سے مستثنٰی ہیں (۱) مرد کا اپنی بیوی سے کھیلنا (۲) اپنے گھوڑے کو شائستگی سیکھانا (۳) مرد کا دونشانوں کے درمیان چلنا (۴) تیراکی سیکھنا، امام طبرانی نے "الاوسط" میں امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ تخریج فرمائی کہ ہر کھیل مکروہ ہے سوائے تین کاموں کے (۱) مرد کا اپنی بیوی سے کھیلنا (۲) تیر اندازی کے دونشانوں کے درمیان چلنا (۳) اپنے گھوڑے کو سکھانا لہٰذا حدیث بلا شبہہ صحیح ہے اور دو فاضلوں کاملوں کی، شادی کے لہو مباح ہونے سے یہی مراد ہے جو ریاست سلامت نفاست کرامت والے ہیں ایک جواب دینے والا اور دوسرا

[1] کنز العمال بحوالہ ن النسائی عن جابر بن عبداللہ وجابر بن عمیر حدیث ۴۰۶۱۲ موسسة الرسالہ بیروت ۱۵/ ۲۱۱

[2] المعجم الاوسط حدیث ۱۷۹ مکتبة المعارف ریاض ۸/ ۹۰

والمؤید باباحة اللھو فی العرس، اما ضرب بندقة الرصاص لاعلان النکاح فلا شك ان الاعلان مطلوب فیہ مندوب الیہ فصلا بین النکاح والسفاح الذی یکتم ولا یعلم والمقصود اعلام الاباعد والا قاصی فان الحضور یعلمونہ بالحضور ولذا امر بضرب الدفوف واضطراب الاصوات علی وجہ المعروف فان العلم للقاضی انما یحصل بما ھو متعارف عندھم وقد شملہ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فصل مابین الحلال والحرام الصوت والدف فی النکاح [1]، رواہ الائمة احمد والترمذی و النسائی وابن ماجة وابن حبان والحاکم عن محمد بن حاطب الجمحی رضی اللہ تعالٰی حسنہ الترمذی و صححہ ابن حبان والدارقطنی والحاکم وابن طاھر فلم یخص بالدف بل اطلق الصوت	اس کی تائید کرنے والا ہے۔رہی یہ بات کہ قلعی کی رائفل سے نکاح کی تشہیر اور اعلان کرنا تو یہ مطلوب و مندوب ہے تاکہ نکاح اور بدکاری میں امتیاز ہوجائے کیونکہ بدکاری کو چھپایا جاتا ہے بتایا اور ظاہر نہیں کیا جاتا، جبکہ نکاح کی تشہیر کی جاتی ہے کیونکہ اس سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ انتہائی دور والے لوگ بھی آگاہ ہوجائیں کیونکہ قریب کے لوگ تو قرب وجوار میں ہونے کی وجہ سے اس معاملے کو بخوبی جانتے ہیں اس لئے دف بجانے اور آوازوں کے پھیلانے کا حکم طریقہ معروف کے مطابق دیا گیا ہے تاکہ قاضی کے لئے حصول علم اس کے مطابق ہوجائے جو لوگوں میں متعارف ہے اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد اس کو شامل ہے کہ حلال حرام میں فرق نکاح کے موقع پر اعلان کرنے اور دف بجانے سے ہے۔چنانچہ ائمہ کرام مثلا احمد، نسائی، ترمذی ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے محمد بن حاطب جمحی کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے امام ترمذی نے اس کی تحسین فرمائی۔ابن حبان، دارقطنی، حاکم اور ابن طاہر نے اس کو صحیح قرار دیا ہے لہذا اعلان نکاح کو شارع نے دف بجانے کے ساتھ

[1] جامع الترمذی ابواب النکاح باب ماجاء فی اعلان النکاح امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۲۹، سنن النسائی کتاب النکاح اعلان النکاح بالصوت الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۹۰، سنن ابن ماجہ ابواب النکاح اعلان النکاح بالصوت الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۸، مسند احمد بن حنبل حدیث محمد بن حاطب رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۱۸ و ۴/ ۲۵۹

وغایر بالعطف والبندقة صوت یحصل به الاعلام بل ادخل فی المرام قال القاری ابن الملك المراد الترغیب الی اعلان امر النکاح بحیث لایخفی علی الاباعد قال فی شرح السنة معناہ اعلان النکاح واضطراب الصوت به والذکر فی الناس کما یقال فلان قد ذهب صوته فی الناس [1] اھ فالنهی مفقود ویفید المقصود فالجواز موجود المنع مردود و هل لاحد ان ینهی عما لم ینه عنه الله ورسوله جل جلاله وصلی الله تعالٰی علیه وسلم۔ اما زعم بعض جهلة الوهابیة ولعمری مافی الوهابیة الا الجهلة انه اسراف والاسراف حرام فجهل منهم بمعنی الاسراف و	مخصوص نہیں کیا بلکہ صورت کو مطلق رکھا گیا اور دونوں میں حرف "و" تغایر کے لئے بڑھایا گیا اور رائفل سے ایسی آواز پیدا ہوتی ہے کہ جس سے آگاہی نصیب ہوتی ہے بلکہ اسے مقصود میں زیادہ دخل ہے۔ ملا علی قاری نے فرمایا علامہ ابن ملک نے کہا کہ اس سے امر نکاح کے اعلان کرنے کی رغبت مقصود ہے تاکہ دور دراز والے لوگوں پر یہ معاملہ پوشیدہ نہ رہے۔ شرح السنۃ میں فرمایا گیا کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ نکاح کا اعلان اور اس کی آواز کی نشر واشاعت ہو جائے اور لوگوں میں اس کا تذکرہ ہو جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص کی آواز لوگوں میں پھیل گئی اور ان تک پہنچ گئی، خلاصہ کلام یہ کہ نہی مفقود اور افادہ مقصود ہے اور جواز موجود اور ممانعت مردود ہے کیا کسی کے لئے گنجائش ہے کہ جس کام سے اللہ تعالٰی اور اس کے رسول گرامی منع نہ فرمائیں اس سے لوگوں کو روکے ہر گز ایسا نہیں ہوسکتا، اللہ تعالٰی کی شان عظیم ہے اور اس کے رسول کریم پر اس کی طرف سے ہدیہ درود و تسلیم ہو، رہا بعض جاہل وہابیوں کا یہ خیال کہ یہ اسراف ہے (مجھے اپنی بقا کی قسم وہابیوں میں سوائے جہالت کے کچھ نہیں، لہٰذا قول وہابیہ کہ یہ اسراف ہے اور اسراف حرام ہے۔ تو

[1] مرقاۃ المفاتیح کتاب النکاح باب اعلان النکاح الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶/ ۳۱۴

اعظم منه ان اجهلهم تلا فی تحریمه آیة "اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ"[1] ولم یدر المسكین مافی الانفاق فی غرض محمود وفی مذموم او فی عبث من بون مبین ولو كان كل انفاق شیئ فی غرض مباح بل ومحمود اسرافا مذموما اذا امكن حصوله باقل منه لكان كل توسع فی مأكل او مشرب او منكح او مركب اوملبس او مسكن حراما وھو خلاف الاجماع والنصوص الصریحة بغیر نزاع وھذا ربنا عزوجل قائلا "قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ"[2] وھذا نبینا صلی اللّٰه تعالٰی علیه واله وسلم قائلا ان اللّٰه تعالٰی یحب ان یرٰی اثر نعمته

ان کا یہ قول معنی اسراف سے جہالت ہے اور اس سے بھی عظیم جہالت ان کے بڑے جاہل سے صادر ہوئی اس نے کام کی حرمت میں قرآن مجید کی آیۃ مبارک پڑھ لی "بے جا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں" اور وہ بیچارہ یہ نہ سمجھا کہ اچھی اور بری غرض اور بے فائدہ کام میں خرچ کرنے میں کتنا واضح اور کھلا فرق ہے اگر ہر خرچ کرنا مباح کام میں بلکہ اچھی غرض میں اسراف اور مذموم ہوتا تو جب اسی کا اس سے معمولی درجہ میں بھی حصول ممکن ہوتا پھر کھانے، پینے، نکاح کرنے، سواری، لباس اور جائے سکونت اور ان سب میں وسعت اختیار کرنا حرام ہوتا حالانکہ یہ اتفاق امت کے بالکل خلاف ہے اور صریح نصوص اس میں بغیر کسی نزاع کے وارد ہیں۔ غور کیجئے کہ ہمارا پروردگار عزت وعظمت کا مالک اپنے محبوب کریم کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمارہا ہے، فرما دیجئے کس نے حرام کردی اللّٰه تعالٰی کی وہ زیب وزینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے ظاہر فرمائی اور وہ پاکیزہ کھانے کی چیزیں۔ ہمارے نبی صلی اللّٰه تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلاشبہہ اللّٰه تعالٰی اس بات کو پسند

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۷

[2] القرآن الکریم ۷/ ۳۲

علی عبدہ رواہ الترمذی [1] وحسنه والحاکم وصححه عن عبداللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنهما مع قوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی الحدیث الصحیح بحسب ابن اٰدم القیمات یقمن صلبه [2] الحدیث، وجعل لمن ابی التثلیث وقد اجمعوا علی جوازه حتی الشبع، و انت تری هؤلاء الناهین المجترین علی اللہ تعالٰی "بِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ" [3]۔ ان هذا حرام وهذا ممنوع یاکلون الالوان ویلبسون الرقاق ویفعلون ولو اجترأوا بعشر ما انفقوا الکفٰی وضرب الدف ایضا لا یخلو عن نفقة اما ثمن واما اجرة	فرماتا ہے کہ اپنے کسی بندے پر آثار نعمت دیکھے، چنانچہ امام ترمذی نے اس کو روایت کرکے اس کی تحسین فرمائی، اور حاکم نے اس کو عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا اور اس کو صحیح قرار دیا۔ اس کے باوجود کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حدیث صحیح میں یہ ارشاد موجود ہے ابن آدم کے لئے غذا کے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھیں (الحدیث)۔ یہ اس کے لئے مقرر فرمایا جس نے تین لقموں کا انکار کیا، تم دیکھتے ہو کہ ان روکنے والوں اللہ تعالٰی پر جرات کرنے والوں کو ایسی چیز سے جو ان کی زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں کہ یہ حرام ہے اور یہ منع ہے کہ لوگ رنگارنگ کھانے کھاتے ہیں باریک اور پتلا لباس پہنتے ہیں اور یہ اور وہ کرتے ہیں۔ کاش وہ لوگ اس دسویں حصے پر اکتفا کرتے جو انھوں نے خرچ کیا تو کافی تھا۔ اور یہ بھی خیال رہے کہ دف بجانا بھی خرچ سے خالی

[1] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء ان اللہ یحب ان یری اثرہ الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۵، المستدرك للحاکم کتاب الاطعمة باب ماجاء ان اللہ یحب ان یری اثرہ الخ دار الفکر بیروت ۴/ ۱۳۵

[2] جامع الترمذی ابواب الزہد باب ماجاء فی کراہیة کثرۃ الاکل امین کمپنی دہلی ۲/ ۶۰، سنن ابن ماجه ابواب الاطعمه باب الاقتصار فی الاکل ایچ ایم سعید کراچی ص ۲۴۸، الترغیب والترهیب الترهیب من الامعان فی الشبع مصطفی البابی مصر ۳/ ۱۳۶

[3] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶

ولعله قد یفوق ثمن البارود وانما السرف الصرف الی غرض لایحمد وتعدی القصد وتجاوز الحد فانظر ان هذا من ذٰلك والله یتولی هداك نعم من اراد التفاخر فذٰلك الحرام جملة واحدة "اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۟ۙ"[1] والاختصاص لهذا بالدف والبندقة بل لو تلاقراٰن ونوی التفاخر لكان حرامامحظورا والتالی اٰثمامٔزورا كمالایخفی فهذا ماعندنا فی الباب و ربنا سبحانه اعلم بالصواب وصلی الله تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا والاٰل والاصحاب اٰمین۔	نہیں یا تو دف خریدنے پر خرچ آئے گا یا بجانے کی اجرت دینی پڑے گی اور شاید بارود کی قیمت سے زیادہ ہو،اور خالص اسراف یہ ہے کہ ایسی غرض کے لئے خرچ کیا جائے جس میں کوئی حسن وخرابی اور فائدہ نہ ہو اور یہ میانہ روی سے متجاوز ہو لہٰذا غور کیجئے کہ یہ کہاں اور وہ کہاں (بلکہ دونوں میں واضح فرق ہے) اور اللہ تعالٰی تیری ہدایت کا مالک ہے۔ہاں اگر کسی نے آپس کے خرچ کرنے سے فخر کرنے کا ارادہ کیا تو یہ بالکل حرام ہے کیونکہ اللہ تعالٰی اترانے والے فخر کرنیوالے کو پسند نہیں کرتا،لہٰذا حرمت کا دف اور بندوق سے کوئی اختصاص نہیں بلکہ اگر آپس میں تفاخر سے تلاوت کلام پاک کی جائے تو یہ بھی حرام اور ممنوع ہے۔پس اس صورت میں تلاوت کرنے والا گنہ گار اور گناہ برداشتہ ہوگا جیسا کہ مخفی نہیں لہٰذا اس باب میں ہماری یہی تحقیق ہے۔اور ہمارا پاک پروردگار راہ صواب کو اچھی طرح جانتا ہے۔ہمارے آقا وسردار اور ان کی آل اولاد وصحابہ پر اللہ تعالٰی کی خصوصی باران رحمت ہو۔آمین! (ت)

مسئلہ ۹۷: ازمدراس جنتادھاری دسگ شب گرامیں اسٹریٹ مرسلہ مولوی حاجی سید عبدالغفار صاحب بنگلوری۔

پھولوں کا سہرا جس میں نلکیاں اور پنی وغیرہ نہ ہو جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا** (بیان کرو تاکہ اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

پھولوں کا سہرا جیسا سوال میں مذکور رسوم دنیویہ سے ایک رسم ہے جس کی ممانعت شرع مطہر سے ثابت نہیں نہ شرع میں اس کے کرنے کا حکم آیا ہے تو مثل اور تمام عادات ورسوم مباحہ کے مباح رہے گا۔

[1] القرآن الکریم ۴/ ۳۶

شرع شریف کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس چیز کو خدا اور رسول اچھا بتائیں وہ اچھی ہے اور جسے برا فرمائیں وہ بری ہے اور جس سے سکوت فرمائیں یعنی شرع سے نہ اس کی خوبی نکلے نہ برائی وہ اباحت اصلیہ پر رہتی ہے کہ اس کے فعل وترک میں ثواب نہ عقاب، یہ قاعدہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ اکثر جگہ کام آئے گا آجکل مخالفین اہلسنت نے یہ روش اختیار کرلی ہے۔ جس چیز کو چاہا شرک، حرام، بدعت، ضلالت کہنا شروع کردیا اگرچہ وہ فعل صحابہ کرام یا تابعین عظام یا ائمہ اعلام سے ثابت ہو، اگرچہ وہ فعل اس نیک بات کے عموم واطلاق میں داخل ہو جس کی خوبیاں صریح قرآن مجید وحدیث شریف میں مذکور ہیں پھر سہرے وغیرہ رسمی باتوں کی تو کیا حقیقت ہے اور اس پر طرہ یہ ہوتا ہے کہ اہلسنت سے پوچھتے ہیں تم جو ان چیزوں کو جائز بتاتے ہو قرآن وحدیث میں کہاں جائز لکھا ہے حالانکہ ان کو اپنی خوش فہمی سے اتنی خبر نہیں کہ جائز کہنے والا دلیل خاص کا محتاج نہیں، جو ناجائز کہے وہ قرآن حدیث میں دکھائے کہ ان افعال کو کہاں ناجائز کہا ہے۔ کیا اہلسنت پر لازم ہے کہ وہ جس چیز کو جائز ومباح بتائیں اس کی خاص صورت کا حکم صریح قرآن مجید واحادیث شریف میں دکھائیں اور تم پر کچھ ضرور نہیں کہ جس چیز کو حرام بدعت گمراہی کہو خاص اس کی نسبت ان حکموں کی تصریح کتاب وسنت میں دکھادو۔ ان امور کی قدرے تفصیل مسئلہ قیام میں فقیر نے ذکر کی اور تحقیق کامل تصانیف علمائے اہلسنت میں ہے۔ **شکر اللّٰہ تعالٰی مساعیھم الجمیلۃ۔**

جب یہ قاعدہ شرعیہ معلوم ہولیا تو سہرے کا حکم خود ہی کھل گیا۔ اب جو ناجائز، حرام، بدعت، ضلالت بتائے وہ خود قرآن مجید وحدیث شریف سے ثابت کر دکھائے ورنہ جان برادر! شرع تمھاری زبان کا نام نہیں کہ جسے چاہو بے دلیل حرام وممنوع کہہ دو، اور سفہائے مخالفین جو اس قسم کے مسائل میں حدیث **من احدث فی امرنا**[1] وغیرہ پیش کرتے ہیں محض بے محل واغوائے جہال کہ اس قدر تو طائفہ اسمعیلہ کو بھی مسلم کہ بدعت ضلالت وہی ہے جو بات دین میں نئی پیدا ہو اور دنیوی رسوم وعادت پر حکم بدعت نہیں ہوسکتا مثلاً انگرکھا پہننا، پلاؤ کھانا یا دولھا کو جامہ پہنانا، دلہن کو پالکی میں بٹھانا، اسی طرح سہرا کہ اسے بھی کوئی دینی بات سمجھ کر نہیں کرتا، نہ بغرض ثواب کیا جاتا ہے بلکہ سب ایک رسم ہی جان کر کرتے ہیں ہاں اگر کوئی جاہل اجہل ایسا ہو کہ اسے دینی بات جانے تو اس کی اس بیہودہ سمجھ پر اعتراض صحیح ہے اسی طرح سہرے کے باب میں حدیث **من تشبہ بقوم فھو منھم**[2] (جو کسی قسم کی مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہوجائے گا۔ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الصلح ۱/ ۳۷۱ و صحیح مسلم کتاب الاقضیہ ۲/ ۷۷

[2] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لبس الشھرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۳

پیش کرنا اور یہ کہنا کہ ہندو بھی سہرا باندھتے ہیں تو ان سے مشابہت نکلے گی محض غلط کہ حدیث میں لفظ تشبہ مذکور ہے اور اس کے معنی اپنے آپ کو کسی کے مشابہ بنانا تو حقیقۃً یا حکماً قصد مشابہت پایا جانا ضرور ہے۔ مثلاً ایک شخص کوئی فعل خاص اس نیت سے کرے کہ کفار کی سی شکل پیدا ہو اگرچہ وہ یہ ارادہ نہ کرے مگر وہ فعل شعار کفار اور ان کی علامت خاصہ ہو جس سے وہ پہچانے جاتے ہوں، جیسے سر پر چوٹیاں، ماتھے پر ٹیکہ، گلے میں جینوا، الٹے پردے کا انگرکھا و علی ہذا القیاس، تو بیشک ان صورتوں میں ذم و وعید وارد، اور حدیث "**من تشبہ**" اس پر صادق، نہ یہ کہ مطلقاً کسی بات میں اشتراک موجب ممانعت ہو، یوں تو انگرکھا ہم بھی پہنتے ہیں ہندو بھی پہنتے ہیں پھر کیا اس وجہ سے انگرکھا پہننا ہم پر حرام ہو جائے گا اور اگر پردے کا فرق کفایت کرے تو کیا نلکیوں اور پٹی کا نہ ہونا اور اس سہرے کی صورت ان کے سہرے سے جدا ہونا کافی نہ ہوگا، اصل بات یہ ہے کہ بربنائے تشبہ کسی فعل کی ممانعت اسی وقت صحیح ہے کہ جب فاعل کا قصد مشابہت ہو یا وہ فعل اہل باطل کا شعار و علامت خاصہ ہو جس کے سبب سے وہ پہچانے جاتے ہوں، یا اگر خود اس فعل کی مذمت شرع مطہر سے ثابت ہو تو برا کہا جائے گا ورنہ ہر گز نہیں اور سہرا ان سب باتوں سے پاک ہے۔ یہ قاعدہ بھی ضرور یاد رکھنے کا ہے جس سے مخالفین کے اکثر اوہام کا علاج ہوتا ہے۔ درمختار میں بحرالرائق سے منقول:

التشبہ بھم لایکرہ فی کل شیئ بل فی المذموم وفیما یقصد بہ التشبہ[1]۔	اہل کتاب سے تشبہ ہر چیز میں مکروہ نہیں بلکہ بری بات میں اور وہاں کہ ان سے مشابہت کا قصد کیا جائے۔

مولٰنا علی قاری شرح فقہ اکبر امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں فرماتے ہیں:

انا ممنوعون عن التشبیہ بالکفرۃ واھل البدعۃ فی شعارھم لا منھیون عن کل بدعۃ ولو کانت مباحۃ سواء کانت من افعال اھل السنۃ او من	ہم کو یہ منع ہے کہ کفار واہل بدعت کے شعار میں تشبہ کریں نہ یہ کہ ہر بدعت منع ہو اگرچہ مباح ہو اب چاہے وہ اہلسنت کے افعال سے ہو یا کفار و مبتدعین کے فعلوں سے تو مدار کار

[1] الدرالمختار باب یفسد الصلوٰۃ الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۰

افعال الکفرۃ واھل البدعۃ فالمدار علی الشعار[1]۔	شعار پر ہے۔

بالجملہ خلاصہ یہ ہے کہ سہرا نہ شرعاً منع نہ شرعاً ضروری یا مستحب، بلکہ ایک دنیوی رسم ہے۔ کی تو کیا، نہ کی تو کیا، اس کے سوا جو کوئی اسے حرام گناہ بدعت ضلالت بتائے وہ سخت جھوٹا، بر سر باطل اور جو اسے ضروری لازم اور ترک کو شرعاً موجب تشنیع جانے وہ نرا جاہل۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کتبـــہ

عبدہ المذنب الفقیر احمد رضا البریلوی عفی عنہ

رسالہ

ھادی الناس فی رسوم الاعراس

ختم ہوا

---

[1] منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحاً وکنایۃ مصطفی البابی مصر ص ۱۸۵

حدود وتعزیرات

مسئلہ ۹۸: مسئولہ مولوی عبدالمنان صاحب از بنگالہ ۲۲ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس صورت میں کہ زید نے کئی روز عمرو سے کوئی بات کی تنازع کیا بعد ازاں عمرو کے اوپر سراء محفل محلّہ کے انھوں نے تہمت دیا اور کہا کہ اہل مجلس نے اگر اس کو کھائے تو میں نہیں ہوں اہل مجلس نے کہا کیوں اسی قدر زید نے جواب دیا کہ عمرو بدکار ہے اس کی کے ساتھ پھر عمرو نے اس بات پر مقدمہ دائر کیا حاکم سے ممبر کے پاس حکم آیا کہ یہ مقدمہ صحیح ہے یا نہیں۔ بعد اس کے ممبر نے محلّہ والوں کو پہنچایا کہ یہ معاملہ صحیح ہے یا نہیں ان کو کون نے کہا کے کہا ہاں یہ جو مقدمہ عمرو نے دائر کیا صحیح ہے پھر وہاں زید نے حاضر ہو کر کہا میں اہل مجلس سے اور پچٹین صاحب سے خواستگار ہوں کہ یہ میں نے افترا اور جھوٹ کہا معافی کا خواستگار اس حالت میں عمرو کو اہل محلّہ اور ممبر صاحب نے بلوایا اور کہا ان کو معاف کردو اور انھوں نے ان لوگوں کی بات کو معاف کردیا بعد اس کے قریب ایک سال یا دس ماہ کے پھر کہا زید نے عمرو سے لے کر کھانے میں نہیں ہوں تب سرداران اہل مجلس نے کہا کیا سبب ہے فوراً جواب دیا کہ میں نے پہلے جو بات ظاہر کیا تھا وہی ہے تب سرداران اہل محلّہ نے گواہ طلب کیا اس نے کہا ہے فلاں فلاں شخص اس مجلس میں حاضر ہے ان لوگوں نے بھی کہا کہ آپ کی زبان سے اگلے سال سنا تھا فی الحال ہم لوگ کچھ نہیں جانتے پھر اہل مجلس نے کہا کہ آپ کے اور کوئی گواہ ہے انھوں نے جواب دیا کہ ہے عمرو بکر خالد عبداللہ وغیرہ ان لوگوں نے ان سب نے پوچھا یہ بات زید نے جو کہا صحیح ہے یا نہیں عمرو بکر وغیرہا نے کہا ہم لوگوں نے ایک عورت سے

سنا تھا اس عورت سے بھی پوچھا تو عورت اس وقت مانع ہے پھر جمعہ کے دن سب مصلیوں کے مقابلہ زید سے پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ ہاں میں نے بھی سنا اور جو میرا شاہد ہے وہ بھی مانع ہے بلکہ بعضوں کی طرف اشارہ کیا تھا انھوں نے مسجد ہی میں منع کیا اس حال میں زید پر حد قذف لازم آتا ہے یا نہیں۔ اگر آتا تو بالمال ہوسکتا ہے یا نہیں ____________ اگر تعزیرات ساتھ مال کے ہو کس قدر ہوتا ہے کوئی مقدار معین ہو لینا اور اس مال کا مستحق کون ہے؟ از روئے شرع کے مع الدلائل بیان فرمائے اگر وہ شخص توبہ کرے معافی کی امید ہے یا نہیں؟ **بینوا بالکتاب وتوجروا یوم الحساب** (کتاب سے بیان فرمائیے اور روز حساب اجر پائیے۔ت)

الجواب:

صورت مستفسرہ میں زید ضرور مرتکب قذف کا ہوا اس نے سخت گناہ کبیرہ کیا اسلامی سلطنت میں وہ اسی کوڑوں کا سزاوار تھا۔

قال اللہ "فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۙ" [1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: تہمت لگانے والوں کو اسی کوڑے لگاؤ پھر کبھی بھی ان کی گواہی نہ مانو اور وہی نافرمان ہیں۔(ت)

مگر یہاں نہ اسلامی سلطنت ہے نہ حدود جاری ہو سکتے ہیں نہ غیر سلطان کو حد کا اختیار ہے اور تعزیر بالمال منسوخ ہے **کما حققه الامام الطحطاوی رحمه الله تعالٰی** (جیسا کہ امام طحطاوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کی تحقیق کی ہے۔ت) اور منسوخ پر عمل جائز نہیں صرف چارہ کار یہ ہے کہ اسے برادری سے خارج کریں مسلمان اس سے میل جول چھوڑ دیں جب تک توبہ نہ کرے اگر توبہ کرے تو اللہ عزوجل قبول فرمانے والا ہے۔ خود کریمہ مذکورہ میں "اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا" [2] کا استثناء ہے مگر اس کی توبہ صرف یہی نہ ہوگی کہ اللہ عزوجل کے حضور تائب ہو بلکہ لازم ہوگا کہ عمرو سے اپنے قصور کی معافی مانگے کہ وہ نہ صرف حق اللہ بلکہ حق العبد میں بھی گرفتار ہے اور تنہائی میں توبہ بھی کافی نہ ہوگی اس نے مجمع میں گناہ کیا ہے مجمع ہی میں توبہ کرے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا عملت سیئة فاحدث عندها توبة السر بالسرو العلانیة بالعلانیة [3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	جب تو کوئی گناہ کرے تو چھپے گناہ کی خفیہ اور برملا گناہ کی اعلانیہ توبہ کرو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۴

[2] القرآن الکریم ۲۴/ ۵

[3] کنز العمال حدیث ۱۰۱۸۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۲۰۹

مسئلہ ۹۹: مرسلہ نوراللہ پیش امام وعبدالحق زمیندار وغیرہا ساکنان سردار نگر تھانہ جہان آباد ضلع پیلی بھیت ۲۳ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مدد علی نام قوم فقیر ساکن سردار نگر ایک عورت نکاحی بھگالا یا اور عرصہ دو برس سے اس سے زنا کرتا ہے جب اس کو ہم لوگوں اور برادری نے تنگ کیا تو مسمّٰی مذکور کو مبلغ سو روپیہ عورت کو لے کر موضع ہرپور پنچایت گیا اور کہا کہ یہ عورت اور یہ روپیہ موجود ہے میرا فیصلہ کرادو، مسمّٰی کلن شاہ وبھلن شاہ وغیرہ ساکنان ہرپور پنچوں نے روپیہ لے کر اپنے پاس جمع کرلیا اور عورت مسمّٰی مذکور کو واپس دے دی اور جس کی بیوی تھی اس کو نہیں دی اور نہ اس کو روپیہ دے کر استعفاء لیا اب جو ہم گاؤں والوں نے مسمّٰی مدد علی کو سخت کیا تو وہ کہتا ہے میں کیا کروں میرا روپیہ پنچوں میں جمع ہے نہ وہ نہ استعفاء دلاتے ہیں اور نہ روپیہ مجھ کو واپس دیتے ہیں کہ میں خود مدعی کو راضی کرلوں، ایسے جھگڑے میں دو برس ہوگئے اب ہم گاؤں والے اس کا کیا تدارک کریں کیونکہ انگریزی عملداری ہے اگر اس کا حقہ پانی بند کریں تو وہ عدالت میں نالشی ہوگا لہٰذا جواب سے مشرف فرمائے جائیں۔ فقط۔

الجواب:

اس شخص پر فرض ہے کہ اس عورت کو اپنے سے جدا کردے اور یہ اس کا عذر جھوٹا ہے کہ میں کیا کروں میرا روپیہ پنچوں کے پاس جمع ہے روپیہ جمع کردینے سے زنا حلال نہیں ہوسکتا، اگر وہ اسے نہ نکالے تو مسلمانوں کو چاہئے کہ اس سے میل جول ترک کردیں، برادری سے خارج کردیں اور اس میں ان پر کوئی جرم عائد نہیں ہوسکتا یہ قانون نہیں ہے کہ جو زانی کو اپنا پانی نہ دے وہ مجرم ہے اپنے حقے پانی کا ہر شخص کو اختیار ہے جسے چاہے دے جسے چاہے نہ دے اور اس صورت میں فقط وہی شخص مجرم نہیں بلکہ ان پنچوں پر بھی شرعی الزام بشدت قائم ہے جنھوں نے اس کا روپیہ لے کر دبالیا اور عوت زنا کے لے اسے واپس دی وہ سب عذاب الٰہی کے مستحق ہیں ان پر فرض ہے کہ اس کا روپیہ واپس دیں اور توبہ کریں اور قدرت رکھتے ہوں تو عورت کو اس سے چھڑا کر اس کے شوہر کے پاس بھیج دیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۰: مسئولہ احمد الدین کمپ بوند شنبہ ۱۲ شوال المکرم ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کہ زید ایک مسجد میں پیش امام ہے اور عام لوگوں نے یہ شہرت دی ہے کہ زید نے فلاں عورت کے ساتھ زنا کیا ہے اور جب حلفیہ شہادت

لی گئی عینی شہادت کوئی نہیں دیتا ہے اور کہتے ہیں کہ ہم نے فلاں سے سنا ہے اور اس سے پوچھو تو وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے فلاں سے سنا ہے عینی شہادت کوئی نہیں بیان کرتا ہے ایسی صورت میں بعض اشخاص نے زید کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی ہے اگر احتیاطا ایسی حالت میں زید سے توبہ واستغفار کرائی جائے تو اس کی امامت درست ہوگی یا نہیں اور عام لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب تک علماء فتوی نہ دیں گے تو ہم اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں گے آیا ایسی حالت میں وہ توبہ واستغفار کرے اور پھر نماز پڑھائے تو زید کے پیچھے نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ اور اگر زنا پر عندالشرع شریف کے گواہوں کی ضرورت ہے اور وہ کیسے ہوں؟ فقط

الجواب:

مسلمان پر بدگمانی حرام ہے،

قال الله تعالٰی "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ ٘ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ"[1]۔	اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کیونکہ کچھ گمان گناہ ہیں۔(ت)

خاص معائنہ کے چار گواہ مرد ثقہ متقی پرہیزگار درکار ہیں بغیر اس کے جو اسے متہم بزنا کرے گا شرعا اسی کوڑوں کا مستحق ہوگا، زید کی امامت میں کوئی حرج نہیں اور توبہ واستغفار مسلمان کو ہر حال میں چاہئے **والله تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۱: مرسلہ محمد ظہور سوداگر پارچہ المورہ متصل جامع مسجد کارخانہ بازار ۱۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

بوڑھے زانی کی کیا سزا ہے حالانکہ اس کی جوان اور تندرست بی بی اس کے پاس موجود ہو اور وہ ایک مشرکہ سے زنا کرے۔ بینوا توجروا

الجواب:

زنا کی سزا آخرت میں عذاب نار ہے اور دنیا میں حد ہے جس کا سلطان اسلام کو اختیار ہے۔ حدیث میں ارشاد ہوا: "الله تعالٰی کے سب سے زیادہ دشمن تین شخص ہیں: مفلس متکبر اور بوڑھا زانی اور جھوٹ بولنے والا بادشاہ"[2] **والله تعالٰی اعلم۔**

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۱، کنز العمال حدیث ۴۳۹۳۵ موسسة الرسالہ بیروت ۱۶/ ۵۹

مسئلہ ۱۰۲: از امر تسر سید بڈھے شاہ صاحب ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

جنھوں نے زناکاری اور ناچناگانا اپنا پیشہ بنا رکھا ہے بلکہ پیشہ کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں اور اس فعل شنیع پر اصرار کئے بیٹھے ہیں اور اسی پر ان کی عمر گزرتی ہے اور اس زنا کی آمدنی پر ان کا کھانا پینا پہننا اور تمام امور ہوتے ہیں اہل اسلام کو ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہئے ان کے ساتھ میل جول بات چیت کرنا ان کے یہاں سے کچھ کھانا پینا یا ان کی خیرات صدقات سے کچھ حاصل کرنا یا ان کا کوئی کام کرنا اس کی اجرت لینا یا ان کا جنازہ پڑھنا یا شریک جنازہ ہونا یا انھیں غسل دینا یا ان کے ہاتھ کوئی چیز اس آمدنی کے عوض فروخت کرنا یا ان سے خریدنا وغیرہ وغیرہ شرعًا کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب:

ان سے میل جول نہ چاہئے،

قال اللہ تعالٰی "وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۶۸﴾"[1]۔	اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر تمھیں شیطان کسی بھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آجانے کے بعد کبھی ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ (ت)

بلکہ اور بہت فاسقوں سے اس بارے میں ان کا حکم اشد ہے کہ ان سے ملنے میں آدمی متہم ہوتا ہے اور موضع تہمت سے بچنے کا حکم مؤکد ہے۔ حدیث میں ہے:

من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلا یقفن مواقع التہم[2]۔	جو کوئی اللہ تعالٰی اور دن قیامت پر یقین رکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ مقامات تہمت میں نہ ٹھہرے (ت)

زنا وغنا پر جو مال حاصل کیا جاتا ہے وہ ان لوگوں کی ملک نہیں ہوتا ان کے ہاتھ میں مثل مغصوب ہوتا ہے کما صرح بہ فی الفتاوی العالمگیریۃ وغیرھا (جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری اور دوسرے فتاوٰی میں اس کی تصریح کردی گئی ہے۔ت) نہ اس کا اجرت میں لینا جائز نہ کسی چیز کی قیمت میں لینا جائز، صدقہ وہدیہ تو دوسری بات ہے بلکہ وہ جو کچھ کسی فقیر کو دے اسے خیرات کہنا حرام ہے۔ اس پر امید ثواب رکھنے کو علماء نے کفر لکھا ہے۔ اور جو مال بعینہٖ انھوں نے ان حرام افعال کے عوض حاصل کیا اس کا خریدنا بھی حرام اس کا کھانا بھی حرام، ہاں اگر یہ مال انھوں نے خریدا ہو اگرچہ اپنے زر حرام سے اور اس پر

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] مراقی الفلاح علی ہامش حاشیۃ الطحطاوی باب ادراک الفریضۃ نور محمد کارخانہ کراچی ص ۲۴۹

عقد ونقد جمع نہ ہوئے ہوں یعنی یہ نہ ہوا ہو کہ وہ حرام روپیہ دکھا کر کہا کہ اس کے عوض دے دے اور وہی روپیہ ثمن میں دے دیا کہ یوں تو جو کچھ وہ خریدیں وہ بھی حرام ہے **علی ماقاله الامام الکرخی علیه الفتوٰی** (اس بناء پر جو کچھ امام کرخی علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا اور اسی پر فتوٰی ہے۔ت) ہاں اگر یوں ہوا مثلاً کہا ایک روپیہ کی فلاں چیز دے دے اس نے دے دی اس نے اپنا زر حرام ثمن میں دیا تو اگرچہ اسے ثمن میں صرف کرنا حرام تھا مگر جو چیز خریدی وہ حرام نہ ہوئی ایسی خریدی ہوئی چیز کا ان سے خریدنا جائز ہے اور ناج وغیرہ اس طور پر خرید کر پکایا ہو تو اس کا کھانا بھی حرام نہیں مگر ان کے یہاں کھانا پینا ویسے ہی ممنوع ہے۔ رہا جنازہ اور اسکی نماز، اگر یہ لوگ مسلمان ہوں تو ضرور فرض ہے۔ حدیث میں ارشاد ہوا:

الصلٰوۃ واجبة علیکم علی کل مسلم یموت برا کان او فاجرا وان ھو عمل الکبائر[1]۔	تم پر ہر مسلمان کے جنازے کی نماز فرض ہے وہ نیک ہو یا بد اگرچہ اس نے کبیرہ گناہ کئے ہوں۔

مگر اس قسم کے جو پیشہ ور لوگ ہیں ان کا ایمان سلامت رہنا بہت دشوار معلوم ہوتا ہے ان کے یہاں کی رسم سنی گئی ہے کہ جب لڑکی سے اول بار زنا کراتے ہیں اسے دلھن بناتے ہیں اور نیاز دلاتے ہیں اور مبارک سلامت ہوتی ہے ایسا ہے تو یقیناً وہ سب کافر ہو جاتے ہیں ان پر نماز حرام ان کے جنازہ کی شرکت حرام، **نسأل الله العفو والعافیه** (ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۳و۱۰۴: از دبابوں کے تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ مرسلہ محمد قاسم صاحب مدرس مدرسہ ۶ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) زید نے بکر کو زنا کی تہمت لگائی۔

(۲) ایک عورت زانیہ اپنے گناہ سے ایک عالم متدین کے ہاتھ پر تائب ہو گئی ہے لیکن اب بھی چند ایک آدمی اسی کی برادری میں سے اس کو گزشتہ گناہ کے ساتھ منسوب کرتے ہیں اور میرا سمجھ کر اس کو اس کے خاوند کے گھر میں آباد نہیں ہونے دیتے حالانکہ اس کا خاوند اس کے

[1] سنن ابی داؤد کتاب الجھاد باب فی الغزو مع ائمۃ الجور آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۴۳

آباد کرنے میں راضی ہے۔ایسے اشخاص کے واسطے از روئے شرع شریف کیا حکم ہے؟

الجواب:

(۱) مسلمان کو زنا کی تہمت بے ثبوت شرع لگانے والا فاسق مردود الشہادۃ،اسی کوڑوں کا شرعًا سزاوار ہے یہاں دنیا میں نہیں ہو سکتے،آخرت میں استحقاق عذاب نار ہے۔

(۲) گناہ سے توبہ کرنے والے کو اگلے گناہ سے عیب لگانا سخت حرام ہے ایسے کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ مرے گا جب تک خود اس گناہ کا مرتکب نہ ہو،

اخرج الترمذی وحسنه عن معاذ بن جبل رضی الله تعالٰی عنه عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم من عیر اخاہ بذنب لم یمت حتی یعمله [1] قال المناوی المرادمن ذنب قد تاب منه کما فسرہ به ابن منیع [2]اھ،وقد جاء کذا مقیدا فی روایة ذکرھا فی الشرعة قاله فی الحدیقة الندیه۔	امام ترمذی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت فرمائی جبکہ امام ترمذی نے اس حدیث کی تحسین فرمائی جو کوئی اپنے بھائی کو کسی گزشتہ گناہ پر عار دلائے وہ نہ مرے گا مگر جبکہ خود اس گناہ کا مرتکب ہو،امام مناوی نے فرمایا کہ حدیث پاک میں گناہ سے وہ گناہ مراد ہے جس سے کرنے والے نے توبہ کر ڈالی، جیسا کہ ابن منیع نے اس کی وضاحت فرمائی اھ۔اور ایک دوسری روایت میں ذنب کے ساتھ قید مذکور ہے جس کو شرعۃ الاسلام میں نقل فرمایا۔چنانچہ حدیقہ ندیہ میں اس کو بیان فرمایا۔(ت)

اور زن وشو میں جدائی ڈالنا شیطان کا کام ہے۔رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منّا من خبب امرأۃ علی زوجھا رواہ ابوداؤد [3] و الحاکم بسند	وہ آدمی ہم میں سے نہیں کہ جو دغا بازی سے عورت کو شوہر کے خلاف کردے۔ابوداؤد اور حاکم نے

[1] جامع الترمذی ابواب صفة القیامة امین کمپنی دہلی ۲/ ۷۳

[2] التیسیر شرح جامع الصغیر تحت حدیث من عیر اخاہ الخ مکتبہ امام الشافعی ریاض ۲/ ۴۳۲

[3] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی من خبب مملوکا الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۴۷،المستدرك للحاکم کتاب الطلاق دار الفکر بیروت ۲/ ۱۹۶،معجم الاوسط للطبرانی حدیث ۸۰۱۸ مکتبہ المعارف الریاض ۹/ ۱۲

صحیح عن ابی ھریرۃ والطبرانی فی الصغیر عن ابن عمر وفی الاوسط کابی یعلی الراوی بسند صحیح عن ابن عباس رضی اللہ عنھم۔واللہ تعالٰی اعلم۔	صحیح سند سے اس کو حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا۔اور امام طبرانی نے معجم صغیر میں عبداللہ ابن عمر سے اور معجم اوسط میں ابویعلٰی کی طرح صحیح سند سے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۵: از ناتھ دوارہ ریاست اودے پور ملک میواڑ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص صاحب علم امر ونہی سے واقف ہیں مگر وہ شخص نہ کبھی رمضان المبارک کے روزے رکھتے ہیں اور نہ کبھی نماز پڑھتے ہیں، جمعہ کے روز بطور ریاکاری مسجد میں آکر جمعہ ادا کرتے ہیں تو اس شخص کے واسطے کیا حکم ہے۔اس شخص کو کیا کہنا چاہئے؟اور مسلمانوں کو اس کے ساتھ کیا برتاؤ لازم ہے۔اس کا جواب مع حدیث وفقہ کے مرقوم فرمائیں کہ اللہ تعالٰی آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

الجواب:

وہ شخص سخت فاسق فاجر مستحق جہنم ہے۔مسلمانوں کو اس سے احتراز چاہئے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۶: از پوسٹ آفس موضع شرشدی ضلع نواکھالی بنگال مرسلہ سید عبدالرحمٰن صاحب یکم ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

قبلہ من مدظلہ بعد سلام وقدمبوسی عرض ہے ایک شخص نے چار پائے وطی کیا اس پر ایک عالم نے کہا کہ تم اتنے روپیہ بطور زجر کے ادا کرو تاکہ آئندہ کوئی آدمی مرتکب گناہ نہ ہو اس سے روپیہ لے کر مسجد کے لئے چٹائی خرید کر دیا گیا اب وہ شرعا درست ہے یانہیں؟ **بینوا** (بیان فرمائیے۔ت) فتوی کی عبارت ذرا لمبا اور فتوی لمبا ہونے سے عوام زیادہ اعتبار کرتا ہے، چونکہ اس وطی کے لئے کفارہ کا حکم نہیں ہے۔اگر کفارہ ہوتا بیشک غریب کا حق تھا یہ روپیہ زجرًا یا عبرتا لیا گیا ہے اور وہ نیک کام میں صرف کیا گیا بعض اس پر معترض ہیں، امید ہے حضور عالی جس طرح درست ہو ایسا تحریر فرما کر ایک فتوی بہت جلد بیرنگ روانہ فرمادیں۔ چار پائے کو حسب شرع جیسا کرنا ہے کیا گیا ہے اس پر کوئی معترض نہیں صرف اس سے جو روپیہ لیا گیا اس کو مسجد میں صرف کیا گیا ہے اس پر اعتراض ہے کہ کفارہ مسجد میں خرچ نہیں ہوسکتا ہے جناب عالی! حسب مناسب سوال تحریر فرما کر اس کے جواب جواب بدلیل کتب فقہ تحریر فرما کر بہت جلد روانہ بیرنگ کریں تاکہ رفع فساد ہو بہت جلد درکار ہے جس طرح درست ہو مسجد کے لئے خرچ کرنا درست ہے تحریر

فرمادیں کیونکہ اس کام میں کفارہ واجب نہیں ایک روپیہ بطور استادی خدمت کے روانہ کیا جاتا ہے دس پانچ عالم کا مہر و دستخط کرا دیں۔ سوال جس پیرا میں حضور تجویز کریں مگر وہ روپیہ مسجد کے خرچ میں درست ہونا درکار ہے۔ حضور تو بحر العلوم ہیں جن کا اسم گرامی تمام جہاں میں مشہور ہے بیرنگ روانہ کرنے سے جلد مل جائے گا مگر لفافہ پر کاتب کا نام ضروری ہے ورنہ ڈاک والا روانہ نہیں کرتا ہے۔

الجواب:

وہ روپیہ کہ اس شخص سے زجراً لیا گیا حرام ہے کہ تعزیر بالمال منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل حرام۔ تنویر الابصار میں ہے:

التعزیر تأدیب دون الحد واکثرہ تسعة و ثلاثون سوطاً ویکون به وبالصفح لا باخذ مال فی المذھب [1]۔	تعزیر ادب سکھانا ہے جو حد سے کم سزا ہے اس میں زیادہ سے زیادہ انتالیس ۳۹ کوڑے ہیں اور یہ کوڑے یا مکے مارنے سے ادا ہوتی ہے۔ معتمد مذہب میں اس میں مال لینا نہیں۔ (ت)

بحر الرائق و در مختار و ردالمحتار میں ہے:

افاد فی البزازیة ان معنی التعزیر باخذ المال علی القول به امساك شیئ من ماله منه مدة لینزجر ثم یعیدہ الحاکم الیه لا ان یاخذہ الحاکم لنفسه او بیت المال کما یتوھمه الظلمة اذ لایجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی وفی شرح الاٰثار (للامام الطحاوی رحمه الله تعالٰی) التعزیر بالمال کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ [2]۔	فتاوٰی بزازیہ میں یہ افادہ پیش فرمایا کہ مال لے کر تعزیر قائم کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ مجرم کے مال میں سے کچھ مدت کے لئے مال حاکم اپنے پاس رکھ لے تاکہ وہ جرائم سے باز آجائے۔ پھر سدھر جانے پر حاکم وہ مال اس کو لوٹا دے یہ مطلب نہیں کہ حاکم اپنی ذات کے لئے یا بیت المال کے لئے مال جرمانہ اس سے وصول کرے جیسا کہ بعض ظالموں نے وہم کیا ہے کیونکہ مسلمانوں میں سے کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ بغیر کسی سبب شرعی کے کسی کا مال حاصل کرے، اور شرح آثار امام طحاوی رحمہ اللہ تعالٰی میں ہے کہ مالی تعزیر شروع اسلام میں تھی پھر منسوخ ہوگئی۔ (ت)

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الحدود باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۲۶

[2] ردالمحتار کتاب الحدود باب التعزیر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۷۸۔۷۹

اور مسجد میں اس روپے کا صرف کرنا حرام۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ طیب لایقبل الا الطیب۔ رواہ الترمذی[1] وغیرہ عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	یقیناً اللہ پاک ہے وہ سوائے پاک کے کسی چیز کو قبول نہیں فرماتا ہے۔ امام ترمذی وغیرہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت فرمایا ہے۔ (ت)

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"لِیَمِیْزَ اللّٰهُ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ"[2]	اس لئے کہ اللہ گندے کو ستھرے سے جدا فرمادے (ت)

یعنی اس مسجد میں صرف کرنے کا یہ فعل حرام ہے اور صرف کرنے والا ابتلائے آثام ہے اس پر فرض تھا اور ہے کہ یہ روپیہ جس سے لیا اسے واپس دے نہ یہ کہ اسے دوسرے کام خصوصاً مسجد میں صرف کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

علی الید ما اخذت حتی تودیہ، رواہ الامام[3] احمد فی مسندہ والائمۃ ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ فی سننھم والحاکم فی صحیحہ المستدرك عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔	جو کچھ ہاتھ نے لیا اس پر ضروری ہے کہ اسے ادا کردے۔ امام احمد نے اپنی مسند میں اور دوسرے ائمہ ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اس کو روایت کیا ہے، اور حاکم نے اپنی صحیح مستدرک میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن اس کو روایت فرمایا ہے۔ (ت)

رہیں وہ چٹائیاں کہ اس روپیہ سے خرید کر مسجد میں دیں ان پر اگر عقد ونقد جمع نہ ہوئے تھے تو

---

[1] السنن الکبرٰی کتاب صلوٰۃ الاستسقاء دار صادر بیروت ۳/ ۳۴۵

[2] القرآن الکریم ۸/ ۳۷

[3] جامع الترمذی کتاب البیوع باب ماجاء ان العاریۃ موداۃ امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۵۲، مسند احمد بن حنبل عن سمرۃ بن جندب المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۸

مسجد میں ان کا لینا اور استعمال کرنا اور ان پر نماز پڑھنا سب درست ہے اس میں کچھ حرج نہیں عقد ونقد جمع ہونے کے یہ معنی کہ وہی خبیث روپیہ بائع کو دکھا کر کہا ہو کہ اس روپے کے بدلے چٹائیاں دے دے، یہ اس روپیہ پر عقد ہوا پھر وہی روپیہ ثمن میں دے دیا گیا ہو یہ اس روپے کا نقد ہوا، ظاہر کہ یہاں خرید وفروخت میں ایسا بہت نادر ہے غالباً چیز مانگتے ہیں کہ ایک روپیہ کے یہ دے دو پھر زرِ ثمن ادا کرتے ہیں یہ اگر اس مال خبیث سے ہوا ہو تو اس کا صرف نقد ہوا اس پر عقد نہ ہوا اور اس صورت میں ان چٹائیوں میں کوئی خباثت نہ آئی اور مسجد پر ان کا وقف صحیح ہوگیا اور وہ دینے والے کو واپس نہیں دی جاسکتیں جب تک مسجد میں قابل استعمال ہیں۔ تنویر الابصار میں ہے:

غصب عبدا وآجرہ تصدق بالغلۃ کما لو تصرف فی المغصوب والودیعۃ وربح اذا کان مستفیدا بالاجارۃ اوبالشراء بدراھم الودیعۃ اوالغصب ونقدھا وان اشار الیھا ونقد غیرھا اوالی غیرھا او اطلق ونقدھا لا وبہ یفتی [1]۔	جیسا کہ اگر کسی نے کوئی غلام غصب کیا (یعنی کسی سے اس کا غلام زبردستی چھین لیا) پھر اسے مزدوری پر لگایا (اور ٹھیکہ پر دیا) اور غلہ ہو تو پھر اجرت اور غلہ دونوں خیرات کردے جیسا کہ کسی نے غصب کردہ چیز یا امانت میں (بغیر اجازت مالک) کچھ تصرف کیا (بایں طور کہ اسے فروخت کردیا) اور اس سے نفع کمایا اگر وہ متعین ہو اور اس کے تعین کی صورت اشارہ ہے اور امانت یا غصب کردہ دراہم سے اسے خریدنا ہے (یعنی عقد اور نقد دونوں میں زرِ حرام جمع ہو تو پھر وہ خرید کردہ چیز حرام ہوگی۔ پس اس کا استعمال کرنا جائز نہ ہوگا) پس تعین بالاشارہ اور خرید میں وہی حرام نقدی ہو تو اس حاصل شدہ نفع کو خیرات کردے) اور اگر اوپر والی صورت مذکورہ نہ ہو تو پھر اس کی تین صورتیں ہیں: **(۱)** عقد کے وقت زرِ حرام کی طرف اشارہ کیا مگر ادائیگی کے وقت کوئی اور نقدی دے دی۔ **(۲)** بوقت عقد کسی اور مال کی طرف اشارہ کیا مگر ادائیگی کے وقت وہی مال حرام دے دیا۔ **(۳)** عقد کرتے وقت ثمن میں اطلاق (یعنی بغیر کسی قید لگانے کے کہہ دیا کہ اتنی رقم فلاں چیز دے دو) لیکن ثمن دیتے وقت وہی زرِ حرام دے دیا۔ پس ان تینوں صورتوں میں خیرات نہ کرے (کیونکہ حرمت نہیں پیدا ہوئی جیسا کہ ظاہر ہے) اور اسی قول پر فتوٰی دیا جاتا ہے۔ (ت)

[1] درمختار کتاب الغصب مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۰۶۔۲۰۵

ردالمحتار میں ہے:

وبه يفتى قاله فى الذخيرة وغيرها كما فى القهستانى ومشى عليه فى الغرر والمختصر والوقاية والاصلاح واليعقوبية عن المحيط [1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اور یہی قول قابل فتوی ہے۔ چنانچہ ذخیرہ وغیرہ میں یہی ارشاد فرمایا جیسا کہ جامع الرموز (قہستانی) میں مذکور ہے۔ الغرر، المختصر، الوقایہ اور الاصلاح میں یہی روش اور طرز اختیار فرمائی، اور یعقوبیہ میں المحیط سے یہی منقول ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

[1] ردالمحتار کتاب الغصب داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۲۱

آداب

مجلس وعظ، مسجد، قبلہ، اذان واقامت، تلاوت، سجدۂ تلاوت، درود وسلام، خطبہ، اوراد و وظائف، عملیات، سفر، استخارہ، فال، جماع، سفارش، مصحف، کتب اور سونے وغیرہ امور سے متعلق آداب

مسئلہ ۱۰۷: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

"لَّا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ" [1]۔	اسے نہ چھوئیں مگر پاکیزہ لوگ۔(ت)

اور بعض علماء چارپائی پر لیٹے یا بیٹھے ہوتے ہیں اور لڑکے کتابیں لئے ہوئے جن میں بسم اللہ شریف ودیگر آیات قرآنیہ ہوتی ہیں نیچے چٹائی پر بیٹھے رہتے ہیں، پس یہ فعل کیسا ہے؟ اور وہ کتابیں قابل تعظیم ہیں یا نہیں؟ اور شروع پر بسم اللہ لکھنے سے کلام الناس ہوجاتی ہے یا کلام اللہ؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ت)

[1] القرآن الکریم ۵۶/ ۷۹

الجواب:

ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ نفس حروف قابل ادب ہیں اگرچہ جدا جدا لکھے ہوں جیسے تختی یا وصلی پر خواہ ان میں کوئی برا نام لکھا ہو جیسے فرعون، ابوجہل وغیرہما، تاہم حرفوں کی تعظیم کی جائے اگرچہ ان کافروں کا نام لائق اہانت وتذلیل ہے۔

فی الھندیہ اذا کتب اسم فرعون او کتب ابو جھل علی غرض یکرہ ان یرموا الیہ لان لتلك الحروف حرمة کذا فی السراجیة [1]۔	فتاوٰی ہندیہ میں ہے جب فرعون اور ابوجہل وغیرہ کے نام کسی غرض کے لئے لکھے جائیں تو مکروہ ہے کہ انھیں کہیں پھونک دیں اس لئے کہ ان حروف کی عزت وتوقیر ہے جیسا کہ "سراجیہ" میں مذکور ہے۔(ت)

اور تصریح فرماتے ہیں کہ کتاب پر دوات رکھنا منع ہے مگر جب لکھتے وقت ضرورت ہو۔

فی الدرالمختار یکرہ وضع المقلمة علی الکتاب الا للکتابة [2] ملخصا، فی ردالمحتار قولہ الاللکتابة الظاھر ان ذٰلك عند الحاجة الی الوضع [3] اھ۔	درمختار میں ہے کتاب پر دوات رکھنا مکروہ ہے مگر جبکہ لکھنے کی حاجت ہو تو اس وقت ایسا کرنا جائز ہے۔اھ ملخصا۔ردالمحتار میں مصنف درمختار کے قول "الا للکتابۃ" کے ذیل میں فرمایا ظاہر یہ ہے کہ جب تک رکھنے کی ضرورت ہو اس وقت تک اجازت ہے۔اھ(ت)

اور تصریح فرماتے ہیں کہ اگر کسی صندوق یا الماری میں کتابیں رکھی ہوں تو ادب یہ ہے کہ اس کے اوپر کپڑے نہ رکھے جائیں۔

فی العالمگیریة:

حانوت او تابوت فیہ کتب فالادب ان لایضع الثیاب فوقہ [4]۔	کسی صندوق یا الماری میں کتابیں رکھی ہوں تو ادب کا تقاضا یہ ہے کہ ان پر کپڑے نہ رکھے(ت)

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۲۳

[2] درمختار کتاب الطہارت مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۳

[3] ردالمحتار کتاب الطہارت داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۱۹

[4] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۲۴

توکیونکر ادب ہوگا کہ کتابیں نیچے رکھی ہوں اور آپ اوپر بیٹھیں کیا ایسے لوگوں کو بے ادبی کی شامت سے خوف نہیں، حروف تہجی خود کلام اللہ ہیں کہ ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئے۔

کما فی ردالمحتار [1] للعلامۃ الشامی عن سیدی عبدالغنی النابلسی عن کتاب الاشارات فی علم القرآءت للامام القسطلانی رحمھم اللہ تعالٰی۔	جیسا کہ علامہ فتاوی شامی میں سیدی عبدالغنی نابلسی کے حوالے سے "کتاب الاشارات فی علم القراءت" میں امام قسطلانی رحمہم اللہ تعالٰی سے مروی ہے۔ (ت)

البتہ کتب دینیہ کو بے وضو ہاتھ لگانے کے بارے میں علماء مختلف ہیں بعض علماء مطلقًا جائز فرماتے ہیں اور بعض مطلقًا مکروہ اور بعض تفصیل کرتے ہیں کہ کتب تفسیر میں مکروہ اور غیر جائز بشرطیکہ ان میں جہاں کوئی آیت لکھی ہو خاص اس پر ہاتھ نہ رکھے اس کی ممانعت میں کوئی کلام نہیں اور یہی تفصیل زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے۔

فی ردالمحتار الاظھر والاحوط القول الثالث ای کراھتہ فی التفسیر دون غیرہ [2] وتمامہ فیہ عن السراج عن الایضاح لا یجوز مس موضع القراٰن منھا [3] الخ۔	ردالمحتار (فتاوٰی شامی) میں ہے کہ زیادہ ظاہر اور زیادہ احتیاط تیسرے قول میں ہے یعنی کتب تفسیر کو بے وضو ہاتھ نہ لگانا جبکہ دوسری کتابوں کو ہاتھ لگانے میں کراہت نہیں الخ اور اس کی پوری بحث ردالمحتار میں سراج بواسطہ ایضاح سے منقول ہے کتابوں میں جہاں قرآن مجید کا کوئی حصہ لکھا ہو وہاں ہاتھ لگانا جائز نہیں الخ (ت)

اور بسم اللہ کہ شروع پر لکھتے ہیں غالبًا اس سے تبرک وافتتاح تحریر مراد ہوتا ہے۔ نہ کتابت آیات قرآنیہ، اور ایسی جگہ تغیر قصد سے تغیر حکم ہوجاتا ہے ولہٰذا جنب کو آیات دعا وثنا نہ نیت قرآن بلکہ بہ نیت ذکر ودعا پڑھنا جائز ہے۔

فی الدرالمختار لو قصد الدعاء والثناء	درمختار میں ہے اگر تسمیہ وغیرہا سے دعا، ثناء

[1] ردالمحتار کتاب الطھارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۲۰

[2] ردالمحتار کتاب الطھارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۱۹

[3] ردالمحتار کتاب الطھارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۱۸و۱۱۹

او افتتاح امر حل فی الاصح حتی لو قصد بالفاتحۃ الثناء فی الجنازۃ لم یکرہ[1] الخ ملخصًا۔واللہ تعالٰی اعلم۔	یا کسی کام کے شروع کرنے کا ارادہ کیا جائے تو زیادہ صحیح قول میں جنبی اس کو پڑھ سکتا ہے یہاں تک کہ فرمایا کہ نماز جنازہ میں فاتحہ سے ثناء کا ارادہ کیا جائے تو نماز جنازہ میں فاتحہ کا پڑھنا مکروہ نہیں الخ ملخصًا۔واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۱۰۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وحامیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص متدین متبع سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پارہائے کہنہ فرسودہ قرآن شریف اور قواعد بغدادی اور قواعد ابجد کو جو لڑکوں کے دست مالش سے پھٹے ہوئے تھے اس مصلحت سے کہ ان کی بے ادبی نہ ہو اور پاؤں کے تلے نہ آئیں بدون قصد توہین کے بسند حدیث بخاری کے جو باب جمع القرآن میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے:

امر بما سواہ من القراٰن فی کل صحیفۃ اومصحف ان یحرق[2]۔	قرآن مجید کے موجودہ متعارف نسخہ کے علاوہ باقی ہر صحیفہ یا مصحف موجود تھا سب کے متعلق خلیفہ سوم نے جلادیئے جانے کا حکم جاری کیا(ت)

ان کو جلادیا آیا یہ شخص اہل سنت کے نزدیک بلحاظ مصلحت وسند مذکور وادلہ شرعیہ کے صواب پر ہے یا خطا پر؟ کتب معتبرہ سے جواب فرمائیں۔بینوا توجروا۔

الجواب:

احراق مصحف بوسیدہ وغیر منتفع علماء میں مختلف فیہ ہے اور فتوٰی اس پر ہے کہ جائز نہیں۔

قال فی الفتاوٰی العالمگیریۃ المصحف اذا صار خلقا وتعذرت القراءۃ منہ لایحرق بالنار اشار الشیبانی الی ھذا فی السیر الکبیر وبہ	فتاوٰی عالمگیری میں فرمایا گیا جب مصحف پرانا اور بوسیدہ ہوجائے اور وہ پڑھے جانے کے لائق نہ رہے تب بھی اسے آگ میں نہ جلایا جائے،چنانچہ امام محمد شیبانی نے سیر کبیر میں اس کی طرف اشارہ

[1] درمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۳

[2] صحیح البخاری کتاب فضائل لقرآن باب جمع القرآن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۴۶

ناخذ کما فی الذخیرۃ[1]۔	فرمایا ہے لہذا اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں، کتاب ذخیرہ میں اس طرح مذکور ہے۔(ت)

بلکہ ایسے مصاحف کو پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کرنا چاہئے۔

فیھا ایضا المصحف اذا صار خلقا لایقرؤمنه ویخاف ان یضیع یجعل فی خرقة طاھرة ویدفن ودفنه اولی من وضعه موضعا یخاف ان یقع علیه النجاسة اونحو ذٰلك ویلحد له لانه لو شق ودفن یحتاج الی اھالة التراب علیه فی ذٰلك نوع تحقیر الا اذا جعل فوقه سقف بحیث لایصل التراب الیه فھو حسن ایضا کذا فی الغرائب[2]۔	اس میں بھی لکھا ہے جب مصحف بوسیدہ ہو جائے اور اسے نہ پڑھا جاسکے اور یہ اندیشہ ہو کہ کہیں گر کر بکھر جائے گا اور بے ادبی ہونے لگے گی تو اسے کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر کسی محفوظ جگہ دفن کر دیا جائے اور اسے دفن کرنا زیادہ بہتر ہے بنسبت کسی ایسی جگہ رکھ دینے کے جہاں اسی پر گندگی پڑے اور آلودہ ہو جائے اور لاعلمی میں پاؤں کے نیچے روندا جانے لگے۔ نیز اس کی تدفین کے لئے صندوقچی قبر کی بجائے بغلی قبر بنائی جائے اس لئے کہ اگر صندوق نما قبر بنائی گئی تو دفن کرنے کے لئے اس پر مٹی ڈالنے کی ضرورت پیش آئے گی اور یہ عمل ایک لحاظ سے بے ادبی والا ہے۔ ہاں اگر مصحف شریف کو قبر میں رکھ کر اوپر چھت بنادی جائے تاکہ اس پر مٹی نہ پڑے اور نہ اس تک مٹی پہنچے تو بھی اچھی تدبیر ہے اسی طرح فتاوٰی الغرائب میں مذکور ہے۔(ت)

اور صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے کہ احراق واقع ہوا کمافی حدیث البخاری (جیسا کہ بخاری کی حدیث میں ہے۔ت) بغرض رفع فتنہ وفساد تھا اور بالکلیہ رفع اس کا اسی طریقہ پر منحصر کہ صورت دفن میں ان لوگوں سے جنھیں مصاحف محرقہ اور ان کی ترتیب خلاف واقع پر اصرار تھا احتمال اخراج تھا بخلاف مانحن فیہ کہ یہاں مقصود حفظ مصحف ہے۔ بے ادبی اور ضائع ہو جانے سے اور یہ امر طریقہ دفن میں کہ مختار علماء ہے کما امر بنھج احسن (جیسا کہ اس کی تفصیل بہت اچھے انداز سے گزر چکی۔ت) حاصل البتہ قواعد بغدادی وابجد اور سب کتب غیر منتفع بہا ماورائے مصحف کریم کو جلادینا بعد محو اسمائے باری عزاسمہ اور اسمائے رسل وملائکہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اجمعین کے جائز ہے

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۲۳

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۲۳

کما فی الدر المختار الکتب التی لاینتفع بہا یمحی عنہا اسم اللہ وملئکتہ ورسولہ ویحرق الباقی [1]۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ عزاسمہ اتم۔	در مختار میں ہے وہ کتابیں اور کاغذات جن سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا ہے ان سے اللہ تعالٰی اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں کے مقدس نام کسی طرح مٹاکر باقی حصہ جلادیا جائے اللہ تعالٰی خوب جانتاہے اور اس کا علم سب سے زیادہ مکمل ہے جس کا نام غالب اور باعزت ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۹: ازاوجین محلّہ مرزاواڑی مرسلہ شیخ آفتاب حسین وشیخ حامد علی صاحبان ۲۱ محرم الحرام ۱۳۱۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علی رسول محمد والہ واصحابہ اجمعین۔	اللہ تعالٰی کے مقدس نام سے شروع جو بیحد رحم کرنے والا مہربان ہے، سب تعریف اس اللہ تعالٰی کے لئے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور درود وسلام اس کے رسول مقبول پر ہو اور ان کی تمام اولاد اور ساتھیوں پر۔ (ت)

امابعد گزارش خاکسار یہ کہ چند مسئلہ کتب فقہیہ امام اعظم صاحب علیہ الرحمۃ مثل ہدایہ شرح وقایہ وفتاوٰی قاضی خاں ودرمختار وردالمحتار وفتاوٰی علمگیری وفتاوٰی برہنہ وفتاوٰی سراجیہ خلاف حدیث رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں من جملہ مسائل خلافیہ کے ایک یہ مسئلہ اس میں لکھاہے کہ قرآن شریف کی آیت کاپیشاب سے لکھنا جائز ہے میں اس کا ثبوت دے سکتا ہوں یہ عبارت کتب مذکورہ میں ہے یا اتہام؟ اس کے حق میں کیا حکم ہے؟ بیان فرمادیں۔ (محمد رفیع الدین)

الجواب:

الحمد للہ رب العالمین وافضل الصلٰوۃ واکمل السلام علی سید المرسلین سیدنا ومولانا محمد والہٖ واصحابہ وعلماء امتہ ومجتہدی ملتہ اجمعین اٰمین۔	تمام خوبیاں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو پرورش کرنے والا ہے تمام جہانوں کی، اور سب سے بہتر درود اور سب سے کامل سلام رسولوں کے سردار پر ہو جو ہمارے آقا ومولا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں، اور ان کی آل اصحاب، علمائے امت اور مجتہدین مذہب ان سب پر (بالواسطہ) درود وسلام ہو۔ آمین،

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۳

اقول: وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتاہوں، ت) معترض نے اس عبارت میں متعدد طور پر دھوکے دینے سے کام لیا ہے۔

اولاً: ایہام کیا کہ ہدایہ وغیرہ سب کتب مذکورہ میں یہ مسئلہ لکھا ہے۔ حالانکہ نہ ہدایہ میں اس کا پتا نہ شرح وقایہ میں نشان، نہ درمختار میں وجود، نہ عالمگیری میں ذکر بول موجود، یہ سب معترض صاحب مغالطہ دہی ہے فتاوی برہنہ فقیر کے پاس نہیں۔ نہ وہ کوئی معتبر کتابوں میں معدود۔

ثانیاً: سراجیہ میں اس کے بعد صراحۃً لکھ دیا **لکن لم ینقل**[1] مگر یہ منقول نہ ہوا، اسی طرح ردالمحتار[2] میں نقل فرمایا۔ تو ان کی طرف حکم جواز کی نسبت کر دینی محض افترا ہے حکم کسی شرط پر مشروط کرکے وجود شرط حکم کو تسلیم نہ کرنا ہے نہ کہ حکم دینا کما لایخفی علی جاھل فضلا عن فاضل (جیسا کہ کسی ان پڑھ سے بھی پوشیدہ نہیں چہ جائیکہ کسی فاضل سے پوشیدہ ہو۔ت)

ثالثاً: فتاوٰی قاضی خاں میں صاف بتادیا کہ یہ مسئلہ نہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد ہے نہ ان کے اصحاب کا، نہ شاگردان کا نہ شاگردان شاگرد کے کسی شاگرد کا، بلکہ شیخ ابوبکر اسکاف بلخی کا قول ہے کہ چوتھی صدی کے مشائخ سے تھے وہ بھی نہ اس طور پر جس طرح معترض نے بیان کیا جیسا کہ عنقریب آتا ہے تو اس کے باعث یہ ایہام کرنا کہ فقہ امام اعظم کا یہ حکم ہے صحیح فریب دہی ہے۔ **رابعاً:** فتاوٰی قاضی خان کی عبارت یہ ہے:

الذی رعف فلا یرقأ دمه فاراد ان یکتب بدمه علی جبهته شیئا من القراٰن، قال ابوبکر الاسکاف رحمه الله تعالٰی یجوز قیل لو کتب بالبول، قال لو کان فیه شفاء لاباس به قیل لو کتب علی جلد میتة قال ان کان فیه شفاء جاز وعن ابی نصر بن سلام	جس شخص کی نکسیر آئے کہ خون بند نہ ہو پھر اس نے اپنے خون سے قرآن مجید کا کوئی حصہ اپنی پیشانی پر لکھنے کا ارادہ کیا ہو (تو شرعاً کیا حکم ہے) ابوبکر اسکاف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا کہ جائز ہے۔ پھر ان سے پوچھا گیا اگر پیشاب سے لکھے (تو پھر کیا حکم ہے) فرمایا اگر اس میں شفاء معلوم ہو تو کچھ حرج نہیں، پھر کہا گیا کہ اگر مردار کی کھال پر لکھے، تو فرمایا اگر اس میں بھی شفاء معلوم ہو تو جائز ہے۔ ابوالنصر بن سلام

[1] فتاوٰی سراجیہ کتاب الکراھیۃ باب التداوی والعلاج نولکشور لکھنؤ ص ۷۵

[2] ردالمحتار کتاب الطھارۃ باب المیاہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۴۰

رحمه اللّٰه تعالیٰ معنی قوله علیه الصلوٰة والسلام ان اللّٰه لم یجعل شفاء کم فیما حرم علیکم انما قال ذٰلك فی الاشیاء التی لایکون فیه شفاء فاما اذا کان فیها شفاء فلا بأس به قال الاتری ان العطشان یحل له شرب الخمر حال الاضطرار [1]۔	رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کا ارشاد کہ "بے شک اللہ تعالٰی نے جو کچھ تم پر حرام فرمایا ہے اس میں تمھارے لئے شفا نہیں رکھی" کا مفہوم یہ ہے کہ یہ ان چیزوں سے متعلق ہے جن میں فی الواقع شفاء نہیں لیکن جن میں شفا موجود ہے تو ان کے استعمال میں کیا حرج ہے کیا تم دیکھتے نہیں کہ پیاسے آدمی کے لئے اضطراری حالت میں شراب کا پینا بھی حلال ہے۔(ت)

اس عبارت سے واضح کہ فقیہ ممدوح سے اس حالت کا سوال ہوا تھا کہ کسی کے دماغ سے ناک کی راہ خون جاری ہے اور کسی طرح نہیں تھمتا اس حالت میں اس کی جان بچانے کو اگر خون یا بول سے لکھیں تو اجازت ہے یا نہیں؟ فقیہ موصوف نے فرمایا اگر اس سے شفا ہو جانا معلوم ہو تو مضائقہ نہیں اور اس کی نظیر یہ بتائی گئی کہ پیاس سے جان جاتی ہو اور سوا شراب کے کوئی چیز موجود نہیں یا بھوک سے دم نکلتا ہو اور سوا مردار کے کچھ پاس نہیں تو اس وقت بمقدار جان بچانے کے شراب و مردار کے استعمال کی شرع مطہر نے رخصت دی ہے تو فقیہ موصوف کا یہ حکم حقیقۃً تین شرطوں سے مشروط تھا:

اوّل: یہ کہ جان جانے کا خوف ہو، جیسا کہ عبارت قاضی خان **فلا یرقأدمه** (اس کا خون بند نہ ہو۔ت) سے ظاہر ہے اور اسی رد المحتار میں کہ اس کا نام بھی معترض نے گن دیا۔ عبارت یوں ہے:

نص ما فی الحاوی القدسی اذا سال الدم من انف انسان ولا ینقطع حتی یخشی علیه الموت [2]۔	(حاوی قدسی میں تصریح فرمائی) یعنی خون ناک سے جاری ہے اور نہیں تھمتا یہاں تک کہ اس کے مر جانے کا اندیشہ ہو۔

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۸۰

[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ باب المیاہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۴۰

دوم: اس تدبیر سے اسے شفا ہو جانا بھی معلوم ہو جیسا کہ عبارت قاضی خاں **لوکان فیه شفاء**[1] (اگر اس میں شفاء معلوم ہو۔ ت) سے ظاہر، اور اسی ردالمحتار میں بعد عبارت مذکورہ ہے: **وقد علم انه لو کتب ینقطع**[2] بتحقیق معلوم ہو کہ لکھا جائے تو خون منقطع ہو جائے گا

سوم: اس کے سوا کوئی اور تدبیر شفانہ ہو جیسا کہ عبارت قاضی خاں حال الاضطرار سے ظاہر، اور اس ردالمحتار میں ہے:

فی النهایة عن الذخیرة یجوز ان علم فیه شفاء ولم یعلم دواء اٰخر[3]۔	(نہایہ میں ذخیرہ کے حوالے سے ہے) جب جائز ہے کہ اس سے شفا ہو جانا معلوم ہو اور دوسری کوئی دوانہ معلوم ہو۔

اسی میں ہے:

هذا لمصرح فی عبارة النهایة کما مر ولیس فی عبارة الحاوی الا انه یفاد من قوله کما رخص الخ لان حل الخمر والمیتة حیث لم یوجد مایقدم مقامهما[4]۔	عبارت نہایہ میں یہ تصریح کی گئی جیسا کہ بیان گزر چکا، لیکن عبارت حاوی قدسی میں یہ تصریح موجود نہیں مگر یہ کہ اس کے قول "کما رخص" سے افادہ کیا جائے الخ اس لئے کہ شراب اور مردار (وہاں) حلال ہیں جہاں کوئی نعم البدل نہ پایا جائے لہٰذا بصورت دیگر وہ حلال نہیں (ت)

اہل انصاف غور کریں کہ جو حکم ان تین شرطوں کے ساتھ مشروط ہو جن کے بعد اس میں اصلا استبداد نہیں کہ **الضرورات تبیح المحظورات** (ضرورتیں ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں۔ ت) شرع و عقل و عرف سب کا مجمع علیہ قاعدہ ہے ان تمام شرائط کو اڑا کر مطلقًا یوں کہہ دینا کہ ان کتابوں میں لکھا ہے کہ قرآن شریف کی آیت کا پیشاب سے لکھنا جائز ہے کون سی ایمان وامانت ودین ودیانت کا مقتضا ہے یہ تو ایسا ہوا کہ کوئی کافر نصرانی یہودی بک دے کہ قرآن مجید میں سور کھانا حلال لکھا ہے۔

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴ /۷۸۰، ردالمحتار کتاب الطهارة باب المیاہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱ /۱۴۰

[2] ردالمحتار کتاب الطهارة باب المیاہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱ /۱۴۰

[3] ردالمحتار کتاب الطهارة باب المیاہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱ /۱۴۰

[4] ردالمحتار کتاب الطهارة باب المیاہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱ /۱۴۰

اور ثبوت میں یہ آیت پیش کرے کہ:

"فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ"[1]	پھر کوئی بیقرار ہو گیا بشرطیکہ بغاوت اور زیادتی کرنیوالا نہ ہو تو اس پر (مردار کھالینے کا) کوئی گناہ نہیں۔(ت)

یا کوئی مردود نیچری یُوں جھک کمارے کہ کفر کے بول بولنا اللہ تعالٰی نے جائز فرمادیا ہے اور سند میں یہ آیت سنادے کہ:

"اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ"[2]	مگر اس کو کلمہ کفر کہنے کی اجازت ہے کہ جس کو مجبور کیا جائے جبکہ اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو۔(ت)

ان مفتری کذابوں سے یہی کہا جائے گا کہ قرآن عظیم نے تو سوئر کھانا اور کلمہ کفر بکنا قطعی حرام کئے ہیں یہ تیرا محض افتراء و بہتان ہے، ہاں دم نکلتا ہو اور کچھ اور میسر نہیں تو جان بچانے کو حرام چیز کھانے کی اجازت دینی یا کوئی ظالم بغیر کفر کے ظاہر کئے مارے ڈالتا ہو یا آنکھیں پھوڑتا یا ہاتھ پاؤں کاٹتا ہو تو دل میں خاص ایمان کے ساتھ حفظ جسم وجان کے لئے کچھ ظاہر کرنے کی رخصت فرمائی یہ قطعاً حق وعین رحمت ومصلحت ہے اور اسے تیرا اس طور پر تعبیر کرنا یقینا بہتان وصریح شرارت وخباثت ہے بعینہٖ یہی جواب ان غیر مقلد صاحبوں کے اعتراض کا سمجھ لیجئے۔

خامسًا: فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالٰی لہ اگر اللہ عزوجل نظر غائر وقت شناس نصیب فرمائے تو عندالتحقیق اس کلام علماء کا مرجع ومآل صاف ممانعت ہے نہ تجویز واجازت کہ وہ شرط فرماتے ہیں کہ جب اس سے شفاء ہو جانا معلوم ہو حالانکہ اس علم کا کوئی ذریعہ نہیں، اگر علم بمعنی یقین لیجئے جب تو ظاہر کہ یقین تو ظاہر وواضح ومجرب ومعقول الاثر داؤں میں بھی نہیں نہایت کار ظن ہے۔

اسی ردالمحتار میں ہے:

قد علمت ان قول الاطباء لا یحصل به العلم[3]۔	بیشک تو نے جان لیا کہ طبیبوں کے قول سے علم حاصل نہیں ہوتا۔(ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۷۳

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۶

[3] ردالمحتار کتاب الطهارة باب المیاہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۴۰

اور اگر ظن کو بھی شامل کیجئے تو یہ لکھنا غایت درجہ از قبیل رقیہ ہوگا نہ از قبیل معالجات ورضحہ طبیہ اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ایسے معالجات سے شفاء معلوم ہونا درکنار مظنون بھی نہیں صرف موہوم ہے۔اسی عالمگیری میں فصول عمادی سے ہے:

الاسباب المزیلة للضرر تنقسم الی مقطوع به کالماء للعطش والخبز للجوع والی مظنون کا لفصد والحجامة وشرب المسهل وسائر ابواب الطب یعنی معالجة البرودة بالحرارة ومعالجة الحرارة بالبرودة وھی الاسباب الظاھرة فی الطب والی موھوم کالکی والرقیة[1]۔	جن اسباب سے ضرور دور ہوتا ہے وہ دو قسم کے ہیں (۱) یقینی جیسے پانی پیاس دور کرنے کے لئے اور کھانا بھوک کو رفع کرنے کے لئے (۲) ظنی، جیسے خون نکلوانا، پچھنے لگوانا، جلاب آور دوا پینا اور دیگر ابواب طب یعنی سردی کا گرمی سے علاج کرنا، اور گرمی کا سردی سے، اور علم طب میں یہ ظاہری اسباب ہیں اور وہمی اسباب جیسے داغ لگانا اور جھاڑ پھونک یعنی دم کرنا۔(ت)

تو دیکھو علمائے تصریح فرمائی کہ یہ لکھنا جائز جب ہو کہ اس سے شفاء معلوم ہو اور ساتھ ہی یہ بھی تصریح فرمائی کہ اس سے شفاء معلوم نہیں تو کیا حاصل یہ نکلا کہ یہ لکھنا جائز ہے یا یہ کہ ہرگز جائز نہیں صحیح حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دربارہ رمل سوال ہوا ارشاد فرمایا:

کان نبی من الانبیاء یخط فمن وافق خطه فذاك رواه مسلم[2] فی صحیحه واحمد ابوداؤد والنسائی عن معاویة بن الحکم رضی اللہ تعالٰی عنه۔	بعض انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کچھ خط کھینچا کرتے تھے تو جس کی لکیریں ان کے خطوں سے موافق ہوں وہ ٹھیک ہے (امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم میں امام محمد، ابوداؤد اور نسائی نے معاویہ بن حکم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ت)

اب اس حدیث سے ٹھہرا دینا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے رمل پھینکنے کی اجازت دی ہے حالانکہ حدیث صراحۃً مفید ممانعت ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کا جواز موافق خط انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام سے مشروط فرمایا اور وہ معلوم نہیں تو جواز بھی نہیں۔امام نووی رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب الصلٰوۃ باب تحریم الکلام میں زیر حدیث مذکور فرماتے ہیں:

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیة الباب الثامن عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۵

[2] صحیح مسلم کتاب المساجد باب تحریم الکلام فی الصلٰوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۳

معناه من وافق خطه فهو مباح له ولکن لاطریق لنا الی العلم الیقینی بالموافقة فلا یباح والمقصود انه حرام لانه لایباح الابیقین بالموافقة ولیس لنا یقین بها[1]۔	حدیث پاک کا مفہوم اور مراد یہ ہے کہ جس آدمی کی لکیریں بعض انبیاء کرام کی لکیروں کے موافق ہوجائیں تو اس کے لئے (علم رمل) مباح ہے لیکن حصول موافقت کے لئے ہمارے پاس یقینی علم تک رسائی کا کوئی راستہ نہیں لیکن علم مذکور (ہمارے لئے) مباح نہیں اور مقصد یہ ہے کہ وہ حرام ہے کیونکہ یقینی موافقت کے بغیر وہ مباح نہیں ہوسکتا اور یقینی موافقت کا ہمارے پاس کوئی راستہ نہیں۔(ت)

یعنی مقصود حدیث تحریم رمل ہے کہ اباحت بشرط موافقت ہے۔اور وہ نامعلوم تو اباحت معدوم۔علامہ علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

حاصله ان فی هذا الزمان حرام لان الموافقة معدومة او موهومة[2]۔	یعنی حاصل حدیث یہ ہے کہ رمل اس شریعت میں حرام ہے کہ موافقت معدوم ہے یا موہوم۔

اسی میں امام ابن حجر سے انھوں نے اکثر علماء سے نقل فرمایا:

لایستدل بهذا الحدیث علی اباحته لانه علق الاذن فیه علیه موافقة خط ذٰلك النبی صلی موافقة غیر معلومة فاتضح تحریمه[3]۔	یعنی اس حدیث سے رمل کی اباحت پر استدلال نہ کیا جائے کہ اس میں تو اجازت ان نبی کے خط سے موافقت پر موقوف فرمائی ہے اور یہ موافقت معلوم نہیں تو اس کا حرام ہونا روشن ہوگیا۔

بعینہٖ یہی حالت اس قول علماء کی ہے کہ جب اجازت کتابت علم شفا سے مشروط فرماتے ہیں اور وہ معدوم یا موہوم ہو تو اباحت معدوم۔

هکذا ینبغی التحقیق والله ولی التوفیق ثم بعد کتابتی لهذا المحل	یونہی تحقیق کرنی چاہئے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ پھر میں نے یہ جگہ لکھنے کے بعد

[1] شرح صحیح البخاری للنوعی مع صحیح مسلم کتاب المساجد باب تحریم الکلام فی الصلٰوۃ ۱/ ۲۰۳

[2] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصلٰوۃ باب مالایجوز من العمل الخ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳/ ۶۴

[3] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصلٰوۃ باب مالایجوز من العمل الخ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳/ ۶۴

الشامی نقل عن البحر عن الفتح ما نصه واھل الطب یثبتون لبن البنت نقعاً لوجع العین واختلف المشائخ فیه قیل لا یجوز وقیل یجوز العلم انه یزول به الرمد ولا یخفی ان حقیقة العلم متعذرة فالمراد اذا غلب علی الظن والاظھر معنی المنع [1] اھ **اقول:** وانت تعلم ان لاوجه فیما نحن فیه بغلبة الظن ایضاً فھو معنی المنع قطعاً وھذا عین مافھمت وللہ الحمد۔	فتاوٰی شامی کو دیکھا اس میں بحر الرائق بحوالہ فتح القدیر نقل کیا کہ جس کی اس نے تصریح فرمائی کہ اہل طب نے لڑکی کے دودھ کو درد کے لئے مفید قرار دیا ہے اور مشائخ کرام نے اس میں اختلاف کیا ہے ــــــــــ چنانچہ کہا گیا ہے کہ یہ جائز نہیں، اور یہ بھی کہا گیا کہ جائز ہے۔ جبکہ یہ علم ہو جائے کہ ا سے درد چشم زائل ہو جائے گا لیکن یہ پوشیدہ نہیں کہ حقیقت علم تک رسائی مشکل ہے اور مراد یہ ہے کہ جب غالب گمان ہو ورنہ یہی منع کا مفہوم ہے۔اھ **اقول:** (میں کہتا ہوں) کہ تم جانتے ہو کہ یہاں غلبہ ظن کی کوئی وجہ نہیں لہٰذا یہی قطعی طور پر مفہوم منع ہے اور یہ بعینہٖ وہی ہے جس کو میں نے سمجھا، اور خدا ہی کے لئے تمام خوبیاں ہیں۔ (ت)

سادساً طرہ یہ کہ معترض نے چوتھی صدی کے ایک فقیہ کا قول بہزاران عیار سب شرائط اڑا کر طرح طرح کی تہمت وبہتان کے ساتھ فقیہ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ پر بزعم خود اعتراض جمانے کے لئے نقل کیا، اور اسی درمختار وردالمحتار وقاضی خاں وعالمگیری وغیرہا عامہ کتب معتمدہ مذہب متون وشروح وفتاوٰی میں جو خود ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا اصل مذہب کہ ظاہر الروایۃ ومعتمد فی المذہب ہے اور اس پر تصریحات کثیرہ ہیں وہ سب اڑا گیا کہ بے علم بیچاروں کو دھوکے دے کہ امام الائمہ امام اعظم معاذ اللہ ایسے موحش حکم دیتے تھے معترض اگر کچھ پڑھا لکھا ہے اور اس نے ان کتابوں کے نام کسی سن کر یا رجماً بالغیب آنکھیں بند کرکے نہ لکھ دئے تو ایمان سے کہے کہ اسی درمختار میں یہیں یعنی کتاب الطہارۃ میں یہ عبارت تو نہ تھی **اختلف فی التداوی بالحرام وظاھر المذھب المنع** [2] حرام چیز دواء استعمال کرنے میں اختلاف ہے اور ہمارے ائمہ کا اصل مذہب ظاہر الروایۃ

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح باب الرضاع داراحیاء التراث العربی بیروت ۲ /۴۰۴

[2] الدرالمختار کتاب الطھارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱ /۳۸

کہ جائز نہیں۔ اسی در مختار کتاب الرضاع میں یہ عبارت تو نہ تھی:

فی البحر لا یجوز التداوی بالمحرم فی ظاہر المذہب [1]۔	یعنی بحر الرائق میں ہے کہ مذہب حنفی ظاہر الروایہ میں حرام چیز سے علاج کرنا جائز نہیں۔

اسی در مختار میں کتاب الحظر والاباحۃ میں یہ عبارت تو نہ تھی:

جاز الحقنه للتداوی بطاھر لا بنجس وکذا کل تداو لا یجوز [2]۔	حقنہ بغرض دوا پاک چیز سے جائز ہے ناپاک سے نہیں، اسی طرح کوئی علاج ناپاک چیز سے جائز نہیں۔

اسی ردالمحتار میں بحوالہ در منتقی قول جواز ذکر کرکے یہ تو نہ تھا کہ **المذہب خلافة** [3] مذہب حنفی اسی قول کے جواز کے خلاف ہے۔ اسی عالمگیری میں یہ عبارت تو نہ تھی:

تکرہ ابوال الابل ولحم الفرس للتداوی کذا فی الجامع الصغیر [4]۔	اونٹ کا پیشاب اور گھوڑے کا گوشت دوا میں بھی مکروہ ہے ایسا ہی جامع صغیر میں امام محمد میں ہے۔

اسی میں یہ تو نہ تھا:

قال له الطبیب الحاذق علتك لا تندفع الا باکل القنفذ او الحیة او دواء یحل فیه الحیة لا یحل اکله [5]۔	یعنی ساہی یا سانپ یا ایسی دوا جس میں سانپ ڈالا جائے علاج کے لئے بھی کھانا حلال نہیں۔ اگرچہ حکم حاذق کہے کہ تیرا مرض بغیر اس کے نہ جائے گا۔

اسی عالمگیری میں اسی فتاوٰی قاضی خاں سے یہ نہ تھا:

تکرہ البان الا تان للمرض وغیرہ وکذٰلك لحومها وکذٰلك التداوی	گدھی کا دودھ اور گوشت مرض وغیرہ کسی میں مباح نہیں اور ایسے ہی حرام چیز سے علاج

[1] درمختار کتاب النکاح باب الرضاع مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۱۲

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۲

[3] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴۹

[4] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب الثامن عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۵

[5] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب الثامن عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۵

بکل حرام[1]۔	علاج۔

اسی عالمگیری میں اسی ہدایہ سے یہ تونہ تھا:

لایجوز ان یداوی بالخمر جرحا اودبر دابۃ ولا ان یسقی ذمیا ولا ان یسقی صبیا للتداوی والوبال علی من سقاہ[2]۔	جائز نہیں کہ شراب سے کسی زخم یا جانور کی لگی ہوئی پیٹھ کا علاج کرنے نہ کسی ذمی کافر کو پلانا جائز نہ دوا کے لئے بچے کو پلانا اور بچے کو پلانا میں وبال پلانے والے پر ہے۔

غیر مقلد صاحبو! خدارا انصاف، جو ائمہ دین تمھارے حقنہ کے لئے بھی کسی ناپاک چیز کا استعمال جائز نہ جانیں وہ قرآن عظیم کی آیات کا ناپاک چیز سے لکھنا کیسے جائز بتائیں گے، ذرا خدا سے ڈر کر بات کیا کرو ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (گناہوں سے محفوظ رہنے اور نیکی کرنے کی طاقت کسی میں نہیں بجز علم والا ہے اور اس کا علم جس کی شان عظیم ہے سب سے زیادہ کامل اور نہایت پختہ ہے۔ت)

مسئلہ ۱۱۰: از علیگڑھ ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں قبلہ رو اپنی عورت سے صحبت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اگر کپڑا اوڑھے ہے بدن چھپا ہوا ہے تو کچھ حرج نہیں اور اگر برہنہ ہے تو ایک تو برہنہ جماع کرنا خود مکروہ، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وقت جماع مردوزن کو کپڑا اوڑھ لینے کا حکم دیا اور فرمایا: **ولایتجردان تجرد العیر**[3] گدھے کی طرح برہنہ نہ ہو۔ دوسرے بحالت برہنگی قبلہ کو منہ یا پیٹھ کرنا دوسرا مکروہ وخلاف ادب۔

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۳۵۵

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۳۵۵

[3] کنز العمال بحوالہ ابن سعد حدیث ۴۴۸۶۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۳۴۸

فی الدرالمختار کرہ تحریما استقبال قبلۃ و استدبارھا الاجل بول اوغائط فلو للاستنجاء لم یکرہ[1] فی ردالمحتار تحریما لما فی المنیۃ ان ترکہ ادب ولما مر فی الغسل ان من ادابہ ان لایستقبل القبلۃ لانہ یکون غالبا مع کشف العورۃ حتی لو کانت مستورۃ لاباس بہ ولقولھم یکرہ مدالرجلین الی القبلۃ فی النوم وغیرہ عمدا وکذا فی حال مواقعۃ اھلہ اھ[2]۔واللہ تعالٰی اعلم۔	درمختار کے آداب استنجاء میں ہے کہ پیشاب اور پاخانہ کی ضرورت کے وقت قبلہ رخ ہو کر یااس کی طرف پیٹھ کرکے بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر استنجاء کے لئے بیٹھنا پڑے تو مکروہ نہیں۔ردالمحتار میں ہے لم یکرہ یعنی مکروہ تحریمی نہیں اس لئے کہ منیۃ المصلی میں ہے استنجا کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرنا مستحب ہے، بحث غسل میں گزرا ہے کہ غسل کرنے میں ادب اور مستحب یہ ہے کہ قبلہ کی طرف منہ نہ کرے، کیونکہ وہ غالبا کشف عورت کے ساتھ ہوگا(یعنی غسل کرتے وقت اسی کی شرمگاہ ننگی ہوگی حتی کہ اگر شرمگاہ پوشیدہ اور ڈھکی ہوئی ہو تو کچھ حرج نہیں)اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے نیند وغیرہ میں دانستہ طور پر قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ ہے اسی طرح اپنی بیوی سے ہمبستری کے وقت (پاؤں پھیلانا)۔(ت)واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۱: ۶ ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں اکثر مساجد میں رنڈیاں چراغ جلاتی ہیں آیاانکاچراغ مسجد میں جلانا جائز ہے یاناجائز؟

الجواب:

اس قوم کی عادت سنی گئی کہ ایسے مصارف خیر میں جو کچھ صرف کریں اپنے مال خبیث سے نہیں ہوتا بلکہ قرض لے کر صرف کیا جاتا اور اس کا معاوضہ اپنے مال سے دیا جاتا ہے اور اگر ایسا ہے جب تو اس کے جواز میں اصلا شبہ نہیں اور اس امر میں کہ یہ صرف اپنے مال سے نہیں قرض سے ہے اس کا قول مقبول ومسموع ہے کما نص علیہ فی الھندیۃ من الکراھیۃ وغیرھا وبیناہ فی فتاونا جیسا کہ

[1] درمختار کتاب الطہارۃ فصل الاستنجاء مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۵۷

[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ فصل الاستنجاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۲۷

فتاوٰی عالمگیری بحث کراہت وغیرہ میں اس کی تصریح ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کو بیان کیا ہے۔ت) اور اگر یہ صورت نہ ہو بلکہ وہ تیل یا چراغ بعینہٖ انھیں اجرت افعال محرمہ میں ملے ہیں تو حرام ہیں، اسی طرح اگر اپنے حرام مال سے یوں خریدے کہ وہ مال حرم بائع کے سامنے پیش کیا کہ اس کے عوض مثلاً تیل دے دے اس نے دے دیا اس نے وہی مال حرام ثمن میں دیا جب بھی امام کرخی کے قول مفتٰی بہ پر وہ خرید کی ہوئی چیز حرام وخبیث اور اگر ایسا نہیں بلکہ مطلقاً تیل وغیرہ بغیر کسی مال حرام کے دکھائے خریدا اگر قیمت دیتے وقت وہی مال حرام دیا جیسا کہ غالب خرید وفروخت کا یہی دستور ہے تو دو قول مصحح ومفتٰی بہ پر وہ چیز خرید کردہ حلال ہے۔

کما بینہ فی الدرالمختار واوضحہ الامام عبدالغنی النابلسی فی الحدیقۃ الندیۃ وفصلناہ فی الحظر من فتاوٰنا۔	جیسا کہ درمختار میں اس کا بیان فرمایا اور امام عبدالغنی نابلسی نے اس کو "الحدیقۃ الندیہ" میں واضح فرمایا اور ہم نے اپنے فتاوٰی کی بحث حضر واباحت میں اس کو مفصل بیان کردیا ہے(ت)

اور اگر حالت معلوم نہ ہو تو فتوٰی جواز اور تقوٰی احتراز۔

کما افادہ فی الھندیۃ عن الذخیرۃ عن الامام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ واوضحنا فی فتاوٰنا بما یتعین المراجعۃ الیہ۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔	جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری بحوالہ ذخیرہ امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کا افادہ پیش کیا اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اسے ایسے طریقہ سے واضح کیا کہ اس کی طرف مراجعت سے وہ متعین ہوجاتا ہے، اور اللہ تعالٰی پاک برتر اور سب کچھ جاننے والا ہے۔(ت)

مسئلہ ۱۱۲و۱۱۳: از ملک بنگالہ ضلع کمرالہ ڈاکخانہ چاندپور مرسلہ منشی عبدالرحمٰن ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۱۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) ایک مجلس میں چند آدمی ہو کر قرآن مجید ساتھ آواز بلند کے یا خفی کے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) قرآن مجید کو چند آدمی مل کر اس طور پر پڑھنا کہ ایک آدمی کوئی سورت کے نصف یا رُبع یا ایک دو آیت شروع کردے باقی آیتوں کو باقی لوگ انتہائے سورت تک ختم کردیں پس میں آواز ملا کر تقریر جائز ہے یا نہیں؟ **بیّنوا بالدلیل مع حوالۃ**

الکتب توجروا بالتحقیق (بحوالہ کتب دلیل کے ساتھ بیان کرو تاکہ یقینی طور پر اجر وثواب کے مستحق قرار پاؤ۔ت)

الجواب:

(۱) قرآن مجید پڑھا جائے اسے کان لگا کر غور سے سننا اور خاموش رہنا فرض ہے:

قال اللہ تعالٰی "وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۝۲۰۴ "[1]۔	اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: جب قرآن مجید پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر (بغور) سنو اور خاموشی اختیار کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔(ت)

علماء کو اختلاف ہے کہ یہ استماع وخاموش فرض عین ہے کہ جلسہ میں جس قدر حاضر ہوں سب پر لازم ہے کہ ان میں جو کوئی اس کے خلاف کچھ بات کرے مرتکب حرام وگنہگار ہوگا یا فرض کفایہ ہے کہ اگر ایک شخص بغور متوجہ ہو کر خاموش بیٹھا سن رہا ہے تو باقی پر سے فرضیت ساقط، ثانی اوسع اور اول احوط ہے۔

فی ردالمحتار فی شرح المنیة والاصل ان الاستماع للقراٰن فرض کفایة لانه لاقامة حقه بان یکون ملتفتا الیه غیر مضیع وذٰلك یحصل بانصات البعض الخ نقل الحموی عن استاذه قاضی القضاة یحیٰی شهیرة بمنقاری زاده ان له رسالة حقق فیها ان استماع القراٰن فرض عین[2]۔	دوسرے قول میں زیادہ وسعت اور گنجائش ہے جبکہ پہلے قول میں زیادہ احتیاط ہے ردالمحتار میں شرح منیہ کے حوالے سے فرمایا اصل یہ ہے کہ قرآن مجید سننا (شرعا) فرض کفایہ تاکہ اس کا حق قائم ہو جائے اس کی صورت یہ ہے کہ اس کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو اس کو ضائع نہ کرے اور بعض کے خاموش رہنے سے بھی یہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے الخ۔علامہ حموی سے بھی یہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے الخ۔علامہ حموی نے اپنے استاذ قاضی القضاۃ یحیٰی سے (جو منقاری زادہ کے نام سے مشہور تھے) نقل کیا ہے کہ انھوں نے اپنے رسالہ میں تحقیق فرمائی کہ قرآن مجید کا سننا فرض عین ہے۔(ت)

اقول: وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کے توفیق دینے سے کہتا ہوں۔ت) ظاہر

[1] القرآن الکریم ۷ /۲۰۴

[2] درمختار کتاب الصلٰوۃ فصل فی القرأۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱ /۳۶۶۔۶۷

یہ ہے واللہ تعالٰی اعلم کہ اگر کوئی شخص اپنے لئے تلاوت قرآن عظیم بآواز کررہا ہے اور باقی لوگ اس کے سننے کو جمع ہوئے بلکہ اپنے اغراض متفرقہ میں ہیں تو ایک شخص تالی کے پاس بیٹھا بغور سن رہا ہے ادائے حق ہوگیا باقیوں پر کوئی الزام نہیں، اور اگر وہ سب اسی غرض واحد کے لئے ایک مجلس میں مجتمع ہیں تو سب پر سننے کا لزوم چاہئے جس طرح نماز میں جماعت مقتدیان کہ ہر شخص پر استماع وانصات جداگانہ فرض ہے یا جس طرح جلسہ خطبہ کہ ان میں ایک شخص مذکر اور باقیوں کو یہی حیثیت واحدہ تذکیر جامع ہے تو بالاتفاق ان سب پر سننا فرض ہے نہ یہ کہ استماع بعض کافی ہو جب تذکیر میں کلام بشیر کا سننا سب حاضرین پر فرض عین ہوا تو کلام الٰہی کا استماع بدرجہ اولٰی۔

ولا یفرق بافتراض الخطبۃ و رود الامر بقولہ تعالٰی "فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ"[1] بخلاف التلاوۃ فان المعتمد وجوب الاستماع لکل خطبۃ ولو خطبۃ ختم القرآن ولو خطبۃ النکاح کما فی ردالمحتار وغیرہ من الاسفار وان حملنا القولین علی ماذکرنا من الصورتین یحصل التوفیق۔	خطبہ کی سماعت فرض ہونے میں اللہ تعالٰی کے اپنے اس ارشاد "فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ" (اللہ تعالٰی کے ذکر (خطبہ) کی طرف جلدی سے جاؤ) میں امر وارد ہونے سے فرق نہ کیا جائے گا بخلاف تلاوت کے کیونکہ سماع خطبہ میں ہر خطبہ شامل ہے اور سماعت واجب ہے خواہ ختم قرآن کا خطبہ ہو یا خطبہ نکاح ہو جیسا کہ فتاوٰی شامی وغیرہ بڑی کتابوں میں مرقوم ہے۔ اگر ہم دو قولوں کو ان دو صورتوں پر حمل کریں کہ جنھیں ہم نے (پہلے بیان کردیا تو دونوں اقوال میں موافقت پیدا ہوجائے گی۔ (ت)

بہر حال اس قدر میں شک نہیں کہ قرآن عظیم کا ادب وحفظ حرمت لازم اور اس میں لغو ولغط حرام و ناجائز پس صورت اولٰی میں جہاں مقصود تلاوت وختم قرآن ہے۔ نہ حاضرین کو سنانا اگر سب آہستہ پڑھیں کہ ایک کی آواز دوسرے کو نہ جائے تو عین ادب واحسن واجب ہے۔ اس کی خوبی میں کیا کلام، اور اگر چند آدمی بآواز پڑھ رہے ہیں یوں ہی قاری کے پاس ایک یا چند مسلمان بغور سن رہے ہیں اور ان میں باہم اتنا فاصلہ ہے کہ ایک کی آواز سے دوسرے کا دھیان نہیں بٹتا تو قول اوسع پر اس میں بھی حرج نہیں اور اگر کوئی سننے والا نہیں، یا بعض کی تلاوت بعض اشخاص سن رہے ہیں بعض کی کوئی نہیں سنتا یا قریب آوازیں مختلف ومختلف ہیں کہ جدا جدا سننا میسر ہی نہ رہا تو یہ صورتیں بالاتفاق ناجائز و

[1] القرآن الکریم ۶۲/ ۹

گناہ ہیں اور صورت ثانیہ میں جہاں مقصود سنانا ہے اگر قول احوط پر عمل کیجئے تو چند آدمیوں کا معاً آواز سے پڑھنا صریح حرام ہے اور اگر توفیق مذکور پر نظر کی جائے تو جب بھی یہ صورت سب پر لزوم خاموشی کی ہے اور اگر اس سے قطع نظر کرکے قول اوسع ہی لیجئے تاہم اس صورت کے بدعت وشنیع ہونے میں کلام نہیں۔ آوازیں ملانا گانے وغیرہ کے مناسب حال ہے۔ قرآن عظیم میں یہ ایک نوپیدا امر ہے جس کے لئے دین میں کوئی اصل نہیں اور اس کی تجویز وتتزویج میں ایک اور فتنہ عظیم کا اندیشہ صحیحہ ہے آوازیں بنا کر آوازیں ملا کر گانے کی طرح قرآن پڑھنا ہوگا تو ایسے لوگ عبارت کو اپنے لہجوں پر منطبق کرنے کے لئے جگہ جگہ آواز گھٹانے بڑھانے کے عادی ہوتے ہیں نظم میں خیریت ہے قرآن عظیم میں جب ایسا اتار چڑھاؤ کیا جائے گا قطعاً اجماعاً حرام ہوگا لہٰذا ہر طرح سے ممانعت ہی لازم ہے۔ عالمگیری میں ہے:

یکرہ للقوم ان یقرؤا القراٰن جملۃ لتضمنھا ترک الاستماع والانصات المامور بھما[1] اھ **اقول:** وبما قراٰن تبیین ان روایۃ القنیۃ ھذہ ھی التی ینبغی اختیارھا فیما نحن فیہ دون روایتھا الاخری لاباس باجتماعھم علی قراءۃ الاخلاص جھرا عند ختم القراٰن ولو قرأ واحد واستمع الباقون فھو اولی[2] اھ فافھم واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔	لوگوں کے لئے قرآن مجید کو جملۃ (یعنی بغیر وقفہ کے) پڑھنا مکروہ ہے اس لئے کہ یہ ترک سماع اور ترک سکوت پر مشتمل ہے حالانکہ دونوں مامور بہ ہیں اھ **میں کہتاہوں** کہ جو کچھ ہم نے (قارئین کے روبرو) پڑھا اس سے ظاہر ہوگیا کہ قنیہ کی یہی روایت ہماری اس بحث میں اختیار کرنے کے قابل اور مناسب ہے نہ کہ دوسری روایت (کہ جس میں یہ آیا ہے کہ) ختم قرآن کے وقت کسی مجلس اور اجتماع میں سورہ اخلاص بلند آواز سے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر ایک شخص پڑھے اور باقی سنیں تو یہ زیادہ بہتر ہے اھ۔ اللہ تعالٰی پاک برتر اور سب سے زیادہ علم والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۱۴: از بڑودہ ملک گجرات محلّہ مغلواڑہ نعلبند وان کا چورہ مکان استاد غریب اللہ ملازم راجہ بڑودہ مرسلہ مولوی محمد اسرار الحق صاحب دہلوی ۷ رجب المرجب ۱۳۱۷ھ

افضل العماء واکمل الکملاء آیۃ من آیات اللہ برکۃ من برکات اللہ مجدد دین نائب سید المرسلین

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۳۱۷

[2] القنیۃ المنیۃ لتتمیم الغنیہ کتاب الکراھیۃ والاستحسان باب القراءۃ والدعاء مطبوعہ کلکتہ انڈیا ص ۱۵۱

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت مولانا صاحب بریلوی معظمنا ومکرمنا ادامہ اللہ المنان علی رؤس اھل الایمان من الانس والجان بطول حیاتہٖ من بعد آداب تسلیمات خادمانہ دست بستہ معروض خدمت فیضدرجت بوجہ تکلیف دہی جناب قبلہ وکعبہ یہی ہے کہ یہاں ایک بہت بڑا فساد ایک امر میں پھیلا ہوا ہے اور فیصلہ اس کا یہاں علماء وجہلا نے آں قبلہ کی تحریر مبارک پر رکھا ہے لہٰذا جناب تکلیف فرمایا کر اس کا جواب مع دلائل روانہ فرمائیں۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ ایک شخص واعظ ہے اور وعظ کے درمیان اشعار مدحیہ نبوت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خوش الحانی کے ساتھ پڑھتا ہے یا وعظ میں حدیثوں کا ترجمہ لحن کے ساتھ نظم میں پڑھتا ہے اور درمیان میں قرآن شریف کی آیات کا لحن عرب میں پڑھتا ہے۔ آیا اس طرح کا پڑھنے والا گنہگار تو نہ ہوگا؟ اور کوئی شخص قرآن شریف کو ذرا بھی لحن کے ساتھ پڑھے گا یا قصائد حسنہ وترجمہ حدیث نظم کو جیسے کہ اکثر اطفال وجوان وپیر قصائد وغیرہ زور سے پڑھتے ہیں اور اسی کے سننے والے اگر اس پر تعریف کریں یا واہ واہ یا سبحان اللہ کہیں گے تو کافر ہوجائیں گے اور ان کی عورتیں نکاح سے باہر ہوجائیں گی یا نہیں؟ یہ بات صحیح ہے یا غلط؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

یہ حکم تکفیر وزوال نکاح صریح غلط وخطا سخت مردود وناسزا شرع مطہرہ پر کھلا افتراء مسلمانوں کو ناحق ناروا کافر بنائے پر اجترا ہے۔ ایسا کہنے والوں پر توبہ فرض ہے قرآن عظیم خوش الحانی سے پڑھنا جس میں لہجہ خوشنما دلکش پسندیدہ، دل آویز، غافل دلوں پر اثر ڈالنے والا ہو، اور معاذاللہ رعایت اوزان موسیقی کے لئے ہیئت نظم قرآنی کو بدلا نہ جائے، ممدود کا مقصور مقصور کا ممدود نہ بنایا جائے، حروف مد کو کثیر فاحش کشش جسے اصطلاح موسیقیان میں تان کہتے ہیں نہ دی جائے زمزمہ پیدا کرنے کے لئے بے محل غنہ ونون نہ بڑھا جائے، غرض طرز ادا میں تبدیل وتحریف راہ نہ پائے بیشک جائز ومرغوب بلکہ شرعًا محبوب ومندوب بلکہ بتاکید اکید مطلوب اعلٰی درجہ کی زمانہ صحابہ وتابعین وائمہ دین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے آج تک اس کے جواز واستحسان پر اجماع علماء ہے۔

صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مااذن اللہ لشیئ مااذن لنبی حسن الصوت یتغنی	اللہ تبارک وتعالٰی کس چیز کو ایسی توجہ ورضا کے ساتھ نہیں سنتا جیسا کسی خوش آواز نبی کے

بالقراٰن یجھر بہ،رواہ الائمۃ احمد والبخاری[1] ومسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	پڑھنے کو جو خوش الحانی سے کلام الٰہی کی تلاوت بآواز کرتا ہے۔ (ائمہ کرام مثلاً امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

للہ اشد اذنا الی الرجل احسن الصوت بالقراٰن یجھر بہ من صاحب القینۃ الی قینۃ،رواہ ابن ماجۃ[2] وابن حبان والحاکم وقال صحیح علی شرطھما والبیھقی کلھم عن فضالۃ بن عبید رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	یعنی جس شوق ورغبت سے گانے کا شوقین اپنی گائن کنیز کا گانا سنتا ہے بیشک اللہ عزوجل اس سے زیادہ پسند ورضا واکرام کے ساتھ اپنے بندے کا قرآن سنتا ہے جو اسے خوش آوازی سے جہر کے ساتھ پڑھے (ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے اس کو روایت کیا ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری ومسلم دونوں کی شرط پر صحیح ہے اور امام بیہقی نے بھی اس کو روایت کیا ہے تمام نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اس کو روایت فرمایا ہے۔(ت)

تیسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تعلموا کتاب اللہ وتعاھدوہ وتغنوا بہ،رواہ الامام[3] احمد عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	قرآن مجید سیکھو اور اس کی نگہداشت رکھو اسے اچھے لہجے پسندیدہ الحان سے پڑھو،(امام احمد نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند سے اس کو روایت کیا ہے۔ت)

[1] صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن ۲ /۷۵۱ وصحیح مسلم کتاب فضائیل القرآن ۱ /۲۶۸، سنن ابی داؤد باب کیف یستحب الترتیل فی القرائۃ ۱ /۲۰۷

[2] المستدرک للحاکم کتاب فضائل القرآن دار الفکر بیروت ۱ /۵۷۱، سنن ابن ماجہ باب فی حسن الصوت بالقرآن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۹۶، السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الشہادات تحسین الصوت القراٰن دار صادر بیروت ۱۰ /۲۳۰

[3] مسند امام احمد بن حنبل حدیث عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴ /۱۴۶

چوتھی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

زینوا القراٰن باصواتکم فان الصوت الحسن یزید القراٰن حسنا[1]۔ رواہ الدارمی فی سننہ ومحمد بن نصر فی کتاب الصلٰوۃ بلفظ حسنوا[2] و باللفظین رواہ الحاکم فی المستدرک کلھم من البراء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو کہ خوش آوازی قرآن کا حسن بڑھادیتی ہے (امام دارمی نے اپنی سنن میں اور محمد بن نصر نے کتاب الصلٰوۃ میں حسنوا کے الفاظ سے اس کو روایت کیا ہے اور دونوں لفظوں سے امام حاکم نے المستدرک میں روایت کیا ہے اور سب نے براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ت)

پانچ حدیثوں صحیح رفیع جلیل میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منا من لم یتغن بالقراٰن رواہ البخاری[3] عن ابوھریرۃ وابوداؤد عن ابی لبابۃ عبدالمنذر وھو کاحمد وابن حبان عن سعد بن ابی وقاص والحاکم عنہ وعن عائشہ وعن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم۔	ہمارے طریقے پر نہیں جو قرآن خوش الحانی سے آواز بنا کر نہ پڑھے (امام بخاری نے اس کو حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا جبکہ امام ابوداؤد نے حضرت ابولبابہ عبدالمنذر سے اسے روایت کیا۔ نیز اس نے امام احمد اور ابن حبان کی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص سے بھی وایت کی ہے اور حاکم نے ان سے یعنی سعد بن ابی وقاص، سیدہ عائشہ صدیقہ اور حضرت ابن عباس (تینوں) سے روایت کی ہے اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو۔ (ت)

دسویں حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان ھذا القراٰن نزل بحزن	بیشک یہ قرآن غم وحزن کے ساتھ اُترا

---

[1] سنن الدارمی باب ۳۳ باب التغنی بالقرآن حدیث ۳۵۰۴ نشر السنۃ ملتان ۲/ ۳۴۰، المستدرک للحاکم کتاب فضائل القرآن دارالفکر بیروت ۱/ ۵۷۵

[2] کنز العمال بحوالہ الدارمی ابن نصر حدیث ۲۷۶۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۶۰۵

[3] صحیح البخاری کتاب التوحید ۲/ ۱۱۲۳ وسنن ابی داؤد باب استحباب الترتیل فی القرآن ۱/ ۲۰۷، مسند احمد بن حنبل ۱/ ۱۷۲ وکنز العمال حدیث ۲۷۶۹ ۱/ ۶۰۵، المستدرک للحاکم کتاب فضائل القرآن ۱/ ۵۶۹

وکابۃ فاذا قرأتموہ فابکوافان لم تبکوا فتباکوا وتغنوا بہ فمن لم یتغن بہ فلیس منا رواہ ابن ماجۃ [1] و محمد بن نصرفی الصلٰوۃ والبیھقی فی شعب الایمان عن سعد بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	توجب اسے پڑھو گریہ کرو اگر رونا نہ آئے بتکلیف روؤ اور قرآن کو خوش الحانی سے پڑھو جو اسے الحان خوش سے نہ پڑھے وہ ہمارے طریقے پر نہیں (ابن ماجہ اور محمد بن نصر نے کتاب الصلٰوۃ میں اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت سعد ابن مالک کے حوالے سے اس کو راویت کیا ہے۔ت)

پھر اس کے ساتھ اگر اس کی قراءت بلاقصد اوزان موسیقی سے کسی وزن کے موافق نکلے تو اصلاح حرج والزام نہیں حتی کہ نماز میں بھی ایسی تلاوت جائز وحسن ومستحسن ہے۔علامہ خیر الملۃ والدین رملی ستاذ صاحب درمختار کے فتاوٰی خیریہ لنفع البریۃ میں ہے:

سئل فی امام یقرأ فی الجھریات بصوت حسن علی القواعد المقررۃ عند اھل العلم بحیث لا یخل بحکم من احکام القراءۃ لکن یصادف ان یخرج قراءتہ علی طبق نغم من الانغام المقررۃ فی الموسیقی من غیر لحن وتطریب ھل یجوز ذٰلك واذا قلتم بالجواز ھل یکرہ ام لااجاب نعم یجوز ذٰلك ولا یکرہ اذتحسین الصوت بالقرأۃ مطلوب کما صرح بہ المحقق ابن الھمام فی فتح القدیر وقال فی البحر نقلا عن الخلاصۃ وتحسین الصوت لا باس بہ من غیر تغن	اس امام کے متعلق پوچھا گیا جو جہری نمازوں میں اچھی آواز کے ساتھ اہل علم کے ہاں ثابت شد قواعد کے مطابق قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے اور ایسا طریقہ اپناتا ہے کہ قراءت کے کسی حکم میں خلل پیدا نہیں ہوتا لیکن اس کے باجود وہ اس خوف کے پیش نظر کتراتا اور اعرض کرتا ہے کہ کہیں اس کی قراءت موسیقی کے نغموں یا گانے کی سروں سے مشابہ نہ ہو کیا اس کا ایسا پڑھنا جائز ہے؟ بصورت جواز کیا یہ مکروہ بھی نہیں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں یہ جائز ہے اور مکروہ بھی نہیں کیونکہ خوبصورت آواز میں قرآن مجید پڑھنا شرعًا مطلوب ہے جیسا کہ محقق ابن الہمام نے فتح القدیر میں تصریح فرمائی۔ بحرالرائق میں خلاصہ سے نقل کیا گیا کہ تحسین صوت میں کوئی حرج نہیں جبکہ بغیر گانے کے ہو۔اور

[1] سنن ابن ماجہ اقامۃ الصلٰوۃ باب فی حسن الصوت بالقرآن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۹۶

وفی التبیان فی آداب حملۃ القراٰن اجمع العلماء رضی اللہ تعالٰی عنھم من السلف والخلف من الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم من علماء الامصار ائمہ المسلمین علی استحسان تحسین الصوت بالقراٰن واقوالھم وافعالھم مشھورۃ نھایۃ الشھرۃ فنحن مستغنون عن نقل شیئ من افرادھا دلائل ھذا من حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مستفیضۃ عندالخاصۃ والعامۃ کحدیث زینوا القراٰن باصواتکم وحدیث ابوموسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لہ لقد اوتیت مزمارامن مزامیر داؤد راوہ البخاری ومسلم وفی روایۃ المسلم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لہ لورأیتنی وانا اسمع لقرأتك البارحۃ رواہ مسلم ایضاً من روایۃ بریدۃ بن الحصیب(ثم ذکر الحدیثین الاولین ببعض ماذکرنا لھما من التخاریج ثم قال)وحدیث ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال

تبیان فی آداب حملۃ القرآن" میں ہے سلف خلف صحابہ اور تابعین اور ان کے بعد جتنے شہروں میں علماء کرام اور مسلمانوں کے امام ہوئے ہیں ان سب کا اچھی اور خوبصورت آواز کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کے مستحسن ہونے پر اتفاق ہے۔اور اس سلسلے میں ان کے اقوال وافعال بہت مشہور ہیں پس ہم ان کے کسی حصہ کو نقل کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔اس کے دلائل حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث سے عام اور خاص سب لوگوں میں مشہور ہیں جیسا کہ حدیث زیّنوا القراٰن باصواتکم یعنی اپنی آوازوں سے قرآن مجید کو زینت بخشو(مراد یہ کہ خوبصورت لہجے کے ساتھ قرآن مجید پڑھو)اور حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان سے فرمایا کہ تجھے حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسی خوش الحانی عطا ہوئی ہے۔اس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کاش تو مجھے دیکھتا جب میں گزشتہ رات تیری قرأت سن رہا تھا۔نیز امام مسلم نے اس کو حضرت بریدہ بن حصیب سے بھی روایت کیا ہے پھر وہ دو پہلی احادیث ان تخرجات کے ساتھ ذکر فرمائیں جن کا کچھ حصہ ہم نے ذکر کیا تھا۔پھر فرمایا حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

من لم یتغن بالقراٰن فلیس منا رواہ ابوداؤد باسناد جید قال جمھور العلماء معنی لم یتغن لم یحسن صوتہ[1] الخ۔	جو کوئی خوش الحانی کے ساتھ قرآن مجید نہ پڑھے وہ ہمارے طریقے پر نہیں۔امام ابوداؤد نے جید سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے جمہور علماء کرام کہتے ہیں کہ لم یتغن کامفھوم لم یحسن صوتہ یعنی اچھی اور خوبصورت آواز کے ساتھ نہ پڑھنا ہے الخ(ت)

اسی میں ہے:

اما تحسین الصوت فلا اظن ان قائلا مایمنعہ لعدم وجھہ بل کان جماعۃ من السلف یطلبون من اصحاب القرأۃ بالاصوات الحسنۃ ان یقرؤا وھم یستمعون وھذا متفق علی استحبابہ وھو عادۃ الاخیار والمتعبدین وعباداللہ الصالحین[2]۔	جہاں تک اچھی اور خوبصورت آواز کا تعلق ہے تو میں نہیں خیال کرتا کہ کوئی اس سے منع کرتا ہو اس لئے کہ اس ممانعت کی کوئی وجہ نہیں بلکہ سلف میں ایک جماعت ایسی ہوتی ہے جو پڑھنے والوں سے اچھی آواز کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کا مطالبہ اور تقاضہ کیا کرتی تھی تاکہ وہ لطف اندوز ہوں چنانچہ اس کے مستحب ہونے پر اتفاق پایا جاتا ہے اور یہ اچھے لوگوں، عبادت گزاروں اور اللہ تعالٰی کے نیک بندوں کی عادت اور روش رہی ہے۔(ت)

تو ایسے امر محمود ومسعود کی تحسین پر جو خود ائمہ رسول کو محبوب اور باجماع صحابہ وتابعین وائمہ دین مستحسن ومندوب ہے معاذاللہ کفر وبطلان نکاح کا حکم دینا خیال کیجئے کہاں تک پہنچتا ہے فرق اجماع امت ہے تکفیر جملہ امت کی خبر دیتا ہے۔خود ان قائلوں کو چاہئے کہ بعد توبہ اپنی عورتوں سے نکاح جدید کریں ہاں معاذاللہ بالقصد راگنی پر قرآن عظیم ٹھیک کرنا اس کی درستی کو بے جگہ مد یا حرکت یا غنہ وغیرہا بڑھانا گھٹانا تانیں لینا یہ ضرور حرام اور اس کی تحسین اس پر سبحانہ اللہ وافریں اس سے زیادہ حرام تر ومجمع آثام ہے والعیاذ باللہ تعالٰی(اللہ تعالٰی کی پناہ۔ت) حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الکراھیۃ والاستحسان دار المعرفۃ بیروت ۲ /۱۷۶و۱۷۷

[2] فتاوٰی خیریہ کتاب الکراھیۃ والاستحسان دار المعفرۃ بیروت ۲ /۱۷۷

اقرؤا القراٰن بلحون لعرب واصواتھا ویاکم ولحون اھل الکتابین واھل الفسق فانہ سیجیئ بعدی قوم یرجعون باالقراٰن ترجیع الغناء والرھبانیۃ والنوح لایجاوز حناجرھم مفتونۃ قلوبھم وقلوب من یعجبھم شانھم رواہ الطبرانی [1] فی الاوسط والبیھقی فی الشعب عن حذیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	قرآن مجید عرب کے لحنوں میں پڑھو اور یہود ونصارٰی اہل فسق کے لحنوں سے بچو کہ میرے بعد کچھ لوگ آنے والے ہیں جو قرآن آآ کرکے پڑھیں گے جیسے گانے کی تانیں اور راہبوں اور مرثیہ خوانوں کی اتار چڑھاؤ قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا یعنی ان کے دلوں پر کچھ اثر نہ کرے گا فتنے میں ہوں گے ان کے دل اور جنھیں ان کی یہ حرکت پسند آئے گی ان کے دل، (طبرانی نے الاوسط میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ت)

تیسیر شرح جامع الصغیر میں ہے:

(واھل الفسق)من المسلمین الذین یخرجون القراٰن عن موضوعہ باالتمطیط بحیث یزید او ینقص حرفافانہ حرام اجماعا[2]۔	مسلمانوں میں فاسق وہ لوگ ہیں جو قرآن مجید کی تلاوت اور آدائیگی میں کمی بیشی کرتے ہیں یعنی الفاظ وحروف گھٹا یا بڑھا دیتے ہیں اور ایسا کرنا بالاتفاق حرام ہے۔(ت)

خیریہ میں بعد عبارت مذکورہ سابقاہے:

ثم قال(ای فی التبیان)قال العلماء رحمھم اللہ یستحب تحسین الصوت باالقراءۃ تزیینھا مالم یخرج عن حد القرأۃ باالتمطیط فان افرط حتی زاد حرفا اواخفاہ نھو حرام انتھی فان قلت	پھر تبیان میں فرمایا علماء کرام (اللہ تعالٰی ان پر رحم فرمائے) کہتے ہیں کہ خوبصورت آواز کے ساتھ قرآن مجید کو بنا سنوار کر پڑھنا مستحب ہے بشرطیکہ قراءت کی حد سے تجاوز نہ کرتے ہوئے باہر نہ نکلے پھر اگر اس نے افراط سے کام لیا یعنی کوئی حرف بڑھادیا یا کم اور پست کردیا تو ایسا کرنا

[1] المعجم الاوسط حدیث ۷۲۱۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۸ /۱۰۸، شعب الایمان حدیث ۲۶۴۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲ /۵۴۰

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر حرف الھمزۃ تحت حدیث اقراء القرآن مکتبہ الامام الشافعی الریاض ۱ /۱۹۴

ماتصنع فیما نص علیه فی البزازیة وغیرها من کتاب الاستحسان قراءة القراٰن بالالحان معصیة والتالی والسامع اٰثمان قلت محله اذا اخرج لفظ القراٰن عن صیغته بادخال حرکات فیه اواخراج حرکات منه او قصر ممدود او مد مقصور اوتمطیط یخفی به القظ او یلبس به المعنی فهو دراء یفسق به القاری ویأثم به المستمع لانه عدل به عن نهجه القویم الی الاعوجاج والله تعالٰی یقول قراٰنا عربیا غیر ذی عوج وان لم یخرجه اللحن عن لفظه قرأته علی ترتیله کان مباحا لانه زاد بالحانه فی تحسینه ویؤید ذٰلك تفسیر کثیر من علمائنا التغنی فی کلام ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما فی الاذان بالتطریب الذی هو اخراج الکلام عن موضوعه الاصلی و صیغته واماتحسین الصوت فلا اظن ان قائلا مایمنعه[1] الی اٰخر مامر۔	حرام ہے اھ اگر تو یہ کہے کہ بزازیہ وغیرہ کی "کتاب الاستحسان" میں بیان کردہ صراحت کا کیا جواب ہوگا جس میں یہ مذکور ہے کہ قرآن مجید غیر موزوں لہجوں کے ساتھ بگاڑ کر پڑھنا گناہگار ہوں گے، میں کہتا ہوں اور جواب دیتا ہوں کہ اس کا محل یہ ہے کہ جب لفظ قرآن کو اس کے مخرج سے نکالتے ہوئے اس میں کچھ حرکات داخل یا خارج کردے یا حروف ممدودہ کو مختصر کردے یا غیر ضروری درازی کردے جس سے لفظ کی ہیئت بدل جائے یا اس کے معانی میں اشتباہ پیدا ہوجائے تو ایسا کرنا حرام ہے اس طرح کا پڑھنے، والا فاسق اور سننے والا گنہ گار ہوگا کیونکہ اس طرح کرنے سے اس نے اس لفظ کو اس کے درست مقام سے ہٹا کر بدل ڈالا، جبکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ یہ عربی زبان میں قرآن ہے جس میں بالکل کجی اور ٹیڑھا پن نہیں ہے۔ اور اگر لہجہ اس لفظ کو اس کی ترتیل کے مطابق پڑھتے ہوئے نہ نکالے تو یہ مباح ہے کیونکہ اس نے اپنے لہجہ سے اس کے حسن میں اضافہ کیا ہے اور اس کی تائید تغنی کی اس تفسیر سے ہوتی ہے جو متعدد علماء کرام نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے کلام التطریب فی الاذان سے فرمائی ہے یعنی وہ اذن میں تطریب کیا کرتے تھے، اور اصل تطریب کلام کو اس کے ٹھکانے اور صیغے سے نکالنے کا نام ہے (اور یہاں صرف خوش الحانی سے آواز بلند کرنا ہے)

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الکراهیة والاستحسان دارالمعرفة بیروت ۲ /۱۷۷

	ریا تحسین صوت (آواز کو بنا سنوار کر خوبصورت بنا کر پڑھنا) میرا خیال ہے کہ کوئی بھی اس کو منع کرنے والا نہ ہوگا۔ پھر آخر تک وہی کلام دہرایا گیا جو گزر چکا ہے۔ (ت)

اشعار حسنہ محمودہ کا پڑھنا جن میں حمد الٰہی و نعت رسالت پناہی جل جلالہ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و منقبت آل و اصحاب و اولیاء و علمائے دین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین بروجہ صحیح اور نجیع مقبول شرعی یا ذکر موت و تذکیر آخرت و اہوال قیامت وغیر ذٰلک مقاصد شرعیہ ہو قطعاً جائز و روا اور خود زمانہ اقدس حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے آج تک تمام ائمہ دین و عباد اللہ الصالحین میں رائج دیا ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ام المومنین صدیقہ بنت الصدیق صلی اللہ تعالٰی علٰی زوجہا الکریم و ابیہا و علیہا وسلم سے ہے:

قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ یؤید حسان بروح القدس مانا فح او فاخر عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1]۔	یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے مسجد اقدس نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں منبر بچھاتے حسان اوپر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فضائل و مفاخر بیان کرتے حضور کی طرف سے طعنائے کفا کارد کرتے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے جب تک حسان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے اس مفاخرت یا مدافعت میں مشغول رہتا ہے اللہ عزوجل جبریل امین سے اس کی مدد فرماتا ہے۔

پھر ظاہر کہ وعظ کے اشعار حدیث کے ترجمے اس قسم میں داخل ہیں تو ایسی شعر خوانی کا جواز بالیقین ہے اور جب خوش الحانی خود قرآن عظیم میں مطلوب و مندوب ہوئی تو یہ شعر ہے یہاں اگر الحان کے لئے مد قصر و حرکات و سکنات وغیرہ ہیئات حروف میں کچھ تغیر بھی ہو تو حرج نہیں جب کہ صرف سالہ دہ خوش الحانی ہو اور تمام منکرات شرعیہ سے خالی اس قدر بھی احکام شدید مذکورہ تکفیر و زوال نکاح میں تقریبا ویسی ہی ناپاکی و بیباکی ہے حلال کو حرام مسلمان کو کافر بتانا کس شریعت نے مانا اس قدر کو عرف میں پڑھنا کہتے ہیں نہ کہ گانا کہ موسیقی کے اوزان مقررہ نغمان محررہ طرقات مطربہ قرعات معجبہ اتار چڑھاؤ زیر و بم تان گٹکری تال سم کی رعایت سے رنڈیوں ڈومنیوں مراثیوں ڈھاریوں نقالوں قوالوں وغیرہم میں معمول اور باوضع شرفاء مہذبین صنعا میں معیوب و مخذول محمود و مباح

[1] احیاء العلوم بحوالہ صحیحین کتاب آداب السماع والوجد مطبعۃ المشہد الحسینی ۲/ ۲۷۴

اشعار کا سادہ خوش الحانی سے پڑھنا بھی زمانہ صحابہ وتابعین وائمہ دین مجوزہ مقبول ہے بلکہ خود بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے ماثور ومنقول بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے ہونا حضور سنتے اور انکار نہ فرماتے بارگاہ رسالت میں حدی خوانی پر صحابہ مقرر تھے۔ کہ اپنی خوش الحانیوں دلکش صدی خوانیوں سے اونٹوں کو راہ روی میں وارفتہ بناتے، انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے برادر اکرم سیدنا براء بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ خود موکب اقدس کے حدی خواں تھے عجب آواز دلکش رکھتے اور بہت خوبی سے اشعار حدی پڑھتے یہ اجلہ صحابہ کرام سے ہیں بدر کے سوا سب مشاہد میں حاضر ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کی نسبت فرمایا: بہت الجھے بال میلے کپڑے والے جن کی کوئی پروانہ کرے ایسے ہیں کہ اللہ عزوجل پر کسی بات میں قسم کھالیں تو خدا ان کی قسم سچی ہی کرے انھیں میں سے براء بن مالک ہے "[1]

ایک روز انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ ان کے پاس گئے اس وقت اشعار اپنے الحال سے پڑھ رہے تھے انھوں نے کہا کہ آپ کو اللہ عزوجل نے وہ چیز عطا فرمائی جو اس سے بہتر یعنی قرآن عظیم فرمایا کیا یہ ڈرتے ہو کہ بچھونے پر مروں گا خدا کی قسم اللہ مجھے شہادت سے محروم نہ کرے گا سو کافر تو میں نے تنہا قتل کئے ہیں اور جو شرکت میں مارے ہیں وہ علاوہ [2] جب خلافت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں قلعہ تستر پر جہاد ہوا ہے اور مسلمانوں کو سخت دقت پیش آئی حدیث مذکور سنے ہوئے تھے ان سے کہا اپنے رب قسم کھائے انھوں قسم کھائی کہ اے رب میرے! کافروں پر ہمیں قابوں دے کہ ہم ان کی مشکیں کس لیں اور مجھے اپنے نبی سے ملا، یہ کہہ کر حملہ آور ہوئے اور ان کے ساتھ مسلمانوں نے حملہ کیا ایرانیوں کا سپہ سالار ہرمزان مارا گیا کافر بھاگ گئے اور براء شہید ہوئے رضی اللہ تعالٰی عنہ [3]، اور بیبیوں کے ہودجوں پر انجشہ حبشی رضی اللہ تعالٰی عنہ حدی خوانی کرتے ان کی خوش آوازی مشہور تھی حجۃ الوداع شریف میں حدی پڑھی ہے اور اونٹ گرمائے بہت تیز چل نکلے، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اے انجشہ! آہستہ، شیشیوں کے ساتھ [4] نرمی کر، شیشیوں سے مراد عورتیں ہیں، یعنی اونٹ اتنے تیز نہ کرو کہ تکلیف ہوگی یا عورتوں کا مجمع ہے خوش الحانی حد سے نہ گزارو، ان کے سوا سیدنا عبداللہ بن رواحہ سیدنا عامر بن الاکوع رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آگے حدی خوانی کرتے چلتے، روز عمرۃ القضاء جب لشکر ظفر پیکر محبوب اکبر صلی اللہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب البراء بن مالک امین کمپنی دہلی ۲ /۲۲۶

[2] الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ترجمہ البراء بن مالک دار صادر بیروت ۱ /۱۴۳

[3] الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ترجمہ البراء بن مالک دار صادر بیروت ۱ /۱۴۳، شرح الزرقانی علی المواہب اللدینہ المقصد الثانی الفصل السابع دار المعرفۃ بیروت ۳ /۳۷۷

[4] شرح الزرقانی علی المواہب اللدینہ المقصد الثانی الفصل السابع دار المعرفۃ بیروت ۳ /۳۷۷

تعالٰی علیہ وسلم باہزاراں جاہ وجلال داخل مکہ ہوا ہے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ آگے آگے رجز کے اشعار سناتے کافروں کے جگہ پر تیر رساتے جارہے تھے امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے منع کیا کہ اے ابن رواحہ! رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آگے اور اللہ جل جلالہ کے حرم کیں یہ شعر خوانی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: پڑھنے دو کہ یہ ان پر تیروں سے زیادہ کار گر ہے۔ اور ایک حدیث میں آیا ارشد فرمایا: اے عمر! ہم سن رہے ہیں تم بھی خاموش رہو بالجملہ ممانعت منازعت جو کچھ ہے گانے میں ہے یا معاذاللہ اشعار ہی خود بُرے ہوں اگر چہ بظاہر نعت و حقیقت کا نام ہو جیسے بے قیدوں کے خلاف شرع شعر کو توہین انبیائے کرام وملائکہ عظام علیہم الصلٰوۃ والسلام بلکہ تنقیص شان سیدالانام علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلٰوۃ والسلام بلکہ گستاخی وبے ادبی بارگاہ عزت ذی الجلال والاکرام کچھ اٹھانہ رکھیں اور نعت ومنقبت کا نام بد نام یا محل فتنہ خواہ فطنہ فتنہ ہو جیسے زن اجنبیہ کا مردوں کے جلسے میں خوش الحانی کرنا یا خارج سے امور نامشروعہ کا قدم درمیان ہو مثلاً مزامیر، تالیاں، لچکا، توڑا، بھاؤ، بتانا جیسے آج کل بعض بے شرم واعظان نیچری مشرب آزادی مذہب نے اپنی مجلس گرم کرنے کا انداز بنارکھا ہے۔ اشعار گائیں مثنوی مولانا روم کے اور رنگ رچائیں مثنوی میر حسن کی دھوم کے الی غیر ذٰلك من المحذورات والمجتنبة والمحظورات المتجلية (اسکے علاوہ اجتناب کردہ محرمات اور لائے ہوئے ممنوعات ہیں۔ت) یہ تیرہ وتیرہ برت کہ جو چاہے حلال کو حرام کرے ورنہ سادہ خوش الحانی کے ساتھ جائز شعر خوانی کے جواز میں اصلاً جائے کلام نہیں بلکہ اشعار مجموعہ بہ نیت محمودہ اعمال محمودہ ہیں معدود باعث اجر وضائے رب ودود ہیں۔ مواہب اللدنیہ وشروح علامہ زرقانی میں ہے:

كان يحدوبين يديه عليه الصلٰوة والسلام فی السفر عبدالله بن رواحةٰ الامير المستنشهد بموتة ای يقول الحداء بضم المهملة وهو الغناء للابل (وفی الترمذی عن انس انه صلی الله تعالٰی عليه	حضرت عبداللہ بن رواحہ سفر میں حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے سامنے حدی خوانی کیا کرتے تھے یہ امیر لشکر تھے جو غزوہ موتہ شہید ہوئے کان یحدو ای یقول الحداء بعضم المهملة وهو الغناء للابل) یعنی "کان یحدو" کے معنی ہیں وہ اونٹوں کی تیز رفتاری کے لئے خوش الحانی سے گیت گایا کرتے تھے، الحداء بے نقطہ صرف "ح" کی پیش کے ساتھ اونٹوں کے لئے گیت گانے کو

وسلم دخل مکة فی عمرة القضیة(ابن رواحة یمشی بین یدیه ویقول ۔

خلو بنی الکفار عن سبیله
الیوم نضربکم علی تنزیله
ضربا یزیل الهام عن مقیله
ویذهل الخلیل عن خلیله

فقال عمر یا ابن رواحة بین یدی رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم وفی حرم الله تقول الشعر فقال صلی الله تعالٰی علیه وسلم خل عنه یاعمر فلهی فیهم اسرع من نضح النبل، وفی روایة انه لما النبل وفی روایه انه لما انکر عمر علیه قال صلی الله تعالٰی علیه وسلم یا عمر انی اسمع فاسکت یا عمر(وعامر بن اکوع)کان یحدو بین یدیه صلی الله تعالٰی علیه وسلم(واستشهد یوم خیبر و انجشه العبد الاسود) کان حسن الحداء وفی الصحیح عن انس کان حسن الصوت(قال انس)فی الصحیحین(کان براء بن مالک)اخو انس

کہا جاتا ہے جامع ترمذی میں حضرت انس سے روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عمرۃ القضاء کی ادائیگی کے لئے مکۃ المکرمہ میں داخل ہوئے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ آپ سے آگے آگے چل رہے تھے اور یہ فرماتے جاتے تھے کہ اے کفار کی اولاد! ان کا راستہ کھلا چھوڑ دو آج ہم تمھیں ایسی مار مارینگے کہ کھوپڑیاں تن سے جدا ہوجائیں گی اور دوست اپنے دوست کو بھول جائیگا، اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: کیا تو رسول اللہ صل اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے ان کے روبرو اللہ کے حرم میں اشعار پڑھتا ہے، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عمر! اسے چھوڑ دو کہ یہ رجزیہ اشعار دشمن پر تیر اندازی سے بھی زیادہ موثر ہیں اور دوسری روایت میں ہے کہ جب عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انکار فرمایا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عمرو! میں تو سن رہا ہوں لہٰذا تم خاموش رہو، اور حدیث عامر بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے حدی خوانی کیا کرتے تھے اور یہ خیبر میں شہید ہوئے اور حضرت انجشہ حبشی غلام تھے یہ بہترین حدی خواں تھے صحیح میں ہے حضرت انس سے روایت ہے کہ حضرت انجشہ کی آواز خوبصورت تھی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت ہے

شهد المشاهد الا بدرا قال صلی الله تعالٰی علیه وسلم ربّ اشعث اغبر لایؤبه له لواقسم علی الله لابره، منهم البراء بن مالك قال انس فلما کان یوم تستر من بلاد فارس انکشف الناس فقال المسلمون یابراء قسم علی ربك فقال اقسم علیك یار ب لما منحتنا اکتافهم و الحقتنی بنبیك فحل وحمل الناس معه فقتل هر مزان من عظماء الفرس واخذ سلبه وانهزم الفرس وقتل البراء رواہ الترمذی والحاکم وذٰلك فی خلاصة عمر سنة عشرین، (ایحدو بالرجال وانجشه بالنساء وقد کان یحدو وینشد القریض والرجز) وفی الصحیحین عن انس ان انجشه حدا بالنساء فی حجة الوداع فاسرعت الابل فقال صلی الله تعالٰی علیه وسلم یا انجشة رفقا بالقواریر، (ای النساء فشبههن بالقواریر من الزجاج لانه یسرع الیها الکسر فلم یأمن علیه

فرمایا: حضرت براء بن مالک (جو حضرت انس کے بھائی تھے) سوائے بدر کے تمام غزوات میں حاضر رہے اور آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا بہت سے لوگ بکھرے ہوئے بالوں والے خاک الود، جن کی کوئی پروانہیں کرتا (عند اللہ) ایسے (اہم) ہیں کہ اگر کسی معاملے میں اللہ تعالٰی کی قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالٰی ان کی قسم سچی کردیتاہے، اور انہی میں سے ایک براء بن مالک بھی ہیں۔ حضرت انس نے فرمایا کہ ایران میں قلعہ تستر پر جس دن حملہ کیا گیالوگ تتر بتر ہوگئے اس موقع پر حضرت براء سے کہا گیا کہ اپنے پروردگار کے بھروسا پر اس کی قسم کھائیں، چنانچہ حضرت براء نے قسم کھائی اور فرمایا: اے میرے پرودگار! میں تیری ذات کی قسم کھاکر کہتاہوں کہ تونے ہمیں کافروں کے کندھے باندھنے کی طاقت بخشی اور تونے مجھے اپنے نبی مکرم سے ملایا ہے۔ اس کے بعد حضرت براء نے عام لوگوں کے ساتھ مل کر ایرانیوں پر حملہ کیا ان کا سپہ سالار ہرمزان مارا گیا ایرانیوں کو شکست ہوئی اور فرار ہونے لگے اس کا سامان قبضے میں لے لیا گیا اور حضرت براء شہید ہوگئے، امام ترمذی اور حاکم نے اس کو روایت کیا۔ یہ معرکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دور خلافت میں ۲۰ھ میں ہوا، حضرت براء مردوں کے لئے حدی خوانی کیا کرتے تھے جبکہ انجشہ عورتوں کے

الصلٰوۃ والسلام ان یقع فی قلوبھن حداؤہ وقیل نھاہ لان النساء یضعفن عن شدۃ الحرکۃ)قال الدمامینی وحملہ ھذا اقرب الی ظاھر لفظہ من الحمل علی الاول اھملخصاً۔[1]	کجاووں کے قریب جا کر حدی خوانی کرتے، چنانچہ بخاری ومسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت ہے کہ حضرت انجشہ نے حجۃ الوداع کے موقع پر عورتوں کی سواریوں کے پاس جا کر حدی خوانی کی، جس کے نتیجے میں اونٹ تیز رفتار ہوگئے، اس پر حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا اے انجشہ! کانچ کی شیشیوں کے ساتھ نرمی اختیار کرو، تمھیں معلوم ہونا چاہئے کہ تمھارے ساتھ کانچ کی شیشیاں (بوتلیں) بھی ہیں (مراد عورتیں ہیں) کہیں جلدی ٹوٹ نہ جائیں آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عورتوں کو کانچ کی بوتلوں سے تشبیہ دے کر یہ اشارہ فرمایا وہ حدی خوانی اور خوش الحانی سے متاثر نہ ہوجائیں اور یہ مفہوم بھی ہے کہ سواریوں کے بوجہ حدی خوانی تیز رفتار ہوجانے سے وہ کہیں گھبرا نہ جائیں کیونکہ وہ فطرتاً کمزور ہوتی ہیں، علامہ دمامینی نے فرمایا اس کو ظاہری الفاظ پر حمل کرنا بنسبت قول اول کے زیادہ مناسب ہے اور موزوں ہے اھ ملخصاً (ت)

اصابہ فی معرفۃ الصحابہ میں ہے:

روی البغوی باسناد صحیح عن محمد بن سیرین عن انس قال دخلت علی البراء بن مالك وھو یتغنی فقلت لہ قد ابدلك اللہ ما ھو خیر منہ فقال اترھب ان اموت علی فراشی لا واللہ ماکان اللہ لیحرمنی ذٰلك وقد قتلت مائۃ منفردا سوی من شارکت فیہ[2]۔	امام بغوی باسناد صحیح محمد بن سیرین کے حوالے سے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا میں حضرت براء بن مالک کے پاس گیا وہ خوبصورت انداز میں اشعار پڑھ رہے تھے میں نے ان سے کہا بلاشبہہ اللہ تعالٰی نے اس کے بجائے اپ کو وہ چیز عطا فرمائی ہے جو اس سے کہیں بہتر ہے (یعنی قرآن مجید) فرمایا کیا تمھیں یہ خوف ہے کہ میں اپنے بستر پر ہی مرجاؤں گا خدا کی قسم ایسا نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالٰی ایسا نہیں کہ مجھے شہادت سے محروم کردے ایک سو کافر تو خود میرے ہاتھوں

[1] المواھب اللدینہ المقصد الثانی الفصل الرابع ۲ /۱۶۳ وشرح الزرقانی علی المواھب للدنیۃ ۳ /۶ ۷ ۳ و ۳۷۷

[2] الاصابہ فی تمیز الصحابۃ حرف الباء ترجمہ ۶۲۰ البراء بن مالک دار صادر بیروت ۱ /۱۴۳

	قتل ہوئے ہیں اور ان کے علاوہ جن کے قتل میں میری شراکت اور معاونت ہوئی وہ مزید ہیں۔(ت)

امام ابن حجر مکی کف الرعاع عن محرمات اللھو والسماع میں فرماتے ہیں:

قال جمع من الشافعیة والمالکیة منھم الاذرعی فی توسطه والقرطبی فی شرح مسلم الغناء انشادا و استماعا علی قسمین القسم الاول مااعتاد الناس استعماله لمحاولة عمل وحمل ثقیل وقطع مفاوز سفر ترویحا للنفوس وتنشیطا لھا کحداء الاعراب بابلھم وغناء النساء لتسکین صغار ھن ولعب الجواری بلعیبھن فھذا اذا سلم المغنی به من فحش وذکر محرم کو صف الخمور و الغینات لا شك فی جوازہ ولا یختلف فیه وربما یندب الیه اذا نشط علی فعل خیر کالحداء فی الحج الغزو،ومن ثم ارتجز صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ھوالصحابة رضوان اللہ تعالٰی علیھم فی بناء المسجد وحفر الخندق وغیرھما کما ھو مشھور وقد امر النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم نساء الانصاران	شوافع اور مالکیہ کے ایک گروہ نے فرمایا ان میں سے امام اذرعی نے توسط میں اور قرطبی نے شرح صحیح مسلم میں فرمایا: راگ، گانا اور سننا، اس کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم وہ ہے جس کے استعمال کی لوگوں کو عادت ہے کوئی کام کرتے ہوئے بھاری وزن اٹھاتے ہوئے، سفر طے کرتے ہوئے بیابان سے گزرتے ہوئے سواریوں کو تیز قدم کرنے کے لئے دیہاتیوں کا حدی خوانی کرنا، اپنا دل بہلانے اور تسکین وراحت پہنچانے کے لئے خوش الحانی کے ساتھ نغمہ سنج ہونا اور اشعار پڑھنا بشرطیکہ فحش گوئی پر مبنی نہ ہو یہ ہرگز منع نہیں، عورتوں کا بچوں کو بہلانے اور سلانے کے لئے لوریاں دینا، گیت الاپنا اور باندیوں کا کھیل تماشا کرنا بوجہ حد سے تجاوز نہ کرنے کے جائز ہے۔ حد سے تجاوز کرنے سے مراد شراب کی تعریف، گانے والی عورتوں کا تذکرہ وغیرہ ہے۔ یہ امور اگر نہ ہوں تو حدی خوانی کے جائز ہونے میں کوئی شبہہ نہیں، اور اس میں کوئی اختلاف بھی نہیں بلکہ بعض حالات میں یہ فعل مندوب ہوتا ہے یعنی اچھے کام کے لئے راغب کرے جیسے حج، جہاد وغیرہ میں حدی خوانی یہی وجہ ہے کہ تعمیر مسجد نبوی اور خندق کھودے جانے کے موقع پر خود آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

یقلن فی عرس لھن۔ اتیناکم اتیناکم فحیاناوحیاکم و کالاشعار المزھدۃ فی الدنیا الراغبۃ فی الاخرۃ فھی من انفع الواعظ فالحاصل علیھا اعظم الاجر ویؤید مانقله من نفی الخلاف فی ھذا القسم ان ابن عبدالبر وغیرہ قالوا لاخلاف فی اباحۃ الحداء واستماعه وھو مایقال خلف نحو الابل من الشعر سوی الرجز وغیرہ لینشطھا علی السیر ومن اوھم کلامه نقل الخلاف فیه فھو شاذ اومؤول علی حالۃ یخشی منھا شیئ خیر لائق القسم الثانی ماینتحله المغنون العارفون یصنعۃ الغناء المختارون المدن من غزل اشعر مع تلحینه بالتلحینات الانیقۃ وتقطیعه لھا علی النغمات الرقیقۃ	اور صحابہ کرام نے اشعار پڑھے اور نہ صرف ان دو موقعوں پر بلکہ ان کے علاوہ دیگر مواقع پر بھی آپ نے اور آپ کے صحابہ نے رجزیہ اشعار پڑھے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انصار کی خواتین کو یہ حکم فرمایا تھا کہ اپنی شادیوں میں عمدہ اشعار پڑھا کریں، "ہم تمھارے پاس آئے ہم تمھارے پاس آئے اللہ تعالٰی ہمیں بھی زندہ رکھے اور تمھیں بھی زندہ رکھے "اسی طرح ان شعار کا استعمال بھی جائز ہے جو دنیا سے رغبت ہٹا کر آخرت کی رغبت دلانے والے ہوں، اسی قسم کے اچھے اشعار پڑھنا بہترین وعظ ہے اور باعث اجر وثواب ہے اور اس کی تائید اس قول سے ہوتی ہے جو امام موصوف نے اس قسم کی نفی کی خلاف کیا کہ علامہ ابن عبدالبر وغیرہ نے کہا کہ حدی خوانی اور اس کے سننے کے مباح ہونے میں کوئی اختلاف نہیں یہ وہ اشعار گوئی اور حدی خوانی ہوتی تھی جو اونٹوں کو ہانکتے وقت ان کے پیچھے پیچھے کی جاتی تھی بجز رجز وغیرہ کے، اور مقصد یہ ہوتا تھا کہ اونٹوں کو چلنے میں خوش اور چست رکھا جائے اور جو اس سلسلے میں وہم اور اختلاف نقل ہوا ہے وہ شاذ ہے یا اس کی بھی تاویل کردی گئی کہ یہ اس حالت پر محمول ہے جس میں نامناسب بات کا اندیشہ کیا گیا ہو، دوسری قسم (جس کی نسبت گانے والے کی طرف کریں) جو گانیوالوں

التی تھیج النفوس وتطربھا کحمیا الکوؤس فھذا ھو الغناء المختلف علی اقوال العلماء احدھا انه حرام قال القرطبی وھو مذھب مالک (الی قوله) وھو مذھب ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنه وسائر اھل الکوفة [1]۔	کی طرف منسوب ہو، جو فن موسیقی سے ماہر ہوں شائستگی سے غزل شعر کو پسند کریں اپنے لہجہ کے ساتھ خوشنما لہجوں سے اور ان کی تقطیع کریں نغمات رقیقہ پر جو نفوس کو ابھاریں اور آمادہ کریں اور انھیں شراب کے جاموں کا شوق دلائیں پس یہ وہی راگ ہے جس میں علماء کے اقوال مختلف ہیں ان اقوال میں سے ایک قول یہ ہے کہ وہ حرام ہے۔ علامہ قرطبیؒ نے فرمایا کہ امام مالک کا یہی مذہب ہے بلکہ فرمایا کہ یہی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور باقی اہل کوفہ مذہب ہے۔(ت)

اسی میں ہے:

قال الاذرعی ومانسب الی اولئك الصحابة اکثرہ لم یثبت ولو ثبت منه شیئ لم یظھر منه ان ذٰلك الصحابی یبیح الغناء المتنازع فیه فالمروی عنه عمر رضی اللہ تعالٰی عنه ان غلاما دخل علیه فوجدہ یترنم ببیت اونحو ذٰلك فعجب منه فقال اذا خلونا قلنا کما تقول الناس فاللہ اعلم ماکان ذٰلك البیت وما کان ترنمه وصفته وصح عن عثمان رضی اللہ تعالٰی عنه	امام اذرعی نے فرمایا ان لوگوں اور صحابہ کرام کی طرف جو کچھ منسوب کیا گیا ہے ان میں اکثر حصہ ثابت نہیں اور اگر کچھ ثابت بھی ہو جائے تو اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ صحابہ راگ متنازع فیہ کو مباح کہتے تھے چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ ایک غلام ان کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے دیکھا کہ وہ خوش الحانی سے اشعار پڑھ رہے تھے اسے تعجب ہوا تو آپ نے فرمایا کہ جب ہم اکیلے اور تنہا ہوتے ہیں تو وہی کچھ کہتے ہیں جو لوگ کہتے ہیں پس اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے کہ وہ اشعار کیا تھے اور ان کا حال اور کیفیت کیا تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے

[1] کف الرعاع عن محرمات اللھو والسماع دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۵۹تا۶۱

ماتمنیت ای زینت فاطلاق القول بنسبة الغناء المتنازع فیه واستماعه الی ائمة الھدٰی تجاسرولا یفھم الجاھل منه ھذا الغناء الذی یتعاطاہ المغنون المخنثون ونحوھم وقال الشیخ الامام ابراھیم المروزی فی تعلیقه وعن عمر وعبدالرحمٰن بن عوف وابی عبیدة بن الجراح وابی مسعود الانصاری انھم کانوا یترنمون بالاشعار فی الاسفار وکذٰلك عن اسامة بن زید وعبداللہ بن ارقم وعبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنھم والترنم کذٰلك لیس فی محل النزاع اذھو من انواع القسم الاول من القسمین السابقین وقد مر انه لاخلاف وبه یعلم ان الظاھر الذی یتعین القطع به ان غالب ماحکی عن الصحابة رضی اللہ تعالٰی عنھم وعمن بعدھم من الائمة انما ھو من ھذا القسم الذی لاخلاف فیه [1] وتمامه فیه وفیما ذکرنا کفایة، واللہ سبحنه وتعالٰی اعلم۔	بصحت ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ میں گیت گاتا ہوں تو اسے میں بنا سنوار لیتاہ ہوں لہٰذا غنا متنازع فیہ اور اس کے سننے کی اجازت کی نسبت ہدایت یافتہ اماموں کی طرف کرنا بہت بڑی جرات ہے اور جاہل آدمی اس سے یہ غنا نہیں سمجھتا جو گانے والے ہیجڑے وغیرہ اختیار کرتے ہیں شیخ امام ابراہیم مروزی نے اپنی تعلیق میں فرمایا حضرت عمر فاروق حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح اور حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہم یہ سب اپنے سفروں کے دوران خوش الحانی سے اشعار پڑھا کرتے تھے اسی طرح حضرت اسامہ بن زید، حضرت عبداللہ بن ارقم اور حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت ہے پس اس طرح کا ترنم محل نزاع نہیں کیونکہ وہ سابقہ دو قسموں سے پہلی قسم میں داخل ہے۔اور پہلے یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں،اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ ظاہر بات جس کا قطعی ہونا متعین ہو یہ ہے کہ جس کی حکایت صحابہ کرام اور ان کے بعد ائمہ حضرات کی طرف کی گئی غالبا اسے یہی قسم مراد ہے جس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں، پوری بحث اس میں مو موجود ہے اور ہم نے جو کچھ بیان کیا وہ کافی ہے اور اللہ تعالٰی پاک برتر اور سب سے بڑا عالم ہے۔(ت)

[1] کف الرعاع عن محرمات اللھو والسماع دار الکتب العلمیه بیروت ص ۶۷۔۶۶

مسئلہ ۱۱۵: از کلکتہ دھرم تلا ۱۲۴ مرسلہ جناب محمد یونس صاحب ۸ رجب ۱۳۲۷ھ

علمائے دین سے سوال یہ ہے کہ اس شخص کا کیا حال ہے کہ عمرو دو زوجہ رکھتا ہے اور دونوں سے مباشرت ایک مکان میں بے پردہ کرتا ہے اور جو اس سے کہا جاتا ہے تو کہتا ہے اپنی بی بی سے کیا حجاب۔

الجواب:

یہ امر مکروہ و بے حیائی ہے مرد کو بی بی سے حجاب نہیں تو بی بی کو بی بی سے تو ستر فرض ہے اور حیا لازم ہے۔ بحر الرائق و فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

یکرہ ان یطأ احدھما بحضرۃ الاخرٰی حتی اوطلب وطاھا لم یلزمھا الاجابۃ ولا تصیر فی الامتناع ناشرۃ ولا خلاف فی ھذہ المسائل[1]۔	دو بیویوں میں سے کسی ایک سے دوسری کی موجودگی میں ہمبستری کرنا مکروہ ہے اگر شوہر ایک بیوی سے دوسری بیوی کی موجودگی میں اس قسم کا تقاضا کرے تو بیوی کے لئے اس کا تقاضا پورا کرنا ضروری نہیں، اور اس انکار یا رکاوٹ کے سبب وہ نافرمان نہیں ہوگی۔ ان مسائل میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ (ت)

ردالمحتار شرح ملتقی اس میں امام قاضیخاں اس میں منتقی امام حاکم الشہید سے ہے:

یکرہ للرجل ان یطأ امرأتہ وعندھا صبی یعقل او اعمٰی اوضرتھا اوامتھا اوامتہ[2]۔	کسی ذی عقل و ذی فہم بچے، کسی اندھے، اپنی بیوی کی سوکن اور اپنی یا بیوی کی لونڈی کی موجودگی میں بیوی کے ساتھ ہمبستر ہونا مرد کے لئے مکروہ ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۱۶: بھیڑ ضلع بریلی مرسلہ طابل حسین خان ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

قبر پر اذان کہنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان کیجئے اور ثواب حاصل کیجئے۔ ت)

---

[1] بحر الرائق کتاب النکاح باب القسم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۲۲۱، فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الحادی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۴۱

[2] ردالمحتار کتاب النکاح باب القسم داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۹۲

الجواب:

قبر پر اذان کہنے میں میت کا دل بہلتا اور اس پر رحمت الٰہی کا اترنا اور سوال جواب کے وقت شیطان کا دور ہونا اور ان کے سوا اور بہت فائدے ہیں جن کی تفصیل ہمارے رسالہ "ایذان الاجر فی اذان القبر" میں ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۱۷تا۱۲۰: کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) زید فجر کے بعد پانچ بجے کے مسجد میں چراغ بغرض رونق وزینت مسجد، نہ کہ بغرض تلاوت اور مطالعہ کتب دینیہ جلادیتا ہے حالانکہ روشنی کی اس وقت ضرورت نہیں ہوتی ہے کیونکہ نمازیوں کی آمد پونے چھ بجے اور جماعت بعد چھ بجے طلوع روشنی صبح صادق میں ہوتی ہے اور علاوہ اس کے سرکاری لالٹین کی روشنی تینوں دروں میں مسجد کے اور صحن میں کافی طور سے ہوتی ہے عمرو جو مہتمم قدیم مسجد کا ہے اور سیکڑوں روپیہ اپنی کوشش موفورہ سے فراہم کرکے مسجد کی ترمیم و دیگر اخراجات میں لگاتا رہا ہے بلکہ اب بھی مرمت کرارہا ہے زید کو اس وقت کے فضول بلاضرورت چراغ جلانے سے منع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مسجد کے مال میں اسراف نہ چاہئے مگر زید نہیں مانتا پس ایسی صورت میں چراغ جلانا چاہئے یا نہیں؟

(۲) زید نے مسجد کی مرمت کے نام سے مسلمانوں سے کچھ چندہ جمع کیا اور عمرو مہتمم سے بھی دس روپیہ مرمت کے بہانے سے لئے جو اس کے پاس مرمت مسجد کے لئے رکھے تھے اس روپیہ سے اپنے چچا کی قبر جو مسجد سے باہر تھی پختہ بنواکر مسجد کے اندر داخل کرلی اور بقیہ روپیہ خورد ونوش کرلیا حساب نہیں سمجھایا مسجد کی مرمت کا روپیہ قبر یا اپنے صرف میں لانا کیسا ہے اور وہ شخص شرعًا کسی مواخذہ کے قابل ہے؟ **بینوا توجروا۔**

(۳) زید کہتا ہے کہ تلاوت قرآن مجید مسجد کے اندر گناہ، نہیں چاہئے۔ عمرو کہتا ہے کہ گناہ نہیں ہے۔ اگر جماعت ہوتی ہو یا کوئی نماز پڑھتا ہو تو دل میں آہستہ پڑھنا اور جبکہ یہ امر مانع نہ ہوں تو بآواز پڑھنا بھی جائز ہے گناہ نہیں، زید کا قول درست ہے یا عمرو کا؟ **بینوا توجروا**

(۴) زید اپنا اثاث البیت مسجد کے حجرہ میں رکھ لیتا ہے جس سے مسجد کے اسباب کو پراگندگی اور مسافروں اور طلباء کو تکلیف ہوتی ہے اور بہنوئی اس کا اکثر اوقات مسجد کے اندر سورہتا ہے یہ فعل زید کا کیسا ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

(۱) جبکہ اس وقت مسجد میں کوئی نہیں آتا چراغ جلانا فضول وممنوع ہے خصوصا جبکہ لالٹین کی روشنی ہوتی ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) مسجد کے روپیہ سے اپنے چچا کی قبر پکی بنانا حرام تھا اور دھوکا دے کر لینا اور بھی سخت حرام، ایسا شخص فاسق فاجر مرتکب کبائر ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۳) زید کا قول غلط ہے مسجد میں قرآن عظیم کی تلاوت بیشک جائز ہے اور کسی کے نماز وظیفہ میں خلل نہ آئے تو بآواز پڑھنا بھی جائز ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۴) مسجد کا اسباب پراگندہ اور مسافروں اور طلباء کو ناحق تکلیف دینا حرام ہے۔اور بے اعتکاف کے مسجد میں سونے کی اجازت نہیں۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۲۱: بعد نماز فجر اور آفتاب طلوع ہونے سے قبل قرآن شریف کی تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

بیشک جائز ہے بلکہ بہت اعلٰی وقت ہے جبکہ آفتاب طلوع نہ کرے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۲۲: از افریقہ حاجی عبداللہ ویعقوب علی ۲۴ محرم ۱۳۳۱ھ

راستے میں چلے جانا اور قرآن مجید پڑھتے جانا رستے میں نجس مکان بھی آتے ہیں جن کی بدبو سے چلنا بھی مشکل ہوتا ہے کیا ایسے مکانوں سے چلے جانا اور قرآن مجید پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

راستے میں قرآن شریف کی تلاوت دو شرط سے جائز ہے۔ایک یہ کہ وہاں کوئی نجاست نہ ہون، دوسرے یہ کہ راہ چلنا اسے قرآن عظیم پڑھنے سے غافل نہ کرے جہاں نجاست یا بدبو ہو وہاں خاموش رہے جب وہ جگہ نکل جائے پھر پڑھے، **واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم** (اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ جانتا ہے اور اس بزرگی والے کا علم سب سے زیادہ کامل اور زیادہ پختہ ہے۔ت)

مسئلہ ۱۲۳: از سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۴ رجب ۱۳۳۱ھ

سونے سے اُٹھ کر آیۃ الکرسی پڑھنا کیسا ہے بعض استاد حقہ پیتے ہیں اور شاگرد کو پڑھاتے جاتے ہیں۔**بینوا توجروا**

الجواب:

سونے سے اٹھ کر ہاتھ دھو کر کلی کرلے اس کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے، اگر منہ میں حقہ وغیرہ کی بدبو ہو یا کوئی کھانے پینے کی چیز ہو تو بغیر کلی کئے تلاوت نہ کرے جو استاد ایسا کرتے ہیں برا کرتے ہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۲۴: از موضع منصور پور متصل ڈاک خانہ قصبہ شیش گڈھ بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ محمد شاہ خان ۳۰ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر صاحبان کو دیکھا گیا ہے کہ کعبہ شریف کی جانب پشت کرکے دیوار مسجد کے سہارے سے بیٹھ کر تسبیح وغیرہ پڑھتے ہیں ایسے صاحبان کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب:

یہ نامناسب ہے حدیث میں ہے:

افضل المجالس ما استقبل بہ القبلۃ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔	سب میں بہتر نشست روبہ قبلہ ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۵ و ۱۲۶: مسئلہ حافظ عبداللطیف صاحب مدرس مدرسہ حنفیہ سہسوان از سہسوان ۲۸ صفر ۱۳۳۲ھ

(۱) مصحف مجید جو نہایت بوسیدہ ہو جائے اس کو اولٰی دفن یا احراق اور اگر دفن ہو تو کس جگہ؟

(۲) اسپند پر بعض حفاظ کوئی آیت پڑھ کر پھونکتے ہیں پھر وہ جلایا جاتا ہے یہ فعل کیسا ہے؟ **بینوا توجروا** (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب:

(۱) مصحف کریم کا احراق جائز نہیں نص علیہ فی الدرالمختار (درمختار میں اس کی صراحت کی گئی ہے۔ ت) بلکہ حفاظت کی جگہ دفن کیا جائے جہاں پاؤں نہ پڑیں، اور اگر تھوڑے اوراق ہوں تو اولٰی یہ ہے کہ مسلمانوں کے بچوں کو ان کی تعویذ تقسیم کردئے جائیں۔

(۲) اسپند پر کوئی آیت دم کرکے جلانے میں حرج نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۲۷ و ۱۲۸: از داناپور کمپ مسئولہ پیر خیر شاہ صاحب ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ

(۱) زید اپنی زوجہ کی پستان منہ میں رکھ کر جماع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ لذت زیادہ حاصل ہوتی

---

[1] کنز العمال برمز طب عن ابن عباس حدیث ۲۵۴۰۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۱۳۹

ہے کیا اس کو کسی طرح کا ہرج نکاح میں آسکتا ہے یا اس کو ہر حال میں ہمیشہ کے لئے مباح ہے؟

(۲) زید اپنی زوجہ سے کہتا ہے کہ تیری پستان بالکل خورد تری ہیں مجھ کو لذت جماع حاصل نہیں ہوتی اس کی زوجہ نے خاوند کی رضا کے لئے اپنے پستان خود ہی چوسنا اور پینا شروع کیا یہاں تک کہ اس کے پستان بوجہ دودھ آنے کے خوبصورت بن گئے۔ اب وہ خاوند خوش ہوگیا وہ عورت ایسا کرسکتی ہے کیا اپنا دودھ پی سکتی ہے؟ جواب کتب معتبرہ سے عنایت فرمائیں۔

الجواب:

(۱) صورت مستفسرہ جائز ہے بلکہ اگر نیت محمود ہو تو امید اجر ہے جیسا کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے باہم زوجین میں مس شرمگاہ یک دگر فرمایا: **ارجو انھما یوجران علیہ**[1] میں امید کرتا ہوں کہ وہ دونوں اس پر اجر دئے جائیں گے۔

اصل یہ ہے کہ شرع مطہر کو جس طرح اپنی حرام فرمائی ہوئی چیز یعنی زناء کے دواعی مبغوض ہیں ویسے ہی اپنی حلال کی ہوئی چیز یعنی جماع زوجہ کے دواعی محبوب ہیں ہاں اگر عورت شیر دار ہو تو ایسا چوسنا نہ چاہئے جس سے دودھ حلق میں چلا جائے اور اگر منہ میں آجائے اور حلق میں نہ جانے دے تو مضائقہ نہیں کہ شیر زن حرام ہے نجس نہیں البتہ روزے میں اس صورت خاص سے احتراز چاہئے۔ **کما نصوا علی کراھۃ ذوق شیئ الا ضرورۃ** (جیسا کہ کسی چیز کا چکھنا بغیر کسی ضرورت کے ائمہ فقہ نے اس کے مکروہ ہونے کی تصریح فرمائی۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) یہاں جو بات فرض کی ہے دو وجہ سے مستبعد ہے۔ ایک چھوٹی پستان کا ایسا ہونا کہ عورت جسے خود پی سکے دوسرے اپنے پینے کی وجہ سے دودھ اترآنا، بہر حال اگر خالی پستان پی لیا مضائقہ نہیں اور اگر دودھ پیا تو حرام ہے بلکہ دودھ کی پستان پینے سے خوبصورت ہوجانا خلاف واقع ہے۔ دودھ بھرے ہونے سے خوبصورتی ہوگی اور خالی ہو کر اور بدصورتی ہوجائے گی۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۲۹: مسئولہ معظم علی صاحب پیش امام جامع مسجد حیدرآباد دکن ۷ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جامع مسجد بلدہ حیدرآباد دکن میں منبر کے پاس جو مصلے کا محراب ہے اس کے گردا گرد آیات قرآنی بخط طغرا سنگ سیاہ پر کندہ ہیں اگر خطیب صاحب منبر پر خطبہ پڑھنے کے لئے کھڑے رہے تو آیت قرآنی نیچے ہوتی ہیں تو کیا آیات قرآنی بوجہ منبر کے نیچے ہونے کے بے ادبی و بے حرمتی ہوتی ہے اگر بے ادبی ہے تو ان آیات کو

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ فصل فیما یکرہ من النظر والمس الخ نولکشور لکھنؤ ۴ /۷۸۳

سیمنٹ یا چونے سے پوشیدہ کر دیں تو کوئی گناہ تو نہیں؟

الجواب:

دیواروں پر کتابت قرآن عظیم میں رجحان جانب ممانعت ہے اور اگر منبر پر کھڑے ہونے میں اس طرف امام کی پیٹھ ہوتی ہے تو ضرور خلاف ادب ہے اور اگر پاؤں یا مجلس سے بلاسائر نیچے ہیں تو اور زیادہ سوء اور ادب ہے ان حالتوں میں ان کا سیمنٹ یا چونے کسی پاک چیز سے بند کر دینا حرج نہیں رکھتا بلکہ بہ نیت ادب محمود ہے اور اگر نہ نیچے ہیں نہ پیچھے جب بھی اگر اس قول راجح کے لحاظ سے یا اس لئے کہ محراب میں کوئی شے شاغل۔ نظر نہ ہونی چاہئے بند کرنے میں حرج معلوم نہیں ہوتا۔

فان الامور بمقاصدها [1] وانما لکل امرئ مانوی [2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	کیونکہ کام اپنے مقاصد پر مبنی ہیں، اور ہر آدمی کے لئے وہی کچھ ہے جس کا اس نے ارادہ کیا۔ اور اللہ تعالٰی سب کچھ خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۳۰: مسئولہ محمود الحسن گوالیار بروز شنبہ تاریخ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

جامع مسجد میں وعظ کسی کی اجازت سے ہونا چاہئے یا اگر کوئی تقریر وغیرہ کرنا چاہئے اور اس کی قابلیت علم علوم دینیہ میں کافی نہ ہو اور اس کی تقریر اشتعال انگیز ہو کیا اس کو امام مسجد تقریر کرنے سے بند کر سکتا ہے؟

الجواب:

وعظ میں اور ہر بات میں سب سے مقدم اجازت اللہ ورسول ہے جل اللہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو کافی علم نہ رکھتا ہو اسے واعظ کہنا حرام ہے اور اس کا وعظ سننا جائز نہیں اور اگر کوئی معاذ اللہ بد مذہب ہے تو وہ نائب شیطان ہے اس کی بات سننی سخت حرام ہے اور اگر کسی کے بیان سے فتنہ اٹھتا ہو تو اسے بھی روکنے کا امام اور اہل مسجد سب کو حق ہے۔ اور اگر پوری عالم سنی صحیح العقیدہ وعظ فرمائے تو اسے روکنے کا کسی کو حق نہیں۔ **بقولہ تعالٰی:**

"وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ" [3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالٰی کے گھروں میں اس کا نام لینے سے روکے، اور اللہ تعالٰی سب کچھ اچھی طرح جانتا ہے۔ (ت)

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الثانیہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۸۳

[2] صحیح البخاری باب کیف بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴

مسئلہ ۱۳۱: از مقام اہور ملک مارواڑ متصل آئر نپورا پیر محمد امیر الدین بروز یک شنبہ بتاریخ ۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ

بروز جمعہ کو مکتوب کے لڑکوں کو چھٹی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو مع حدیث وآیت کے آگاہ فرمائیں فقط۔

الجواب:

جمعہ کی چھٹی ہمیشہ معمول علمائے اسلام ہے اور اسی قدر اس کی سند کے لئے کافی۔ ایسی جگہ بالخصوص آیت یا حدیث ہونا ضرور نہیں اور آیت وحدیث سے یوں نکال بھی سکتے ہیں کہ حدیث صحیح میں جمعہ کی پہلی ساعت سے جمعہ کی طرف جانے کی ترغیب فرمائی تو صبح سے فراغ جمعہ تک تو وقت اہتمام وانتظار جمعہ میں گزرا پڑھنے کا کیا وقت ہے اگر کہئے مسجد میں جا کر پڑھے تو قبل جمعہ حلقہ سے ممانعت فرمائی بعد نماز فرمایا گیا:

"فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ"[1]۔	جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

یہاں بھی تجارت وکسب حلال کا ذکر فرمایا نہ کہ تعلیم علم کا تو معلوم ہوا کہ وہ دن چھٹی کا ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۳۲: از بدایوں کچہری کلکٹری محافظ تھانہ صدر مسئولہ سلامت اللہ نائب محافظ دفتر پٹواری بروز شنبہ بتاریخ ۱۱ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ذیل کے مسئلہ میں اگر مرد کو معلوم ہو کہ میری بی بی حاملہ ہے تو کس مدت تک عورت سے صحبت کرنا جائز ہے؟ فقط

الجواب:

جب تک بچہ پیدا نہ ہو۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۳۳: از شاہجہانپور بازار سبزی منڈی محمد رضا خاں سوداگر بروز دوشنبہ ۱۹ رجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جامع مسجد اور عیدگاہ میں واسطے ترمیم ان دونوں مسجدوں کی یا کسی اور مسجد کی خواہ اسی شہر میں ہو یا دوسرے شہر میں، جائز ہے یا ناجائز؟ اور اگر کوئی سائل اپنی ذاتی حاجت کے واسطے چندہ طلب کرے یا مؤذن اور امام مسجد اس کے واسطے اعلان

---

[1] القرآن الکریم ۶۲ /۱۰

کردے تو جائز ہوگا یا ناجائز؟ یا جامع مسجد یا عیدگاہ میں چندہ طلب کرنا وقت قراءت خطبہ کے حکم جواز میں ہے یا عدم جواز میں؟ اور رافضی کی مسجد میں سنی المذہب کا نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟ مکروہ یا غیر مکروہ؟ اگر روافض نے مسجد بنوادی ہے اور اس میں روافض نماز کے واسطے کسی وقت حاجر نہ ہوسکے اور سنی لوگ اس کے گردو پیش سکونت رکھتے ہوں اور اس مسجد میں نماز پنجوقتہ پڑھا کریں تو سنیوں کے واسطے موجب قباحت شرعًا ہے یا نہیں؟ نماز اس مسجد میں سنیوں کی بکراہت ادا ہوگی یا بلا کراہت؟ اور علماء جو وعظ مساجد جامع یا غیر جامع میں کہتے ہیں اور حاضرین کو پند ونصائح سناتے ہیں اور وہ ان کی خدمت وتواضع نقود وغیرہ سے کرتے ہیں یہ آمدنی ان کو جائز ہے یا ناجائز؟ اور بعضے صرف حمد ونعت پڑھتے ہیں اور سامعین ان کی خدمت گزاری نقد وجنس سے کرتے ہیں یہ امر مساجد وغیر مساجد میں مباح ودرست ہے یا نہیں اور یہ آمدنی ان کے واسطے درجہ جواز میں ہے یا عدم جواز میں؟ یہ لوگ ماتحت آیہ کریمہ "اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَةِ٘"[1] (یہی وہ لوگ ہیں کہ جنھوں نے دنیاوی زندگی کو آخرت کے بدلے میں خرید لیا ہے۔ت) کے داخل ہیں یا خارج؟ اس سے تین حاملین کہ مقصود طرفین الصاع اور انتفاع اور نفع رسانی اور مہمان نوازی اور مسافر پروری ہو، **بینوا توجروا** (بیان فرمایئے اجر پایئے۔ت)

الجواب:

خطبہ کے وقت چندہ مانگنا خواہ کوئی بات کرنا حرام ہے اور خالی وقت میں مسجد یا اور کسی دینی کام یا کسی مسلمان حاجتمند کے لئے مانگے جس سے نمازیوں کی نماز میں خلل نہ آئے سنت سے ثابت ہے اور اپنے لئے مانگنے کی مسجد میں اجازت نہیں، روافض کی بنائی ہوئی مسجد شرعًا مسجد نہیں نماز اس ہوگی جیسے کسی گھر میں اگر محلّہ میں کوئی مسجد اہلسنت کی ہے تو اسے چھوڑ کر اس میں پڑھنا ترک مسجد ہوگا اور ترک مسجد بلاعذر شرعی جائز نہیں۔ حدیث میں ہے:

لاصلٰوۃ لجار المسجد الا فی المسجد[2]۔	مسجد کے پڑوسی کی نماز سوائے مسجد نہیں ہوتی۔(ت)

اور اگر کوئی مسجد نہیں تو اپنی مسجد بنائیں یا اسی کو مول لے کر وقف کردیں اس میں تین صورتیں ہیں اگر وعظ کہنے اور حمد ونعت پڑھنے سے مقصود یہی ہے کہ لوگوں سے کچھ مال حاصل کریں تو بیشک اس آیہ الکریمہ کے تحت میں داخل ہیں اور حکم "لَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا٘"[3] (میری آیتوں کے بدلے تھوڑے دام

[1] القرآن الکریم ۲/ ۸۶

[2] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الصلٰوۃ باب الماموم یصلی خارج المسجد الخ دار صادر بیروت ۳/ ۱۱۱

[3] القرآن الکریم ۲/ ۴۱

نہ وصول کرو۔ت) کے مخالف۔ وہ آمدنی ان کے حق میں خبیث ہے خصوصاً جبکہ ایسے حاجتمند نہ ہوں جن کو سوال کی اجازت ہے کہ اب تو بے ضرورت سوال دوسرا حرام ہوگا اور وہ آمدنی خبیث تر و حرام مثل غصب ہے، عالمگیریہ میں ہے:

ماجمع السائل بالتکدی فھو خبیث [1]۔	سائل نے کدوکاوش سے جو کچھ جمع کیا وہ ناپاک ہے۔(ت)

دوسرے یہ کہ وعظ حمد و نعت سے ان کا مقصود محض اللہ ہے اور مسلمان بطور خود ان کی خدمت کریں تو یہ جائز ہے اور وہ مال حلال، تیسرے یہ کہ وعظ سے مقصود تو اللہ ہی ہو مگر ہے حاجتمند اور عادۃً معلوم ہے کہ لوگ خدمت کریں گے اس خدمت کی طمع بھی ساتھ لگی ہوئی ہے تو اگرچہ یہ صورت دوم کے مثل محمود نہیں مگر صور اولیٰ کی طرح مذموم بھی نہیں جسے درمختار میں فرمایا:

الوعظ لجمع المال من ضلالۃ الیھود و النصارٰی [2]۔	مال جمع کرنے کے لئے وعظ کہنا یہود و نصارٰی کی گمراہیوں سے ہے۔

یہ تیسری صورت بین بین ہے اور دوم سے بہ نسبت اولیٰ کے قریب تر ہے جس طرح حج کو جائے اور تجارت کا کچھ مال بھی ساتھ لے جائے جسے " لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ " [3] (تم پر کچھ گناہ نہیں کہ تم اپنے پروردگار کا فضل (یعنی رزق حلال) تلاش کرو۔ت) فرمایا۔ لہٰذا فتوٰی اس کے جواز پر ہے۔

افتی بہ الفقیہ ابواللیث رحمہ اللہ تعالٰی کما فی الخانیۃ والھندیۃ وغیرھما والذی ذکرتہ توفیق بین القولین وباللہ التوفیق واللہ تعالٰی اعلم۔	حضرت فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمہ اللہ تعالٰی نے اس پر فتوٰی دیا ہے جیسا کہ فتاوٰی قاضی خاں اور فتاوٰی عالمگیری وغیرہ میں مذکور ہے اور جو کچھ میں نے بیان کیا ہے یہ دو۲ قولوں کے درمیان موافقت پیدا کرنا ہے اور اللہ تعالٰی ہی سے توفیق ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۳۴۹

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲ /۲۵۳

[3] القرآن الکریم ۲ /۱۹۸

مسئلہ ۱۳۴: مسئولہ عبدالرحمٰن از گگرہ ضلع کھیری بروز شنبہ بتاریخ ۱۱ شعبان المعظم ۱۳۳۴ھ

چہ میفرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ (کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں۔ت) کہ زید عرصہ اٹھارہ سال سے سفر حضر معمولی علالت میں بہ پابندی بعد ادائے نماز فجر تلاوت قرآن مجید کیا کرتا ہے گو دنیاوی تعلقات اور گوناگوں تفکرات اسے بہت ہی لاحق ہیں مگر وہ اس فرض کو ہر حالت میں انجام دیتا رہتا ہے مگر بوجہ کم استعداد ہونے کے وہ مطالب سے لاعلم رہتا ہے اسی صورت میں وہ مترجم قرآن مجید لفظی اردو یا فارسی کا ترجمہ دیکھ کر روزانہ بجائے دو پارہ ایک ربع یا اس سے کم وبیش تلاوت کرے یا حسب معمول روزانہ دو پارہ تلاوت کرے۔ دونوں میں سے کون افضل ہے؟

بینوا توجروا

الجواب:

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

احب الاعمال الی اللہ ادومھا وان قل[1]۔	اللہ عزوجل کو سب سے زیادہ وہ عمل پسند ہے جو ہمیشہ ہو اگرچہ کم ہو۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لا تکن مثل فلان کان یقوم اللیل ثم ترک قیام اللیل[2]۔	فلاں کی طرح نہ ہونا تہجد پڑھا کرتا تھا پھر چھوڑ دیا۔

مہینے میں دو ختم خیر کثیر ہے اور جب اٹھارہ سال سے اس کا التزام ہے تو اس میں کمی ہرگز نہ کی جائے وفیہ حدیث عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنھما (اور اس بارے میں حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث موجود ہے۔ت) قرآن عظیم کے مطالب سمجھنا بلاشبہہ مطلوب اعظم ہے مگر بے علم کثیر کافی کے ترجمہ دیکھ کر سمجھ لینا ممکن نہیں بلکہ اس کے نفع سے اس کا ضرر بہت زیادہ ہے جب تک کسی عالم ماہر کامل سنی دیندار سے نہ پڑھے خصوصا اس حالت میں کہ ترجمہ شیخ سعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سوا آج تک اردو فارسی جتنے ترجمے چھپے ہیں کوئی صحیح نہیں بلکہ ان باتوں پر مشتمل ہیں کہ بے علم بلکہ کم علم کو بھی گمراہ کردیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الرقاق باب القصد والمداومۃ علی العمل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۵۷

[2] سنن ابن ماجہ ابواب اقامۃ الصلوٰۃ باب ماجاء فی قیام اللیل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۹۵

(اور اللہ تعالٰی حق ارشاد فرماتا ہے اور وہی سیدھی راہ دکھاتا ہے ہمیں اللہ تعالٰی کافی ہے، اور وہ اچھا کارساز ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۵: از ملک کاٹھیاواڑ مقام اڑتیان امین احمد پنجشنبہ ۱۹ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

قرآن شریف کی تلاوت آواز سے کرنا یا آہستہ چاہئے؟

الجواب:

قرآن عظیم کی تلاوت آواز سے کرنا بہتر ہے مگر نہ اتنی آواز سے کہ اپنے آپ کو تکلیف یا کسی نمازی یا ذاکر کے کام میں خلل ہو یا کسی جائز نیند سونے والے کی نیند میں خلل آئے یا کسی بیمار کو تکلیف پہنچے یا بازار یا سرایا عام سڑک ہو یا لوگ اپنے کام کاج میں مشغول ہیں اور کوئی سننے کے لئے حاضر نہ رہے گا ان صورتوں میں آہستہ ہی پڑھنے کا حکم ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۳۶: مرسلہ عبدالستار بن اسمٰعیل صاحب از گونڈل کاٹھیاواڑ یکم صفر ۱۳۳۵ھ

اکثر لوگ اپنی اپنی جوتیوں کو بغرض حفاظت مسجد کے اندر لیجاکر اپنے قریب یا کسی گوشہ میں رکھتے ہیں یہ جائز ہے یانہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

جوتے جن میں نجاست نہ اگر کسی شہ میں رکھ دئے جائیں یا اپنے پاؤں کے سامنے تو حرج نہیں مگر سجدہ کے سامنے نہ ہو کہ نمازی کی طرف رحمت الٰہی موجود ہوتی ہے نہ دہنی طرف کو ادھر ملائکہ ہیں نہ بائیں طرف کہ دوسرے کے دہنی طرف ہوں گے، ہاں اگر یہ کنارہ پر کھڑا ہے کہ اس کے بائیں طرف کوئی نہیں اور دیوار کے ساتھ متصل ہے کہ کسی کے آنے کا بھی احتمال نہیں تو رکھ سکتا ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۳۷: مرسلہ محمود احمد صاحب از قصبہ دیوی شریف ضلع بارہ بنکی ۱۰صفر المظفر ۱۳۳۵ھ

کیاارشاد فرماتے ہیں حضرات علمائے دین اسلام ومفتیان شریعت خیر الانام علیہ الصلٰوۃ والسلام کہ جس طرح آگرہ میں مقبرہ تاج محل کے بیرونی پھاٹک واندرونی در وپر ونیز دہلی کی جامع مسجد کے در پر اور بعض دیگر مقدس مقامات ومساجد کے دروں پر آیات قرآن مجید کندہ ہیں اگر کسی بزرگ وبر گزیدہ خدا کے مقبرہ کے دروں پر بایں احتیاط کہ زمین سے سات فٹ بلندی پر جہاں کسی قسم کی بے ادبی کا گمان بھی نہ ہو قرآن مجید کی کوئی سورہ یا اسماء جناب احدیت جل جلالہ سنگ مرمر کے ایسے مضبوط مصالحہ سے لکھے جائیں جو مثل پتھر کے مستحکم ہوں اور جن کا رنگ دھوپ یا پانی سے کبھی تبدیل نہ ہوسکے اور حروف ہمیشہ بدستور قائم ہریں تو شرعًا جائز ہے نہیں؟**بینوا توجروا**

الجواب:

دیواروں پر کتابت سے علماء نے منع فرمایا ہے **کما فی الهندیة وغیرها** (جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری وغیرہ میں ہے۔ت) اس سے احتراز ہی اسلم ہے۔ اگر چھوٹ کر نہ بھی گریں تو بارش میں پانی ان پر گزر کر زمین پر آئے گا اور پامال ہوگا غرض مفسدہ کا احتمال ہے اور مصلحت کچھ بھی نہیں لہٰذا اجتناب ہی چاہئے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۳۸: جناب مولوی صاحب یہ عرض ہے اگر چلے کے اندر عورت مرد سے بولے پھر عورت چالیس دن کا چلہ نہائے تو عورت پاک ہوجائے گی اور نماز روزہ اور قرآن شریف کی عبادتوں کے لائق ہوجائے گی۔ چلے کے اندر عورت نے انکار کیا مرد ناراض ہو یا کہے کہ جی میں آتا ہے کہ میں نکاح کرلوں، عورت کو ان باتوں کا خیال ہو اور بلوالے اس کا مسئلہ، اس سے بہت ڈر معلوم ہوتا ہے۔

الجواب:

بچہ پیدا ہونے کے بعد جس وقت خون بند ہوجائے اگر چلے کے اندر پھر نہ آئے تو اسی وقت عورت پاک ہوجاتی ہے مثلاً فقط ایک منٹ بھر خون آیا پھر نہ آیا تو بچہ پیدا ہونے کے اسی ایک منٹ تک ناپاکی تھی پھر پاک ہوگئی، نہاکے نماز پڑھے روزہ رکھے، پھر اگر چلے کے اندر خون نہ آیا تو یہ نماز روزے سب صحیح ہوگئے اور اگر پھر آگیا تو نماز روزے پھر چھوڑدے۔ اب اگر پورے چلے یا اس سے کم پر جاکر بند ہوا تو شروع پیدائش سے اس وقت تک سب دن خون کے سمجھے جائیں گے وہ نمازیں جو پڑھیں بیکار گئیں اور وہ فرضی روزے جو رکھے قضا کئے جائیں گے اور اگر چلے سے بھی باہر جاکر بند ہوا اس سے پہلے بچہ پیدا ہونے میں جتنے دن خون آیا تھا اتنے دن ناپاکی کے سمجھے جائیں گے باقی پاکی کے۔ مثلاً گھڑی بھر خون آیا اور بند ہوگیا پھر پچیس دن بعد آیا اور چالیس دن سے پاؤ گھڑی زیادہ تک آیا کہ شروع پیدائش بچہ سے اس وقت تک چالیس دن پاؤ گھڑی کا عرصہ ہوا تو اس سے پہلے اگر کوئی بچہ نہ ہوا تھا جب تو پورا چلہ ناپاکی کا ہوگا فقط پاؤ گھڑی یا جتنا چلے سے بڑھا استحاضہ ہے اس میں وضو کرکے نماز پڑھ سکتی ہے اور روزہ تو بہر حال روا ہے۔ اور اگر پہلے بچہ پر مثلاً بیس دن خون آیا تھا تو بیس دن ناپاکی کے ہیں باقی دن پاکی کے ہیں ان میں نماز روزے نہ رکھے ہوں قضا کرنے ہوں گے یہ حکم ہے۔ اور عورتوں میں جو مشہور ہے کہ خون آئے یا بند ہوجائے چلہ پورا ہی کرکے نہاتی ہیں اور جب تک نمازیں قضا کرتی ہیں یہ سخت حرام ہے۔ رہا خاوند کے پاس جانا اگر چلہ کے اندر خون بند ہوجائے اور اتنے دنوں سے کم ہو جتنے دن اس سے پہلے بچہ میں آیا تھا تو خاوند کے پاس جانا حرام ہے۔ اور اس کا یہ کہنا عورت کسی طرح نہیں مان سکتی مانے گی تو سخت

گنہگار ہوگی توبہ کرے۔اور اگر اتنے دن پورے ہولئے جتنے دنوں اس سے پہلے بچہ میں آیا تھااس کے بعد بند ہوااور چلہ ابھی پورا نہ ہواتو جب عورت نہالے گی یاایک نماز کاوقت اس پر گزر جائے گااس وقت خاوند کے پاس جاسکتی ہے۔ورنہ ہر گز نہیں۔

مسئلہ ۱۳۹: از جالندھر شہر چوک مرسلہ محمد آمین مؤرخہ ۲۴ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

قطب کی طرف پاؤں کرکے سونا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

کوئی حرج نہیں وہ ایک ستارہ ہے ستارے سب طرف ہیں۔فقط

مسئلہ ۱۴۰: از محلّہ نالہ بریلی بنن خاں مؤرخہ ۲۸ ذی القعدہ

ایک شخص نے طرف کعبہ شریف کے پیر کئے لیکن اس کو خیال تھا جب اٹھوں گا تو میرا منہ زیارت مقدسہ کی طرف ہوگا میں پڑھتا اٹھوں گا۔

الجواب:

کعبہ معظّمہ کی طرف پاؤں کرکے سونا بلکہ اس طرف پاؤں پھیلانا سونے میں ہو خواہ جاگنے میں۔لیٹے ہو خواہ بیٹھے میں۔ہر طرح ممنوع و بے ادبی ہے۔اور یہ اس کا خیال حماقت ہے۔سنت یوں ہے کہ قطب کی طرف سر کرے اور سیدھی کروٹ پر سوئے کہ سونے میں بھی منہ کعبہ کو ہی رہے۔ہاں وہ مریض جس میں اٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہیں اس کی نماز کے لئے ایک طریقہ یہ رکھا گیا ہے کہ پائنتی قبلہ کی طرف ہو اور سر کے نیچے اونچا تکیہ رکھ دیں کہ منہ کعبہ معظّمہ کو ہو پھر یہ ضرورت کے واسطے، غیر مریض اپنے آپ کو اس پر قیاس نہیں کرسکتا۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۴۱و۱۴۲: مولوی نذیر احمد صاحب ساکن سموہان پرگنہ نواب گنج بریلی مؤرخہ ۲۷ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

کیافرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسائل مفصلہ ذیل میں:

(۱) بی بی سے ہمبستری کس طرح سنت ہے؟

(۲) دن میں بی بی سے ہمبستر ہونا کیسا ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

(۱) جو وقت تمام شرعی ممانعتوں سے خالی ہو اس میں تین نیتوں سے: [۱] طلب ولد صالح کہ توحید و رسالت شہید دے تکثیر امت مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کرے۔ [۲] عورت کا ادائے حق اور اسے پریشان خاطری و پریشان نظری سے بچانا، [۳] یاد الٰہی و اعمال صالحہ کے لئے اپنے قلب کا

اس تشویش سے فارغ کرنا یوں کہ نہ اپنی برہنگی ہو نہ عورت کی کہ حدیث میں فرمایا:

ولا یتجردان تجرد العیر [1]۔	دونوں (میاں بیوی) گدھوں کی طرح ننگے نہ ہوں (ہمبستری کے وقت)۔(ت)

اور اس وقت نہ روبقبلہ ہو نہ پشت بقبلہ، عورت چت ہو اور یہ اکڑوں بیٹھے اور بوس وکنار ومساعی وملاعبت سے شروع کرے جب اسے بھی متوجہ پائے **بسم الله الرحمن الرحیم جنبنا الشیطن و جنب الشیطان ما رزقتنا** [2] (اللہ تعالٰی کے نام سے ابتداء جو بیحد رحم کرنے والا مہربان ہے۔اے اللہ ہمیں شیطان کے وار سے بچائے اور جو کچھ تو نے ہمیں عطا فرمایا اس میں شیطان کو ہم سے دور رکھے۔ت) کہہ کر آغاز کرے اور اس وقت کلام اور فرج پر نظر نہ کرے۔بعد فراغ فوراً جدا نہ ہو یہاں تک کہ عورت کی بھی حاجت پوری ہو، حدیث میں اس کا بھی حکم ہے۔

اللہ عزوجل کی بے شمار درودیں ان پر جنھوں نے ہم کو ہر باب میں تعلیم دی اور ہماری کسی حاجت دینی ودنیوی کو مہمل نہ چھوڑا، **صلی الله تعالٰی علیه وسلم وبارك علیه واله وصحبه اجمعین۔**

(۲) جائز ہے۔ **والله تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۴۳: از ریاست جموں کشمیر خاص محلہ رانگریزاں بخانہ منشی ابراہیم براستہ جہلم مرسلہ محمد یوسف صاحب ۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

اگر کوئی مولوی صاحب مجلس وعظ میں جو کہ قرآن شریف وحدیث شریف سے ہو کہیں کہ ہماری چارپائی دور بچھادو تاکہ ہمارے کان میں آواز وعظ نہ آئے تکبر اور عناداً، تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

اگر یہ واقعی ہے کہ وہ واعظ سنی العقیدہ پورا عالم صحیح البیان تھا اور اس شخص نے بلاوجہ شرعی محض تکبر وعناد کے سبب وہ الفاظ کہے تو ضرور گنہگار اور سخت مواخذہ کا سزاوار ہوگا۔

"فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِیْنَ ﴿۴۹﴾ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿۵۰﴾ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿۵۱﴾" [3]	انھیں کیا ہوا کہ وعظ سے منہ پھیرتے ہیں گویا وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہیں کہ شیر سے بھاگے ہوں۔

[1] کنز العمال بحوالہ ابن سعد عن ابی قلابہ حدیث ۴۴۸۶۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۳۴۸/۱۶

[2] کنز العمال بحوالہ حم.ق عن ابن عباس حدیث ۴۴۸۴۷ موسسۃ الرسالہ بیروت ۳۴۵/۱۶

[3] القرآن الکریم ۷۴/ ۴۹تا۵۱

اور اگر وہ واعظ بدمذہب تھا یا جاہل تھا یا غلط سلط بیان کرتا یا عالم کہ کسی طمع وغیرہ کے سبب الٹی کہتا اس وجہ سے احتراز کیا تو بجا کیا۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۴۴: از جوالا پور ڈاک خانہ خاص تحصیل رڑکی ضلع سہانپور مرسلہ سید امتیاز علی نائب مدرس مدرسہ پرائمری اسکول ۶ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عاجز نے کار ثواب سمجھ کر کیا مگر بعد کو چند اصحاب سے معلوم ہوا کہ یہ کام بالکل ناجائز ہے لیکن اکثر جائز بھی بتلاتے ہیں جس کی وجہ سے بندہ بحر تذبذب میں شب وروز غوطہ زن ہے امید کہ حضرت اس کو مبدل بخوشی کریں گے دراصل حقیقت یہ ہے کہ بندہ نے اپنے ہر دو ہاتھوں پر ہتھیلی سے چھ چھ انگشت کے فاصلہ پر ایک ہاتھ پر یا اللہ دست ثانی پر یا محمد بذریعہ مشین کھدوالیا ہے۔ بندہ کو اللہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے محبت قلبی ہے۔ بندہ خاندان چشت اہل بہشت نیز ہر چہار خاندان کے زمرہ میں ہے بندہ نے اس غرض سے یہ کام کیا تھا کہ بندہ کے دل سے اللہ ومحمد (عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) ہر دم نکلتا رہے نیز جو شخص اس کو دیکھے اس کی زبان سے ایک مرتبہ کم از کم یا اللہ یا محمد نکلے، بندہ کی عقل ناقص اس قدر ہے کہ جو کہ ظاہر کی گئی، امید کہ اس مشتبہ کو حضور بندہ کے دل سے دور کرینگے نیز عرض ہے کہ اگر یہ ناجائز ہو تو بندہ کو مطلع کرنا کہ کیا کام کیا جائے گا کہ اللہ جل شانہ بزرگ برتر اپنی رحمت کاملہ سے اس بار عظیم سے سبکدوش کردے یہ مٹانے سے مٹ اور چھیلنے سے چھل بھی نہیں سکتا۔

الجواب:

یہ غالباً خون نکال کر اسے روک کر کیا جاتا ہے جیسے نیل گدوانا، اگر یہی صورت ہو تو اس کے ناجائز ہونے میں کلام نہیں اور جبکہ اس کا ازالہ ناممکن ہے تو سوا توبہ واستغفار کے کیا علاج ہے مولٰی تعالٰی عزوجل توبہ قبول فرماتا ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۴۵: از مراد آباد مدرسہ اہلسنت بازار دیوان مرسلہ مولوی عبدالودود صاحب بنگالی قادری برکاتی رضوی طالب عالم مدرسہ مذکور ۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

لوگوں کے نام کے آگے جو محمد ہے اس پر حرف (ص) اس طرح لکھنا جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

حرف (ص) لکھنا جائز نہیں نہ لوگوں کے نام پر نہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اسم کریم پر،

لوگوں کے نام پر تو یوں نہیں کہ وہ اشارہ و درود کا ہے اور غیر انبیاء وملائکہ علیہم الصلٰوۃ والسلام پر بالاستقلال درود جائز نہیں اور نام اقدس پر یوں نہیں کہ وہاں پورے درود شریف کا حکم ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لکھے فقط ص یا صلم یا صلعم جو لوگ لکھتے ہیں سخت شنیع وممنوع ہے یہاں تک کہ تاتارخانیہ میں اس کو تخفیف شان اقدس ٹھہرایا **والعیاذ باللہ تعالٰی**۔

مسئلہ ۱۴۶: از کوہ منصوری ڈاک خانہ کلہڑی کام اپرانڈیا گیٹ مستری حکیم اللہ ۳۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

پردیس میں بال بچے دار کو کب تک رہنا چاہئے؟

الجواب:

بلاضرورت سفر میں زیادہ رہنا کسی کو نہ چاہئے، حدیث میں حکم فرمایا ہے کہ جب کام ہوچکے سفر سے جلد واپس آؤ اور جو وطن میں زوجہ چھوڑ آیا ہو اسے حکم ہے کہ جہاں تک بن پڑے چار ماہ کے اندر اندر واپس آئے **بذٰلك امر امیر المومنین الفاروق الاعظم علیہ الرضوان** (مومنوں کے حکمران، حق اور باطل میں سب سے بڑے فرق کرنے والے حضرت عمر نے مسلمانوں کو یہی حکم فرمایا تھا انھیں اللہ تعالٰی کی خوشنودی حاصل ہو۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**۔

مسئلہ ۱۴۷: از سورت برہان پوری بھاگل مرسلہ سید زین القاری ۳۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

تاریخ کا پتھر جماعت خانہ کے صحن کے پتھر کے نیچے کھڑا نصب کیا گیا ہے کہ جس پتھر پر دوسرا پتھر بچھایا گیا ہے اور یہ دوسرا اوپر کا پتھر نیچے کے کھڑے نصب کئے ہوئے پتھر کے اوپر دو دو انچ لمبا بڑھا ہوا ہے اور اس اوپر کے پتھر سے لوگوں کا گزر ہوتا ہے یعنی اس پر قدم گرتے ہیں مذکور منصوب پتھر پر ماہ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ کندہ ہے اس کندہ حرفوں پر لوگوں کے قدم گرتے نہیں ہیں تو آیا اس میں کسی طرح کا حرج ہے کیونکہ لوگ رمضان المبارک لفظ قرآن شریف کا ہونے کی بہت بحث کرتے ہیں عوام الناس میں بہت بُری افواہیں پھیل رہی ہیں اور نفاق کی صورت ہے۔

الجواب:

اوّلاً: "رمضان" اور "المبارک" دونوں کا لفظ کلام شریف کے ہیں، **ثانیاً:** رمضان المبارک "کا نام خود واجب التعظیم ہے بلکہ حدیث میں آیا کہ "رمضان" اسماء الٰہیہ سے ہے۔ **ثالثاً:** کچھ نہ ہوتا تو حروف کی تعظیم خود لازم ہے اگرچہ ان میں کچھ لکھا ہو، فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

اذا کتب اسم فرعون اوکتب اسم ابی جھل علی غرض یکرہ	جب فرعون یا ابوجہل کا نام لکھا جائے، کسی غرض کے لئے لکھا جائے تو پھر یہ مکروہ (ناپسندیدہ) ہے۔

ان یرموا الیہ لأن لتلك الحروف حرمة [1]۔	کہ لوگ انھیں پھینک دیں کیونکہ ان حروف کی تعظیم ہے۔(ت)

ان حرفوں پر اگرچہ پاؤں رکھنے میں نہیں آتا پاؤں ان سے اونچا ہوتا ہے یہ خلاف ادب ہے پتھر یہاں سے نکال کر اونچا نصب کریں کہ سر سے بلند رہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۴۸: از الہ آباد سرائے گڈھا دار الطلبہ مرسلہ محمد امیر حسن ۱۸ جمادی الآخری ۱۳۳۶ھ

چند پتھروں میں مسجد کے مختصر تاریخی و نیز تاریخ تعمیر چوب قلم سے کندہ کراکے مسجد کی مغربی دیوار میں محراب کے اوپر نصب کرنا جس سے نمازیوں کی نظر اس پر پڑنے کا احتمال ہے اور نماز میں خیالات بٹنے کا اندیشہ ہے بلا کراہت جائز ہے نہیں؟

ایک صاحب نے چندہ مسجد بنوانے کی کوشش کی اسی وجہ سے اپنا نام بھی پتھر میں کندہ کرانا چاہتے ہیں آیا نام کا کندہ کرانا شرعًا درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

نام کندہ کرانے کا حکم اختلاف نیت سے مختلف ہوتا ہے اگر نیت ریا و نمود ہے حرام و مردود ہے۔ اور اگر نیت یہ ہے کہ تابقائے نام مسلمان دعا سے یاد کریں تو حرج نہیں، اور حتی الامکان مسلمان کا کام محمل نیک ہی پر محمول کیا جائے گا، پتھر جبکہ محراب سے اونچا ہوگا نماز میں اس پر نظر پڑنے کی کوئی وجہ نہیں، نماز میں سجدہ کی جگہ نظر رکھنے کا حکم ہے اور اوپر نگاہ اٹھانا تو جائز ہی نہیں، حدیث میں فرمایا گیا کہ ان کی نگاہ اوپر ہی اچک لی جائے اور واپس نہ دی جائے [2]۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۴۹ و ۱۵۰: از غازی پور محلّہ میاں پورہ مرسلہ علی بخش صاحب محرر رجسٹری ۲۳ شوال ۱۳۳۶ھ

(۱) صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے سوا ائمہ مجتہدین و شہداء و صالحین خصوصًا اولیائے کاملین و علمائے متقین کی شان میں ان کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا لفظ کہنا کیسا ہے۔ چاہئے یا نہیں؟

(۲) شرعًا انبیاء و مرسلین وملائکہ و مقربین کے نام کے ساتھ علیہ السلام اور صحابہ کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور اولیاء و علماء کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ کہنے کا کیا حکم ہے،

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۳۲۳

[2] صحیح البخاری کتاب الاذان باب رفع البصر الی السماء فی الصلوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۱۰۳-۱۰۴

ہر ایک کے لئے یہ الفاظ تخصیص کے ساتھ کر دئے گئے ہیں یا جس جس کے نام کے ساتھ جو الفاظ چاہیں کہہ سکتے ہیں؟

الجواب:

(۲) رضی اللہ تعالٰی عنہم صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو تو کہا ہی جائے گا ائمہ واولیائے وعلمائے دین کو بھی کہہ سکتے ہیں کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف وجملہ تصانیف امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی وغیرہ اکابر میں یہ شائع وذائع ہے۔ تنویر الابصار میں ہے:

یستحب الترضی للصحابة والترحم للتابعین ومن بعدھم من العلماء والاخیار وکذا یجوز عکسه علی الراجح[1]۔	صحابہ کرام کے اسمائے گرامی کے ساتھ "رضی اللہ تعالی عنہ" کہنا یا لکھنا مستحب ہے تابعین اور بعد والے علماء کرام اور شرفاء کے لئے رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ" کہنا یا لکھنا مستحب ہے اور اس کا الٹ بھی راجح قول کی بناء پر جائز ہے یعنی صحابہ کرام کے ساتھ رحمۃ اللہ تعالی علیہ اور دوسروں کے ساتھ رضی اللہ تعالی عنہ۔ (ت)

(۲) صلٰوۃ والسلام بالاستقلال انبیاء وملائکہ علیہم الصلٰوۃ والسلام کے سوا کسی کے لئے نہیں، ہاں بہ تبعیت جائز ہے جیسے اللھم صلی وسلم علی سیدنا ومولٰینا محمد وعلی آل سیدنا ومولٰینا محمد۔ اور صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے لئے رضی اللہ تعالٰی عنہ کہا جائے اولیاء وعلماء کو رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم یا قدست اسرارہم، اور اگر رضی اللہ تعالٰی عنہم کہے جب بھی مضائقہ نہیں جیسا کہ ابھی تنویر سے گزرا، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۱: از حیدر آباد دکن مرسلہ محمد اکبر علی صاحب مدیر صحیفہ روزنہ ۱۳ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مونو گرام بنانا چاہتا ہے جس کا نقشہ درج ذیل ہے،

دریافت طلب یہ ہے کہ اس مہر کے چوتھے درجہ میں ایک آیۃ قرآنیہ لکھی ہوئی ہے اس کے اوپر کے تین درجوں میں انگریزی میں اخبار روزانہ صحیفہ حیدر آباد دکن درج ہیں اس میں کوئی امر آیۃ قرآنیہ کی توہین کا تو نہیں ہے اگر ہے تو کس آیت یا حدیث کی بناء پر ہے؟ اگر انگریزی کے عوض، چینی، جاپانی یا اطالوی زبان میں خاص ان کے حروف میں کوئی عبارت لکھ کر نیچے آیۃ قرآنیہ لکھی جائے تو اس میں کوئی مضائقہ ہے

[1] درمختار شرح تنویر الابصار مسائل شتّٰی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۵۰

یا نہیں؟

دوسرا امر یہ ہے کہ اس مونو گرام کو اخبار کے بیرونی طبقی اور دوسرے خط وکتابت کے لفافہ جات پر چھپوایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس لئے کہ طبلق اور لفافہ مثل ملفوفہ کے حفاظت سے نہیں رکھے جاتے ہیں بلکہ ان کو چاک کرکے ردی میں پھینکا جاتا ہے۔اس صورت میں اگر لفافہ جات و طبلق وغیرہ پر اسے چھپوایا جائے تو کیا کوئی حرج شرعی لازم آتا ہے؟ اگر آتا ہے تو کس آیت یا حدیث کی بناء پر؟ المستفتی الفقیر الی اللہ الولی محمد اکبر علی مدیر صحیفہ روزانہ

الجواب:

تعظیم قرآن عظیم ایمان مسلم ہے۔اس کے لئے کسی خاص آیت وحدیث کی کیا حاجت،اور تعظیم و بے تعظیمی میں بڑا دخل عرف کو ہے۔محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

یحال علی المعھود[1]۔	یہ معاملہ عرف اور رواج کے حوالے کیا جاتا ہے۔(ت)

حال قصد التعظیم انگریزی،چینی،جاپانی،جرمنی،لاطینی،جو زبان غیر اسلامی ہو جسے اسلام نے فارسی اور اردو کی طرح اپنا خادم نہ کرلیا جس کی وہ زبان نہ ہو اسے بلاضرورت اس میں کلام نہ چاہئے۔امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

ایاکم ورطانۃ الاعاجم رواہ البیھقی[2]۔	عجمی لوگوں کی زبانیں بولنے سے بچو،امام بیہقی نے اس کو روایت کیا۔(ت)

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث میں ہے۔رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

فانہ یورث النفاق رواہ الحاکم فی صحیحہ المستدرك[3]۔	کیونکہ یہ چیز نفاق پیدا کردیتی ہے حاکم نے اپنی صحیح مستدرک میں اس کو روایت کیا۔(ت)

نہ قرآن مجید کا اس سے ملانا کہ ضم شرعًا وعقلًا وعرفًا مجانست ہے لہٰذا علمائے کرام نے زمخشری معتزلی کا تفسیر میں بعض ابیات ہزل لانا اگرچہ بروجہ استشہاد سخت مذموم ومعیوب وخلاف ادب

---

[1] فتح القدیر

[2] المصنف لعبدالرزاق باب الصلٰوۃ فی البیعۃ حدیث ۱۶۰۹ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۱۱

[3] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ فضل کافۃ العرب الخ مکتب المطوعات الاسلامیہ ۴/ ۸۷

جانا۔علامہ برہان الدین حیدر بن الہروی تلمیذ علامہ تفتازانی پھر فاضل شمس الدین اصبہانی اپنی تفسیر جامع بین الکبیر والکشاف میں کشاف کے محاسن لکھ کر فرماتے ہیں:

الا انہ لاخطأنہ سلوك الطرق الادبیۃ المتزم فی کتابہ امورا ادھشت رونقہ و ابطلت منظرہ فتکدرت مشارعہ و تنزلت زینتہ منھا انہ لشغفہ باظھار الفضائل والکمالات وان یعرف انہ مع تبحرہ فی العلوم موصوف بلطائف المحارۃ ونفاس المحاضرۃ اورد فیہ ابیاتا بنی علی الھزل والفکاھۃ اساسھا وھذا امر من الشرع والعقل بعید اھ[1] ملتقطا۔	مگر یہ کہ زمخشری اس وجہ سے ادبی طریقوں پر چلنے سے غلط ہوگیا کہ اس نے اپنی کتاب میں ایسے امور کا اہتمام کیا کہ جن سے ان کی رونق دہشت زدہ ہوگئی اور ان کا منظر باطل ہوگیا اور اس کے پانی کی نالیاں گدلی ہوگئیں اور اس کی زیب وزینت نیچی ہوگئی۔ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ وہ فضائل وکمالات کے اظہار کا دلدادہ ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ اس بات کا تعارف ہوجائے کہ وہ علوم میں سمندر کی حیثیت رکھنے کے باوجود دلچسپ محاورہ اور نفیس چٹکلوں سے موصوف ہے۔ اس لئے اس نے کتاب میں کچھ ایسے اشعار پیش کئے کہ جن کی بنیاد ہنسی مذاق اور خوش طبعی پر ہے۔اور یہ بات شریعت اور عقل کے اعتبار سے امر بعید ہے اھ ملتقطا۔(ت)

نہ کہ انگریزی کا اوپر اور آیہ کریمہ کا نیچے ہونا نہ کہ تین درجے بلندی یہاں علو وسفل ضرور عرفا تعظیم وبے تعظیمی کا مشعر ہوتا ہے ولہٰذا مروی ہوا کہ انگشتری مبارک حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں کہ محمد رسول اللہ منقوش تھا سطر بالا میں کلمہ جلالت تھا اور سطر دوم میں رسول سوم میں نام اقدس اس شکل پر (اللہ / رسول / محمد) ظاہر جبھی سے مہروں میں یہ رسم ہے کہ نیچے سے اوپر کو پڑھی جاتی ہے۔علامہ اسنوی پھر علامہ ابن رجب وغیرہما فرماتے ہیں:

کتابتہ کانت من اسفل الی فوق یعنی الجلالۃ اعلی الاسطر الثلاثۃ ومحمد اسفلھا ویقرأ من اسفل[2]۔	مہر میں لکھائی نیچے سے اوپر کی طرف ہوتی ہے یعنی اللہ تعالٰی کا بارعب نام تین سطروں میں اوپر مذکور ہے اور حضور پاک کا اسم گرامی سب سے نیچے ہے اور پھر نیچے کی طرف سے پڑھا جاتا ہے۔(ت)

---

[1]

[2] فتح الباری کتاب اللباس باب ھل یجعل نقش الخاتم الخ مصطفی البابی مصر ۱۲/ ۴۴۸

شیخ محقق اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی انگوٹھی نقش مبارک کچھ اس طرح تھا کہ ایک سطر میں سب سے نیچے حضور کا اسم گرامی اور درمیانی سطر میں لفظ رسول اور سب سے اوپر والی سطر میں لفظ "اللہ" درج تھا۔ شیخ محی الدین نووی نے فرمایا: حضور پاک کی مہر نقش مبارک (نقشہ مذکور کی طرح تھا) پہلی سطر میں لفظ اللہ، دوسری سطر میں لفظ رسول اور تیسری سطر میں لفظ محمد اس شکل میں درج تھا ۔	بود نقش خاتم سہ سطر یک سطر پایاں محمد وسطر میانہ رسول وسطر دیگر بالا اللہ شیخ محی الدین نووی گفتہ سطر اول اللہ وسطر دوم رسول وسطر سوم محمد بدیں ہیأت[1]۔

علامہ ابن عزیز الدین بن جماعہ فرماتے ہیں: انہ انیق بکمال ادبہ[2] (کمال ادب عزت وعظمت کے یہی زیادہ لائق ہے۔ت) اور پھر آیہ کریمہ کہ اخبار کی طبلق یا کارڈ یا لفافوں پر چھپوانا ضرور بے ادبی کو مستلزم اور حرام کی طرف منجر، رہے اسس پر چھٹی رسانوں وغیرہم بے وضو بلکہ جنب بلکہ کفار کے ہاتھ لگیں گے جو ہمیشہ جنب رہتے ہیں اور یہ حرام ہے۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: قرآن مجید کو صرف پاک لوگ ہی ہاتھ لگاتے ہیں۔(ت)	قال تعالٰی "لَّا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾"[3]

مہریں لگانے کے لئے زمین پر رکھے جائیں گے پھاڑ کر ردی میں پھینکے جائیں گے ان بے حرمتیوں پر آیت کا پیش کرنا اس کا فعل ہوا۔

کردم از عقل سوالے کہ بگہ ایمان چیست   عقل در گوش ودلم گفت کہ ایمان ادب ست

(میں نے عقل سے یہ سوال کیا کہ تو یہ بتادے کہ ایمان کیا ہے۔ عقل نے میرے دل کے کانوں مس کہا کہ ایمان ادب کا نام ہے۔ت)

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ کتاب اللباس باب الخاتم الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۶۰

[2] حاشیۃ البجریمی کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ المعدن والرکاز المکتبہ الاسلامی ہ دیار بکر ترکیا ۲/ ۳۲

[3] القرآن الکریم ۵۶/ ۷۹

نسأل الله حسن التوفیق (ہم اللہ تعالٰی سے اچھی توفیق کا سوال کرتے ہیں۔ت) اس سوال کا منشا ہی اس کے جواب کو بس تھا کہ قلب کی حالت ایمانی نے ان دونوں باتوں میں خدشہ جانا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: الاثم ماحاك فی صدرك[1] (گناہ وہ جو تیرے دل میں کھٹکے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۲: از ریاست چھتاری مدرسہ محمودیہ ضلع بلند شہر مرسلہ امیر حسین صاحب طالب علم ۱۴رجب ۱۳۳۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دین اندر ینکہ سامعین را در مجلس وعظ ونصیحت اندرون وعظ درود شریف خواندن برروح پر فتوح صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جائز است یاچہ؟	علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ وعظ ونصیحت کی مجلس کے دوران سننے والوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسم گرامی سن کر درود شریف پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

درو شریف خواندن بروح پر فتوح صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم در مجلس وعظ وپند بلا شک و بلا شبہ جائز است بلکہ مستحب حصول ثواب است کما فی ردالمحتار ونص العلماء علی استحبابها فی مواضع یوم الجمعة وغیر ذٰلك ومنها الوعظ[2] وشر ذمہ قلیلہ وجہلا عدیدہ کہ ایشاں از ضوابط دیں و قواعد شرع متین بہر کامل وحظ اوفر نمی دارند بدون تفرقہ وبغیر امتیاز حق و باطل درود شریف را از قبیل بدعتہ ضلالہ شمار دہ برعدم جواز فتوٰی دادہ اند قابل اعتبار اصلا نیست چونکہ مخالف کتب شرعیہ است۔ اللہ تعالٰی اعلم بالصواب کتبہ فدوی محمد امیر حسین عفی عنہ۔	حضور کی روح پر فتوح صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا مجلس وعظ ونصیحت میں بے شک وشبہہ نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے اور اجر وثواب کا ذریعہ ہے جیسا کہ فتاوٰی شامی میں مذکور ہے۔ چنانچہ علمائے کرام نے درود شریف چند مقامات میں پڑھنے کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی، مثلا جمعہ کے دن اور وعظ ونصیحت کے دوران اور ان دو کے علاوہ باقی اچھے مقامات میں لیکن ایک چھوٹی سی جماعت جو چند جاہلوں پر مشتمل ہے کہ جو دین کے ضابطوں اور شرع متین کے قائدوں سے پوری طرح واقف نہیں اور انھیں اچھی طرح نہیں جانتے، اور نہ دین سے پورا حصہ رکھتے ہیں اور وہ تفرقہ اور حق وباطل کے درمیان امتیاز کئے بغیر درود شریف کو ایک گمراہ کن بدعت شمار کرکے اس کے ناجائز

[1] صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب تفسیر البر والاثم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۴

[2] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب الصلٰوۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۴۸

	ہونے کا فتوی دیتے ہیں۔ لہٰذا ان کا یہ فتوی غیر معتبر ہے کیونکہ وہ اسلامی نصاب اور کتب شرعی کے خلاف ہے اللہ تعالٰی راہ صواب کو اچھی طرح جانتا ہے۔ کتبہ فدوی محمد امیر حسین عفی عنہ۔

الجواب:

فی الواقع درود شریف از اعظم مطلوبات و اجل مندوبات وافضل مثوبات است واعظ از او منع نکند مگر گمراہ و دربارہ سامعین خود احادیث کثیرہ ناطق است کہ ہنگام سماع ذکر اقدس ہر کہ درود نفرستد وعید براو صادق است آرے باید کہ جہر نکنند تادرسماع وعظ خلل نہ یفتد فی الدرالمختار والصواب انہ یصلی علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عند سماع اسمہ فی نفسہ [1] وفی ردالمحتار وکذا اذا ذکر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایجوز ان یصلوا علیہ بالجھر بل بالقلب وعلیہ الفتوٰی رملی [2] ہمدرانست قولہ (فی نفسہ) ای بان یسمع نفسہ او یصحح الحروف فانھم فسروہ بہ وعن ابی یوسف قلبا [3] الخ قلت وعلی الاول عمل المسلمین فی الوعظ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	واقعی درود شریف سب سے بڑا مطلوب، بڑی شان والا، مستحب اور سب سے افضل ثواب، لہٰذا وہی واعظ درود شریف پڑھنے سے منع کرے گا جو گمراہ ہو، اور وعظ سننے والوں کے متعلق بیشمار حدیثیں ناطق ہیں (یعنی دوران وعظ ان کا درود شریف پڑھنا بتارہی ہیں) کہ حضور اطہر کا ذکر اقدس سن کر جو آدمی ان پر درود نہ بھیجے اس پر عذاب کی دھمکی (جو حدیث میں آئی ہے) بلا شبہ صادق، ہاں یہ ضرور خیال رکھیں کہ بلند آواز سے نہ پڑھیں تاکہ وعظ ونصیحت سننے سے نقصان پیدا نہ ہو، چنانچہ درمختار میں ہے صواب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اسم گرامی سن کر آپ پر دل میں درود شریف پڑھے، فتاوٰی شامی میں ہے یونہی جب حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کا ذکر چھڑ جاتے ہیں تو آپ بلکہ دل میں پڑھیں اور اسی پر فتوی ہے۔ رملی۔ اسی میں ہے قولہ یعنی مصنف کا "فی نفسہ" کہنا، اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس کا نفس سنے (اور اسے سنائے) یا حروف کو صحت کے ساتھ ادا کرے کیونکہ اہل علم نے

[1] درمختار کتاب الصلٰوۃ باب الجمعۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۱۳

[2] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب الجمعۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۵۰

[3] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب الجمعۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۵۱

اس کی یہی تفسیر بیان فرمائی ہے۔اور قاضی امام ابویوسف علیہ الرحمۃ نے اس کی تفسیر (قلبا الخ) مروی ہے یعنی دل میں پڑھے، وعظ میں پہلی بات پر مسلمانوں کا عمل ہے۔(ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۳: ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے ایک جوان لڑکی ہے اور وہ مسجد بنواتا ہے آیا اس پر مسجد بنوانا لازمہ یا لڑکی کا نکاح کرنا۔فقط۔

الجواب:

مسجد بنانا خیر کثیر ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من بنی اللہ مسجدا بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ[1]۔	جو اللہ کے لئے مسجد بنائے اللہ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے۔

خصوصًا اگر وہاں مسجد کی حاجت ہو تو اس کے فضل کی حد ہی نہیں۔نکاحوں میں کثرت مصارف شرعًا کچھ ضرور نہیں یہ لوگوں نے اپنی رسمیں نکال لی ہیں، رسم کو آدمی جہاں ضروری جانے پورا کرتا ہی ہے مسجد بنانے سے نہ روکا جائے۔واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۴: از میرٹھ مرسلہ مولوی محمد حبیب اللہ صاحب قادری رضوی خطیب جامع مسجد خیر نگر مدرس مدرسہ قومیہ

گم شدہ شے کے دریافت کرنے کے لئے یسین شریف سے نام نکالا جاتا ہے یا کسی اور طرح چور کا پتا معلوم کرنے کے لئے یہ طریقہ ٹھیک ہے یا نہیں؟

الجواب:

یہ طریقے نامحمود و مضر ہیں اور ان سے جس کا نام نکلے اسے چور سمجھ لینا حرام۔

قال اللہ تعالٰی "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ"[2]۔	اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں۔(ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[3] واللہ تعالٰی اعلم۔	گمان سے بچو کیونکہ گمان سے زیادہ جھوٹی بات ہے الحدیث۔ واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

[1] معجم الکبیر للطبرانی حدیث ۳۲۷۳ مکتبۃ المعارف ۴/ ۱۶۳

[2] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[3] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظن والتجسس ۲/ ۳۱۶

مسئلہ ۱۵۵: از میرٹھ مرسلہ مولوی حبیب اللہ صاحب قادری رضوی خطیب مسجد جامع خیر نگر مدرس قومیہ
فال کیا ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟ سعدی وحافظ وغیرہ کے فالنامے صحیح ہیں یا نہیں؟

الجواب:

فال ایک قسم استخارہ ہے، استخارہ کی اصل کتب احادیث میں بکثرت موجود ہے مگر یہ فالنامے جو عوام میں مشہور اور اکابر کی طرف منسوب ہیں بے اصل و باطل ہیں، اور قرآن عظیم سے فال کھولنا منع ہے۔ اور دیوان حافظ وغیرہ سے بطور تفاول جائز ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۵۶: از میرٹھ مرسلہ مولوی حبیب اللہ صاحب قادری رضوی خطیب جامع مسجد خیر نگر مدرس مدرسہ قمویہ
انگریزی قلم رور شنائی سے تعویز لکھنا کچھ عیب ہے یا حرج ہے۔ اور ہندوستانی قلم وسیاہی کیا ضروری ہے؟

الجواب:

ہاں تعویذات واعمال میں ایسی اشیاء سے احتراز ضرور ہے جس میں ناپاک چیز کا میل ہو اگرچہ بروجہ شہرت وشبہہ جیسے پڑیا کی رنگت اس سے تعویز نہ لکھا جائے بلکہ ہندوستانی سیاہی سے لکھا جائے رہا قلم وہ مثل سیاہی تعویز کا جزو نہیں ہو جاتا۔ لہذا اس میں کوئی حرج نہیں، ہاں ان کاموں میں انگریزی اشیاء سے احتراز مطلقًا بہتر ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۵۷: از میرٹھ مرسلہ مولوی حبیب اللہ صاحب قادری رضوی خطیب جامع مسجد خیر نگر مدرس مدرسہ قومیہ غیر مذہب کو آیت قرآنی لکھ کر دینا بطور تعویز جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیا تدبیر کی جائے؟

الجواب: غیر مسلم کو آیات قرآنی لکھ کر دینا ہرگز نہ دی جائیں کہ اساءت ادب کا مظنہ ہے مطلقًا اسماء الٰہیہ و نقوش مطہرہ نہ دین کہ ان کی بھی تعظیم واجب، بلکہ دیں تو ان کے اعداد لکھ دیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۵۷: از میرٹھ مرسلہ مولوی حبیب اللہ قادری رضوی خطیب جامع مسجد خیر نگر مدرس مدرسہ قومیہ
اعمال میں ایام ووقت مثلاحب کے لئے عروج ماہ وقت عشاء بعض کے لئے نزول ماہ وقت ظہر فتوح ودست غیب کے ئے ثابت ماہ وقت صبح وغیرہ وغیرہ کچھ اصل رکھتی ہیں بعض اعمال میں زکوۃ وورد ہے اگر ناغہ ہو تو عمل ہاتھ سے جاتا رہتا ہے بعض کو جلالی باپرہیز اور بعض کو جمالی بے پرہیز بتایا جاتا ہے بعض میں چکی اور کسی میں کتے کی آواز کی قید ہے۔ یہ سب کیسی باتیں ہیں؟

الجواب:

اوقات عشاء وظہر وصبح کی قید ان اجناس میں مطلقہ میں نہیں ہاں عمل فتوح کے لئے ماہ ثابت اور حب کے لئے دو جسدیں اور تفریق کے لئے منقلب اور دواول کے لئے عروج قمر اور آخر کے لئے نزول قمر

اور ہر زکوٰۃ کے لئے التزام ورد مقرر اور اسماء الٰہیہ جمالیہ میں صرف ماکولات جلالی یعنی حیوان کا پرہیز کہ لحم و بیض و عسل و سمک کو شامل ہے اور اسماء الٰہیہ جلالیہ میں جلالی و جمالی دونوں اعنی حیوان و مایخرج منه (جانور اور جو کچھ اس سے برآمد ہو) کا پرہیز اور سوم کا التزام مع اعتکاف تام شرط ہے اور یہ از قبیل استخراج مشائخ بسبب مناسب جلیہ یا خفیہ ہے اور امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ماثور ہے کہ دعاء استسقاکے لئے فرماتے ہیں منزل قمر کا لحاظ کرلو، ہاں معاذاللہ جوان ساعات کو واکب کو موثر سمجھے اس کے لئے حرام ہے نیز ان اکابر ان قیود کا اکل وشرب وخلوت وبعد عن الخلق سے اصل مقصود اور ہے اکثر عوام آخرت کے لئے سعی نہیں کرتے اور دنیوی مطلوب کے لئے جان مصیبت میں ڈالنا آسان سمجھتے ہیں لہٰذا انھوں نے اسماء واذکار الٰہیہ مقاصد عوام کی تحصیل کو مقرر کئے اور یہ قیدیں لگائیں جس سے انھیں کم خوری وکم خوابی و گوشہ نشینی کی عادت پڑے اگر ذکر الٰہی کی برکت مقصود اصلی کی طرف کھینچ لے گئی تو عین مراد ہے ورنہ کم از کم یہ فائدہ نقد وقت ہے کہ کمی اختلاط خلق سے گناہ کم ہوں گے سخت دخشن کھانے اور روزوں کی کثرت سے شہوات نفسانیہ کمزور پڑینگے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۵۹: از میرٹھ مرسلہ مولوی حبیب اللہ صاحب قادری رضوی خطیب جامع مسجد خیر نگر مدرس قومیہ

اعمال حب و بغض وحاجات وغیرہ مسجد میں پڑھے جائیں یا خارج؟ بعض کہتے ہیں مسجد میں پڑھنے سے عبادت میں شمار ہوتے ہیں؟

الجواب:

اعمال مسجد وخارج مسجد دونوں جگہ جائز ہیں جبکہ اس کے لئے مسجد کی جگہ نہ روکے کہ یہ جائز نہیں اور وہ عمل بھی جائز ہو اور اس سے مقصود بھی امر جائز ہو اور اگر عمل اصلا یا قصداً ناجائز ہو تو مسجد میں اور بھی سخت تر حکم رکھے گا مثلاً زن وشو میں بغض پیدا کرنا اس کے لئے عمل حرام ہے تو اسے مسجد میں پڑھنا حرام تر ہوگا، یوہیں اعمال سفلیہ کہ اصل میں حرام ہیں مقصود محمود کے لئے بھی مسجد میں حرام تر ہوں گے پھر جو جائز عمل جائز نیت سے ہے اس میں حالتیں دو ہیں، ایک اہل علم کی کہ وہ اسماء الٰہیہ سے توسل اور اپنے جائز مقصد کے لئے اللہ عزوجل کی طرف تضرع کرتے ہیں یہ دعا ہے اور دعا مغز عبادت ہے مسجد میں ہو خواہ دوسری جگہ، دوم عوام نافہم کہ ان کا مطمح نظر اپنا مطلب دنیوی ہوتا ہے اور عمل کو نہ بطور دعا بلکہ بطور تدبیر بجالاتے ہیں ولہٰذا حسب اثر نہ دیکھیں اس سے بے اعتقاد ہوجاتے ہیں اگر دعا سمجھتے بے اعتقادی کے کیا معنٰی تھے کہ حاکم پر حکم کس کا ایسے اعمال نہ مسجد میں عبادت ہوسکتے ہیں نہ غیر میں بلکہ جب کسی دنیوی مطلب کے لئے ہوں مسجد میں نہ پڑھنا چاہئے **فان المساجد لم تبن لهذا**[1] (اس لئے کہ مساجد اس کام

---

[1] سنن ابن ماجه باب النهی عن انشاط الضوال فی المسجد ص ۵۶ و صحیح مسلم کتاب المساجد باب النهی عن نشد الضالة الخ ۱/ ۲۳

کے لئے نہیں بنائی گئیں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۰: از میرٹھ مرسلہ مولوی حبیب اللہ صاحب قادری رضوی خطیب جامع مسجد خیر نگر مدرس مدرسہ قومیہ

اوراد و وظائف مقررہ کو اتفاقیہ بلاوضو پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر ناغہ ہوں تو دوسرے وقت قضاء ہو سکتے ہیں یا نہیں اور پڑھتے میں اگر کوئی شخص سلام کرے یا ہم کلام ہو تو اس کا جواب دیا جائے یا نہیں؟

الجواب:

وظائف جو احادیث میں ارشاد ہوئے یا مشائخ کرام نے بطور ذکر الٰہی بتائے انھیں بلاوضو بھی پڑھ سکتے ہیں اور باوضو بہتر، ان میں حسب حاجت بات بھی کر سکتا ہے یعنی نیک بات مگر وہ وظیفہ جس میں عدم کلام کی شرط فرمادی ہے جیسے صبح و عصر کی نماز کے بعد بغیر پاؤں بدلے بغیر بات کئے دس بار "لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ لہ الملك ولہ الحمد بیدك الخیر یحیی ویمیت وھو علی کل شیئ قدیر پڑھنا" اس میں بات نہ کی جائے۔اور ذاکر پر سلام کرنا مطلقاً منع ہے اور اگر کوئی کرے تو ذاکر کو اختیار ہے کہ جواب دے یا نہ دے۔ہاں اگر کسی کے سلام یا جائز کلام کا جواب نہ دینا اس کی دل شکنی کا موجب ہو تو جواب دے کہ مسلمان کی دلداری وظیفہ میں بات نہ کرنے سے اہم واعظم ہے۔یہ وظائف اگر وقت خاص سے مختص ہیں اور وہ وقت نکل گیا تو ان کی قضا نہیں ورنہ دوسرے وقت پڑھ لئے جائیں کہ ثواب ملے اور عادت نہ چھوٹے، یہ احکام وظائف واذکار کے تھے رہے اعمال کہ ارباب عزائم مقرر کرتے ہیں ان کی زکوۃ میں تو روزانہ غسل شرط ہے وہ بھی غسل پاک یعنی بحالت طہارت نہانا، یہاں تک کہ اگر نہانے کی حاجت ہو جائے تو غسل جنابت کرکے دوبارہ پھر نہائے اور ان کی ورد میں کہ عمل بجارہنے کے لئے مقرر کیا جاتا ہے وضو شرط ہے بلاوضو نہیں پڑھ سکتا نہ ان کی زکوۃ یا ورد میں ہرگز بات کر سکتا ہے مگر جو بات شرعاً فی الحال فرض ہو اس کے لئے بمجبوری قطع قراءت لازم، مثلاً یہ عمل پڑھ رہا ہے اور ماں باپ نے آواز دی جواب دینا فرض ہے۔یا کسی کافر نے کہا مجھے مسلمان کرلے قطع عمل فرض ہے یہاں تک کہ جو مسلمان ہونا مانگے اس کے لئے تو فرض نماز کی نیت فوراً توڑ دینی واجب ہے یا کوئی مسلمان کنویں میں گرا جاتا ہے کسی لکڑی یا اینٹ سے رکا ہوا ہے اگر دیر کی جائے گی گر پڑے گا اور وہ آواز دے یا یہ دیکھے اور بچانا اس پر متعین ہو تو فرض ہے کہ عمل بلکہ فرض نماز قطع کرے اور اسے بچائے وقس علیہ مگر ان سب صورتوں میں جتنا پڑھ لیا تھا محسوب نہ ہوگا بلکہ از سر نو پڑھے اعمال میں قضا بھی نہیں اگر وسط زکوۃ میں کئی دن ناغہ ہو گیا تو زکوۃ نہ ہوئی پھر ادا کرے اور کسی دن کا ورد ناغہ ہونے کو ہو تو اس کی نیت سے اس دن ایک بار سورۃ فاتحہ ایک بار آیۃ الکرسی پڑھ لے وہ ناغہ نہ گنا جائے گا نہ اس کی قضا ہوگی

اور اگر یہ بھی نہ کیا تو عمل ہاتھ سے نکل جائے گا پھر زکوۃ دے غرض ارباب عزائم کے یہاں ہر طرح تشدد ہے اور اللہ ورسول کے یہاں تیسیر، **وللہ الحمد جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۶۱: از بریلی عقب کوتوالی مسئولہ شاہ محمد خاں ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سفر کے جانے کے کس قدر دن ہیں اور اگر کسی وجہ سے اس روز نہ جانا ہوسکے تو اپنا اسباب اور خود بیرون شہر کردینے سے سفر کا جانا مانا جائزے گا یا نہیں۔ اسباب باہر چھوڑا اور خود شہر میں چلا آیا تو یہ سفر کی صورت ٹھیک ہے یا نہیں؟ ورنہ جیسا حکم ہو اس کا کاربند ہوجاؤں، **بینوا توجروا** (بیان فرمائے اجر پاؤ۔ ت)

الجواب:

ہر سفر پر جانے کو دوشنبہ، پنجشنبہ، شنبہ بہتر ہیں نہ ایسے کہ ان کی رعایت واجب ہو بلکہ حرج نہ ہو تو اولٰی ہے اور حرج ہو تو جس دن بھی ہو اللہ پر توکل کرے اور اسباب باہر چھوڑ کر خود شہر میں آجانا کسی طرح سفر کی حد میں نہیں آسکتا نہ ایسے ٹوٹکو کی حاجت، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۶۲: از شہر کہنہ بریلی مسئولہ سید گوھر علی حسین قائم مقام معتمد انجمن خادم المسلمین بریلی ۴ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اردو اخبار کی ردی بازاری دکانداروں کے ہاتھ فروخت کی جائے یا نہیں کیونکہ عموماً اسلامی اخبارات وہندو اخبارات ودیگر صحائف میں اسلامی معاملات پر روشنی ڈالی جاتی ہے اور آیات واحادیث واسمائے مقدسہ کا اندراج ہوتا ہے چونکہ فی الحال انجمن خادم المسلمین بریلی کے دار المطالعہ میں انگریزی اور اردو اخبارات کی ردی موجود ہے لہٰذا ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ استفتاء حاصل کیا جائے۔

الجواب:

جبکہ ان میں آیت یا حدیث یا اسمائے معظّمہ یا مسائل فقہ ہوں تو جائز نہیں ورنہ حرج نہیں ان اوراق کو دیکھ کر اشیائے مذکورہ میں ان سے علیحدہ کرلیں پھر بیچ سکتے ہیں۔ عالمگیری میں ہے:

لایجوز لف شیئ فی کاغذ فیہ مکتوب من الفقہ وفی الکلام الاولی ان لایفعل وفی کتب الطب یجوز ولو کان فیہ اسم اللہ	کسی چیز کو کسی ایسے کاغذ میں لپیٹنا کہ جس میں علم فقہ کے مسائل لکھے ہوں جائز نہیں، اور کلام میں بہتر یہ ہے کہ ایسا نہ کیا جائے البتہ علم طب کی کتابوں میں ایسا کرنا جائز ہے، اگر اس میں

تعالٰی او اسم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یجوز محوہ لیلف فیہ شیئ[1]۔واللہ تعالٰی اعلم۔	اللہ تعالٰی کا مقدس نام یا حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کا اسم گرامی تحریر ہو تو اسے مٹادینا جائز ہے تاکہ اس میں کوئی چیز لپیٹی جاسکے۔اور اللہ تعالٰی سب کچھ بخوبی جانتاہے۔(ت)

مسئلہ ۱۶۳: از شہر محلّہ ذخیرہ مسئولہ شیخ شوکت علی صاحب فاروقی ۱۲ذوالحجہ ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، مسجد کے اندر سوال کرنا اپنے یا غیر کے واسطے اور سائل کو دینااس کے یا غیر کے واسطے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

جو مسجد میں غل مچادیتے ہیں نمازیوں کی نماز میں خلل ڈالتے ہیں لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے صفوں میں پھرتے ہیں مطلقًا حرام ہے اپنے لئے خواہ دوسرے کے لئے، حدیث میں ہے:

جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم ورفع اصواتکم رواہ ابن ماجۃ[2] عن واثلۃ بن الاسقع و عبدالرزاق عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	مسجدوں کو بچوں اور پاگلوں اور بلند آواز سے بچاؤ(محدث ابن ماجہ نے حضرت واثلہ بن اسقع سے اور امام عبدالرزاق نے حضرت معاذ بن جبل سے اس کو روایت کیا،اللہ تعالٰی ان دونوں سے راضی ہو۔ت)

حدیث میں ہے:

من تخطی رقاب الناس یوم الجمعۃ اتخذ جسرا الی جھنم،رواہ احمد والترمذی[3] وابن ماجۃ عن معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	جس نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگیں اس نے جہنم تک پہنچنے کا اپنے لئے پل بنالیا(امام احمد اور جامع ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا۔ت)

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۳۲۲

[2] المصنف لعبدالرزاق باب انشادالضالۃ فی المسجد حدیث ۱۷۲۶ المکتب الاسلامی بیروت ۱ /۴۴۲، سنن ابن ماجہ کتاب المساجد باب مایکرہ فی المساجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۵

[3] جامع الترمذی کتاب الجمعۃ باب کراھیۃ التخطی یوم الجمعۃ امین کمپنی دہلی ۱ /۶۸، سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی النھی عن تخطی الناس یوم الجمعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۹

اور اگر یہ باتیں نہ ہوں جب بھی اپنے لئے مسجد میں بھیک مانگنا منع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من سمع رجلا ینشد فی المسجد ضالة فلیقل لا ردها اللّٰہ الیك فان المساجد لم تبن لهذا رواه احمد ومسلم[1] وابن ماجة عن ابی هریرة رضی اللّٰہ تعالٰی عنه۔	جو کسی مسجد میں اپنی گمی چیز دریافت کرنے سنے اس سے کہے اللہ تجھے وہ چیز نہ ملائے مسجدیں اس لئے نہیں (امام احمد اور مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا۔ ت)

جب اتنی بات منع ہے تو بھیک مانگنی خصوصاً اکثر بلاضرورت بطور پیشہ کے خود ہی حرام ہے یہ کیونکر جائز ہو سکتی ہے ولہذا ائمہ دین نے فرمایا جو مسجد کے سائل کو ایک پیسہ دے وہ ستر ۷۰ پیسے راہ خدا میں اور دے کہ اس پیسہ کے گناہ کا کفارہ ہوں اور دوسرے محتاج کے لئے امداد کو کہنا یا کسی دینی کام کے لئے چندہ کرنا جس میں نہ غل شور ہو نہ گردن پھلانگنا نہ کسی کی نماز میں خلل یہ بلاشبہہ جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے۔ اور بے سوال کسی محتاج کو دینا بہت خوب اور مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے ثابت ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۶۵ و ۱۶۶ و ۱۶۵: از شہر بریلی محلّہ جامع مسجد مسئولہ عبدالرحمٰن صاحب ۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بزرگان دین کے مزاروں پر کسی اپنے مدعا کے حصول کے لئے بحکم خداوند کریم کا چڑھانا یا کسی پارچے یا پھول کا معہ نعت خوانی مزار موصوف یا اثناء راہ یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) چادر پھول میں سے لڑ توڑ کر بنا کر اس وقت میلاد شریف پڑھنے والوں کے گلے میں ڈال دینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

(۱) جائز ہے جبکہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) جائز ہے جبکہ باذن مالک ہو۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساجد باب النهی عن نشد الضالة الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۱۰، سنن ابن ماجہ باب النهی عن انشاد الضوال فی المسجد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۶، مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۴۹

مسئلہ ۱۶۶: از فیض آباد مرسلہ محمد خلیل ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند قرآن بوسیدہ اور تمام اوراق ان کے پھٹ پھٹ کر علیحدہ ہوگئے ہیں اس حالت میں وہ اوراق ادھر اُدھر زمین پر پائے جاتے ہیں اس طرح نہایت ہی خرابی ہے اور گناہ بھی بیحد ہوتا ہے تو کیا ان کو جلا کر کسی جاری پانی میں ڈالا جائے یا بے جلائے کسی کپڑے میں مع پتھر کے باندھ کر کنویں میں ڈالا جائے۔ بینوا توجروا (بیان فرمایئے ثواب پایئے۔ت)

الجواب:

اسے مثل دفن کریں یعنی ان اوراق کو جمع کرکے پاک کپڑے میں لپیٹیں اور ایسی جگہ جہاں پاؤں نہ پڑتا ہو عمیق بغلی قبر اس کے لائق کھود کر اس میں سپرد کردیں۔ درمختار میں ہے:

المصحف اذا صار بحال لایقرأ فیه یدفن کالمسلم[1]۔	مصحف شریف کی جب ایسی حالت ہوجائے کہ اسے پڑھا نہ جاسکے تو پھر اسے مسلمان کی طرح (احترام سے) دفن کردے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای یجعل فی خرقة طاهرة یدفن فی محل غیر ممتهن لایؤطأ وفی الذخیرة وینبغی ان یلحد له ولا یشق له لانه یحتاج الی اهالة التراب علیه وفی ذٰلك نوع تحقیر الا اذا جعل فوقه سقفا بحیث لایصل الیه فهو حسن ایضا[2] اھ **اقول:** الشق قد ینهدم فاللحد اولٰی۔	یعنی اس صورت میں اسے کسی صورت میں پاک کپڑے میں لپیٹ کر کسی ایسی جگہ دفن کیا جائے جہاں نہ تو اس کی توہین ہو اور نہ لوگوں کے پاؤں سے پامال ہو، اور ذخیرہ میں ہے مناسب یہ ہے کہ اس کے لئے "لحد" (یعنی بغلی قبر) بنائی جائے لیکن "شق" (سیدھی) نہ ہو کیونکہ اس صورت میں اس پر یعنی اس کے اوپر مٹی ڈالنے کی ضرورت میں اس پر یعنی اس کے اوپر مٹی ڈالنے کی ضرورت پیش آئے گی کہ جس میں ایک قسم تحقیر ہے۔ ہاں اگر اس قبر پر چھت بنائی جائے کہ اس تک مٹی نہ پہنچے تو پھر یہ بھی ایک اچھی صورت ہے اھ۔ **میں کہتا ہوں** شق (سیدھی قبر) کبھی گر جاتی ہے لہٰذا بغلی قبر ہی زیادہ بہتر ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الطهارة مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۳

[2] ردالمحتار کتاب الطهارة دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۱۹

ہاں جہاں زمین ایسی نرم وکمزور ہو کہ بغلی کے دھنس جائے اندیشہ ہو تواڑانے تختے مضبوط لگا کر قبر بنائیں اور اگر اوراق تھوڑے ہوں تو یہ سب سے اولٰی یہ کہ ایک ایک یا زیادہ کا تعویذ بنا کر اطفال مسلمین کو تقسیم کردیں۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۶۷: از گونڈل کاٹھیاواڑ مرسلہ قاضی قاسم میاں صاحب ۲۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کانچ کی ایک سطح پر آیات واذکار تیزاب وسپیدی سے الٹے لکھے جاتے ہیں جو دوسری طرف سیدھے دکھائی دیتے ہیں ایسے ایسے تختے ونیز کاغذ میں لکھے ہوئے آیات واذکار کانچ میں مڑھا کر مکان میں برکت وآرائش کے لئے رکھتے ہیں ایسے مکان میں جماع کرنا بے ادبی ہے یا نہیں؟**بینوا توجروا** (بیان فرمائے اجر پایئے۔ت)

الجواب:

جہاں قرآن کریم کی کوئی آیت کریمہ لکھی ہو کاغذ یا کسی شے پر اگرچہ اوپر شیشہ ہو جو اسے حاجت نہ ہو جب تک اس پر خلاف نہ ڈال لیں وہاں جماع یا برہنگی بے ادبی ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۶۸: از بریلی لال کورتی بازار مرسلہ نیاز احمد اینڈ سنس ۴رجب المرجب

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ،،ہمارے پاس ہمیشہ ذیل کے مضمون کے کارڈ آتے ہیں **اھدنا الصراط المستقیم صراط انعمت**۔اس کے علاوہ اور مضمون کے بھی دیتے ہیں اور لکھا ہوتا ہے؟ یا ۱۱ مرتبہ لکھ کر مختلف لوگوں کو تقسیم کرو ورنہ نقصان ہوگا۔مہربانی فرما کر تحریر فرمائیں کہ کیا کرنا چاہئے؟**والسلام**

الجواب:

یہ محض بے اصل بات ہے اس پر عمل نہ کیجئے ناحق تضیع مال ہے اور وہ دھمکی غلط باطل ہے،ان کارڈوں پر خداترس لوگ آیات کریمہ لکھتے ہیں کہ ان کی نونقلیں کرکے بھیجو حالانکہ وہ بے وضو بلکہ جنب کو کفار کے ہاتھ میں آتی ہیں اور زمین پر رکھ کر ان پر ڈاک کہ مہریں لگائی جاتی ہے۔قرآن عظیم کی اس بے ادبی کا وبال ان لکھنے والوں پر ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۶۹: از مؤپور میواڑ راجپوتانہ مہارانا سکول مرسلہ مولوی وزیر احمد صاحب مدرس ۱۲رمضان ۱۳۳۸ھ

قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہوئے عالم یا والدین یا دینی مہتمم مدرسہ کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے یا نہیں؟ تعظیم کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب:

قرآن عظیم کی تلاوت میں سلطان اسلام اور عالم دین اور استاد علم دین اور والدین کی تعظیم کرسکتا ہے وبس۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۰: از مقام آصف آباد ڈاک خانہ بلہار پور ضلع چاند ملک متوسط مرسلہ عبداللہ الرحمٰن صاحب ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حمد ونعت میں آداب مقام طہارت کا بخیال حرمت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہاں تک لحاظ کیا جانالازم ہے کہ حمد ونعت تماشاگاہوں، شادی کی مجلسوں اور دعوت کے ایسے جلسوں میں جس میں لوگ انگریزی وضع کے موافق آداب اسلام کے برعکس کرسیوں پر تبختر سے بیٹھے ہوں اور ارباب نشاط جمع ہوں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص اس موقع پر جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ادائے حمد ونعت سے بخیال ادب وحرمت تامل پذیر ہو اور انکار کرے تو گناہ تو لازم نہ آئے گا ایسے جلسوں میں آداب ورواج اسلام کے خلاف جوتا پہنے ہوئے میز کے پاس کھڑے ہو کر جبکہ سامعین کرسیوں پر نشست رکھتے ہوں اور قاری زمین پر کھڑا ہو حمد ونعت کے متبرک الفاظ بآواز بلند پڑھنا جائز ہوگا اور اگر کوئی شخص جائز نہ سمجھ کر ایسے موقع پر تامل کرے تو کوئی حرج تو نہیں؟

الجواب:

ادب واجلال جہاں تک ممکن ہو بہتر ہے فتح القدیر میں ہے:

کل ماکان فی الادب والاجلال کان حسنا[1]۔	ہر وہ کام جو ادب واحترام میں داخل ہو وہ اچھا ہے۔ (ت)

تماشاگاہوں میں جہاں لوگ لہو ولعب میں مشغول ہوں اور ذکر شریف نہ سنیں گے نعت شریف بآواز بلند پڑھنا ممنوع ہے جس طرح ایسی جگہ قرآن عظیم پڑھنا حرام ہے شادی ودعوت کے جلسوں میں حالت دیکھی جائے اگر حاضرین سب اسی بے ہودہ طرز کے ہیں کہ التفات نہ کریں گے تو وہاں بھی پڑھنا منع اور تامل وانکار کرنے والا کہ بہ نیت ادب وحرمت انکار کرے گا ثواب پائے گا اور اگر وہاں وہ لوگ ہیں کہ متوجہ ہو کر ذکر شریف سنیں گے اگرچہ بعض انگریزی بیہودہ فیشن کے متکبر ومتبختر بھی ہوں تو ممانعت

[1] فتح القدیر کتاب الحج مسائل منثورہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۹۴

نہیں اور ایسی جگہ تاویل وانکار بیجا ہے گناہ گار اب بھی نہ ہوگا جبکہ اسی کی نیت ادب واحترام ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۷۱: از ریاست کوٹہ راجپوتانہ محلّہ حیدر گڑھ مسئولہ فضل احمد امام جامع مسجد ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ صحن مسجد داخل مسجد ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

صحن مسجد مسجد ہے، فقہا اسے مسجد صیفی کہتے ہیں اور حد مسقف کو مسجد شتوی، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۷۲: از بمبئی ۸ مدنپورہ صفی آبادی بردکان جہانگیر مرچ مصالحہ والے مسئولہ عبدالستار صاحب یکم صفر ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ م ین کہ زید کہتاہے کہ تعویز کا یاآیات قرآن نقش جداول میں لکھنا خلاف شرع اور ناجائز ہے۔ عمرو کہتاہے کہ نہیں، عدد میں خلاف شرع تو نہیں مگر اتنا ضرور ہے کہ حرفوں لکھنا فضیلت رکھتا ہے۔ دونوں میں سے کسی کا قول مطابق شریعت ہے۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

آیات کریمہ واسمائے طیبہ کی برکات سے استفادہ کے دنوں طریقے ہیں جن میں عبارت والفاظ لکھے جائیں وہ جزر کہلاتے ہیں اور زبان تکسیر میں مظہر اور اعداد والے وفق ومضمر، علم اوفاق امام حجۃ الاسلام غزالی وامام فخر الدین رازی وشیخ اکبر محی الدین ابن عربی وغیرہم اجلہ اکابر سے ہے اس میں عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں بلکہ محل احراق ونحوہ میں وہی انسب ہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۷۳: سید عرفان علی صاحب رکن انجمن خادم الساجدین رہڑی ٹولہ بریلی ۴ صفر ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

" مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً یَّكُنْ لَّهٗ نَصِیْبٌ مِّنْهَا ۚ وَ مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَیِّئَةً یَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا ﴿۸۵﴾ "[1]	جو کوئی اچھی سفارش کرے تو اس کے لے لئے اس میں حصہ ہے اور جو کوئی بری سفارش کرے تو اس کے لئے اس میں بھی حصہ ہے اور اللہ تعالٰی ہر چیز پر پوری طاقت رکھنے والا ہے۔ (ت)

[1] القرآن الکریم ۴/ ۸۵

اس آیت شریف کا کیا مطلب ہے اور شفاعت حسنہ اور سیئہ سے کیا مراد ہے؟

الجواب: نیک بات میں کسی کی سفارش کرنا مثلاً سفارش کرکے مظلوم کو اس کا حق دلا دینا یا کسی مسلمان کو ایذا سے بچا لینا یا کسی محتاج کی مدد کرادینا شفاعت حسنہ ہے ایسی شفاعت کرنے والا اجر پائیگا اگرچہ اس کی شفاعت کارگر نہ ہو، اور بری بات کے لئے سفارش کرکے کوئی گناہ کرادینا شفاعت سیئہ ہے اس کے فاعل پر اس کا وبال ہے اگرچہ نہ مانی جائے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۷۴: از شہر محلہ سوداگران مسئولہ شمس الدین طالب عالم مدرسہ منظر الاسلام ۱۲صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں حضور پر نور اعلحضرت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملۃ طاہرہ قبلہ مدظلہ العالی کہ مسجد میں امام کو دبوانا کیسا ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

کوئی حرج نہیں، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۷۵ تا ۱۷۹: از موضع ہرن پاور ضلع بریلی تحصیل نواب گنج مسئولہ فقیر بخش

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حضرت پیران پیر دستگیر غوث اعظم کی گیارھویں شریف میں تعظیم کو اٹھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) محرم میں ماتم یا نوحہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) رافضیہ کی مجلس میں جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) اولیائے کرام کے کسی مزار پر شیرینی لے جانا جائز ہے یا نہیں؟

(۵) جو کوئی کسی نیک کام کو جاتا ہے اور اس کو کوئی روکے تو اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

الجواب:

(۱) گیارھویں شریف میں قیام سے کوئی ممانعت شرعیہ نہیں مگر یہ تعظیم عرف مسلمین میں ذکر اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے خاص ہورہی ہے اس تخصیص کا لحاظ چاہئے۔

(۲) ماتم ونوحہ محرم ہو یا غیر محرم مطلقاً حرام ہے۔ **(۳)** رافضیوں کی مجلس میں جانا سخت حرام ہے۔

(۴) شرینی اگر ایصال وثواب کے لئے ہو اور وہاں مساکین پر تقسیم کی جائے تو حرج نہیں۔

(۵) اگر وہ کام واقعی نیک ہے اور یہ کسی وجہ شرعی سے اسے نہیں روکتا تو **مناع للخیر** ہے اور **مناع للخیر** ہونا شیطانی کام ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۸۰: از بنارس محلّہ انبیالی منڈی مسئولہ محمد عمر صاحب سنی حنفی قادری رضوی ۴رجب ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ منجانب خلافت کمیٹی ایک روپیہ کانوٹ شائع ہوا ہے جس میں قرآن پاک کی پوری ایک آیت لکھی پس مسلمان یا ہنود کے ہاتھ فروخت کرنا کیسا ہے کیا مسلمان اس کو ہر حالت پاکی وناپاکی میں لے سکتا ہے یا نہیں اور اس کے فروخت کرنے والے پر کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اس پرچہ پر کہ ہر کس وناکس ہر پاک وناپاک ہر کافر ومشرک ہر بھنگی چمار کے ہاتھ میں جانے کے لئے وضع کیا گیا ہے قرآن کریم کی آیت لکھنا اسے بے ادبی کے لئے پیش کیا ہے ت بے وضو اس کا چھونا جائز نہیں اگر آیہ کریمہ کے سوا انس میں اور کتابت نہ ہوا اور اگر اور کفایت زائد ہے تو آیہ کریمہ جس جگہ لکھی ہے اس پر بے وضو ہاتھ لگنا حرام ہے اور خواہ اسی رخ ہو جدھر آیت لکھی ہے یا دوسرے رخ ہر طرف ناجائز ہے اور اسے کافر کے ہاتھ فروخت نہ کریں اور اس کا بیچنا بے ابی ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۸۱تا۱۸۲: از ریاست کوٹہ راجپوتانہ متصل گھنٹہ گھر مسجد مدار کاچلہ مسئولہ حافظ جان محمد امام مسجد مذکورہ ۲۹رمضان ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں جواب مع حوالہ کتب اہلسنت سے مرحمت فرمایا جائے:

(۱) بعد نماز جمعہ کوئی عالم یا میلاد خوان منبر پر بیٹھ کر میلاد شریف پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور عام طور پر بھی منبر پر بیٹھ کر میلاد شریف پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ کیا منبر محض وعظ وخطبہ ہی کے لئے ہے؟ اگر چند مسلمان زید کو بعد نماز جمعہ مسجد میں منبر پر میلاد شریف پڑھنے کے لئے بٹھائیں اور چند لوگ کہیں کہ اگر تم میلاد شریف پڑھنا ہے تو منبر پر مت بیٹھو بلکہ تخت پر بیٹھو ہم منبر پر نہیں پڑھنے دیں گے اور نہیں پڑھنے دیا۔ ایسے لوگوں کے لئے کا حکم ہے؟

(۲) زید نے محض فقہ کی تین کتابیں پڑھی ہیں، اردو بولنے اور صحیح املا لکھنے کی لیاقت نہیں ہے۔ اور صرف ونحو سے بالکل ناواقف ہے حتی کہ میزان الصرف نہیں جانتا بلکہ صرف ونحو کے پڑھنے کو حرام اور اس کے پڑھنے والے کو اچھا نہیں جانتا اور فارسی بھی نہیں جانتا، ایسے شخص کو منبر پر بیٹھ کر وعظ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر منبر پر بیٹھ جائے تو اس کو مسلمان منبر سے اتار سکتے ہیں یا نہیں؟ از روئے شرع کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

(۱) میلاد شریف منبر پر پڑھنا بلاشبہہ جائز ہے اور یہ فرق کہ میلاد شریف تخت پر ہو منبر پر صرف

خطبہ ووعظ محض نادانی ہے۔میلاد شیرف ذکر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے اور ذکر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عین ذکر الٰہی ہے۔حدیث میں ہے۔رب عزوجل نے فرمایا:

جعلتك ذكرا من ذكری فمن ذكرك فقد ذكرنی [1]۔	اے محبوب! میں نے اپنے ذکر سے تمھیں ایک ذکر بنایا تو جس نے تمھارا ذکر کیا اس نے بیشک میرا ذکر کیا۔

تو میلاد شریف خطبہ ووعظ بھی ہے اور خطبہ ووعظ بھی ذکر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے خالی نہیں ہوسکتے تو سب شے واحد ہیں ور خود صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مسجد مدینہ طیبہ میں حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے واسطے منبر بچھاتے اور وہ اس پر قیام کرکے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نعت اور مشرکین کا رد سناتے [2]۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) منبر مسند نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے۔جاہل اردو خوان اگر اپنی طرف سے کچھ نہ کہے بلکہ عالم کی تصنیف پڑھ کر سنائے تو اس میں حرج نہیں جبکہ وہ جاہل فاسق مثلاً داڑھی منڈا وغیرہ نہ ہو کہ اس وقت وہ جاہل سفیر محض ہے اور حقیقۃً وعظ اس عالم کا جس کی کتاب پڑھی جائے اور اگر ایسا نہیں بلکہ جاہل خود بیان کرنے بیٹھے تو اسے وعظ کہنا حرام ہے اور اس کا وعظ سننا حرام ہے۔اور مسلمانوں کو حق ہے بلکہ مسلمانوں پر حق ہے کہ اسے منبر سے اتاردیں کہ اس میں نہی منکر ہے اور نہی منکر واجب ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الاول المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ فی البلاد العثمانیۃ ص۱۵

[2] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب ماجاء فی الشعر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲۸،احیاء العلوم بحوالہ صحیحین کتاب آداب السماع مطبعۃ المشھد الحسینی القاھرہ ۲/ ۲۷۴

رساله
الکشف شافیا حکم فونوجرافیا ۱۳۲۸ھ
(فونو گراف (گراموفون) کے حکم کے بارے میں تسلی بخش وضاحت)

مسئلہ ۱۷۳: از ریاست رامپور محلّہ چاہ شور ۱۲ رمضان مبارک ۱۳۲۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فونو گراف سے قرآن مجید سننا اور اس میں قرآن شریف کا بھرنا اور اس کام کی نوکری کرکے یا اجرت لے کر یا ویسے ہی اپنی تلاوت کا اس میں بھروانا جائز ہے یا نہیں اور اشعار حمد و نعت کے بارہ میں کیا حکم ہے اور عورات کے ناچ گانے یا مزامیر کی آواز اس سے سننا بھی ایسا ہی حرام ہے جس طرح اس سے باہر سننا یا کیا؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر و ثواب پاؤ۔ت)

الجواب:

الحمد للہ الذی انزل القراٰن ذکرا للعلمین، واغنانا بہ عن الغنا الخبیث ولھو الحدیث وملاھی المبطلین وحرم بغیرتہ ورحمتہ	سب تعریف اللہ تعالٰی کے لئے ہے کہ جس نے تمام جہانوں کی پند و نصیحت کے لئے قرآن مجید نازل فرمایا اور اس کی برکت سے ہمیں خبیث گانوں، کھیل کی باتوں اور اہل باطل کے کھیل و تماشوں سے بے نیاز کردیا اور اپنی غیرت اور رحمت کی وجہ سے

الفواحش والفتن ماظهر منها وما بطن والصلٰوة والسلام علی سیدنا ومولٰنا محمد سید المرسلین المبعوث بزهق المعازف والمزامیر وکل لهو مهین وعلی اله وصحبه الذین هم لعهدهم بتعظیم الذکر راعون وبلا طمع اجرة ولا کراموفون المنتجبین و المجتنبین عن لهو الحدیث الذین میزالله بسعیهم و رعیهم الطیب من الخبیث ماطرب الورقاء بالالحان وغر القرٰی فی الافنان اٰمین!۔	فحش (یعنی بیحیائی کے کام) اور کھلے اور پوشیدہ فتنے حرام کردیئے اور درود وسلام ہمارے آقا ومولٰی پر ہو جو محمد (کریم) تمام رسولوں کے سردار اور مقتدا ہیں کہ جن کو گانے بجانے کے آلات واسباب اور ہر ذلیل کھیل وتماشہ کے مٹانے اور ختم کرنے) کے لئے بھیجا گیا (نیز درود وسلام) ان کی تمام آل اور تمام ساتھیوں پر ہو کہ جو تعظیم ذکر کی وجہ سے اپنے عہد وپیمان کی رعایت کرتے رہے اور یہ بغیر لالچ اجرت اور کرایہ کے عہد پورا کرتے ہیں اور شرافت رکھنے والے اور کھیل کی باتوں سے بچنے والے تھے، یہ وہ پاکیزہ لوگ تھے کہ جن کی کوشش اور رعایت کرنے سے اللہ تعالٰی نے پاک کو ناپاک سے الگ اور جدا کردیا (اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے) جب تک فاختائیں خوش الحانی سے بولتی رہیں اور قمریاں شاخوں پر (جھوم کر) گیت گاتی اور خوش آوازی کرتی ہیں یااللہ! اس دعا کو شرف قبولیت سے نواز دے۔(ت)

اس مسئلہ حادثہ میں کلام سے پہلے ایک مبحث جلیل کی تمہید ضرور جس پر انکشاف احکام مقصور، وہ فوٹو گراف سے فونو گراف کا اظہار فرق ہے فوٹو گراف کی تصویر اپنی ذی الصورہ سے مباین اور اسکی محض ایک مثال وشبیہ ہوتی ہے۔بخلاف اس آلہ کے کہ اس میں اگر کسی قاری کی تلاوت بھری گئی تو اس میں حقیقۃً قرآن عظیم ہی ودیعت ہوا اور اس سے جو سنا جائے وہ حقیقۃً اسی قاری کی آواز ہوگی اور اس سے جو ادا ہوا وہی قرآن عظیم ہوگا جو اس نے پڑھا نہ یہ کہ مسموع اس کی آواز کی کوئی حکایت وتصویر ہو اور یہ جو ادا ہوا قرآن مجید میں نہ ہو اس کی مثال ونظیر ہو، یوہیں اگر آلات طرف وغیرہا کی آواز ہے تو وہ بھی حقیقۃً وہی آواز ہے نہ کہ اس کا نشان وپرداز۔

کما توهمه بعض فضلاء العصر وهو العلامة السید محمد عبدالقادر الاهدل الشافعی المقیم الاٰن بحدیدة اذجمع فیه رسالة سماها	جیسا کہ بعض فضلائے زمانہ کو وہم ہوگیا (اور مغالطہ لگ گیا) اور وہ علامہ سید محمد عبدالقادر اہدل شافعی ہیں جو آجکل حدیدہ میں رہائش پذیر ہیں انھوں نے اس موضوع پر ایک رسالہ تصنیف فرمایا کہ انھوں نے

"القول الواضح فی ردالخفاء الفاضح" زعم فیھا ان ما یسمع من ذٰلك الصندوق لیس اصوات الاصل ولا مساویا لھا انما یشبھھا فی اصل الصوت کالصدا وھو لھا کالخیال من عالم المثال وبنی علیه جواز ان تسمع منه اصوات الالات اذ ماھی ھی ومایتعدی حکم الاصل الی الحکایة کما قال ابن حجر المکی وغیرہ فی رؤیة صورة عورة المرأة فی المراة وقد کنت کتبت فی ابطال ھذا الوھم عدة فی مکة المکرمة فی صفر ۱۳۲۴ھ حین عرض علی صاحبنا الفاضل الکامل النبیل النبیه ذوقلب فقیه و طبع وقاد وذھن نقادالشیخ محمد علی المکی المالکی امام المالکیة ومدرس المسجد الحرام ابن مفتیھم بھا مولینا العلامة المرحوم بکرم الله تعالٰی الشیخ حسین الازھری المکی رسالة له فی ھذا الباب سماھا انوار الشروق فی احکام الصندوق" وھو حفظه الله

اس کا نام القول الواضح فی ردالخطاء الفاضح (یعنی بالکل واضح اور ظاہر بات رسوا کرنیوالی خطا کے بیان میں) رکھا پس انھوں نے اس میں یہ خیال کیا کہ جو کچھ اس صندوق سے سنائی دیتا ہے وہ اصل آواز اور اس کے مساوی نہیں بلکہ وہ اصل آواز کی شبیہ ہے۔ جیسے آواز بازگشت اور اس کی گونج، جیسے خیال عالم مثال سے،اور اس پر یہ بنیاد رکھی کہ آلات سے آوازیں سننی جائز ہیں، کیونکہ وہ آوازیں اصل اور حقیقی آوازیں نہیں اور حکم اصل حکایت کی طرف متجاوز نہیں ہوتا، جیسا کہ علامہ ابن حجر وغیرہ نے ارشاد فرمایا جیسا کہ آئینہ میں جائے ستر کی صورت کا دیکھنا،اور میں نے اس وہم کو باطل قرار دینے پر چند اوراق مکہ مکرمہ کی اقامت کے زمانے ماہ صفر ۱۳۲۴ھ میں تحریر کئے جب میرے سامنے ہمارے دوست (ساتھی) کامل، فاضل، شریف، سمجھدار، فقیہ دل رکھنے والے بھڑکیلی طبیعت اور ناقد ذہن رکھنے والے، شیخ محمد علی مکی مالکی (امام مالک کے پیروکار) جو کہ مذہب امام مالک رکھنے والوں کے امام اور مسجد حرام میں مدرس اور وہاں ان کے مفتی کے صاحبزادے ہیں اور وہ مولانا علامہ اللہ تعالٰی کے کرم سے ان پر رحم کیا جائے، شیخ حسین ازہری مکی ہیں،اس باب میں اپنا ایک رسالہ بنام انوار الشروق فی احکام الصندوق (یعنی چمکیلے انوار، صندوق کے احکام شرعی کے بیان میں) انھوں نے مجھے پیش کیا اللہ تعالٰی

تعالٰی اجاد فی تحریم سماع الطرب المعتاد لاھل الفساد من فونو غرافیا وبینه بیانا کافیا وذھب ایضا الی تحریم سماع القراٰن العظیم مطلقا منه و سنحقق الامر فیه کما ستری ان شاء اللہ تعالٰی۔	ان کی حفاظت فرمائے کہ انھوں نے اہل فساد کے لئے فونو گراف سے راگ سننے کی حرمت بیان کرنے میں کمال کردیا (بہت اچھا رول ادا کیا) اور کافی بیان فرمایا اور اس طرف بھی گئے ہیں کہ اس سے مطلقاً قرآن عظیم سننا حرام ہے ہم ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب اس امر کی تحقیق پیش کریں گے جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے۔(ت)

یہاں ہم کو دو باتیں بیان کرنی ہیں، ایک یہ کہ فونو سے جو سنی جاتی ہے وہ بعینہٖ اسی آواز کنندہ کی آواز ہوتی ہے جس کی صورت اس میں بھری ہے قاری ہو خواہ متکلم خواہ آلہ طرب وغیرہا، دوسرے یہ کہ بذریعہ تلاوت جو اس میں ودیعت ہوا پھر تحریک آلہ جو اس سے ادا ہوگا سنا جائے گا حقیقۃً قرآن عظیم ہی ہے۔ ان دونوں دعوؤں کو دو مقدموں میں روشن کریں **وباللہ التوفیق** (اللہ تعالٰی ہی کے کرم سے حصول توفیق ہے۔ت):

مقدمہ اولٰی: کا بیان ان امور کی تحقیق چاہتا ہے:

(۱) آواز کیا چیز ہے؟ **(۲)** کیونکر پیدا ہوتی ہے؟ **(۳)** کیونکر سننے میں آتی ہے؟

(۴) اپنے ذریعہ حدوث کے بعد بھی باقی رہتی ہے یا اس کے ختم ہوتے ہی فنا ہوجاتی ہے۔

(۵) کان سے باہر بھی موجود ہے یا کان ہی میں پیدا ہوتی ہے۔

(۶) آواز کنندہ کی طرف اس کی اضافت [عہ] کیسی ہے وہ اس کی صفت ہے یا کس چیز کی۔

(۷) اس کی موت کے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے یا نہیں۔

ہم اس بحث کو بعونہ تعالٰی ایسی وجہ پر تقریر کریں کہ ساتوں سوالوں کا جواب اسی سے منکشف ہو **فاقول: وباللہ التوفیق** (اللہ تعالٰی کی توفیق ہی سے میں کہتا ہوں۔ت) ایک جسم کا دوسرے سے بقوت ملنا جسے قرع کہتے ہیں یا بسختی جدا ہونا کہ قلع کہلاتا ہے جس ملائے لطیف مثل ہوا یا آب میں واقع ہو اس کے اجزائے مجاورہ میں ایک خاص تشکل وتکیف لاتا ہے اسی شکل وکیفیت

[عہ]: یعنی صفت کی اضافت ہے موصوف کی طرف یا فعل کے فاعل کی طرف پایا گیا ۱۲ منہ

مخصوصہ کا نام آواز ہے اسی صورت قرع کی فرع ہے کہ زبان وگلوئے متکلم وقت تکلم کی حرکت سے ہوائے دہن کو بجا کر اس میں اشکال حرفیہ پیدا کرتی ہے یہاں وہ کیفیت مخصوصہ اس صورت خاصہ کلام پر بنتی ہے جسے قدرت کاملہ نے اپنے ناطق بندوں سے خاص کیا ہے یہ ہوائے اول یعنی جس پر ابتداء وہ قرع و قلع واقع ہوا جیسے صورت کلام میں ہوائے دہن متکلم اگر بعینہٖ ہوائے گوش سامع ہوتی تو یہیں وہ آواز سننے میں آجاتی مگر ایسا نہیں لہٰذا حکیم عزت حکمتہ نے اس آواز کو گوش سامع تک پہنچانے یعنی ان تشکلات کو اس کی ہوائے گوش میں بنانے کے لئے سلسلہ تموج قائم فرمایا۔ظاہر ہے کہ ایسے نرم وتر اجسام میں تحریک سے موج بنتی ہے جیسے تالاب میں کوئی پتھر ڈالو یہ مجاور اجزائے آب کو حرکت دے گا وہ اپنے متصل وہ اپنے مقارب کو جہاں تک کہ اس تحریک کی قوت اور اس پانی کی لطافت اقتضا کرے یہی حالت بلکہ اس سے بہت زائد ہوا میں ہے کہ وہ لینت ورطوبت میں پانی سے کہیں زیادہ ہے لہٰذا قرع اول سے کہ ہوائے اول متحرک و متشکل ہوئی تھی اس کی جنبش نے برابر والی ہوا کو قرع کیا اس سے وہی اشکال ہوائے دوم میں بنیں اس کی حرکت نے متصل کی ہوا کو دھکا دیا اب اس ہوائے سوم میں مرتسم ہوئیں یوں ہی ہوا کے حصے بروجہ تموج ایک دوسرے کو قرع کرتے اور بوجہ قرع وہی اشکال سب میں بنتے چلے گئے یہاں تک کہ سوراخ گوش میں جو ایک پٹھا بچھا اور پردہ کھچا ہے یہ موجی سلسلہ اس تک پہنچا اور وہاں کی ہوائے متصل نے متشکل ہو کر اس پٹھے کو بجایا یہاں بھی بوجہ جوف ہوا بھری ہے اس قرع نے اس میں بھی وہی اشکال وکیفیات جن کا نام آواز تھا پیدا کیں اور اس ذریعہ سے لوح مشترک میں مرتسم ہو کر نفس ناطقہ کے سامنے حاضر ہوئیں اور محض باذن اللہ تعالٰی ادراک سمعی حاصل ہوا،الحاصل ہر شے کا سبب حقیقی ارادہ اللہ عزوجل ہے بے اس کے ارادے کے کچھ نہیں ممکن اور وہ ارادہ فرمائے تو اصلاً کسی سبب کی حاجت نہیں مگر عالم اسباب میں حدوث آواز کا سبب عادی یہ قرع و قلع ہے اور اس کے سننے کا وہ تموج و تجدد قرع وطبع تاہوائے جوف سمع ہے متحرک اول کے قرع سے ملا مجاور میں جو شکل و کیفیت مخصوصہ بنی تھی کہ شکل حرفی ہوئی تو وہی الفاظ وکلمات تھے ورنہ اور قسم کی آواز اس کے ساتھ قرع نے بوجہ لطافت اس مجاور کو جنبش دی اس کی جنبش نے اپنے متصل کو قرع کیا اور وہی ٹھپا کہ اس میں بنا تھا اس میں اتر گیا یونہی آواز کی کاپیاں ہوتی چلی گئیں اگرچہ جتنا فصل بڑھتا اور وسائط زیادہ ہوتے جاتے ہیں تموج وقرع میں ضعف آتا جاتا اور ٹھپا ہلکا پڑتا ہے ولہٰذا دور کی آواز کم سنائی دیتی ہے اور حروف صاف سمجھ نہیں آتے یہاں تک کہ ایک حد پر تموج کہ موجب قرع آئندہ تھا ختم ہو جاتا ہے اور عدم قرع سے اس تشکل کی کاپی برابر والی ہوا میں نہیں اترتی آواز یہیں تک ختم ہو جاتی ہے۔یہ تموج ایک مخروطی شکل پر ہوتا ہے جس کا

قاعدہ اس متحرک و محرک اول کی طرف ہے اور راس اس کے تمام اطراف مقابلہ میں جہاں تک کوئی مانع نہ ہو جس طرح زمین یہ مخروط ظلی اور آنکھ سے مخروط شعاعی، نہیں نہیں بلکہ جس طرح آفتاب سے مخروط نوری نکلتا ہے کہ ہر جانب ایک مخروط ہوتا ہے بخلاف مخروط ظل کہ صرف جہت مقابل جرم مضی مخروط شعاع بصر کہ تنہا سمت مواجہہ میں بنتا ہے ان مخروطات تموج ہوائی کے اندر جو کان واقع ہوں ایک ایک ٹھپا سب تک پہنچے گا سب اس آواز و کلام کو سنیں گے اور جو کان ان مخروطیوں سے باہر رہے وہ نہ سنیں گے کہ وہاں قرع و قلع واقع نہ ہوا اور ٹھپوں کے تعدد سے آواز متعدد نہ سمجھی جائے گی یہ کوئی نہ کہے گا کہ ہزار آوازیں تھیں کہ ان ہزار اشخاص نے سنیں بلکہ یہی کہیں گے کہ وہی ایک آواز سب کے سننے میں آئی اگرچہ عندالتحقیق اس کی وحدت نوعی ہے نہ کہ شخصی، اس تقریر سے بحمداللہ تعالٰی وہ ساتوں سوال منکشف ہوگئے۔

(۱) آواز اس شکل و کیفیت مخصوصہ کا نام ہے کہ ہوا یا پانی وغیرہ جسم نرم و تر میں قرع یا قلع سے پیدا ہوتی ہے قول مشہور میں کہ ہوا کی تخصیص فرمائی، مواقف اور اس کی شرح میں ہے:

الصوت کیفیۃ قائمۃ بالھواء یحملھا الھواء الی الصماخ[1]۔	آواز ایک ایسی کیفیت (حالت) ہے جو ہوا کے ساتھ قائم ہوتی ہے پھر ہوا ہی اسے اٹھا کر (یعنی اوپر سوار کرکے) کانوں کے پردے تک پہنچا دیتی ہے۔(ت)

مقاصد اور اس کی شرح میں ہے:

کیفیۃ تحدث فی الھواء بسبب تموجہ[2] الخ۔	"آواز" ایک ایسی کیفیت ہے کہ جو ہوا میں اس کی موج پیدا ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ الخ (ت)

اقول: (میں کہتا ہوں۔ت) یہ نظر بہ اکثر ہے ورنہ ملائے آب میں بھی آواز سنی جاتی ہے۔ دو شخص چند گز کے فاصلہ سے تالاب میں غوطہ لگائیں اور ان میں ایک دو اینٹیں لے کر بجائے تو دوسرے کو ان کا کھٹکا مسموع ہوتا ہے اور اس آواز کا حامل پانی ہی ہے اور کان تک موصل اسی کا تموج کہ پانی کے اندر ہوا نہیں ہوتی ہاں پانی اتنا تر و لطیف نہیں جس قدر ہوا ہے لہٰذا اس کا تشکل و تادیہ دونوں بہ نسبت ملائے ہوا کے ضعیف ہوتے ہیں۔

(۲) اس کا اور تمام حوادث کا سبب حقیقی محض ارادہ الٰہی ہے۔ دوسری چیز اصلا نہ موثر

---

[1] شرح المواقف النوع الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/ ۲۶۰

[2] شرح المقاصد النوع الثانی دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/ ۲۱۶

نہ موقوف علیہ، اور آواز کا ظاہری وعادی سبب قریب قلع وقرع ہے۔ فقیر نے اس میں قدماء کا خلاف کیا ہے **عملا بالمتیقن تجافیا عن الجزاف** (یقینی بات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اور بے تکی اور بے اصولی باتوں سے کنارہ کش ہوتے ہوئے۔ت) وہ قلع وقرع کو سبب بعید اور تموج کو سبب قریب بتاتے ہیں یعنی قرع سے ہوا میں تموج ہوا اور تموج سے وہ شکل وکیفیت کہ مسمّٰی بہ آواز ہے پیدا ہوتی ہے۔ مواقف وشرح میں ہے:

سبب الصوت القریب تموج الھواء [1]۔	آواز کا سبب قریب اس میں موج پیدا ہونا ہے۔(ت)

مقاصد وشرح میں ہے:

تحدث بالمتوج المعلول للقرع والقلع [2]۔	آواز ہوا کے تموج سے پیدا ہوتی ہے جو "قرع" اور "قلع" کے لئے معلول اور وہ دونوں کا اس کے حدوث کے لئے علت ہیں۔(ت)

[ایک جسم کا دوسرے جسم میں پوری قوت سے ملنا "قرع" اور سختی سے الگ ہونا "قلع" کہلاتا ہے۔ مترجم]

مطالع الانظار اصفہانی شرح طوالع الانوار علامہ بیضاوی میں ہے:

القرع والقلع سبب التموج الذی ھو سبب قریب للصوت [3]۔	"قرع" اور "قلع" موج جدا کا سبب ہیں اور وہ آواز کا سبب قریب ہے۔(ت)

اقول: (میں کہتا ہوں۔ت) یہ اقوال خود ہمارے علماء کے نہیں بلکہ فلاسفہ کے ہیں شرح مقاصد میں ارشاد فرمایا:

الصوت عندنا یحدث بمحض خلق اللہ تعالٰی من غیر تاثیر بتموج الھواء والقرع والقلع کسائر الحوادث وکثیرا ما تورد الاراء الباطلۃ	آواز ہمارے نزدیک محض تخلیق خداوندی سے پیدا ہوتی ہے لہٰذا اس میں تموج ہوا اور قرع، قلع کی کوئی مستقل تاثیر نہیں اور یہ حدوث باقی تمام حوادثات کی طرح ہے۔ اور بسا اوقات فلاسفہ

[1] شرح المواقف النوع الثالث المقصد الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/ ۵۸۔۲۵۷

[2] شرح المقاصد النوع الثالث المسموعات دار المعارف النعمانیۃ لاہور ۱/ ۲۱۶

[3] مطالع الانظار شرح طوالع الانوار

للفلاسفة من غیر تعرض لبیان البطلان الافیما یحتاج الی زیادة بیان والصوت عندھم کیفیة تحدث فی الھواء بسبب تموجه المعلول للقرع والقلع[1]۔	کے افکار باطلہ کو تو پیش کردیا جاتا ہے لیکن ان کے بطلان کو نہیں بیان کیا جاتا مگر جبکہ اضافہ بیان کی ضرورت ہو آواز ان کے نزدیک ایک ایسی کیفیت ہے جو ہوا میں اس کے تموج کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جو "قرع" اور "قلع" کا معلول ہے۔ (اور وہ دونوں اس کی علت ہیں)۔ (ت)

فلاسفہ خطاکاری وغلط شعاری کے عادی ہیں اور مقتضائے نظر صحیح یہی ہے کہ اس کیفیت کے حدوث کو قلع وقرع بس ہیں تموج کی حاجت نہیں۔

اوّلاً: قرع وقلع سے ہوا دبے گی اور اپنی طاقت ورطوبت کے باعث ضرور اس کی شکل وکیفییت قبول کرے گی اسی کا نام آواز ہے اور صرف یہ دبنا تموج نہیں بلکہ اس کے سبب اس کی ہوائے مجاور متحرک ہوگی اور وہ اپنی متصل ہوا کو حرکت دے گی یہاں یہ صورت تموج کی ہے۔ خود مواقف وشرح میں فرمایا:

لیس تموجه ھذا حرکة انتقالیة من ھواء واحد بعینه بل ھو صدم بعد صدم وسکون بعد سکون فھو حالة شبیھة بتموج الماء فی الحوض اذا القی حجر فی وسطه[2]۔	بعینہٖ ایک ہوا کا "تموج" حرکت انتقالی نہیں اس لئے کہ بار بار دباؤ اور سکون بعد سکون ہے لہٰذا یہ اس حالت کے بالکل مشابہ ہے کہ جب کسی تالاب کے درمیان پتھر پھینکا جائے تو پانی میں موج (اور لہریں) پیدا ہو جاتی ہیں۔ (ت)

شرح مقاصد میں فرمایا:

المراد بالتموج حالة مشبھة بتموج الماء تحدث بصدم بعد صدم وسکون بعد سکون[3]۔	تموج سے مراد ایک ایسی حالت ہے جو پانی کے تموج سے مشابہ ہے اور وہ نوبت بہ نوبت ٹکراؤ اور سکون بعد سکون کے پیدا ہوتی ہے۔ (ت)

ظاہر ہے کہ مقروع اول میں جو تکیف وتشکل ہوا اس کے لئے صرف اسی کا انفعال درکار تھا بعد کے موجی سلسلہ کو اس میں کیا دخل۔ اگر فرض کریں کہ مقروع اول کے بعد ہوا نہ ہوتی یا وہ قرع کا اثر

---

[1] شرح المقاصد النوع الثالث دار المعارف النعمانیه لاہور ۱/ ۲۱۶

[2] شرح المواقف النوع الثالث المقصد الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/ ۲۵۸

[3] شرح المقاصد النواع الثالث المقصد الاول دار المعارف النعمانیه لاہور ۱/ ۲۱۶

نہ قبول کرتی تو خود اس میں تشکل کیوں نہ آتا حالانکہ اس نے دب کر قرع کا اثر قبول کرلیا،

ثانیًا: اگر تشکل مقروع اپنے بعد کے اجزاء متحرک ہونے کا محتاج ہو تو چاہئے کہ تموج باقی رہے اور تشکل ختم ہوجائے کہ اگر بعد کے اجزائے متموجہ بھی متشکل ہوں تو ان کو اپنے بعد کے اجزاء کا تموج درکار ہوگا تو یا سلسلہ تموج میں تسلسل آئے گا یا سبب سے سبب متخلف ہوجائے گا اور وہ دونوں باطل ہیں ہاں بظاہر تموج اس لئے درکار ہے کہ مقروع اول سے اجزائے متصلہ میں نقل تشکل کرے کہ مقروع اول دب کر اپنے متصل دوسرے جز کو قرع کرے گا اور وہ اسی شکل سے متشکل ہوگا پھر اس کے دبنے سے تیسرا مقروع و متشکل ہوگا اس کی حرکت سے چوتھا الاماشاء اللہ تعالٰی اور حقیقۃً قرع ہی تموج کا سبب ہے اور تشکل کا بھی، قرعات متوالیہ نے تموج مذکور پیدا کیا اور ہر قرع نے اپنے مقروع میں تشکل، تموج کو دخل کہیں بھی نہ ہوا۔

وتفصيل القول ان التموج هوالاضطراب و الاضطراب هو المتقارب بين اجزاء الشيئ وذٰلك اما بان يعلو بعضه يخدرك فی الفوران اويذهب ويجيئ الى غير جهة العلو والسفل كما فی الترجرج وفيهما المتضارب حقيققة لان الجزء الضارب اولا يصير مضروبا وبالعكس واما بان يضرب جزء الاول والثانی الثالث وهكذا وهذا هو الواقع فی تموج الماء والهواء واما ماكان فلا بد فی التموج من حركات متوالية ولا يقال لشكل ما هو وانتقل ماج واضطرب فزيد الماشی ليس متموجا لالغة ولا عرفًا	اور اس بات کی پوری وضاحت یہ ہے کہ "تموج" (یعنی ہوا میں موج پیدا ہونا) اضطراب ہے۔ اور اضطراب اجزائے شے کے درمیان انقسام ہے یعنی اس کا اجزائے شے کے رمیان منقسم ہوجانا ہے اور وہ اس طرح کہ کچھ اجزاء بلند ہوجائیں تو پھر تیرا جوش سست اور ماند پڑے گا۔ یا وہ بلندی اور پستی کے علاوہ کسی دوسری سمت کی طرف آئیں اور جائیں جیساکہ آمد ورفت کی حرکت میں ہوا کرتا ہے اور ان دونوں میں در حقیقت انقسام (تضارب) ہوگا۔ اس لئے کہ جز ضارب، اوّلًا مضروب ہوگا وبرعکس یا پہلا جزء دوسرے کو اور وہ تیسرے کو اور اسی طرح آخر تک، پس پانی اور ہوا کے تموج میں یہی واقع ہے لیکن جو بھی ہو تو اس کے تموج میں لگاتار حرکات ضروری ہیں۔ اور شکل کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کیا ہے۔ البتہ موج والی چیز منتقل اور مضطرب ہوگئی۔ لہٰذا زید

هذا ما نعرف من معنى التموج والهواء بنفس القرع ينفظ ويتشكل وتكيف ولا۔۔۔ عـــہ۱ ۔۔۔ على توقفه على تكرر۔۔۔ عـــہ۲ ۔۔۔ و امكان قرع الهواء يوجب فيه الموج ولا بد۔	ماشی (چلنے والا) لغت اور عرف میں "متموج" نہیں (یعنی موج والا) کیونکہ تموج سے ہم یہ مفہوم نہیں سمجھتے اور ہوا نفس قرع سے دھکیلی جاتی اور متکیف ہو کر متشکل ہو جاتی ہے۔ اور مکرر ہونے پر اس کا توقف نہیں۔۔۔ قرع ہوا کہ امکان بلا شبہ اس میں موج پیدا کر دیتا ہے۔ (ت)

اگر کہئے قرع کافی نہیں جب تک مقروع اس کا اثر قبول نہ کرے اور اس کا تاثر وہی تحرک ہے اور اس کو تموج سے تعبیر کیا اگرچہ حقیقت تموج وہ ہی کہ اوپر گزری۔

اقول: (میں کہتا ہوں۔ت) **اوّلاً:** اس میں تسلیم ایراد ہے کہ تموج سے نفس تحرک مقروع مراد ہے۔

ثانیاً: یہ کہنا ایسا ہے کہ فاعل کافی نہیں جب تک معلول اس کا اثر قبول نہ کرے تو سبب قریب فاعل نہیں بلکہ معلول کا انفعال ہے۔

هو كما ترى وتحقيقه ان التشكل وان لم يكن الا مع التحريك ولو لم يتحرك لم يتشكل وسلمنا ان هذه ليست معية معلولى علة كوجود النهار واستضاءة الارض بالقيود المعلومية لدى العارف بل للتحرك مدخل فى التشكل لكن لا نسلم ان التحرك مرسم الشكل ويفيض الكيفية بل مرسم هو القرع وان كان مشروطا بالتحرك فجعل التموج اى التحرك	وہ جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ تشکل بغیر تحریک نہیں ہو سکتا لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ اگر تحرک نہ ہو تو پھر تشکل نہ ہوگا۔ اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ "معیت" علت کے دو معلولوں جیسی معیت نہیں جیسے وجود نہار، اور زمین کی روشنی ان قیود کے ساتھ جو ایک عارف کو معلوم ہی ہیں بلکہ "تحرک" کو تشکل میں ایک گونہ دخل ہے لیکن ہم یہ نہیں تسلیم کرتے کہ "تحرک" مرسم تشکل اور مفیض کیفیت ہے۔ بلکہ مرسم تشکل "قرع" ہے اگرچہ وہ مشروط بالتحرک ہے لہٰذا تموج یعنی تحرک کو

عـــہ۱، عـــہ۲: یہاں کچھ الفاظ رہ گئے ہیں اس لئے مفہوم واضح نہیں۔ مترجم

سببا قریبا ناشیئ عن اشتباہ الشرط بالسبب کمن یزعم ان قبول المعلول اثر العلۃ ھو السبب القریب لہ فافھم واعلم واللہ تعالٰی اعلم ھذا واستدل العلامۃ قدس سرہ فی شرح المواقف علی کون التموج سببہ القریب بانہ شیئ حصل حصل الصوت واذا انتفی انتفی فانا نجد الصوت مستمرا باستمرار تموج الھواء الخارج من الحلق والالات الصناعیۃ ومنقطعا بانقطاعہ وکذا الحال فی طنین الطست فانہ اذا سکن انقطع لانقطاع تموج الھواء حینئذ[1] اھ۔

اقول: اوّلًا لاتموج عند المقروع الاول حین ھو مقروع و ان حصل حین کونہ قارعا والصوت موجود فیہ لکونہ مقروعا لا لکونہ قارعا **وثانیا** ینقطع فیما بعد بانقطاع التموج لانقطاع القرع لان القرع فی

سبب قریب قرار دینا (یہ بات) اس اشتباہ سے پیدا ہوگئی کہ شرط کو سبب سمجھ لیا گیا۔اس شخص کی طرف جو یہ گمان کرتا ہے کہ معلول کا علت کے اثر کو قبول کرلینا اس کے لئے "سبب قریب" ہونے کی دلیل اور علامت ہے پس اس بات کو سمجھ لیجئے اور اچھی طرح جان لیجئے، اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔علامہ قدس سرہ نے شرح مواقف میں استدلال کیا کہ آواز کے لئے "تموج" سبب کے قریب ہے کیوں؟ اس لئے کہ جب تموج پیدا ہو تو آواز پیدا ہوتی ہے اور جب تموج منفی ہو تو آواز بھی منفی ہوجاتی ہے کیونکہ ہم آواز کا استمرار حلق اور آلات صناعیہ سے نکلنے والی ہوا کے تموج کے استمرار سے پاتے ہیں اور تموج میں انقطاع سے آواز کا انقطاع پیدا ہوجاتا ہے اور طشت کی چھنکار کا بھی یہی حال ہے جب وہ ساکن ہوجائے تو آواز ختم ہوجاتی ہے کیونکہ اس وقت تموج ہوا میں انقطاع پیدا ہوگیا اھ۔

اقول: (میں کہتا ہوں) **اوّلًا:** مقروع اول بحیثیت مقروع اول ہونے کے اس میں کوئی تموج نہیں ہاں البتہ اس میں تموج پیدا ہوجائے گا جبکہ وہ قارع ہوگا۔اور آواز اس میں موجود ہوگی اس لئے کہ وہ مقروع ہے نہ اس لئے کہ وہ قارع ہے۔ **وثانیا:** ازیں بعد آواز ختم ہوجاتی ہے۔

[1] شرح المواقف النوع الثانی المقصد الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/ ۲۵۸

الاجزاء الاخیرۃ انما یصل علی وجہ التموج کما عرفت **وثالثا** الشیئ ینقطع بانقطاع شرطہ فلا یفید السببیۃ فضل عن الاقربیۃ وتمسك بعضھم بانھم انما لم یجعلوا القرع والقلع سببین للصوت ابتداء حتی یکون التموج والوصول الی السامعۃ سببا للاحساس بہ لا لوجودہ نفسہ بناء علی ان القرع وصول والقلع لا وصول وھما آنیان فلا یجوز کونھما سببین للصوت لانہ زمانی[1] اھ۔

اقول: التموج حرکۃ والحرکۃ زمانیۃ فکیف صار الانی سببا لہ وان جاز فلم لم یجز ان یکون سببا للصوت ابتداء وقرر بان التموج ان کان اٰنیا فقد جعلوا سببا للصوت الزمانی وان کان زمانیا فقد جعلوا القرع والقلع الانیین سببا لہ فجعل الانی سببا للزمانی لزم علی کل تقدیر[2] واجاب عنہ العلامۃ

اس لئے کہ تموج منقطع ہوجاتا ہے کیونکہ قرع منقطع ہوگیا کیونکہ آخری اجزاء میں قرع علی وجہ التموج پہنچتا ہے جیسا کہ تم جانتے ہو، **ثالثا** انقطاع شرط کی وجہ سے شے منقطع ہوجاتی ہے (یعنی شرط نہ ہو تو مشروط بھی نہ پایا جائے گا) لہٰذا یہ سبب ہونے کے لئے مفید نہیں چہ جائیکہ قریب ہونے کے لئے مفید ہو، اور بعض لوگوں نے یہ استدلال پیش کیا کہ اہل علم نے قرع اور قلع کو ابتداء آواز کے لئے سبب نہیں قرار دیا حتی کہ تموج اور وصول الی السامعۃ اس کے احساس کا سبب ہوجائیں نہ کہ اس کے نفس وجود کا اس لئے کہ قرع وصول ہے اور قلع لاوصول ہے۔ اور وہ دونوں "آنی" ہیں لہٰذا یہ دونوں آواز کے لئے سبب نہیں ہوسکتے اس لئے کہ وہ زمانی ہے۔ اھ۔

اقول: (میں کہتا ہوں) تموج حرکت ہے۔___ اور حرکت، زمانی ہوا کرتی ہے پھر جو چیز آنی ہے وہ اس کا کیسے سبب ہوسکتی ہے اور گر یہ جائز ہے تو پھر یہ کیوں نہیں جائز کہ ابتداء آواز کے لئے سبب ہو، اور اس کی تقریر یوں کی گئی کہ "تموج" آنی ہے تو خود انھوں نے اس کو صورت زمانی کے لئے سبب قرار دیا ہے اور اگر وہ زمانی ہے تو پھر انھوں نے قرع اور قلع جو کہ دونوں آنی ہیں اس کے لئے سبب ٹھہرائے، گویا ہر تقدیر پر آنی کا زمانی کے لئے سبب ہونا

[1] شرح المواقف النوع الثالث المقصد الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵ /۲۶۰

[2] شرح المواقف النوع الثالث المقصد الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵ /۲۶۰

السید الشریف بانہ لا محذور فیہ اذا لم یکن السبب علۃ تامۃ او جزء اخیرا منہا اذ لا یلزم حینئذ ان یکون الزمان موجودا فی الاٰن [1] اھ۔ **اقول:** فلم لا یقال مثلہ فی سببیۃ القرع للصوت وتخلل نحو شرط ینفی کونہ جزء اخیرا ولا ینافی کونہ سببا قریبا کما لایخفی، وتعقب بالتسمک المذکور فی الصحائف بما قد کان ظہر للعبد الضعیف اول ما نظرت التمسک و ھو لنا لانسلم ان الصوت زمانی لان بعض الحروف اٰنی کما یجیئ مع انہ صوت اھ۔ قال الحسن چلپی ولا یخفی علیك انہ فاعہ بما مر من ان الحرف عارض للصوت لانفسہ [2] اھ۔ **اقول:** لایخفی علیك اندفاعہ بما یاتی للعلامۃ حسن نفسہ ان کون الحرف عبارۃ عن تلك الکیفیۃ العارضۃ

لازم آیا۔ علامہ سید شریف جرجانی نے اس کا یہ جواب دیا کہ اس میں کوئی محذور اور ممانعت نہیں جبکہ سبب علت تامہ یا علت تامہ کا جزء آخری نہ ہو کیونکہ پھر زمانہ کا ان میں موجود ہونا لازم نہیں آتا اھ۔ **اقول:** (میں کہتاہوں) یہ کیوں نہ کہا جائے کہ اس قسم کا معاملہ قرع کا صوت کے سبب ہونے میں ہے اور شرط جیسی چیز کا تخلل (درمیان میں گھس جانا) اس کے جزاخیر ہونے کی نفی کرتا ہے لیکن اس کے سبب قریب ہونے کی نفی نہیں کرتا جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ اور صحائف میں استدلال مذکور کا ایک ایسے کلام سے تعاقب کیا گیا جو اس بندہ ضعیف پر پہلی ہی مرتبہ استدلال کو ایک نظر دیکھنے سے ظاہر ہوا، اور معلوم ہوا کہ وہ ہمارا استدلال ہے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ آواز زمانی ہے کیونکہ بعض حروف آنی ہیں جیسا کہ آگے آئیگا حالانکہ وہ آواز ہیں اھ علامہ حسن چلپی نے فرمایا اس کا دفاع تم پر گزشتہ کلام کی وجہ سے بالکل پوشیدہ نہیں کہ حروف آواز کو عارض ہوتے ہیں لہذا خود آواز نہیں اھ۔

اقول: خود علامہ موصوف کے آئندہ کلام کے پیش نظر تم پر اس کا رد مخفی نہیں (اور وہ یہ ہے کہ) حرف کا کیفیت عارضہ للصوت سے عبارت ہونا شیخ ابو علی ابن سینا

---

[1] شرح المواقف النوع الثالث المقصد الاول الشریف الرضی قم ایران ۵ /۲۶۰

[2] حاشیہ حسن چلپی شرح المواقف النوع الثالث المقصد الاول الشریف الرضی قم ایران ۵ /۲۶۰

للصوت انما هو عند الشيخ (يعنى ابن سينا شيخ المتفلسفين) عند جمع من المحققين الحرف هو الصوت المعروض للكيفية المذكورة [1] اه اما ما قال بعده ان الاشبه بالحق انما مجموع العارض و المعروض كما صرح به البعض و سيشير اليه الشارح فيما سيأتى [2] اه اراد به قول العلامة ان الحرف قد يطلق على الهيأة المذكورة العارضة للصوت وعلى مجموع المعروض و العارض وهذا نسب بمباحث العربية [3] اهفحسبك فى دفعه مانقل هو عنه قدس سره ان اصحاب العلوم العربية يقولون الكلمة مركبة من الحروف ويقولون للكلم انه صوت كذا فلم لو يكن الحرف عندهم مجموع العارض والمعروض بل عارض الصوت فقط لماصح منهم ذٰلك [4] اه وانت تعلم ان القول بالمجموع وان كان اقرب اى قول ائمة العربية ان الكلمة صوت لانه حينئذ	شیخ الفلاسفہ کے نزدیک ہے لیکن ایک گروہ محققین کے نزدیک حرف صوت معروض برائے کیفیت مذکورہ سے عبارت ہے اھ لیکن اس کے بعد علامہ موصوف نے فرمایا کہ حق سے زیادہ مشابہ یہ ہے کہ حرف عارض و معروض کے مجموعہ کا نام ہے جیسا کہ بعض نے اس کی تصریح فرمائی۔ اور آئندہ کلام میں شارح اس کی طرف اشارہ فرمائیں گے اھ اس سے علامہ موصوف کا وہ قول مراد ہے کہ کبھی حرف کا ہیئت مذکورہ عارضۃ للصوت پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ اور کبھی عارض و معروض کے مجموعہ پر اطلاق ہوتا ہے۔ اور یہ عربی مباحث کے زیادہ مناسب ہے اور تجھے اس کے دفاع میں وہی کافی ہے جو حسن چلپی نے شارح علامہ قدس سرہ سے نقل کیا ہے کہ اصحاب علوم عربیہ فرماتے ہیں کہ "کلمہ "حروف سے مرکب ہے پھر متعدد کلموں کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ اس طرح کی آواز ہے۔ لہٰذا اگر حرف ان کے نزدیک عارض و معروض کا مجموعہ نہ ہوتا بلکہ حرف "عارض للصوت" ہوتا تو پھر یہ بات ان سے کبھی صحیح نہ ہوتی اھ اور تم جانتے ہو کہ قول بالمجموع اگرچہ ائمہ عربیہ کے قول کے زیادہ قریب ہے کہ "کلمہ "آواز ہے اس لئے کہ پھر اس طور پر

[1] حاشیہ حسن چلپی علی شرح المواقف القسم الثانی المقصد الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵ /۶۹۔۲۶۸

[2] حاشیہ حسن چلپی علی شرح المواقف القسم الثانی المقصد الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵ /۲۶۹

[3] شرح المواقف القسم الثانی المقصد الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵ /۲۷۱

[4] حاشیہ حسن چلپی علی شرح المواقف القسم الثانی المقصد الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵ /۲۷۱

تسمية للكل باسم الجزء وعلى الاول تسمية للعارض باسم المعروض وهذا ابعد من ذاك لكن الموافق بقولهم وفاقا كليا هو ماقال المحققون ان الحرف صوت لاعارضة ولا المجموع ولذا قال چلپی نفسه ان كون الحرف عبارة عن نفس المعروض انسب بذٰلك القول من المذهبين ولا مجاز فی ذٰلك الاطلاق علی هذا التقدير اصلا اه[1] **اقول:** وكانّ مراد القائل بالمجموع انه المعروض من حيث هو معروض فلا ينافی قول المحققين انه الصوت المعروض وبهذايتم الاستدلال لقول المجموع بكلام ائمة العربية من دون اشكال فاستقر عرش التحقيق علی ان الحرف هو الصوت المعروض وبه اندفع التمسك رأسا ورأيت فی كلام امام جميع الفنون الاعرف بكلها من اهلها لسان الحقائق سيدنا الشيخ الاكبر محی الدين ابن العربی رضی الله تعالٰی عنه فی كتابه "الدر المكنون و الجوهر المصوٴن" فی علم الجفر مانصه اما الحرف فلفظ مشترك

تسمیہ کل باسم الجزء اور قول اول کے مطابق تسمیۃ العارض باسم المعروض ہے۔اور یہ اس سے زیادہ بعید ہے۔لیکن وفاق کلی کے طور پر ان کے قول کے موافق وہ ہے۔جو کچھ اہل تحقیق نے فرمایا۔"حرف" صرف آواز ہے۔نہ عارض اور نہ عارض ومعروض کا" مجموعہ "ہے۔اسی لئے خود علامہ چلپی نے فرمایا "حرف" نفس معروض سے عبارت ہو یہ دومذہبوں میں سے اس قول کے زیادہ مناسب ہے کیونکہ اس تقدیر پر اس اطلاق میں بالکل مجاز نہیں اھ۔

اقول: (میں کہتاہوں) گویا قائل بالمجموعہ کی مراد یہ ہے کہ وہ معروض بحیثیت معروض ہے لہذا یہ ائمہ تحقیق کی رائے کے منافی نہیں کہ وہ صوت معروض ہے پھر اس سے قول بالمجموعہ کا استدلال بغیر کسی اشکال ائمہ عربیہ کے کلام سے تام ہوجاتا ہے پس عرش تحقیق قرار پذیر ہوگئی کہ حرف وہی صوت معروض ہے اور اس سے استدلال بالکل دفع ہوگیا۔ میں نے ان کے کلام میں دیکھا جو تمام فنون کے امام سب کی اہلیت رکھتے ہوئے جملہ علوم کے بڑے عارف، حقائق کی زبان ہمارے آقا،سب سے بڑے شیخ دین اسلام کو زندہ کرنیوالے "ابن عربی" رضی اللہ تعالٰی عنہ انھوں نے اپنی کتاب "الدرالمكنون والجوهر المصوٴن" جو علم جفر میں ہے اس کی عبارت یہ ہے "حرف" ایک مشترک

[1] حاشیہ حسن چلپی علی شرح المواقف القسم الثانی المقصد الاول منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵ /۲۷

يطلق على اللفظ من اى جنس من المخلوقات وهو الهواء الخارج من الصدر المنقطع بالشفتين و اللسان المتكيف الى الحروف والاصوات اه [1] فهو كما ترى تجوز منه رضى الله تعالٰى عنه الا ترى انه جعل فى اٰخر الكلام الهواء متكيف بالحروف فالحروف كيفيات تحدث فى الهواء لانفسه كماهو ظاهر ثم رأيته قدسنا الله تعالٰى بسره الكريم صرح به نفسه قبل هذه فى توضيح الاتى به فى فصل سر الاستنطاق" اذ قال اعلم ان الحروف على ثلاثة انواع فكرية و لفظية وخطية فالحروف الفكرية وهى صور روحانية فى افكار النفوس مصورة فى جواهرها و الحروف اللفظية هى اصوات محمولة فى الهوى مدركة بطريق الاذنين بالقوة السامعة والحروف الخطية هى نقوش خطت بالاقلام فى وجوه الالواح [2] اه فهذا هو الحق الناصح وعليه المحققون والله تعالٰى اعلم۔

لفظ ہے کہ جس کا اطلاق لفظ پر کیاجاتا ہے خواہ مخلوق کی کسی جنس میں سے ہو،اور وہ ہوا ہے جو سینے سے برآمد ہوتی ہے دو ہونٹوں اور زبان سے قطع کی جاتی ہے حروف اور آواز سے متکیف ہوتی ہے (یعنی وہ ہوا حروف اور آواز کی کیفیت اختیار کرلیتی ہے) جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ وہ شیخ ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مجازی کلام ہے۔کیا تم نہیں دیکھتے کہ انھوں نے گفتگو کے آخر میں ہوا کو موصوف بہ کیفیت حروف قرار دیا ہے لہٰذا حروف ایسی کیفیات ہیں جو ہوا میں پیدا ہوتی ہیں نفس ہوا نہیں جیسا کہ ظاہر ہے پھر میں نے ان کے کلام میں دیکھا(اللہ تعالٰی ہمیں ان کے بھید کریم کے طفیل پاک فرمائے)خود انھوں نے اس سے قبل اس کی تصریح فصل سر الاستنطاق میں کردی ہے جب کہا جان لیجئے،حروف کی تین قسمیں ہیں(۱) فکری (۲) لفظی (۳) خطی "حروف فکریہ" وہ افکار نفوس میں روحانی صورتیں ہیں جو اپنے جواہر میں تصویر شدہ ہیں"حروف "لفظیہ وہ آوازیں ہیں جو ہوا پر سوار ہیں۔دو کانوں کے ذریعے قوت سامعہ سے ان کا ادراک کیا جاتا ہے "حروف خطیہ" وہ ایسے نقوش،جو قلموں کے توسط سے الواح کے چہروں پر کشید کئے جاتے ہیں اھ پس یہی خالص اور واضح حق ہے اور اسی پر ائمہ تحقیق قائم ہیں۔واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] الدر المكنون والجواهر المصون

[2] الدر المكنون والجواهر المصون

(۳) سننے کا سبب ہوائے گوش کا متشکل بشکل آواز ہونا ہے اور اس کے تشکل کا سبب ہوائے خارج متشکل کا اسے قرع کرنا اور اس قرع کا سبب بذریعہ تموج حرکت کا وہاں تک پہنچنا۔

(۴) ذریعہ حدوث قلع وقرع ہیں اور وہ آنی ہیں حادث ہوتے ہی ختم ہوجاتے ہیں اور وہ شکل و کیفیت جس کا نام آواز ہے باقی رہتی ہے تو وہ معدات ہیں جن کا معلول کے ساتھ رہنا ضرور نہیں، کیا نہ دیکھا کہ کاتب مرجاتا ہے اور اس کا لکھا برسوں رہتا ہے یونہیں یہ کہ زبان بھی ایک قلم ہی ہے۔

(۵) ضرور کان سے باہر بھی موجود ہے بلکہ باہر ہی سے منتقل ہوتی ہوئی کان تک پہنچتی ہے طوالع ومقاصد ومواقف وغیرہا میں اس پر تین دلیلیں قائم کی ہیں۔

لانطیل الکلام بذکرھا وذکر مالھا وعلیھا **اقول:** والحق ان الصوت یحدث عند اول مقروع کھواء الفم عند التکلم ثم لا یزال یتجدد حتی یحدث فی الاذن فھو موجود خارج الاذن بعدۃ لا یعلمھا الا اللہ جل وعلا ثم باعلامہ رسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثم باعلام النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من شاء من خدمہ واولیائہ اما المسموع بالفعل فلیس الا صوتا حادثا فی الاذن کما علمت فلیکن التوفیق وباللہ التوفیق۔	ہم ان دلائل وشواہد کے ذکر اور **مالھا** اور **ماعلیھا** (یعنی جو کچھ ان کے لئے ہے اور ان پر وارد ہے) کے ذکر سے کلام کو طویل نہیں کرتے بلکہ میں کہتا ہوں کہ حق یہ ہے کہ آواز اول مقروع کے وقت پیدا ہوتی ہے جیسے بولتے وقت منہ کی ہوا۔ پھر ہمیشہ اس میں تجدید ہوتی رہتی ہے یہاں تک کہ کان میں آواز پیدا ہوجاتی ہے۔ پھر وہ کان سے باہر بھی کچھ دیر تک رہتی ہے کہ جس کو اللہ تعالٰی بلند وبالا اور جلیل القدر کے علاوہ حقیقی طور پر کوئی نہیں جانتا۔ پھر اس کے آگاہ کرنے سے اس کے رسول کریم علیہ وعلی الہ والصلوات والتسلیم) جانتے ہیں۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے خدام اور اولیاء میں سے جس کو پسند فرمائیں آگاہ فرمائیں۔ لیکن مسموع بالفعل تو ایک آواز ہے جو کان میں پیدا ہوتی ہے جیسا کہ تم جانتے ہو، لہٰذا توفیق ہونی چاہئے۔ اور اللہ تعالٰی کے کرم سے ہی توفیق حاصل ہوسکتی ہے۔ (ت)

(۶) وہ آواز کنندہ کی صفت نہیں بلکہ ملائے متکیف کی صفت ہے ہوا ہو یا پانی وغیرہ مواقف سے گزرا: **الصوت کیفیۃ قائمۃ بالھواء** [1] (آواز ایک ایسی کیفیت ہے جو ہوا کے ساتھ قائم ہے۔ت)

---

[1] شرح المواقف النوع الثالث منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/ ۲۶۰

آواز کنندہ کی حرکت قرعی و قلعی سے پیدا ہوتی ہے لہٰذا اس کی طرف اضافت کی جاتی ہے۔

(۷) جبکہ وہ آواز کنندہ کی صفت نہیں بلکہ ملائے متکیف سے قائم ہے تو اس کی موت کے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت)

ان جوابوں کے سوا اور بھی فائدے ہماری اس تقریر سے روشن ہوئے مثلاً:

(۸) انقطاع تموج انعدام سماع کا باعث ہو سکتا ہے کہ کان تک اس کا پہنچنا بذریعہ تموج ہی ہوتا ہے نہ کہ انعدام صوت کا بلکہ جب تک وہ تشکل باقی ہے صوت باقی ہے۔

(۹) یہیں سے ظاہر ہوا کہ دوبارہ اور تموج حادث ہو تو اس سے تجدید سماع ہوگی نہ کہ آواز دوسری پیدا ہوئی جبکہ تشکل وہی باقی ہے۔

(۱۰) وحدت آواز وحدت نوعی ہے کہ تمام امثال متجددہ میں وہی ایک آواز مانی جاتی ہے ورنہ آواز کا شخص اول کہ مثلا ہوائے دہن متکلم میں پیدا ہوا کبھی ہمیں مسموع نہیں ہوتا اس کی کاپیاں ہی چھپتی ہوئی ہمارے کان تک پہنچتی ہیں اور اسی کو اس آواز کا سننا کہا جاتا ہے۔

جب یہ امور واضح ہولئے تو اب آلہ فونو گراف کی طرف چلئے حکیم جلت حکمتہ (حکیم مطلق کہ جس کی حکمت بڑی عظیم الشان ہے۔ت) نے جوف سامعہ کی ہوا میں جس طرح یہ قوت رکھی کہ ان کیفیات سے متکیف ہو کر نفس کے حضور ادائے اصوات والفاظ کرے یوہیں یہ حالت رکھی کہ ادا کرکے معًا اس کیفیت سے خالی ہو کر پھر لوح سادہ رہ جائے کہ آئندہ اصوات وکلمات کے لئے مستعد رہے اگر ایسا نہ ہوتا تو مختلف آوازیں جمع ہو کر مانع فہم کلام ہوتیں جس طرح میلوں کے عظیم مجامع میں ایک غل کے سوا بات سمجھ میں نہیں آتی ولہٰذا اب تک عام لوگوں کے پاس ان کیفیات کے محفوظ رکھنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا اگرچہ واقع میں تمام الفاظ جملہ اصوات بجائے خود محفوظ ہیں وہ بھی امم مخلوقہ سے ایک امت ہیں کہ اپنے رب جل وعلا کی تسبیح کرتے ہیں کلمات ایمان تسبیح رحمٰن کے ساتھ اپنے قائل کے لئے استغفار بھی کرتے ہیں اور کلمات کفر تسبیح الٰہی کے ساتھ اپنے قائل پر لعنت۔

کما صرح بہ امام الحقائق سیدی الشیخ الاکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ والشیخ العارف باللہ تعالٰی سیدی الامام عبدالوھاب الشعرانی قدس سرہ الربانی۔	جیسا کہ اہل حقائق کے امام، میرے آقا، الشیخ الاکبر (اللہ تعالٰی ان سے راضی ہو) نے اس کی تصریح فرمادی۔ اور شیخ اللہ تعالٰی کی معرفت رکھنے والے، امام عبدالوہاب شعرانی ان کا خدائی بھید پاک کیا جائے) نے بھی تصریح فرمادی ہے۔ (ت)

اور اس کا سبب ظاہری یہ تھا کہ ان کیفیات کا حامل ایک نہایت نرم ولطیف ورطب جسم تھا یعنی ہوا یا نہایت کمی کے ساتھ پانی بھی جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا اور جس طرح لطافت و رطوبت باعث سہولت انفعال ہے یوہیں مورث سرعت زوال ہے اسی لئے نقش برآب مثل مشہور ہے تو ان کیفیات اشکال کے تحفظ کا کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہ تھا اب بمشیت الٰہی ایسا آلہ نکلا جس میں مسالے سے باذن اللہ تعالٰی یہ قوت پیدا ہوئی کہ ہوائے عصبہ مفروشہ کی طرح ہوائے متموج کی ان اشکال حرفیہ وصوتیہ سے متشکل ہو اور اپنے یبس وصلابت کے سبب ایک زمانہ تک انھیں محفوظ رکھے اگلوں کا اس ذریعہ پر مطلع نہ ہونا انھیں اپنے اس تجربہ کے بیان پر باعث ہوا کہ ہم دیکھتے ہیں جب تموج ختم ہوجاتا ہے آواز ختم ہوجاتی ہے **کما تقدم عن شرح المواقف** (جیسا کہ شرح مواقف کے حوالے سے پہلے گزرچکا ہے۔ت) یہ آلہ دیکھتے تو معلوم ہوتا کہ تموج ہوا ختم ہوا اور آواز محفوظ ومخزون ہے انتہائے تموج سے سننے میں نہیں آتی اس کے لئے دوبارہ تموج ہوا کی محتاج ہے کہ ہمارے سننے یہی کا ذریعہ ہے ورنہ رب عزوجل کہ غنی مطلق ہے اب بھی اسے سن رہا ہے اس آلہ یعنی پلیٹوں پر ارتسام اشکال معلوم ومشاہد ہے ولہذا چھیل دینے سے وہ الفاظ زائل ہوجاتے ہیں جس طرح کاغذ سے خط کے نقش چھل جاتے ہیں اور ان سے خالی کرکے دوسرے الفاظ بھر سکتے ہیں جس طرح لکھی ہوئی تختی دھو کر دوبارہ لکھ سکتے ہیں اور تکرر قرع سے بھی بتدریج ان میں کمی ہوتی اور آواز ہلکی ہوتی جاتی ہے کہ پہلے کی طرح صاف سمجھ میں نہیں آتی یہاں تک کہ رفتہ رفتہ فنا ہو کر بالآخر لوح سادہ رہ جاتی ہے جب تک ان چوڑیوں پلیٹوں میں وہ اشکال حرفیہ باقی ہیں تحریک آلہ سے جو ہوا جنبش کناں ان اشکال مرسومہ پر گزرتی اپنے رطوبت ولطافت کے باعث بدستور ان کیفیات سے متکیف اور قوت تحریک کے باعث متموج ہو کر اسی طرح کان تک پہنچتی اور یہاں کی ہوا ان اشکال کولے کر بعینہٖ بذریعہ لوح مشترک نفس کے حضور حاضر کرتی ہے یہ تجدد وتموج کے سبب تجدد سماع ہوا نہ کہ تجدد صوت، **کما اسلفنا له التحقیق واللہ ولی التوفیق** (جیسا کہ ہم نے پہلے اس کی تحقیق کردی۔ اور اللہ تعالٰی حصول توفیق کا مالک ہے۔) تو فونو کی چوڑیاں صرف ہواہائے متوسطہ میں سے ایک ہوا کے قائم مقام ہیں فرض کیجئے کہ طبلہ سے گوش سامع تک بیچ میں سو ہواؤں کا توسط تھا کہ طبلہ پر ہاتھ مارنے سے پہلی ہوا اور اس سے دوسری اس سے تیسری یہاں تک کہ سویں¹⁰⁰ ہوا نے اشکال صوت طبلہ سے متشکل ہو کر ہوائے جوف گوش کو متشکل کیا اور سماع واقع ہوا یہاں یوں سمجھئے کہ اس نواخت سے یکے بعد دیگرے پچاس ہواؤں نے متشکل ہو کر ہوائے اخیر نے اس آلہ کو متشکل کیا یہ ہوائے پنجاہ ویکم کی جگہ ہوا اب اس سے ہوائے پنجاہ دوم پھر سوم پھر چہارم متشکل ہو کر سویں نے بدستور ہوائے گوش کو متکیف کیا اور سماع حاصل ہوا تو یقیناً دونوں

صورتوں میں وہی صوت طبلہ ہے کہ بتجدد امثال سو ۱۰۰ واسطوں سے کان تک پہنچتی اگرچہ ایک صورت میں سب وسائط ہوائیں ہیں اور دوسری میں بیچ کا ایک واسطہ یہ آلہ دونوں میں وہی سلسلہ چلا آتا ہے وہی طبلہ پر ہاتھ پڑنا دونوں کا مبداء ہے تو کیا وجہ کہ ان سو واسطوں سے جو سنا گیا وہ تو وہی صوت طبلہ ہو اور ان سو واسطوں کے بعد جو سنا گیا وہ اس کا غیر ہو اس کی تصویر اس کی مثال ہو یہ محض تحکم بے معنی ہے اصل تشکل اول جو قرع طبلہ سے پیدا ہوا اسے لیجئے تو وہ صورت اولٰی میں بھی ننانوے منزل اس پار چھوٹ گیا اور یکے بعد دیگرے اس کا سلسلہ قائم رہنا لیجئے تو وہ یقینا یہاں بھی حاصل پھر تفرقہ یعنی چہ۔علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف شرح مواقف میں فرماتے ہیں:

الاحساس بالصوت یتوقف علی ان یصل الهواء الحامل له الی الصماخ لا بمعنی ان هواء واحد بعینه یتموج یتکیف بالصوت ویصله الی القوة السامعة بل بمعنی انما یجاور ذٰلك الهواء المتکیف بالصوت یتموج ویتکیف بالصوت ایضا وهکذا الی ان یتموج ویتکیف به الهواء الراکد فی الصماخ فتدرکه السامعة حینئذ[1]۔	آواز کا احساس اس پر موقوف ہے کہ جو ہوا اس کو اٹھا رہی ہے وہ کانوں کے سوراخ تک پہنچے نہ اس معنی سے کہ بعینہٖ ایک ہی ہوا میں تموج پیدا ہو کر وہ کیفیت صوت سے متصف ہو جاتی ہے۔ پھر آواز کو قوت سامعہ تک پہنچا دیتی ہے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو ہوا "متکیف بالصوت" ہے اس کے متصل مجاور جو ہوا ہے اس میں موج پیدا ہوتی ہے پھر وہ بھی جز اول کی طرح متکیف بالصوت ہو جاتی ہے پھر یونہی یہ سلسلہ تموج اور تکیف آگے تک چلتا ہے اور بڑھتا ہے یہاں تک کہ اس ہوا میں موج پیدا ہوتی ہے جو کانوں میں ٹھہری ہے پھر وہ کیفیت صوت سے متصف ہو جاتی ہے پھر اس طرح قوت سامعہ آواز کا ادراک کر لیتی ہے۔(ت)

اس کے متن مواقف مع الشرح میں ہے:

سبب الصوت القریب تموج الهواء ولیس تموجه فهذا حرکة انتقالیة من هواء واحد بعینه بل هو صدم بعد	آواز کا سبب قریب ہوا میں موج پیدا ہونا ہے اور اس کا یہ تموج ایسی حرکت انتقالیہ نہیں جو بعینہٖ ایک ہوا سے ہو۔ بلکہ وہ نوبت بہ نوبت

[1] شرح المواقف النوع الثالث المقصد الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/ ۶۱۔۲۶۰

صدم وسکون بعد سکون[1]۔	دباؤاور سکون بعد سکون کی وجہ سے ہے۔(ت)

بالجملہ کوئی شک نہیں کہ جو کچھ فونو سے سنی گئی بعینہٖ وہی طبلہ کی آواز ہے اسی کو شرع نے حرام فرمایا تھااور اسے خیال ومثال کہنا محض بے اصل خیال تھااور بفرض غلط ایسا ہوتا بھی تو مجوز کے لئے کیا باعث خوشی تھا بالجملہ شرع مطہر نے اس نوع آواز کو حرام فرمایا ہے تشخص تموج بلکہ تشخص تشکل بلکہ تشخص طبلہ کسی کو بھی اس میں دخل نہیں حکم اپنی علت کے ساتھ دائر ہوتا ہے۔آواز ملاہی علت تحرم، وہ تشخصات نہیں بلکہ یہ کہ وہ لہو ہیں۔

کما ینبی عنه اسمها ویشیر الیه قوله تعالٰی "وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡتَرِیۡ لَہۡوَ الۡحَدِیۡثِ"[2] وقوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم کل لهو المؤمن باطل وفی روایة حرام الا فی ثلث[3]۔	جیسا کہ ان کا نام اس سے آگاہ کر رہا ہے اور اسی طرف الله تعالٰی کا ارشاد اشارہ کر رہا ہے لوگوں میں کوئی وہ ہے جو کھیل (تماشہ) کی باتوں کا خریدار ہے (اور ان سے دلچسپی اور وابستگی رکھتا ہے) اور حضور اکرم صلی الله تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد گرامی "مومن کا ہر کھیل باطل ہے" اور ایک روایت میں ہے: "ہر کھیل حرام ہے مگر تین کھیل" (کہ ان کی اجازت ہے۔)۔(ت)

وہ دل کو خیر سے پھیر کر شہوات وہفوات کی طرف لے جاتے ہیں یہاں تک کہ دل پر ان کے زنگ چڑھ کر مہر ہوجاتی ہے پھر حق بات نہ سنے نہ سمجھے والعیاذ باللہ تعالٰی (اور اللہ تعالٰی کی پناہ۔ت)

کما قال عزوجل "بَلۡ ٜ رَانَ عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ مَّا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ ﴿۱۴﴾"[4] وفیه قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ان العبد اذا اذنب ذنبا تکتب فی قلبه نکتة سوداء فان تاب ونزع	جیسا کہ اللہ تعالٰی زبردست اور جلیل القدر نے ارشاد فرمایا: بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھ گیا ہے ان برے کاموں کی وجہ سے جو وہ کیا کرتے تھے۔اور اس آیت قرآنی کی تفسیر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد موجود ہے: "جب کوئی بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نشان

---

[1] شرح المواقف النوع الثالث المقصد الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵ /۵۸۔۲۵۷

[2] القرآن الکریم ۳۱ /۶

[3] جامع الترمذی ابواب فضائل الجہاد ۱ /۱۹۷ وسنن ابن ماجہ ابواب الجہاد ص ۲۰۷، مسند احمد بن حنبل ۴ /۱۴۴ و۱۴۸ و درمختار کتاب الحظر والاباحۃ مجتبائی دہلی ۲ /۲۴۸

[4] القرآن الکریم ۸۳ /۱۴

واستغفر صقل قلبه وان عاد زادت حتی تعلو قلبه فذالك الران الذی ذکر الله تعالٰی فی القراٰن رواه احمد و الترمذی وصححه والنسائی وابن ماجة [1] واٰخرون عن ابی ھریرة رضی الله تعالٰی عنه وھو معنی حدیث ابن مسعود رضی الله تعالٰی عنه الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء العشب [2] بل ھو للبیھقی فی شعب الایمان عن جابر رضی الله تعالٰی عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم وفیه الزرع مکان العشب [3]۔	ابھر آتا ہے اگر توبہ کرے باز آئے اسے اتار پھینکے اور اللہ تعالٰی سے گزشتہ کی بخشش مانگے تو اس کا دل صاف شفاف ہوجاتا ہے۔ اور اگر وہی برائی دوبارہ کرے تو وہ نشان بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے دل پر غالب آجاتا ہے اور اسے چاروں طرف سے گھیر لیتا ہے) "پس یہی وہ زنگ اور میل ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالٰی نے جس کا ذکر فرمایا ہے۔ امام احمد اور جامع ترمذی نے اس کو روایت کیا اور ترمذی نے اس کی تصحیح فرمائی سنن نسائی اور ابن ماجہ اور دوسرے ائمہ حدیث نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اس کو روایت فرمایا، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث "راگ دل میں اس طرح نفاق اگادیتا ہے جس طرح پانی گھاس اگادیتا ہے" کا یہی معنی ہے۔ بلکہ وہ حدیث امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند سے روایت فرمائی کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس میں لفظ عشب (گھاس) کی جگہ لفظ الزرع (کھیتی) ہے۔ (ت)

غرض ان آوازوں میں بالطبع یہ خاصیت رکھی گئی ہے کہ فتنہ کی طرف کھینچیں اور قدم ثبات کو لغزش دیں۔

وذٰلك قوله تعالٰی وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ [4]۔	اور اللہ تعالٰی کا یہ ارشاد گرامی ہے جن لوگوں پر تو قابو پاسکتا ہے انھیں اپنی آواز سے لغزش دے۔

[1] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ ویل للمطففین امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۶۸و۱۶۹
مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ھریرہ ۲/ ۲۹۷ و سنن ابن ماجه ابواب الزہد ص ۳۲۳
[2] اتحاف السادۃ المتقین کتاب ذم الجاہ والریاء بیان ذم حب الجاہ دار الفکر بیروت ۸/ ۲۳۸
[3] شعب الایمان للبیھقی حدیث ۵۱۰۰ دار الفکر العلمیة بیروت ۴/ ۲۷۹
[4] القرآن الکریم ۱۷/ ۶۴

ہر عاقل جانتاہے کہ اس میں خصوصیت صورت آلہ کو دخل نہیں بلکہ یہ آوازیں جس آلہ سے پیدا ہوں اپنا رنگ لائیں گی تو علت حرمت قطعاً حاصل ہے پھر حکم حرمت کیونکر زائل اور یہ ادعا کہ فونو سے سازوں کی آوازیں مورث طرب نہیں صرف موجب عجب ہیں بداہت کے خلاف ہے بلا شبہہ سازوں سے ان کی آواز سننا جو اثر کرتا ہے۔ وہی فونو سے کہ آواز بلا تفاوت وہی ہے خصوصیت شکل آلہ کا ایراث عدم ایراث طرب میں کیا دخل نہ اضافہ عجب مانع طرب،

فاندفع مازعم الفاضل المعاصر السید الاھدل حفظه الله تعالٰی انه لا یحصل من سماعه طرب بل عجب وغایة مایدعیه بعضھم حصول اللذة واللذة مع کونھا من باب المشکك لیست علة التحریم فقط بل العلة مع ذٰلك کون الاٰلات من شعار الفسقه،والصندوق لم یوضع للضرب ولا قصد له ولا شھر بانه شعار الفساق فانی یتاتی الالحاق اھ بمحصله و قد اتینا فی تلخیصه علی مقصد رسالته اجمع۔**اقول: اولًا** ما الطرب الا الفرح والحزن اوخفة تلحقك تسرك اوتحزنك والحرکة والشوق کما فی القاموس[1] وکل ذٰلك معلوم قطعا فی سماع اصوات الالات من الصندوق کسماعھا	فاضل ہمعصر سید اہدل حفظہ اللہ تعالٰی کا دفاع ہوگیا کہ صندوق کی آواز سننے سے طرب حاصل نہیں ہوتا بلکہ صرف "عجب" پیدا ہوتا ہے۔ غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ جس کا بعض لوگ دعوٰی کیا کرتے ہیں کہ اس سے لذت حاصل ہوتی ہے اور لذت باوجودیکہ باب تشکیک میں سے ہے تنہا علت حرمت نہیں۔ بلکہ گانے بجانے کے آلات واسباب کا فاسقوں کے شعار میں سے ہونا اور حصول لذت یہ دونوں مل کر علت تحریم ہیں اور صندوق بجانے کے لئے موضوع نہیں۔ اور اس کا یہ مقصد بھی نہیں، اور شعار فساق میں اس کی شہرت بھی نہیں پھر اس کا ان آلات لہو سے کیسے الحاق ہوسکتا ہے۔ عبارت کا خلاصہ پورا اور مکمل ہوگیا ہے۔ **اقول:** (میں کہتا ہوں) **اولاً:** طرب صرف خوشی غم حرکت اور شوق اور ایسی خفت جو تجھے لاحق ہو تو تجھے خوش یا غمگین کر دے، جیسا کہ قاموس میں ہے اور یہ سب کچھ یقینی طور پر معلوم ہے اور صندوق سے آوازیں سننے میں موجود ہے جیسا کہ دوسرے آلات

[1] القاموس المحیط فصل الطاء باب الباء مصطفی البابی مصر ۱/۱۰۱

منها سواء بسواء وكلها ههنا لوازم اللذة التى سلم وجودها والخفة ان اخذت بمعنى مايقهره العقل فليست لازمة بسماع الآلات ايضا قرب سامع لها لا يعتريه خفة فى عقله انما ذٰلك لمن انهمك فيها وهى تحصل لمثله فى السماع من الصندوق ايضا و **ثانيًا** هذه الاثار التى تتولد منها هى الكافية قطعا للتحريم واليها النظر فى النصوص التى تلونا وفى تسميتها الات الملاهى من دون توقف على كونها شعار الفسقة حتى لوفرض انعدام الفساق من الدنيا لحرمت الآلات لما ذكرنا واين كانت الفسقة اذ قال الله عزوجل لا بليس "وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ"[1] بل هذه الآثار هى التى جعلتها شعار الفساق فهو اثر العلة منها لاجزئها نعم مالاباس به

کے سماع میں موجود ہے۔ لہٰذا اس باب میں دونوں برابر، دونوں میں کچھ فرق نہیں، اور یہاں یہ سب لوازم لذت ہیں کہ جس کے وجود کو مجوز نے تسلیم کیا ہے (مراد یہ ہے کہ ان سب کے لئے حصول لذت لازم ہے) اگر "**خفت**" اس معنی میں لی جائے کہ وہ چیز جو عقل کو مقہور اور مغلوب کردے تو پھر یہ بات سماع آلات میں بھی لازم نہیں، کیونکہ بسااوقات آلات سے راگ سننے والے کی عقل میں بھی کوئی خفت اور فتور عارض نہیں ہوتا۔ البتہ یہ اس شخص کے لئے ہوگا جو بصورت استغراق آلات سے راگ سنتے ہیں، استغراق کی صورت میں اگر صندوق سے راگ سنے تو اس سے نیز کیفیت خفت حاصل ہوجائیگی (گویا بصورت استغراق دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ و**ثانیًا** یہ آثار و کوائف جو سماع الآت سے پیدا ہوتے ہیں حرمت کے لئے یقینا کافی ہیں چنانچہ ہماری تلاوت کردہ نصوص میں اسی طرف اشارہ ہے۔ اور ان کا نام آلات لہو رکھنے میں بھی یہی منظور نظر ہے بغیر اس توقف کے کہ فاسقوں کا شعار ہیں یہاں تک کہ اگر فرض کرلیا جائے کہ پوری دنیا میں کوئی فاسق موجود نہیں تو اس کے باوجود بھی سماع راگ ان آلات سے حرام ہوگا اس وجہ سے کہ جس کو ہم نے بیان کردیا ہے (ذرا غور تو کرو) جب اللہ تعالٰی نے شیطان کو خطاب کرکے ارشاد فرمایا: اولاد آدم میں سے

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۶۴

فی نفسه ولم یکن من ما یناقض مقاصد الشرع الشریف وهو مما شعار الفساق یکون النهی عنه لذٰلك التشبه بهم فههنا لك تبنی الامر علی الشعار لا فی مثل ما فی مبحث عنه وکذالك مابه باس فی نفسه وهو مما شعار الفسقة ینهی عنه للوجهین ای لکل منهما لا للمجموع حتی تکون الشعاریة جزء العلة ویقتصر النهی علیها فاذا انتفت انتفی لا قائل به احد من علماء الدنیا، **وثالثًا** وکون اللذة من باب المشكك انما کان یجدی نفعا لوثبت جواز نفس الالتذاذ بتلك الاصوات وتوقفت الحرکة علی مخصوص منها وثبت ان اللذة لاتبلغ ذٰلك الحد لا بالسماع من نفس الآلات دون الصندوق ولم یثبت شیئ من ذٰلك **ورابعًا** ان الصندوق لم یوضع للضرب فنحن	جس پر تو قابو پاسکتا ہے انھیں اپنی آواز سے ڈگمگادے۔(ارے بتاؤ) کہ اس وقت فاسق کہاں تھے بلکہ وہ آثار جن کو تم نے فساق کا شعار قرار دیا وہ ان کے لئے اثر علت ہیں۔علت کا جز نہیں۔البتہ بذاتہٖ جن میں کچھ حرج نہیں اور نہ یہ مقاصد شریعت کے مخالف ہیں۔پھر وہ فساق کا شعار ہوں تو ان سے تشبہ کی وجہ سے ممنوع ہونگے۔پھر یہاں امر شعار پر مبنی ہوگا نہ کہ زیر بحث مقام میں،اور یونہی وہ امور کہ ان کے فی نفسہٖ وجود میں کوئی حرج ہے۔اور شعار فساق ہوں تو ان سے دو وجوہ کی بناء پر ممانعت کی جاتی ہے مفہوم یہ ہے کہ ہر ایک وجہ کی بناء پر لہٰذا مجموعہ مراد نہیں،تاکہ ان کا شعار ہونا علت کا جز ہوجائے،اور نہی صرف ان پر مبنی ہو کہ جب وہ منفی ہوں تو نہی منفی ہوجائے،حالانکہ دنیا کا کوئی عالم اس بات کا قائل نہیں، **وثالثًا** لذت کا باب تشکیک سے ہونا اس وقت فائدہ بخش ہوسکتا ہے کہ جب ان آوازوں سے نفس لذت کا جواز ثابت ہوتا۔اور حرکت مخصوص آوازوں پر موقوف ہوتی۔اور یہ ثابت ہوتا کہ نفس آلات کے سماع سے بغیر صندوق کے لذت اس حد تک نہ پہنچی۔حالانکہ ان میں سے کوئی بات ثابت نہیں **رابعًا** واقعی صندوق بجانے کے لئے نہیں بنایا گیا یہی وجہ

لانحرم نفسه بل سماع صوت ای منه وذٰلك يكون بوضع القوالب المودعة فيها اصواتها وهی ماوضعت الا لذٰلك وحينئذ لايقصد من الصندوق الاالضرب وسماعها شعار الفسقه قطعا وبالجملة فالتفرقة بين سماع اصوات الملاهی منها ومن الصندوق ماهی الاجر ف هار ماله من قرار **وخامسًا** هذا كله على فرض ذنب التنزل والا قد اقمنا البرهان على ان صوت الملاهی المسموع من الصندوق هو عين صوت تلك الملاهی فكيف يفرق بين الشیئ ونفسه وای حاجة الى الالحاق وبالله التوفيق **وسادسا** ثم ان السيد نفسه يقول وقد سمعنا حكايته للقراٰن فلم نر الا انها قرأة فصيحة مرتلة بنغمة تميل اليها النفوس اھ.

اقول: افصحتم بالحق فلا ـــ عــہ۱ ـــ القرآن واسدت تلك الغنم الحسان تميل نفوس العامة و تلك الاصوات الملهية عن ذكر الرحمن ـــ عــہ۲ ـــ لها الشيطان و ذٰلك هو الطرب المنهی عنه وعليه مدار تحريمها فحسب والله الموفق۔

ہے کہ نفس صندوق کو حرام نہیں قرار دیتے بلکہ اس سے راگ سننے کو حرام کہتے ہیں۔اور یہ اس لئے کہ اس میں ایسے قالب موجود ہیں کہ ان میں آوازیں بھری جاتی ہیں اور وہ قالب اسی مقصد کے لئے بنائے گئے ہیں، پھر اس صورت میں صندوق سے یہی ضرب مقصود ہے۔اور ان لوگوں کا راگ سننا بلاشبہہ شعار فساق ہے۔(خلاصہ کلام) راگ کی آوازیں، آلات لہو اور صندوق کے سننے مس کوئی فرق نہیں۔اور یہ تفرقہ بالکل کھوکھلے گرنیوالے دہانے کی طرح جس کو کوئی قرار اور ثبات نہیں۔**وخامسًا** یہ سب کچھ اس پر مبنی ہے کہ بطریقہ "تنزل" صدور گناہ فرض کرلیا جائے ورنہ ہم نے اس پر دلائل و شواہد قائم کئے ہیں کہ جو راگ کی آواز صندوق سے سنائی دیتی ہے وہ بالکل وہی اصل آواز ہے۔(اس کی حکایت اور مثل نہیں) کیونکہ شے اور اس کی ذات میں کیسے تفرقہ کیا جاسکتا ہے (کیونکہ وہ دونوں باہم عین ہیں) لہٰذا الحاق کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔اور اللہ تعالٰی ہی سے حصول توفیق ہے **سادسًا** سید صاحب خود فرماتے ہیں کہ ہم نے قرآن مجید کی حکایت سنی۔اور ہم اس سے یہی سمجھتے ہیں کہ وہ ایک فصیح وبلیغ قراءت ہے جو نغمات سے ترتیل شدہ ہے جس کی طرف نفوس مائل اور راغب ہوتے ہیں اھ **اقول:** (میں کہتا ہوں) بلاشبہہ

عــہ۱، عــہ۲: یہاں اصل میں بیاض ہے۔

	تم نے حق ظاہر کردیا ہے۔کیا یہ قرآن مجید نہیں،اور جو کچھ ان حسین وجمیل نغموں کے قائم مقام ہے جس کی طرف نفوس عامہ راغب ہوتے ہیں یا وہ آوازیں ہیں جو ذکر "رحمٰن" سے غافل کرنے والی بلکہ شیطان کی طرف راغب کرنے والی۔ اور یہ وہی خوش کن راگ ہے کہ جس سے منع کیا گیا ہے اور اسی پر ان کی حرکات کا مدار ہے اور بس۔اور اللہ تعالٰی ہی (امور خیر کی) توفیق دینے والا ہے۔(ت)

بالجملہ شک نہیں کہ طبلہ،سارنگی۔ڈھولک،ستار یا ناچ یا عورات کا گانا یا فحش گیت وغیرہ وغیرہ جن آوازوں کا فونو سے باہر سننا حرام ہے بلاشبہہ ان کا فونو سے بھی سننا حرام ہے نہ یہ کہ اسے محض تصویر وحکایت قرار دے کر حکم اصل سے جدا کردیجئے یہ محض باطل وبے معنی ہے۔

سابعًا: اس تصویر مجرد مباین اصل ہونے کا حال تو جب کھلے کہ زید کی ہجو یا اس کے والدین پر گالیاں اس آلہ میں بھر کر سنائی جائیں کیا اس پر وہی ثمرات مرتب نہ ہوں گے جو فونو سے باہر سننے میں ہوتے پھر اپنے نفس کے لئے فرق نہ کرنا اور واحد قہار کی معصیتوں کو ہلکا کرلینے کے لئے یہ تاویلیں نکالنا کس قدر دیانت سے دور ومہجور ہے۔

نسأل الله العفو والعافية اماماذکر السید الاهدل عفا الله تعالٰی عنا وعنه من حدیث رؤیة صورة المرأة فی المرأة فاقول: **ثامنًا** تبین لك ان صوت الملاهی من الصندوق هو عین صوتها منها لا مثاله بخلاف عکس المرأة فی المرأة **وتاسعًا** کلام ابن حجر فی التحفة فی باب النکاح عقیب قوله الامام النووی فی منهاجه ویحرم نظر رجل بالغ الی عورة حرة ماانصه خرج مثالها فلا یحرم نظره فی نحو مرأة	ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت چاہتے ہیں رہا یہ کہ جو کچھ سید اہدل نے ذکر فرمایا اللہ تعالٰی ہمیں اور انھیں معاف فرمائے اور وہ آئینہ میں عورت کی شکل وصورت دیکھنے کی بات ہے۔**فاقول:** (تو میں کہتا ہوں) **ثامنًا:** تمھارے لیے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ صندوق سے راگ کی آواز سننا بعینہٖ اسی طرح ہے جس طرح آلات راگ سے آواز سنی جائے لہٰذا آواز صندوق ان کی مثل اور حکایت نہیں بخلاف آئینہ میں عورت کا عکس (فوٹو) دیکھنا،**تاسعًا:** علامہ ابن حجر کا کلام تحفہ باب نکاح میں امام نووی کے قول "منہاج" کے بعد کہ کسی بالغ مرد کا کسی آزاد عورت کے ستر کی طرف نگاہ کرنا حرام ہے جس کی انھوں نے تصریح فرمائی۔

كما افتى به غير واحد ويؤيده قولهم لو علق الطلاق برؤيتها لم يحنث برؤيه خيالها فى نحو مراٰة لانه لم يرها ومحل ذلك كما هو ظاهر حيث لم يخش فتنة ولا شهوة[1] اھ ومثله فى النهاية للرملى فقد افاد اٰخرا ما اباد هذا القياس فان صوت الملاهى نفسه فتنة ولا دخل فيه لخصوص آلة فانه يورث قطعا سماعه من الصندوق مايورث سماعه من غيره فلا فرق بخلاف الخيال فانه غير مشتهى بنفسه ولا صالح لذٰلك فافترقا **وحاشا** انى لااظن هذا الشرع المطهر يبيح رؤية فرج الاجنبية عارية عن الثياب فى المرآة فان فيه من الفساد والبعد عن مقاصد الشرع مالايخفى ولا اعلم قط رخصته فى ذٰلك عن علمائنا وان حكموا ان برؤية فرج المرأة فى المرآة بشهوة لاتثبت حرمة المصاهرة لانه لم يرفرجها بل مثاله وهو مبنٰى على القول بالانطباع دون انعكاس الشعاع والا لكان المرئى نفس الفرج لاخياله۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

تو اس سے عورت کی مثال اور شبیہ (فوٹو) خارج ہے لہٰذا کسی مرد کا آئینہ میں عورت کی شبیہ اور عکس دیکھنا حرام نہیں جیسا کہ بہت سے علماء کرام نے اس کا فتوٰی دیا ہے۔ اور ان کے اس قول سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ اگر کسی شخص نے عورت دیکھنے پر طلاق منکوحہ کو معلق (موقوف) کردیا تو پھر آئینہ میں عورت کا عکس اور شبیہ دیکھنے سے قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ اس نے عورت نہیں دیکھی بلکہ اس کا عکس دیکھا ہے اور محل (محمل) جیسا کہ ظاہر ہے یہ ہے کہ جہاں فتنہ اور شہوت کا اندیشہ اور خطرہ نہ ہو اھ اور علامہ رملی کے "النہایۃ" میں یونہی مذکور ہے۔ پس اس نے آخر میں وہ افادہ پیش کیا جس نے اس قیاس کو واضح کردیا کہ نفس راگ کی آواز فتنہ ہے پس اس میں خصوصیت آلہ کو کوئی دخل نہیں لہٰذا صندوق سے راگ سننا یقینا وہی کچھ پیدا کرتا ہے جو دوسرے آلات راگ سے سنا جائے تو پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا دونوں کے سماع میں کوئی فرق نہیں بخلاف خیال (اور عکس) کے اس میں بذات خود اشتہا (چاہت) نہیں ہوتی اور وہ اس قابل بھی نہیں ہوتا لہٰذا دونوں میں فرق ہوگیا۔ (اور وجہ افتراق ظاہر ہوگئی) **حاشا** میں تو اس شریعت پاک کے متعلق یہ گمان نہیں کرسکتا کہ اس نے آئینہ میں برہنہ عورت کی شرمگاہ کو دیکھنے کی اجازت دی ہو۔ (اور اس کو مباح قرار دیا ہو) کیونکہ اس میں ایسا فساد اور مقاصد شریعت سے بعد (دوری) ہے جو کسی پر پوشیدہ نہیں اور مجھے اپنے علمائے کرام سے قطعاً اس کی اجازت اور رخصت معلوم نہیں، اگرچہ انھوں نے یہ حکم دیا ہے کہ آئینہ میں بطور شہوت کسی عورت کی شرمگاہ دیکھنے سے حرمت مصاہرت (حرمت

---

[1] تحفہ

	دامادی) ثابت نہ ہوگی کیونکہ مرد نے عورت کی شرمگاہ نہیں دیکھی اس کا عکس اور شبیہ دیکھی ہے۔اور یہ قول انطباع (ٹھپہ لگ جانا) پر مبنی ہے نہ کہ انعکاس شعاع پر۔ورنہ مرئی نفس شرمگاہ ہوتی نہ کہ اس کا خیال، واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مقدمہ ثانیہ: علمائے کرام نے وجود شے کے چار مرتبے لئے ہیں:

(۱) وجود فی الاعیان جس طرح زید کہ خارج میں موجود ہے۔

(۲) وجود فی الاذہان کہ صورت زید جو اس کے لئے مرآت ملاحظہ ہے ذہن میں حاضر ہے۔

(۳) وجود فی العبارۃ کہ زبان سے نام زید لیا گیا،

فان الاسم عبارۃ عن المسمی وفی مسند احمد وسنن ابن ماجۃ وصحاح الحاکم وابن حبان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن ربہ عزوجل انا مع عبدی اذا ذکرنی وتحرکت بی شفتاہ[1]۔	کیونکہ نام اپنے مسمّٰی سے عبارت ہے (اور اسی کو ظاہر کرتا ہے) چنانچہ مسند امام احمد، سنن ابن ماجہ، صحیح حاکم، اور صحیح ابن حبان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حوالے سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنے پروردگار عزوجل سے ذکر فرمایا (کہ وہ ارشاد فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب میرا ذکر کرتا ہے اور میرے ذکر سے اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں۔(ت)

(۴) وجود فی الکتابۃ کہ نام زید لکھا گیا:

قال اللہ تعالٰی "یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ٘"[2]۔	(اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا:) اس نبی کو اہل کتاب اپنے پاس توریت وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] مسند امام بن حنبل عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۵۴۰، صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ لاتحرك بہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۲۲

[2] القرآن الکریم ۷/ ۱۵۷

ظاہر ہے کہ عامہ اعیان میں یہ دو نحو اخیر بلکہ نحو ثانی بھی شے کے خود اپنے وجود نہیں کہ حصول اشیاء باشباھہا ہے نہ کہ بانفسہا۔

اقول: وھذا ھو عندی حقیقۃ انکار ائمتنا المتکلمین الوجود الذھنی ای ان الشیئ لیس فی الذھن بل شبیھہ وحملہ الامام الرازی علی انکار کونہ علما ثم ذھب بہ المتاخرون الی ماذھبوا والا فانکار قیام معان بالاذھان مما لایعقل عن عاقل فضلا عن اولئک اساطین العلم والعرفان۔	اقول: (میں کہتا ہوں) یہی میرے نزدیک حقیقت ہے اور ہمارے ائمہ اہل کلام کا وجود ذہنی کا انکار کرنا بایں معنی ہے کہ خود شے ذہن میں نہیں ہوتی بلکہ اس کی شبیہ اور مثال ہوتی ہے۔ اور امام فخر الدین رازی نے اس بات کو اس پر حمل کیا کہ اس سے علم شے کے ہونے کا انکار مراد ہے۔ پھر ائمہ متاخرین اس مسئلہ میں گئے ہیں کہ جس طرف وہ گئے ہیں ورنہ اذہان کے ساتھ قیام معانی کا انکار کرنا کسی صاحب عقل سے غیر معقول ہے (جو تابع فہم نہیں) چہ جائیکہ ان علم وعرفان کے ستونوں سے (اس بات کا انکار ہو)۔ (ت)

مگر ہمارے ائمہ سلف رضی اللہ تعالٰی عنہم کے عقیدہ حقہ صادقہ میں یہ چاروں نحو قرآن عظیم کے حقیقی مواطن وجود و تحقیق مجال شہود ہیں وہی قرآن کہ صفت قدیمہ حضرت عزت عزوجلالہ اور اس کی ذات پاک سے ازلا ابدا قائم و مستحیل الانفکاک ولاہو ولا غیرہ لاخالق ولا مخلوق (جو ازلی ابدی طور پر (اللہ تعالٰی کی ذات کے ساتھ (قائم ہے پس اس کا جدا ہونا محال ہے۔ نہ عین ذات ہے اور نہ وہ اس کا غیر ہے۔ نہ وہ خالق ہے اور نہ مخلوق۔ ت) یقینا وہی ہماری زبانوں سے متلو ہمارے کانوں سے مسموع ہمارے اوراق میں مکتوب ہمارے سینوں میں محفوظ ہے۔ والحمدللہ رب العالمین نہ یہ کہ یہ کوئی اور جدا شے قرآن پر دال ہے۔ نہیں نہیں، یہ سب اسی کی تجلیاں ہیں ان میں حقیقۃً وہی متجلی ہے بغیر اس کے کہ وہ ذات الٰہی سے جدا ہوا یا کسی حادث سے ملا یا اس میں حلول کیا یا کسوتوں کے حدوث سے اس کے دامن قدم پر کوئی داغ آیا یا ان کے تکثر سے اس کی طرف تعدد نے راستہ پایا۔

دمبدم گر لباس گشت بدل　　　شخص صاحب لباس راچہ خلل

(اگر ساعت بہ ساعت لباس بدل گیا تو صاحب لباس کا اس میں کیا نقصان ہے۔ ت)

؎ مہرے ست درازتاب خفاش　　　ایمان باید ترانہ کنگاش

(چمگادڑ طویل کچلی والی کا مہرہے۔ تجھ میں ایمان ہونا چاہئے نہ کہ صلاح ومشورہ۔ ت)

ابوجہل نے جبرئیل امین علیہ الصلٰوۃ والسلام کو شتر نر جوان کی شکل میں دیکھا کہ منہ کھولے ہوئے اس پر حملہ کیا

کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ جبرئیل نہ تھے کوئی اور چیز جبریل پر دلالت کرنے والی تھی حاشا یقینا جبرئیل ہی تھے اگرچہ یہ بھی یقینا معلوم ہے کہ جبریل کی صورت جمیلہ ہر گز صورت جملیہ نہیں لہ ستمأۃ جناح قد سدا الافق (اس کے یعنی جبریل علیہ الصلٰوۃ والسلام کے چھ سو پر ہیں جو آسمان کے کناروں پر روک بن گیا۔ت) اس راز کو اہل حقائق ہی خوب سمجھتے ہیں ہم پر تسلیم واذعان واجب ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۝" [1]	جب قرآن مجید پڑھا جائے تو خاموش ہو کر اسے کان سے سنو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔(ت)

اور فرماتا ہے:

"فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ" [2]	تو اسے پناہ دو (یعنی آنے والے کو) تاکہ وہ اللہ تعالٰی کا کلام سنے۔(ت)

اور فرماتا ہے:

"فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ" [3]	پڑھو، جس قدر قرآن مجید آسان ہو (یعنی آسانی سے پڑھ سکو۔ت)

اور فرماتا ہے:

"وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۝" [4]	یقیناً ہم نے نصیحت کے لئے قرآن مجید آسان کر دیا۔ بھلا ہے کوئی نصیحت ماننے والا۔(ت)

اور فرماتا ہے:

"بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ" [5]	بلکہ وہ روشن اور واضح آیتیں ہیں ان لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہیں جنھیں علم سے نوازا گیا۔(ت)

اور فرماتا ہے:

"وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ۝" [6]	بیشک وہ پہلے لوگوں کے صحیفوں میں موجود ہے۔(ت)

[1] القرآن الکریم ۷/ ۲۰۴
[2] القرآن الکریم ۹/ ۶
[3] القرآن الکریم ۷۳/ ۲۰
[4] القرآن الکریم ۵۴/ ۱۷
[5] القرآن الکریم ۲۹/ ۴۹
[6] القرآن الکریم ۲۶/ ۱۹۶

اور فرماتا ہے:

"فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۙ﴿۱۳﴾ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۙ﴿۱۴﴾ "[1]	وہ باعزت بلند اور پاک صحیفوں میں مرقوم ہے۔(ت)

اور فرماتا ہے:

"بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿۲۱﴾ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿۲۲﴾ "[2]	بلکہ شرف وبزرگی والا قرآن کریم لوح محفوظ (محفوظ تختی) میں (لکھا ہوا) ہے۔(ت)

اور فرماتا ہے:

"اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾ "[3]	بیشک وہ باعزت قرآن مجید ایک پوشیدہ کتاب میں درج ہے۔ اس کو سوائے پاکیزہ افراد کے اور کوئی ہاتھ نہیں لگاسکتا۔(ت)

اور فرماتا ہے:

"نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹۵﴾ "[4] الی غیر ذٰلك من الایات	اسے روح الامین (حضرت جبریل) نے واضح عربی زبان میں تمہارے قلب اطہر پر اتارا تاکہ تم سنانے والے حضرات میں سے ہو جاؤ یہاں تک کہ ان کے علاوہ اور بھی بیشمار اس نوع کی آیات ہیں۔(ت)

دیکھو اسی کو مقرو اسی کو مسموع اسی کو محفوظ اسی کو مکتوب قرار دیا اسی کو قرآن اور اپنا کلام فرمایا۔ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

القراٰن کلام اللہ فی المصاحف مکتوب وفی القلوب محفوظ وعلی الالسنۃ مقرو وعلی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منزل ولفظنا بالقراٰن مخلوق وکتابتنا لہ مخلوق وکلام اللہ تعالٰی غیر مخلوق[5]۔	قرآن مجید اللہ کا کلام صحیفوں میں لکھا ہے اور دلوں میں محفوظ ہے اور زبانوں پر پڑھا گیا ہے۔اور حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ذات اقدس پر اتارا گیا ہے اور ہمارا قرآن مجید کہ بولنا اور اسی طرح اس کو لکھنا اور پڑھنا مخلوق ہے لیکن بایں ہمہ اللہ کا کلام مخلوق نہیں۔(ت)

---

[1] القرآن الکریم ۸۰ /۱۳و۱۴

[2] القرآن الکریم ۸۵/ ۲۱

[3] القرآن الکریم ۵۶ /۷۷تا۷۹

[4] القرآن الکریم ۲۶ /۱۹۳تا۱۹۵

[5] فقہ اکبر مع وصیت نامہ ملک سراج الدین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور ص ۴

نیز وصایا میں فرماتے ہیں:

نقربان القراٰن کلام اللّٰہ تعالٰی و وحیہ وتنزیلہ و صفتہ لاھو ولاغیرہ بل ھو صفۃ علی التحقیق مکتوب فی المصاحف مقرو بالالسن محفوظ فی الصدور من غیر حلول فیھا(الی قولہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ)واللّٰہ تعالٰی معبود ولا یزال عما کان وکلامہ مقرو ومکتوب ومحفوظ من غیر مزایلۃ عنہ[1]۔	ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ قرآن مجید اللہ تعالٰی کا کلام اس کی وحی اس کا نازل کردہ اور اس کی صفت ہے۔ لہٰذا وہ عین ہے اور نہ غیر۔ بلکہ بربنائے تحقیق اس کی صفت عالیہ ہے۔ صحیفوں میں لکھا ہوا۔ زبانوں پر پڑھا ہوا، اور سینوں میں حلول کے بغیر محفوظ شدہ۔ (امام صاحب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اس ارشاد تک) اللہ تعالٰی سچا معبود ہے اور اس کی شان ہمیشہ "الآن کما کان" (ایک شان پر جلوہ گر) ہے۔ پس اس کا کلام پڑھا گیا۔ لکھا گیا۔ اور حفاظت شدہ ہے۔ بغیر اس کے کہ اس سے کوئی چیز زائل ہو۔ (ت)

عارف باللہ سیدی علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی مطالب وفیہ میں فرماتے ہیں:

لاتظن ان کلام اللّٰہ تعالٰی اثنان ھذا لفظ المقر و والصفۃ القدیمۃ کما زعم ذٰلك بعض من غلبت علیہ اصطلاحات الفلاسفۃ والمعتزلۃ فتکلم فی کلام اللّٰہ تعالٰی بما اداہ الیہ عقلہ وخالف اجماع السلف الصالحین رضی اللّٰہ تعالٰی عنھم علی ان کلام اللّٰہ تعالٰی واحد لا تعدد لہ بحال وھو عندنا وھو عندہ تعالٰی ولیس الذی عندنا	یہ گمان نہ کیجئے کہ اللہ تعالٰی کے دو کلام ہیں ایک یہ پڑھے ہوئے الفاظ دوسری وہ صفت قدیمہ۔ جیسا کہ بعض ان لوگوں نے گمان کیا کہ جن پر فلاسفہ اور معتزلہ کی زبان (اصطلاحات) غالب ہو گئی۔ پھر انھوں نے اللہ تعالٰی کے کلام میں ایسی گفتگو کی کہ جس تک انھیں ان کی ناقص عقل نے پہنچادیا۔ اور انھوں نے اسلاف صالحین کے اجماع کا خلاف کیا رضی اللہ تعالٰی عنہم باجود یہ کہ اللہ تعالٰی کا کلام ایک ہے کسی حال میں اس کے اندر کوئی تعداد نہیں، لہٰذا جو ہمارے نزدیک ہے وہی اللہ تعالٰی کے نزدیک ہے۔ اور یوں بھی نہیں جو ہمارے پاس ہے وہ غیر ہے اس کا جو اس کے پاس ہے اور نہ یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالٰی کے

[1] فقہ اکبر مع وصیت نامہ ملک سراج الدین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور ص ۲۹

غیر الذی عندہ ولا الذی عندہ غیر الذی عندنا بل ھو صفة واحدة قدیمة موجودة عندہ تعالٰی بغیر الة لوجودھا وموجودة ایضا عندنا بعینھا لکن سبب اٰلة ھی نطقنا وکتابتنا وحفظنا فمتی نطقنا بھذہ الحروف القراٰنیة وکتبنا ھا وحفظنا ھا کانت تلك الصفة القدیمة القائمة بذات اللہ التی ھی عندھا تعالٰی ھی عندنا ایضا بعینھا من غیر ان یتغیر من انھا عندہ تعالٰی ولا انفصلت عنه تعالٰی ولا اتصلت بنا وانما ھی علی ما علیه قبل نطقنا وکتابتنا وحفظنا [1] الی اٰخر ما اطال واطاب علیه رحمة الملك الوھاب۔	پاس ہے وہ اس کے خلاف ہے جو ہمارے پاس ہے۔ بلکہ وہ ایک ہی صفت قدیمہ ہے جو اللہ تعالٰی کے ہاں موجود ہے جبکہ اس کے وجود میں کسی آلہ کا کوئی دخل نہیں اور وہ بعینہٖ ہمارے پاس بھی موجود ہے مگر اس کا آلہ ہے اور وہ ہمارا بولنا لکھنا اور یاد رکھنا ہے۔ پھر جب ہم ان حروف قرآنیہ کو بولیں انھیں لکھیں اور انھیں یاد کریں تو جو صفت قدیمہ کہ اللہ تعالٰی کی ذات سے قائم ہے جو اس کے حضور موجود ہے یہ وہی ہے جو بعینہٖ ہمارے پاس موجود ہے بغیر اس کے کہ اس میں تبدیلی پیدا ہوجائے اس صفت سے جو اللہ تعالٰی کے حضور موجود ہے اور یہ بھی نہیں کہ اللہ تعالٰی سے کچھ منفصل (جدا) ہو کر ہم سے متصل (پیوستہ) ہوجائے، بلکہ وہ صفت اب بھی اسی حالت پر موجود ہے جو ہمارے بولنے، لکھنے اور یاد کرنے سے پہلے جس حالت پر موجود تھی۔ علامہ موصوف نے آخر تک یہی طویل اور پاکیزہ کلام فرمایا بخشش کرنے والے، کائنات کے حکمران کی ان پر بے پایاں اور خصوصی رحمت کا نزول ہو۔ (ت)

حدیقہ ندیہ نوع اول فصل اول باب اول میں فرماتے ہیں:

اذا علمت ھذا ظھر لك فساد قول من قال ان کلام اللہ تعالٰی مقول بالاشتراك الوضعی علی معنیین الصفة القدیمة والمولف من الحروف والکلمات الحادثة فانه قول یؤول بصاحبه الی اعتقاد الشرك فی صفات اللہ تعالٰی واشارة النبی صلی اللہ تعالٰی علیه	جب تمھیں یہ معلوم ہوگیا تو پھر تم پر اس کے اس قول کا فساد ظاہر گیا کہ جس نے یہ کہہ دیا کہ اللہ تعالٰی کا کلام اشتراک وضعی کے طور پر دو معنوں پر بولا گیا ہے۔ ایک صفت قدیمہ اور دوسرا وہ جو حروف اور کلمات حادثہ سے مرکب ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسا قول ہے جو اللہ تعالٰی کی صفات میں اعتقاد شرک کی طرف راجع (اور پہنچاتا ہے) (لہذا یہ قول قطعاً ٹھیک نہیں)

[1] المطالب الوفیه شرح الفرائد السنیة

وسلم ھنا فی ھذا الحدیث (ای حدیث ان ھذا القرآن طرفہ بیداللہ تعالٰی و طرفہ بایدیکم رواہ ابن ابی شیبۃ والطبرانی فی الکبیر [1] عن ابی شریح رضی اللہ تعالٰی عنہ) الی القرآن تفید انہ واحد لاتعدد لہ اصلا وھو الصفۃ القدیمۃ وھو مکتوب فی المصاحف المقروبالالسنۃ، المحفوظ فی القلوب من غیر حلول فی شیئ من ذٰلك ومن لم یفھم ھذا علی حسب ما ذکرنا لصعوبتہ علیہ یجب علیہ الایمان بہ بالغیب کما یؤمن باللہ تعالٰی وبباقی صفاتہ سبحانہ وتعالٰی ولا یجوز لاحد ان یقول بحدوث مافی المصاحف والقلوب والالسنۃ [2] الی اخرھا افاد و اجاد علیہ رحمۃ الملك الجواد۔	اور حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اس حدیث میں یعنی حدیث ذیل میں اس طرف اشارہ ہے۔ یہ قرآن مجید اس کی ایک طرف اللہ تعالٰی کے بے مثل ہاتھ میں ہے۔ اور اس کی دوسری طرف تمھارے ہاتھوں میں ہے۔ تو گویا آپ کا قرآن مجید کی اسی حیثیت کی طرف اشارہ ہے۔ محدث ابن ابی شیبہ اور امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ابو شریح رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا ہے پس اس اشارہ سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ اللہ تعالٰی کا کلام ایک ہے اس میں بالکل کوئی تعدد نہیں۔ اور وہ صفت قدیمہ ہے جو مصاحف میں لکھا ہوا ہے۔ زبانوں سے پڑھا گیا اور دلوں میں ضبط شدہ ہے کہ جس میں کوئی حلول نہیں، اور جو کوئی ہمارے ذکر کردہ بیان کے مطابق اس مسئلہ کو بوجہ اس کے اشکال کے نہ سمجھے تو پھر بھی واجب ہے کہ وہ اس پر اسی طرح ایمان بالغیب رکھے کہ جس طرح اللہ تعالٰی پاک اور برتر کی ذات اور دیگر صفات پر ایمان رکھتا ہے اور کسی کے لئے جائز نہیں کہ جو کچھ مصاحف میں مرقوم دلوں میں موجود اور زبانوں پر جاری ہے وہ حادث ہے (یہ سب کچھ) آخر تک علامہ موصوف نے افادہ فرمایا اور اس میں کمال کردیا۔ لہٰذا اللہ تعالٰی جو پوری کائنات کا بادشاہ اور نمایاں طور پر سخی ہے اس کی ان پر خصوصی رحمت وبرکات کا دائمی نزول ہو۔ (ت)

امام اجل عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میزان الشریعۃ الکبرٰی باب مایجوز بیعہ ومالا میں فرماتے ہیں:

قد جعلہ (ای المکتوب والمصحف) اھل السنۃ والجماعۃ حقیقۃ کلام اللہ تعالٰی	اہل سنت وجماعت نے جو کچھ مصاحف میں لکھا ہوا ہے اس کو حقیقۃً اللہ تعالٰی کا کلام ٹھہرایا اگرچہ

[1] الترغیب والترھیب بحوالہ الطبرانی فی الکبیر الترغیب فی اتباع الکتاب والسنۃ حدیث ۳ مصطفی البابی مصر ۱/ ۷۹

[2] الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقہ المحمدیہ باب اول مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۶۲۔۶۱

وان کان النطق بہ واقعا منا فافھم واکثر من ذٰلك لایقال ولا یسطر فی کتاب [1]۔	ہماری طرف سے اس کا تلفظ (بولنا) واقع ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کو اچھی طرح سمجھ لیجئے کیونکہ اس سے زیادہ نہ کہا جاسکتا ہے اور نہ کسی کتاب میں لکھا جاسکتا ہے۔ (ت)

اور پر ظاہر کہ اس بارہ میں سب کسوٹیین یکساں ہیں جس طرح کاغذ کی رقوم میں وہی قرآن کریم میں مرقوم ہے اسی طرح فونو میں جب کسی قاری کی قراءت بھری گئی اور اشکال حرفیہ کہ ہوائے دہن پھر ہوائے مجاور میں بنی تھی اس آلہ میں مرتسم ہوئیں ان میں بھی وہی کلام عظیم مرسوم ہے اور جس طرح زبان قاری سے جو ادا ہوا قرآن ہی تھا۔ یوہیں اب جو اس آلہ سے ادا ہوگا قرآن ہی ہوگا جس طرح اس آلہ سے اگر حضرت شیخ سعدی قدس سرہ کی کوئی غزل ادا کی جائے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ وہ غزل نہیں یا حضرت شیخ سعدی قدس سرہ کا کلام نہیں یوہیں جب اس سے کوئی آیہ کریمہ ادا کریں کوئی شبہہ نہیں کرسکتا کہ وہ آیت ادا نہ ہوئی، ضرور ادا ہوئی اور اسی تادیہ سے ہوئی جو اصل قاری کی زبان وگلو سے پیدا ہوا تھا۔

رہا یہ کہ پھر اس کے سماع سے سجدہ کیوں نہیں واجب ہوتا جب کہ فونو سے کوئی آیہ سجدہ تلاوت کی جائے،

اقول: (میں کہتا ہوں۔ت) ہاں فقیر نے یہی فتوٰی دیا ہے مگر اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ آیت نہیں اس کا انکار تو بداہت کا انکار ہے۔ نہ ہماری تحقیق پر یہاں اس عذر کی گنجائش ہے کہ وجوب سجدہ کے لئے قاری کا جنس مکلّف سے ہونا عند الاکثر وھو الصحیح اور مذہب اصح پر عاقل بلکہ ایک مذہب مصحح پر بالفعل اہل ہوش سے بھی ہونا درکار ہے۔ طوطی یا مینا کو آیت سجدہ سکھادی جائے تو اس کے سننے سے سجدہ واجب نہ ہوگا۔ اسی طرح مجنون بلکہ ایک تصحیح میں سوتے کی تلاوت سے بھی وجوب نہیں نہ اس پر اگرچہ جاگنے کے بعد اسے اطلاع دے دی جائے کہ تو نے آیت سجدہ پڑھی تھی نہ اس سے سننے والے پر۔ تنویر الابصار ودرمختار میں ہے:

لاتجب بسماعہ من الطیر [2]۔	سجدہ تلاوت واجب نہ ہوگا جبکہ کسی پرندے سے آیت سجدہ سنے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ھو الاصح زیلعی وغیرہ وقیل	اور وہی زیادہ صحیح ہے زیلعی وغیرہ (میں یہی مذکورہ ہے)

[1] المیزان الکبرٰی باب مایجوز بیعہ ومالایجوز مصطفی البابی مصر ۲/ ٦٧

[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الصلٰوۃ باب سجود التلاوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۰۵

تجب وفی الحجة هو الصحیح، تاتارخانیة قلت والاکثر علی تصحیح الاول وبه جزم فی نور الایضاح [1]۔	اور یہ بھی کہا گیا بصورت مذکورہ سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہے چنانچہ فتاوٰی حجۃ میں ہے کہ یہی صحیح ہے تتارخانیہ، **میں کہتا ہوں** کہ اکثر ائمہ کرام قول اول کی تصحیح پر قائم ہیں۔ چنانچہ نورالایضاح میں اسی پر یقین کیا ہے۔(ت)

اسی میں ہے:

النائم اذا اخبرانه قرأها فی حالة النوم تجب علیه وهو الاصح تتارخانیه و فی الدرایة لا تلزمه هو الصحیح امداد ففیه اختلاف التصحیح واما لزومها علی السامع منه اومن المغمی علیه فنقل فی الشرنبلالیة ایضاً اختلاف الروایة والتصحیح وکذا من المجنون [2]۔	سونے والے کو جب بتایا جائے کہ اس نے بحالت خواب آیت سجدہ پڑھی تو اس پر سجدہ کرنا واجب ہے۔اور یہی زیادہ صحیح ہے۔تتارخانیہ اور درایہ میں ہے۔کہ اس پر (دریں صورت) سجدہ لازم نہیں اور یہی صحیح ہے۔امداد، پس اس میں تصحیح کا اختلاف ہے لیکن سامع (سننے والا) اور بیہوش پر سجدہ تلاوت کا لزوم (تو اس کے متعلق گزارش ہے کہ شرنبلالیہ میں روایۃ اور تصحیح کا اختلاف نقل کیا گیا ہے۔اور اسی طرح دیوانے کے بارے میں ہے۔(ت)

اسی میں ہے:

قال فی الفتح لکن ذکر الشیخ الاسلام انه لایجب بالسماع من مجنون او نائم او طیر لان السبب سماع تلاوة صحیحة وصحتها التمییز ولم یوجد وهذا التعلیل یفید التفصیل فی الصبی فلیکن هو المعتبر ان کان ممیزا وجب بالسماع منه والا فلا اھ واستحسنه فی الحلیة [3]۔	فتح القدیر میں فرمایا: لیکن شیخ الاسلام نے ذکر فرمایا اگر دیوانے یا سونے والے یا پرندہ سے آیت سجدہ سنی تو سجدہ تلاوت واجب نہیں کیونکہ اس کا سبب تلاوت صحیحہ ہے۔اور صحت تلاوت کا مدار تمیز ہے اور وہ یہاں نہیں پائی گئی۔اور یہ تعلیل اس بات کا فائدہ دیتی ہے کہ یہی تفصیل بچے میں کی جائے گی۔لہٰذا اسی کا اعتبار کرنا چاہئے، کہ اگر بچہ عقل وتمیز رکھتا ہے تو اس سے آیۃ سجدہ سنی گئی تو سجدہ تلاوت واجب ہے ورنہ نہیں اھ اور اس کو حلیہ میں مستحسن قرار دیا گیا ہے۔(ت)

[1] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب سجود التلاوۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۱۷

[2] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب سجود التلاوۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۱۶

[3] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب سجود التلاوۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۱۶

ہم ثابت کرتے آئے ہیں کہ یہ جو فونو سے سننے میں آئی اس مکلّف عاقل ذی ہوش کی تلاوت ہے نہ کہ اس کی مثال وحکایت۔ پھر آخر یہاں سجدہ نہ واجب ہونے کی کیا وجہ ہے۔ **اقول:** (میں کہتاہوں۔ت) ہاں وجہ ہے اور نہایت موجہ ہے کہ گنبد کے اندر یا پہاڑ یا چکنی گچ کردہ دیوار کے پاس اور کبھی صحرا میں بھی خود اپنی آواز پلٹ کر دوبارہ سنائی دیتی ہے جسے عربی میں صدا کہتے ہیں۔ ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اس کے سننے سے بھی سجدہ واجب نہیں ہوتا، نہ خود قاری پر نہ سامع اول پر جس نے تلاوت سن کر دوبارہ یہ گونج سنی نہ نئے پر جس نے پہلی تلاوت نہ سنی تھی اور یہ صدا ہی سنی کہ حکم مطلق ہے۔ تنویر ودر میں ہے:

لاتجب بسماعۃ من الصدٰی [1]۔	آواز بازگشت سے آیت سجدہ سنی تو سجدہ تلاوت واجب نہیں۔(ت)

بحرالرائق میں ہے:

تجب علی المحدث والجنب وکذا تجب علی السامع بتلاوۃ ھؤلاء الا المجنون لعدم اھلیتہ لا نعدام التمییز کالسماع من الصدی کذا فی البدائع والصدی مایعارض الصوت فی الاماکن الخالیۃ [2]۔	بے وضو اور جنبی (ناپاک) پر سجدہ تلاوت ادا کرنا واجب ہے۔ اور اسی طرح ان لوگوں سے تلاوت سننے والے پر بھی سجدہ کرنا واجب ہے مگر دیوانے پر نہیں۔ اس لئے کہ وہ اہلیت سجدہ نہیں رکھتا کیونکہ اس میں عقل اور تمیز نہیں جیسے آواز بازگشت سننے سے وجوب سجدہ نہیں۔ البدائع میں یہی مذکور ہے اور صدی (آواز بازگشت) وہ ہے جو بلند مقامات میں آواز سے ٹکرائے اور اس کے مقابل پیدا ہوجائے۔(ت)

اب صدا میں علماء مختلف ہیں کہ ہوا اسی تموج اول سے پلٹتی ہے یا گنبد وغیرہ کی ٹھیس سے وہ تموج زائل ہو کر تموج تازہ اس کیفیت سے متکیف ہم تک آتا ہے مواقف ومقاصد اور ان کی شروح میں ثانی کو ظاہر بتایا پھر اس ثانی کے بیان میں عبارات مختلف ہیں بعض اس طرف جاتی ہیں کہ پلٹتی وہی ہوا ہے مگر اس میں تموج نیا ہے یہی ظاہر ہے شرح مواقف وطوالع وبعض شروح طوالع سے، بعض تصریح کرتی ہیں ہوا ہی دوسری اس کیفیت سے متکیف ہو کر آتی ہے یہ نص مواقف ومقاصد شرح ہے۔ مطالع الانظار کی عبارت پھر متحمل ہے ولہٰذا ہم نے یہ مضمون ایسے الفاظ میں ادا کیا کہ دونوں معنی پیدا کریں۔ مواقف

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الصلٰوۃ باب سجود التلاوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۰۵

[2] بحرالرائق کتاب الصلٰوۃ باب سجود التلاوۃ مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۱۹

میں ہے:

الظاھر الصدی تموج ھواء جدید لارجوع الھواء الاول [1]۔	ظاہر یہ ہے کہ آواز بازگشت ایک نئی ہوا میں موج پیدا ہونا ہے۔ لہٰذا وہ پہلی ہوا کا واپس لوٹنا نہیں۔ (ت)

شرح میں ہے:

وذٰلك لان الھواء اذا تموج علی الوجه الذی عرفته حتی صادم جسما یقادمه و یردہ الی خلف لم یبق فی الھواء المصادم ذٰلك التموج بل یحصل فیه بسبب مصادمته ورجوعه تموج شبیه بالتموج الاول وقد یظن ان الھواء المصادم یرجع متصفا بتموجه الاول بعینه فیحمل ذٰلك الصوت الاول الی السامع الاتری ان الصدی یکون علی صفته وھیأته وھذا وان کان محتملا الا ان الاول ھو الظاھر [2]۔	یہ اس لئے کہ جب ہوا میں اس وجہ کے مطابق موج پیدا ہو کہ جس کو آپ پہچان چکے حتی کہ اگر وہ کسی ایسے جسم سے ٹکرائے کہ جو اس کے مقابلے میں آئے اور وہ اسے پیچھے کی طرف لوٹا دے تو پھر اس ٹکرانے والی ہوا میں وہ تموج باقی نہ رہے گا بلکہ اس میں تصادم اور رجوع کی وجہ اور سبب سے ایک ایسا تموج پیدا ہوگا جو تموج اول کے بالکل مشابہ اور اس کی شبیہ ہوگا، اور کبھی یہ گمان کیا جاتا ہے کہ ہوا متصادم بعینہٖ یعنی بالکل اس پہلے تموج کے ساتھ متصف رہتے ہوئے واپس لوٹتی ہے پھر اس پہلی ہی آواز کو اٹھا کر سامع تک پہنچادیتی ہے کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ صدی (بازگشت) اپنی صفت اور ہیئت پر باقی ہوتی ہے اگرچہ اس بات کا احتمال ہے مگر پہلی بات ہی ظاہر ہے۔ (ت)

مقاصد میں ہے:

جعل الواصل نفس الھواء الراجع او اخر متکیفا بکیفیته علی ما ھو الظاھر [3]۔	نفس ہوا راجع کو واصل قرار دینا یا دوسری ہوا کو جو پہلی کی کیفیت سے متکیف (اور متصف) ہو جیسا کہ یہ ظاہر ہے۔ (ت)

شرح میں ہے:

[1] المواقف مع شرحه النوع الثالث المقصد الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/ ۲۶۷

[2] شرح المواقف النوع الثالث المقصد الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/ ۶۸، ۲۶۷

[3] المقاصد علی ہامش شرح المقاصد النوع الثالث دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/ ۲۱۷

تر ددوا فی ان حدوثه من تموج الهواء الاول الراجع علی هیأته او من تموج هواء اخر بیننا وبین المقاوم متکیف بکیفیة الهواء الراجع وهذا هو الاشبه[1]۔	ماہرین عقلیات کو اس بات میں تردد (اور تذبذب) ہے کہ آواز کے پیدا ہونے کا اصل سبب کیا ہے۔ آیا وہ پہلی ہوا جو اپنی ہیئت پر لوٹنے والی ہے (وہ اس کے حدوث کا سبب ہے) یا کسی دوسری ہوا کا تموج (لہرانا) جو ہمارے اور جسم کے مقابل کے درمیان واقع ہے جو لوٹنے والی ہوا کی کیفیت سے متصف اور متکیف ہے (وہ آواز کے حدوث کا سبب ہے) اور یہی شبہہ ہے۔ (ت)

طوالع میں ہے:

الصدی صوت یحصل من انصراف هواء متموج عن جبل او جسم املس[2]۔	الصدی آواز بازگشت ایک ایسی آواز ہے جو کسی پہاڑ یا ملائم (چکنا) جسم سے موج والی ہوا کے لوٹنے سے پیدا ہوتی ہے۔ (ت)

اس کی شرح مطالع میں ہے:

فان الهواء اذا تموج وقاومه مصادم کجبل او جدار املس بحیث یصرف هذا الهواء المتموج الی خلف محفوظا فیه هیئاة تموج الهواء الاول حدث من ذٰلك صوت وهو الصداء[3]۔	جب ہوا میں تموج یعنی لہر پیدا ہو، اور کوئی ٹکرانے والا جسم (متصادم) اس کے مقابل ہو جائے جیسے پہاڑ یا کوئی ملائم دیوار کہ یہ مقابل جسم اس تموج والی ہوا کو پیچھے پھیر دے اور دھکیل دے کہ اس پہلی ہوا کا تموج اپنی ہیت پر بدستور محفوظ ہو پس اس سے ایک آواز پیدا ہوگی۔ پس وہی "صدی" یعنی آواز بازگشت ہے۔ (ت)

اس کی دوسری شرح میں ہے:

الصدی صوت یحصل من هواء متموج منصرف عن جسم املس یقاوم الهواء المتموج ویمنعه من النفوذ	الصدی آواز بازگشت ایک آواز ہے جو موج والی ہوا جو کسی ملائم جسم کی وجہ سے لوٹتی ہے جو تموج والی ہوا کے مقابل ہوتا ہے۔ اور اس کو

[1] شرح المقاصد النوع الثالث دار المعارف النعمانیه لاہور ۱/ ۲۱۸

[2] طوالع الانوار

[3] مطالع الانظار شرح طوالع الانوار

فیه وبالضرورة ینصرف الهواء المتموج من ذٰلك الجسم الی الخلف علی مثل الهیائة التی کان علیها وحینئذ یحتمل ان یکون الهواء المتموج المصادم للجسم الاملس یرجع متصفا بتموجه الاول بعینه ویحمل الصوت الی السامع وان یکون سبب الصدی تموج جدید حصل للهواء لانه اذا تموج الهواء حتی صادم جسما املس یقاومه ویرده الی الخلف لم یبق فی الهواء المتصادم ذٰلك التموج بل یحصل لسبب المصادمة والرجوع تموج شبیه بالتموج الاول فهنا التموج الجدید الذی کان ابتداء ہ عندانتهاء الجدید الذی هو سبب الصدی قیل الاظهر هو الثانی ۔[1]	اس میں نفوذ سے روکتا ہے۔لہٰذا اس ضرورت کی بناء پر تموج والی ہوا اس جسم سے اسی پہلی ہیئت پر پیچھے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔لہٰذا اس صورت میں یہ احتمال ہے کہ تموج والی ہوا جو کسی چکنے اور ملائم جسم سے ٹکراتے ہوئے بعینہٖ پہلے تموج سے متصف رہتے ہوئے لوٹ جائے اور آواز کو اٹھا کر سامع تک پہنچادے۔اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آواز بازگشت (صدی) کاسبب کوئی تموج جدید ہو جو ہوا کو حاصل ہوا ہو، کیونکہ جب ہوا میں تموج پیدا ہو جبکہ اس سے کوئی ایسا ملائم جسم مقابل ہوجائے جو اسے پیچھے کی طرف لوٹادے۔پھر ہوا متصادم میں وہ تموج باقی نہ رہے گا بلکہ تصادم اور رجوع کے سبب سے ہوا میں کوئی ایسی موج پیدا ہوجائے جو بالکل تموج اول کی شبیہ ہو۔پس یہ تموج جدید کہ جس کی راہنمائی پہلے تموج کی انتہا سے ہے۔پس یہی آواز بازگشت (صدٰی) کا سبب ہے۔اور کہا گیا کہ یہ دوسری بات زیادہ ظاہر ہے۔(ت)

اقول: (میں کہتا ہوں۔ت) بر تقدیر ثانی ظاہر وہی معنی ثانی ہے کہ راجع ہوائے ثانی ہے،

اولًا: صدمہ جبل نے اگر ہوائے اول کو روک لیا اور اس کا تموج دور کردیا تو دوبارہ اس میں تموج کہاں سے آیا وہ تصادم تو اس کا مسکن ٹھہرا نہ کہ محرک۔

ثانیًا: اثر قرع دو تھے۔ تحرک و تشکل۔جو صدمہ تحرک سے روک دے گا تشکل کب رہنے دے گا جو نقش برآب سے بھی نہایت جلد مٹنے والا ہے کیا ہم نہیں دیکھتے کہ پانی کو جنبش دینے سے جو شکل اس میں پیدا ہوتی ہے اس کے ساکن ہوتے ہی معًا جاتی رہتی ہے۔خود شرح مواقف میں گزرا اذا انتفی انتفی[2] (جب وہ منفی ہوگا تو یہ منفی ہوگا۔ت) اور جب وہ تشکل جاتا رہا تو اب اگر کسی محرک سے پلٹے گی بھی

---
[1] شرح طوالع الانوار

[2] شرح المواقف المقصد الاول النوع الثانی منشورات الرضی قم ایران ۵/ ۲۵۸

اشکال حرفیہ کہاں سے لائے گی کہ وہ تحریک غیر ناطق سے ناممکن ہیں تواس قول ثانی کی صحیح وصاف تعبیر وہی ہے جو مواقف ومقاصد میں فرمائی یعنی مثلاً مقاومت جبل سے یہ ہوا تو رک گئی مگر اس کا دھکا وہاں کی ہوا کو لگا اور اس کے قرع سے اس میں تشکل و تحرک آیا آواز کا ٹھپا اس میں سے اس میں اتر گیا اور یہ رک گئی کہ نہ اس میں تحرک رہا نہ تشکل۔

ثم اقول: (پھر میں کہتا ہوں۔ت) شاید قائل کہہ سکے کہ پہلا قول اظہر ہے کہ مصادمت اجسام میں وہی پیش نظر ہے قوت محرکہ جتنی طاقت سے حرکت دیتی ہے پھینکا ہوا جسم اگر راہ میں مانع سے نہیں ملتا اس طاقت کو پورا کرکے رک جاتا ہے اور اگر طاقت باقی ہے اور بیچ میں مقاوم مل گیا تصادم واقع ہوتا ہے اور وہ جسم ٹھوکر کھا کر بقیہ طاقت تحریک کے قدر پیچھے لوٹتا ہے یوں اس قوت کو پورا کرتا ہے جیسے گیند بقوت زمین پر مارنے سے مشاہدہ ہے اور جواب دے سکتے ہیں کہ یہ اس حالت میں ہے کہ دونوں جانب سے تصادم ہو ہوا سالطیف جسم پہاڑ کے صدمہ سے ٹکر کھا کر پلٹنا ضرور نہیں غایت یہ کہ پھیل جائے بہر حال کچھ سہی اتنا یقینی ہے کہ آواز وہی آواز متکلم ہے خواہ پہلی ہی ہوا اسے لئے ہوئے پلٹ آئی یا اس کے قرع سے آواز کی کاپی دوسری میں اتر گئی اور وہ لائی مگر شرع مطہر نے اس کے سننے سے سجدہ واجب نہ فرمایا قول ثانی پر یہ کہنا ہوگا کہ سماع میں ایجاب سجدہ کے لئے اسی تموج اول سے وقوع سماع لازم ہے اور قول اول پر قید بڑھانی واجب ہوگی کہ وہ تموج محض اس طاقت کا سلسلہ ہو جو تحریک گلو وزبان تالی نے پیدا کی تھی پلٹنے میں وہ قوت تنہا نہ رہی بلکہ تصادم کی قوت دافعہ بھی شریک ہو گئی۔ غرض کچھ کہئے یہی حکم سماع فونو میں ہوگا قول ثانی پر بعینہٖ وہی فونو کا واقعہ ہے کہ تشکل باقی اور متموج ہوائے ثانی اور قول اول پر یہاں بدرجہ اولٰی عدم وجوب لازم کہ جب بحال بقائے تموج و تشکل معًا صرف تخلل تصادم و رجوع سے ایجاب نہ رہا تو یہاں کہ تموج بدل گیا بروجہ اولٰی وجوب نہ ہوگا۔ اور مختصر یہ ہے کہ سجدہ سماع اول پر ہے نہ کہ معاد پر اگرچہ خاص اس سامع کی نظر سے مکرر نہ ہو اور شک نہیں کہ سماع صدا سماع معاد ہے۔ اور فونو کی تو وضع ہی اعادہ سماع کے لئے ہوئی ہے لہذا ان سے ایجاب سجدہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جب یہ مقدمہ جلیلہ ممہد ہو لیا تو اب بتوفیقہ تعالٰی **تنقیح مسئلہ** کی طرف چلئے۔ یہاں صور عدیدہ و وجوہ شتی ہیں:

وجہ اوّل: سب میں پہلے تحقیق طلب ان پلیٹوں گلاسوں کی طہارت ہے۔ مسالا کہ ان پر لگایا جاتا ہے اگر اس میں کوئی ناپاک جز شامل ہے۔ (جس طرح یورپ کی اکثر اشیاء میں معہود و مشہور ہے۔

ان کے یہاں شراب کے برابر کوئی شے حافظ قوت ادویہ نہیں اور تمام تحلیلات اعمال کیمیاویہ میں جن سے ایسی تراکیب کم خالی ہوتی ہیں اسپرٹ کا استعمال لازم ہے اسپرٹ قطعاً شراب ہے سمیت کے سبب قابل شرب نہ ہونا اسے شراب ہونے سے خارج نہیں کرسکتا بلکہ اس کی سمیت ہی غایت جوش واشتداد وسکروفساد سے ہے۔ برانڈیاں کہ یورپ سے آتی ہیں ان کے نشہ کی قوتیں اس کے قطرات سے بڑھائی جاتی ہیں فلاں قسم کے نوے قطروں میں اس کا ایک قطرہ ہے فلاں کے سو میں اور شرابیں پینے سے نشہ لاتی ہیں اور اسپرٹ صرف سونگھنے سے تو وہ حرام بھی ہے اور پیشاب کی طرح نجاست غلیظہ بھی۔ **کما ھو الصحیح المعتمد المفتٰی بہ** (جیسا کہ صحیح اور قابل اعتماد، اور وہ بات کہ جس پر فتوٰی دیا گیا ہے۔ت) جب تو ظاہر ہے کہ قرآن عظیم کا اس میں بھرنا حرام قطعی ہے اور سخت شدید توہین وبے ادبی ہے جب وہ قالب نجس ٹھہرے تو یہ بعینہٖ ایسا ہوگا کہ کاغذ پیشاب میں بھگو کر معاذاللہ اس پر لکھنا جسے مسلمان تو مسلمان کوئی سمجھ والا کافر بھی گوارا نہ کرے گا۔ ہمارے علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ نجاست کی جگہ قرآن عظیم پڑھنا منع ہے۔ ولہذا حمام میں تلاوت مکروہ ہے۔ فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

یکرہ ان یقرأ القراٰن فی الحمام لانہ موضع النجاسات ولا یقرأ فی بیت الخلاء[1]۔	مکروہ ہے کہ حمام میں قرآن مجید پڑھا جائے اس لئے کہ وہ محل نجاست ہے۔ اور بیت الخلاء (لیٹرین) میں بھی قرآن مجید نہ پڑھا جائے۔(ت)

قنیہ وہندیہ میں ہے:

لابأس بالقراءۃ راکبا وماشیا اذا لم یکن ذٰلک الموضع معدا للنجاسۃ فان کان یکرہ لہ[2]۔	سوار ہونے والے اور پاپیادہ چلنے والے کے لئے قرآن مجید پڑھنے میں کچھ مضائقہ اور حرج نہیں بشرطیکہ وہ جگہ نجاست کے لئے نہ بنائی گئی ہو، اور اگر گندگی کے لئے بنی ہو تو وہاں تلاوت کرنا مکروہ ہے۔(ت)

بلکہ جن کے نزدیک موت سے بدن نجس ہوجاتا ہے اور غسل میت اسے نجاست حقیقیہ سے تطہیر کے لئے رکھا گیا ہے وہ قبل غسل میت کے پاس بیٹھ کر تلاوت کو منع کرتے ہیں جب تک اسے بالکل ڈھانک نہ دیا جائے کہ نجاست منکشفہ کا قرب ہوگا۔ تنویر میں ہے:

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الصلٰوۃ فصل فی قرأۃ القرآن مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/ ۷۸

[2] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ القنیہ کتاب الکراھیۃ الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۱۶

کرہ قراءۃ القراٰن عندہ الی تمامہ غسلہ[1]۔	میت کو غسل دینے تک اس کے پاس قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے۔(ت)

درمختار میں ہے:

علله الشرنبلالی فی امداد الفتاح تنزیھا للقراٰن عن نجاسة المیت لتنجسه بالموت قیل نجاسة خبث وقیل حدث و علیه فینبغی جوازھا کقراءۃ المحدث[2]۔	امداد الفتاح میں علامہ شرنبلالی نے اس کی تعلیل ذکر فرمائی تاکہ قرآن مجید کو میت کی نجاست اور ناپاکی سے بچایا جائے کیونکہ نجاست اسے موت کی وجہ سے ناپاک کردیتی ہے۔ پھر اس نجاست میں اختلاف ہے چنانچہ بعض نے کہا کہ یہ نجاست خبیث ہے جبکہ بعض کے نزدیک حدث ہے۔ لہذا اس بنیاد پر مناسب ہے کہ میت کے پاس قرآن مجید پڑھنا جائز ہے جیسے بے وضو کا یاد سے قرآن مجید پڑھنا۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

وذکر ط ان محل الکراھة اذا کان قریبا منه اما اذا بعد عنه فلا کراھة اھ قلت والظاھر ان ھذا ایضا اذا لم یکن المیت مسجی بثوب یستر جمیع بدنه[3] الخ۔	علامہ طحطاوی نے ذکر کیا کہ اس کراہت کا محل یہ ہے کہ جب میت کے قریب بیٹھا ہو لیکن جب اس سے دور بیٹھا ہے اور قرآن مجید پڑھ رہا ہے) تو پھر کراہت نہ ہوگی اھ میں کہتا ہوں یہ کراہت بھی تب ہوگی کہ جب میت کسی ایسے کپڑے سے جو اس کے سارے جسم کو چھپائے ڈھانپی ہوئی نہ ہو الخ۔(ت)

جب قرب نجاست میں تلاوت منع ہوئی کہ اس ہوا کا جو اشکال حروف قرآن کی حامل ہے محل نجاست پر گزر نہ ہو خود نجس چیز میں معاذاللہ ان اشکال طاہرہ کا مرتسم کرنا کس درجہ سخت حرام ہوگا۔

اقول: وبما بینا ظھر وجه التقیید بان لا یکون جمیع بدنه مسجی فافھم۔	**اقول:** (میں کہتا ہوں) جو کچھ ہم نے بیان کیا اس سے قید لگانے کی وجہ ظاہر ہوگئی کہ میت کا پورا جسم ڈھانپا ہوا نہ ہو، پس اچھی طرح سمجھ لیجئے۔(ت)

[1] درمختار کتاب الصلٰوۃ باب صلٰوۃ الجنازۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۰

[2] درمختار کتاب الصلٰوۃ باب صلٰوۃ الجنازۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۰۔۱۱۹

[3] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب صلٰوۃ الجنازۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۷۳

بلکہ حق یہ ہے کہ اس تقدیر پر جہل مردم وناواقفی حال آلہ وعدم نیت وعدم تنبہ کا قدم درمیان نہ ہو تو دیدہ دانستہ ان میں آیات بھرنے والے کا حکم معاذاللہ القائے مصحف فی القاذورات (اللہ تعالٰی کی پناہ۔ یہ تو مصحف شریف کو نجاستوں میں پھینکنا ہے۔ ت) کے مثل ہوتا ہم روشن کرچکے کہ تمام جلوہ گاہوں میں وہی صفت الٰہیہ بعینہا حقیقۃً جلوہ فرما ہوتی ہے تو اس کے لئے معاذاللہ یہ ناپاک کسوت مقرر کرنا کس درجہ ایمان ہی کے مخالف ہے۔**والعیاذ باللہ تعالٰی**، پھر یہ توہین خبیث صرف ان بھرنے والوں ہی کے ماتھے نہ جائے گی بلکہ باوجود اطلاع اسے تحریک دے کر الفاظ قرآنی کی آواز اس سے ادا کرنے والے اس کی خواہش کرکے ادا کرانے والے سننے والے سنانے والے اس پر راضی ہونے والے، باوصف قدرت انکار نہ کرنے والے سب اسی بلائے عظیم میں گرفتار ہوں گے۔نہ فقط یوں کہ توہین کے مرتکب صرف بھرنے والے ہوں اور یہ اس کے روا رکھنے گوارا کرنے والے نہیں نہیں بلکہ ہر بار بعینہٖ ویسی ہی توہین جدید کے یہ خود پیدا کرنے والے کہ انھوں نے گویا نقوش کتابت قرآنیہ اس نجس میں لکھے انھوں نے الفاظ تلاوت قرآنیہ اس پر گزرتے ہوئے ادا کئے بلکہ اس وقت اس کی تجلی بے پردہ وحجاب جلوہ فرما ہوگی بھری ہوئی چوڑیوں میں نقوش قرآنیہ ہونا ہر شخص نہ سمجھے گا اور اب جو ادا کیا جائے گا کسی کو اس کے قرآن ہونے میں اصلا اشتباہ نہ ہوگا **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** (گناہوں سے تحفظ اور بھلائی کرنے کی قوت کسی میں نہیں بجز اللہ تعالٰی بلند مرتبہ اور بڑی شان والے کی توفیق دینے۔ت)

وجہ دوم: یہ صورت تو وہ تھی کہ ان کا گلاسوں پلیٹوں کا پلید ونجس ہونا معلوم یا مظنون ہی ہو۔

فان الظن فی الفقهیات ملتحق بالیقین لاسیما مثل امر الاحتیاط فی الدین۔	کیونکہ فقہی مسائل میں گمان، یقین کے ساتھ ملحق ہے۔ خصوصًا اس نوع کے دینی احتیاط کے معاملہ میں۔(ت)

بلکہ اگر حالت شبہہ ہو جب بھی حکم احتراز ہے۔کہ محرمات میں شبہہ ملتحق بیقین ہے۔**کما نص علیه فی الهدایة وغیرها۔** (جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں اس پر نص کی گئی ہے۔ت) اب وہ صورت فرض کیجئے کہ پلیٹ وغیرہ کی طہارت یقینی ہو اس کے اجزاء اور بنانے کا طریقہ معلوم ہو جس میں کہیں کسی نجاست کا خلط نہیں تو اس میں ایک کھلی سخت شدد نجاست معنوی رکھی ہوئی ہے وہ یہ کہ اس کا عام بجانا، سننا، سنانا سب کھیل تماشے کے طور پر ہوتا ہے۔قرآن عظیم اس لئے نہیں اترا اسی عزت والے عزیز عظیم سے پوچھو کہ وہ کھیل کے طور پر اپنے سننے والے کی نسبت کیا فرماتا ہے:

" اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ	لوگوں کے لئے ان کا حساب نزدیک آیا اور وہ

"غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۚ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَ هُمْ یَلْعَبُوْنَ ۙ لَاهِیَةً قُلُوْبُهُمْ ؕ "[1]	غفلت میں رو گرداں پڑے ہیں، نہیں آتا ان کے پاس ان کے رب سے کوئی نیا ذکر مگر اسے کھیلتے ہوئے سنتے ہیں دل کھیل میں پڑے ہوئے۔

اور فرماتا ہے:

"اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ ۙ وَ تَضْحَكُوْنَ وَ لَا تَبْكُوْنَ ۙ وَ اَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ "[2]	تو کیا اس کلام کو اچنبا بناتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں اور تم کھیل میں پڑے ہو۔

اور فرماتا ہے:

"وَ ذَرِ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَعِبًا وَّ لَهْوًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَ ذَكِّرْ بِهٖۤ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَیْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیٌّ وَّ لَا شَفِیْعٌ ۚ وَ اِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا یُؤْخَذْ مِنْهَا ؕ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ وَّ عَذَابٌ اَلِیْمٌۢ بِمَا كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ ۠ "[3]	چھوڑ دے ان کو جنھوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنالیا اور دنیا کی زندگی نے انھیں فریب دیا اور اس قرآن سے لوگوں کو نصیحت دے کہیں پکڑی نجائے کوئی جان اپنے کئے پر کہ خدا سے جدا نہ اس کا کوئی حمایتی ہو نہ سفارشی اور اگر اپنے چھڑانے کو سارے بدلے دے کچھ نہ لیا جائے یہ ہیں وہ لوگ کہ اپنے کئے پر گرفتار ہوئے انھیں پینا ہے کھولتا پانی اور دکھ کی مار، بدلہ ان کے کفر کا۔

اور فرماتا ہے:

"وَ نَادٰۤی اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ۙ "[4] "الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَهْوًا وَّ لَعِبًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ۚ فَالْیَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ	دوزخی بہشتیوں کو پکاریں گے کہ ہمیں اپنے فیض سے تھوڑا پانی دو یا وہ رزق جو خدا نے تمھیں دیا وہ کہیں گے بیشک اللہ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کردیں ہیں جنھوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنالیا اور انھیں دنیا کی زندگی نے فریب دیا تو آج ہم ان کو بھلادیں گے جیسا وہ بھولے اس دن

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۱تا۳

[2] القرآن الکریم ۵۳/ ۵۹ تا ۶۱

[3] القرآن الکریم ۶/ ۷۰

[4] القرآن الکریم ۷/ ۵۰

یَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ ﴿۵۱﴾"[1]	کاملنااور جیسا جیسا ہماری آیتوں سے انکار کرتے تھے۔

واقعی کفار نے یہ بڑا داؤ مسلمانوں سے کھیلا کہ ان کے دین کی جڑ ان کے ایمان کی اصل قرآن عظیم کو خود ان کے ہاتھوں کھیل تماشا بنوادیا یہ ان لوگوں کے فونو سے قرآن سننے سنانے کا خاص جزئیہ ہے کہ قرآن عظیم نے اس کی ایجاد سے تیرہ سو برس پہلے ظاہر فرمادیا اس سے بڑھ کر اور سخت بلا کیا ہوگی اس سے بدتر اور گندی نجاست کیا ہوگی۔ **والعیاذ باللہ رب العالمین۔**

وجہ سوم: زید اس مجمع لہو ولغو میں ہے تماشے کے طور پر قرآن مجید سنایا جارہا ہے اس کا دعوی ہے کہ میں تذکر و تفکر ہی کے طور پر سن رہا ہوں مجھے لہو مقصود نہیں، اگر یہ صحیح ہو جب بھی وہ گناہ وجرم سے بری نہیں ایسے مجمع میں شریک ہونا ہی کب جائز تھا اگرچہ تیری نیت نیت خیر ہو، کیا قرآن عظیم نے نہ فرمایا:

"وَ اِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ ؕ وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۶۸﴾"[2]	اور جب تو انھیں دیکھے جو ہماری آیتوں کو مشغلہ بنارہے ہیں تو ان سے منہ پھیر لے یہاں تک کہ وہ کسی اور بات کے شغل میں پڑیں اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس سے فوراً اٹھ کھڑا ہو،

یہ کیا اسی کی یاد دہانی میں دوسری جگہ اس سے بھی صاف تر و سخت تر نہ فرمایا:

"وَ قَدْ نَزَّلَ عَلَیْكُمْ فِی الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ یُكْفَرُ بِهَا وَ یُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖۤ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ الْكٰفِرِیْنَ فِیْ جَهَنَّمَ جَمِیْعَاۙ ﴿۱۴۰﴾"[3]	بیشک اللہ تعالٰی تم پر قرآن میں حکم اتار چکا کہ جب تم سنو کہ خدا کی آیتوں پر گرویدگی نہیں کی جاتی اور ان کی ہنسی بنائی جاتی ہے تو تم ان کے پاس نہ بیٹھو جب تک وہ اور بات کے شغل میں پڑیں اور وہاں بیٹھے تو تم بھی انھیں جیسے ہو بیشک اللہ تعالٰی منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

آیتوں کو کھیل بنانے والے کافر ہوئے، اس وقت ان کے پاس بیٹھنے والے منافق ٹھہرے۔

---

[1] القرآن الکریم ۷ /۵۰و۵۱

[2] القرآن الکریم ۶ /۶۸

[3] القرآن الکریم ۴ /۱۴۰

یہاں پاس بیٹھنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ جہنم میں بھی اکٹھے رہے **والعیاذ باللہ تعالٰی** معالم التنزیل میں ہے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا:

دخل فی هذه الاية كل محدث فی الدين وكل مبتدع الی يوم القيمة[1]۔	اس آیت میں قیامت تک کاہر مبتدع ہر بد مذہب داخل ہے۔

وجہ چہارم: صلحاء نے خاص اپنا جلسہ کیا جس میں سب نیت صالح والے ہیں اور تفکر وتدبر کی کے طور اس میں سے قرآن مجید سنا خاص اس سے سننے کی یہ ضرورت تھی کہ اس میں کسی اعلٰی قاری کی نہایت درد ناک ودلکش قراءت بھری ہے اس میں سے قرأت سنانے والا بھی انھیں میں کا ہے کہ اس نے اس کا بنانا چلانا سیکھ لیا ہے۔

اقول: (میں کہتا ہوں۔ت) اب یہاں دو نظریں ہیں: نظر اولٰی و نظر دقیق۔

نظر اولٰی صاف حکم کرے گی کہ اب اس میں کیا حرج ہے جب پلیٹیں طاہر و پاک فرض کرلی گئیں تو حرج صرف نیت لہو کا رہا اس سے یہ لوگ منزہ ہیں اور بھرنے والوں کی نیت فاسدہ کا ان پر کیا اثر۔

قال اللہ تبارك وتعالٰی "وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ۚ"[2]۔	اللہ تبارک وتعالٰی نے ارشاد فرمایا: کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔(ت)

اور کوئی فی نفسہٖ جائز کام کفار سے سیکھنے میں حرج نہیں اگرچہ انھیں کی ایجاد ہو جیسے گھڑی، تار، ریل وغیرہا اور فونو بذات خود معازف اور مزامیر سے نہیں کہ اس کے لئے کوئی خاص آواز ہی نہیں جس کے واسطے اسے وضع کیا ہو یا اس سے قصد کیجاتی ہو وہ تو ایک آلہ مطلقہ ہے جس کی نسبت ہر گونہ آواز کی طرف ایسی ہے جیسی اوزان عروضیہ کی کلام کی طرف بلکہ حروف ہجا کی معنی کی طرف حروف ہجا من حیث ہی حروف الہجا علوم رسمیہ میں کسی خاص معنی کے لئے موضوع نہیں بلکہ وہ آلہ تادیہ معانی مختلفہ ہیں جیسے معنی چاہیں ان سے ادا کرسکتے ہیں اچھے ہوں خواہ برے یہاں تک کہ ایمان سے کفر تک سب انھیں حروف سے ادا ہوتا ہے ایسے الہ مطلقہ کو من حیث ہی کذا حسن یا قبیح کسی کے ساتھ موصوف نہیں کرسکتے بلکہ وہ مدح وذم وثواب وعقاب میں اس چیز کا تابع ہوتا ہے جو اس سے ادا کی جائے، تلوار بہت اچھی ہے اگر اس سے حمایت اسلام

---

[1] معالم التنزیل علی ہامش الخازن تحت آیۃ وقد نزل علیکم فی الکتب الخ مصطفی البابی مصر ۱/ ۶۱۲

[2] القرآن الکریم ۶ /۱۶۴

کی جائے اور سخت بری ہے۔ اگر خون ناحق میں برتی جائے، اسی لئے حدیث میں فرمایا:

الشعر بمنزلة الکلام فحسنه کحسن الکلام و قبیحه کقبیح الکلام۔ رواہ البخاری فی الادب[1] المفرد والطبرانی فی المعجم الاوسط عن عبداللہ بن عمرو بن العاص وابو یعلی عنه وعن ام المومنین الصدیقة والدار قطنی عن عروة عنہا والشافعی عن عروۃ مرسلا رضی اللہ تعالٰی عنہم و اسنادہ حسن۔	شعر بمنزلہ کلام کے ہے تو اس کا اچھا مثل اچھے کلام کے ہے اور اس کا برا مثل برے کے، (امام بخاری نے ادب المفرد میں، امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔ اور محدث ابویعلٰی نے ان سے اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ سے بھی اسے روایت کیا ہے۔ اور امام دارقطنی نے بواسطہ حضرت عروہ مائی صاحبہ سے اور امام شافعی نے حضرت عروہ سے بطور ارسال اسے روایت فرمایا ہے۔ اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو۔ اس حدیث کی سند درجہ حسن رکھتی ہے۔ (ت)

یہ اسی سبب کے اوزان عروضیہ ادائے ہر گونہ کلام کے آلہ ہیں تو ان پر فی انفسہا کوئی حکم حسن وقبح نہیں ہو سکتا بلکہ مؤدی بہا کے تابع ہوں گے شعر میں اچھی بات ادا کی جائے تو حدیث صحیح میں ان من الشعر لحکمة[2] (بیشک بعض شعر ضرور حکمت ہوتے ہیں۔ ت) ارشاد ہوا ہے اور یاوہ سرائی یا ہرزہ درائی کی جائے تو "الشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ؕ﴿۲۲۴﴾"[3] (اور شاعروں کی پیروی اور ان کا اتباع گمراہ کرتے ہیں۔ ت) فرمایا گیا وہاں ان اللہ یؤید حسان بروح القدس (اللہ تعالٰی حضرت جبریل سے حضرت حسان کی تائید کرتا ہے۔ ت) کی بشارت جانفزا ہے اور دوسری طرف امرؤ القیس صاحب لواء الشعراء الی النار (امرؤ القیس شاعروں کا علمبردار آتش دوزخ میں ہے۔ ت) کی وعید جانگزا۔ رواہ الاحمد[4] والبزار عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے احمد وبزار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۷۶۹۲ ریاض ۸ / ۳۴۰ و ادب المفرد حدیث ۸۶۵ مکتبہ اثریہ شیخوپورہ ص ۲۲۳

[2] ادب المفرد حدیث ۸۶۵ باب من قال ان من البیان سحرا الخ المکتبہ الاثریہ شیخوپورہ ص ۲۲۵، صحیح البخاری کتاب الادب باب مایجوز من الشعراء قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ / ۹۰۷

[3] القرآن الکریم ۲۶ / ۲۲۴

[4] کنز العمال برمز حم وت عن عائشہ حدیث ۸۲۴۸ ۳۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۶۷۲، مسند امام احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا دار الفکر بیروت ۶ / ۷۲

تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت) بعینہٖ یہی حالت فونو کی ہے کہ وہ کسی صوت خاص کے لئے موضوع نہیں جسے معازف ومزامیر میں داخل کرسکیں بلکہ ادائے ہر قسم آواز کا آلہ ہے تو حسن وقبح ومنع واباحت میں اسی آواز مؤدی بہ کا تابع ہوگا جب تک خارج سے کوئی مغیر عارض نہ ہو اگر اس میں سے مزامیر کی آواز سنی جائے تو حکم مزامیر میں ہے اور بہ نیت تذکرہ وعظ وتذکیر کی آواز سنی جائے تو حکم وعظ وتذکیر میں اور وعظ ومذکر کا ذی روح ہونا کچھ شرط نہیں۔

مرد باید کہ گیرد اندر گوش　　　　وز نبشت ست بند بر دیوار

(مرد کو چاہئے کہ اپنے کانوں سے نصیحت سنے اگرچہ کلمات نصیحت کسی دیوار پر لکھے ہوں۔ت)

آلہ ادا میں فی نفسہٖ کوئی آواز ودیعت ہی نہیں ہوتی آوازیں تو رکاوٹوں میں ہیں آلہ محض مثل گلو وحنجرہ ہے جس سے ہر طرح کی صوت نکال سکتے ہیں تو خراب وناجائز پلیٹوں کا حکم پاک وجائز قالبوں کی طرف کیوں ساری ہونے لگا اور اگر بھرنے والوں نے ایک ہی ریکارڈ کے ایک پہلو پر کچھ آیات یا اشعار حمد ونعت اور دوسرے پر کچھ خرافات بھری ہیں تو یہ بے ادبی وجمع ضدین ان کا فعل ہے خذ ما صفا ودع ما کدر (جو صاف ہو لے لو، جو گدلا ہو چھوڑ دو۔ت) پر عمل کرنے والے اس پر کیوں ماخوذ ہوں گے اس کی نظیر کنیز مشترک ہے اس کے ایک صالح مولٰی نے اسے قرآن عظیم پڑھایا دوسرے فاسق نے گانا سکھایا تو اس کے گلے سے دونوں چیزوں کا ادا ہوسکنا صالح آقا کو اس سے قرآن عظیم سننا منع نہ کردیگا عرف میں اسے باجا کہنا مزامیر ومعازف ممنوعہ کے حکم میں داخل نہ کردے گا۔

فان الامور لمقاصدھا وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امری مانوی [1]۔	کیونکہ کاموں کا اعتبار بلحاظ ان کے مقاصد کے ہے اعمال کا مدار ارادوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے کہ جس کا اس نے ارادہ کیا ہے۔(ت)

معازف ومزامیر آلات لہو وطرب ہیں جو خاص موسیقی کی آوازیں ادا کرنے کو لذت نفسانی ونشاط شیطانی کے لئے وضع کئے گئے ہر غیر ذی روح جس سے آواز کسی مقصد حسن یا مباح کے لئے پیدا کی جائے اس میں داخل نہیں ہوسکتا اگرچہ اس سے آواز نکالنے کو بجانا کہیں یوں تو طبل غازی ونقارہ سحری بھی باجا ہے ریل کے انجن میں جو سوراخ دھواں نکالنے کو رکھا جاتا ہے جس سے لوگوں کا جان ومال بچانے کے لئے ان کی اطلاع دہی کو آواز نکالی جاتی ہے اس آواز کو بھی سیٹی یا پپیہا کہتے ہیں مگر

[1] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱

یہ نام اس فعل حسن کو ممنوع سیٹی اور پپیہے کے حکم میں نہ کردے گا بالجملہ یہاں جو کچھ حرج آیا نیت لہو سے یا مجمع لہو سے ہے۔ کہ قرآن عظیم کا اس نیت سے سننا لذاتہٖ حرام قطعی اور اس مجمع میں سننا لغیرہٖ ممنوع شرعی۔ جب یہ دونوں منتفی ممانعت منتفی، یہ نظر اولٰی کی تقریر ہے اور **نظر دقیق** فرمائیگی کہ یہ سب کچھ حق و بجا مگر فعل حرج سے اب بھی نہ بچا، بھرنے والوں کے مقاصد فاسدہ معلوم ہیں کہ لہو ولعب ہے اور اس کے ذریعہ سے ٹکا کمانا توان کا بنانا حرام اور اسے استعمال کرنے والے اس حرام کے معین ہوئے اگر لوگ نہ خریدتے نہ سنتے، تو وہ ہرگز قرآن عظیم بھرنے کی جرأت نہ کرتے، شریعت مطہرہ کا قاعدہ ہے کہ جس بات سے حرام کو مدد پہنچے اسے بھی حرام فرمادیتی ہے۔

قال اللہ تعالٰی "وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" [1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: (لوگو!) گناہ اور زیادتی کے معاملات میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو (ت)

جو چیز بنانا ناجائز ہو اسے خریدنا استعمال میں لانا بھی منع ہوتا ہے کہ یہ نہ لیں تو وہ کیوں بنائیں ان کا مول لینا اور کام میں لانا ہی انھیں بنانے پر باعث ہوتا ہے ولہٰذا خواجہ سراؤں کا خریدنا ان سے کام خدمت لینا شرعاً منع ہوا اور ائمہ کرام نے اس کی علت بھی یہی بیان فرمائی کہ آدمی کو خصی کرنا حرام ہے یہ فعل اگرچہ ان خریدنے والوں کا نہیں مگر ان کا خریدنا ہی ان فاسقوں کو اس پر جرأت دلاتا ہے کوئی مول نہ لے تو کیوں ایسی ناپاکی کریں۔ امام ابو جعفر طحاوی معانی الآثار میں فرماتے ہیں:

لما نھی عن اخصاء بنی اٰدم کرہ بذٰلك اتخاذ الخصیان لان فی اتخاذھم مایحمل من تحضیضھم علی اخصائھم لان الناس اذا تحاموا اتخاذ ھم لم یرغب اھل الفسق فی اخصائھم وقد حدثنا ابن ابی داؤد ثنا القواریری ثنا عفیف بن سالم ثنا العلاء بن عیسی الذھلی قال اتی	جب اولاد آدم کے خصی (نامرد کرنا) کرنے سے منع کردیا گیا پس اسی لئے خصی افراد سے خدمت لینا اور انھیں کسی کام میں استعمال کرنا مکروہ ہے کیونکہ استعمال کرنے سے لوگوں کا انھیں خصی کرنے پر ابھار اور آمادگی پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ جب لوگ انھیں استعمال کرنے سے بچیں اور پرہیز کریں تو پھر بدکار اور اوباش لوگ انسانوں کو خصی کرنے کی طرف رغبت نہ کریں۔ ابن ابی داؤد، القواریری، عفیف بن سالم العلاء بن عیسٰی الذہلی کے چند وسائط

[1] القرآن الکریم ۵/ ۲

عمر بن عبدالعزیز بخصی فکرہ ان یبتاعہ وقال ما کنت لا عین علی الاخصاء فکل شیئ فی ترك کسبہ ترك لبعض اھل المعاصی فلا ینبغی کسبہ[1]۔	سے ہم تک (یعنی امام ابو جعفر طحاوی تک) یہ حدیث پہنچی کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس ایک خصی آدمی کو لایا گیا تو آپ نے اس کو خرید لینا ناپسند کیا اور فرمایا میں ایسا شخص نہیں ہوں کہ انسان کے خصی کرنے پر بدکرداروں سے تعاون کروں، پھر ہر کام کہ جس کے نہ کرنے سے بعض گناہگاروں سے گناہ چھوٹ جاتا ہے تو پھر نامناسب ہے کہ ایسا کام کیا جائے۔(ت)

ہدایہ میں ہے:

یکرہ استخدام الخصیان لان الرغبۃ فی استخدامھم حث الناس علی ھذا الضیع وھو مثلۃ محرمۃ[2]۔	خصی لوگوں سے خدمت لینا مکروہ ہے کیونکہ انسان سے خدمت لینے کی رغبت رکھنا لوگوں کو اس برے کام پر امادہ کرنا ہے اور یہ "مثلہ" ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔(ت)

غایۃ البیان میں مختصر امام طحاوی سے ہے:

یکرہ کسب الخصیان وملکھم واستخدامھم وقال ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ لو لا استخدام الناس ایاھم لما اخصاھم الذین یخصونھم[3]،	خصی لوگوں کی کمائی، اور ان کا ملک (یعنی ملکیت) اور ان سے خدمت لینا یہ سب کام مکروہ ہیں، حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ارشاد فرمایا: اگر لوگوں کا ان سے خدمت لینا نہ ہوتا تو پھر جو لوگ انھیں خصی کرتے ہیں وہ کبھی انھیں خصی نہ کرتے (ت)

اسی دلیل سے ہمارے علماء نے بیل بکرے کے خصی کرنے اور گھوڑی سے خچر لینے کا جواز ثابت فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دو خصی دنبے قربانی کئے اور خچر پر سواری فرمائی، اگر یہ فعل ناجائز ہوتے حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کو کام میں نہ لاتے، شرح معانی الآثار شریف میں ہے:

[1] شرح معانی الآثار کتاب السیر باب انزاء الحمیر علی الخیل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۷۶

[2] الہدایہ کتاب الکراھیۃ مسائل متفرقہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۷۲

[3] مختصر الطحاوی کتاب الکراھیۃ یکرہ کسب الخصیان الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۴۳

بیشک ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے دو خصی مینڈھوں کی قربانی کی یعنی وہ دو ایسے دنبے تھے کہ جن کے دونوں خصیے کوفتہ تھے۔اور جس کے ساتھ یہ برتاؤ کیا جائے اس کی نسل ختم ہوجاتی ہے۔اگر دنبوں کو خصی کرنا مکروہ ہوتا تو حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام ایسے مکروہ جانورں کی کبھی قربانی نہ کرتے۔(ت)	قد رأینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ضحی بکبشین موجوئین وھما المرضوضان خصاھما والمفعول بہ ذٰلك قد انقطع ان یکون لہ نسل فلو کان اخصاؤھما مکروھا اذا لما ضحی بھما رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1]۔

اسی کے باب انزاء الحمیر علی الخیل میں ہے:

گدھوں کا گھوڑی سے جفتی کرانا،اگر یہ مکروہ ہوتا تو ضرور خچروں پر سوار ہونا مکروہ ہوتا۔اس لئے کہ اگر لوگوں کی خچروں کی طرف اور ان کی سواری کی طرف رغبت نہ ہوتی تو کبھی گدھوں سے گھوڑی پر جفتی نہ کرائی جاتی۔(ت)	لوکان مکروہا لکان رکوب البغال مکروھا لانہ لو لا رغبۃ الناس فی البغال ورکوبھم ایاھا لما انزئت الحمیر علی الخیل[2]۔

ہدایہ میں ہے:

چوپایوں کے خصی کرنے میں اور گدھوں سے گھوڑی پر جفتی کرانے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام سے صحیح روایت میں یہ آیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خچر پر سوار ہوئے ہیں اگر یہ کام حرام ہوتا تو آپ کبھی خچر پر سوار نہ ہوتے کیونکہ اس میں برائی کا دروازہ کھلتا ہے۔(ت)	لاباس باخصاء البھائم وانزاء الحمیر علی الخیل وقد صح ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رکب البغلۃ فلو کان ھذا الفعل حرام لما رکبھا لما فیہ من فتح بابہ[3]۔

اسی باب سے ہے کہ قوی تندرست قابل کسب جو بھیک مانگتے پھرتے ہیں ان کو دینا گناہ ہے کہ ان کا بھیک مانگنا حرام ہے اور ان کو دینے میں اس حرام پر مدد،اگر لوگ نہ دیں تو جھک ماریں اور کوئی

[1] شرح معانی الآثار کتاب الکراھیۃ باب اخصاء البھائم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲ /۴۲۱

[2] شرح معانی الآثار کتاب السیر باب انزاء الحمیر علی الخیل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲ /۱۷۶

[3] الھدایہ کتاب الکراھیۃ مسائل متفرقہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴ /۴۷۲

پیشہ حلال اختیار کریں۔ درمختار میں ہے:

لایحل ان یسأل شیئا من القوت من له قوت یومه بالفعل اوبالقوة کالصحیح المکتسب ویأثم معطیه ان علم بحاله لاعانته علی المحرم [1]۔	یہ حلال نہیں کہ آدمی کسی سے روزی وغیرہ کا سوال کرے جبکہ اس کے پاس ایک دن کی روزی موجود ہو یا اس میں اس کے کمانے کی طاقت موجود ہو، جیسے تندرست کمائی کرنے والا، اور اسے دینے والا گنہگار ہوتا ہے اگر اس کے حال کو جانتا ہے کیونکہ حرام پر اس نے اس کی مدد کی۔ (ت)

یہ اصل کلی یاد رکھنے کی ہے کہ بہت جگہ کام دے گی۔ جس چیز کا بنانا ناجائز ہوگا اسے خریدنا کام میں لانا بھی ممنوع ہوگا اور جس کا خریدنا کام میں لانا منع نہ ہوگا اس کا بنانا بھی ناجائز نہ ہوگا۔

فان رفع التالی یفتج رفع المقدم کما ان وضع المقدم ینتج وضع التالی۔	اس لئے کہ رفع تالی، رفع مقدم نتیجہ دیتی ہے جس طرح وضع مقدم وضع تالی کا نتیجہ دیتی ہے۔ (ت)

اقول: (میں کہتا ہوں۔ت) اور یہ خیال کہ ایک ہمارے چھوڑے سے کیا ہوتا ہے ہم نہ لینگے تو اور ہزاروں لینے والے ہیں مقبول نہیں، ہر ایک کا یہی خیال رہے تو کوئی بھی نہ چھوڑے تو حکم شرع معطل رہ جائے گا چھوٹے گا یوں ہیں کہ ہر ایک اپنے ہی استعمال کو اس کا ذریعہ اصطناع سمجھے جب سب چھوڑ دینگے آپ ہی بنانا معدوم ہو جائے گا، اور اگر نہ چھوڑیں تو ہر ایک کو اپنی قبر میں سونا اپنے کئے کا حساب دینا ہے اوروں سے کیا کام، ایسی ہی جگہ کے لئے ارشاد ہوا ہے:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ ؕ" [2]	اے ایمان والو! تم اپنی جان کی اصلاح کرلو تمھیں اوروں کی گمراہی سے نقصان نہیں جبکہ تم خود راہ پر ہو۔

اگر کہیے تو یہ ان افعال میں سے جو فی نفسہ مذموم ہیں تلاوت کی آواز گلاس میں ودیعت رکھنا بنفسہ مذموم نہیں، ان کی نیت لہو وغیرہ مقاصد و مفاسد نے اسے ممنوع کیا۔

اقول: (میں کہتا ہوں۔ت) کام واقع سے ہے نہ محض فرض سے، جب واقع یہ ہے تو اس کی حرمت میں شک نہیں اور اس حرام کا دروازہ تمھیں خریدنے والوں کام میں لانے والوں نے کھولا کوئی

---

[1] درمختار کتاب الزکوٰۃ باب المصرف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۲

[2] القرآن الکریم ۵/ ۱۰۵

مول نہ لے تو وہ کیوں ایسی ناپاکی کریں پھر عذر کا کیا محل، **واللّٰہ العاصم عن سبیل الزیغ والزلل** (ٹیڑھے اور پھسلنے والے راستوں سے اللہ بچاتا ہے۔ت) اور قرآن عظیم ہی کے حکم میں ہیں اشعار حمد ونعت ومنقبت وجملہ عبارات وکلمات معظّمہ دینیہ کہ نہ ان کو نجس چیز میں لکھنا جائز، یہ وجہ اول ہوئی، نہ انھیں کھیل تماشا بنانا جائز، یہ وجہ دوم ہوئی، نہ انھیں لہو ولغو بنانے کے جلسے میں شریک ہونا جائز، اگرچہ اپنی لعب کی نہ ہو یہ وجہ سوم ہوئی، نہ ان کی خریداری واستعمال سے لہو بنانے والوں کی مدد جائز، یہ وجہ چہارم ہوئی، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لہو مباح میں تو اپنا ذکر کریم ناپسند فرمایا اور انصار کی کمسن لڑکیوں نے بعد تقریب شادی کے گانے میں یہ مصرع پڑھا: ع

وفینا نبی یعلم مافی غد

(ہم میں وہ نبی ہیں جو آئندہ کی باتیں جانتے ہیں)

ان کو منع فرمایا کہ:

دعی ھذہٖ وقولی بالذی کنت تقولین[1]۔	اسے رہنے دو وہی کہے جاؤ جو کہہ رہی تھیں۔

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف اواخر کتاب مسئلہ السماع میں فرماتے ہیں:

ولذا لما دخل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیت الربیع بنت معوذ وعندھا جواریغنین فسمع احدٰھن تقول "وفینا نبی یعلم مافی غد" علی وجہ الغناء فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دعی ھذا وقولی ما کنت تقولین وھذا شھادۃ بالنبوۃ فزجرھا عنھا وردھا	یہی وجہ ہے کہ جب حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام ربیع دختر معوذ کے گھر تشریف لے گئے تو ان کے پاس بچیاں گیت گارہی تھیں تو حضور نے ان میں سے ایک کو یہ کہتے سنا کہ ہمارے اندر وہ نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں۔وہ بچیاں گیت کے طور پر گارہی تھیں تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کو چھوڑ دو اور وہی کہتی رہو جو پہلے کہہ رہی تھیں۔تو اس پر نبوت کی گواہی تھی لیکن حضور علیہ السلام نے

[1] صحیح البخاری کتاب النکاح باب ضرب الدف فی النکاح قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۷۳

الی الغناء الذی ہو لھو لان ھذا جدمحض فلا یقرن بصورۃ اللھو[1]۔	اس کہنے پر انھیں ڈانٹ دیا اور اس گانے کی طرف لوٹا دیا جو ایک کھیل کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے کہ یہ ایک خالص سنجیدگی ہے لہٰذا جو چیز صورۃً کھیل ہو اس سے بھی اس کا ملاپ ٹھیک نہیں۔ (ت)

یعنی یہ مصرع حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت کی گواہی تھی کہ خدا کے بتائے سے اصالۃً غیب کا جاننا نبوت ہی کی شان ہے تو حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نہ چاہا کہ اسے صورت لہو میں شامل کیا جائے لہٰذا اس سے روک دیا وہابیہ اس حدیث کو کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں اور بات صرف اتنی ہے یہ بھی نہیں سوجھتا کہ اگر نسبت علم امور غیب ہی ناپسند فرماتے تو کن سے، کم فہم عورتوں سے اور وہ بھی لڑکیاں کہ منجر بمعنی ناجائز نہ ہو اور جب مرد عقل مالک بن عوف ہوازنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنا قصیدہ نعتیہ حضور میں عرض کیا ہے جس میں فرمایا: ع

ومتی تشاء یخبرك عما فی غد[2]

توجب چاہے یہ نبی تجھے آئندہ کی باتیں بتادیں

ان پر کیوں نہ انکار فرمایا حالانکہ انھوں نے تو ان لڑکیوں سے بہت زیادہ کہا جس سے قیامت تک کے کل غیبوں کا بالفعل حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو معلوم ہونا یا کم از کم ان کا جان لینا حضور کے اختیار میں دے دیا جانا ظاہر جس کی تشریح ہم نے اپنی کتاب "الامن والعلی لناعتی المصطفٰی بدافع البلا" ۱۳۱۱ھ "میں ذکر کی انکار فرمانا درکنار حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس قصیدہ کے صلہ میں ان کے لئے کلمہ خیر فرمایا اور انھیں خلعت پہنایا اور انھیں ان کی قوم ہوازن وقبائیل ثمالہ وسلمہ وفہم پر سردار فرمایا:

کما رواہ المعانی فی الجلیس والانیس بطریق الحرمازی عن ابی عبیدۃ بن الجراح رضی اللہ تعالٰی عنہ وابن اسحاق عن ابی وجزۃ یزید بن عبید السعدی۔	جیسا کہ معانی نے اس کو جلیس وانیس میں حرمازی کے طریق پر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور ابن اسحٰق نے ابی وجزہ یزید بن سعدی سے اسے روایت کیا۔ (ت)

[1] احیاء العلوم کتاب آداب السماع والوجد الباب الثانی مطبعہ المشہد الحسینی قاہرہ ۲ /۳۰۰

[2] تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر تحت آیۃ ۹ /۲۷ دار احیاء الکتب العربی مصر ۲ /۳۴۶

وللہ الحمد جب لہو مباح میں اپنا ذکر پاک پسند نہ فرمایا تو لہو باطل کا کیا ذکر۔

بالجملہ خلاصۂ حکم یہ کہ

یہاں تین چیزیں ہیں: ممنوعات، معظمات، مباحات۔

اوّل: کا سننا مطلقاً حرام و ناجائز ہے اور فونو سے جو کچھ سنا جائے گا وہ بعینہٖ اسی شے کی آواز ہوگی جس کی صوت اس میں بھری گئی مزامیر ہوں ناچ خواہ عورت کا گانا وغیرہا، اصل کا جو حکم تھا بے تفاوت سرمو اس کا ہوگا کہ یہ خود ہی اصل ہے نہ کہ اس کی نقل، طبلہ یا ستار کی آواز ہے تو بلاشبہہ وہ طبلہ اور ستار کی آواز ہے نہ کہ فونو کی، کہ فونو اپنی کوئی آواز نہیں رکھتا اور وہ بھی اسی طبلہ اور ستار کی ہے نہ کہ دوسرے کی اور وہ بھی اسی وقت کی آواز ہے جو بھرتے وقت بجائی گئی تھی نہ کہ اور وقت کی، یوں ہی عورت کا گانا ہے تو یقیناً وہ عورت ہی کا گانا ہے نہ کہ فونو کا کہ فونو گانے کی صلاحیت نہیں رکھتا اور وہ بھی اسی عورت کا گانا ہے نہ کہ دوسری کا اور وہ بھی اسی کا اسی وقت کا گانا ہے جو بھرتے وقت وہ گائی تھی۔

دوم: بھی مطلقاً حرام و ممنوع ہیں، اگر گلاسوں پلیٹوں میں کوئی ناپاکی یا جلسہ لہو ولعب کا ہے تو تحریم سخت ہے اور خود سننے والوں کی نیت تماشا ہے تو اور بھی سخت تر خصوصاً قرآن عظیم میں اور اگر اس سب سے پاک ہو تو ان کے مقاصد فاسدہ کی اعانت ہو کر ممنوع ہے اور سب سے سخت تر وبال ان قاریوں غزل خوانوں پر ہے جو نوکری کرکے یا اجرت لے کر یا مفت گناہ خریدنے کو اپنا پڑھنا اس میں بھرواتے ہیں کہ وہ اصل بانی فساد ہوئے بھرنے والوں اور جب تک وہ گلاس پلیٹ باقی رہیں ان کے سننے والوں سنانے والوں سب کا گناہ ان کے نامہ اعمال میں ثبت ہوتا رہے گا اگرچہ یہ قبر میں خاک ہوگئے ہوں بغیر اس کے کہ ان سننے سنانے بھرنے بھرانے والوں کے اپنے گناہ میں کچھ کمی ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من سن فی الاسلام سنة سیئة فعلیه وزرها ووزر من عمل بها الی یوم القیمة من دون ان ینقص من اوزرهم شیئا[1]۔	جس شخص نے اسلام میں کوئی برا طریقہ ایجاد کیا اس پر اس کا گناہ اور جتنے قیامت تک اس پر عمل کریں گے ان سب کا گناہ اس پر ہوگا بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں میں کچھ کمی واقع ہو۔ (ت)

[1] مسند امام احمد بیروت ۴/ ۳۶۱، ۳۵۹ وصحیح مسلم باب من سن سنۃ الخ ۲/ ۳۴۱ وسنن ابی داؤد ۲/ ۲۷۹

سوم: میں تفصیل ہے اگر پلیٹوں میں نجاست ہے تو حروف وکلمات کا ان میں بھرنا مطلقاً ممنوع ہے کہ حرف خود معظم ہیں کما بیناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے فتاوٰی میں بیان کردیا ہے۔ت) اور اگر نجاست نہیں یا وہ کوئی خالی جائز آواز بے حروف ہے تو جلسہ فساق میں اسے سننا اہل اصلاح کا کام نہیں کہ انھیں اہل باطل سے اختلاط نہ چاہئے اور اگر تنہائی یا خاص صلحاء کی مجلس ہے تو کوئی وجہ منع نہیں اور یہاں ہمارے وہ مباحث کام دیں گے جو نظر اولٰی میں گزرے پھر اگر کسی مصلحت شرعیہ کے لئے ہے جیسے عالم کو اس کے حال پر اطلاع پانے یا قوت اشغال دینے کے واسطے ترویح قلب کے لئے جب تو بہتر ورنہ اتنا ضرور ہے کہ ایک لایعنی بات ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حسن اسلام المرء ترکہ ما لایعنیہ حدیث صحیح مشھور عن سبعۃ من الصحابۃ منھم الصدیق والمرتضی والحسین رضی اللہ تعالٰی عنہ ورواہ الترمذی[1] وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	خوبی اسلام یہ ہے کہ آدمی لایعنی بات نہ کرے (حدیث سات صحابہ سے صحیح اور مشہور ہے ان میں سے بعض یہ ہیں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہم، اور ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ (ت)

یہ بھی اس حالت میں ہے کہ نادرًا ہو عادت ڈالنا اور وقت اس میں ضائع کیا کرنا مطلقاً مکروہ ہوگا۔

لحدیث کل شیئ من لھوالدنیا باطل الا ثلثۃ رواہ الحاکم[2] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی واذ	اس حدیث کی وجہ سے کہ دنیا کا ہر کھیل سوائے تین کھیلوں کے باطل ہے۔ امام حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اس کو روایت فرمایا۔ یہ سب کچھ میرے نزدیک ہے۔

[1] جامع الترمذی ابواب الزھد باب ماجاء من تکلم بالکلمۃ الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۵۵، سنن ابن ماجہ ابواب الفتن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۹۵

[2] المستدرک للحاکم کتاب الجہاد من علم الرمی ثم ترکہ الخ دارالفکر بیروت ۲/ ۹۵

قد خرجت العجالة فی صورة رسالة ناسب ان نسمیها الکشف شافیا حکم فونو جرافیا ۱۳۲۸ھ لیکون علما وعلی عام التالیف علما وکان ذٰلك للتاسع عشر من شهر رمضان الذی انزل فیه القراٰن وقت السحور ۱۳۲۸ھ الف وثلثمائة وثمان وعشرین من هجرة سید المرسلین صلی الله تعالٰی علیه وعلیهم وعلی آله وصحبه اجمعین اٰمین والله تعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔	اور ٹھیک اور واقعی علم تو میرے رب کے پاس ہے اور یہ جلدی کیا ہوا کام ایک رسالے کی شکل میں معرض وجود میں آگیا مناسب ہے کہ ہم اس کا نام الکشف شافیا حکم فونو جرافیا (یعنی شافی اور مکمل انکشاف فونو گراف کے حکم بیان کرنے میں) رکھیں تاکہ یہ اس کا نام ہو اور اس کے سال تصنیف پر ایک نشان ہو، اور اس کی تصنیف ماہ رمضان کہ جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا۔ سال ہجری ۱۳۲۸ھ سید المرسلین کی ہجرت مبارک کے مطابق محبوب کریم اور تمام رسولوں اور حضور پاک کی سب آل اور تمام صحابہ پر اللہ کی بیحد و بے شمار رحمت و برکات ہوں۔ آمین، اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے اور اس بزرگی والے کا علم زیادہ کامل اور زیادہ پختہ ہے۔ (ت)

رسالہ

الکشف شافیا حکم فونو جرافیا

ختم ہوا

رسالہ
الادلة الطاعنه فی اذان الملاعنه ۱۳۰۶ھ
(ملعونوں کی اذان کے بارے میں نیزے چبھونے والے دلائل)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۱۸۳: از انجمن محب اسلام مرسلہ مولوی صاحب صدر انجمن ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت وجماعت اس مسئلہ میں کہ بالفعل اہل تشیع نے اپنی اذان وغیرہ میں حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت کلمہ خلیفہ رسول اللہ بلافصل کہنا اختیار کیا ہے۔ پس اہلسنت کو اس کلمہ کا سننا بمنزلہ سننے تبرا کے ہے یا نہیں، اور اس کے انسداد میں کوشش کرنا باعث اجر ہوگی یا نہیں؟ **بینوا توجروا** (بیان کرو تاکہ اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وخلفائه الاربعة الراشدین واله وصحبه واهل سنته اجمعین۔	تمام حمدیں اللہ تعالٰی رب العالمین کے لئے ہیں اور صلوٰۃ وسلام رسولوں کے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان خلفاء اربعہ راشدین اور آپ کی آل وصحابہ اور تمام اہلسنت پر۔(ت)

الحق یہ کلمہ مغضوبہ مبغوضہ مذکورہ سوال خالص تبرا ہے اور اس کا سننا سنی کے لئے بمنزلہ تبرا سننے سنی کے لیے بمنزلہ تبرا سننے کے نہیں بلکہ حقیقۃً تبرا سننا ہے۔**والعیاذ باللّٰہ تعالٰی رب العالمین**، تبرا کے معنی اظہار براءت وبیزاری جس پر یہ کلمہ خبیثہ نہ کنایۃً بلکہ صراحۃً دال ہے کہ اس میں بالتصریح خلافت راشدہ حضرات خلفاء ثلثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نفی ہے اور اس نفی کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ وہ بعد حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مسند نشین نہ ہوئے کہ ان کا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد تخت خلافت پر جلوس فرمانا فرمان واحکام جاری کرنا نظم ونسق ممالک اسلامیہ وتمام امور ملک ومال ورزم وبزم کی باگیں اپنے دست حق پرست میں لینا وہ تاریخی واقعہ مشہور متواتر اظہر من الشمس ہے جس سے دنیا میں موافق مخالف یہاں تک کہ نصارٰی ویہود ومجوس وہنود کسی کو انکار نہیں بلکہ ان محبان خدا ونوابان مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روافض کو زیادہ عداوت کا مبنٰی یہی ہے ان کے زعم باطل میں استحقاق خلافت حضرات مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنی میں منحصر تھا جب بحکم الٰہی خلافت راشدہ اول ان تین سرداران مومنین کو پہنچی روافض نے انھیں معاذاللہ مولٰی علی کا حق چھیننے والا ٹھہرایا اور تقیہ شقیہ کی بدولت حضرت اسداللہ الغالب کو عیاذاً باللہ سخت نامردودف وبزدل وتارک حق ومطیع باطل بتایا ع

دوستی بے خرداں دشمنی ست

(بے عقل لوگوں کی دوستی اصل میں دشمنی ہے۔ت)

"كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۝" [1]	کتنا بڑا بول ہے کہ ان کے منہ سے نکلتا ہے نرا جھوٹ کہہ رہے ہیں۔(ت)

تو لاجرم لفظ بلافصل میں جو نفی ہے اس سے نفی لیاقت واستحقاق مراد، تو اس مجمل لفظ میں غصب وظلم وانکار حق واصرار باطل ومخالف دین واختیار دنیا وغیرہ وغیرہ ہزاروں مطاعن ملعونہ جو قوم روافض اپنے اعتقاد میں رکھتی اور زبان سے بکتی ہے سب دفعۃً موجود ہیں اور لائے نفی سے اپنی براءت وبیزاری کا کھلا اظہار، پھر تبرا اور کس چیز کا نام ہے میں اس واضح بات کے ایضاح کرنے یعنی آفتاب روشن کو چراغ دکھانے میں زیادہ تطویل محض بیکار سمجھ کر صرف اس الزامی نظر پر قناعت کرتا ہوں، اگر کوئی شخص کہے (قوم شیعہ میں بعد عبدالرزاق بن ہمام کے جس نے ۲۱۱ھ میں انتقال کیا بلافصل بہاؤالدین املی ہونے سے محفوظ اور بظاہر نام اسلام سے محفوظ رہے۔ تو کیا اس نے ان دونوں کے بیچ میں

ف: روافض کے طور پر حضرت مولٰی علی معاذاللہ بزدل تارک حق مطیع باطل ٹھہرے۔

[1] القرآن الکریم ۱۸/ ۵

جتنے شیعے گزرے مثل طوسی وحلی وکلینی وابن بابویہ وغیرہم سب کو کافر ملعون نہ کہا، نہیں نہیں یقینا اس کے کلام کا صاف صاف یہی مطلب ہے جس کے سبب ہم اہل حق بھی اس لفظ پر انکار کریں گے اور اسے ناپسند رکھیں گے کہ ہمارے نزدیک بھی ان سب پر علی الاطلاق حکم کفر ولعنت جائز نہیں۔ انصاف کیجئے کیا اگر یہ بات علانیہ برسر بازار پکاری جائے تو شیعہ کو کچھ ناگوار نہ ہوگا یا وہ اسے صریح توہین وتذلیل نہ سمجھیں گے حالانکہ اس بیچ میں جتنے شیعے گزرے کسی کو مدح وعقیدت شیعہ کے اصول مذہب میں داخل نہیں، نہ معاذاللہ قرآن وحدیث یا اقوال ائمہ اطہار رضوان اللہ تعالٰی علیہم ان لوگوں کی نیکی وخوبی پر دال، پھر حضرات خلفائے ثلثہ ف۱ رضوان اللہ تعالٰی علیہم جن کی ثناومدحت وادب وعقیدت ہم اہل سنت کے اصول مذہب میں داخل اور ہمارے نزدیک ہزاروں آیات واحادیث حضرت رسالت واقوال ائمہ اہلبیت صلوات اللہ علیہ وعلیہم سے ان کی لاکھوں خوبیاں تعریفیں مالا مال ان کی نسبت ایسا کلمہ مغضوبہ اذان میں پکارا جانا کیونکر ہماری توہین مذہبی نہ ہوگا یا ہمارے دلوں کو نہ دکھائے گا غرض یہ تو وہ روشن وبدیہی بات ہے جس کے ایضاح کو جو کچھ کہئے اس سے واضح تر نہ ہوگا مجھے بتوفیق اللہ عزوجل یہاں یہ ظاہر کرنا ہے کہ یہ کلمات جو روافض حال نے سنیوں کی ایذا رسانی کو اذان میں بڑھائے ہیں ان کے مذہب کے بھی خلاف ہیں۔

(۱) ان کی حدیث وفقہ کی رو سے بھی اذان ایک محدود عبارت معدود کلمات کا نام ہے جن میں یہ ناپاک لفظ داخل نہیں۔

(۲) ان کے نزدیک بھی اس اذان منقول میں اور عبارت بڑھانا ناجائز وگناہ اور اپنے دل سے ایک نئی شریعت نکالنا ہے۔

(۳) ان کے پیشوا خود لکھ گئے کہ ان زیادتیوں کی موجب ایک ملعون ف۲ قوم ہے جنھیں امامیہ بھی کافر جانتے ہیں۔

میں ان تینوں امور کی سندیں مذہب امامیہ کی معتبر کتابوں سے دوں گا اور ان کی عبارتیں مع صاف ترجمہ کے نقل کروں گا وباللہ التوفیق ولہ الحمد علی ارأۃ سواء الطریق (اللہ تعالٰی سے ہی توفیق ہے اسی کے لئے حمد ہے سیدھا راستہ دکھانے پر۔ت)

ف۱: حضرت خلفائے ثلثہ کی ثناومدحت ادب وعقیدت اہل سنت کے اصول مذہب میں ہے۔

ف۲: روافض کے پیشواؤں نے کہا کہ اذان میں خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلافصل وغیرہ زیادت کی موجد ایک ملعون قوم ہے۔

سند امر اول: شرائع الاسلام شیخ علی مطبوعہ کلکتہ مطبع گلدستہ نشاط ۱۲۵۵ھ کے صفحہ ۳۴ پر ہے:

الاذان علی الاشھر ثمانیة عشر فصلا التکبیر اربع و الشھادة بالتوحید ثم بالرسالة ثم یقول حی علی الصلٰوة ثم حی علی الفلاح ثم حی علی خیر العمل و التکبیر بعدہ ثم التھلیل کل فصل مرتان[1]۔	اذان مشہور تر قول پر اٹھارہ کلمے ہیں: تکبیر چار بار اور گواہی توحید کی پھر رسالت کی پھر حی علی الصلٰوۃ پھر حی علی الفلاح پھر حی علی خیر العمل اور اس کے بعد اللہ اکبر پھر لا الٰہ الا اللہ ہر کلمہ دو بار۔

خضید حی جو شہید ثانی کہا جاتا ہے اس کی شرح مدارک میں لکھتا ہے:

ھذا مذھب الاصحاب لا اعلم فیہ مخالفا والمستند فیہ ما رواہ ابن بابویہ والشیخ عن ابی بکر الحضرمی وکلیب الاسدی عن ابی عبداللہ علیہ السلام انہ حکی لھما الاذان فقال اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان لا الٰہ الا اللہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ حی علی الصلٰوة حی علی الصلٰوة حی علی الفلاح حی علی الفلاح حی علی خیر العمل حی علی خیر العمل اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ لا الٰہ الا اللہ. والاقامة کذٰلك وعن اسمعیل الجعفی قال سمعت ابا جعفر علیہ السلام یقول الاذان والاقامة خمسة وثلثون حرفا	اذان کے وہی اٹھارہ کلمے ہونا مذہب تمام امامیہ کا ہے جس میں میرے نزدیک کسی نے خلاف نہ کیا اور اس کی سند وہ حدیث ہے جو ابن بابویہ و شیخ نے ابوبکر حضرمی وکلیب اسدی سے روایت کی کہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے ان کے سامنے اذان یوں بیان فرمائی اللہ اکبر ۴، اشھد ان لا الٰہ الا اللہ ۲، اشھد ان محمدا رسول اللہ ۲، حی علی الصلٰوۃ ۲، حی علی الفلاح ۲، حی علی خیر العمل ۲، اللہ اکبر ۲، لا الٰہ الا اللہ ۲، اور فرمایا اسی طرح تکبیر کہے، اور اسمٰعیل جعفی سے روایت ہے میں نے حضرت امام ابوجعفر علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ اذان و تکبیر کا مجموعہ پینتیس کلمے ہے۔ پھر حضرت نے اپنے دست مبارک سے ایک ایک کرکے گنے، اذان اٹھارہ

[1] شرائع الاسلام المقدمة السابقة فی الاذان والاقامة مطبعة الآداب فی النجف الاشرف ۱/ ۷۵

فعد ذٰلك بيده واحدا واحدا الاذان ثمانية عشر حرفاً والاقامة سبعة عشر حرفاً واشار المصنف بقوله على الاشهر الى مارواه الشيخ بسنده الى الحسين بن سعيد عن النصر بن سويد عن عبدالله بن سنان قال سألت ابا عبدالله عليه السلام عن الاذان فقال تقول الله اكبر الله اكبر اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان محمدا رسول الله، اشهد ان محمدا رسول الله، حی علی الصلوٰة، حی علی الصلوٰة حی علی الفلاح حی علی الفلاح حی علی خير العمل حی علی خير العمل، الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله وروى زرارة والفضيل عن ابی عبدالله عليه السلام، نحو ذٰلك وحكى الشيخ عن بعض الاصحاب تربيع التكبير فی اخر الاذان وهو شاذ مردود بما تلونا من الاخبار[1] اھ ملخصاً۔	کلمے اور تکبیر سترہ اور وہ جو مصنف (یعنی حلبی نے شرائع الاسلام میں) کہا کہ مشہور تر قول پر اذان کے اٹھارہ کلمے ہیں وہ اس سے اس حدیث کی طرف اشارہ کرتا ہے جو شیخ نے بسند خود حسین بن سعید اس نے نصر بن سوید اس نے عبداللہ بن سنان سے روایت کی کہ میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے اذان کو پوچھا، فرمایا یوں کہہ اللہ اکبر ۲۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ ۲، اشھد ان محمدا رسول اللہ ۲، حی علی الصلوٰۃ ۲، حی علی الفلاح ۲، حی علی خیر العمل ۲، اللہ اکبر ۲، لا الہ الا اللہ ۲ (یعنی اس حدیث میں شروع اذان صرف دو تکبیر سے ہے تو اذان کے سولہ ہی کلمے رہیں گے) اور زرارہ و فضیل نے امام ممدوح سے یونہی روایت کی اور شیخ نے بعض امامیہ سے اخر اذان میں چار تکبیریں نقل کیں اور وہ شاذ مردود ہے بسبب ان حدیثوں کے جو ہم نے ذکر کیں اھ ملخصا۔

شہید شیعہ ابو عبداللہ بن مکی لمعہ دمشقیہ میں لکھتا ہے:

یکبر اربعاً فی اول الاذان ثم التشهدان ثم حیعلات الثلث ثم التکبیر ثم التهلیل مثنی فهذه ثمانیه عشر فصلا فهذه جملة الفصول	اول اذان میں چار بار اللہ اکبر کہے پھر دونوں شہادتیں پھر تینوں حی علی پھر اللہ اکبر پھر لا الہ الا اللہ ہر کلمہ دوبارہ یہ اٹھارہ کلمے ہیں اور کل یہی ہیں جو شرع میں منقول ہوئے۔

[1] مدارک الاحکام شرح شرائع الاسلام

المنقول شرعا ولا یجوز اعتقاد شرعیة غیر ھذہ لفصل فی الاذان والاقامة کالتشھد بالولایة لعلی[1] اھ ملخصا۔	ان کے سوا اذان اور اقامت ف۱ میں اور کسی کو مشروع جاننا جائز نہیں جیسے اشھد ان علیا ولی اللہ اھ ملخصًا۔

سند امر دوم: اسی مدارک میں ہے:

الاذان سنة متلقاة من الشارع کسائر العبادات فیکون الزیادة فیه تشریعا محرما کما یحرم زیادة "ان محمد واله خیر البریة" فان ذلك وان کان من احکام الایمان الا انه لیس من فصول الاذان[2]۔	اذان ایک سنت ہے جسے شارع (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے تعلیم فرمایا مثل اور عبادتوں کے تو اس میں کوئی لفظ بڑھانا اپنی طرف سے نئی شریعت ف۲ ایجاد کرنا ہے اور یہ حرام ہے جیسے "ان محمد واله خیر البریه" کا بڑھانا حرام ہوا کہ یہ اگرچہ احکام ایمان سے ہے مگر اذان کے کلمات سے نہیں۔

اسی میں ہے:

الاذان عبادة متلقاة من صاحب الشرع فیقتصر فی کیفیتها علی المنقول والروایات المنقولة عن اھل البیت علیهم السلام خالیة عن ھذا اللفظ فیکون الاتیان به تشریعا محرما[3]۔	اذان ایک عبادت ہے کہ صاحب شرع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سیکھی گئی تو اس کی کیفیت میں اسی قدر اقتصار کیا جائے جس قدر شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہے اور حضرات اہل بیت کرام علیہم السلام سے جو روایتیں منقول ہوئیں وہ اس لفظ سے خالی ہیں تو اس کا بڑھانا نئی شریعت تراشنا ہوگا کہ حرام ہے۔

سند امر سوم: شیخ صدوق شیعہ ابن بابویہ قمی کہ ان کے یہاں کے اکابر مجتہدین وارکان مذہب سے ہے۔ کتاب من لایحضرہ الفقیہ کے باب الاذان والاقامة للمؤذنین میں لکھتا ہے:

روی ابوبکرن الحضرمی وکلیب ن الاسدی عن ابی عبد اللہ علیه السلام انه حکی لهما الاذان فقال اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ	ابوبکر حضرمی وکلیب اسدی حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے روای کہ اس جناب نے ان کے سامنے اذان یوں کہہ کر سنائی اللہ اکبر ۴

ف۱: بعض ائمہ روافض کی تصریح کہ اذان میں اشھد ان علیا ولی اللہ یا اس کے مثل کہنا جائز ہے اور اذان میں اس کی مشروعیت کا اعتقاد باطل ہے۔

ف۲: بعض پیشوایان کی تصریح کہ ۱۸ کلمات منقولہ اذان سے کوئی کلمہ بڑھانا نئی شریعت گھڑنا ہے اور یہ حرام ہے۔

---

[1] اللمعة الدمشقیه

[2] مدارک الاحکام شرح شرائع الاسلام

[3] مدارک الاحکام شرح شرائع الاسلام

اکبر اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان محمدًا رسول اللہ اشھد ان محمدًا رسول اللہ حی علی الصلوٰۃ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح حی علی الفلاح حی علی خیر العمل حی علی خیر العمل، اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ وقال مصنف ھذا الکتاب ھذا ھو الاذان الصحیح لایزاد فیہ ولا ینقص منہ و المفوضۃ لعنھم اللہ قد وضعوا اخبارا و زادوا فی الاذان محمد وال محمد خیر البریۃ مرتین، وفی بعض روایاتھم بعد اشھد ان محمدا رسول اللہ اشھد ان علیا ولی اللہ مرتین، ومنھم من روی بدل ذٰلک واشھد ان علیا امیر المومنین حقا مرتین ولا شک فی ان علیا ولی اللہ وانہ امیر المومنین حقا وان محمد والہ صلوات اللہ علیھم خیر البریۃ ولکن لیس ذٰلک فی اصل الاذان وانما ذکرت ذٰلک لیعرف بھذہ الزیادۃ المتھمون بالتفویض المدلسون انفسھم فی جملتنا[1]۔	اشھد ان لا الہ الا اللہ ۲، اشھد ان محمدا رسول اللہ ۲، حی علی الصلوٰۃ ۲، حی علی الفلاح ۲، حی علی خیر العمل ۲، اللہ اکبر ۲، لا الہ الا اللہ ۲، مصنف اس کتاب کا کہتا ہے یہی اذان صحیح ہے نہ اس میں کچھ بڑھایا جائے نہ اس سے کچھ گھٹایا جائے، اور فرقہ مفوضہ نے کہ اللہ ان پر لعنت کرے کچھ جھوٹی حدیثیں اپنے دل سے گھڑیں اور اذان میں محمد وال محمد خیر البریہ ۲ دو بار بڑھایا اور انھیں کی بعض روایات میں اشھد ان محمد رسول اللہ کے بعد اشھد ان علیا ولی اللہ دو بار آیا اور ان کے بعض نے اس کے بدلے اشھد ان علیا امیر المومنین حقا دو بار روایت کیا اور اس میں شک نہیں کہ علی ولی اللہ ہیں اور بیشک محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ان کی آل علیہم السلام تمام جہاں سے بہتر ہیں مگر یہ کلمے اصل اذان میں نہیں، اور میں نے اس لئے ذکر کردیا کہ اس زیادتی کے باعث وہ لوگ پہچان لئے جائیں جو مذہب تفویض سے متہم ہیں اور براہ فریب اپنے آپ کو ہمارے گروہ (یعنی فرقہ امامیہ) میں داخل کرتے ہیں۔

دیکھو امامیہ کا شیخ صدوق کیسی صاف صاف شہادت دے رہا ہے کہ اذان کے شروع میں وہی اٹھارہ کلمے ہیں اور ان پر یہ زیادتیاں مفوضہ کی تراشی ہوئی ہیں اور صاف کہتا **لعنھم اللہ تعالٰی**

[1] من لایحضر الفقیہ باب الاذان والاقامۃ الخ دار الکتب الاسلامیہ تہران ایران ۱/ ۸۹۔۱۸۸

ان پر اللہ لعنت کرے۔

تنبیہ لطیف: جس طرح بحمداللہ تعالٰی ہم نے یہ امور پیشوایان شیعہ کی تصریحات سے لکھے یونہی مناسب کہ اس کلمہ خبیثہ کا تبرا ہونا بھی انہی کے معتمدین سے ثابت کردیا جائے صدر کلام میں جس واضح تقریر سے ہم نے اس کا تبرا ہونا ظاہر کیا اس سب سے قطع نظر کیجئے تو ایک امام شیعہ کی شہادت لیجئے کہ اس کی تقریر سے اس ناپاک کلمے کا سبّ صریح ودشنام قبیح ہونا ثابت، ان کا علامہ کتاب المختلف میں لکھتا ہے۔

المفاخرة لاتنفك عن السباب اذا المفاخرة انما تتم بذكر فضائل له وسلبها عن خصمه اوسلب رذائل عنه واثباتها لخصمه وهذا معنى السباب [1]۔ نقله بعض محشى الروضة البهية شرح اللمعة الدمشقية على هامشها من كتاب الحج فى تفسير السباب صفحه ۱۶۱۔	دو شخصوں کا آپس میں تفاخر کرنا (کہ ہر ایک اپنے آپ کو دوسرے پر کسی فضل وکمال میں ترجیح دے) باہم دشنام دہی سے خالی نہیں ہوتا کہ مفاخرت یونہی تمام ہوتی ہے کہ یہ شخص کچھ خوبیاں اپنے لئے ثابت کرے اور اپنے مقابل کو ان سے خالی کہے یا بعض برائیوں سے اپنی تبرئ اور اپنے مقابل کے لئے انھیں ثابت کرے۔اور یہی معنی دشنام دہی کے ہیں۔ اس کو روضہ بہیہ شرح لمعہ دمشقیہ کے بعض محشی نے اس کے حاشیہ پر کتاب الحج میں سباب کی تفسیر میں صفحہ ۱۶۱ پر نقل کیا ہے۔(ت)

اب کہئے کہ خلافت حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فضیلت ہے یا نہیں۔ضرور کہے گا کہ اعلٰی فضائل سے ہے اب کہے "خلیفہ رسول اللہ" کہہ کر آپ نے اسے مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے لئے ثابت اور "بلافصل" کہہ کر حضرات خلفائے ثلثہ رضوان اللہ علیہم سے سلب کیا یا نہیں، اقرار کے سوا کیا چارہ ہے۔اور جب یوں ہے اور آپ کا علامہ گواہی دیتا ہے کہ شرع میں دشنام اسی کا نام، تو کیا محل انکار رہا کہ یہ مبغوض کلمہ معاذاللہ علی الاعلان ہمارے پیشوایان دین کو صاف صاف دشنام دیتا ہے پھر تبرانہ بتانا عجیب سینہ زوری ہے۔

[1] کتاب المختلف

ہاں اب داد انصاف طلب ہے

اگر بالفرض یہ کلمہ ملعونہ ان کی اذان مذہبی میں داخل ہوتا اور ان کے یہاں روایات میں آتا تو کہہ سکتے کہ صرف اہلسنت کا دل دکھانا مقصود نہیں بلکہ اپنی رسم مذہبی پر نظر ہے اب کہ یقینا ثابت کہ کلمہ مذکورہ خود ان کے مذہب میں بھی نہیں۔ نہ صاحب شرع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس کی روایت نہ حضرات ائمہ اطہار سے اس کی اجازت نہ ان کے پیشواؤں کے نزدیک اذان کی یہ ترتیب وکیفیت بلکہ خود انھیں کی معتبر کتابوں میں تصریح کہ اذان میں صرف اتنا بڑھانا بھی حرام ہے کہ اشھد ان علیاًولی اللہ اور یہ زیادتیاں اس فرقہ ملعونہ کی نکالی ہوئی ہیں جو باتفاق اہلسنت وشیعہ کافر ہیں، تو ایسی حالت میں اس کے بڑھانے کو ہر گز کسی رسم مذہبی کی ادا پر محمول نہیں کر سکتے بلکہ یقیناً سوا اس کے کہ اہلسنت کو آزار دینا اور ان کا دل دکھانا اور ان کی توہین مذہبی کرنا مد نظر ہے اور کوئی غرض مقصود نہیں، سبحان اللہ! طرفہ بیباکی ہے اگر یہ ناپاک لفظ ان کی اذان مذہبی میں ہوتا بھی تاہم کوئی فریق اپنی اس رسم مذہبی کا اعلان ہی نہیں کر سکتا جس میں دوسرے فریق کی توہین مذہبی یا اس کے پیشوایان دین کی اہانت ہو نہ کہ یہ ناپاک رسم کہ خود شیعہ کے بھی خلاف مذہب ملعون کافروں سے سیکھ کر یہ اعلان کریں اور ہمارے پیشوایان دین کی جناب میں ایسے الفاظ کہہ کر جو بتصریح انھیں کے عمائد کے صریح دشنام ہیں ہمارا دل دُکھائیں کیا اب ہند میں روافض کی سلطنت ہے یا گورنمنٹ ہند شیعہ ہو گئی یا اس نے ہماری توہین مذہبی کی پروانگی دے دی یا شیعی صاحبوں نے کوئی خفیہ طاقت پیدا کرلی جس کے باعث ارتکاب جرم میں دہشت نہ رہی، فالی اللہ المشتکی وعلیہ البلاغ وھو المستعان ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا محمد والہ وصحبہ اجمعین۔ والحمدللہ رب العٰلمین۔

رسالہ

ادلۃ الطاعنۃ فی اذن الملاعنۃ

ختم ہوا

زینت
کنگھی، سرمہ، مسی، مسواک، خضاب، مہندی، سنگار وغیرہ سے متعلق

مسئلہ ۱۸۵تا۱۸۹: از بمبئی محلّہ چھتری سرنگ متصل مسجد حافظ عبدالقادر چاندے مرسلہ شیخ عبداللہ ولد حاجی اللہ رکھا محرم ۱۳۱۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان صورتوں میں کہ ذیل میں معروض ہے:

(۱) کہ دریں زماں عورتوں کو ناک چھیدنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ہم لوگ کاٹھیاواری اور کچھی، اور بعض دیہات ہند میں یہ رواج ہے کہ مرد مرجائے تو عورتیں ناک میں نتھنی پہنتی نہیں اور کہتی ہیں یہ ہمارے مرد کی نشانی ہے اور جب دوسرا مرد کریں گی تب پہنیں گی۔ یہ عقیدہ ان کا درست ہے یا نہیں؟

(۳) ناک چھیدنا اہل سنت وجماعت کے نزدیک فرض، واجب، سنت، مستحب ہے یا کیا؟

(۴) اس نہت چھیدنے کو **ما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن** [1] (جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ تعالٰی کے نزدیک بھی پسندیدہ ہے۔ت) پر حمل کرسکتے ہیں یا کیا؟ کیونکہ عورتوں کی زینت ہے۔

(۵) ناک داہنی طرف کا یا بائیں طرف کا چھیدنا یا کیا کیونکہ اکثر بلاد ہند کی عورتیں بعض داہنی طرف کا اور بعض بائیں طرف کا ناک چھیدتی ہیں وغیرہ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤتاکہ تم اجر پاؤ۔ت)

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ یتجلی اللہ لعبادۃ عامۃ ولا بی بکر خاصۃ دارالفکر بیروت ۳/ ۷۸

الجواب:

عورتوں کو نتھ یا بلاق کے لئے ناک چھیدنا جائز ہے جس طرح بالوں، بالیوں، کان کے گہنوں کے لئے کان چھیدنا،

فی الدرالمختار لاباس بثقب اذن البنت استحسانا ملتقط وھل یجوز فی الانف لم ارہ [1] ملخصا قال العلامۃ الطحطاوی قلت وان کان مما یتزین النساء بہ کما ھو فی بعض البلاد فھو فیھا کثقب القرط وقال العلامۃ السندی المدنی قد نص الشافعیہ علی جوازہ اھ نقلھما العلامۃ الشامی [2] واقر **اقول**: ولاشك ان ثقب الاذن کان شائعا فی زمن النبی صلی تعالٰی علیہ وسلم وقد اطلع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولم ینکرہ ثم لم یکن الا ایلاما للزینۃ فکذا ھذا بحکم المساواۃ فثبت جوازہ بدلالۃ النص المشترك فی العلم بھا المجتھدون وغیرھم کما تقرر فی مقرہ۔	درمختار میں ہے کہ لڑکی کے کان چھیدنے میں بطور استحسان کوئی مضائقہ نہیں کیا ناک چھیدنا بھی جائز ہے۔ میں نے اس کو نہیں دیکھا، لیکن علامہ طحطاوی نے فرمایا کہ میں کہتاہوں کہ اگر یہ کام عورتوں کی زیبائش میں شامل ہے جیسا کہ بعض شہروں میں رواج ہے تو پھر یہ بالیوں کے لئے کان چھیدنے کی طرح کا عمل ہے۔ اور علامہ سندھی مدنی نے فرمایا شوافع نے اس کے جائز ہونے کی تصریح کی ہے۔ ان دونوں باتوں کو علامہ شامی نے نقل کرنے کے بعد برقرار رکھا ہے۔ **میں کہتا ہوں** اس میں کچھ شک نہیں کہ کان چھیدنا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عہد مبارک میں متعارف اور مشہور تھا اور حضور پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس پر اطلاع پائی مگر ممانعت نہیں فرمائی، یہ دکھ پہنچانا صرف زیب وزینت کے لئے ہوگا، اور اس طرح یہ بھی ہے کیونکہ دونوں کا حکم مساوی ہے۔ پس اس کا جائز ہونا دلالت نص کی بنیاد پر ثابت ہوگیا اس علم سے جس میں مجتہد وغیر مجتہد مشترک ہیں جیسا کہ یہ بات اپنے محل میں ثابت ہوچکی ہے۔ (ت)

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۲

[2] حاشیہ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دارالمعرفۃ بیروت ۴/ ۲۰۹، ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۷۰

اور وہ صرف ایک امر مباح ہے فرض واجب سنت اصلا نہیں ہاں جو مباح بہ نیت محمودہ کیا جائے شرعًا محمود ہو جاتا ہے جیسے مسی لگانی کہ عورت کو مباح ہے اور اگر شوہر کے لئے سنگار کی نیت سے لگائے تو مستحب کہ یہ نیت شرعًا محمود ہے۔اور جب کہ یہ امر زیورہائے گوش کے لئے کان چھیدنے سے کہ خاص زمانہ اقدس حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں رائج تھا اور حضور پر نور صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے جائز مقرر رکھا بحکم دلالت ثابت تو اس کے لئے اثر **ما راٰہ المسلمون** (جس کو مسلمان اچھا کہیں تو وہ اللہ تعالٰی کے نزدیک اچھا ہوتا ہے۔ت) کی طرف رجوع کی حاجت نہیں **فان الثابت بدلالۃ النص کالثابت بالنص** (کیونکہ جو دلالت نص سے ثابت ہو وہ اسی طرح ہے جیسے نص سے ثابت ہے۔ت) اور دہنے بائیں جانب میں مختار ہیں یہ کوئی امر شرعی نہیں رسم زمانہ پر مبنی ہے جس طرف چاہیں چھیدیں، رہا موت شوہر پر نتھ نہ پہننا ایام عدت تک تو شرعًا ضرور ہے کہ نتھ زیور اور زینت ہے اور بیوہ کو کوئی گہنا کسی طرح کا سنگار جائز نہیں۔

فی الدرالمختار وردالمحتار تحد(ای وجوبا کما فی البحر)مکلفۃ مسلمۃ اذ اکانت معتدۃ بت او موت بترک الزینۃ بحلی(ای بجمیع انواعہ بحروفی قاضی خاں المعتدۃ تجتنب عن کل زینۃ[1] اھ ملتقطًا۔	در مختار اور ردالمحتار میں ہے کہ عدت گزارنے والی عورت سوگ منائے یعنی اس کے لئے ایسا کرنا واجب اور ضروری ہے جیسا کہ البحر الرائق میں ہے۔ مسلمان عورت سوگ منانے کی پابند ہے خواہ وہ طلاق کی عدت گزار رہی ہو یا وفات کی سوگ منانے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی قسم کے زیورات نہ پہنے تاکہ زیبائش نہ ہونے پائے (البحر الرائق) فتاوٰی قاضی خاں میں ہے کہ عدت گزارنے والی عورت ہر قسم کی زیب وزینت سے پرہیز کرے اھ ملتقطا (ت)

اور بعد ختم عدت اگر شرعًا نتھ وغیرہ پہننا ناجائز وممنوع سمجھے گنہگار ہوگی کہ یہ معاذاللہ شریعت مطہرہ پر افتراء ہے اور اگر جائز و روا سمجھ کر یوہیں عادۃً نہ پہنے تو حرج نہیں۔واللہ تعالٰی اعلم۔

[1] درمختار فصل الحداد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵۹، ردالمحتار فصل الحداد دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۷-۶۱۶

مسئلہ ۱۹۰: اشہر کہنہ مرسلہ شیخ عبدالعزیز صاحب ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۴ھ

خضاب سیاہ رنگ یعنی مہندی و نیل باہم مخلوط کرکے بلا ضرورت شرعی استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور ضرورت شرعی کیا کیا ہیں؟ صرف منہدی لگانا مسنون ہے یا نہیں؟ سوائے خضاب مذکورہ بالا اور خضاب بھی مثل ماز و وہلیلہ وغیرہ کے جائز ہیں یا نہیں؟ جواب مع حوالہ کتاب مرحمت ہو۔

الجواب:

سیاہ خضاب خواہ ماز و و ہلیلہ و نیل کا ہو خواہ نیل و حنا مخلوط خواہ کسی چیز کا سوا مجاہدین کے سب کو مطلقاً حرام ہے۔ اور صرف مہندی کا سرخ خضاب یا اس میں نیل کی کچھ پتیاں اتنی ملا کر جس سے سرخی میں پختگی آجائے اور رنگ سیاہ نہ ہونے پائے سنت مستحبہ ہے۔ شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ الشریف اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں:

خضاب بسواد حرام ست و صحابہ وغیرہم خضاب سرخ می کردند گاہے زرد نیز اھ ملخصاً[1]۔	سیاہ خضاب لگانا حرام ہے صحابہ اور دوسرے بزرگوں سے سرخ خضاب کا استعمال منقول ہے اور کبھی کبھار زرد رنگ کا خضاب بھی اھ ملخصا۔ (ت)

حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصفرۃ خضاب المؤمن والحمرۃ خضاب المسلم و السواد خضاب الکافر، رواہ الطبرانی فی الکبیر و الحاکم[2] فی المستدرک عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	زرد خضاب ایمان والوں کا ہے اور سرخ اسلام والوں کا اور سیاہ خضاب کافروں کا، (طبرانی نے کبیر میں اور حاکم نے مستدرک میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔ت)

محیط پھر منح الغفار پھر ردالمحتار میں ہے:

اما الحمرۃ فھو سنۃ الرجال	رہی سرخی کی بات تو یہ مردوں کے لئے خصوصًا

[1] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس باب الترجل نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۶۹

[2] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ ذکر عبداللہ بن عمر دارالفکر بیروت ۵/ ۴۸۲

وسیما المسلمین[1]۔	مسلمانوں کے لئے سنت ہے۔(ت)

قاضی خاں پھر شرح مشارق پھر شامی میں ہے:

مذھبنا ان الصبغ بالحناء والوسمۃ حسن[2]۔	ہمارا مذہب یہ ہے کہ مہندی اور وسمہ لگانا اچھا ہے۔(ت)

احادیث میں سیاہ خضاب پر سخت سخت وعیدیں اور مہندی کے خضاب کی ترغیبیں بکثرت وارد ہیں۔

وقد حققنا مسألۃ تحریم السواد مطلقا فی فتاوٰینا فیه شفاء۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	ہم نے اپنے فتاوٰی میں علی الاطلاق سیاہ خضاب کے حرام ہونے کی ایسے انداز میں تحقیق کی ہے کہ جس میں بیمار طبائع کے لئے شفا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۱۹۱: مسئولہ حافظ امیر اللہ صاحب ۲۴ رجب ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ضعف بصر کے سبب سے طب میں علاج کے منجملہ ہر روز کئی دفعہ سر و ریش میں کنگھی کرنا بتایا ہے۔ اور حدیث میں ایک دفعہ سے زیادہ کنگھا کرنا یا ایک دن کے بعد کرنا آیا ہے اس روایت کی بابت سوال ہے آیا معمول بہ ہے یا نہیں یہ روایت کہاں ہے؟ صورت اولٰی میں بضرورت علاج اجازت ہے یا نہیں؟ نہ بنظر زینت وکبر جو منجر بکبراست و تضیع وقت ہو، **بینوا توجروا** (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب:

احمد وابوداؤد وترمذی ونسائی باسانید صحیحہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

نھی رسول صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم عن الترجل الاغباء[3]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کنگھی کرنے سے منع فرمایا مگر ناغہ کرکے۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الخنثٰی مسائل شتی دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۸۲

[2] ردالمحتار کتاب الخنثٰی مسائل شتی دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۸۲

[3] سنن ابی داؤد کتاب الترجل آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۷

نیز ابوداؤد ونسائی کی حدیث میں بعض صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

نهانا رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ان یمشط احدنا کل یوم [1]۔	ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ ہم میں سے کوئی شخص روز کنگھی کرے۔

مقصود احادیث ترفہ وتنعّم کی کثرت اور تزئین وتحسین بدن میں انہماک سے نہیں ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مرد کو زنانہ طور پر سنگار اور کنگھی چوٹی میں مشغول نہ چاہئے۔ مرقاۃ میں امام ولی الدین عراقی سے ہے:

هو نهی تنزیه لا تحریم والمعنی فیه انه من باب الترفة وتنعم فیجتنب [2]۔	یہ نہی تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی اور اس کا معنی یہ ہے یہ آسودگی اور خوشحالی کے باب سے ہے لہذا اس کام سے پرہیز کرے۔ (ت)

اور جہاں پر نیت ذمیمہ نہ ہو بلکہ بہ نیت صالحہ مثل علاج وغیرہ دن میں کئی بار کنگھی کرے کوئی حرج وکراہت نہیں،
امام مالک مؤطا میں ابوقتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی:

ان لی جمة أفارجلها۔	میرے بال شانوں تک ہیں کیا میں انھیں کنگھی کروں؟

فرمایا: نعم واکرمھا ہاں اور ان کی عزت کر۔

قال فکان ابوقتادہ ربما دهنها فی الیوم مرتین لما قال له رسول الله صلی الله علیه وسلم [3]۔	یعنی ابوقتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اکثر دن میں دو بار بالوں میں تیل ڈالتے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرما دیا تھا ہاں اور ان کی عزت کر، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۲: ۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ داڑھی وغیرہ پر مرد کو

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب فی البول فی المستحم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۵

[2] مرقاۃ المفاتیح کتاب اللباس باب الترجل الفصل الثانی مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۲۲۶

[3] مؤطا امام مالک کتاب الجامع باب اصلاح الشعر میر محمد کارخانہ کراچی ص ۷۲۱، ۷۲۲

بلا کسی وجہ موجہ کے وسمہ کرنا یا کسی رنگ سے رنگنا جائز ہے یا گناہ؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

تنہا مہندی مستحب ہے اور اس میں کتم کی پتیاں ملا کر کہ ایک گھاس مشابہ برگ زیتون ہے جس کا رنگ گہرا سرخ مائل بسیاہی ہوتا ہے اس سے بہتر اور زرد رنگ سب سے بہتر، اور سیاہ وسمے کا ہو خواہ کسی چیز کا مطلقاً حرام ہے۔ مگر مجاہدین کو۔ سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے:

مر علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رجل قد خضب بالحناء فقال ما احسن ھذا قال فمر اٰخر قد خضب بالحناء و الکتم فقال ھذا احسن من ھذا ثم مر اٰخر قد خضب بالصفر فقال ھذا احسن من ھذا کلہ[1]۔	یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے ایک صاحب مہندی کا خضاب کئے گزرے فرمایا یہ کیا خوب ہے۔ پھر دوسرے گزرے انھوں نے مہندی اور کتم ملا کر خضاب کیا تھا فرمایا: یہ اس سے بہتر ہے، پھر تیسرے زرد خضاب کئے گزرے فرمایا: یہ ان سب سے بہتر ہے۔

معجم کبیر طبرانی ومستدرک میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہی زرد خضاب ایمان والوں کا ہے اور سرخ اہل اسلام کا اور سیاہ خضاب کافروں کا ہے۔ل:

الصفرۃ خضاب المومن والحمرۃ خضاب المسلم والسواد خضاب الکافر[2]۔	زرد خضاب ایمان والوں کا ہے اور سرخ اہل اسلام کا اور سیاہ خضاب کافروں کا ہے۔

امام احمد مسند اور ابوداؤد ونسائی وابن حبان وحاکم وضیا اپنی اپنی صحاح اور بیہقی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

[1] سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب فی خضاب الصفرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۲۴

[2] المستدرک علی الصحیحین کتاب معرفۃ الصحابہ ذکر عبداللہ بن عمرو بن العاص دار الفکر بیروت ۳/ ۵۲۶، کنز العمال بحوالہ طب وك عن ابن عمر حدیث ۱۷۳۱۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۶۲۸

فرماتے ہیں:

یکون قوم فی اٰخر الزمان یخضبون بھذا السواد کحواصل الحمام لایجدون رائحۃ الجنۃ [1]۔	آخر زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے کہ سیاہ خضاب کریں گے جیسے جنگلی کبوتروں کے پوٹے، وہ جنت کی بو نہ سونگھیں گے۔

طبرانی کبیر اور ابن ابی عاصم کتاب السنہ میں حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من خضب بالسواد سود اللہ وجھہ یوم القیمۃ [2]۔	جو سیاہ خضاب کرے اللہ تعالٰی روز قیامت اس کا منہ کالا کرے گا۔

علامہ حموی وطحطاوی وشامی فرماتے ہیں:

ھذا فی حق غیر الغزاۃ ولا یحرم فی حقھم للارھاب [3]۔	یہ حکم مجاہدین کے سوا دوسروں کے لئے ہے لہٰذا ان کے لئے سیاہ خضاب کا استعمال حرام نہیں دشمنوں کو ڈرانے اور انھیں مرعوب کرنے کے لئے وہ اس کا استعمال کرسکتے ہیں۔ (ت)

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے:

بصحت رسیدہ است کہ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ خضاب می کرد بحناوکتم کہ نام گیا ہے است لیکن رنگ آں سیاہ نیست بلکہ سرخ مائل بسیاہی است [4]۔	طریقہ صحت تک یہ راویت پہنچی ہوئی ہے کہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کتم گھاس کی پتیاں ملا کر خضاب کیا کرتے تھے جس کا رنگ سیاہ نہیں بلکہ گہرا سرخ مائل بسیاہی ہوا کرتا تھا۔ (ت)

اس مسئلے کی تفصیل فتاوٰی فقیر میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب ماجاء فی خضاب السواد آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۲۲، سنن النسائی کتاب الزینۃ الخضاب بالسواد ۲/ ۲۷۷ ومسند احمد بن حنبل ۱/ ۲۷۳

[2] کنز العمال بحوالہ طب عن ابی الدرداء حدیث ۱۷۳۳۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۶۷۱

[3] ردالمحتار مسائل شتی دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۸۲

[4] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب اللباس باب الترجل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۷۰

مسئلہ ۱۹۳: ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ از شہر کہنہ مرسلہ سید عبدالواحد متھراوی

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت کو زیبائش وآرائش کے لئے مسی سیاہ لگانا یا دانتوں کے گرجانے کے خوف سے سیاہ مسی لگانا کیسا ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

مسی کسی رنگ کی ہو عورتوں کو علاج دنداں یا شوہر کے واسطے آرائش کے لئے مطلقاً جائز بلکہ مستحب ہے۔ صرف حالت روزہ میں لگانا منع ہے۔

فی الدرالمختار کرہ **مضغ علك ابیض ممضوغ ملتئم والا فیفطر وکرہ للمفطرین الا فی الخلوۃ بعذر وقیل یباح ویستحب للنساء لانه سواکھن**[1] **فتح فی رد المحتار قیدہ بذٰلك لان الاسود وغیرہ الممضوغ وغیر الملتئم یصل منه شیئ الی الجوف**[2] **الخ واللہ تعالٰی اعلم۔**	درمختار میں ہے سفید گوند کہ جس کے باہم اجزاء ملے ہوئے ہوں اور جو چبائی ہوئی ہو مگر مزید چبائے جانے کے قابل ہو تو اس کے استعمال یعنی چبانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، غیر روزہ دار کے لئے اس کا استعمال بلاعذر مکروہ ہے البتہ عذر کی وجہ سے خلوت میں اس کا چبانا مکروہ نہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مباح ہے اور مستورات کے لئے اس کا استعمال مستحب ہے اس لئے کہ یہ ان کی مسواک ہے فتح القدیر، فتاوٰی شامی میں ہے کہ مصنف نے اس کو چند شرائط کے ساتھ مشروط یا مقید (اسود، غیر ممضوغ (چبایا ہوا نہ ہو) غیر ملتئم (اجزاء باہم پیوستہ نہ ہوں) اس لئے کہ غیر موصوفہ کے ہونے کی صورت میں اس کا کچھ نہ کچھ حصہ پیٹ میں چلا جاتا ہے الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۹۴: از سرنیان ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۴ رجب ۱۳۳۳ھ

عورت یا مرد کو سر میں گھی ڈالنا پھوڑے پھنسی پر استعمال کرنا۔

الجواب:

جائز ہے مگر اس کا خیال رہے کہ سر میں بدبو نہ پیدا ہو دھوتا رہے اگر بدبو آنے لگے گی نماز مکروہ ہوگی، اور مرد کو مسجد میں جانے جماعت میں شریک ہونے سے محروم ہونا پڑے گا، اور یہ جائز نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

---

[1] درمختار کتاب الصوم باب مایفسد الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۵۲

[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ باب مایفسد الصوم داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۱۱۲

مسئلہ ۱۹۵ ۱۹۶: مستفسرہ ذکاء اللہ خاں رضوی روز سہ شنبہ بتاریخ ۸ شعبان ۱۳۳۳ھ

(۱) زید کا قول ہے کہ خضاب مہندی میں ملا کر لگانا جائز ہے۔

(۲) زید کا قول ہے کہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ وقت جہاد داڑھی کتروانا چاہئے۔

الجواب:

(۱) مہندی میں اتنا نیل ملانا جس سے رنگ سیاہ آئے حرام ہے قیامت کے دن ان کے منہ کالے کئے جائیں، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اختضب بالسواد سود اللہ وجھہ یوم القیامۃ[1]۔	جو سیاہ خضاب کرے قیامت میں اللہ تعالٰی اس کا منہ سیاہ کرے گا۔

ہاں مہندی میں اتنا نیل ملانا جس سے رنگ سرخ ہی رہے مگر اس میں ذرا پختگی آجائے یہ جائز ہے **وھو المراد بالماثور وبما ھو فی الخانیۃ وغیرھا مذکور** (حدیث سے منقول اور خانیہ وغیرہ میں مذکور سے یہی مراد ہے۔ت)

(۲) زید محض جھوٹا ہے قرآن مجید پر افتراء کرتا ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۹۷: مسئولہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب محمود آباد مسجد چھاؤنی بریلی ۷ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

رات کے وقت آئینہ دیکھنا منع ہے یا نہیں خصوصا عورتوں کو کہ اپنے خاوند کے لئے بناؤ سنگھار کرتے وقت آئینہ دیکھنے کی سخت ضرورت پڑتی ہے۔

الجواب:

رات کو آئینہ دیکھنے کی کوئی ممانعت نہیں، بعض عوام کا خیال ہے کہ اس سے منہ پر جھائیاں پڑتی ہیں اور اس کا بھی کوئی ثبوت نہ شرعًا ہے نہ طبعًا نہ تجربۃً، اور عورت کہ اپنے شوہر کے سنگار کے واسطے آئینہ دیکھے ثواب عظیم کی مستحق ہے ثواب کی بات بے اصل خیالات کی بناء پر منع نہیں ہوسکتی **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۹۸: مسئولہ عزیز الحسن طالب علم مدرسہ اہلسنت شنبہ یکم شعبان ۱۳۳۴ھ

مردوں کے لئے مہندی کا استعمال شوقیہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کس قدر عضو بدن میں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

ہاتھ پاؤں میں مہندی کی رنگت مرد کے لئے حرام ہے اور سر اور داڑھی میں مستحب۔

---

[1] مجمع الزوائد کتاب اللباس باب فی الشیب والخضاب دار الکتاب بیروت ۵/ ۱۶۳، کنز العمال برمز طب عن ابی الدرداء حدیث ۱۷۳۳۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۶۷۱

مسئلہ ۱۹۹: از کلکتہ زکریا اسٹریٹ ۲۲ مولوی عبدالحلیم صاحب میرٹھی ۷ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

خضاب لگانے اور مردوں کی داڑھی مونچھ اور سر کے بال کالے کرنے کے متعلق شریعت بیضا کا کیا حکم ہے؟ یہ حدیث کہ "خضاب لگانے والا جنت کی بو نہ سونگھے گا" کس خضاب سے متعلق ہے۔ نیل و مہندی ملا کر جو خضاب کیا جاتا ہے اور جس سے بال بالکل کالے نہیں ہوتے وہ کس حکم میں ہے؟ اور اگر اسی سے بعض طرق کے تبدل و تغیر کے باعث بالکل سیاہ ہو جائیں تو کیا حکم ہے؟ نوجوان بیوی یا اور بعض کیفیات میں کیا خضاب اسود ناجائز ہونے کی صورت میں استثناء رہے گا؟ اور اگر ایسا ہے تو ان بعض کیفیات کی توضیح کیا ہے؟

الجواب:

سیاہ خضاب حرام ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غیروا ھذا بشیئ و اجتنبوا السواد رواہ مسلم[1] عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ وفی حدیث اٰخر من خضب بالسواد سود اللہ وجھہ یوم القیمۃ رواہ الطبرانی[2]۔	حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ان بالوں کو کسی چیز سے تبدیل کردو لیکن سیاہی سے بچو، مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند سے اسے روایت کیا۔ اور ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے جس نے سیاہ خضاب لگایا قیامت کے دن اللہ تعالٰی اس کا چہرہ سیاہ کرے گا۔ اس کو امام طبرانی نے روایت کیا۔ (ت)

حدیث مذکور فی السوال سیاہ خضاب ہی کے بارے میں ہے خود اسی کے الفاظ کا ارشاد ہے:

یخضبون بالسواد کحواصل الحمام لایریحون رائحۃ الجنۃ رواہ ابوداؤد[3] والنسائی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔	کچھ لوگ سیاہ خضاب لگائیں گے جیسے کبوتر کے پوٹے ہوں، وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھیں گے، ابوداؤد و نسائی نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے اس کو روایت کیا۔ (ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب اللباس باب استحباب خضاب الشیب بصفرۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۹۹

[2] کنز العمال بحوالہ طب عن ابی الدرداء حدیث ۱۷۳۳۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۶۷۱

[3] سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب ماجاء فی خضاب السواد آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۲۲، سنن النسائی باب النھی من الخضاب بالسواد نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۲۷۷

سیاہ خضاب مطلقاً حرام ہے اور سیاہ مقول بالتشکیک نیلا، اودا، کاسنی سب سیاہ ہے اور بفرض غلط سیاہ نہ ہو تو قریب سیاہ قطعاً ہے اور حدیث صحیح کاارشاد ہے:

لاتقربوا السواد. رواہ الامام احمد[1] عن انس رضی اللہ عنہ۔	سیاہی کے پاس نہ جاؤ(اس کو امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

اور حدیث ابوداؤد ونسائی میں کبوتر کے پوٹے سے تشبیہ بھی اسی طرف ناظر، جنگلی کبوتروں کے پوٹے اکثر نیلگوں ہوتے ہیں۔ خاص مہندی کی رنگت گہری نہیں ہوتی جب اس میں کچھ پتیاں نیل کی ملادی جائیں تو سرخ گہرا رنگ ہوجاتا ہے یہ حسن ہے نہ یہ کہ اتنا نیل ملادیا جائے کہ سیاہ کردے، یاپہلے مہندی سے رنگ کر جب بال خوب صاف ہوگئے اس پر نیل تھوپا کہ یہ سب وہی حرام صورتیں ہیں جن کو اجتنبوا (سیاہی سے بچو۔ت) فرمایا، لایجدون رائحة الجنة (وہ لوگ جنت کی خوشبو نہ پائیں گے۔ت) فرمایا: جس پر سود اللہ وجہہ (اللہ تعالٰی ان کے چہرے سیاہ کردے گا۔ت) آیا۔ شراب کہ خلط نمک سے سرکہ ہوجائے نہ یہ کہ گھڑے بھر شراب میں نمک کی ایک کنکری ڈال کر پی جائے نہ یہ کہ بہت سانمک پھانک کر اوپر سے شراب چڑھائے، تحریم سواد سے صرف مباشران جہاد کا استثناء ہے جیسے اون کو ریشم کا بانا، اور صاحبین کے نزدیک خالص ریشمیں روا ہیں، اور زوجہ جوان کی غرض سے ایک روایت مرجوحہ میں جواز آیا ہے اور مرجوح پر حکم فتوٰی جہل وخرق اجماع ہے۔ امام محمد علیہ الرحمۃ فتاوٰی ذخیرہ میں فرماتے ہیں:

الخضاب بالسواد للغز ولیکون اهیب فی عین العدو محمود باتفاق وان فعل ذلك لیزین نفسه للنساء فمکروه علیه عامة المشائخ[2]۔	جہاد میں سیاہ خضاب کی اجازت ہے تاکہ دشمن کی نگاہ میں بارعب اور خوفناک ہوجائے اور یہ بالاتفاق اچھا ہے۔ اور اگر اپنے آپ کو عورتوں کے لئے زیب وزینت دے تو یہ مکروہ ہے اور اسی پر عام مشائخ قائم ہیں۔(ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل

[2] فتاوٰی ھندیه بحواله الذخیرة کتاب الکراھیة الباب العشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۹

عقود الدریہ میں ہے: العمل بما علیہ الاکثر [1] (اس پر عمل کرنا جس پر اکثر ہیں۔ت) قول جمہور پر حدیث صحیح صحاح ستہ:

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والناصمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ [2]۔	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام سے روایت فرمایا کہ اللہ تعالٰی ان عورتوں پر لعنت کرے جو "خال" گودنے والی اور خال گدوانے والی ہیں، چہرہ کے بال نوچنے اور نچوانے والی ہیں۔اور خوبصورتی کے پیش نظر دانتوں کے درمیان کشادگی بنانے والی ہیں۔اللہ تعالٰی کی تخلیق میں تبدیل کرنے والی ہیں۔(ت)

شاہد عدل ہے۔ عورت زیادہ اس کی محتاج ہے کہ شوہر کی نگاہ میں آراستہ ہو جب اسے یہ امور تغیر خلق اللہ کے سبب حرام وموجب لعنت ہوئے تو مرد پر بدرجہ اولٰی۔

وقد قال تعالٰی "لَاتَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ" [3] وقال تعالٰی عن عدوہ ابلیس "وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ" [4]۔	اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) اللہ تعالٰی کی تخلیق (پیدائش) میں کوئی تبدیلی نہیں، نیز اللہ تعالٰی نے اپنے دشمن شیطان لعین سے حکایتًا فرمایا (کہ اس نے کہا) ضرور انھیں حکم دوں گا تو وہ اللہ تعالٰی کی تخلیق میں تبدیل کریں گے۔(ت)

نیز حدیث صحیح:

المتشبع بمالم یعط کلابس	ایسی چیز سے سیری دکھانے والا جو اس کو

[1] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوٰی الحامدیۃ

[2] صحیح البخاری کتاب اللباس باب الموصولۃ وباب المستوشمۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۸۷۹۔۸۸۰، صحیح مسلم کتاب اللباس باب تحریم فعل الواصلۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۲۰۵

[3] القرآن الکریم ۳۰ /۳۰

[4] القرآن الکریم ۴ /۱۱۹

ثوبی زور رواه الشیخان [1]عن اسماء رضی الله تعالٰی عنها۔	ملی نہیں اس طرح سے جیسے جھوٹ اور فریب کا لباس پہننے والا، بخاری اور مسلم نے اس کو سیدہ اسماء رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے (ت)

اس پر وعید کو بس ہے ظاہر ہے کہ یہ خضاب اسی لئے ہوگا کہ عورت پر اظہار جوانی کرے۔ جوان ہے نہیں اور اس کی نگاہ میں جوان بنے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد سے وہ شخص سر سے پاؤں تک جھوٹ اور فریب کا جامہ پہنے ہے۔ اس سے بدتر اور کیا درکار ہے۔ بخلاف جہاد حدیث متواتر میں ہے **الحرب خدعة** [2] (جنگ دھوکا ہے۔ ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

[1] صحیح البخاری کتاب النکاح باب التشبع بما لم ینل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۷۸۵، صحیح مسلم کتاب اللباس باب النهی عن التزویر فی اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۰۶۹

[2] صحیح البخاری کتاب الجهاد باب الحرب خدعة قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۲۵، صحیح مسلم کتاب الجهاد باب جواز الخداع فی الحرب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۸۳

رسالہ

حک العیب فی حرمۃ تسوید الشیب ۱۳۰۷ھ

(سفید بالوں کو کالا کرنے کی حرمت کے بارے میں عیب کو مٹانا)

مسئلہ ۲۰۰: از شہر کہنہ مرسلہ محمد شفیع علی خاں صاحب ۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وسمہ نیل کا جس سے بال سیاہ ہو جائیں جائز ہے یا نہیں اور نیل میں حنا ملا کر لگانا درست ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

وسمہ نیل حنا ملا کر لگانا جائز ہے بلا کراہت۔

فی الدر المختار ملخصاً یستحب للرجل خضاب شعرہ ولحیتہ ولو فی غیر حرب فی الاصح[1] ویکرہ بالسواد وقیل لا مجمع الفتاوٰی، وفی رد المحتار وردان ابا بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ	درمختار میں مختصر طور پر مذکور ہے کہ مرد کے لئے اپنے بالوں اور داڑھی کو خضاب کرنا (یعنی رنگین کرنا) اگرچہ صحیح قول کے مطابق جہاد کے بغیر مستحب ہے البتہ سیاہ کرنا مکروہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مکروہ نہیں ہے۔ مجمع الفتاوٰی اور فتاوٰی شامی میں ہے حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق

[1] درمختار کتاب الکراہیۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۳

خضب بالحناء والکتم [1] اھ، واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔ محمد یعقوب علی خاں	رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مہندی اور وسمہ سے خضاب کیا (یعنی ان سے بالوں کو رنگدار بنانا) اھ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

الجواب:

صحیح مذہب میں سیاہ خضاب حالت جہاد کے سوا مطلقاً حرام ہے جس کی حرمت پر احادیث صحیحہ و معتبرہ ناطق۔

فاقول: وباللہ التوفیق (پس میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ سے ہے۔ت)

حدیث اول: احمد و مسلم وابوداؤد ونسائی وابن ماجہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے والد ماجد حضرت ابوقحافہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی داڑھی خالص سپید دیکھ کر ارشاد فرمایا:

غیروا ھذا بشیئ واجتنبوا السواد [2]۔	اس سپیدی کو کسی چیز سے بدل دو اور سیاہ رنگ سے بچو۔

حدیث دوم: امام احمد اپنی مسند میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

غیروا الشیب ولا تقربوا السواد [3]۔	پیری تبدیل کرو اور سیاہ رنگ کے پاس نہ جاؤ۔

حدیث سوم: امام احمد ابوداؤد ونسائی وابن حبان وحاکم بافادہ تصحیح اور ضیا مختارہ اور بیہقی سنن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یکون قوم فی اٰخر الزمان یخضبون بھذا السواد کحواصل الحمام لایجدون رائحۃ الجنۃ [4]۔	آخر زمانے میں کچھ لوگ سیاہ خضاب کریں گے جیسے کبوتروں کے پوٹے وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھیں گے۔

جنگلی کبوتروں کے سینے اکثر سیاہ نیلگوں ہوتے ہیں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۷۱

[2] صحیح مسلم کتاب اللباس والزینۃ باب استحباب خضاب الشیب بصفرۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۱۹۹

[3] مسند امام احمد بن حنبل عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳ /۲۴۷

[4] مسند امام احمد بن حنبل عن عبداللہ ابن عباس المکتب الاسلامی بیروت ۱ /۲۷۳

ان کے بالوں اور داڑھیوں کو ان سے تشبیہ دی۔

حدیث چہارم: ابن سعد عامر رحمہ اللہ تعالٰی مرسلًا راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی لاینظر الی من یخضب بالسواد یوم القیمۃ[1]۔	جو سیاہ خضاب کرے اللہ تعالٰی روز قیامت اس کی طرف نظر رحمت نہ فرمائے گا۔

حدیث پنجم: ابن عدی کامل میں اور دیلمی مسند الفردوس میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی یبغض الشیخ الغربیب[2]۔	بیشک اللہ تعالٰی دشمن رکھتا ہے بوڑھے کوّے کو۔

تعلیقات علامہ حفنی میں ہے:

الغربیب ای الذی یسود شیبہ[3]۔	الغربیب وہ ہوتا ہے جو بڑھاپے (کے روپ) کو بدل ڈالے۔ (ت)

عزیزی میں ہے:

الغربیب الذی لایشیب او الذی یسود شیبہ بالخضاب[4]۔	الغربیب وہ ہوتا ہے جو بوڑھا نہ دکھائی دے یا وہ جو اپنے بڑھاپے (کی علامت) یعنی سفید بالوں کو خضاب سے سیاہ کردے۔

حدیث ششم: طبرانی معجم الکبیر میں اور حاکم مستدرک میں عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور پر نور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ فرماتے ہیں:

الصفرۃ خضاب المومن والحمرۃ خضاب المسلم و السواد خضاب الکافر[5]۔	زرد خضاب ایمان والوں کا ہے اور سرخ اسلام والوں کا اور سیاہ خضاب کافر کا۔

[1] کنز العمال بحوالہ ابن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث ۱۷۳۳۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶ /۶۷۱

[2] الفردوس بماثور الخطاب عن ابی ہریرہ حدیث ۵۹۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱ /۱۵۳

[3] تعلیقات علامہ حفنی علی ہامش السراج المنیر تحت حدیث ان اللہ یبغض الخ مطبعۃ الازہریۃ المصریہ ۱/ ۳۷۹

[4] السراج المنیر تحت حدیث ان اللہ یبغض الشیخ الغربیب مطبعۃ الازہریۃ المصریہ ۱ /۳۷۹

[5] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ باب الصفرۃ خضاب المومن الخ دار الفکر بیروت ۳ /۵۲۶

حدیث ہفتم: عقیلی وابن حبان وابن عساکر انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الشیب نور من خلع الشیب فقد خلع نور الاسلام [1]۔	سپیدی نور ہے جس نے اسے چھپایا اس نے اسلام کانور زائل کیا۔

علامہ محمد حفنی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

خلع الشیب ای ازالہ وسترہ بان خضبہ بالسواد فی غیر جھاد [2]۔	خلع الشیب کا مفہوم یہ ہے کہ اس نے بڑھاپے کو زائل کیا اور اسے بغیر جہاد کے سیاہ خضاب لگا کر چھپایا۔(ت)

علامہ مناوی پھر علامہ عزیزی اس حدیث پر تفریع کرتے ہیں:

فنتفہ مکروہ وصبغہ بالسواد لغیر الجھاد حرام [3]۔	یعنی پس سفید بال اکھیڑنا مکروہ ہے اور سیاہ خضاب غیر جہاد میں حرام۔(ت)

حدیث ہشتم: حاکم کتاب الکنی والالقاب میں بسند حسن ام سلیم رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من شاب شیبۃ فی الاسلام کانت لہ نورا مالم یغیرھا [4]۔	جسے اسلام میں سپیدی آئے وہ اس کے لئے نور ہوگی جب تک اسے بدل نہ ڈالے۔(ت)

حدیث نہم: دیلمی وابن النجار حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اول من خضب بالحناء والکتم ابراھیم و اول من اختضب بالسواد فرعون [5]۔	سب میں پہلے حنا وکتم سے خضاب کرنے والے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہیں اور سب میں پہلے سیاہ خضاب کرنے والا فرعون۔

[1] الضعفاء الکبیر للعقیلی ترجمہ ۱۹۲۳ الولید بن موسٰی الدمشقی دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۵۲۶

[2] تعلیقات الحفنی علی ہامش السراج المنیر تحت حدیث الشیب نور من خلع الخ المطبعۃ الازہریہ مصر ۲/ ۳۵۲

[3] السراج المنیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث الشیب نور من خلع الخ المطبعۃ الازہریہ مصر ۲/ ۳۵۲

[4] کنز العمال بحوالہ الحاکم فی الکنی حدیث ۱۷۳۳۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۶۸۱

[5] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۴۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۳۰۔۲۹

علامہ مناوی اس حدیث کے نیچے لکھتے ہیں:

فلذلك كان الاول مندوبا والثاني محرما الا للجهاد [1]۔	یعنی اسی لئے پہلا خضاب مستحب ہے اور دوسرا غیر جہاد میں حرام۔

حدیث دہم: طبرانی معجم کبیر اور ابن ابی عاصم کتاب السنۃ میں حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من خضب بالسواد سود الله وجهه يوم القيمة [2]۔	جو سیاہ خضاب کرے گا اللہ تعالٰی روز قیامت اس کا منہ کالا کرے گا۔

حدیث یازدہم: نیز معجم کبیر طبرانی میں بسند حسن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من مثل بالشعر فليس له عند الله خلاق [3]۔	جو بالوں کی ہیئات بگاڑے اللہ کے یہاں اس کے لئے کچھ حصہ نہیں۔

علماء فرماتے ہیں ہیأت بگاڑنا کہ داڑھی مونڈے یا سیاہ خضاب کرے، تیسیر میں ہے:

ای صیره مثلة بالضم بان نتفه او حلقه من الخدود اوغيره بالسواد [4]۔	یعنی بالوں کا مثلہ کرے لفظ مثلہ حروف میم کے پیش کے ساتھ (مفہوم یہ ہے کہ بالوں کی شکل و رنگت کو بدل ڈالے) بالوں کی ہئیت بگاڑنا یہ ہے کہ سفید بال اکھاڑے جائیں یا انھیں رخساروں سے مونڈ دیا جائے یا انھیں سفید نہ رہنے دے اور سیاہ کرڈالے۔(ت)

حدیث دوازدہم تا پانزدہم: ابویعلٰی مسند اور طبرانی معجم کبیر میں واثلہ بن اسقع اور بیہقی شعب الایمان میں انس بن مالک وعبداللہ بن عباس اور ابن عدی کامل میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

شر کھو لکم من تشبه	تمھارے ادھیڑوں میں سب سے بدتر وہ ہے

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث اول من خضب بالحناد الخ مکتب الامام الشافعی الریاض ۱/ ۳۹۲

[2] مجمع الزوائد کتاب اللباس باب ماجاء فی الشیب والخضاب الخ دارالکتب العربی بیروت ۵/ ۱۶۳، کنز العمال بحوالہ طبرانی کبیر حدیث ۱۷۳۳۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۶۷۱

[3] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۱۰۹۷۷ مکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۴۱

[4] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث من مثل بالشعر الخ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۲/ ۴۴۴

بشبابکم [1]۔	جو جوانوں کی سی صورت بنائے۔

امام ابوطالب مکی قوت القلوب میں اور امام حجۃ الاسلام احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

الخضاب بالسواد منھی عنه لقوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم خیر شبابکم من تشبه بشیوخکم وشر شیوخکم من تشبه بشبابکم [2]۔	بالوں کا سیاہ خضاب لگانا ممنوع ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمھارے بہترین جوان وہی ہیں جو بوڑھوں جیسی شکل و صورت بنائیں اور تمھارے بدترین بوڑھے وہ ہیں جو تمھارے جوانوں کی سی شکل و صورت اختیار کریں۔(ت)

حدیث شانزدہم: ابن سعد طبقات میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم عن الخضاب بالسواد [3]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سیاہ خضاب سے منع فرمایا۔

افسوس کہ ذرا سے نفسانی شوق کے لئے آدمی ایسی سختیوں کو گوارا کرے۔ محیط میں ہے:

الخضاب بالسواد قال عامة المشائخ انه مکروہ [4]۔	عام مشائخ نے فرمایا ہے کہ سیاہ خضاب مکروہ ہے۔(ت)

ذخیرہ میں ہے:

علیه عامة المشائخ [5]۔	اسی پر عام مشائخ ہیں۔(ت)

[1] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۲۰۲ مکتبہ الفیصلیۃ بیروت ۲۲/ ۸۴، مسند ابو یعلی ترجمہ واثلہ بن الاسقع موسسۃ علوم القرآن بیروت ۶/ ۴۷۸، شعب الایمان حدیث ۷۸۰۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۱۶۸، الکامل لابن عدی ترجمہ الحسن بن ابی جعفر دار الفکر بیروت ۲/ ۷۲۱

[2] احیاء العلوم کتاب اسرار الطہارۃ فصل فی اللحیۃ عشر خصال الخ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۰۳

[3] الطبقات الکبرٰی لابن سعد

[4] ردالمحتار بحوالہ المحیط مسائل شتی دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۸۲

[5] ردالمحتار بحوالہ الذخیرہ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۷۱

درمختار میں ہے:

یکرہ بالسواد وقیل لا[1]۔	سیاہ خضاب کا استعمال مکروہ ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ مکروہ نہیں ہے۔(ت)

ان تینوں عبارتوں کا یہی حاصل کہ عامہ مشائخ کرام وجمہور ائمہ اعلام کے نزدیک سیاہ خضاب منع ہے، علماء جب کراہت بولتے ہیں اس سے کراہت تحریم مراد لیتے ہیں جس کا مرتکب گناہگار ومستحق عذاب ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ علامہ سید حموی پھر علامہ سید طحطاوی پھر علامہ سید شامی رحمہم اللہ تعالٰی فرماتے ہیں:

ھذا فی حق غیر الغزاۃ ولایحرم فی حقھم للارھاب[2]۔	یعنی سیاہ خضاب کا حرام ہونا غیر غازی کے حق میں ہے غازیوں کے لئے حرام نہیں۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

پیری نور الٰہی ست وتغییر نور الٰہی بظلمت مکروہ، ووعید درباب خضاب سیاہ شدید آمدہ اھ ملخصًا[3]۔	بالوں کی سفیدی اللہ تعالٰی کا نور ہے اور خدا تعالٰی کے نور کو سیاہی سے بدل دینا شرعًا مکروہ ہے اور سیاہ خضاب کے استعمال کرنے والوں کے لیے سخت وعید ہے، اھ ملخصًا(ت)

اسی میں ہے:

خضاب بسواد حرام ست وصحابہ وغیرہم خضاب سرخ می کردند وگاہے زرد نیز[4] اھ ملخصًا۔	سیاہ خضاب کا استعمال حرام ہے، صحابہ کرام اور ان کے علاوہ دیگر حضرات سرخ خضاب کیا کرتے تھے اور کبھی زرد بھی، اھ ملخصًا۔

بالجملہ یہی قول مختار ومنصور ومذہبِ جمہور ثابت بارشاد حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے اور شک نہیں کہ احادیث وروایات میں مطلقًا سیاہ رنگ سے ممانعت فرمائی تو جو چیز بالوں کو سیاہ کرے خواہ نرا نیل یا مہندی کا میل یا کوئی تیل، غرض کچھ ہو سب ناجائز وحرام اور ان وعیدوں میں داخل ہے، حدیث وفقہ میں اگر صرف نیل خالص کی ممانعت اور باقی سیاہ خضابوں کی اجازت ہوتی

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۳

[2] ردالمحتار مسائل شتی داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۸۲

[3] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس باب الترجل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۷۰

[4] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس باب الترجل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۶۹

تو بیشک مہندی کی آمیزش کام دیتی اب کہ مطلقًا سیاہ رنگ کو حرام فرمایا تو جب تک اس قدر مہندی نہ ملے جو نیل پر غالب آجائے اور اس کی سیاہی کو دور کردے کیا کام دے سکتی ہے کہ وجہ حرمت یعنی بالوں کی ظلمت اب بھی باقی، اور وہ جو حدیث میں وارد کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ حنا و کتم سے خضاب فرماتے ہرگز مفید نہیں کہ بتصریح علماء وہ خضاب سیاہ رنگ نہ دیتا تھا بلکہ سرخی لاتا جس میں سیاہی کی جھلک ہوتی، سرخ رنگ کا قاعدہ ہے جب نہایت قوت کو پہنچتا ہے ایک شان سیاہی کی دیتا ہے ایسا خضاب بلاشبہ جائز بلکہ محمود جس کی تعریف صحیح حدیث میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول **رواہ احمد والاربعۃ**[1] **وابن حبان عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ** (امام احمد اور دیگر چار محدثین اور ابن حبان نے اس کو حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ت) شیخ محقق نوراللہ مرقدہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

بصحت رسیدہ است کہ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ خضاب می کرد بحنا و کتم کہ نام گیا ہے ست لیکن رنگ آں سیاہ نیست بلکہ سُرخ مائل بسیاہی ست[2]۔	صحیح طور پر یہ بات ہم تک پہنچی کہ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مہندی اور کتم (وسمہ) سے خضاب استعمال کیا، کتم ایک گھاس کا نام ہے جس کا رنگ سیاہ نہیں بلکہ سرخ مائل بسیاہی ہوتا ہے۔(ت)

اسی کے قریب علامہ قاری نے جمع الوسائل شرح شمائل شریف ترمذی اور امام احمد قسطلانی نے ارشاد الساری شرح صحیح بخاری شریف میں تصریح فرمائی اور قولِ راجح و تفسیرِ جمہور پر کتم نیل کا نام بھی نہیں بلکہ وہ ایک اور پتی ہے کہ رنگ میں سرخی رکھتی ہے شکل میں برگِ زیتون سے مشابہ ہوتی ہے جسے لوگ حنا یا نیل سے ملا کر خضاب بناتے ہیں۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب فی الخضاب آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۲۲، جامع الترمذی ابواب اللباس باب ماجاء فی الخضاب امین کمپنی دہلی ۱/ ۲۰۸، سنن النسائی کتاب الزینۃ الخضاب بالحناء والکتم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۲۷۷، مسند احمد بن حنبل عن ابی ذر المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۱۴۷، ۱۵۰، ۱۵۴، موارد الظمآن کتاب اللباس باب تغییر الشیب المطبعۃ السلفیۃ ص ۳۵۵

[2] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس باب الترجل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۷۰

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

الکتم بفتح الکاف والمثناۃ الفوقیۃ نبت یشبہ ورق الزیتون یخلط بالوسمۃ ویختضب بہ[1]۔	کَتَم چھوٹے کاف اور تاء کی زبر کے ساتھ بننے والا یہ لفظ ایک قسم کی گھاس کا نام ہے جو زیتون کے پتوں سے مشابہت رکھتی ہے جس کو وسمہ میں ملا کر خضاب کیا جاتا ہے۔(ت)

اسی میں ہے:

الکتم بفتحتین نبت فیہ حمرۃ یخلط بالحناء او الوسمۃ فیختضب بہ[2]۔	کتم کے پہلے دو حروف پر زبر استعمال ہوتی ہے یہ ایک قسم کی گھاس ہے جس کی رنگت سُرخ ہوتی ہے اس کو مہندی یا وسمہ میں ملا کر خضاب کیا جاتا ہے۔(ت)

ابھی شرح مشکوٰۃ سے گزرا کہ رنگ آں سیاہ نیست[3] الخ (اس کا رنگ سیاہ نہیں ہوتا۔ت)

اقول: بلکہ فقیر غفراللہ تعالٰی لہ خود حدیثوں سے ثابت کرسکتا ہے کہ حنا وکتم کے خضاب کا رنگ سُرخ ہوتا تھا، صحیح بخاری و مسند امام احمد وسنن ابن ماجہ میں عثمان بن عبداللہ بن موہب سے مروی:

قال دخلت علی ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا فاخرجت شعرا من شعر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مخضوبا (زاد الاخیران) بالحناء والکتم[4]۔	یعنی میں حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے موئے مبارک (جو اُن کے پاس تبرکاتِ شریفہ میں رکھے تھے جس بیمار کو اس کا پانی دھو کر پلاتیں فورًا شفا پاتا تھا) نکالے مہندی اور کتم سے رنگے ہوئے تھے۔

انہیں عثمان بن عبداللہ سے انہیں موئے اقدس کی نسبت صحیح بخاری شریف میں مروی:

ان ام سلمۃ ارتہ شعر النبی صلی اللہ	یعنی ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے انہیں نبی صلی اللہ

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ان احسن ما غیرتم بہ الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۳۰۹

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث اول من خضب بالحناء والکتم الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۳۹۲

[3] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس باب الترجل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۷۰

[4] صحیح البخاری کتاب اللباس باب مایذکر فی الشیب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۵

تعالٰی علیہ وسلم احمر [1]۔	تعالٰی علیہ وسلم کے موئے مبارک سرخ رنگ دکھائے۔

ثابت ہوا کہ حناوکتم نے سرخ رنگ دیا بلکہ اسی حدیث میں امام احمد رحمہ اللہ تعالٰی کی دوسری روایت یوں ہے:

شعرا احمر مخضوبا بالحناء والکتم [2]۔	یعنی ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے موئے مبارک سرخ رنگ دکھائے جن پر حناوکتم کاخضاب تھا۔

تو واضح ہوا کہ کَتم اگرچہ کسی شیئ کانام ہو مگر روایت مذکورہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت سیاہ خضاب کا گمان کرنا یااس شے پر نیل اور حنا ملے ہوئے کو مطلقاً جائز سمجھ لینا محض غلط ہے۔افسوس کہ ہمارے زمانہ کے بعض صاحبوں نے خضاب وسمہ وحنا کی روایات تو دیکھیں اور ان کا مطلب اصلاً نہ سمجھا اول تو وسمہ نیل ہی کو نہیں کہتے بلکہ ایک اور پتی ہے کہ حنا میں مل کراس کی سرخی تیز کردیتی ہے ورنہ خالص حنا کی سرخی گہری نہیں ہوتی۔ قاموس وتاج العروس میں ہے:

الوسمۃ ورق النیل اونبات اٰخر یخضب بورقہ [3]۔	وسمہ گھاس نما پتوں والی نباتات ہے اس کے پتے خضاب کے طور پر استعمال کئے جاتے ہیں۔(ت)

مغرب میں اسی معنی پر جزم کیااور وسمہ بمعنی نیل کو قول ضعیف کہا،

حیث قال الوسمۃ شجرۃ ورقہا خضاب وقیل یجفف و یطحن ثم یخلط بالحناء فیقنأ لونہ والاکان اخضر [4]۔	وسمہ کو نیل کہنا ضعیف قول ہے معتمدیہ ہے کہ عرب زبان میں وسمہ ایک درخت کانام ہے جس کی پتی سکھاکر پیس کر مہندی میں ملاتے ہیں جس سے اس کی سرخی خوب شوخ ہو جاتی ہے ورنہ پھیکی زردی مائل ہوتی ہے۔انتہی۔

یوں تو بحمداللہ روایات میں نیل والوں کے لئے اصلاً پتا نہیں اور اگر قاموس کی طرح دونوں معنی مساوی رکھے جائیں جب بھی نیل والوں کااستدلال باطل کہ قطعاً محتمل کہ وہ پتی مراد ہو جو حنا کی سرخی تیز کرتی

---

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب مایذکر فی الشیب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۵

[2] مسند امام احمد بن حنبل عن عثمان بن عبداللہ دارالفکر بیروت ۶/ ۲۹۶

[3] تاج العروس فصل الواو من باب المیم داراحیاء التراث العربی بیروت ۹/ ۹۳

[4] المغرب

ہے اور بالفرض ان کی خاطر مان ہی لیجئے کہ وسمہ سے نیل مراد تو حاشا وہ روایتیں یہ نہیں کہتیں کہ پہلے مہندی کا خضاب کیجئے جس سے بال خود بخود صاف ہو جائیں اس پر وسمہ چڑھایئے کہ ظلمتیں اپنا پورا عمل دکھائیں نہ یہ کہ برائے نام نیل میں کچھ پتیاں مہندی کی ڈال کر خلط کا حیلہ کیجئے اور روسیاہی کا کامل لطف حاصل کیجئے بلکہ یہ مقصود کہ وسمہ میں اتنی حنا ملے کہ اس پر غالب آکر رنگ میں سیاہی نہ آنے دے بلکہ یہ مراد کہ اصل خضاب حنا کا ہو اور اس میں کچھ پتیاں نیل کی شریک کرلی جائیں جس سے اس کی سرخی میں ایک گونہ پختگی آجائے اس کی نظیر بعینہٖ یہ ہے کہ شراب میں نمک ملانے کو علماء نے باعث تخلیل و تحلیل فرمایا ہے کہ جب سرکہ ہوگئی حقیقت بدل گئی حلت آگئی کہ اب وہ شراب ہی نہ رہی، ان روایات کو دیکھ کر کوئی صاحب پہلے نمک کھا کر اوپر سے شراب پی لیں یا گھڑے بھر شراب میں ایک کنکری نمک ڈال کر چڑھا جائیں کہ ہم تو نمک ملا کر پیتے ہیں، مقصود یہ تھا کہ نمک اس کا جوش بٹھادے ترش کرکے سرکہ بنادے ایسے حیلے شرع مطہر میں کیا کام دے سکتے ہیں، الحاصل مدارِ کار رنگ پر ہے، بالفرض اگر خالص مہندی سیاہ رنگت لاتی وہ بھی حرام ہوتی اور خالص نیل زرد یا سرخ رنگ دیتا وہ بھی جائز ہوتا، یوں ہی نیل اور مہندی کا میل یا کوئی بلا ہو جو کچھ سیاہ رنگ لائے سب حرام ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ احکم۔

رسالہ

حك العيب فی حرمة تسويد الشيب

ختم ہوا

کسب وحصولِ مال

خرید وفروخت، اُجرت، رشوت، سُود، قمار، بیمہ، پیشہ، صنعت، قرض، نذرانہ، ہبہ، میراث، غصب وغیرہ اور ذرائع آمدنی، حلال وحرام ومشتبہ سے متعلق مسائل

مسئلہ ۲۰۱: از پنجاب

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رنڈیوں اور ڈومنیوں کے یہاں مزدوری کرکے کمانا جائز ہے یانہیں؟ اگر نہیں جائز تو نصارٰی کی نوکری کیوں جائز ہے؟ اگر نہیں جائز تو لوگ اس روپیہ سے مساجد ومدارس میں چندہ کیوں دیتے ہیں؟ **بیّنوا توجروا** (بیان کروتاکہ اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

اصل مزدوری اگر کسی فعل ناجائز پر ہو سب کے یہاں ناجائز، اور جائز پر ہو توسب کے یہاں جائز، اس امر میں رنڈیاں اور غیر رنڈیاں، نصارٰی وہنود وغیر ہم سب برابر ہیں۔ کلام اس میں ہے کہ اگراُن کے یہاں کسی فعل جائز پر مزدوری کی توآیا زرِاُجرت اُن کے مال سے لینا روا، اور وہ اکل حلال ہوگا یانہیں، اس کاحکم یہ ہے کہ رنڈیوں کو جومال گانے ناچنے یامعاذاللہ زنا کی اُجرت میں ملتاہے ان کے لئے حرام ہے وہ ہرگز اس کی مالک نہیں ہوتیں وہ ان کے ہاتھ میں مال مغصوب کاحکم رکھتاہے، نہ انہیں خود اس کااپنے صرف میں لانا جائز نہ دوسرے کو، وہ مال بعینہٖ اپنے قرض خواہ، کسی چیز کی قیمت، خواہ مزدوری کی اجرت میں، خواہ ویسے ہی بلامعاوضہ بطور ہدیہ، خواہ صدقہ، خواہ کسی طرح لینا روا ہوسکے بلکہ فرض ہے کہ جن جن سے لیاہے انہیں کو پھیردیں۔

فی کراھیۃ الھندیۃ عن المحیط عن محمد	فتاوٰی ہندیہ، بحث کراھیۃ میں بحوالہ محیط امام محمد

رحمہ اللہ تعالٰی فی کسب المغنیۃ ان قضی بہ دین لم یکن لصاحب الدین ان یاخذہ[1] الخ وفی حظر ردالمحتار عن السغناقی عن بعض المشائخ کسب المغنیۃ کالمغصوب لم یحل اخذہ[2] اھ۔	سے مروی ہے کہ گانے والی عورت کی کمائی سے اگر قرض ادا کیاجائے تو قرض خواہ کو اس کا لینا جائز نہیں الخ۔ ردالمحتار بحث ممنوعات میں امام سغناقی نے بعض مشائخ کے حوالہ سے روایت کی ہے کہ گویا مغنیہ کی کمائی غصب شدہ چیز کی طرح ہے لہٰذا اس کا لینا جائز نہیں اھ (ت)

اسی طرح اُن کے آشنا جو مال بطور تحفہ وہدیہ ان کے راضی رکھنے یا ان کا دل اپنی طرف مائل کرنے کو دے آتے ہیں اگرچہ اس وقت خالی ملاقات کو جائیں اور زنا یا غنا کچھ مقصود نہ رکھیں اس کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ رشوت ہے اور نڈیاں اس کی مالک نہیں ہوجاتیں اس کا واپس دینا بھی واجب ہے۔

فی الحاشیۃ الطحطاویۃ علی الدرالمختار آثرا عن القنیۃ مقرا علیہ، مایدفعہ المتعاشقان رشوۃ یجب ردہ ولا تملك[3] اھ۔	حاشیہ طحطاوی بر درمختار میں علامہ طحطاوی نے مصنف قنیہ کے کلام کو برقرار رکھتے ہوئے اس سے نقل کیا ہے کہ عاشق معشوق کو جو کچھ بطور رشوت دے اور اس کے حوالے کرے تو اس کا واپس کرنا ضروری ہے اس لئے کہ معشوقہ اس کی مالک نہیں اھ۔(ت)

اگر لینے والے کو معلوم ہوگا کہ یہ مال بعینہٖ وہی ہے انہوں نے گانے، ناچنے، زنا کی اُجرت یا آشناؤں سے تحفہ ہدیہ رشوت میں پایا ہے تو اسے لینا ہرگز روا نہیں۔ اور وہ مال جو انہیں گانے ناچ مجلے میں انعام بلا شرط یعنی اُجرت مقررہ سے زیادہ ملتا ہے ان کے حق میں حکم ہبہ کا رکھتا ہے کہ وہ عقد اجارہ باطلہ جو ان افعال محرمہ پر ہوا یہ مال اس کے تحت میں داخل نہیں بلکہ بہت لوگ بطور خوشنودی کچھ اپنی ناموری کے خیال سے بعض جاہل یہ سمجھ کر کہ ایسے مقامات پر انعام دینا شان ریاست ہے دیا کرتے ہیں تو وہ اس مال کی مالک ہوگئیں، اسی طرح ڈومنیوں کو جو بیل ملتی ہے اس کا بھی یہی حکم ہے۔

---
[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۳۴۹

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۴۷

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب القضاء دارالمعرفۃ بیروت ۳ /۱۷۸

فی الخانیۃ الرجل اذا کان مطربا مغنیا ان اعطی بغیر شرط قالوایباح له ذٰلك و ان کان یاخذہ علٰی شرط ،ردالمال علی صاحبه ان کان یعرفه وان لم یعرفه یتصدق به [1] اھ قلت والمسئلۃ منقولۃ عن محرر المذھب ،اثرھا فی الھندیۃ عن المنتقی عن ابراھیم عن محمد وعنھا نقل فی ردالمحتار قال ومثله فی المواھب۔	فتاوٰی قاضی خان میں ہے جب کوئی شخص گانے بجانے والا ہو اور اس کو بغیر کسی شرط کے کچھ دیا گیا تو فقہاء کرام نے اس کو مباح قرار دیا ہے لیکن اگر اسے پہچانتا نہیں تو پھر اسے خیرات کردے اھ ، میں کہتا ہوں یہ مسئلہ صاحب مذہب سے یعنی مذہب قلم بند کرنے والے سے منقول ہے جس کو فتاوٰی عالمگیری میں "المنتقٰی" کے حوالے سے ابراہیم نے امام محمد سے نقل کیا گیا ہے اور اسی سے فتاوٰی شامی میں نقل کیا گیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ المواہب میں اسی کی مثل مذکور ہے۔(ت)

اقول: مگر اس قدر تفرقہ ضرور ہے کہ اگر دینے والے نے یہ مال حسب دستور فی الواقع انعام یا بیل کے طور پر دیا تو ہبہ ٹھہرے گا اور اگر اصل مقصود آشنائی بڑھانا اور اپنی طرف لبھانا ہے تو بیشک رشوت قرار پائے گا اور اسی حکم مغصوب میں داخل ہو جائے گا۔

فانما الامور بمقاصدھا وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی [2]۔	کاموں کا مدار ان کے مقاصد پر ہے ،اور اعمال کا مدار ارادوں پر ہے لہٰذا ہر آدمی کے لئے وہی کچھ ہے جو اس نے ارادہ کیا ہے۔(ت)

اور یہ فرق ملاحظہ قرائن سے معلوم ہو سکتا ہے اسی لئے مسموع یوں ہے کہ رنڈی، ڈومنی سے معاذاللہ جس شخص کو آشنائی ہوتی ہے وہ بلاوجہ بھی حسبِ مقدرت انعام کثیر اور جلد جلد بیل دیتا ہے، یونہی بعض دیہات کی رسم سنی گئی ہے کہ نیوتے والے جو بیل رنڈی کو دیتے ہیں صاحب خانہ کا قرض سمجھ کر دیا جاتا ہے اور وہ اس اجرت مقررہ پر مجرا لیتا ہے تو یہ بیل در حقیقت بیل نہیں بلکہ وہی اجرت ہے اور مغصوب میں داخل لان المعھود عرفا کالمذکور لفظاً (اس لئے کہ "معہود" رواج میں مذکور کی طرح ہے۔ت) غرض ان صورتوں سے پاک ہو تو بیشک انعام اور بیل کا روپیہ ان کی ملک خاص ہے اور انہیں خود اس سے

[1] فتاوٰی قاضیخان کتاب الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴ /۷۷۹

[2] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۲

انتفاع اور دوسرے کو اس میں سے دینا جائز ہے، اس لینے والے کو اگر معلوم ہو کہ مثلاً زرِ اجرت جو اس نے دیا خاص اس مال حلال سے تھا اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح اگر رنڈی کسی سے قرض لے کر اس کی اُجرت دے تو بھی لینا جائز، اب چاہے وہ اپنا قرض کسی مال سے ادا کرتی رہے۔

فی الخلاصة فالحیلة فی مثل هذه المسائل ان یشتری شیئا ثم ینقد ثمنه من ای مالٍ احب وقال ابو یوسف سألت ابا حنیفة رضی الله تعالٰی عنه عن الحیلة فی مثل هذا فاجابنی بما ذکرناه [1] اھ **قلت** وسیأتی سند اٰخر۔	خلاصہ میں ہے کہ اس نوع کے مسائل میں حیلہ یہ ہے کہ وہ شخص کسی سے قرض لے پھر جس مال سے بھی چاہے وہ مقروضہ رقم ادا کردے، قاضی امام ابویوسف نے فرمایا: میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس قسم کے مسائل میں حیلہ دریافت کیا تھا تو آپ نے مجھے وہی جواب دیا جو ہم نے بیان کیا ہے اھ۔ **میں کہتا ہوں** اس کی دوسری سند کا عنقریب ذکر آئے گا۔ (ت)

اور اگر رنڈی مال حرام بعینہٖ نہ دے بلکہ اس مال سے کوئی شے مثلاً غلہ یا کپڑا خرید کر دینا چاہے تو اس کی دو ۲ صورتیں ہیں:

اوّل: یہ کہ خریدنے میں نقد و عقد دونوں اس مال حرام پر جمع ہوئے یعنی رنڈی نے اپنا حرام روپیہ بائع کے سامنے ڈال دیا کہ فلاں چیز دے دے، اس نے دے دی، یا حرام روپیہ دکھا کر کہا اس کے عوض دے دے۔ اس نے دے دی۔ اس نے یہی زرِ حرام قیمت میں دیا اس صورت میں جو کچھ رنڈی نے خریدا وہ بھی مثل اس روپے کے حرام رہا۔

دوم: یہ کہ نقد و عقد کا زرِ حرام پر اجتماع نہ ہو کسی رنڈی نے نہ روپیہ پہلے سے دیا یا نہ دکھایا بلکہ یونہی کہا کہ ایک روپیہ کی یہ چیز دے دے اس نے دے دی، اس نے قیمت میں زرحرام دیا، یا حلال روپیہ دکھا کر مانگی، پھر دیا حرام، یا حرام دکھا کر طلب کی، پھر دیا حلال کہ وجہیں اولین میں حرام پر عقد، اور ثالث میں اس کا نقد نہ ہوا، اس صورت دوم پر جو چیز رنڈی نے خریدی بہتر تو اس کا بھی نہ لینا ہے۔

لان کثیرا من مشائخنا ذهبوا الی تحریم الابدال مطلقا فیما کان الخبث فیه	اس لئے کہ ہمارے بہت سے مشائخ مطلقاً ابدال کے حرام ہونے کی طرف گئے ہیں اس صورت

[1] خلاصة الفتاوٰی کتاب الکراهیة الفصل الرابع المکتبة الحبیبیه کوئٹہ ۴/ ۳۴۹

لعدم الملک۔	میں کہ جس میں خباثت پائی جائے ملکیت نہ ہونے کی وجہ سے۔(ت)

پھر بھی اگر لے لے گا تو رنڈی اپنے افعال پر ماخوذ ہے، یہ خریدی ہوئی چیز نہ اس کے حق میں حرام کہی جائے گی نہ اس لینے والے کے حق میں،

لان جمهور ائمتنا المتاخرین افتوا بقول الامام الکرخی المفصل بالتفصیل المذکور رفقا بالمسلمین نظرا الی حال هذا الزمان الفاشی فیه الحرام بل منهم من زعم حل الابدال مطلقا فیما لایتعین بالتعین فی ردالمحتار عن التتارخانیة والوالجیة الفتوی الیوم علی قول الکرخی دفعا للحرج لکثرة الحرام قال وعلی هذا مشی المصنف فی کتاب الغصب تبعاللدرروغیرها[1] اه وفی فتاوی الامام فخرالدین قاضی خاں اما الذی اشتراہ بالثمن اذا لم یکن الشراء مضافا الی الغصب فظاهر اما الذی اشتراہ بالثمن واضاف العقد الیه فالعقد لم یقع علی الثمن المشار الیه فلا یتمکن الخبث فی المبیع[2] اھ۔**اقول:** و ههنا تحقیق و ازاحة وهم یعرف بالمراجعة الٰی رسالتنافی اکل الحلال والحرام التی انافی تالیفها	اس لئے کہ ہمارے جمہور ائمہ متاخرین نے امام کرخی کے قول پر فتوٰی دیا ہے جو ذکر کردہ تفصیل میں مفصل ہے۔ مسلمانوں کی آسانی کے پیش نظر اس زمانہ پر نظر رکھتے ہوئے کہ جس میں حرام زیادہ ہے، بلکہ ان میں سے کچھ وہ ائمہ ہیں جو مطلقاً ابدال کے حلال ہونے کا گمان رکھتے ہیں، اس صورت میں جس میں تعیین کے ساتھ شَے متعین نہ ہو، ردالمحتار میں تتارخانیہ اور ولوالجیہ کے حوالے سے منقول ہے کہ آج کے زمانے میں امام کرخی کے قول پر فتوٰی ہے دفع حرج کے لئے کثرت حرام کی وجہ سے، اس نے کہا کہ مصنف نے کتاب الغصب میں یہی روش اختیار کی ہے درر وغیرہ کا اتباع کرتے ہوئے اھ، اور فتاوٰی امام فخرالدین قاضیخان میں ہے لیکن اگر اس نے کسی چیز کو ثمن سے خریدا بشرطیکہ اس اشتراء کی اضافت غصب کی طرف نہ ہو تو اس کا حکم ظاہر ہے لیکن اگر اس نے ثمن سے چیز خریدی اور عقد کی اضافت اس کی طرف کی تو پھر عقد، ثمن مشار الیہ پر واقع نہ ہوا تو مبیع میں

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب المتفرقات داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۱۹

[2] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ مطبع نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۷۸

وترصیفها فی هذه الایام واذا تمت فارجوا ان تکون نافعة مبارکة ان شاء الله تعالٰی۔	خباثت پیدا نہ ہوگی اھ۔**اقول:** (میں کہتاہوں کہ) یہاں تحقیق اور ازالہ وہم ہے جس کی پہچان ہمارے رسالے کی طرف مراجعت پر موقوف ہے جو حلال وحرام کے کھانے کے موضوع پر ہے، میں ان دنوں میں اس کی تصنیف وترصیف (ترتیب) کررہاہوں پھر جب وہ مکمل ہوجائے گا تو میں امید رکھتاہوکہ وہ ان شاء اللہ تعالٰی فائدہ بخش اور بابرکت ہوگا۔ (ت)

اور اگر معلوم ہو کہ یہ مال جو وہ مثلاً اُجرت میں دیتی ہے اگرچہ عین حرام نہیں مگر اس میں مال حلال وحرام اس طرح سے ملے ہوئے ہیں کہ تمیز نہیں ہوسکتی یا ہو تو بدقّت تمام ہو مثلاً رنڈی کے پاس دس روپیہ ناپاک کمائی کے تھے اور پانچ انعام یا قرض یا زراعت وغیرہ یا کسی وجہ حلال کے اور اس نے وہ سب ملادیئے اور شناخت نہیں کہ وہ دس کون سے تھے اور یہ پانچ کون سے، تو اس صورت میں جس قدر مال وجہ حلال سے تھا مثال مذکور میں پانچ روپیہ اس قدر لینا تو بلاشبہ جائز ہے۔

فی الفتاوی العالمگیریة عن التاتارخانیة عن الامام محمد غصب عشرة دنانیر فالقی فیها دینارا ثم اعطی منه رجلا دینارا اجاز ثم دینارا آخر لااھ[1]۔	فتاوٰی عالمگیری میں تاتارخانیہ کے حوالے سے امام محمد سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ کسی شخص نے دس دینار چھین لئے پھر ان میں ایک حلال دینار ڈال دیا پھر ان سے ایک شخص نے دیا تو یہ جائز نہیں اھ۔(ت)

اور اس سے زائد مثلاً صورت مفروضہ میں چھٹا روپیہ لینے سے احتراز کرے کہ مذہب صاحبین پر حرام محض ہے، اور عامہ محققین نے اسی پر فتوٰی دیا اور بر بنا مذہب امام مکروہ ہونا چاہئے تو ایسے امر میں کیوں پڑے جس کا ادنٰی درجہ کراہت، اور اکثر اکابر کے طور پر حرام،

فی فتاوٰی قاضی خاں ناقلا عن الامام ابی بکر البلخی قیل له لو ان فقیرا یاخذ جائزة السلطان مع علمه ان السلطان یاخذها غصبًا یحل له ذلك قال ان کان	فتاوٰی قاضی خاں نے امام ابوبکر بلخی کے حوالے سے نقل کیا کہ ان سے کہا گیا کہ اگر کوئی محتاج بادشاہِ وقت سے کچھ لیتا ہے باوجودیکہ اسے علم ہے کہ بادشاہ نے یہ غصب سے لیا ہے تو اس کے لئے یہ لینا

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الغصب الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۱۴۱

السلطان خلط الدراهم بعضها ببعض فانه لاباس به وان دفع عین الغصب من غیر خلط لم یجز اخذه.قال الفقیه ابو اللیث هذا الجواب یستقم علی قول ابی حنیفة رحمه الله تعالٰی لان عنده اذا غصب الدراهم من قوم وخلط بعضها ببعض یملکها الغاصب اما علی قول ابی یوسف ومحمد فانه لایملکها الغاصب ویکون علی ملك صاحبها[1]،**اقول:** واما الکراهة علی مذهب الامام فلانه وان مبلکه بسبب خبیث و التصدق واجب علیه وفی هذا اعراض عنه، قال الامام شمس الائمة السرخسی فی شرح السیر الکبیر، المشتری فاسد اذا ارادبیع المشتری بعد القبض یکره شراؤہ منه الخ قال الشامی لحصوله للبائع بسبب حرام ولان فیه اعراضا عن الفسخ الواجب[2] اھ وایضاح المقام مفوض الی رسالتنا المذکورۃ۔

حلال ہے فرمایا کہ اگرچہ بادشاہ نے درہموں کو ایک دوسرے سے ملادیا ہو تو اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں، اور اگر ملائے بغیر عین غصب شدہ چیز حوالے کرے تو اس کا لینا جائز نہیں، فقیہ ابواللیث نے فرمایا کہ یہ جواب امام ابوحنیفہ کے قول پر ٹھیک ہے، اس لئے کہ ان کے نزدیک جب کوئی شخص کچھ لوگوں سے دراھم چھین لے اور پھر انہیں ایک دوسرے سے ملادے تو غاصب ان کا مالک ہوجائے گا۔ لیکن صاحبین کے قول کے مطابق غاصب مالک نہ ہوگا بلکہ وہ اصل مالک کی ملکیت میں رہیں گے، **اقول:** (میں کہتاہوں کہ) امام کے مذہب پر اس لئے اس صورت میں کراہت ہوگی کہ اگرچہ غاصب سببِ خبیث کی وجہ سے مالک ہوگیا لیکن ان کا خیرات کرنے سے رُوگردانی ہے، امام شمس الائمہ سرخسی نے سیر کبیر کی شرح میں فرمایا کہ خرید شدہ چیز فاسد ہے جب یہ خریدی ہوئی چیز کو قبضہ کرنے کے بعد بیچنے کا ارادہ کرے تو اس کا خرید نا مکروہ ہے الخ علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے فرمایا اس لئے کہ یہ سب حرام کی وجہ سے بائع کو حاصل ہوئی اور اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں فسخ واجب سے اعراض ہے اھ اس

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ مطبع نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۷۹

[2] ردالمحتار بحوالہ شرح السیر الکبیر لشمس الائمہ السرخسی باب البیع الفاسد داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۳۰

	مقام کی وضاحت کرنا ہمارے مذکورہ رسالے کے حوالے ہے۔(ت)

اور اگر رنڈی نے ایک مال حرام کو دوسرے حرام سے خلط کیا مثلاً ناچ کی اجرت میں اس نے دس روپیہ زید سے پائے تھے اور دس عمرو سے، یہ سب ملادیئے تو اس میں سے ایک روپیہ بھی لینا نہ چاہئے کہ وہ سب وجہ حرام سے ہے جو کچھ لے گا صاحبین حرام بتائیں گے اور امام کے قول پر مکروہ ہونا چاہئے۔

والوجه ماذكرنا انها كعين المغصوب عندهما و كالمشتری فاسدا عنده۔	اس کی وجہ وہی ہے جس کو ہم نے بیان کردیا کہ وہ چیز صاحبین کے نزدیک عین مغصوب کی طرح ہے اور امام صاحب کے نزدیک خریدی ہوئی چیز کی طرح فاسد ہے۔(ت)

ہاں اگر اس قسم کے روپیہ سے کوئی چیز مثلاً اناج یا کپڑا خرید کردے تو اس مزدور کو اس شَے کا لینا امام کے طور پر بالاتفاق حرام نہیں، اور بربنائے مذہب صاحبین اسی تفصیل پر رہے گا جو خریدی ہوئی چیز کے بارے میں اوپر گزری۔

اقول: وذٰلك لان الملك ثابت عنده بالخلط ولو خبيثا فلايعمل فيما لايتعين كالدراهم واما عندهما فالخبث لعدم الملك فيعمل فی الصفتين جميعا علی الاطلاق كما اختار كثير من المشائخ فلايحل المشترٰی مطلقا وخالف جماعة فقالوا يحل المشتری بالدراهم مطلقا وقال الكرخی الا اذا عقد عليها ونقد هٰهنا وبه افتی جمهور المتاخرين كمامر، والتفصيل محمول علی الرسالة۔	**اقول:** (میں کہتاہوں کہ) یہ حکم اس لئے ہے کہ امام صاحب کے نزدیک اگرچہ وہ چیز خبیث ہے لیکن خلط ملط کرنے سے مِلک ثابت ہوگئی، پھر جس چیز میں تعین نہیں ہوسکتا جیسا کہ دراہم، تو اس میں اثر نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ملک نہ ہونے کی وجہ سے اس میں خبث پیدا ہوگیا، پھر علی الاطلاق دونوں صفتوں میں اثر ہوگا جیسا کہ بہت سے مشائخ نے اس کو اختیار کیا، لہٰذا خریدی ہوئی چیز مطلقاً حلال نہ ہوگی، لیکن اس میں ایک جماعت نے اختلاف کیا ہے چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ مطلقاً دراہم سے خریدی ہوئی چیز حلال ہے لیکن امام کرخی نے فرمایا

	مگر جبکہ یہاں اُن پر عقد اور نقد واقع ہو پس اسی پر جمہور متاخرین نے فتوٰی دیا جیسا کہ گزر چکا ہے، اور تفصیل رسالہ مذکورہ پر محمول ہے۔(ت)

یہ سب صورتیں اس وقت تھیں جب اسے اس مال کا حال معلوم ہو جو اس کی مزدوری میں دیا جاتا ہے کہ خاص مال رنڈی کے پاس کہاں سے آیا ہے اور اس تک کیوں کر پہنچتا ہے، آیا عین حرام میں سے ہے یا خالص حلال سے؟ یا دونوں مخلوط ہیں؟ یا مال حرام سے خریدا ہوا ہے؟ یا کیا حال ہے؟ اور اگر یہ کچھ نہیں کہہ سکتا نہ اسے کچھ خبر کہ خالص مال جو اسے دیا جاتا ہے یا کس قسم کا ہے، تو اس صورت میں فتوٰی جواز ہے کہ اصل حلت ہے، جب تک خاص اس مال کی حرمت نہ ظاہر ہو، لینے سے منع نہ کریں گے،

فی الهندية عن الظهيرية عن الامام الفقيه ابی الليث اختلف الناس فی اخذ الجائزة من السلطان قال بعضهم يجوز مالم يعلم انه يعطيه من حرام، قال محمد رحمه الله تعالٰی وبه ناخذ مالم نعرف شيئا حراما بعينه وهو قول ابی حنيفة رحمه الله تعالٰی واصحابه [1] اھ، وفی فتاوی الامام قاضی خان رجل دخل علی سلطان فقدم عليه شيئ من الماکولات قالوا ان اکل منها لاباس به اشتراه بالثمن اولم يشتر الا ان هذا الرجل ان کان يعلم انه غصب بعينه فانه لايحل له ان ياکل من ذٰلک [2]، وفيها ان لم يعلم الاٰخذ	فتاوٰی عالمگیری میں فتاوٰی ظہیریہ کے حوالے سے فقیہ ابو اللیث سے روایت ہے بادشاہ سے انعام لینے کے بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے، بعض نے فرمایا کہ لینا جائز ہے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ وہ مالِ حرام سے دیتا ہے، امام محمد نے فرمایا ہم اسی کو لیتے ہیں جب تک کسی معین شیئ کے حرام ہونے کی شناخت نہ ہو، امام ابوحنیفہ اور ان کے ساتھیوں کا یہی قول ہے اھ، امام قاضی خان کے فتاوے میں ہے کہ ایک آدمی بادشاہ کے پاس گیا تو اس کے آگے کچھ کھانے کی چیزیں لائی گئیں، فقہاء نے فرمایا کہ اگر وہ یہیں کھائے تو اس میں کوئی حرج نہیں خواہ اس نے قیمت سے خریدی ہوں یا نہ خریدی ہوں، مگر جب یہ شخص جانتا ہو کہ یہ بعینہٖ غصب ہے تو پھر اس کے لئے حلال نہیں کہ انہیں کھائے اھ

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۳۴۲

[2] فتاوی قاضیخان کتاب الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴ /۷۷۸

انه من ماله او من مال غيره فهو حلال حتى يتبين انه حرام [1] اھ.وفى ردالمحتار عن الذخيرة سئل ابو جعفر عمن اكتسب ماله من امر السلطان و الغرامات المحرمة وغيرذلك هل يحل لمن عرف ذلك ان ياكل من طعامه قال احب الى فى دينه ان لا ياكل ويسعه حكما ان لم يكن غصبا [2] او رشوة اھ و هكذا فى الهندية عن المحيط عن الفقيه ابى جعفر و حاشية السيدى الحموى على الاشباه من قاعدة اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام وكون الغالب فى السوق الحرام لايستلزم كون المشترى حراما لجواز كونه من الحلال المغلوب والاصل الحل [3] اھ	اور اسی میں ہے کہ اگر لینے والا یہ نہ جانے کہ وہ لی ہوئی چیز دینے والے کے اپنے مال سے ہے یا کسی دوسرے کے مال سے ہے تو پھر وہ حلال ہے حتی کہ یہ ظاہر ہوجائے کہ وہ حرام ہےاھ، فتاوٰی شامی میں ذخیرہ کے حوالے سے ہے کہ امام ابوجعفر سے اس آدمی کے متعلق پوچھاگیاکہ جوامر سلطان سے مال کماتاہے اور اس میں حرام وغیرہ جرمانے بھی شامل ہوتے ہیں لہٰذا جو شخص ان معاملات کو جانتا پہچانتاہو کیا اس کے لئے حلال ہے کہ وہ اس کا کھانا کھائے، توانہوں نے فرمایا کہ اس کے دین کے معاملے میں مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ وہ نہ کھائے،اور اس کے لئے اس بات کی حکمًا گنجائش ہے اگر وہ غصب یارشوت نہ ہو اھ،اسی طرح فتاوٰی عالمگیری میں محیط کے حوالے سے فقیہ ابوجعفر سے روایت ہے الاشباہ والنظائر پر سید حموی کے حاشیہ میں ایک قاعدہ مذکور ہے کہ جب حلال اور حرام جمع ہوجائیں تو حرام غالب ہوگا اور بازار میں حرام کا غالب ہونا اس بات کو مستلزم نہیں کہ جو چیز خریدی گئی وہ حرام ہو اس لئے کہ یہ جائز ہے کہ خریدی ہوئی چیز حلال مغلوب ہو حالانکہ حِل اصل ہے اھ (ت)

علماء فرماتے ہیں ہمارا زمانہ شبہات سے بچنے کا نہیں یقینی اکل حلال خالص آج کل حکم عنقا رکھتا ہے، غنیمت ہے کہ آدمی آنکھوں دیکھے حرام سے بچ جائے،

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۷۸

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴۷

[3] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الاول ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۴۸

فی الخانیۃ لایخلو ذلك عن نوع شبھۃ الا انھم قالوا لیس زماننا زمان الشبھات فعلی المسلم ان یتقی الحرام المعاین[1] اھ. وفی الباب الخامس والعشرین من کراھۃ العالمگیریۃ عن جواھر الفتاوی فی الجملۃ ان طلب الحلال من ھٰذہ البلاد صعب وقد قال بعض مشائخنا علیك بترك الحرام المحض فی ھذا الزمان فانك لاتجد شیئا لاشبھۃ فیہ[2] اھـ	فتاوٰی قاضیخان میں ہے یہ چیز نوع شبہ سے خالی نہیں مگر فقہائے کرام نے فرمایا کہ ہمارا زمانہ شبہات سے بچنے کا زمانہ نہیں لہٰذا اس زمانے میں مسلمانوں کے لئے لازم ہے کہ وہ دیکھے ہوئے حرام سے بچے اھ، فتاوٰی عالمگیری کے پچیسویں باب کراہیۃ میں جواہر الفتاوٰی کے حوالے سے ہے کہ حاصل کلام یہ ہے کہ ان شہروں میں حلال تلاش کرنا کسی قدر مشکل ہے، یہی وجہ ہے ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اس زمانے میں تم پر خالص حرام کو چھوڑ دینالازم ہے کیونکہ تم کوئی ایسی چیز نہیں پاسکتے کہ جس میں کوئی شبہہ نہ ہو اھ (ت)

مگر تاہم یہ حکم ظاہر کا ہے دیانۃً اگر معلوم ہو کہ اس کا مال اکثر وجہ حرام سے ہے تو متقی کا کام اس سے بچنا ہے جب تک ظاہر نہ ہو کہ یہ خاص مال جو اس کے صرف میں آئے گا وجہ حلال سے ہے، آدمی کو حظوظ نفس کی وسعتیں خراب کرتی ہیں، حق سبحانہ، وتعالٰی نے جب انسان کو بحکم الدنیا خضرۃ حلوۃ (دنیا سر سبز میٹھی ہے۔ت) اس سبزہ زار شہد نماز، ہر فروش یعنی دنیا میں بھیجا بمحض رحمت ازلی اس کے قاتل زہر کو الگ چُن کر حد مقرر فرمادی اور نواہی شرعیہ عام منادی سنادی کہ او غافل بکریو! اس احاطہ کے اندر نہ چرنا، تمہارا دشمن بھیڑیا کہ عبارت شیطان سے ہے اسی جنگل میں رہتا ہے یہاں کی گھاس اس وقت کی نظر میں تمہیں ہری ہری دوب لہکتی لہلہاتی نظر آتی ہے مگر خبردار اس میں بالکل زہر بھرا ہے، اب

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۷۹

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۶۴

اس مرغزار کی گھاس تین قسم کی ہو گئی، کچھ سب کو معلوم ہے کہ اسی قطعہ کی ہے جس میں زہر ہے اور کچھ اس ٹکڑے سے بہت دور ہے جسے ہم یقینی اپنے حق میں نافع یا ضرر سے خالی جانتے ہیں اور جو کچھ اس پہلے خطہ کے آس پاس رہ گئی اس میں شبہہ ہے کیا جانئے شاید اس میں کی ہو وذلک۔

قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الحلال بین والحرام بین ومابینھما مشتبھات لایعلمھن کثیر من الناس [1]۔	حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے کہ حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے البتہ ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہات ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے۔(ت)

تو ہم میں جن کو اپنی جان پیاری اور ہوش و خرد کی پاسداری تھی انہوں نے تو اس تختہ کی اور کوسوں کا طرار اُبھرا، اور بھولی بھیڑیں اپنی نادانی سے یہی کہتی رہیں کہ ابھی تو وہ ٹکڑا نہیں آیا ہے ابھی تو دور معلوم ہوتا ہے، یہاں تک کہ خاص اس خطہ میں جاپڑیں اور زہر کی گھاس نے کام تمام کیا، آدمی کو اگر پلاؤ کی رکابی دی جائے اور کہہ دیں کہ اس کے خاص وسط میں روپیہ بھر جگہ کے قریب سنکھیا پِسی ہوئی ملی ہے ڈرتے ڈرتے کناروں سے کھائے گا اور بجائے ایک روپیہ کے چار روپیہ کی جگہ چھوڑ دے گا، کاش ایسی احتیاط جو اپنے بدن کی محافظت میں کرتا ہے قلب کی نگاہداشت میں بجالاتا۔ اے عزیز! بادشاہوں کا قاعدہ ہے ایک چراگاہ محصور کرلیتے ہیں کہ رعایا اس میں نہ چرانے پائے، عربی میں اسے حِمٰی کہتے ہیں، خدا اور سول کی سچی سلطنت، قاہر بادشاہت میں حِمٰی محرمات شرعیہ ہیں، سے اپنے دین وآبرو کا خیال ہے شبہات سے بچے گا کہ مبادا آس پاس چراتے چراتے خاص حِمٰی میں پڑے، اور جو نہیں مانتے تو قریب ہے کہ انہیں ایک دن یہ واقعہ پیش آجائے، یہ مثال جو میں نے بیان کی کچھ میری ایجاد نہیں بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمائی،

کما اخرجہ البخاری [2] ومسلم وابوداؤد	جیسا کہ بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب فضل من استبراء لدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳

[2] صحیح البخاری کتاب الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳، صحیح مسلم کتاب المساقات قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۸، سنن ابی داؤد کتاب البیوع آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۱۷، جامع الترمذی ابواب البیوع امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۴۵

والترمذی والنسائی وابن ماجة عن النعمان بن بشیر والطبرانی عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهم اجمعین۔	اور ابن ماجہ نے نعمان بن بشیر سے تخریج کی، اور طبرانی نے ابن عباس کے حوالے سے ذکر کیا۔اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو۔(ت)

بلکہ بعض علماء نے تو در صورت غلبہ حرام رخصت ہی نہ دی اور عدم جواز کی تصریح فرمائی یعنی جب دینے والے کا اکثر مال وجہ حرام سے ہے تو اس کے مال سے کچھ لینا جائز نہیں جب تک اس خاص چیز کا وجہ حلال سے آنا ظاہر نہ ہو جائے،

| ففی الهندیة عن المختار شرح الاختیار لایجوز قبول هدیة امراء الجور لان الغالب فی مالهم الحرمة[1] الخ وفیها ایضا فی فتاوٰی اهل سمرقند رجل دخل علی السلطان فقدم علیه شیئ ماکول فان اشتراه بالمن اولم یشتر ذٰلك ولکن هذا الرجل لا یفهم انه منصوب بعینه حله اکله هکذاذکر و الصحیح انه ینظر الی مال سلطان وبین الحکم علیه هٰکذا فی الذخیرة[2] اھ مافی الهندیة **قلت** لکن تصحیح الذخیرة لایعارض قول محرر المذهب محمد به ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینه وهو قول ابی حنیفة واصحابه[3] کما مر نقله عن فتاوی الامام الاجل | فتاوٰی عالمگیری میں المختار شرح اختیار کے حوالے سے یہ قول مذکور ہے کہ ظالم امراء کے ہدیہ کو قبول کرنا جائز نہیں اس لئے کہ ان کا زیادہ تر مال حرام ہوتا ہے الخ۔اور اسی میں فتاوٰی اہل سمرقند کے حوالے سے مذکور ہے ایک آدمی بادشاہ کے پاس گیا تو اس کے آگے کوئی کھانی کی چیز لائی گئی،اگر دینے والے نے اسے قیمت سے خریدا ہو یا نہ خریدا ہو لیکن یہ لینے والا شخص نہ سمجھ سکا کہ یہ بعینہٖ چھینی ہوئی چیز ہے تو اس کے لئے اس کا کھانا حلال ہے۔اہل علم نے اسی طرح ذکر فرمایا، لیکن صحیح یہ ہے کہ شخص مذکور بادشاہ کے مال اور اس پر جو شرعی حکم لاگو ہوتا ہے اس پر غور وفکر کرے،ذخیرہ میں اسی طرح مذکور ہے۔فتاوٰی عالمگیری میں جو کچھ تھا وہ پورا ہو گیا۔ **قلت**(میں کہتا ہوں کہ) ذخیرہ |

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۲

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۲

[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۲

ظهير الدين المرغيناني رحمة الله تعالٰی عليهم اجمعين الٰی يوم الدين۔	کی تصحیح، مذہب قلم بند کرنے والے امام محمد کے قول کے معارض نہیں ہوسکتی کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں جب تک کسی معین شیئ کے حرام ہونے کو نہ پہچانیں، امام ابوحنیفہ اور ان کے ساتھیوں کا یہی قول ہے، جیسا کہ امام اجل ظہیرالدین مرغینانی کے فتاوٰی سے اس کی نقل گزرچکی، اللہ تعالٰی قیامت تک ان پر نزول رحمت فرمائے۔ (ت)

ہاں ازالہ شبہہ کے لئے اتنا بھی کافی ہے کہ جب صاحبِ مال رنڈی یا ڈومن خود بیان کریں کہ یہ مال ہمارے پاس وجہ حلال سے ہے ہمیں انعام ملا یا ہم نے قرض لیا یا مثلاً بذریعہ زراعت وغیرہا وجوہِ حلال سے حاصل کیا اگر اس شخص کو ان کے بیان میں فرق ظاہر نہ ہو تو اب لے لینے میں کسی طرح حرج نہیں۔

فی العالمگیریة عن الينابيع اهدی الٰی رجل شيئا او اضافه ان كان غالب ماله من الحلال فلاباس الا ان يعلم بانه حرام فان كان الغالب هو الحرام ينبغی ان لايقبل الهدية ولا ياكل الطعام الا ان يخبره انه حلال ورثة او استقرضته من رجل[1] اھ وفيها عن التمرتاشی لايجيب دعوة من كان غالب ماله من حرام مالم يخبر انه حلال وبالعكس مالم تتبين عنده انه حرام[2] اھ وفيها عن الملتقط اٰكل الربٰو او كاسب الحرام	فتاوٰی عالمگیری میں ینابیع کے حوالے سے مذکور ہے کسی شخص نے کسی کو کوئی چیز بطور ہدیہ دی یا اس نے اس کی مہمان نوازی کی، اگر اس کا زیادہ تر مال حلال ہے تو اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں، مگر یہ کہ اسے معلوم ہوجائے کہ یہ حرام ہے، پھر اگر اس کا غالب مال حرام ہو تو مناسب یہ ہے کہ وہ ہدیہ قبول نہ کرے اور نہ طعام کھائے، مگر یہ کہ وہ اسے بتادے کہ یہ حلال ہے کیونکہ میں اس کا وارث ہوا ہوں یا میں نے کسی آدمی سے قرض لیا ہے اھ، اور اسی فتاوٰی عالمگیری میں امام تمرتاشی کے حوالے سے منقول ہے یہ اس شخص کی دعوت قبول نہ کرے جس کا غالب مال حرام ہو، جب تک وہ یہ نہ بتائے کہ وہ حلال ہے اور

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵ / ۳۴۲

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵ / ۳۴۳

اهدی الیه أو اضافه وغالب ماله حرام لایقبل و لاياكل مالم يخبره ان ذٰلك المال اصله حلال ورثه او استقرضه وان کان غالب ماله حلالا لاباس بقبول هدیته والاکل من[1] اھ **اقول**: وبمثله فی الخانیة عن الامام الناطفی وعلله لان اموال الناس لاتخلو عن قلیل حرام فیعتبر الغالب[2] اھ هذا واما ماذکرت من التقیید بان لایظهر عنده کذب ماقال فیعرف بالمراجعة الی مافی العالمگیریة وغیرها من تفاصیل الاحکام فی قبول خبر الواحد فارجع واعرف وستوضحه فی الرسالة ان شاء الله تعالٰی۔	اس کے عکس میں جب تک اس کے نزدیک حرام ہوناواضح نہ ہو جائے اھ۔اسی میں ملتقط کے حوالے سے ہے کہ سود کھانے والا اور حرام کمانے والا،اگر اس نے کسی کو ہدیہ دیا یا اس کی مہمان نوازی کی،اور حالت یہ تھی کہ اس کا غالب مال حرام ہے تو یہ ہدیہ قبول نہ کرے اور نہ کھائے مگر یہ کہ وہ بتادے کہ اس مال کی اصل حلال ہے،اور یہ اس کا وارث ہوا ہے یا اس نے قرض لیا ہے،اور اگر اس کا زیادہ تر مال حلال ہو تو ہدیہ قبول کرنے یا اس کے کھانے میں کچھ حرج نہیں اھ **اقول**: (میں کہتا ہوں)اسی کی مثل فتاوٰی قاضیخان میں امام ناطفی کے حوالے سے مذکور ہے اور انہوں نے یہ تعلیل بیان فرمائی کہ لوگوں کے مال تھوڑے حرام سے خالی نہیں ہوتے لہٰذا غالب کا اعتبار کیا جائے گا اھ، لیکن وہ قید جو میں نے ذکر کی کہ اس شخص کے نزدیک قائل کا جھوٹ ظاہر نہ ہو، پھر عالمگیری وغیرہ میں ایک آدمی کی خبر قبول کرنے کے بارے میں جو تفصیلاتِ احکام ہیں ان کی طرف مراجعت کرنے سے یہ بات معلوم کی جاسکتی ہے،لہٰذا اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس کو پہچان لیجئے،اور ہم عنقریب ان شاء اللہ تعالٰی اپنے رسالہ مذکورہ میں اس کی وضاحت کردیں گے۔(ت)

بالجملہ جسے اپنے دین و تقوٰی کا کامل پاس ہو وہ غلبہ حرام کی صورت میں احتراز ہی کرے جب تک خاص اس شیئ کی حلت کا پتہ نہ چلے ورنہ فتوٰی تو جواز ہی ہے تاوقتیکہ بالخصوص اس چیز کی حرمت پر دلیل کافی نہ ملے،اور یہ ساری تفصیل جو ابتداء سے اب تک ہم نے بیان کی کچھ رنڈیوں یا ڈومنیوں ہی کے ساتھ خاص

[1] فتاوٰی ہندیة کتاب الکراهیة الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۳۴۳

[2] فتاوٰی قاضیخان کتاب الحظر والاباحة مطبع نولکشور دہلی ۴ /۷۷۸

نہیں بلکہ یہ ہوں یاان کا غیر حامد ہو یا محمود، مسلمان ہوں یا ہنود، نصارٰی ہوں یا یہود، سب کو عام ہے، جو اس قدر سمجھ سکتا ہے کہ نوکریوں اور پیشوں میں کون کون جائز ہے اور کیا ناجائز، اور کس کس طریقہ کا مال حلال ہوتا ہے کس کس کا پھر ہمارے اس فتوٰی کو پیشِ نگاہ رکھے گا، وہ ہر جگہ حکم شرع نکال سکتا ہے کہ کس کے مال کا کیا حکم ہے اور اس سے معاملہ کہاں تک رواہے۔ باقی رہا یہ امر کہ بہت لوگ جن کا مال وجہ حرام سے ہے مثلاً ایک ان میں رنڈیاں ہیں، مساجد ومدارس وغیرہا امورِ خیر میں اپنا مال کیوں صرف کرتی ہیں۔ یہ اُن کا فعل ہے شرع پر کیا الزام، ہاں اُن میں جن کا مال حلال اور نیت صحیح ہے قابل قبول انہیں کا عمل ہے ورنہ اللہ جل جلالہ، پاک بے نیاز ہے۔

ان اللہ طیب لایقبل الا الطیب[1] اللھم کما ختمت فتوی ھذہ علی لفظٍ طیب من لفظ طیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاختم لی اعمالی واقوالی واحوالی جمیعاً بطیبت انك انت الطیب ولاطیب الا من طیب ھذا دعائی لی وللمؤمنین اطیب صلوۃ علی اطیب الاطیبین وعلٰی اٰلہ و اصحابلہ الطیبین الطاھرین وقد فصلنا القول بحمداللہ بحیث لایوجد من غیرنا ان شاء اللہ تعالٰی فاغتنم ھذا التحریر الفرید والتحقیق المفید، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم والحمدللہ علی ماالھم وعلم۔	یقینا اللہ تعالٰی پاک ہے وہ پاکیزہ چیز کے بغیر کسی چیز کو قبول نہیں کرتا۔ یااللہ! جس طرح میں نے اپنے اس فتوٰی کو لفظ "طیب" پر ختم کیا جو میں نے پاکیزہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا ہے۔ پس اسی طرح تو میرے لئے میرے اعمال، اقوال اور احوال پاکیزہ طور پر ختم کردے، بلاشبہہ تو پاک ہے اور کوئی پاک نہیں ہوسکتا مگر وہ جسے تو پاک کر دے، میری یہ دعا میرے لئے اور سب مومنوں کے لئے ہے، پاکیزہ تر درود ہو اس پر جو سب پاکیزہ لوگوں میں زیادہ پاکیزہ ہیں اور اُن کی آل اور ساتھیوں پر جو ظاہری اور باطنی طور پر طیب اور طاہر ہیں۔ الحمدللہ کہ ہم نے اس قول کو مفصّل بیان کیا کہ ہمارے بغیر ان شاء اللہ تعالٰی یہ تفصیل کہیں نہ پائے جائے گی، لہٰذا اس یکتا تحریر اور مفید تحقیق کو غنیمت سمجھئے، اور اللہ تعالٰی ہی سب سے زیادہ جانتاہے، اور اسی جلیل القدر بزرگی والے کا علم زیادہ تام اور زیادہ محکم ہے، سب تعریف اس اللہ تعالٰی کے لئے ہے کہ جس نے اس تحقیق کا مجھے الہام فرمایا اور علم دیا۔ (ت)

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲ /۳۲۸

مسئلہ ۲۰۲: ایک کافر اگر دوسرے کے پاس کوئی چیز رکھے تو اس کا کاغذ تحریر کرنا مسلمان کو رواہے یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

نفس تحریر رہن نامہ میں تو کوئی حرج نہیں خواہ وہ عقد اہلِ اسلام میں ہو یا کفّار میں **لعدم المدرك الشرعی بالنهی عنه** (اس لئے کہ شرعی طور پر ممانعت کی کوئی دلیل نہیں۔ت) مگر ہاں اگر اس کاغذ میں سُود لکھا جائے اور اسی کی صورتوں سے ہے دیہات کا دخلی رہن یا دکان یا مکان کا کرایہ مرتہن کو زرِاصل کے علاوہ ملنا تو بیشک ایسا کاغذ ہر گز نہ لکھے اگرچہ وہ عقد مسلمانوں میں ہو کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جس طرح سود کھانے والے پر لعنت فرمائی یونہیں اس کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں پر لعنت آئی، اور ارشاد فرمایا: وہ سب برابر ہیں۔

اخرج مسلم فی صحیح عن سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنهما قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اٰکل الربٰو و مؤکله وکاتبه وشاهدیه وقال هم سواء [1] انتهی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے تخریج فرمائی کہ انہوں نے فرمایا حضور علیہ الصلٰوۃ و السلام نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اس کے لکھنے والے، اس کی گواہی دینے والے، ان سب پر لعنت فرمائی، اور فرمایا یہ سب برابر ہیں **انتہی، واللہ تعالٰی اعلم** (ت)

مسئلہ ۲۰۳: از پیلی بھیت مرسلہ مولوی محمد وصی احمد صاحب سورتی مدرس اول مدرسہ عربیہ حافظ العلوم ۴ صفر ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہنود کے میلوں میں بقصد فروخت اسباب تجارت کے نہ بقصد موافقت کفار اور تکثیر جماعت اُن کی کے بلکہ صرف بلحاظ تحصیل نفقہ اہل وعیال جانا جائز ہے یا نہیں؟ بر تقدیر اول جواز مع کراہت ہے یا بلا کراہت، اور کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی، بر تقدیر عدم جواز یہ معصیت منجملہ کبائر ہے یا صغائر کے قبیل سے؟ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمایئے اجر پایئے۔ت)

الجواب:

اگر وہ میلہ اُن کا مذہبی ہے جس میں جمع ہو کر اعلان کفر وادائے رسومِ شرک کریں گے تو بقصدِ تجارت

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب الرباء قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۷

بھی جانا ناجائز و مکروہِ تحریمی ہے، اور ہر مکروہِ تحریمی صغیرہ، اور ہر صغیرہ اصرار سے کبیرہ۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ معابدِ کفّار میں جانا مسلمان کو جائز نہیں، اور اس کی علت یہی فرماتے ہیں کہ وہ مجمع شیاطین ہیں، یہ قطعًا یہاں بھی متحقق، بلکہ جب وہ مجمع بغرض عبادت غیر خدا ہے تو حقیقۃً معابدِ کفّار میں داخل کہ معبد بوجہ اُن افعال کے معبد ہیں، نہ بسبب سقف و دیوار،

وھذا ظاھر جدّا، فی الھندیۃ عن التاتار خانیۃ عن الیتیمۃ، یکرہ للمسلم الدخول فی البیعۃ والکیسۃ وانما یکرہ من حیث انہ مجمع الشیاطین [1]۔	یہ بلاشبہ ظاہر ہے، فتاوٰی عالمگیری میں تاتارخانیہ میں الیتیمہ کے حوالے سے منقول ہے کہ کسی مسلمان کے لئے یہودیوں اور عیسائیوں کے گرجوں میں جانا مکروہ ہے اور کراہیت کی وجہ یہ ہے کہ وہ شیاطین کی جائے اجتماع ہیں۔ (ت)

بحر الرائق میں اسے نقل کرکے فرمایا:

والظاھر انھا تحریمۃ لانھا المرادۃ عند اطلاقھم [2]۔	اور ظاہر یہ ہے کہ کراہت تحریمی ہے، اس لئے کہ ائمہ کرام کے علی الاطلاق فرمانے سے یہی مراد ہوا کرتی ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں اس پر ان لفظوں سے تفریع کی:

فاذا حرم الدخول فالصلٰوۃ اولٰی [3]۔	جب وہاں جانا حرام ہے تو وہاں نماز پڑھنا بطریق اولٰی حرام ہوگا۔ (ت)

اور اگر وہ مجمع مذہبی نہیں بلکہ صرف لہو ولعب کا میلا ہے تو محض بغرض تجارت جانا فی نفسہٖ ناجائز و ممنوع نہیں جبکہ کسی گناہ کی طرف مودی نہ ہو، علماء فرماتے ہیں مسلمان تاجر کو جائز کہ کنیز و غلام و آلاتِ حرب مثلِ اسپ و سلاح و آہن وغیرہ کے سوا اور مال کفّار کے ہاتھ بیچنے کے لئے دارالحرب میں لے جائے اگرچہ احتراز افضل، تو ہندوستان میں کہ عندالتحقیق دارالحرب نہیں، مجمع غیر مذہبی کفرہ میں تجارت کے لئے مال لے جانا بدرجہ اولٰی جواز رکھتا ہے۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۳۴۶

[2] بحرالرائق کتاب الدعوٰی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷ /۲۱۴

[3] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱ /۲۵۴

فی الهندیة عن المبسوط قال محمد رحمه الله تعالٰی لاباس بان یحمل المسلم الٰی اهل الحرب ماشاء الا الکراع والسلاح والسبی وان لایحمل الیهم شیئا، احب الی[1]۔	فتاوٰی عالمگیری میں بحوالہ مبسوط درج ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مسلمان دارالکفر میں سوائے گھوڑے، ہتھیار اور غلام کے جو چاہے لیجاسکتاہے اس میں کوئی حرج نہیں البتہ کوئی ایسی چیز لے کر دارِ کفر میں نہ جائے تو پسندیدہ امر ہے۔(ت)

اُسی میں ہے:

اذا اراد المسلم ان یدخل دار الحرب بامان للتجارۃ و معه فرسه و سلاحه وهو لایرید بیعه منهم لم یمنع ذٰلك منه[2]۔	جب کوئی مسلمان تجارت اور کاروبار کیلئے دارِ حرب میں داخل ہوناچاہے اور اس کے پاس گھوڑے اور ہتھیار ہوں اور وہ انہیں حربیوں پر فروخت کرنے کاارادہ نہ رکھتاہو تو مذکورہ اشیاء کے لے جانے سے اسے نہ روکاجائے گا۔(ت)

پھر بھی کراہت سے خالی نہیں کہ وہ ہر وقت معاذاللہ محلِ نزولِ لعنت ہیں تواُن سے دوری بہتر، یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں اُن کے محلّہ میں ہو کر گزر ہو تو شتابی کرتاہوانکل جائے وہاں آہستہ چلنا ناپسند رکھتے ہیں تورکنا ٹھہرنا بدرجہ اولٰی مکروہ۔

فی الطحطاویة عن ابی السعود عن الشرنبلالیة دارهم محل تنزل اللعنة فی کل وقت ولاشك انه یکره الکون فی جمع یکون کذٰلك بل وان یمر فی امکنتهم الا ان یهرول ویسرع وقدوردت بذٰلك اٰثار[3] الخ **قلت** والمراد هٰهنا کراهة التنزیه بدلیل مامر فی جواز	طحطاوی میں ابوالسعود کے حوالہ سے شرنبلالیہ سے نقل کیاگیا ہے، وہ ایسی جگہیں ہیں جہاں ہر وقت لعنت برستی رہتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جہاں ایسی مجلس اور اجتماع ہو وہاں ٹھہرنا مکروہ ہے بلکہ ان مقامات کے پاس سے گزرنا بھی مکروہ ہے الاّ یہ کہ دوڑتے ہوئے جلدی سے گزر جائے (اور وہاں سے نکل جائے)

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب السیر الباب السادس الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۳۳

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب السیر الباب السادس الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۳۳

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار

دخول دارھم للتجارۃ وبدلیل ماثبت حدیثا وفقھا من جواز الذھاب الی ضیافتھم کما فی الھندیۃ وغیرھا ونقلوہ عن محرر المذھب محمد رحمہ اللہ تعالٰی۔	آثار میں یہی وارد ہے الخ قلتّ (میں کہتاہوں کہ) یہاں مکروہ سے مکروہ تنزیہی مراد ہے اس دلیل سے جو پہلے گزرچکی ہے کہ ان کے گھروں یابستیوں میں بغرضِ تجارت جاناجائز ہے اور اس دلیل سے بھی کہ حدیث اور فقہ سے ثابت ہے کہ ان کی دعوتوں میں جاناجائز ہے جیسا کہ ہندیہ وغیرہ میں مندرج ہے اور اس کو ائمہ فقہ نے راقم المذہب حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے نقل کیاہے۔(ت)

پھر ہم صدر کلام میں ایما کرچکے کہ یہ جواز بھی اُسی صورت میں ہے کہ اسے وہاں جانے میں کسی معصیت کاارتکاب نہ کرناپڑے مثلاً جلسہ ناچ رنگ کا ہواور اسے اس سے دور وبیگانہ موضع میں جگہ نہ ہو تو یہ جانا مستلزمِ معصیت ہوگااور ہر ملزوم معصیت معصیت اور جانا محض بغرضِ تجارت ہونہ کہ تماشادیکھنے کی نیت کہ اس نیت سے مطلقاً ممنوع اگرچہ مجمع غیر مذہبی ہو۔

وذٰلك لان اعیادھم ومجامعھم لاتنفك عن القبائح الشنیعۃ والمنکرات القطعیۃ والتفرح علی الحرام حرام کما نص علیہ فی الدر المختار وغیرہ[1]، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	اس لئے کہ ان کی عیدیں اور مجلسیں بدترین قباحتوں اور رسوا کن منکرات پر مشتمل ہوتی ہیں اور حرام سے خوش ہونا بھی حرام ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ میں تصریح فرمائی گئی ہے۔ اللہ تعالٰی پاک برتر اور خوب جاننے والا ہے۔(ت)

مسئلہ ۲۰۴: از سہسرام محلّہ دائرہ ضلع آرہ مرسلہ حافظ عمر جلیل ۱۶شوال ۱۳۲۳ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ درزی اگر رنڈی کاکپڑا سئے تودرزی کو اس کپڑے کی مزدوری لیناچاہیے یانہیں؟ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمایئے اور اجر پایئے۔ت)

الجواب:

وہ روپیہ جورنڈی کوزنا یااُجرت یا میل کی رشوت میں ملاہے اس سے اُجرت لیناحلال نہیں ہاں اور قسم کاروپیہ ہو تو جائز جو شرعاً رنڈی کی مِلک ہو، اور اگراس کے پاس دونوں قسم کے مال ہیں توجب تک معلوم نہ ہو کہ یہ اُجرت جواُسے دے رہی ہے اسی مال غیر مملوک سے ہے لیناجائز ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار مقدمۃ الکتاب دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۳۱

مسئلہ ۲۰۵: از ویلور ضلع مدراس مرسلہ محلّی الدین بادشاہ ۲۲ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص انگریز کی نوکری علی الخصوص بجانے کی مثلاً کسی نقارخانہ پر مامور ہے یا انگریزی باجابجانا اس کے متعلق ہے، شخص مذکور خُوب جانتاہے کہ یہ فعل بُراہے لیکن چونکہ یہ نوکری آباؤاجداد کی کی ہوئی ہے، علاوہ ازیں اس نوکری پر انگریز نے مجبور کیاہے، طرفہ بریں دوسری نوکری نہیں مل سکتی، نہ اتنی استطاعت کہ تجارت کرسکے اور نہ اتنی وسعت کہ چھوڑ سکے، اور وہ باجا کسی دیوکے رُوبرو نہیں بجایاجاتا، لیکن چونکہ منجملہ لوازمِ سلطنت سے ہے لہٰذا نہیں چھوڑسکتا، آیا اس مجبوری کا بجانا جائز ہے یانہیں؟ برتقدیر اوّل مرتکب اس فعلِ شنیع کا کیاہوگا؟ بحوالہ کتبِ متداولہ بیان فرمائیں عنداللہ ماجور وعندالناس مشکور ہوں، فقط

الجواب:

ایسا باجابجانے کی نوکری ناجائز اور اس سے جو کچھ حاصل کیاجائے نہ صرف خبیث وناپاک بلکہ مثل مالِ مغصوب ہے یہاں تک کہ اس کامالک نہ ہوگا، نہ اسے کوئی تصرف اس میں حلال، عالمگیری میں ہے:

لاتجوز الاجارۃ علٰی شیئ من الغناء والنوح والمزامیر والطبل (الٰی قولہ) ولا اجرفی ذٰلك وھذا کلہ قول ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد رحمھم اللہ تعالٰی کذا فی غایۃ البیان[1]۔	گانے بجانے رونے پیٹنے، آلاتِ لہو اور طبل وغیرہ بجانے کی نوکری ناجائز نہیں (صاحب فتاوٰی کے اس قول تک) اور نہ ان کاموں کی کوئی اُجرت ہے۔ ہمارے تینوں ائمہ یعنی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، قاضی ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالٰی کا اس باب میں یہی قول ہے، اور اسی طرح غایۃ البیان میں مذکور ہے۔ت)

اُسی میں ہے:

نقلا عن المحیط عن المنتقی عن ابراھیم عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی فی امرأۃ نائحۃ اوصاحب طبل اومزمار اکتسب مالا قال ان کان علی شرط ردّہ علٰی	محیط سے منقول ہے اس نے المنتقٰی سے اس نے ابراہیم سے، اس نے امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے نقل کیاہے ایسی رونے پیٹنے والی عورت یا طبل بجانے والے یا آلاتِ لہو استعمال کرنے والے کے بارے میں فرمایاگیاکہ انہوں نے جومال کمایا

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الاجارۃ الباب السادس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۴۴۹

اصحابہ ان عرفھم یرید بقولہ علٰی شرط ان شرطوا لھا فی اولہ مالا بازاء النیاحۃ اوبازاء الغناء وھذا لانہ اا کان الاخذ علی الشرط کان المال بمقابلۃ المعصیۃ والسبیل فی المعاصی ردھا وذٰلك ھٰھنا برد الماخوذ ان تمکن من ردّہ بان عرف صاحبہ وبالتصدق منہ ان لم یعرفہ لیصل الیہ نفع مالہ ان کان لایصل الیہ عین مالہ [1] الخ۔	امام محمد کے فرمان کے مطابق وہ مال اگر صاحبِ مال سے علٰی شرط لیاگیا یعنی انہوں نے نوحہ گری یاگانے بجانے کے مال میں مال لینے کی شرط رکھی۔جب تو مال بطور شرط ہے تو گویا مال گناہ کی شرط پر لیاگیا اور گناہ کے ذریعے حاصل کردہ مال قابلِ واپسی ہوتاہے یعنی اس کو صاحبِ مال کی طرف لوٹا دیا جائے۔یہاں یہی صورت ہے اگر لیاہوا مال واپس کیا جاسکتا ہے تو واپس کردیا جائے۔اگر صاحب مال سے تعارف نہیں اور اس کا کوئی پتہ نہیں چل سکتا تو وہ مال خیرات کردیا جائے تاکہ اس مال کا فائدہ مالک تک پہنچ جائے اگرچہ عین مال بظاہر اس تک نہیں پہنچتا الخ(ت)

اور باجے کی ممانعت اسی صورت میں منحصر نہیں کہ دیو کے سامنے بجایا جائے تاکہ اس کے انتفا سے انتفائے معصیّت لازم آئے بلکہ یہ باجا اور دیو کے سامنے باجا جب کہ بجانے والا قصدِ عبادت دیو نہ کرے اصل حرمت میں برابر ہیں،اور معاصی میں باپ دادا کی تقلید ذریعہ نجات نہیں ہوسکتی،اور دوسرا طریقہ رزق کا نہ مل سکنا محض جھوٹ ہے رزق اللہ عزّوجل کے ذمہ ہے جس نے ہوائے نفس کی پیروی کرکے طریقہ حرام اختیار کیا اسے ویسے ہی پہنچتاہے اور جس نے حرام سے اجتناب اور حلال کی طلب کی اسے رزقِ حلال پہنچاتے ہیں،امام سفیان ثوری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک شخص کو نوکری حکّام سے منع فرمایا،کہا بال بچّوں کو کیا کروں،فرمایا ذرا سنیو یہ شخص کہتاہے کہ میں خدا کی نافرمانی کروں جب تو میرے اہل وعیال کو رزق پہنچائے گا اور اطاعت کروں تو بے روزی چھوڑ دے گا۔امام عبدالوہاب شعرانی طبقاتِ کبرٰی میں زیرِ ترجمہ امام ممدوح فرماتے ہیں:

نصح یوما انسانا راٰہ فی خدمۃ الولاۃ فقال فما اصنع بعیالی فقال الا تسمعون لھذا یقول انہ اذا عصی اللہ رزق عیالہ واذا اطاعہ ضیعھم [2]۔	امام سفیان ثوری نے ایک شخص کو نصیحت فرمائی جو والیوں کی خدمت میں رہتا تھا،اس نے کہا پھر میں بال بچّوں کا کیا کروں،آپ نے فرمایا کیا تم لوگ اس شخص کی بات نہیں سنتے جو یہ کہہ رہاہے کہ جب وہ

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس عشر فی الکسب نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۹

[2] لواقح الانوار فی طبقات الاخیار ترجمہ سفیان بن سعید الثوری ۹۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۷۲

	اللہ تعالٰی کی نافرمانی کرے تو اللہ تعالٰی اس کے بال بچّوں کو روزی دے گا اور اگر وہ اس کی اطاعت کرے تو وہ اس کے بال بچّوں کو ضائع کردے گا۔ (ت)

بلکہ اس بارے میں ایک حدیث بھی مروی کہ عمرو بن قرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی یارسول اللہ! میں بہت تنگ حال رہتا ہوں اس حیلہ کے سوا دوسری صورت سے مجھے رزق ملتا معلوم نہیں ہوتا مجھے ایسے گانے کی اجازت فرمادیجئے جس میں کوئی امر خلافِ حیا نہیں، فرمایا اصلًا کسی طرح اجازت نہیں اپنے اور اپنے بال بچوں کے لئے حلال روزی تلاش کرکہ یہ بھی راہِ خدا میں جہاد ہے اور جان لے کہ اللہ تعالٰی کی مدد نیک تاجروں کے ساتھ ہے۔

اخرج عبدالرزاق فی مصنفه عن یحیٰی بن العلاء عن بشیر بن نمیر عن مکحول ثنا یزید بن عبد ربه عن صفوان بن امیة رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال کنا عند رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فجاء ہ عمر وبن قرة فقال یارسول اللّٰه ان اللّٰه قد کتب علیّ الشقوة وما ارا فی ارزق الا من دفی بکفی فاذن لی بالغناء من غیرفاحشة فقال لا اذن لك ولا کرامة و لانعمة ابتغ علٰی نفسلك وعیالك حلالا فان ذٰلك جهاد فی سبیل اللّٰه واعلم ان عون اللّٰه تعالٰی مع صالحی التجار هکذا اخرجه فی معرفة الصحابة من طریق الحسن بن الربیع عن عبدالرزاق ذکرہ الحافظ فی الاصابة[1]۔	محدّث عبدالرزاق نے اپنے مصنّف میں تخریج فرمائی یحیٰی بن علاکے حوالے سے اس نے بشر بن نمیر اس نے مکحول سے اس نے فرمایا ہم سے فرمایا یزید بن عبدربہ نے اس نے صفوان بن امیہ کے حوالے سے (اللہ تعالٰی ان سے راضی ہو) اس نے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر تھے کہ عمرو بن قُرہ آئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! بیشک اللہ تعالٰی نے مجھ پر تنگ دستی لکھ دی اور میں نہیں سمجھتا کہ مجھے رزق دیا جائے گا مگر میرے دف بجانے سے جو میری ہتھیلی میں ہے لہذا مجھے ایسے گانے کی اجازت دیں جو فحش نہ ہو۔ آپ نے فرمایا تمہیں قطعًا اجازت نہیں اس عمل میں کوئی شرافت اور فائدہ نہیں لہذا اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے حلال روزی تلاش کرو کیونکہ حلال روزی کی تلاش بھی اللہ تعالٰی کی راہ میں (ایک گونہ) جہاد ہے، اور جان لو کہ

[1] الاصابة فی تمییز الصحابة ترجمہ ۵۹۴۲ عمرو بن قرة دار صادر بیروت ۳/ ۱۱

	اللہ تعالٰی کی مدد نیک تاجروں کے ساتھ ہے۔یونہی اس کی تخریج فرمائی معرفۃ الصحابۃ میں حسن بن ابی الربیع کے طریقہ سے بحوالہ عبدالرزاق۔ حافظ نے اس کو الاصابہ میں ذکر کیا ہے۔(ت)

حدیث حسن میں ہے حضور پر نور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ وعلٰی آلہ فرماتے ہیں:

طلب الحلال واجب علٰی کل مسلم .اخرجه الطبرانی فی الاوسط[1] عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنه۔	رزقِ حلال کی طلب ہر مسلمان پر واجب ہے۔(امام طبرانی نے اس کو الاوسط میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند سے روایت کیا ہے۔ت)

یونہی جبراانگریزی کاعذر بھی اظہار غلط ہے انگریز کسی کی نوکری پر اکراہ نہیں کرتے، غرض یہ جھوٹے حیلے حوالے اللہ عزوجل کے حضور کام نہ دیں گے، ملک جبّار قہار سے ڈرے اور حرام سے تائب ہو کر ذریعہ حلال سے حاصل کرے، رزق الٰہی کے ہزاروں دروازے کھلے ہیں آخر باجا بجانا بھی سیکھنے ہی سے آیا ماں کے پیٹ سے لے کر تو نکلا ہی نہ تھا، اور کچھ نہ ہو تو بیس قسم کی مزدوریاں کرسکتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: خدا کی قسم آدمی رسّی لے کر پہاڑ کو جائے لکڑیاں چُنے اُن کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے اُسے بیچ کر کھائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کرے اور منہ میں خاک بھر لینا حرام نوالہ سے بہتر ہے۔

الامام احمد بسند جیّد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم والّذی نفسی بیده لأن یاخذ احدکم حبله فیذھب به الی الجبل فیحتطب ثمّ یاتی به فیحمله علٰی ظھره فیبیعه فیاکل خیر له من ان یسأل الناس و لأن یاخذ ترابا فیجعله فی فیه خیر له من ان یجعل فی	امام احمد نے اپنی مسند میں عمدہ سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی شخص اپنی رسّی لے کر پہاڑ کی طرف جائے پھر لکڑیاں اکٹھی کرے اور ان کا گٹھا بنا کر اپنی پیٹھ پر

[1] المعجم الاوسط حدیث ۸۶۰۵ مکتبۃ المعارف ریاض ۹/ ۲۷۸

فیہ ماحرم اللہ علیہ [1]۔	لاد کر بازار میں لے جائے اور انہیں فروخت کرکے قیمت وصول کردہ سے اپنے کھانے پینے کا بندوبست کرے تو یہ اس کے لئے بھیک مانگنے سے بدرجہا بہتر ہے، اور یہ کہ مٹّی لے کر اپنا منہ بھرلے تو اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالٰی نے حرام کیا ہے اسے اپنے منہ میں ڈالے۔(ت)

احادیث اس باب میں بکثرت ہیں، اللہ عزّوجل مسلمانوں کو نیک توفیق وہدایت بخشے، آمین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۶: ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۱۳ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص نے اپنی معاش علانیہ قماربازی اور زناکاری کے ذریعہ سے کر رکھی ہے اور کوئی ذریعہ اس کے یہاں آمدنی کا مطلق نہیں ہے اس کے مال میں سے نذرونیاز کے کھانے کا کھانا جس کو اس کی آمدنی کا حال معلوم، کیسا ہے؟ فاتحہ دینے والے کو اس کے مال کی کیفیت معلوم ہے اس کے واسطے کیا حکم ہے؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

اگر جو چیز اس نے حرام کاری یا قماربازی سے حاصل کی بعینہٖ اسی شے پر نیاز دلائی مثلاً جوئے میں چاول جیتے تھے انہیں کا پلاؤ پکایا، زانیہ کو اس کے آشنا نے گوشت بھیجا اسی پر فاتحہ دلائی جب تو وہ نیاز وفاتحہ یقینی مردود اور اس کھانا قطعی حرام، اور فاتحہ دینے والے کو اگر معلوم تھا کہ بعینہٖ یہ وہی شَے ہے تو وہ بھی سخت عظیم شدید گناہ میں گرفتار، یہاں تک کہ فاتحہ دینے دلانے والے دونوں پر معاذاللہ خوفِ کفر ہے دونوں پر لازم کہ کلمہ اسلام نئے سرے سے پڑھیں اور نکاح کی تجدید کریں۔

فی الھندیۃ عن المحیط ولو تصدق علٰی فقیر بشیئ من مال الحرام ویرجوا الثواب یکفر	فتاوٰی عالمگیری میں محیط کے حوالے سے مذکور ہے اگر کسی محتاج پر حرام مال میں سے کچھ خیرات کی جائے

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲ /۲۵۷

ولو علم الفقیر بذلك فدعاله وامن المعطی فقد کفرا [1]۔	اور ثواب کی امید رکھے تو کافر ہوجائے گا۔ اگر فقیر ومحتاج کو یہ بات معلوم ہو کہ وہ مالِ حرام دے رہاہے اور اس کے باوجود وہ اسے دعادے اور وہ آمین کہے تو دونوں کافر ہوجائیں گے۔ (ت)

اور اگر وہ چیز بعینہٖ بذریعہ حرام حاصل نہ ہوئی تھی بلکہ ثمن حرام سے خریدی تو دو صورتیں ہیں، اگر حرام روپیہ دکھا کر کہا اس کے بدلے یہ شے دے دے، بائع نے دے دی، اس نے وہی زرِ حرام ثمن دے دیا تو اس صورت میں بھی جو کچھ خریدا مال حرام وخبیث ہی ہے اس پر نہ نیاز ہوسکے نہ فاتحہ، اس وقت میں اس پر فاتحہ دینا دلانا بُرا تو ہے مگر اندیشہ کفر سے دوری ہے

لاختلاف العلماء فمنھم من قال یحل الابدال مطلقا کما فی الدرر وغیرہ من الاسفار الغر۔	علماء کا اس سلسلے میں اختلاف ہے، ان میں سے بعض فرماتے ہین کہ "بدل" مطلقًا حلال ہے جیسا کہ الدرر وغیرہ بڑیف واضح کتب میں مذکور ہے۔ (ت)

اور اگر یہ صورت بھی نہ تھی بلکہ بغیر زرحرام دکھائے یونہی کہا کہ یہ شئے مثلًا ایک روپیہ کی دے دے اس نے دے دی اس نے حرام روپیہ ثمن میں دے دیا یا دکھایا تو زرحرام کہ اس کے عوض دے دے جب اس نے دی اس نے وہ روپیہ رکھ لیا اور کوئی حلال ذریعہ کا روپیہ ثمن میں دیا تو اب جو کچھ خریدا مذہب مفتٰی بہ پر حرام نہیں اس پر نیاز وفاتحہ جائز ہے اور اس کا کھانا بھی حرام نہیں۔

فی التنویر تصدق لوتصرف بالشراء بدراھم الودیعۃ والغصب ونقدھا وان اشار الیھا ونقد غیرھا او اطلق ونقدھا لاوبہ یفتی [2] اھ ملخصًا۔	تنویر میں ہے صدقہ کردے، اگر امانت یا غصب شدہ دراہم میں خریداری کے وقت تصرف کیا کہ دراہم کی طرف اشارہ کرتے وقت وہی نقدی دکھائی مگر دیتے وقت ان کی بجائے حلال دراہم دیے یا اطلاق کیا (یعنی حرام درہم دکھائے بغیر کہہ دی اکہ یہ چیز ایک درہم وغیرہ میں دے دے، اس نے دے دی) پھر اس کے

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲ /۲۷۲

[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الغصب مطبع مجتبائی دہلی ۲ /۲۰۶، ۲۰۵

	عوض وہی حرام نقدی دے ڈالی تو ان دونوں صورتوں میں حرمت نہیں اور اسی قول پر فتوی دیا جاتا ہے تلخیص پوری ہو گئی۔(ت)

پھر بھی اس سے احتراز بہتر،

لمحل خلاف العلماء فقد قال فی الدر المختار انه لایحل مطلقا کذا فی الملتقی [1] وللمتوقی عن التھم والزجر علی المرتکب واللہ تعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔	کیونکہ یہ صورت علماء کے اختلاف کا محل ہے، چنانچہ درمختار میں فرمایا گیا کہ پسندیدہ قول یہ ہے کہ مطلقاً حلال نہیں یونہی "الملتقٰی" میں ہے، اور اس لئے یہ بات ہے تاکہ آدمی تہمت اور ارتکابِ جرم کی سرزنش سے بچ جائے۔ اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ علم والا ہے اور اس کا علم جس کی عزت و عظمت بڑی ہے سب سے زیادہ اور نہایت درجہ پختہ ہے۔(ت)

مسئلہ ۲۰۷: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ:

(۱) ڈاک کی نوکری جائز ہے یانہیں؟

(۲) انگریزی پڑھنا جائز ہے یانہیں؟

الجواب:

(۱) ڈپٹی پوسٹ ماسٹری تک جائز ہے، **واللہ تعالٰی اعلم**

(۲) ذی علم مسلمان اگر بہ نیت رَدِّ نصارٰی انگریزی پڑھے اجر پائے گا اور دنیا کے لئے صرف زبان سیکھنے یاحساب اقلیدس جغرافیہ جائز علم پڑھنے میں حرج نہیں بشرطیکہ ہمہ تن اُس میں مصروف ہو کر اپنے دین وعلم سے غافل نہ ہوجائے ورنہ جو چیز اپنا دین وعلم بقدر فرض سیکھنے میں مانع آئے حرام ہے اس طرح وہ کتابیں جن میں نصارٰی کے عقائد باطلہ مثل انکار وجود آسمان وغیرہ درج ہیں ان کا پڑھنا بھی روا نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۰۹: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بحالتِ صحت نفس وثباتِ عقل اپنے

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الغصب مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۰۶

ایک وارث کے ہاتھ ایک مکان بیع کیا اور کچھ زرِ نقد بطور ہبہ اس کو دیا کہ اس نے اس سے ایک حقیت خریدی، بعد ایک عرصہ کے مورث فوت ہوا، اب اُس کے اور وارثوں کا بھی اس مکان یا زرِ نقد میں کچھ حق ہے یا نہیں اور وہ بیع وہبہ جائز ٹھہر سکتے ہیں یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب:

صورتِ مسئول میں جبکہ وہ بیع وہبہ بحالت ثبات عقل وعدم مرض موت تھی توان کے جواز ونفاذ وصحت تمام میں کوئی شبہہ نہیں اب ہر گز ہر گز کسی وارث کااس مکان یا زرِ نقد میں کوئی حق نہیں، درمختار میں ہے:

لووهب فی صحته کل المال للولد جاز واثم [1]۔	اگر کوئی شخص اپنی صحت و تندرستی میں اپنا سارا مال اپنے بیٹے کو ہبہ کردے تو جائز ہے مگر وہ گناہگار ہوگا۔(ت)

اور سائل کہ ان بیع وہبہ کے جواز وعدم جواز سے پوچھتا ہے اگر اس کا مقصود صحت وعدم صحت عقد ہے جب تو معلوم ہوگیا کہ قطعًا دونوں عقد صحیح ہیں، اور اگر حلت وحرمت سے سوال کرتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بحالتِ صحت وارث کے ہاتھ قیمت مناسب کو بیع کرنے میں تو ہر گز کوئی کراہت نہیں ہاں تنہا ایک وارث کو کوئی چیز بخش دینا کہ اوروں کے ساتھ اس قسم کی رعایت نہ کرے مکروہ ہے حدیث میں اس کو ظلم فرمایا،

حیث قال صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم لاتشهدنی علی جور [2]۔	چنانچہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ظلم و زیادتی پر گواہ نہ بناؤ۔(ت)

لیکن اس کراہت وممانعت سے اُس بیع یا ہبہ میں کوئی حرج نہیں آتا **کالبیع عند اذان الجمعة** (جیسے اذانِ جمعہ کے وقت خرید و فروخت کرنا۔ت) اور یہ کراہت بھی اس وقت ہے جب سب اولاد برابر ہوں اور بجہت دین آپس میں تفاوت نہ رکھتے ہوں ورنہ اگر مثلًا ایک بیٹا یا بیٹی علم یا تقوٰی میں اوروں سے زائد یا یہ موہوب لہ تحصیل علم میں مشغول ہے کہ کسب مال کی فرصت نہیں رکھتا تو ایسے شخص کو سب سے زیادہ دینا کوئی حرج نہیں۔ فتاوٰی قاضی خاں

---

[1] درمختار کتاب الہبة مطبع مجتبائی دہلی ۲ /۱۶۰

[2] صحیح مسلم کتاب الہبات باب کراھة الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۳۷

میں ہے:

روی عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ لاباس بہ اذاکان التفضیل لزیادۃ فضل فی الدین فان کانا سواء یکرہ[1]۔	حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے (کہ اولاد میں سے کسی ایک کو ہبہ کرنے میں) کچھ حرج نہیں جبکہ اس دوسری اولاد میں ترجیح وتفضیل دینا دینی فضل وشرف کی وجہ سے ہو لیکن اگر سب برابر ہوں تو پھر ترجیح مکروہ ہے۔(ت)

عالمگیری میں ہے:

لوکان الولد مشتغلا بالعلم لابالکسب فلاباس بان یفضلہ علٰی غیرہ کذا فی الملتقط[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اگر بیٹا حصول علم میں مشغول ہو نہ کہ دنیوی کمائی میں تو ایسے بیٹے کو دوسری اولاد پر ترجیح وتفضیل دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ملتقط میں اسی طرح مذکور ہے۔واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۰: از ملک بنگالہ شہر نصیرآباد قصبہ لاماپڑا مرسلہ محمد علیم الدین صاحب ۵ جمادی الاولٰی ۱۳۱۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ باپ نے سُود وغیرہ حرام مال چھوڑ کر انتقال کیا اب وہ مال لڑکے کے واسطے حلال ہوگا یانہیں، لڑکا حرام خوری میں ناراض تھا۔

الجواب:

جس جس شخص کی نسبت معلوم ہو کہ فلاں سے اتنامال سود یارشوت یاغصب یاچوری میں اس کے باپ نے لیاتھااس پر فرض ہے کہ ترکہ سے اُتنااُتنا مال اُن لوگوں یااُن کے وارثوں کو واپس دے اگرچہ وہ مال بعینہٖ جدانہ معلوم ہو جوان ناجائز طریقوں سے لیا، اور جس مال کی نسبت بعینہٖ معلوم ہو کہ یہ خاص وہی مال حرام ہے توفرض ہے کہ اُسے مال غیر وغصب سمجھے اگرچہ وہ لوگ معلوم نہ ہوں جن سے لیاتھا پھر بحالتِ علم اُن مستحقوں یا ان کے وارثوں کو دے ورنہ ان کی نیت سے فقراء پر تصدق کرے، اور اگر اجمالاً صرف اتنا معلوم ہو کہ ترکہ میں مال حرام بھی ملاہے مگر نہ مال متمیز نہ مستحق معلوم

[1] فتاوٰی قاضیخاں کتاب الہبۃ فصل فی ہبۃ الوالد نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۰۵

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الہبۃ الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۹۱

تو دیانۃً افضل احتراز اور حکم جواز۔

فی ردالمحتار، اذا علم ان کسب مورثه حرام یحل له لکن اذا علم المالك بعینه فلاشك فی حرمته و وجوب ردّه علیه وکذا لایحل اذا علم عین الغصب مثلا وان لم یعلم مالكه والحاصل انه ان علم ارباب الاموال وجب رده علیهم والا فان علم عین الحرام لایحل له ویتصدق به بنیة صاحبه و ان کان مالا مختلطا مجتمعا من الحرام ولایعلم اربابه ولاشیئا منه بعینه حل له حکما والاحسن دیانة التنزه عنه[1] اھ ملخصا، قلت وھذا اعنی الحکم باولویة التنزه دیانة ھوالمطابق لما فی عامة المعتمدات کالخانیة والتبیین والھندیة وغیرھا وھھنا ابحاث نفیسة ذکرناھا فیما علقنا علی ردالمحتار، واللہ تعالٰی اعلم۔	ردالمحتار میں ہے جب اسے معلوم ہو کہ مُورِث کی کمائی حرام ہے تو عدمِ تعیّن کی وجہ سے اس کے لئے حلال ہے لیکن جب مالک معین معلوم ہو تو پھر مال کی حرمت میں کوئی شک نہیں لہٰذا مال اس کے مالک کو واپس کردینا ضروری ہے۔ اسی طرح جب عین غصب یعنی بعینہٖ کوئی شے مغصوب ہو تو اس کا استعمال حلال نہیں اگرچہ مال کا مالک معلوم نہ ہو۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر مالکانِ مال معلوم ہوں تو انہیں مال واپس کرنا ضروری ہے لیکن اگر اربابِ مال کو نہیں جانتا اور معیّن شے کے حرام ہونے کا علم رکھتا ہے تو اس صورت میں بھی وہ معین حرام مال اس کے لئے جائز نہیں لہٰذا اس کے مالک کی طرف سے صدقہ کردے، اور اگر مال مخلوط حرام طریقے سے جمع کیا گیا اور یہ اس کے مالکوں کو نہیں جانتا اور نہ کسی معین شے کے حرام ہونے کا علم رکھتا ہے تو ایسی صورت میں یہ، مال قضاکے طور پر اس کے لئے حلال ہے لیکن دیانت و تقوی کے لحاظ سے زیادہ بہتری پرہیز میں ہے اھ ملخصا، میں کہتا ہوں کہ لفظ ھذا سے میری مراد یہ ہے کہ بطور دیانت اس مال سے بچنے کا حکم دینا عام معتبر کتابوں کے مطابق ہے جیسے خانیہ، تبیین اور ہندیہ وغیرہ۔ یہاں چند قیمتی ابحاث ہیں۔ چنانچہ فتاوٰی شامی پر جو ہماری تعلیقات ہیں ہم نے وہاں انہیں بیان کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب البیوع الفاسد داراحیاء التراث العربی بیروت ۴ /۱۳۰

مسئلہ ۲۱۱: از ملک بنگالہ ضلع ڈاک خانہ نمازی پور کوچیاموڑامر سلہ عبدالرحمٰن صاحب

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے آپ کا کیاارشاد مبارک ہے) اس مسئلہ میں کہ در بعض دیار بنگال رمضان المبارک میں میانجی ومنشیوں کو دعوت کرکے مجتمع کرتے ہیں اور مردگان پر ایصالِ ثواب کے واسطے ختم قرآن وختمِ تہلیل وغیرہ پڑھاکے اور زیارتِ قبور کراکے اُجرت دیتے ہیں یعنی اگرچہ پیسہ وغیرہ کا کچھ تعین نہیں کرتے ہیں مگر ہمیشہ دیناواجب جانتے ہیں اور منشی اور میانجی بھی پیسے کے لالچ سے جاتے ہیں، قرینہ اس کا یہ ہے کہ اگر کوئی مکان میں پیسہ نہ دیا تو بارِ دیگر اُس مکان میں نہیں جاتے ہیں، اس قسم کا پیسہ دینااور لینا شرعًا جائز ہے یانہیں؟ اور مُردوں پر ایصال ثواب ہوگا یانہیں؟ **بیّنواتوجروا** (بیان فرمایئے اجر پایئے۔ت)

الجواب:

جبکہ اُن میں معہود ومعروف یہی لینا دینا ہے تو یہ اُجرت پر پڑھنا پڑھوانا ہوا **فان المعروف عرفا کالمشروط لفظا** (کیونکہ عُرف ورواج میں جو کچھ مشہور ہے وہ اس طرح ہے کہ جس طرح الفاظ سے شرط طے کی جائے۔ت) اور تلاوتِ قرآن اور ذکرِ الٰہی پر اُجرت لینادینا دونوں حرام ہے، لینے والے دینے والے دونوں گنہگار ہوتے ہیں **کما حققہ فی ردالمحتار وشفاء العلیل وغیرھا** (جیسا کہ فتاوٰی شامی، شفاء العلیل اور دیگر کتب میں اس کی تحقیق فرمائی گئی۔ت) اور جب یہ فعل حرام کے مرتکب ہیں تو ثواب کس چیز کا اموات کو بھیجیں گے، گناہ پر ثواب کی امید اور زیادہ سخت واشد ہے **کما فی الھندیۃ والبزازیۃ وغیرھما وقد شدد العلماء فی ھذا ابلغ تشدید** (جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری اور بزازیہ وغیرہ میں مذکور ہے، علماء کرام نے اس مسئلہ میں بہت شدّت برتی ہے۔ت) ہاں اگر لوگ چاہیں کہ ایصال ثواب بھی ہو تو اس کی صورت یہ ہے کہ پڑھنے والوں کو گھنٹے دو گھنٹے کے لئے نوکر رکھ لیں اور تنخواہ اتنی دیر کی ہر شخص کی معین کردیں مثلاً پڑھوانے والا کہے میں نے تجھے آج فلاں وقت سے فلاں وقت تک کے لئے اس قدر اجرت پر نوکر رکھا جو کام چاہوں گا لُوں گا وہ کہے میں قبول کیا، اب اتنی دیر کے واسطے اس کا اجیر ہوگیا جو کام چاہے لے سکتا ہے اس کے بعد اس سے کہے فلاں میّت کے لئے اتنا قرآن عظیم یا اس قدر کلمہ طیبہ یا درود شریف پڑھ دو، یہ صورت جواز کی ہے۔ اللہ تعالٰی مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائے۔ **واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم** (اللہ تعالٰی پاک برتر اور سب سے بڑا عالم ہے اور اس کا علم کامل اور پختہ ہے۔ت)

مسئلہ ۲۱۲: ۱۱ جمادی الاولٰی ۱۳۱۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں بھٹیارن کا دستور ہے جب ان میں کوئی عورت بدکاری کرتی ہے خاوند اسے طلاق دے کر چودھری کے سپرد کردیتاہے پھر جو شخص اس سے نکاح کرنا چاہتاہے سرا کے بھٹیارے اس شخص سے جب تک بیس روپے نہ لے لیں نکاح نہیں کرنے دیتے۔اس عورت کو سرا کی گٹھڑی کہتے ہیں اب گٹھری ہے ہمیں بیس روپے دے دو تو نکاح کرنے دیں گے پھر وہ روپیہ کبھی آپس میں بانٹ لیتے ہیں کبھی اس کا کھانا پکاکر کھالیتے ہیں،اس دفعہ بھی ایک شخص کے ایسے ہی بیس روپے جمع ہیں بھٹیارے چاہتے ہیں ہم انہیں مسجد میں لگادیں،یہ جائز ہے یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

یہ روپے جو باندھے گئے ہیں محض رشوت وحرام ہیں،نہ ان کا کھانا جائز،نہ بانٹ لینا جائز،نہ مسجد میں لگانا جائز،بلکہ لازم ہے کہ جس شخص سے لئے ہیں اسے واپس دیں،وہ اگر بخوشی اجازت دے دیں کہ میری طرف سے مسجد میں صَرف کردو تو جائز ہوگا۔

فی البزازیۃ الاخ ابی ان یزوج الاخت الا ان یدفع الیه کذا فدفع،له ان یأخذ منه قائما اوھالکالانه رشوۃ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	فتاوٰی بزازیہ میں ہے کہ اگر کسی بھائی نے اپنی بہن کی شادی کسی چیز کے حصول کے لئے مشروط کردی اور پھر وہ چیز اس کے حوالے کردی گئی تو اس باقی رہنے والی یا ختم ہوجانے والی چیز کا لینا مالک کو واپس لینا جائز ہے کیونکہ وہ رشوت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۳: ۷ رجب ۱۳۱۷ھ عاصی محمد یعقوب

مخدومنا ومکرمنا جناب مولوی صاحب قبلہ دامت برکاتہم،آداب! جلسہ سالانہ آریہ سماج کے واسطے کرسیاں کرایہ پر آریہ مانگتے ہیں شرعًا ایسے جلسے کے واسطے کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں؟احقر نے ابھی اقرار نہیں کیا آنجناب کا جواب آنے پر ان کو جواب دوں گا۔

الجواب:

مکرم سلّمکم اللہ تعالٰی! آپ اپنے کرائے سے غرض رکھیں،کرسی پر بیٹھنا حرام نہیں،اس کا

[1] فتاوٰی بزازیہ علی ھامش الفتاوی الهندیۃ کتاب النکاح الفصل الثانی عشر المهر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۳۶

کرایہ حرام نہیں، اقوال نامشروع جو بیٹھنے والے کفّار بکیں گے کرسی پر موقوف نہیں کرسی ان میں معین و موید نہیں کوئی وجہ حرج نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۱۴: از بسولی ضلع بدایوں مرسلہ خلیل احمد صاحب ۹ شوال ۱۳۱۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پیشہ وران ذیل کی بابت شرع کیاحکم دیتی ہے۔

(۱) قاطع الشجر **(۲)** ذابح البقر **(۳)** دائم الخمر **(۴)** بائع البشر

الجواب:

حُرآدمی کی بیع اور شراب پینا دونوں حرام قطعی ہیں خصوصًا شرب خمر کی مداومت کہ وہ تو گناہ کبیرہ پر اصرار ہوا جو سخت ترکبیرہ عظیمہ ہوگیا اور ذبح بقر و قطع شجر کے پیشے میں مضائقہ نہیں، یہ جو عوام میں بنام حدیث مشہور ہے کہ "**ذابح البقر وقاطع الشجر**" جنت میں نہ جائے گا" محض غلط ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۱۵: از بیجاپور گجرات ضلع بڑودہ شالی کڑی پرانت مرسلہ حافظ محمد بن سلیمان میاں محلّہ بہورواٹر ۱۵ شعبان ۱۳۱۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نام ایک طوائف کو خالد ایک امیر نے سَو روپے ماہواری پر نوکر رکھا تاکہ اس سے وطی کرے اور ہر وقت ہم صحبت رہے یکایک ہندہ کو ہدایت ربانی نصیب ہوئی اور اس کام سے تائب ہوئی لیکن اس امیر نے وہی پگار اس کے نام پر برقرار رکھا اور اس کے لڑکے زید نے بعد وفات خالد کے وہی پگار جاری رکھا، وہ ہندہ اس پگار سے کارِ خیر اور مساکین اور یتیم اور رانڈوں کو پرورش کرتی ہے اور خیرات جاری ہے اس سبب سے وہ پگار سے خیرات لینا اور کھانا وغیرہ حلال ہے یانہیں؟ اور ثواب ہوتا ہے یانہیں؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

جب تک وہ وظیفہ ہندہ کو بمعاوضہ زنا ملتا تھا ضرور حرام قطعی تھا، نہ اس سے خیرات ہوسکتی تھی، مگر جب ہندہ تائبہ ہوگئی اور اس کے بعد بھی امیر نے وظیفہ جاری رکھا اب اس کے بیٹے کی طرف سے جاری ہے تو صاف ظاہر ہے کہ یہ کسی گناہ کے معاوضہ میں نہیں یہ ضرور مال حلال ہے، صحیح بخاری و صحیح مسلم میں قصہ اصحاب الرقیم میں جس کا اشارہ قرآن عظیم میں بھی موجود، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تین مسافر رات کو ایک غار میں ٹھہرے پہاڑ سے

ایک چٹان گر کر غار کے منہ پر ڈھک گئی یہ بند ہوگئی، آپس میں بولے خدا کی قسم یہاں سے نجات نہ پاؤگے "الاّ ان تدعوا الله بصالح اعمالکم" مگر یہ کہ نیک اعمال کو وسیلہ کرکے حضرت عزوجل سے دعا کرو، ہر ایک نے اپنا اپنا ایک اعلیٰ درجے کا نیک عمل بیان کیا اور اس کے توسّل سے دعا کی، چٹان تھوڑی تھوڑی کھلتی گئی، تیسرے کی دعا پر بالکل ہٹ گئی اور انہوں نے نجات پائی۔ ان میں ایک دعا یہ تھی کہ میرے چچا کی بیٹی مجھے سب سے زیادہ پیاری تھی میں نے اس سے بدکاری چاہی وہ باز رہی یہاں تک کہ ایک سال قحط میں مبتلا ہو کر میرے پاس آئی "فاعطیتھا عشرین ومائۃ دینار علی ان تخلی بینی وبین نفسھا ففعلت" میں نے اسے ایک سو بیس اشرفیاں اس شرط پر دیں کہ مجھے اپنے اوپر قدرت دے اس نے قبول کیا جب میں نے اس پر دسترس پائی اور قریب ہوا کہ زنا واقع ہو وہ روئی اور کہا میں نے یہ کام کبھی نہ کیا احتیاج نے مجھے مجبور کردیا اللہ سے ڈر اور ناحق طور پر مہر کو نہ توڑ، میں اس سے ڈرا اور اس فعل سے باز رہا اور وہ اشرفیاں بھی اسی کو چھوڑ دیں "اللّٰھم ان کنت فعلت ذٰلك ابتغاء وجھك ففرّج عنّا مانحن فیه" الٰہی! اگر میں نے یہ کام تیری رضا چاہنے کے لئے کیا ہو تو ہمیں اس بلا سے نجات دے، اس پر چٹان سرکی[1]۔ اس حدیث جلیل عظیم سے ظاہر ہے کہ وہ اشرفیاں اس عورت کے لئے مال حلال ہوگئیں ورنہ اس کا اسے رکھنا حرام ہوتا اور جب اسے رکھنا حرام ہوتا اسے چھوڑ دینا اور واپس نہ کرنا حرام ہوتا کہ جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔

ماحرم اخذہ حرم اعطاؤہ[2] والمانع منھما من جھة الشرع لالمجرد حق الغیر فکان یجب علیھما رفعه اعدامًا للمعصیة۔	جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے، ان دونوں کا مانع شریعت کی طرف سے ہے نہ کہ محض حقِ غیر، لہٰذا ان دونوں پر گناہ کو زائل اور ختم کرنے کے لئے اس کا دفع واجب تھا (یعنی عورت لینے والی رقم کو اپنے پاس نہ رکھتی اور دینے والا مرد اسے واپس لیتا) جب یہ دونوں کام نہ ہوئے تو معلوم ہوا کہ وہ رقم حلال ہے۔ (ت)

حالانکہ وہ اشرفیاں خاص وہی تھیں جو بشرط زنا دی گئی تھیں توبہ نے انہیں بھی حلال کردیا

[1] صحیح البخاری کتاب الاجارہ باب من استاجر اجیرًا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۰۳، صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب قصة اصحاب الغار قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۵۳

[2] ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب العشر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۶

توبعد توبہ جو وظیفہ جدید دیا گیا اس میں حرمت کیونکر آسکتی ہے **وھذا کلہ ظاھر جدا** (بلاشبہہ یہ سب کچھ خوب ظاہر ہے۔ت) **واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۱۶ و ۲۱۷: از بنگالہ ضلع سلہٹ موضع قاسم نگر مرسلہ مولوی اکرم یکم ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) اگر کسی سود خوار نے سودی روپیہ سے مسجد بنائی یا حج کیا یا حج کروایا یا تالاب کھدوایا یا خیرات کی تو وہ شخص مستحقِ ثواب ہوگا یا نہیں؟

(۲) اُس مسجد میں نماز پڑھنا یا حج کرنے والے کو اس سودی روپیہ کا حج کے خرچ میں لانا یا اس تالاب میں وضو و غسل کرنا یا پانی پینا یا اس مال خیرات کو مستحقین خیرات کا لے لینا جائز ہے یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

(۱) سود کے روپیہ سے جو کارِ نیک کیا جائے اس میں استحقاقِ ثواب نہیں،

حدیث شریف میں ہے: جو مالِ حرام لے کر حج کو جاتا ہے جب لبیک کہتا ہے ہاتف غیب سے جواب دیتا ہے:

لالبیك ولاسعدیك وحجك مردود علیك حتی تردما فی یدیك[1]۔	نہ تیری لبیک قبول، نہ خدمت پذیر، اور تیرا حج تیرے منہ پر مردود ہے یہاں تک کہ تو یہ مال حرام کہ تیرے قبضہ میں ہے اس کے مستحقوں کو واپس دے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ طیّب لایقبل الاّ الطیب[2]۔	بیشک اللہ عزوجل پاک ہے پاک ہی چیز کو قبول فرماتا ہے۔

سود خوار پر شرعًا فرض ہے کہ جتنا سُود جس جس سے لیا ہے اسے واپس دے، وہ نہ رہا ہو اس کے وارثوں کو دے، وہ بھی نہ رہے ہوں یا پتہ مالک اور اس کے ورثہ کا نہ چلے تو فرض ہے کہ اتنا مال تصدّق کردے، وہ بھی نہ رہے ہوں یا پتہ مالک اور اس کے ورثہ کا نہ چلے تو فرض ہے کہ اتنا مال تصدّق کردے اور تصدّق میں فقیر کو مالک کردینا درکار ہے **کما نص علیہ فی الخانیۃ وغیرھا عامۃ الاسفار** (جیسا کہ فتاوٰی قاضیخان وغیرہ عام بڑی کتب میں اس کی تصریح

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین کتاب اسرار الحج الباب الثالث دارالفکر بیروت ۴ /۴۳۱

[2] السنن الکبرٰی کتاب صلاۃ الاستسقاء دارالمعرفۃ بیروت ۳ /۳۴۶

کردی گئی۔ت) اور مسجد یا تالاب بنانا یا حج کرنا اصلاً ادائے حکم نہ ہوگا اور اس پر سے گناہ نہ جائے گا، ہاں خیرات کردینے کا حکم ہے یوں اس کی توبہ تمام ہوگی اور ان شاء اللہ تعالٰی گناہ سے بری الذمہ ہوگا اور توبہ کرنے اور حکمِ شرع دربارہ تصدق بجالانے کا ثواب بھی پائے گا اگرچہ خیرات کا ثواب نہ ہوگا **کما حققناہ فی فتاوٰنا، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم** (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی پوری تحقیق کردی، اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے اس کا علم زیادہ مکمل اور پختہ ہے۔ت)

(۲) حج کا جواب گزر چکا کہ اس روپے کو اس صَرف میں اُٹھانا جائز نہیں، ہاں فرضِ حج ذمّہ سے ادا ہوجائے گا،

فان القبول شیئ اٰخر غیر سقوط الفرض وکان کمن صلی فی ارض مغصوبۃ۔	کیونکہ کسی شے کا قبول ہونا اور فرض ساقط ہوجانا دونوں ایک نہیں بلکہ الگ الگ چیزیں ہیں یعنی قبولیتِ شے اور چیز ہے اور سقوط فرض اور چیز، جیسا کہ کوئی شخص ناجائز مقبوضہ زمین پر نماز پڑھے تو اگرچہ فرض ساقط ہوجائے گا مگر نماز مقبول نہ ہوگی۔(ت)

اور اگر مسجد یا تالاب بنایا تو اس میں نماز اور اس سے وضو وغیرہ وشرب سب جائز ہے والدلائل تعرف فی فتاوٰنا (دلائل کا تعارف ہمارے فتاوٰی میں موجود ہے۔ت) بلکہ خانیہ وہندیہ وردالمحتار وغیرہا میں ہے:

لواشتری رجل دارا شراء فاسدا وقبضھا ثم وقفھا علی الفقراء والمساکین جاز وتصیر وقفا علی ماوقفت علیہ وعلیہ قیمتھا[1] اھ وتحقیق الکلام فیہ فیما علقنا علی ردّالمحتار من اول الوقف۔	اگر کوئی شخص بیع فاسد سے گھر خریدے پھر اس پر قابض ہو جائے پھر اسے فقیروں اور محتاجوں کیلئے وقف کردے تو جن پر یا جن کے لئے وہ گھر وقف کیا گیا وہ وقف قرار پاجائے گا مگر اس کی قیمت کی ادائیگی اس پر لازم ہوگی اھ اس میں تحقیق کلام وہی ہے جس کو ہم نے فتاوٰی شامی کی بحث وقف کے آغاز میں حاشیہ میں بیان کیا ہے۔(ت)

بلکہ جامع المضمرات وعالمگیریہ میں ہے:

[1] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ فتاوٰی قاضیخان کتاب الوقف نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۳۵۴

قال ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اذا غصب ارضا فبنی فیھا مسجدا او حماما او حانوتا فلاباس بالصلٰوۃ فی المسجد والدخول فی الحمام للاغتسال وفی الحانوت للشراء ولیس لہ ان یستأجرھا وان غصب دارًا فجعلھا مسجدا لایسع لاحدان یصلی فیہ ولا ان یدخلہ [1] الخ قلت وذکرنا ثمہ ان التفرقۃ فی الدار والارض کانھا مبنیۃ علی غیر الارجح فی مسألۃ غصب الساحۃ بالحاء المھملۃ وایاما کان فدلالتھا علی ماھنا تام کمالا یخفی وبالجملۃ فخبث الملك لایمنع صحۃ الوقف وصحتہ تعتمد آثارہ فافھم۔	امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب کوئی آدمی زمین غصب کرے یعنی زبردستی چھین لے پھر وہاں مسجد، حمام اور دکان تعمیر کردے تو مسجد میں نماز پڑھنے، حمام میں غسل کرنے اور دکان سے اشیاء خرید لینے میں کوئی حرج اور مضائقہ نہیں، البتہ غاصب کیلئے جائز نہیں کہ اسے کرایہ پر دے، اور اگر اس نے کوئی حویلی چھین لی پھر اسے مسجد بنادیا تو کسی کے لئے وہاں داخل ہونے اور نماز پڑھنے کی گنجائش نہیں اھ میں کہتا ہوں کہ ہم نے پہلے بھی یہ بیان کردیا کہ گھر اور زمین کے حکم میں فرق کرنا گویا غیر راجح قول پر مبنی ہے جو غصبِ صحن کے مسئلہ میں ہے "الساحۃ" حاء بغیر نقطہ ہی درج ہے پس جو بھی ہو اس کی دلالت یہاں تام ہے جو ظاہر ہے (الحاصل) ملک کی خباثت وقف کی صحت سے مانع نہیں، اس کی صحت کا دارومدار اس کے آثار پر ہے، یہاں اس کو سمجھ لیا جائے۔ (ت)

اور فقیر کو اس کا خیرات میں لینا تو بدرجہ اولی جائز ہے کہ یہ تو عین حکم شرع ہے جبکہ مالک کا پتانہ رہا ہو اور ویسے بھی مال ربا میں بعد قبضہ عدم ملک نہیں صرف خبث ملک،

فی الرد المحتار عن البحر الرائق عن القنیۃ عن الامام البزدوی ان من جملۃ صور البیع الفاسد جملۃ العقود الربویۃ یملك العوض فیھا بالقبض [2] انتھی،	ردالمحتار نے بحرالرائق سے بحرالرائق نے غنیہ سے اور قنیہ نے امام بزدوی سے نقل کیا ہے۔ بیع فاسد کی تمام صورتوں میں سُودی معاملات ہیں ان میں قبضہ کرنے کے عوض مالک ہوجاتا ہے انتہی۔

[1] الفتاوی الھندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۳۲۰

[2] ردالمحتار باب الربٰو داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۷۶

قلت فماوقع فی مدانیات العقود الدریۃ سھو کما نبھت علیہ فیما علقت علی ردالمحتار۔	میں کہتاہوں جو کچھ عقود الدریہ کی بحث مدانیات میں واقع ہوا وہ سہواً ہے اور بھول ہے جیسا کہ میں نے فتاوٰی شامی کی تعلیق (حاشیہ) میں اس پر متنبہ اور آگاہ کیا ہے۔(ت)

اور خبث ملک فقیر کو تصدق میں لینے سے مانع نہیں،

فی الهندیة عن الحاوی عن الامام ابی بکر قیل له ان فقیرا یأخذ جائزة السلطان مع علمه ان السلطان یأخذها غصبا ایحل له قال ان خلط ذٰلك بدراهم اخری فانه لاباس به[1] الی اٰخره۔والله تعالٰی اعلم وعلمه اتم واحکم۔	چنانچہ عالمگیری میں الحاوی اس نے امام ابوبکر سے نقل کیا ہے کہ ان سے کہا گیا کہ فقیر بادشاہ سے انعام لیتا ہے جبکہ وہ جانتا ہے کہ بادشاہ نے وہ انعام یا مال بطورِ غصب لے رکھا ہے تو کیا یہ اس کے لئے حلال ہوگا؟ ارشاد فرمایا کہ اگر وہ دراہم، انعام دوسرے دراہم میں ملاڈالے تو پھر کوئی مضائقہ نہیں (عبارت مکمل)۔اللہ تعالٰی خوب جانتاہے اور اس کا علم نہایت درجہ مکمل اور پختہ ہے۔(ت)

مسئلہ ۲۱۸ از جائس رائے بریلی محلّہ زیر مسجد مکان حاجی ابراہیم مرسلہ ولی اللہ ۱۳۴۰ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، سُود اور رشوت کامال توبہ سے پاک ہوجاتا ہے اور اس کے یہاں نوکری کرنا اور کھانا جائز ہے یانہیں؟ فقط۔

الجواب:

زبانی توبہ سے حرام مال پاک نہیں ہوسکتا بلکہ توبہ کے لئے شرط ہے کہ جس جس سے لیا ہے واپس دے، وہ نہ رہے ہوں ان کے وارثوں کو دے، پتانہ چلے تو اُتنامال تصدّق کردے، بے اس کے گناہ سے برات نہیں،اس کے یہاں نوکری کرنا، تنخواہ لینا، کھانا کھانا جائز ہے جبکہ وہ چیز جو اسے دے اس کا بعینہٖ مال حرام ہونا نہ معلوم ہو۔

کمافی الهندیة[2] عن الذخیرة	جیساکہ فتاوٰی عالمگیری میں ذخیرہ کے حوالہ سے

[1] الفتاوٰی الهندیة کتاب الکراهیة نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۳۴۲

[2] الفتاوٰی الهندیة کتاب الکراهیة نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۳۴۲

عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی۔	امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے۔ اللہ تعالٰی سب سے زیادہ علم والا ہے اور اس کا علم بہت تام اور زیادہ پختہ ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۱۹ از بنگالہ ضلع میمن سنگھ مرسلہ عبداللطیف صاحب ۱۹/رجب ۱۳۲۰ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے آپ کا کیا ارشاد ہے۔ ت) کہ ایک لڑکی کو اُستاد نے اس کے باپ کے یہاں قرآن شریف وغیرہ پڑھایا اور اس مدتِ تعلیم میں والدِ لڑکی نے استاد کو کچھ اُجرت ومشاہیر وغیرہ نہیں دیا پھر بروقت شادی اس لڑکی کے استاد کو دولھا کی طرف والوں سے یعنی دولھا یا والد وغیرہ سے روپیہ دلوایا، گویا نوشاہ والوں نے بغرض مجبوری یا خوشی سے دیا لہٰذا اس صورت میں اس اُستاد کو وہ روپیہ لینا جائز ہوا یا ازروئے شرع شریف کے ناجائز؟

الجواب:

اگر بخوشی دینا لینا جائز ہے، اور مجبوری سے دیا تو حرام۔

قال اللہ تعالٰی "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ"[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	(اللہ تعالٰی نے فرمایا) آپس میں اپنے مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ تمہاری رضامندی سے تجارت اور کاروبار ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۰: از شہر کہنہ ۲۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا والد ایک عرصہ سے اعمٰی ہوگیا ہے دونوں خیاطی کرتے ہیں اور عدد فروخت کے واسطے تیار کرتے ہیں، والدِ زید فروخت مال کے لئے بازار کو دو چار گھنٹے کو جایا کرتا ہے کہ قدیم سے اس کی عادت ہے شرعًا اس میں زید پر تو کوئی الزام نہیں۔ باپ کا مال بیٹے کو کھانا حرام ہے یا حلال؟ دونوں کی خورش یک جائی ہے، باپ کا حق بیٹے پر کب رہتا ہے اور بیٹے کا باپ پر کب تک؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

اگر زید کا باپ اپنی خوشی سے حسبِ عادت جاتا ہے تو زید پر الزام نہیں اگرچہ مقتضائے سعادتمندی

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۹

یہ ہے کہ اسے آرام دے اور خود کام کرے، ہاں اگر زید اسے مجبور کرتا ہے تو ضرور گنہگار و نالائق ہے، باپ کا مال بیٹے کو اس کی رضا سے قدر رضا تک حلال ہے ورنہ حرام، شریک ہوں خواہ جدا، باپ کا حق بیٹے پر ہمیشہ رہتا ہے، یونہی بیٹے کا باپ پر، ہاں بعض حقوق وقت تک محدود ہیں جیسے لڑکا جب جوان ہو جائے باپ پر اس کا نفقہ واجب نہیں رہتا۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۲۱: از ضلع شیب ساگر ڈاکخانہ انگوری مقام شام گوری ملک آسام مرسلہ عبدالمجید صاحب ۱۱/ شعبان ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید انگریز نے ہندہ مسلمہ کو قریب بیس برس کے عورت بنا کر رکھا اُن کی طرف سے کئی ہولے موجود ہیں، اب ہندہ ضعیفہ ہوئی، ہندہ نے انگریز سے کہا کہ کچھ روزینہ بندوبست کرکے مجھ کو چھوڑ دو ہم آپس میں بھائی بند کے پاس مسلمان ہو کر رہے تاکہ اللہ تعالٰی خاتمہ بالخیر کرے۔ اب ہندہ نے کسی عالم کے پاس چند مسلمان کے مقابل توبہ کیا اور ضامن بھی دیا آمدورفت نہ ہونے کے لئے، فاصلہ درمیان دونوں کے ۳ روزہ کی راہ ہے اسباب حاصلہ اور تنخواہ کے سوا اور کوئی صورت اوقات بسری کے واسطے نہیں اور اگر اسباب حاصلہ اور چار روپیہ روزینہ جاریہ سے منع کیا جائے تو پھر انکار اسلام کا خوف ہے، اب آیا ان صورتوں میں ان کا مسلمان ہونا صحیح ہوگا یا نہ ہوگا؟ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب:

ہندہ کا اسلام صحیح ہے بلکہ اگر اس مدت بست ۲۰ سال میں کہ وہ انگریز کے پاس رہی کوئی قول و فعل کفر نہ کیا تھا تو وہ جب بھی مسلمان تھی اگرچہ اشد سخت ملعون کبیرہ کی مرتکب تھی کہ ایک تو زنا، دوسرے وہ بھی کافر سے۔ اہلسنّت کے مذہب میں آدمی کسی گناہ کے باعث اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔

لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: وان زنی وان سرق علی رغم انف ابی ذر[1]۔	حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے "اگرچہ زنا کرے اگرچہ چوری کرے، ابوذر کی ناک خاک آلود ہونے کے باوجود (یعنی بالفرض وہ تنگی اور کوفت محسوس کریں تب بھی)۔ (ت)

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ اگر بالفرض ہندہ نے اس زمانے میں **معاذ اللہ** اپنا دین بدل دیا اور کفر

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ذر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵ /۱۶۶

اختیار کیا تھا اور اب اسلام لاتی ہے تو اب بھی اسلام قبول تھا اگرچہ وہ معاذاللہ اس زنا سے باز بھی نہ آتی کہ زنا کفر نہیں زنا کا وبال رہتا اور اسلام صحیح ہو جاتا، اب کہ وہ بحمداللہ زنا سے بھی جدا ہوئی، اسلام صحیح نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں، نہ اس تنخواہ سے ممانعت کی کوئی ضرورت کہ وہ معاوضہ زنا میں نہیں بلکہ صراحۃً اس انگریز سے صاف کہہ دیا ہے کہ اب وہ زنا سے باز رہے گی اور اپنی قوم میں اپنے دین پر رہے گی تو یہ تنخواہ محض بلاعوض اور ہندہ کے لئے حلال ہے۔ فتاوٰی قاضی خاں میں ہے:

الرجل اذا کان مطربا مغنیا ان اعطی بغیر شرط قالوا یباح[1] اھ ومثلہ فی رد المحتار[2] عن الھندیۃ عن المنتقی عن ابراھیم عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم۔	جب کوئی شخص گانے بجانے والا ہو اگر اسے بغیر کسی تقاضے اور شرط کے کچھ دیا جائے تو فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ اس کے لئے مباح ہے چنانچہ فتاوٰی شامی میں فتاوٰی عالمگیری سے اس نے المنتقی سے اس نے ابراہیم سے اس نے صاحب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۲: از شہر کہنہ ۲۰/ صفر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کھال مردار گھوڑے اور گدھے کی گیلی خریدنا جائز ہے یا نہیں اور اس گیلی کھال کو سڑا کر ہاتھ سے ملنا اور بنانا یعنی نجاست صاف کرنا اس غلیظ کام کرنے والے کے کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

گھوڑا گدھا کہ بے ذبح مر جائے اس کی کھال کہ پکائی نہ گئی ہو بیچنا خریدنا حرام ہے اور دباغت کرنا جائز ہے اور اس کا پیشہ مکروہ، اور اس کے کھانے سے احتراز اولٰی ہے۔ عالمگیری میں ہے:

اما جلود السباع والحمر والبغال فما کانت مذبوحۃ او مدبوغۃ جاز بیعھا ومالا فلا[3] الخ	لیکن درندوں، گدھوں اور خچروں کی کھالیں اگر ذبح کئے ہوئے جانوروں سے اتاری جائیں

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ مطبع نولکشور لکھنؤ ۴ /۷۷۹

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۴۷

[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب البیوع الفصل الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۳ /۱۱۵

وفی الحدیث کسب الحجام خبیث [1] وعللوہ بالتلبس بالنجاسات وقد ثبت ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم احتجم واعطی الحجام [2]۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	یا خود کھالیں پکالی جائیں تو ان سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے لیکن بصورت دیگر جائز نہیں الخ اور حدیث مبارکہ ہے کہ پچھنے لگانے والے کی کمائی خبیث ہے۔ ائمہ کرام نے اس کی یہ علت بیان فرمائی کہ اس کا نجاستوں سے تلبس ہوا کرتا ہے اور بلاشبہہ یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اور لگانے والے کو اجرت بھی دی۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۲۳: از مقام کول مانک چوگ مسئولہ زوجہ عبدالرشید خان مرحوم ۲۲/ شعبان المعظم ۱۳۲۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کسبی نے جو کچھ مال حرام پیدا کیا تھا چہ نقدی وچہ زیور وچہ جائداد خریدی ہوئی اسی مال سے پیدا کی تھی، جب وہ کسبی تائب ہوئی تو اس نے اس قسم مال حرام کو پیدا کردہ اپنا سب کچھ چھوڑ دیا اور اپنی ماں اور بہنوئی سے کہا کہ یہ مجھے درکار نہیں ہے میں نے تم کو چھوڑا، یہ کہہ کر الگ ہوگئی، انہوں نے اس مال اور جائداد کو صرف کرڈالا، اب یہ استفسار ہے کہ یہ دے دینا اس کا اُن کو صحیح ہوگیا یا کیا اور جو صحیح نہ ہوا ہو تو اس کو یہ واپس کرسکتی ہے یا نہیں اور اس غرض سے واپسی چاہتی ہے کہ اگر مل جائے تو اس وقت کی نقدی سے جائداد خرید کرکے اُسے مصرف خیر میں صَرف کرے اس کی کیا صورت ہے؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

رنڈی جو مال اُس حرام وناپاک ذریعے سے حاصل کرتی ہے اس کی مِلک نہیں ہوتا حکمِ غصب رکھتا ہے اس پر فرض ہوتا ہے کہ جن سے لیا واپس دے، وہ نہ رہے ہوں تو اُن کے ورثہ کو دے، وہ نہ ملیں تو فقراء پر تصدق کرے، اور ظاہر ہے کہ بعد ایک مدّت مدیدہ کے جو عورت تائب ہو وہ ہرگز حساب نہ لگاسکے گی کہ کب کتنا کس سے لیا، تو جو مال اس کے ہاتھ میں ہے اموال ضائعہ کے قبیل سے ہوا کہ اس کے مصرف فقراء ہیں، اور اس کی ماں بہنیں کہ وہ بھی رنڈیاں اور اُس وقت تک اُسی پیشہ ملعونہ میں آلودہ ہیں اگرچہ اُس ناپاک ذریعہ سے لاکھوں روپے اُن کے پاس ہوں شرعًا محض محتاج ونادار ہیں **لماعرفت من ان**

---
[1] مسند امام احمد بن حنبل عن رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۶۴

[2] سنن ابی داؤد کتاب الاجارہ باب فی کسب الحجام آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۲۹

مابایدیھن غصب لایملکنہ (اس لئے کہ تمہیں معلوم ہوگیا کہ جو کچھ عورتوں کے ہاتھوں میں ہے وہ غصب شدہ ہے جس کی وہ مالک نہیں ہیں۔ت) تو وہ بھی اُسی تصدق کی محل ہیں اور ماں ہونا اس صدقہ واجبہ کے منافی نہیں کہ یہ صدقہ خود اُس کے اپنے مال کا نہیں،

کما علم بل اموال ضوائع لایعرف اربابھا فیحل لھا التصدق بھا علی ابیھا وابنھا وامھا وبنتھا وفی الھندیۃ عن القنیۃ لہ مال فیہ شبھۃ اذا تصدق بہ علی ابیہ یکفیہ ذٰلك ولایشترط التصدق علی الاجنبی وکذا اذا کان ابنہ معہ حین کان یبیع ویشتری وفیھا بیوع فاسدۃ فوھب جمیع مالہ لابنہ ھذا خرج من العھدۃ[1] اھ اقول: فاذا کان ھذا فیما قدملکہ ملکا ففیمالم یملکہ اظھر واولٰی۔	جیسا کہ معلوم ہوگیا بلکہ یہ اموال ضائعہ کی قسم سے ہے کہ جن کے مالک نامعلوم ہیں لہٰذا ان مالوں کا اپنے ماں باپ اور بیٹے بیٹی پر خیرات کردینا حلال ہے، فتاوٰی عالمگیری میں قنیہ کے حوالے سے مذکور ہے کہ اگر کسی کے پاس مشکوک و مشتبہ مال ہو تو وہ اپنے والد کو بطور صدقہ، خیرات دے دے تو یہ اس کے لئے کافی ہے لہٰذا کسی اجنبی پر صدقہ کرنا شرط نہیں۔ اسی طرح جب اس کا بیٹا کاروبارِ خرید وفروخت میں اُس کے ساتھ ہو اور اس کاروباری سلسلے میں فاسد سودے بھی ہوں پھر وہ شخص اپنا تمام مال اس بیٹے کو ہبہ کردے تو وہ شخص اپنا تمام مال اس بیٹے کو ہبہ کردے تو وہ ذمہ داری سے بری الذمہ ہوجائے گا اھ میں کہتا ہوں جب یہ حکم اس میں ہے کہ جس کا یہ مالک ہے اور جس کا یہ مالک نہیں تو اس میں اجرائے حکم زیادہ واضح اور زیادہ بہتر ہے۔(ت)

پس اگر اس عورت نے وہ مال اُنہیں دے ڈالا تھا اور اُنہوں نے قبضہ کرلیا جب توظاہر ہے کہ صدقہ اپنے محل کو پہنچ گیا اُس کی ماں بہنیں اُس کی مالک ہوگئیں اور وہ مال اُن کے لئے طیب ہوگیا ولایضر الشیوع الصدقۃ وان ضر الھبۃ (صدقہ کو غیر منقسم ہونا کوئی نقصان نہیں پہنچاتا اگرچہ ہبہ کو نقصان دیتا ہے۔ت) اب عورت کو اُن سے واپسی کا اختیار نہیں لان الصدقۃ لاتسترد وکان القرابۃ المحرمۃ مانعۃ لرجوع (اس لئے کہ صدقہ واپس نہیں کیا جاسکتا کیونکہ محرم رشتہ واپس کرنے سے مانع ہے۔ت) اور اگر دے ڈالنا نہ تھا بلکہ صرف آپ اُس ناپاک مال سے بے علاقہ ہونا منظور تھا اور "تم کو چھوڑا" کے یہ معنی تھے کہ تم ہنوز اسی ناپاک پیشے مں ہو تم جانو اور یہ ناپاک مال مجھے اس سے تعلق نہیں اس صورت میں بھی جبکہ انہوں نے قبضہ کرلیا تو ایک مال ضائعہ حق فقراء تھا جس پر فقراء کا قبضہ ہوگیا، یہ عورت اُس کی مالک نہ تھی کہ فقرا سے مطالبہ واپسی کرسکے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

---

[1] الفتاوی الھندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس عشر فی الکسب نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۹

مسئلہ ۲۲۴: از شہر چاٹگام موضع نیاگاؤں از جانب محمد قدرت اللہ عفی عنہ

چہ میفرمایند علمائے دین اندریں صورت کہ اگر شخصے معاملہ سود نمودہ اموال کثیرہ فراہم نمایند پس رحلت از دارِ دنیا بدار آخرت اموالیکہ از معاملہ جمع شدہ برائے وارثان وغیرہ جائز وحلال باشد یانہ؟	کیافرماتے ہیں علمائے دین اس صورتِ مسئلہ میں کہ ایک شخص نے سُودی کاروبار اور لین دین کرکے بہت سامال اکٹھا کیا پھر دارِ دنیا سے دارِ آخرت کی طرف کوچ کرگیا لہٰذا جومال سودی کاروبار سے جمع کیا گیا وہ اس کے وارثوں وغیرہ کے لئے جائز اور حلال ہے یا نہیں؟

الجواب:

اگر وارثان دانند کہ ازفلاں فلاں کس ایں قدر ربا گرفتہ است واجب ست کہ بآنہا واپس دہند اگر ایشاں نماندہ باشند بوارثان ایشاں رسانند اگر وارثان ہم نیابند یا از سرفلاں فلاں راندانستہ باشند مگر عین اموال ربا معلوم ومعین است آں اموال رابر فقراء تصدّق کنند واگر ہیچ درعلم ایشاں نیست جزاینکہ ربامی گرفت ترکہ مراینہا را حلال است فی ردالمحتار الحاصل انہ ان علم ارباب الاموال وجب ردہ علیھم والا فان علم عین الحرام لایحل لہ ویتصدق بہ بنیۃ صاحبہ وان کان مالا مختلطا مجتمعا من الحرام ولایعلم اربابہ ولاشیئا منہ بعینہ حل لہ حکما والاحسن دیانۃ التنزہ عنہ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم	اگر ورثاء جانتے ہیں کہ اس قدر مال فلاں فلاں سے بطور سود لیا گیا تو ضروری ہے کہ ان کے مالکوں کو واپس کردیں لیکن اگر وہ مالکان وفات پاچکے ہوں تو ان کے ورثاء کو لوٹادیں، اگر ورثاء موجود ہی نہ ہوں یا ان کی تفصیل معلوم نہ ہوسکے اور سودی رقم کی مقرر مقدار معلوم ہو تو اس مال معینہ کو فقراء ومساکین میں تقسیم کردیں۔ اگر مذکورہ امور میں سے کوئی بات ان کے علم میں نہ ہو تو ایسی صورتحال میں ورثاء کے لئے اس میت کا ترکہ حلال ہے۔ چنانچہ فتاوٰی شامی میں ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر اربابِ مال کو جانتا ہے تو مال انہیں لوٹادینا ضروری ہے لیکن اگر یہ نہیں جانتا اور مال حرام معین کا علم رکھتا ہے تو اس کے لئے حلال نہیں بلکہ مالک مال کی نیت سے اسے خیرات کردے اور اگر مال مخلوط (ملاجلا) ہو جو حرام طریقہ سے جمع کیا گیا اور اس کے مالکوں کو نہیں جانتا اور نہ اس

[1] ردالمحتار کتاب البیوع باب البیع الفاسد داراحیاء التراث العربی بیروت ۴ /۱۳۰

	میں سے کسی حرام شَے کو بعینہٖ جانتا ہے تو اس صورت میں اس کے لئے بطور حکم حلال ہے ہاں تقوی اور دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے پرہیز کرے تو اس کے لئے زیادہ بہتر ہے۔اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ علم والا ہے۔(ت)

مسئلہ ۲۲۵: از بجنور مرسلہ محمد حسن نائب محافظ دفتر کلکٹری ۲۰/ربیع الاول ۱۳۲۳ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس باب میں کہ کسی شخص نے کچھ مال بذریعہ سُود یارشوت یاتغنی یاچوری وغیرہ کسی ذریعہ حرام سے حاصل کیا اور اس مال کے ذریعہ سے کوئی جائداد خرید کی یاکامِ تجارت جاری کیا تو اب اس جائداد یاتجارت کی آمدنی اس شخص کے اور اس کے توابعین ولواحقین کے حق میں مباح ہے یا نہیں؟ اگر مباح ہے تو کس صورت اور کس دلیل سے؟ اور اس وبال دارین سے سبکدوش ہونے کا عندالشرع کیاطریقہ ہے؟ فقہ حنفی کی رُو سے مع حوالہ کتب جواب بواپسی ڈاک ارشاد فرمایا جائے۔بیّنوا توجروا۔

الجواب:

جومال رشوت یاتغنی یاچوری سے حاصل کیا اس پر فرض ہے کہ جس جس سے لیا اُن پر واپس کردے، وہ نہ رہے ہوں اُن کے ورثہ کو دے، پتانہ چلے تو فقیروں پر تصدق کرے، خرید وفروخت کسی کام میں اُس مال کا لگانا حرام قطعی ہے، بغیر صورت مذکورہ کے کوئی طریقہ اس کے وبال سے سبکدوشی کا نہیں۔یہی حکم سُود وغیرہ عقودِ فاسدہ کا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ یہاں جس سے لیا بالخصوص انہیں واپس کرنا فرض نہیں بلکہ اسے اختیار ہے کہ اسے واپس دے خواہ ابتداء تصدق کردے،

وذٰلك لان الحرمة فی الرشوة وامثالها لعدم الملك اصلا فهو عنده كالمغصوب فيجب الرد علی المالك او ورثته ما امكن اما فی الربٰو اواشباهه فلفساد الملك وخبثه و اذا قدملكه بالقبض ملكا خبيثا لم يبق مملوك	یہ اس لئے کہ رشوت اور اس جیسے مال میں ملکیت بالکل نہ ہونے کی وجہ سے حرمت ہے لہٰذا وہ مال رشوت لینے والے کے پاس غصب شدہ مال کی طرح ہے لہٰذا ضروری ہے کہ جس حد تک ممکن ہو وہ مال اس کے مالک یا اس کے ورثاء کو لوٹادیا جائے پس ایسا کرنا واجب ہے، سُود یا اس جیسی اشیاء میں فسادِ ملک اور خباثت کی بناء پر بوجہ قبضہ اس کا مالک بن گیا تو جس سے

المأخوذ منه لاستحالة اجتماع ملكين على شيئ واحد فلم يجب الرد وانما وجب الانخلاع عنه اما بالرد واما بالتصدق كما هو سبيل سائر الاملاك الخبيثة۔	مال لیا گیا اب اس کی ملکیت باقی نہ رہی (بلکہ ختم ہو گئی) اس لئے کہ ایک چیز پر بیک وقت دو مِلک جمع ہونے محال ہیں (کہ اصل شخص بھی مالک ہو اور سود خور بھی۔ مترجم) للٰذا مال ماخوذ کا واپس کرنا ضروری نہیں بلکہ اس سے علیحدگی واجب ہے خواہ بصورتِ رد (یعنی لوٹانے کے) ہو یا بصورتِ خیرات، جیسا کہ تمام املاک خبیثہ میں یہی طریقہ ہے۔(ت)

ہاں جس سے لیا انہیں یا ان کے ورثہ کو دینا یہاں بھی اولٰی ہے کما نص علیہ فی الغنیۃ والخیریۃ والھندیۃ وغیرھا (جیسا کہ غنیہ، خیریہ اور ہندیہ وغیرہ میں اس کی صراحت کی گئی ہے۔ت) رہا استبدال یعنی اس مال کے عوض دوسری چیز خریدنا، اس کی دو صورتیں ہیں اگر وہ مال کہ ناجائز ذرائع سے حاصل کیا زر و سیم کے سوا اشیاء متعینہ سے تھا جیسے زمین یا کپڑا یا برتن وغیرہا اس کے عوض کوئی جائداد خریدی یا اس سے تجارت کی تو وہ جائداد تجارت سب خبیث وحرام ہے، اور اگر وہ مال سونا چاندی روپیہ اشرفی تھا اور اس سے کوئی جائداد مول لی یا تجارت کی تو مذہب مفتٰی بہ میں اگر عقد و نقد دونوں اس زرِ حرام پر جمع ہوئے یعنی وہی حرام روپیہ بائع کو دکھا کر کہا کہ اس کے عوض فلاں شَے دے دے پھر وہی روپیہ اس کے ثمن میں دے دیا یا پہلے سے وہ حرام روپیہ بائع کو دے دیا اور اس کے بدلے کوئی چیز مول لی تو وہ چیز مطلقاً حرام وخبیث ہے جبکہ یہ روپیہ غصب یا سرقہ یا رشوت واجرتِ زنا یا غنا وامثال ذلک کا ہے جن میں اس کی مِلک اصلاً نہیں ہوتی، اور اگر عقد و نقد دونوں جمع نہ ہوئے مثلاً مطلقاً خریدی کہ فلاں چیز دے دے پھر ثمن میں وہ زرحرام دیا یا زرحرام دکھا کر خریدی مگر دیتے وقت دوسرا روپیہ دیا تو وہ خرید کردہ شے پاک ہے۔ یونہیں اگر روپیہ ربا وغیرہ عقود فاسدہ سے حاصل کیا تھا اور اس کے عوض کوئی شے خریدی تو اس خریدی ہوئی شے میں خباثت نہ آئے گی۔ تنویر الابصار میں ہے:

تصدق لو تصرف فی المغصوب والودیعۃ وربح اذا کان متعینا بالاشارۃ او بالشراء بدراهم الودیعۃ او الغصب ونقدها	اگر غصب کردہ چیز اور امانت میں اس نے تصرف کیا اور نفع کمایا ہو تو اسے خیرات کر دے جبکہ وہ اشارہ سے متعین ہو اور اگر امانت اور غصب شدہ دراہم سے کوئی چیز خریدی اور وہی دراہم تبادلہ میں

وان اشار الیھا ونقد غیرھا او الی غیرھا او اطلق ونقدھا لا وبہ یفتی[1]۔	دیئے تو وہ چیز حرام ہے اور اگر ان کی طرف اشارہ کیا لیکن دیتے وقت دوسرے دراہم بصورت نقدی دیئے یا دوسرے دراہم کی طرف اشارہ کیا یا چیز خریدتے وقت ثمن سے اطلاق کیا (کہ فلاں چیز دے دے)، پھر قیمت دیتے وقت وہی حرام درھم دیئے تو اسے خیرات نہ کرے (اس لئے کہ وہ پاک ہے) اور اسی پر فتوٰی دیا جاتا ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

الخبث لفساد الملك انما یعمل فیما یتعین لافیما لایتعین واما الخبث لعدم الملك کالغصب فیعمل فیھما کما بسطه خسرو وابن الکمال[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	مِلک فاسد ہونے کی وجہ سے جو خباثت پیدا ہوتی ہے وہ متعین شے پر اثر کرتی ہے۔ جبکہ غیر متعین میں مؤثر نہیں ہوتی لیکن عدمِ ملک کی وجہ سے جو خباثت پیدا ہو جیسے غصب وغیرہ تو وہ متعین، غیر متعین دونوں میں اثر کرتی ہے جیسا کہ خسرو اور ابن کمال نے تفصیل سے اس کو بیان فرمایا۔ اور اللہ تعالٰی سب کچھ خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۲۶: از بریلی حاضر کردہ محمد صدیق عفی عنہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حاجی محمد قاسم صاحب نے آٹھ سو روپیہ کے نوٹ واشرفیاں سکتر صاحب کو برائے عمارت جامع مسجد دیئے تھے سکتر صاحب نے چھ سو کا سامان منگوایا دو سو باقی رہے اور کام مسجد کا شروع کروادیا اہل محلّہ نے کسی وجہ سے اس کام کو روکا سکتر صاحب کو اس سے ملال ہوا اور کار سے دست بردار ہوئے اور قصد عمارت کا ترک کردیا، سکتر صاحب سے دریافت کیا گیا کہ حاجی صاحب نے جو روپیہ دیا تھا وہ آپ کے پاس بجنسہٖ یا اس میں کچھ تصرف ہوا ہے، اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ حاجی صاحب نے اشرفیاں ونوٹ دیئے تھے میں نے اشرفیاں اپنی اشرفیوں میں ڈال دیں اور نوٹ خزانچی کو

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الغصب مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۰۶۔۲۰۵

[2] درمختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۹

دے دیئے تھے چونکہ اشرفیاں خلط ملط ہوگئیں اب مجھ کو ان کی تمیز بھی باقی نہیں رہی کہ وہ کون سی ہیں اور حاجی صاحب خواہ مجھ سے بالکل روپیہ لے لیں خواہ اشرفیاں خواہ نوٹ، لہٰذا اس صورت مذکورہ میں حاجی محمد قاسم صاحب اس روپیہ میں سے کسی شخص کو سوا سو روپیہ حج کے واسطے دلا سکتے ہیں یا نہیں؟ ازروئے شرع مطہر کے اس کی ممانعت تو نہیں ہے؟ اور حاجی صاحب اس کا ثواب عنداللہ تعالٰی پائیں گے؟ **بیّنوا وعنداللہ تعالٰی توجروا** (بیان فرمایئے تاکہ اللہ تعالٰی کے ہاں سے اجروثواب پاؤ۔ت)

الجواب:

جبکہ وہ اشرفیاں وکیل نے اپنے مال میں خلط کرلیں کہ اب تمیز نہیں ہوسکتی تو وہ مال ہلاک ہوگیا اور وکیل پر اس کی ضمان لازم ہوئی **فان الخلط استھلاك والمستھلك کغاصب مضمون والضمان مغیر** (اس لئے کہ کسی کے مال کو اپنے مال میں ملادینا اسے ہلاک کرتا ہے اور ہلاک کرنے والا غاصب کی طرح ہے اور غصب میں ضمان ہے اور ضمان میں تبدیلی پیدا کرنے والا ہے۔ ت) تو دینے والے کو اس روپے میں تصرف مذکور جائز ہے خصوصًا اب کہ وہ کام ہی ملتوی ہوگیا اور دینے والا اُسے اب بھی کار قربت میں صرف کرنا چاہتا ہے تو یہ صورت ثواب کی ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۲۷: از سرما گنج ضلع مظفر پور مرسلہ مولوی ظہیر الدین یکم ذیقعد ۱۳۲۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے یہاں پشتہا پشت سے شراب کی بکری کا روزگار ہوتا تھا اب اس نے ایک لائق و شریف آدمی کی ہدایت وفہمائش پر شراب کی بکری کے روزگار سے تائب ہو کر اس امر کا منجر ہوا کہ جس قدر مال و زر میرے پاس ہے اس کے پاک ہونے کی کیا صورت ہے، جس پر ایک عالم صاحب نے فرمایا کہ بعض علماء کے نزدیک حیلہ شرعی یہ ہے کہ تبادلہ جنس کرڈالنے سے ان شاء اللہ تعالٰی وہ مال پاک ہوجائے گا، **واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔** اُسی جلسہ میں دوسرے عالم صاحب نے یہ فرمایا کہ نہیں نہیں ہرگز نہیں وہ مال کسی صورت سے پاک نہیں ہوسکتا ہے بلکہ اس مال کو دریا بُرد کردینا چاہیے بجز دریابُرد کردینے کے اس مال کے استعمال کی کوئی صورت نہیں، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ سائل اس مال کو کیا کرے، آیا دریابُرد کرکے محتاج رہ جائے یا اس کے جواز کی کوئی صورت بھی ہے جیسا کہ عالم صاحب نمبر ایک نے فرمایا ہے۔ **بیّنوا توجروا** (بیان فرماؤ تاکہ اجروثواب پاؤ۔ت) فقط۔

الجواب:

دریابُرد کردینے کا حکم محض باطل ہے اور دوسری جنس سے بدلنے میں عہدہ برآری نہ ہوگی حکم شرع

جواس کے ذمّہ ہے ادانہ ہوگااس پر شرع مطہر یہ فرض کرتی ہے کہ اس مال کو تصدق کردے، مساکین کو دے ڈالے، بغیر اس کے اس کی توبہ صحیح نہیں، اور اس میں اس کے لئے حیلہ شرعی بھی نکل آئے گا، یہ تصدّق کچھ اجنبی مساکین ہی پر ضرور نہیں بلکہ اپنے محتاج بیٹے یا باپ یا بھائی یا بی بی پر بھی کرسکتا ہے انہیں دے کر ان کا قبضہ کرادے پھر وہ کل یا بعض جتنا چاہیں اسے ہبہ کردیں پاک ہوجائے گا۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

له مال فيه شبهة اذا تصدق به على ابيه يكفيه ذٰلك ولايشترط التصدق على الاجنبي وكذا اذا كان ابنه معه حين كان يبيع ويشتري وفيها بيوع فاسدة فوهب جميع ماله لابنه هذا، خرج من العهدة كذا في القنية[1]۔	کسی شخص کے پاس مشتبہ اور مشکوک مال ہو تو اسے کسی اجنبی پر ہی خیرات کردینا ضروری نہیں بلکہ وہ اپنے والد پر، بھی خیرات کرکے بری الذمہ ہوسکتا ہے۔ اسی طرح اگر اس کا بیٹا اس کے ساتھ شریک کاروبار ہو اور خریدوفروخت کرتا ہو اور فاسد سودے بھی ہوتے ہوں اور وہ اپنا تمام مال اس بیٹے کو ہبہ کردے تو وہ اپنی ذمہ داری سے فارغ ہوجائے گا۔ قنیہ میں اسی طرح مذکور ہے۔ (ت)

اور یہاں تحقیقات عظیمہ فقہیہ ہیں جن کے بیان میں طول ہے اور حاصل حکم اسی قدر ہے، وباللہ التوفیق، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۸: غرہ ربیع الاول شریف ۱۳۲۷ھ حبیب اللہ شاہ محلّہ باد بریلی

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہم لوگ باجا بجانے کا پیشہ کرتے ہیں، ہولی کے دن ہندوؤں کے یہاں بھی جاکر بجایا کرتے تھے مگراب کی مرتبہ سب برادری نے یہ بات کہی کہ یہ بات ذلت کی ہے ہندوؤں کے یہاں نہیں جانا چاہئے سبھوں نے جانا چھوڑا ایک شخص نہیں مانا، اُس سے یہاں تک کہا گیا کہ اگر تم ایسے نہیں مانتے ہو دو تین روپیہ لے لو، خدا کا واسطہ بھی دیا، اس نے اس پر بھی نہ مانا، آخر گیا، ہم لوگوں نے اس کی پنچایت کی، دوآدمی اسے پنچایت میں لانے کے لئے گئے، اس نے کہا تم نے مجھے چھوڑا میں نے تمہیں چھوڑا، تم میرے نزدیک مثل بھنگی کے چمار کے ہو۔ اب از روئے شرع ایسے شخص کے حکم میں حضور کیافرماتے ہیں؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۳۴۹

الجواب:

باجا بجانا خود ہی ناجائز تھا اور ہندوؤں کے یہاں بجانا اور سخت ناجائز، اور ان کے شیطانی تہوار میں بجانا اور بھی سخت حرام درحرام درحرام، اب کے ان مسلمانوں کو ان کے رب عزوجل نے یہ توفیق دی کہ ہندوؤں کے یہاں نہ بجانے پر اتفاق کرلیا اور خدا نے آنکھیں کھولیں کہ مسلمان ہو کر خدا کے دشمنوں کے سامنے ذلت اٹھانے کو بُرا جانا تو اس پر تمام برادری کو اس ترک میں ان کی پیروی خدا اور رسول کے حکم سے لازم تھی جس شخص نے نہ مانا وہ صرف گنہگار ہی نہیں بلکہ سرکش شریر بدکار ہے اس پر توبہ فرض ہے اگر وہ نہ مانے تو برادری والوں پر لازم کہ اُسے مثل بھنگی چمار کے چھوڑیں اس کی کسی بات میں شریک نہ ہوں نہ اپنی کسی بات میں اسے شریک کریں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۲۹: از ضلع متھرا محلّہ بلوچپاڑہ قصبہ نائٹ مرسلہ غلام محمد امیر خاں صاحب حنفی ۲۰/نومبر ۱۹۰۹ء

جناب مولانا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کمترین کا سن اکیاون سال کا ہے اور گیارہ لڑکیاں ہیں۔ پیشہ وثائق نویس کرتا ہوں اور دوسرا کوئی کام نہیں جانتا ہون۔ مسلمانوں کی سُودی دستاویز لکھنے سے اجتناب کرتا ہوں حتی کہ اس وقت تک میرے قلم سے کسی مسلمان کی کوئی دستاویز نہیں لکھی گئی۔ آج ایک مولوی صاحب کی زبانی یہ مسئلہ سنا کہ کفار کے سودی دستاویزات کہ جس میں فریقین کافر ہوں ہندوستان میں یہ بھی جائز نہیں ہیں اور جیسا گناہ سود کھانے والے کو ہے ویسا ہی کاتب کو اور گواہوں کو ہے۔ پس یہ سن کر مجھ کو خوفِ الٰہی نے اس بات پر مجبور کیا کہ جناب سے اس مسئلہ کو دریافت کروں، اور اگر فی الحقیقت جیسا کہ مولوی صاحب موصوف نے فرمایا ہے حضور بھی فتوٰی دیں تو اللہ تعالٰی پر توکل کرکے اس پیشہ کو چھوڑ دوں اور اللہ تعالٰی کے حضور میں توبہ واستغفار کروں تاکہ اللہ تعالٰی گزشتہ کو معاف کردے۔ حضور بھی میرے حق میں دعائے خیر فرمادیں اور فتوٰی عطا فرمائیں، جمیع حاضرین کی خدمت میں سلام علیک عرض کرتا ہوں۔ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًاۙ۲ وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُؕ وَمَنْ یَّتَوَكَّلْ	جو اللہ سے ڈرے گا اللہ تعالٰی اس کے لئے ہے ہر تنگی سے نجات کی راہ رکھے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ پہنچے

عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ"[1]	اور جو اللہ پر بھروسا کرے تو اللہ اسے کافی ہے۔

اے اپنے رب سے ڈرنے والے بندے! بیشک سُود لینا اور دینا اور اس کا کاغذ لکھنا اور پر گواہی کرنا دینا سب کا ایک حکم ہے اور سب پر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اور فرمایا وہ سب برابر ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اٰکل الربٰا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء[2]۔	حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اسے دیکھنے والے، اسے لکھنے والے اور اس کی گواہی دینے والوں پر لعنت فرمائی، اور ارشاد فرمایا: یہ سب گناہ میں برابر ہیں۔(ت)

فوراً اس کا چھوڑ دینا اور اس سے توبہ کرنا فرض ہے، اور بشارت ہو کہ یہ نیک پاکیزہ کہ اللہ عزوجل کے خوف سے پیدا ہوا بحکم آیت مذکورہ وجہ حلال سے رزق طیب ملنے اور اللہ عزوجل کی رضا کی خوشخبری دیتا ہے اور بیشک جو اللہ تعالٰی پر توکل کرتا ہے اللہ اُسے بس ہے۔

فقیر اسلامی محبت سے چند اعمال مجربہ جو بارہا بفضلہٖ تعالٰی تیر بہدف ثابت ہوئے ہیں آپ کو بتاتا ہے:

(۱) بعد نماز عشا سر برہنہ ایسی جگہ کہ سر وآسمان میں چھت یا درخت وغیرہ کچھ حاجب نہ ہو ۵۰ بار روزانہ پڑھئے **یا مُسَبِّبَ الْاَسْبَابْ** (اے اسباب کا سبب بنانے والے۔ت) اول آخر ۱۱، ۱۱ بار درود شریف۔ جتنے دنوں زیادہ پڑھے زیادہ نفع ہوگا اِن شاء اللہ تعالٰی، اور ہمیشہ پڑھے تو بہتر۔

(۲) بعد نمازِ مغرب ستارہ قطب کی طرف منہ کرکے کھڑے ہو کر آیہ قطب کہ پارۂ چہارم کے نصف پر ہے "ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً سے عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾"[3] تک ۴۱ بار روز پڑھے ۴۱ روز تک، اول آخر ۱۰، ۱۰ بار درود شریف۔

(۳) خاص طلوع صبح صادق کے وقت، اور نہ ہوسکے تو حتی الامکان سنتِ صبح سے پہلے سو بار روزانہ پڑھیں **سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم**، اول آخر درود شریف ۱۰، ۱۰ بار۔ اس کا ورد ہمیشہ رہے۔ اول وقت پڑھنے کی کوشش ہو مگر اس کے سبب جماعت میں خلل نہ پڑے۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۵ /۲، ۳

[2] صحیح مسلم کتاب البیوع باب الربٰو قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۲۷

[3] القرآن الکریم ۳ /۱۵۴

اگر آنکھ دیر میں کھلے سنتیں پڑھ کر اسے شروع کریں، اگر بیچ میں جماعت قائم ہو شریک ہو جائیں، باقی عدد بعد میں پُورا کریں۔ وظائف واعمال کے اثر کرنے میں تین شرائط ضروری ہیں:

(۱) حُسنِ اعتقاد، دل میں دغدغہ نہ ہو کہ دیکھئے اثر ہوتا ہے یا نہیں، بلکہ اللہ عزّوجل کے کرم پر پورا بھروسا ہو کہ ضرور اجابت فرمائے گا۔ حدیث میں ہے رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اُدع اللہ وانتم موقنون بالاجابۃ[1]۔	اللہ تعالٰی سے اس حال پر دعا کرو کہ تمہیں اجابت کا یقین ہو۔

(۲) صبر و تحمل، دن گزریں تو گھبرائیں نہیں کہ اتنے دن پڑھتے گزرے ابھی کچھ اثر ظاہر نہ ہوا یوں اجابت بند کردی جاتی ہے بلکہ لپٹا رہے اور لو لگائے رہے کہ اب اللہ و رسول اپنا فضل کرتے ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَیُؤْتِیْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ﴿۵۹﴾"[2]	کیا خوب ہوتا اگر وہ اللہ ورسول کے دینے پر راضی ہوجاتے اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب ہمیں عطافرماتے ہیں اللہ ورسول اپنے فضل سے، بیشک ہم اللہ کی طرف لَو لگائے ہیں۔

حدیث میں ہے:

یستجاب لاحدکم مالم یعجل فیقول قد دعوت فلم یستجب لی[3]۔	تمہاری دعائیں قبول ہوتی ہیں جب تک جلدی نہ کرو کہ میں نے دعا کی اور اب تک قبول نہ ہوئی۔

(۳) میرے یہاں کی جملہ اجازات و وظائف واعمال و تعویذات میں شرط ہے کہ نماز پنجگانہ باجماعت مسجد میں ادا کرنے کی کامل پابندی رہے وباللہ التوفیق۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۰:

ازروئے شرع شریف کے تاوان کا روپیہ جمع کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

---

[1] جامع الترمذی ابواب الدعوات امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۸۶، مشکوٰۃ المصابیح کتاب الدعوات الفصل الثانی مجتبائی دہلی ص ۱۹۵

[2] القرآن الکریم ۹/ ۵۹

[3] صحیح مسلم کتاب کتاب الذکر والدعاء باب انہ لیستجاب للداعی مالم یعجل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۵۲

الجواب:

حرام تاوان کا حرام اور جائز کا جائز۔ سائل نے متعدد سوال گول اور مجمل لکھے جو کسی صورت خاصہ میں حکم معلوم کرنا چاہے اسے مفصل وہ خاص صورت بیان کرنا چاہئے کہ اس کا حکم بتایا جائے۔

مسئلہ ۲۳۱: از سرونج مسئولہ جناب محمد عبدالرشید خاں صاحب ۱۹/ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

ایک عزیز زید کا زید کو از راہِ صلہ رحمی ماہوار وظیفہ دیتا ہے مگر مہاجن سے سودی روپیہ قرض لے کر دیتا ہے کسی اپنی دنیوی وجہ سے، تو ایسے روپے سے خیرات جائز یا ناجائز؟

الجواب:

بلاضرورت شرعیہ و مجبوری صادق سودی روپیہ قرض لینا حرام اور شدید گناہ کبیرہ ہے۔ صحیح حدیث میں سود لینے والے اور سود کھانے والے کو برابر بتایا اور دونوں پر سخت وعید فرمائی تو یہ روپیہ کہ ایک عقد فاسد سے اس نے حاصل کیا خود خبیث ہے اور اسے واپس دینا اور اس عقد کو فسخ کرنا واجب ہے امور خیر یا اپنے کسی مصرف میں نہیں لاسکتا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۳۲: از سرونج مسئولہ جناب محمد عبدالرشید خاں صاحب ۱۹/ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

زید نے عمر کو روپیہ قرض دیا، عمر نے ادائیگی روپیہ زید کی ناپاک روپے سے کی، تو ایسی حالت میں روپیہ زید کا پاک رہا یا ناپاک؟

الجواب:

ناپاک روپیہ دو قسم ہے، ایک وہ جو اس شخص کی ملک ہی نہیں جیسے غصب یا رشوت یا چوری کا روپیہ، یہ روپیہ اس سے نہ کوئی اپنے قرض میں لے سکتا ہے نہ اپنی کسی بیچی ہوئی چیز کی قیمت میں، اور اگر لے گا تو وہ اس کے لئے حرام و ناپاک ہوگا جبکہ اسے معلوم ہو کہ دینے والے کے پاس بعینہٖ یہ روپیہ اس وجہ حرام سے ہے۔ اور اگر دینے والے کے پاس علاوہ حرام ہر قسم کا روپیہ ہے اور لینے والے کو معلوم نہیں کہ یہ روپیہ جو کچھ دے رہا ہے خاص وجہ حرام کا ہے تو لینے میں حرج نہیں۔

فتاوٰی ہندیہ میں ذخیرہ سے امام محمد کے حوالے سے یہ روایت نقل فرمائی کہ ہم اسی مسئلہ کو اختیار کرتے ہیں جب تک کسی شیئ کے عین حرام ہونے کا علم نہ ہو۔ (ت)	فی الهندیة عن الذخیرة عن محمد به ناخذ مالم نعرف شیئا حرام لعینه[1]۔

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراهیة الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۲

دوسری قسم وہ کہ اس کی ملک بروجہ خبیث ہے جیسے وہ روپیہ کہ کسی عقد فاسد سے حاصل کیاجائے یہ بعد قبضہ ملک ہوجاتاہے۔اور دوسرے کو اپنے کسی جائز ذریعہ میں لیناروا ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۳۳: مرسلہ کفایت اللہ خاں صاحب از موضع ابھئی پور ضلع بریلی ۱۰/ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ پیشتر ایک چندہ کیاگیا واسطے مجلس میلاد شریف وقوالی کے، چندہ جمع ہونے کے بعد چند اشخاص نے یہ کہاکہ ہم نے اب کی مرتبہ دیاہے لیکن آئندہ نہ دیں گے اور اب مسجد کی مرمّت کے واسطے دیں گے، تواس میں اُن کا مبلغ (عہ ۸/) جمع تھا ان کو بجائے (لہ ۸/) کے مبلغ (عہ ۸/) اُن کو دیاگیا کہ یہ لو مسجد کی مرمّت میں لگانا، وہ روپیہ وہ لوگ جنہوں نے چندہ دیا تھا آپس میں تقسیم کرکے کھاگئے، اب اُن کے حق میں کیاحکم ہوتاہے؟

الجواب:

مجلس میلاد مبارک اعظم مندوبات سے ہے جبکہ بروجہ صحیح ہو جس طرح حرمین طیّبین میں ہوتی ہے اور قوالی کہ یہاں رائج ہے ناجائز ہے اور اس کے لئے چندہ دینا بھی جائز نہیں یہ چندہ کہ اُن کو واپس دیاگیا اگر (لہ ۸/عہ) ہی دئے جاتے جتنا انہوں نے دیا تھاتو انہیں اس کا کھالینا حرام نہ ہوتا وہ ان کی مِلک تھا اور جو وعدہ مسجد میں صَرف کرنے کا کیاتھا اگراس پر قائم تھے اور بوجہ حاجت اس وقت صرف کرلیا اور دل میں یہ نیت تھی کہ اس کے عوض مسجد میں اتنا لگادیں گے تو اللہ عزّوجل سے وعدہ خلافی بھی نہ ہو اور اگر یہ نیت نہ تھی تو خلاف وعدہ کا وبال ہوا اور معاذاللہ اس کی نحوست شدید ہے۔

قال اللہ تعالٰی "فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى یَوْمِ یَلْقَوْنَهٗ بِمَاۤ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَ بِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ۝"[1]۔	(اللہ تعالٰی نے فرمایا) پھر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالٰی نے اُن کے دلوں میں نفاق جمادیا اُس دن تک کہ اس سے وہ ملیں گے اس لئے کہ انہوں نے اپنے کئے ہوئے وعدہ کی اللہ تعالٰی سے خلاف ورزی کی اور اس لئے کہ وہ جھوٹ کہا کرتے تھے۔(ت)

مگر وہ ایک روپیہ زائد جو اُن کو دیاگیا اُس کا کھالینا ہر طرح انہیں حرام تھا بہرحال وہ مرتکب غصب وحرام ہوئے اُن پر توبہ فرض ہے اور اس ایک روپیہ کا تاوان دینا لازم۔**واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۳۴: مسئولہ محمد سید علی صاحب طالب علم از کانپور مسجد حاجی بدلو صاحب سطرنجی محل ۱۳/ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی ایک بازاری عورت یعنی

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۷۷

رنڈی نے مدتوں سے زناکاری اور رقاصی کرکے بہت مال جمع کیا اور اپنے حالات فسق وفجور ہی میں اس مال سے ایک مکان بنایا اور کئی بیگھہ زمین خریدی اُس عورت کے پاس اور کوئی مال بھی نہ تھا اور ہونے کی صورت متصور نہ تھی جس سے زمین اور مکان کی قیمت دے سکے اب دو تین برس سے اُس عورت نے توبہ کرکے اور بازار چھوڑ کر اُس مکان میں سکونت پذیر ہوئی اور چاہتی ہے کہ اپنی ملک سے عوام وخواص کی دعوت کرے اور کھلائے پلائے اور لوگوں کو اُس کے مکان میں جانا اور کھانا پینا اور خود عورت مذکورہ کو اس مکان وزمین ودیگر اشیاء کہ جو اس مال سے خرید کی ہیں استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا بالکتاب (کتاب کے حوالہ سے بیان فرماؤ۔ت)

الجواب:

اگر اس نے زمین اور مکان کی اینٹ، کڑی وغیرہ اپنے روپے دکھا کر نہ خریدی بلکہ مطلق روپے کو خریدی اور پھر وہ مال حرام زرِ ثمن میں دیا اور بیشک آجکل عام خریداریاں اسی طرح پر ہوتی ہیں تو وہ زمین ومکان اس کے لئے حرام نہیں،

لان الدراھم لاتتعین فی العقود فاذا لم یجتمع علیہا العقد والنقد لم یسر الخبث الی البدل کما ھو قول الامام الکرخی وعلیہ الفتوی۔	اس لئے کہ عقد کے معاملات میں دراہم متعین نہیں ہوتے، پھر جب اُن پر عقد اور نقد جمع نہ ہوں تو خباثت بدل کی طرف سرایت نہیں کرتی، جیسا کہ امام کرخی علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے۔ اور اسی پر فتوی ہے۔(ت)

مگر وہ مال حرام جو اُس کے پاس ہے اُس پر لازم ہے کہ سب تصدق کردے اُس میں سے کوئی پیسہ اپنے کھانے پہننے یا کسی اور مصرف میں اُسے اٹھانا حرام ہے وہ اگر اُسے پاک کرنا چاہے تو اس کا طریقہ صرف یہ ہے کہ کسی محتاج کو اگرچہ اس کا کیسا ہی عزیز وقریب ہو اپنا وہ کل مال ایک ایک پیسہ ایک ایک تار بہ نیت تصدق دے دے اس میں سے کچھ اپنے پاس نہ رکھے، اور زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ چند محتاجوں پر اس حساب سے تصدق کرے کہ ہر ایک کو چھپن روپے سے کم کا مال پہنچے پھر جن کو اس نے بطور تصدق دیا ہے وہ اپنی خوشی سے اپنی طرف سے تھوڑا یا بہت جتنا اسے ہبہ کردیں وہ اس کے لئے حلال طیب ہوجائے گا اگرچہ کل دے دیں اُس کے بعد اُس کے یہاں کی دعوت وغیرہ کسی امر میں حرج نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۵: از شہر کمرلہ ڈاکخانہ گھٹیا مرسلہ وصی علی صاحب معرفت مولوی قاسم علی صاحب طالبعلم مدرسہ منظر اسلام ۲۸/شوال ۱۳۳۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی آسامی نے اپنا حق موروثی اگر کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کیاتو اس میں زمیندار کو آسامی مشتری سے کچھ روپیہ لیناجائز ہے یانہیں؟ **بیّنوا توجروا بحوالہ کتاب**(کتاب کے حوالے سے بیان کرکے اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

حق موروثی قابل بیع نہیں، نہ اس پر زمیندار کچھ لے سکتاہے نہ یہ حق جسے قانون نے حق موروثی ٹھہرایا ہے شرعًا کوئی حق ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۳۶: از ضلع گوڑگاؤں مقام ریواڑی متصل تحصیل حکیم جلال الدین بروز سہ شنبہ بتاریخ ۱۴/صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

نحمدہ ونصلّی علی رسولہ الکریم، کیافرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ کوئی جانور یا شیرینی مندر میں بُت پر یا دیبی بھیروں وغیرہ کی تھان پر یا خواجہ معین الدین چشتی اجمیری وغیرہ کی قبر پر چڑھائی جائے اور اس بت کا پجاری یا تھان کا پجاری یا قبر کا مجاور اُس چڑھاوے کو لے لے اور اس کو بیچے تو مول لینا درست ہے یانہیں؟ اور مجاور یا پجاری مفت دے تو لینا درست ہے یانہیں، اور مجاور اور پجاری کے گھر کا کھانا درست ہے یانہیں؟ اور اولیاءِ کرام کی قبر کے چڑھاوے اور بُت یا تھان پر چڑھاوے ایک ہے یا علیحدہ علیحدہ حکم ہے؟ فقط۔

الجواب:

عجب وہ مسلمان کہ اسلام اور کفر میں فرق نہ کرے۔ عجب وہ مسلمان کہ بتوں کے تھان اور اولیائے کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مزارات طیبہ کو ایک ساتھ گنے، بُت پر چڑھاوا چڑھانا کفر ہے، اور اولیاء کو ایصال ثواب طریق اسلام، تو مالک پجاری بھی ہو جاتا ہے بیچے تو مول لینے میں حرج نہیں کہ بُت کے چھڑاوے کی خباثت اُس تک منتہی ہو گئی اور مفت دینا اگر اس طرح ہو جیسے اُن کے یہاں پرشاد بٹتا ہے، تو لینا ہرگز جائز نہیں، کہ اُس میں ذلت مسلم ہے اور اگر اس طریقہ پر نہ ہو بلکہ وہ اپنی مِلک میں لے کر اُسے بطور ہدیہ دے تو اُس کا حکم ہدیہ مشرکین کا حکم ہے کہ صور واحکام واقوال مختلف ہیں جن کی تفصیل ہمارے فتاوٰی میں ہے، اور اس خاص صورت سے بچنا ہی بہتر ہے۔ حدیث میں فرمایا:

مجھے منع کردیا گیا ہے کہ میں شرک کرنے والوں کا مکھن (ہدیہ) لُوں۔(ت)	انّی نہیت عن زبد المشرکین [1]۔

مزارات طیّبہ پر جو کچھ بغرض ایصال ثواب حاضر کیا جائے اور عادۃً خدام اُسے تقسیم کرلیتے اور دینے والے جانتے ہیں اور اس پر راضی ہوتے ہیں وہ ان کی مِلک ہے اُن سے ہدیۃً وشراءً دونوں طرح لینا جائز۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۳۷: از ضلع شاہجہانپور مقام میران پور کڑہ محلّہ نادر سانباں ڈاکخانہ خاص روز یکشنبہ بتاریخ ۱۸/صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

جنگِ بلقان کے وقت چند اشخاص نے مل کر چندہ مجروحین وبیوگان ترکوں کے واسطے قصبہ اور دیہات سے جمع کیا اس اثناء میں چندہ فراہم کرنے والوں میں سے ایک شخص نے کچھ روپیہ اپنے صرف میں کرلیا اور آج تک نہیں دیا برابر جھُوٹے وعدے کرتا رہا اور بقیہ روپیہ تھے اس روپیہ کے نہ ملنے کی وجہ سے اب تک نہیں روانہ کیا گیا اب اس روپیہ کو کسی صرف میں لانا چاہیئے یا اُن اشخاص کو واپس کردینا چاہیئے، یا صرف مسجد یا مدرسہ میں یا مطبع علماء میں صرف کرنا چاہیئے اور جس شخص نے وہ روپیہ نہیں دیا ہے اس کی بابت کیا حکم ہے، ایسے شخص اس بار امانت سے سبکدوش ہوجائے جن کے پاس جمع ہے، زیادہ حدِ ادب!

الجواب:

چندہ کا روپیہ چندہ دینے والوں کا مِلک رہتا ہے جس کام کے لئے وہ دیں جب اُس میں صَرف نہ ہو تو فرض ہے کہ انہیں کو واپس دیا جائے یا کسی دوسرے کام کے لئے وہ اجازت دیں اُن میں جو نہ رہا ہو ان کے وارثوں کو دیا جائے یا ان کے عاقل بالغ جس کام میں اجازت دیں، ہاں جو اُن میں نہ رہا اور اُن کے وارث بھی نہ رہے یا پتا نہیں چلتا یا معلوم نہیں ہوسکتا کہ کس کس سے لیا تھا، کیا کیا تھا، وہ مثل مالِ لقطہ ہے، مصارفِ خیر مثل مسجد اور مدرسہ اہل سنت و مطبع اہل سنت وغیرہ میں صَرف ہوسکتا ہے، **وھو تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۳۸:

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ	چہ میفرماید علمائے دین متین اندریں مسئلہ کہ

[1] المعجم للطبرانی حدیث ۹۹۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۳۶۴، جامع الترمذی ابواب السیر باب ماجاء فی قبول ھدایا المشرکین امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۹۱

وقتیکہ قضاۃ را وظیفہ مقررہ از بیت المال باشد و مع ہذا ایناد وہ بدہ بگردند و برائے خود ہا بلا اجازۃ سلطانی خلد اللہ تعالٰی سلطنۃ آمین ثم وثم مال از خاص رعایا بعضے جبرًا وقہرًا و بعضے سوالًا وتضرعًا جمع میکنند وخلاف اوجائز می شمارند میخورند نہ آنکہ در معظمات امور مملکت وسطنت صرف میکند پس ایں فعل وقول قضاۃ مذکور موافق شرع قویم وصراط مستقیم ہست ویانہ۔ بیّنوا توجروا۔	جو شرعی جج (قضاۃ) ہیں، بیت المال سے اتنا وظیفہ مقرر ہے مگر اس کے باوجود وہ بستی بستی میں چکر لگاتے ہیں، اور خود اپنے لئے بغیر اجازت شاہی، اللہ تعالٰی اس کی بادشاہی کو ہمیشہ برقرار رکھے، آمین پھر آمین، پھر آمین، خاص رعایا سے مانگتے ہیں، کچھ ان میں جبر اور زبردستی اور کچھ منت وسماجت سے گڑگڑا کر مال جمع کرتے ہیں اور خلاف کو جائز سمجھتے ہوئے جمع شدہ مال کھاجاتے ہیں۔ ایسا نہیں کہ بادشاہی اور مملکت کے بڑے بڑے کاموں میں اس کو خرچ کریں، پس جج صاحب ان کا یہ رویہ اور قول شرع مقدس اور صراط مستقیم (سیدھا راستہ) کے مطابق ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ کو وضاحت سے بیان فرما کر اللہ تعالٰی سے اجر وثواب پاؤ۔ (ت)

الجواب:

اگر بجبر میگیرند ظالم وغاصب اند قال اللہ تعالٰی " وَلَا تَأْكُلُوٓا۟ أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ "[1] و قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل المسلم علی المسلم حرام دمه وماله و عرضه[2] واگر بسوال وتضرع میگیرند نیز حام ست قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتحل الصدقۃ لغنی ولا لذی مرۃ سوی[3]۔ در ہندیہ وغیرہا ست ماجمع السائل	اگر وہ لوگوں سے زبردستی لیتے ہیں تو اس صورت میں ظالم اور غاصب ہیں، چنانچہ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: لوگو! ایک دوسرے کے مال آپس میں ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ اس کا خُون، مال اور آبرو۔ اور اگر عاجزانہ طور پر گڑگڑا کر سوال کرتے اور لیتے ہیں تو پھر بھی حرام ہے، چنانچہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا صدقہ

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۸

[2] صحیح مسلم کتاب البر باب تحریم ظلم المسلم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۷

[3] مسند امام احمد بن حنبل حدیث عبداللہ بن عمرو دار الفکر بیروت ۲/ ۱۹۲، سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب من یعطی من الصدق الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۳۱

بالتکدی فھو خبیث[1] بر سلطانِ اسلام دولاۃ وحکام ومحتسبان ولاۃ مقام فرض است کہ آنہارا ازیں کردار باز دارند قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذٰلك اضعف الایمان[2] قال اللہ تعالٰی "لَوْلَا یَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ۝" ۔[3] نسأل اللہ العفو والعافیۃ، واللہ تعالٰی اعلم۔	وخیرات کسی مالدار اور طاقتور اور تندرست آدمی کے لئے حلال نہیں، چنانچہ فتاوٰی ہندیہ وغیرہ میں ہے کاوش اور چھینا جھپٹی سے جو کچھ سائل نے جمع کیا ہے وہ خبیث (ناپاک) مال ہے۔ لہٰذا شاہِ اسلام، مقرر کردہ والی، حکّام اور احتساب کرنے والے، بلند عہدہ رکھنے والے، اُن پر فرض ہے کہ ایسے ذلیل سائلوں کو اس کاروائی سے روک دیں۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی تم میں سے کوئی برائی دیکھے تو اسے زور بازو سے بدل دے (یعنی اسے بند کردے) اگر یہ طاقت نہ ہو تو پھر زبان سے اصلاح کرے، اور اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو پھر اسے دل سے بُرا سمجھے لیکن یہ سب سے ضعیف تر ایمان ہے۔ اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے اللہ والے اور پادری انہیں کیوں نہیں روکتے بلاشبہہ بہت بری کاروائی ہے جو وہ سرانجام دے رہے ہوں۔ ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳۹: حکیم محمد حسن از بہیڑی ضلع بریلی ۶/ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محکمہ آبکاری میں جو کہ گورنمنٹ کی طرف سے ملازمت کرتے ہیں مثلاً جیسے کہ انسپکٹر آبکاری، یہ ملازمت جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہے تو کس وجہ سے اور ناجائز ہے تو کس وجہ سے؟ دلائل بیان فرمائیے فقط۔

الجواب:

شراب کا بنانا، بنوانا، چھونا، اٹھانا، رکھنا، رکھوانا، بیچنا، بکوانا، مول لینا، دلوانا سب

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۹

[2] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابی سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ دار الفکر بیروت ۳/ ۴۹

[3] القرآن الکریم ۵/ ۶۳

حرام حرام ہے۔اور جس نوکری میں یہ کام یا شراب کی نگاہداشت اُس کے داموں کا حساب کتاب کرنا ہو سب شرعًا ناجائز ہیں۔

قال اللہ تعالٰی: "وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ"[1]۔	(لوگو) گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو۔(ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعن اللہ الخمر وشاربها وساقیها و بائعها ومبتاعها وعاصرها ومعتصرها وحاملها والمحمولۃ الیه واٰکل ثمنها۔رواہ ابوداؤد[2] والحاکم وصححه عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنهما۔واللہ تعالٰی اعلم۔	شراب، اسے پینے والا، پلانے والا، فروخت کرنے والا، خریدنے والا، کشید کرنے والا، کشید کروانے والا، اسے اٹھانے والا، جس تک اٹھا کر لے گیا، اور اس کی قیمت استعمال کرنے والا، اللہ تعالٰی نے ان سب پر لعنت فرمائی۔امام ابوداؤد اور امام حاکم نے اسے روایت کیا ہے اور اس نے (یعنی حاکم نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی سند سے اس کی تصحیح فرمائی، واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۲۴۰: مسئولہ مولوی ظفر الدین صاحب مدرس مدرسہ نور الہدی پانکی پور ڈاک خانہ سندرو چہار شنبہ ۱۵/ شوال ۱۳۳۴ھ

حضور کا کیا حکم ہے کہ ایک عورت کے اوپر جن آتا ہے اور وہ علانیہ اُس کو دیکھتی ہے اور وہ اُس کے پاس آکر روپے وغیرہ نوٹ دے کر جاتا ہے تو آیا اُس نوٹ اور روپے کو صرف کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور استعمال میں لانا شرعًا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

وہ جن جو کچھ اُس عورت کو دیتا ہے اس کا لینا حرام ہے کہ وہ زنا کی رشوت ہے۔ درمختار میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۲

[2] سنن ابی داؤد کتاب الاشربہ باب العصیر للخمر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۶۱، المستدرک للحاکم کتاب الاشربہ دارالفکر بیروت ۴/ ۱۴۵

مایدفعہ متعاشقان رشوۃ[1]۔	آپس میں معاشقہ کرنے والے جو کچھ دیں وہ رشوت میں شمار ہے۔(ت)

اگر وہ لینے پر مجبور کرے لے کر فقراء پر تصدّق کردیا جائے اپنے صَرف میں لانا حرام ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۴۱: از فرخ آباد شمس الدین احمد ۱۸/ شوال المعظم ۱۳۳۴ھ

درخت تاڑ کی فصل فروخت کرنا یعنی تاڑی نکال کر بیچنے کی اجازت دینا اور اس کی قیمت لینا درست ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب:

ممنوع ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۴۲: مسئولہ ولی محمد کلاہ فروش بازار چوک بہرائچ چہار شنبہ ۱۹/ ذوالقعدہ ۱۳۳۴ھ

خیّاط لوگ اُن کپڑوں میں سے جو اُن کے پاس بغرض سلائی لیے جاتے ہیں کچھ تھوڑا کپڑا بمقدار ایک کُلاہ کے بچالیتے ہیں اور اُس کپڑے کی کُلاہ وغیرہ بناکر بدست کُلاہ فروش بہ نسبت شرح قیمت دوسرے ٹوپیوں کے کم قیمت پر فروخت کرلیتے ہیں کوئی شخص بازار کے تمام کُلاہ فروشاں میں سے سوائے ایک شخص کے انکار اُن خیاطوں کی ٹوپیاں وغیرہ خریدنے اور اُن کے منافع سے مستفیض ہونے سے نہیں کرتا ہے، اور محترز کی سعی سے اصلاح حال خیاط لوگوں کی اور خرید کرنے والے کلاہ فروشاں کی غیر ممکن ہے۔کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین کہ محترز اگر ایسے پارچہ کی ٹوپیاں وغیرہ خیاط لوگوں سے خرید کرلے تو محترز باعثِ معصیّت ہوگا یا نہیں؟

الجواب:

ضرور معصیت وحرام ہے، اور یہ خیال کہ ان کے پاس چھوڑے تو یہ بند نہیں ہوتا محض بے معنی ہے، اس کا حساب اس پر اور اُن کا حساب اُن پر۔**واللہ تعالٰی اعلم**۔

مسئلہ ۲۴۳: مرسلہ مرزا عبدالرحیم بیگ مدرس جماعت نارواڑی محلّہ رنچھوڑلین کراچی بندر

کیافرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان دین متین:

میں نے سنا ہے کہ بیاج کے جائز ہونے کا بھی آپ نے کوئی حیلہ کیا ہے آیا یہ صحیح ہے یا نہیں، اگر صحیح ہے تو کس طرح؟ تحریر فرمائیں۔**بینوا توجروا** (بیان فرماؤ تاکہ اجر پاؤ۔ت)

[1] بحرالرائق کتاب القضاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶ /۲۶۲

الجواب:

بیاج کے جائز کرلینے کا حیلہ کرلینا مسلمان کی شان نہیں یہ بھی مجھ پر محض افترا ہے میرے فتاوٰی میں جابجا اس کا رَد موجود ہے۔ اور اگر اس کا نام حیلہ ہے کہ کوئی شرعی جائز صورت کی جائے جس میں نفع حاصل ہو اور بیاج حرام مردود و نجس سے نجات ہو تو اسے خود صاحب شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا **کما فی صحیح البخاری** (جیسا کہ صحیح البخاری میں ہے۔ت) ائمہ دین نے اس کی متعدد صورتیں ارشاد فرمائیں۔ فتاوٰی امام قاضی خاں میں اُس کے لئے خاص ایک فصل تحریر فرمائی اسے بیاج جائز کرلینا نہ کہے گا مگر گمراہ، اس کی تفصیل میرے رسالہ **کفل الفقیہ** عـــہ میں ہے جو مطبع اہلسنّت سے مل سکتا ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۴۴: از سہاور ضلع ایٹہ مرسلہ جناب مولوی چودھری عبدالحمید خان صاحب زید مکارمہم رئیس ۱۳/ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ

جناب اعلٰی حضرت عظیم البرکت مجددمائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ ادام اللہ ظلالہ علی رؤس الطالبین حاکم اگر اپنے کسی کام کے لئے قرض مانگے اور اس پر سود دے اور جو سود نہ لے اُس سے جو رقم ناجائز لی جاتی ہے اُس میں اسی حساب سے تخفیف کردے اس کی بابت کوئی مطالبہ نہیں، نہ شرط ہے، لہذا وہ کمی اُن کے واسطے جائز ہوگی یا نہیں، اگرچہ اس قرض میں حاکم کا حکم اتنا ہے کہ خوشی سے ضرور دینا چاہئے جبر نہیں بایں‌ہمہ اُس کے ملازمین اپنے اثر سے ہر ایک کو اس کے دینے پر مجبور کرتے ہیں، ان سب باتوں پر غور فرماکر ارشاد فرمایا جائے کہ بموجب اس کے عمل کیا جائے۔ **والسلام مع الاکرام۔**

الجواب:

کوئی زمیندار مثلاً کاشتکاروں سے جبراً کوئی ناجائز رقم وصول کرتا ہو کاشتکار بمجبوری دیتے ہوں پھر اس کا کوئی کام آکر پڑے اور وہ کہے کہ اس کام میں میری مدد کرتو یہ رقم چھوڑ دوں گا یا اتنی تخفیف کردوں گا، تو اس ترک یا تخفیف کا قبول نہ کرنا اس پر واجب ہے کہ جب وہ رقم ناجائز ہے تو جس طرح اُس کا لینا گناہ ہے دینا بھی حرام ہے **ماحرم اخذہ حرام اعطاؤہ**[1] (جس کا

عـــہ: رسالہ کفل الفقیہ الفاھم فی احکام الدراھم فتاوٰی رضویہ جلد ۱۷ مطبوعہ رضافاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور، میں صفحہ ۳۹۵ پر مرقوم ہے۔

[1] ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب العشر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۶

لینا حرام اس کا دینا بھی حرام۔ت)۔حرام سے جتنا بچ سکے لازم ہے مگر وہ کام جس کے صلہ میں یہ ناجائز رقم زمیندار چھوڑے اس کا دیکھنا لازم ہے اگر وہ خود ناجائز ہے تو اس میں اسے مدد دینی حرام ہے اور اس رقم کی بچت اس کا عذر نہیں ہوسکتی کہ قم ناجائز کا جبراً لینا اس کا جُرم ہے اور دوسرے کے ناجائز کام میں شریک ہونا اس کا جرم ہے ہاں اگر وہ اس ناجائز کام پر مجبور کرے اور مجبوری واقعی ہو جس پر وہ زمیندار قدرت رکھتا ہے تو بحالت اکراہ شرعی جس فعل ناجائز کی رخصت دی جاتی ہے رخصت دیں گے اور اس حالت میں اس رقم ناجائز کی کمی قبول کرنا اس پر واجب ہوگا لیکن اگر زمیندار مجبور نہیں کرتا اُس کے نوکر چاکر دباتے ہیں اور وہ اسے مجبور شرعی نہیں کرسکتے تو صرف اُن کی خاطر یا دھمکی سے ناجائز کام جائز نہ ہوجائے گا، اور اگر وہ کام جائز ہے تو اس میں بقدر ضرورت مدد دے کر وہ صلہ قبول کرنا شرعاً واجب ہے **کما مر** (جیسا کہ گزرا۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۴۵: از مقام مذکور مرسلہ چودھری صاحب مذکور ۱۹/رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ

آخر فقرہ جو اس مکتوب میں درج ہے کہ لیکن اگر زمیندار خود مجبور نہیں کرتا اس کے نوکر چاکر دباتے ہیں اور وہ اسے مجبور شرعی نہیں کرسکتے تو صرف اُن کی خاطر یا دھمکی سے ناجائز کام جائز نہ ہوجائے گا، یہ بالکل سچ ہے مگر غور طلب یہ امر ہے کہ وہ نوکر جو ذی اختیار ہوں اور جن کو سزا وجزا کا پُورا اختیار ہو اور جن کی رپورٹ پر اُن کے آقا ضبطی جائداد وغیرہ سب کچھ کرتے ہوں تو اُن کا دبانا یا اظہارِ ناخوشی کرنا اور وعید سے کام لینا ایسا نہ ہوگا جیسا معمولی نوکروں کا کہنا سننا یا دبانا بلکہ اُن کا کہنا سننا دبانا یا وعید سے کام لینا یہ سمجھنا چاہئے کہ ہُو بہو اُس کے آقاؤں کا وہ فعل ہے اگرچہ بظاہر اُن کے آقا اس امر کا اعتراف کرتے ہوں کہ یہ ہمارے حکم کی تعمیل ہماری رعایا کی خوشی پر منحصر ہے۔

الجواب:

ایک تخویف واقع ہوتی ہے معلوم ہے کہ ایسا نہ ہوا تو معاذاللہ ضبطی جائداد وغیرہ ناقابل مضرتوں کا سامنا ہے اور ایک نری دھمکی، ثانی کا اعتبار نہیں۔

قال اللہ تعالٰی "ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۪ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ" [1]۔	(اللہ تعالٰی نے فرمایا) یہ شیطان ہے کہ تمہیں اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے تو اُن سے نہ ڈرو مجھ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو۔

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۷۵

اور اول ضرور معتبر ہے اور الامن اکرہ کی حد میں داخل۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۶: کوہ رانی کھیت صدر بازار مرسلہ منشی عنایت خاں صاحب مورخہ ۲۴ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

کیافرماتے ہی علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس باب میں کہ پیش امام صاحب رانی کھیت نے ایک رنڈی کی نماز جنازہ پڑھائی کہ جس کا کوئی عمل اور بظاہر وضع نہ لباس مسلمانوں کا تھا اس واقعہ کے چند یوم کے بعد پیش امام صاحب نے نماز جمعہ سے قبل اپنے اس فعل کی تائید میں بطور وعظ کے فرمایا کہ مجھ کو اس کا علم نہیں تھا کہ یہ عورت کون ہے اور جو شخص مجھ کو بلاکر واسطے نماز جنازہ کے لے گیاہے یہ کون ہے میں نے نہ سمجھا کہ یہ مرد بھڑوااور یہ عورت رنڈی ہے اور اس نماز جنازہ میں کچھ معاوضہ بھی مولانا صاحب کے نذر کیا جس کو مولانا صاحب نے دورانِ وعظ فرمایا کہ ہم تیراک ہیں ہم تیرنے کے ذریعہ سے غرقاب ہونے سے بچ سکتے ہیں جاہل نہی بچ سکتاہے اور بازار والوں نے جو مجھ پر نکتہ چینی کی ہے وہ بھی رنڈیوں کے ہاتھ اپنامال فروخت کرنابند کردیں کیونکہ رنڈیوں سے مال کے بالعوض بھی پیسہ ناجائز ہی حاصل ہوتا ہے اور جب بازار والے اس میں اتفاق کرلیں تو مجھ کو بھی اُن سے اتفاق ہوگا،اور مولانا صاحب نے یہ فرمایا کہ جو پیسہ اس جنازہ کی نماز میں مجھ کو ملاہے اس پیسہ کو جیسی اس کی اصلیت ہے ایسی ہی جگہ صَرف کردوں گا مثلاً پائخانہ اٹھانیوالی بھنگن کو دے دُوں گا،اور ایک قصّہ اس ناجائز پیسہ کی صَرف کرنے کی بابت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کاذکر فرمایاکہ ایک بادشاہ کے یہاں خزانہ میں روپیہ کی کمی ہوئی توانھوں نے وزیر صاحب سے روپیہ حاصل کرنے کی بابت مشورہ کیاتو وزیر صاحب نے ان کو رائے دی کہ فلاں فقیر کے پاس بہت سارو پیہ ہے اس سے روپیہ طلب کیاجائے، غرض کہ فقیر بلایاگیا فقیر سے روپیہ طلب کیاگیا فقیر نے بادشاہ سے عرض کی کہ حضور چونکہ آپ بادشاہِ اسلام ہیں اور جو پیسہ میرے پاس ہے وہ ناجائز طریقہ سے میں نے حاصل کیاہے لہذا وہ پیسہ اچھانہیں ہے،آپ کے صَرف کے قابل نہیں ہے بادشاہ نے فرمایا کہ رعایاکے مکانات مسمار ہوگئے ہیں ہم بھی تیرے پیسہ کو رعایاکے پاخانوں میں صَرف کردیں گے،اور مولوی عبدالحہ صاحب کے فتوی کے حوالہ سے مولانا صاحب نے فرمایاکہ اگر کسی بزرگ یاعلمائے دین کی دعوت وغیرہ کرنی ہو اور اس کے پاس پیسہ اچھانہ ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ کسی دوسرے شخص سے اپنے پیسہ کے بالعوض اچھا پیسہ حاصل کرے اور آپ کی دعوت وغیرہ میں صرف اسی دوران وعظ میں مولانا صاحب یعنی پیش امام صاحب نے متقی شخص کی بزرگی آیاتِ قرآنی سے بڑے شدّومد کے ساتھ ثابت کی ہے چند مسلمانوں کے خیالات میں لفظ تیراک اور جیسا پیسہ ہے جنازہ کی نماز پڑھانے کے عوض میں مولانا صاحب کو حاصل ہوااور اس کاصَرف ویسی جگہ کردیں گے اور علمائے دین اور بزرگوں کی دعوت وغیرہ دینے

خراب پیسہ کے بجائے دوسرے آدمی سے اچھا پیسہ حاصل کرکے صرف کرنا یہ امور قابلِ اعتراض ہیں۔امید ہے کہ جواب باصواب مرحمت ہو، تاکہ جو شکوک دلوں میں پیدا ہوگئے ہیں وہ رفع ہوں۔

الجواب:

نماز جنازہ پڑھادینے میں حرج نہ تھا جبکہ اسے معلوم نہ تھا کہ اس کی یہ حالت ہے مگر نماز جنازہ پڑھانے پر اُجرت لینی جائز نہیں اگرچہ پاک مال سے نہ کہ ناپاک مال سے کہ دوہرا حرام ہے، اور یہ عذر کہ وہ اپنے یہاں کے پاخانہ میں صَرف کردے گا محض مردود ہے یوں بھی اپنے ہی صرف میں لانا ہوا اور وہ حرام ہے، یہیں سے ثابت ہوا کہ وہ تیراک نہیں اس نے دو غوطے کھائے اور اپنے غرقاب ہونے پر متنبہ بھی نہ ہوا، اور یہ بھی غلط ہے کہ جس کے پاس ناپاک پیسہ ہو وہ اپنے پیسے کے عوض دوسرے پیسہ پاک حاصل کرے اور وہ مطلقاً پاک ہوجائے، بلکہ مسئلہ یوں ہے کہ جس کا مال حرام ہے اس نے اگر اپنا پیسہ کسی کام میں نہ لگایا بلکہ قرض لے کر کوئی کام کیا تو وہ کام جائز ہے اور اگر ایسا شخص کسی کو کچھ دام دے یا دعوت کرے اور کہے کہ یہ میں نے قرض لے کر کی ہے اس کا قول مانا جائے گا جیسا کہ عالمگیریہ وغیرہ میں ہے، ہاں اس نے سچ کہا کہ دکانداروں کو بھی حرام ہے کہ کوئی چیز حرام مال والوں کے ہاتھ بیچ کر وہ زرِ حرام قیمت میں لے مگر اُس کا یہ کہنا خطا ہے کہ دکاندار اس سے باز آئیں گے تو وہ بھی باز آئے گا اَوروں کا گناہ کرنا اس کے لئے سند نہیں ہوسکتا ہر شخص اپنی اپنی قبر سنبھالے گا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۴۷: از سوائی مادھپور قصبہ سانگود ریاست کوٹہ راجپوتانہ مرسلہ الف خاں مہتمم مدرسہ انجمن اسلامیہ ۱۲/ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

فریق مغلوب سے خرچہ کچہری ڈگری یا مقدمہ میں جبکہ کچہری دلادے تو اس کا لینا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

جتنا واجبی خرچی ہے مدعا علیہ جھوٹے مدعی سے لے سکتا ہے اور سچے مدعی سے لینا حرام، اور مدعی سچا ہو خواہ جھوٹا مدعا علیہ سے شرعاً نہیں لے سکتا۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۴۸: از بلرام پور محلّہ پورنیا تالاب ضلع گونڈا مرسلہ محمد تیغ بہادر خاں صاحب ۳/جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

ایک مہتر حال مسلمان ہوا ترک پیشہ خود نہ کرکے مثل قدیم، اہل اسلام ونیز دیگر اقوام کے جائے ضرور کو صاف کرتا ہے اس نے مسلمانوں کی دعوت کی اپنے کسب سے، چند اشخاص نے اُس کے

گھر کا پکاہوا کھانا کھایا باقی لوگ جو مدعو تھے نیز سکنائے قصبہ نے بدیں وجہ انکار کیا کہ وہ اب تک مثل سابقہ مہتر ہے علاوہ مسلمانوں کی جائے ضرور کے دیگر اقوام کی بھی صاف کرتا ہے دشمنانِ دین سے دلی میل وملاپ کے شارع علیہ السلام مانع ہیں چہ جائیکہ ایسی ذلیل خدمت کا برتاؤ اُن کے ساتھ عمل میں لاکر کیسے کوئی کامل الایمان رہ سکتا ہے لکھنؤ یا اور شہر جہاں بڑے بڑے فضلا موجود ہین کیوں مہتروں کے ساتھ خورد ونوش جاری نہیں ہے پہلے علماوفضلا نوش فرمائیں اور رواج دیں تب ہم لوگ کھاسکتے ہیں تمام اہل ہنود اس پر معترض ہیں کہ جن جن مسلمانوں نے بھنگی کے یہاں کھایا ہے اُن لوگوں کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیاجائے اور انہیں میں یہ قوم بھی متصور ہو یہاں کے مالک ریاست اہلِ ہنود ہیں اور یہی قوم زیادہ تر با اختیار ہے سب مسلمانوں کی ذریعہ معاش وغیرہ اسی سے ہے اگر عمائدین کے ساتھ ایسا ہی معاملہ ہو تو کس قدر ذلت اہل اسلام کی ہوگی جن صاحبوں نے کھایا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ ہمارا دینی بھائی ہے ہم برابر خورد ونوش رکھیں گے اور ازدواج کی بابت نہیں معلوم کیا خیال ہو وہ اپنے بھائی کو ایسی ذلیل حالت میں زندگی بسر کرتے نہیں معلوم کیسے ملاحظہ فرمانا پسند کر رہے ہیں جبکہ ہزاروں اور ذرائع معاش جو اس حالت سے طیب و پاک ہیں بآسانی ہوسکتے ہیں کیوں دریغ فرمارہے ہیں اور باعثِ ننگ وعار اسلام ہیں۔

الجواب:

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **کسب الحجام خبیث**[1] پچھنے لگانے والے کی کمائی خبیث ہے۔

علماء فرماتے ہیں: "**لتلوثه بالنجاسات**" اس لئے کہ اُسے نجاست سے کام پڑتا ہے۔ تو بھنگی کا پیشہ کس درجہ خبیث تر ہوگا۔

علماء فرماتے ہیں: **لایجوز خدمة الکافر باجر** کافر کی خدمت گاری کی نوکری جائز نہیں) کہ اس میں **معاذ اللہ** مسلمان کی تذلیل ہے تو ایسی سب سے ذلیل تر خدمت کیونکر حلال ہوسکتی ہے، اور جب وہ مسلمان ہے تو دینی بھائی ضرور ہے مگر دینی بھائی ہونے سے یہ لازم نہیں کہ باوصف اس کی ایسی شنیع حرکت کے وہ مسلمان ہوکر کافروں کے آگے اپنے آپ کو اس درجہ ذلیل کرتا ہے اور حرام اُجرت کھاتا ہے، اُس سے میل جول ایسا ہی رکھیں جیسا صالحین سے، اور جبکہ اس کی کمائی خبیث ہے تو اُسے بھی یوہیں کھائیں جیسے پاک مال کو، اُس پر لازم ہے کہ جب وہ مسلمان ہُوا اس ناپاک پیشہ کو ترک کرے اور کافروں کے سامنے اسلام کا نام ذلیل نہ کرے اُس سے میل جول نہ کیا جائے اور اُس کی ناپاک کمائی کا کھانا نہ کھایا جائے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب البیوع باب فی کسب الحجام آفتاب عالم پریس لاہور ۲ /۱۳۰

مسئلہ ۲۴۹: از شہر محل باقر گنج مرسلہ عنایت خاں ۱۳/جمادی الاُخری ۱۳۳۶ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب کافروں کامیلہ دریاپر ہوتاہے تو یہ پنڈتوں کواپنے گھر سے دال چاول لے جاکر دیتے ہیں یعنی پُن کرتے ہیں، وہ لوگ اس کو جمع کرکے فروخت کرڈالتے ہیں دکانداروں کے ہاتھ، اور اُن دکانداروں سے ہم لوگ خریدتے ہیں اگر ہم خود اس پنڈت سے خریدلیں بازار سے کچھ زیادہ دی جائیں تو جائز ہے یانہیں، اور اُن کو خرید کر اگر نیاز دلوائی جائے مثلاً حضرت پیرانِ پیر کی، جائز ہے یانہیں؟

الجواب:

اُس اناج کا بازار سے بھی خریدنا حلال، پنڈت سے بھی خریداری جائز، اس پر نیاز شریف بھی مباح۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۵۰: از جھالراپائن راجپوتانہ مرسلہ محمد نواب علی صاحب سوداگرچرم

یہاں ایک روپے کانوٹ چلاہے اور ریاست سے تنخواہ داروں کو روپیہ کے عوض نوٹ ملتاہے، بازار میں خریدار صراف وغیرہ پندرہ آنے اور ساڑھے پندرہ آنے کو خریدتے ہیں، یہ آنہ اور آدھ آنہ مسلمانوں کو لینا دینا جائز ہے یانہیں؟ اس قسم کا لین دین سُود میں داخل ہوگا یامنافع میں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

روپے کانوٹ پندرہ آنے کو بیچنا خریدنا مطلقاً جائز ہے جبکہ باہم رضامندی اور کوئی مانع شرعی عارض نہ ہو اسے سُود سے کوئی علاقہ نہیں، حدیث صحیح میں ارشادفرمایا:

اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم[1]۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**	جب دو نوع مختلف ہوں تو پھر جس طرح چاہو خرید وفروخت کرو۔ **واللہ تعالٰی اعلم** (ت)

مسئلہ ۲۵۱: از جھالراپائن راجپوتانہ مرسلہ محمد نواب علی صاحب سوداگرچرم

افیون کی خرید وفروخت جائز ہے یانہیں؟ چونکہ غیر قوم اس سے فائدہ حاصل کررہی ہے اور اہل اسلام محروم ہیں، شرع شریف نے اس قسم کا بٹہ لینادینا اور تجارت کسی طریقہ سے جائز رکھی ہو تو جواب تشریح کے ساتھ مرحمت فرمایا جائے۔

[1] نصب الرایۃ کتاب البیوع المکتبۃ الاسلامیہ ۴/ ۴

الجواب:

افیون نشہ کی حدتک کھانا حرام ہے اور اسے بیرونی علاج مثلاً ضماد وطلاء میں استعمال کرنا یاخوردنی معجونوں میں اتنا قلیل حصہ داخل کرنا کہ روز کی قدر شربت نشے کی حدتک نہ پہنچے تو جائز ہے اور جب وہ معصیت کے لئے متعین نہیں تو اس کے بیچنے میں حرج نہیں مگراس کے ہاتھ جس کی نسبت معلوم ہو کہ نشہ کی غرض سے کھانے یا پینے کو لیتا ہے،

لان المعصیۃ تقوم بعینھا فکان کبیع السلاح من اھل الفتنۃ۔	اس لئے کہ گناہ عین شے کے ساتھ قائم ہوتا ہے پھر اس کی مثال اس طرح ہوتی جیسے "اہل فتنہ" پر ہتھیار فروخت کرنا۔(ت)

اور جب اس کی تجارت مطلقاً حرام نہ ہوئی بلکہ جائز صورتوں پر بھی مشتمل ہوئی توزیادہ مقدار تاجروں کے ہاتھ بیچنا اور ہلکا ہوگیا کہ یہاں تعین معصیت اصلاً نہیں اور ان کا نشہ داروں کے ہاتھ بیچنا ان کا فعل ہے،

وتخلل فعل فاعل مختار یقطع النسبۃ کما فی الھدایۃ وغیرھا۔	کسی فاعل، مختار کادرمیان میں گھسنا نسبت کو منقطع کردیتاہے جیساکہ ہدایہ وغیرہ میں ہے۔(ت)

یہ صورتیں اس کے جواز کی نکلتی ہیں، اور اہل تقوی کو اس سے احتراز زیادہ مناسب۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۵۲: از کلکتہ زکریا اسٹریٹ ۲۲ مولوی عبدالحلیم میرٹھی ۷/رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

کچہری کا ملازم چپراسی جو روپیہ مقدمہ بازوں سے انعام کی صورت میں وصول کرتا ہے اور بعض صور میں بجبر درصورتیکہ رشوت کے حکم میں داخل ہو، اب توبہ کرنے کے بعد درآنحالیکہ اُن اشخاص کو واپس کرنا اُن سے اجازت لین اور قصور معاف کرانا از قبیل محالات ہوگیا ہو کس مصرف میں لایا جائے۔**بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

انعام اگر واقعی بطورِ انعام بلاجبر ظاہر وبے اندیشہ اضرار آئندہ بطیّب خاطر ہو، حلال ہے اور جو بجبر یا رشوۃ ہو حرام قطعی وغصب وغیر مملوک ہے جبکہ واپس دینے کی راہ نہ رہی ہو لازم کہ تمام عمر میں جتنے اموال ایسے لئے ہوں سب کی قدر فقرائے مسلمین پر تصدق کرے اگرچہ یہ تصدّق اس کے مال کا استیعاب کرے بے اُس کے اُس سے برات وتوبہ نہیں، اگر یہ بھی پتا نہ چلے تو برات مطلقہ کا طریقہ یہ ہے کہ اپنا کل مال قلیل وکثیر، نفیر وقطمیر سب کسی مسلمان غیر صاحبِ نصاب پر تصدّق کردے اور اس کے قبضہ میں دے دے

اگرچہ وہ فقیر جس پر تصدّق کیا اس شخص کا جوان بیٹا یا باپ یا بھائی یا بہن یا زوجہ یا اور کوئی قریب یا بعید ہو بعد قبضہ وہ متصدق علیہ اپنی خوشی سے بعض یا کُل مال اسے واپس کردے یعنی اپنی طرف سے اسے ہبہ کرے یا اس پر تصدّق، تو وہ مال اب اس کے لئے طیب ہو جائے گا مطالبہ سے بھی ادا ہوا اور مال بھی پاک و حلال ملا۔ ہندیہ میں ہے:

له مال فيه شبهة اذا تصدّق به على ابيه يكفيه ذٰلك ولايشترط التصدق على الاجنبى وكذا اذا كان ابنه معه حين كان يبيع ويشترى وفيها بيوع فاسدة فوهب جميع ماله لابنه هذا، خرج من العهدة[1]۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔	کسی کے پاس مشتبہ مال ہے، جب اسے اپنے والد پر خیرات کردے تو یہ اس کے لئے کافی ہے۔ کسی اجنبی شخص پر صدقہ کرنا شرط نہیں۔ اور اسی طرح جب اس کا بیٹا اس کے ساتھ ہو، جبکہ یہ شخص خرید و فروخت کرتا ہو، اور اس کے کاروبار میں کچھ فاسد سودے ہوں تو یہ اپنا سارا مال اپنے اس بیٹے کو ہبہ کردے تو اس صورت میں یہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائے گا۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۵۳: از رنگون مرسلہ عبدالستار بن اسمٰعیل ۹/ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنّت اس مسئلہ میں کہ اس شہر میں چند سال سے ایک قسم کی سواری جاری ہوئی ہے یعنی انگریزی ساکت کی ٹم ٹم شکل کا دو چکے والا ہلکا گاڑی ہوتا ہے جسے انسان لے کر دوڑتے ہیں لوگ اُس گاڑی پر سوار ہوتے ہیں اور مناسب معاوضہ گاڑی لے کر دوڑنے والے کو دیتے ہیں غرض گاڑی میں جو کام جانور آتے وہی کام قریب قریب آدمی کرتے ہیں تو کیا اہلِ اسلام کو اس سواری پر سوار ہونا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

وہ لوگ اپنی خوشی سے ایسا کرتے ہیں اور اس پر اُجرت لیتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں جیسے پالکی کے کہار،

وقد مرت محفة سيدنا شيخ الشيوخ السهروردى رضى اللّٰه تعالٰى عنه من العراق الى مكة المكرمة على اعناق الرجال۔ واللّٰہ سبحٰنہ اعلم۔	بے شک ہمارے سردار شیخ الشیوخ سہروردی رضی اللہ تعالٰی عنہ عراق سے لے کر مکہ مکرمہ تک لوگوں کی گردنوں پر سوار ہو کر گئے۔ واللّٰہ سبحٰنہ اعلم۔ (ت)

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس عشر فی الکسب نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۹

مسئلہ ۲۵۴: از بریلی گورنمنٹ بوچڑخانہ مرسلہ نعمت اللہ صاحب ٹھیکہ دار گوشت ۱۵/ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کٹھلہ گوشت بکری کا اس قسم کا ہے کہ ذبحہ و جھٹکہ گردن مارا ہوا دونوں قسم کا شامل ہے اگر خریدنے سے قبل ہم دو شخص اس کو اس ارادے سے خرید کر کہ ذبحہ ایک آدمی اور جھٹکہ ایک آدمی مگر نام میں وہ کام میرے رہے گا اب وہ جائز ہے یا ناجائز؟ اور میرے ذمہ کوئی نقصان شرعی رہا یا کہ نہیں؟

الجواب:

جبکہ حلال گوشت میں حرام ملا ہوا ہے اس کا خریدنا مطلقاً حرام ہے اور اگر متمیّز ہو کہ یہ ٹکڑا حلال کا ہے یہ مردار کا، تو صرف حلال کا خریدنا جائز اور مردار کا خریدنا سخت حرام۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۵۵: از شہر جالندھر چوک حضرت امام ناصر الدین صاحب مرسلہ محمد امین صاحب ۲۷/ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بازاری عورت کے ہاتھ قیمتاً چیزیں فروخت کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب:

اُس کے ہاتھ کچھ بیچ کر اس کے زرِ حرام سے قیمت لینا حرام، اُس کے یہاں کوئی اجرت کا کام کرکے اس کے زرِ حرام سے اجرت لینا حرام "**لان الذی عندھن کالمغصوب کما فی الھندیۃ وغیرھا**" (اس لئے کہ جو کچھ اُن بازاری عورتوں کے پاس ہے وہ غصب کردہ (یعنی چھینی ہوئی) چیز کی طرح ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں ہے۔ت) ہاں اگر اس کے سوا کوئی اور ذریعہ حلال بھی اس کے پاس ہو اور لینے والے کو معلوم نہ ہو کہ یہ قیمت یا اجرت کون سے مال سے ہے تو لینا جائز ہے جبکہ وہ چیز کہ بیچی بعینہٖ اس سے اقامت معصیت نہ ہو جیسے مزامیر، ورنہ بیچنا خود ہی جائز نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۵۶: از سیملیہ علاقہ سیلانہ اسٹیشن ناملی ضلع رتلام مالوہ ریلوے مرسلہ نور محمد ولد صدیق کھتری ۳۰/ رمضان ۱۳۳۷ھ

مسلمانوں میں ایک قوم کھتری ہے جو رنگائی وغیرہ کا پیشہ کرتی ہے، ان کی قوم میں بائیس گوٹ ہیں یعنی فرقہ، اور اُن میں باہم اتفاق تھا، لین دین، کھانا پینا وغیرہ ہوتا تھا۔ اب عرصہ پانچ چھ برس سے آپس میں تکرار فساد ہو کر باہم تنازع پیدا ہوا اور علیحدہ ہوگئے۔ ایک فریق سترہ گوٹ والا اور دوسرا

پانچ گوٹ والا، اور اسی نام سے یہ مشہور ہیں، ایک فریق ستر ا والے اور فریق ثانی دھڑے والے، بناءِ فساد یہ ہے کہ جب اُن میں اتفاق تھا اُس وقت میں شادی غمی کا کھانا وہ اس طرق سے پکتا تھا جس کے گھر خوشی ہوتی تو جملہ پنچ اس کے مکان پر جمع ہوتے ہیں اور دیگچی میں پانی بھر کر پنچوں کے بیچ میں رکھتے ہیں اور ایک برتن علیحدہ گرہ رکھتے ہیں پھر ایک آدمی انہیں سے اٹھ کر پنچوں سے اجازت کھانا پکانے کے واسطے گُڑ گلانے کی طلب کرتا اُن کی زبان میں کہتا (پنچا موکل) یعنی پنچ اجازت گُڑ گلانے کی دو، تو اس وقت پنچ جواب دیتے ہیں (بسم اللہ) یعنی اجازت دی گئی۔ اس وقت پانچ گوٹ والے جن کا نام دھڑے والے ہے پانچ آدمی اُٹھ کر ایک ایک ڈلی گُڑ کی لے کر بسم اللہ کہہ کر اس دیگچی میں ڈال دیتے ہیں، تب کام شروع ہو کر اختتام کو پہنچ جایا کرتا تھا۔ یہ رسم قدامت سے باپ دادا کی قائم تھی، ستر اوالوں کو حسد پیدا ہوا کہ دھڑے والے گڑ گلائیں جب کھانا پکے اور یہ اپنا حق جتاتے ہیں کہ گڑ گلانا ہمارا کام ہے تو ہم کو ایسا کھانا منظور نہیں ہے ہم دھڑے والوں سے علیحدہ ہی اچھے ہیں، اس سبب سے آپس میں دو فریق ایک ستر اوالے اور دوسرے دھڑے والے ہو گئے۔ دھڑے والوں نے تو اپنی رسمِ قدیم قائم رکھی کہ ہم بسم اللہ کے ساتھ اس کام کو کرتے ہیں کوئی شرک کفر نہیں کرتے۔ اور ستر اوالوں نے رسمِ قدیم چھوڑ کر نیا طریقہ اختیار کیا کہ جس کے یہاں کھانا وغیرہ پکے تو مالک کھڑا ہو کر اجازت کھانا پکانے کی مانگ لیتا ہے اور وہ کھانا پکا کر کھالیتے ہیں، ستر اوالے کے کھانے کو دھڑے والے نہیں کھاتے اور دھڑے والوں کا ستر اوالے، اور یہی باعث نفاق ہے، ستر اوالے کہتے ہیں کہ ہم رسمی کھانا نہیں کھاتے، شریعت سے منع ہے، اُس رسم کو چھوڑ کر اتنا ضرور ہوتا ہے کہ جس کے یہاں کام ہوتا ہے وہ پنچوں سے اجازت ضرور لیتا ہے۔ اگر اور طریقہ سے کھانا پکایا جائے گا تو ستر اوالے بھی نہیں کھائیں گے، ان دونوں فریق میں سے ایک شخص تنہا اپنے مکان سے نکلا اس کا یہ کہنا کہ میں دونوں فریق کی رسم سے علیحدہ ہوں میں تو سنت رسول اللہ کے موافق سب کو دلوا کر پکوا کر جو صاحب کھائیں میں کھلاؤں اور اسی طریق پر میں بھی کھاؤں اور بموجب شریعت عورت کو پردے میں رکھتا ہوں اور بیوپار بھی اس طور پر کرتا ہوں کہ سُود نہ لوں نہ دُوں بموجب شریعت کے کرتا ہوں ستر اوالوں اور دھڑے والوں کی عورتیں باہر پھرتی ہیں پردہ نہیں ہے میرے اس سنتِ رسول اللہ پر چلنے سے فریقین بیزار ہیں اس واسطے دریافت کیا جاتا ہے کہ جوابات علیحدہ علیحدہ مرحمت فرمایا جائے کہ ستر اوالوں کے لئے از روئے شرع شریف کیا حکم ہے اور دھڑے والوں کے واسطے کیا حکم ہے اور بے چارے تنہا کا جو شریعت پر چل رہا ہے کیا حکم ہوتا ہے؟

الجواب:

(۱) حدیث میں ہے: جو ایک درہم سُود کا دانستہ کھائے گویا اس نے چھتّیس بار اپنی ماں سے زنا کیا[1]۔ ایک درہم تقریبًا یہاں کے اٹھارہ پیسے کا ہوتا ہے تو فی دھیلا ایک بار ماں سے زنا ہوا۔

(۲) یوں ہی نری سخت مجبوری و ناچاری شرعی کے سوا سود دینا بھی ویسا ہی حرام ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سُود کھانے والے اور سُود دینے والے اور سود کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں سب پر لعنت فرمائی، اور فرمایا: وہ سب برابر ہیں[2]۔

(۳) عورتوں کا راستوں میں یوں بے پردہ پھرنا کہ سر کا کوئی بال یا گلے کا کچھ حصہ یا کلائی یا پنڈلی کا کھلا ہو یا کپڑے باریک ہوں کہ بال وغیرہ اعضاء مذکورہ میں سے کچھ چمکے (سینے یا پیٹ یا پیٹھ میں سے کچھ کھلا ہونا یا چمکنا تو اور بھی سخت ہے) یہ صورتیں حرام ہیں اور اُن عورتوں کے شوہر اگر اس پر راضی یا ساکت ہیں یا بقدرِ ضرورت بندوبست نہیں کرتے تو سب دیّوث ہیں، اور حدیث میں ہے: دیّوث پر جنت حرام ہے[3]۔

یہ تینوں باتیں یا ان میں سے کوئی جس میں پائی جائے فاسق فاجر مستحق عذاب النار ہے، دھڑے والا ہو یا سترا والا یا کوئی اور، اگر ان باتوں کی ممانعت کے باعث اس شخص تنہا سے بیزار ہیں تو اور اشد سے اشد گناہگار و سزاوارِ غضب جبّار ہیں، ان تین باتوں کا تو یہ جواب ہے، رہا کھانے کا جھگڑا، اُس میں سترا والوں پر چار الزام ہیں:

---

[1] اللآلی المصنوعۃ کتاب المعاملات دار الکتاب العلمیۃ بیروت ۲ /۱۲۷ و ۱۲۸، اتحاف السادۃ المتقین کتاب آفات اللسان الآفۃ الخامسۃ عشر دار الفکر بیروت ۷ /۵۳۳، الترغیب و لترھیب الترہیب من الربا حدیث ۱۵، ۱۲ مصطفی البابی مصر ۳ /۷، ۶، الموضوعات لابن جوزی باب تعظم امر الربا علی الزنا دار الفکر بیروت ۲ /۲۴۵، الکامل لابن عدی ترجمہ عبداللہ بن کیسان دار الفکر بیروت ۴ /۱۵۴۳، الدر المنثور بحوالہ ابن ابی الدنیا والبیہقی تحت آیۃ ۲ /۲۷۵ مکتبۃ آیۃ اللہ العظیمی قم ایران ۱ /۳۶۴

[2] صحیح مسلم کتاب المساقات باب الرباء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۲۷

[3] مسند امام احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما المکتب الاسلامی بیروت ۲ /۶۹۔۱۲۸

(i) ایک یہ کہ دھڑے والوں کا ایک قومی امتیاز جو قدیم سے چلا آتا تھا اس پر حسد کیا اور حسد کار شیطان ہے۔

(ii) دوسرے یہ کہ اس کے سبب جماعت میں تفریق کردی، بندھی گرہ کے دو گروہ مختلف کردیئے کہ یہ اُن کے یہاں نہ کھائیں وہ اُن کے یہاں نہ کھائیں۔

(iii) تیسرے یہ کہ وہ کھانا جسے قدیم سے ان کے باپ دادا اور یہ خود کھاتے آئے اسے اب نفسانیت کے سبب شریعت سے حرام بتایا یہ سخت جرم ہے وہ کھانا نہ اُس رسم کے باعث شرعًا جب حرام تھا نہ اب ہے۔

(iv) چوتھے یہ کہ خود ایک رسم نکالی اور اُس طرح کھانا نہ پکے تو نہ کھائیں گے، تو ان کے منہ خود ان کا کھانا شریعت سے حرام ہوا، رسم کی پابندی اگرچہ عوام حد سے زیادہ کرتے ہیں مگر اس کو شرعًا واجب نہیں جانتے رسم ہی سمجھتے ہیں، تو جس رسم میں خود کوئی شرعی برائی نہ ہو اس میں قوم کی موافقت ہی کا حکم ہے اور اس میں اختلاف ڈال کر نکّوبننا شرعًا معیوب ہے، یہ ایک الزام اس تنہا شخص پر بھی خاص اس بارے میں ہے۔ حدیث میں ہے:

خالقوا الناس باخلاقھم[1]۔	لوگوں سے ان کے اخلاق کے مطابق اخلاق کا برتاؤ اور سلوک کرو۔ (ت)

دھڑے والوں پر اس بارے میں کوئی الزام نہیں، ہاں اگر کوئی شخص اُس گُڑ کی رسم کو ضروری و حکم شرعی جانے تو وہ ضرور جھوٹا اور سخت اشد الزام کا مورد ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵۷: از شہر بریلی مسئولہ شوکت علی صاحب ۸/ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا قول ہے علمائے حقانی کا مسئلہ ذیل میں کہ ناجائز روپیہ یعنی سود وشراب ورشوت وغیرہ اگر نیک کام مسجد، مدرسہ، چاہ، نیاز، فاتحہ، عرس وغیرہ میں لگایا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور جو شخص اس مسجد میں نماز، مدرسہ میں علم اور چاہ کا پانی اور فاتحہ عرس کا کھانا کھائے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر اسی روپیہ کو خیرات کیا جائے اور امیدِ ثواب رکھی جائے تو کیا حکم ہے؟ ایسے روپیہ کو کسی شرعی حیلہ سے جائز کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اور وہ حیلہ کیا ہے؟

[1] اتحاف السادۃ المتقین کتاب آداب العزلۃ الباب الثانی الفائدۃ الثالثہ دار الفکر بیروت ۶/ ۳۵۴

الجواب:

حرام روپیہ کسی کام میں لگانا اصلاً جائز نہیں، نیک کام ہو یا اور، سوا اس کے کہ جس سے لیا اُسے واپس دے یا فقیروں پر تصدّق کرے۔ بغیر اس کے کوئی حیلہ اُس کے پاک کرنے کا نہیں، اُسے خیرات کرکے جیسا پاک مال پر ثواب ملتا ہے اس کی امید رکھے تو سخت حرام ہے، بلکہ فقہاء نے کفر لکھا ہے۔ ہاں وہ جو شرع نے حکم دیا کہ حقدار نہ ملے تو فقیر پر تصدّق کردے اس حکم کو مانا تو اس پر ثواب کی امید کرسکتا ہے مسجد مدرسہ وغیرہ میں بعینہٖ روپیہ نہیں لگایا جاتا بلکہ اس سے اشیاء خریدتے ہیں خریداری میں اگر یہ نہ ہوا کہ زرحرام دکھا کر کہا اس کے بدلے فلاں چیز دے اُس نے دی اُس نے قیمت میں زرِ حرام دیا تو جو چیز خریدیں وہ خبیث نہیں ہوتی، اس صورت میں فاتحہ وعرس کا کھانا جائز ہے اور اکثر یہی صورت ہے، مسجد میں نماز مدرسہ میں تحصیل علم جائز ہے اور کنویں کا پانی تو ہر طرح جائز ہے اگرچہ اس میں وہ نادر صورت پائی گئی ہو کہ خباثت آئی تو اینٹوں مسالے میں نہ ہ زمین کے پانی میں۔ **وھو تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۵۸ تا ۲۶۱: از بھیرہ ضلع شاہپور محلّہ پراچگان مسئولہ محمد رحیم پراچہ بابلی ۷/ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) کسی امر کے ثبوت یا عدمِ ثبوت پر مسلمین عاقلین کا طرفین سے شرط مالی لگانا حلال ہے یا حرام؟

(۲) طرفین سے ایک کا دعوی ثابت ہوجانے پر مطابق شرط دوسرے کی طرف آیا ہوا مال کھانا حلال ہے یا حرام؟

(۳) ایک متقی عالمِ دین کا شرط کو حرام کہہ کر پھر اسی شرط کے مال سے کھالینا کیا حکم رکھتا ہے؟

(۴) جس مال پر شرط لگائی گئی ہو اس کے استعمال کرنے والے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا اجزاکم اللہ** (بیان فرمائے اللہ آپ کو جزادے۔ ت)۔

الجواب:

(۱) طرفین سے شرط بدنا حرام ہے، تنویر الابصار میں ہے:

حل الجعل ان شرط المال من جانب واحد وحرم لو شرط من الجانبین[1]۔	انعام یافتہ مال حلال ہے اگر شرط ایک طرف سے ہو، اور حرام ہے اگر شرط دونوں طرف سے ہو۔ (ت)

(۲) جب طرفین سے شرط بدی گئی تو جو جیتے اُسے مال لینا اور کھانا اور ہارنے والے کو اُسے

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۹

مال دیناسب حرام لانہ خبیث حصل بسبب خبیث (اس لئے کہ وہ ناپاک ہے کیونکہ ناپاک سبب سے حاصل ہوا ہے۔ت)

(۳) اگر وہ عالم خود ایک فریق تھا تو متقی کب ہوا، حرام کار ہے، اور اسے کھائے تو حرام خور ہے۔ اور اگر یہ کسی فریق میں نہ تھا اور جیتنے والے نے مال لے کر اسے دیا جب بھی حرام ہے کہ وہ مال مغصوب ہے جن سے لیا تھا فرض ہے کہ انہیں پھیر کردے نہ کہ دوسرے کو، اور اگر جیتنے والے نے مال لیا اور ہارنے والے کی اجازت سے عالم کو دیا تو عالم کے لئے حلال ہے کہ باجازت مالک ہے۔

(۴) اس کا حکم بیان سابق سے واضح ہے جیتنے والے کو حرام اور ثالث کو بھی بلااجازت مالک حرام، ان دونوں صورتوں میں وہ فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ اور باجازت مالک حلال ہے اور امامت میں مخل نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۶۲: از شہر بریلی مسئولہ شوکت علی صاحب ۱۲/ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا حکم ہے اہلِ شریعت کا کہ ملازمت چونگی کی جائز ہے یا نہیں؟ اور حاکمِ وقت کو اس کا روپیہ تحصیلنا جائز ہے یا نہیں، یہ روپیہ رعایا سے تحصیل کرکے رعایا ہی کی آسائش کے واسطے روشنی سڑک وغیرہ کے کام میں لگادیتے ہیں، اور چونگی کا محصول چرانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

نیک نیت سے چونگی کی نوکری تحصیل وصول کی جائز ہے **نص علیہ فی الدر وغیرہ من الاسفار** الخ (درمختار وغیرہ بڑی کتابوں میں اس کی تصریح کی گئی الخ۔ت) چوری یعنی دوسرے کا مال معصوم بے اُس کے اذن کے اُس سے چھپا کرنا حق لینا کسی کو بھی جائز نہیں اور نوکر کا خلاف قرارداد کرنا عذر ہے اور غدر مطلقاً حرام ہے نیز کسی قانونی جُرم کا ارتکاب کرکے اپنے آپ کو بلاوجہ ذلت و بلا کے لئے پیش کرنا شرعًا بھی جرم ہے **کما استفید من القراٰن المجید والحدیث** (جیسا کہ قرآن مجید اور حدیث پاک سے معلوم ہوا۔ت) رہا یہ کہ حکام وقت کو اس کا تحصیلنا شرعًا کیسا ہے نہ حکام کو اس سے بحث ہے نہ سائل کو حاکم سے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۶۳: از ایگت پوری ضلع ناسک مرسلہ سعید الدین صاحب ۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک طوائف نے اپنی ناپاک کمائی حرام کاری کے روپیہ سے ایک مکان خرید کیا اور اس کو بنام چند اشخاص سپرد کرکے لکھ دیا کہ اس مکان کی آمدنی مسجد کے اصراف میں خرچ کی جائے اور ان کو اس کا اختیار بیع ورہن حاصل نہیں کیا ایسے مکان کی آمدنی

اصراف اخراجاتِ مسجد میں صرف کرنا درست وجائز ہے۔ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

ایسی اشیاء اکثر قرض سے خریدتے ہیں جب تو ظاہر کہ وہ مال حلال ہے ورنہ عام خریداریوں میں عقد ونقد مال حرام پر جمع نہیں ہوتا یعنی یہ نہیں ہوتا کہ حرام روپیہ دکھا کر کہیں اس کے عوض دے دو پھر وہی روپیہ قیمت میں دے دیں، ایسی صورت میں بھی روپے کی خباثت اس شے میں سرایت نہیں کرتی **کماھو مذھب الامام الکرخی المفتی بہ** (جیسا کہ امام کرخی کا مذہب ہے کہ جس پر فتوٰی دیا گیا۔ت) ان صورتوں میں اُس مکان کی آمدنی مسجد میں صرف ہوسکتی ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۶۴: از بریلی بازار شہامت گنج مسئولہ عاشق علی دکاندار ۲۶ موٴ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

علمائے دین کیا فرماتے ہیں ایک شخص کی زمین ہے اُس میں ایک اور شخص رہتا ہے عملہ اس کا خام ہے زمیندار زمین فروخت کرنا چاہتا ہے اور اہل محلّہ چندہ کرکے خریدنا چاہتے ہیں اس لئے کہ اس مکان کا کرایہ مسجد میں صرف ہوتا رہے جو شخص اس میں رہتا ہے وہ مسجد کے لئے خریدنے سے ناراض ہے وہ چاہتا ہے کہ میں خریدوں، وہ شخص مسلمان ہے، اس زمین کا خریدنا ہم اہل خیر کو جائز ہے یا اس شخص کو جائز ہے؟

الجواب:

ظاہر ہے کہ اس شخص کو مکان کی حاجت ہے کہ کرایہ کے مکان میں رہ رہا ہے لہٰذا اس کا اپنے لئے چاہنا مذموم نہیں، اور اختیار مالک مکان کو ہے جس کے ہاتھ چاہے بیع کرے، اس میں کسی فریق پر کوئی الزام شرعی نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۶۵: از کانپور محلّہ ٹپکاپور متصل اسٹار پریس مرسلہ برکات احمد صاحب ۱۶۰ جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ پیشہ کسب اور ناچ گانے کا کرتی تھی اس کو قدرتی طور پر میلان ہوا کہ پیشہ کسب یعنی زنا چھوڑ دے چنانچہ اس نے اس سے توبہ کی پھر وہ ایک بزرگ طریقت زید سے مرید ہوگئی تاہم پیشہ ناچ گانے کا اب تک کرتی ہے پیر صاحب نے اس کو اجازت دے رکھی ہے کہ وہ اس پیشہ کو اس وقت تک جب تک اس کے پاس ایک معقول سرمایہ جمع ہوجائے کرتی رہے ایسی حالت میں ہندہ اور اس کا مرشد زید کسی گناہ کے مرتکب ہیں اگر ہیں تو بروئے احکام شریعت اُن کی کیا سزا ہے؟

الجواب:

یہ ملعون پیشہ حرام قطعی ہے اگر اسے حلال جانے کافر ہے کہ نصوص قرآنیہ کا منکر ہے **وقد ذکرناھا فی فتاوٰنا** (اس کا ذکر ہم نے اپنے فتاوٰی میں کر دیا ہے۔ت) جو مال اس سے جمع ہوگا حرام حرام مثل مال غصب ہوگا کہ ہندہ نہ اسے اپنے صرف میں لاسکے گی نہ اپنے پیر کے۔ ہندہ صورتِ مذکورہ میں فاسقہ فاحشہ ہے اور جس نے اس کی اجازت دی اور اس ملعون کام سے سرمایہ جمع کرنے کو کہا وہ حرام کا دلال فاسق فاجر ضال ہے، عجب کہ سائل بزرگِ طریقت لکھتا ہے، بزرگان طریقت شیطان خصلت نہیں ہوتے۔ رہی سزا و تعزیر، وہ یہاں کون دے سکتا ہے، **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۶۶: از موضع بہار ضلع بریلی مرسلہ محمد اسمٰعیل خاں صاحب ۲۲ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نکاح عدت سے دو مال پیشتر ہوا اس میں جو شاہد گواہ بنے ان کو جو کچھ ملا وہ کچھ تو اسی حصہ اس رقم کا مسجد شریف میں دینا چاہتے ہیں تو صرفہ مسجد میں لگایا جائے کہ نہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ جو ہم کو نکاح میں ملا ہے وہ مسجد کے خرچ کے واسطے لے لو۔ **بیّنوا توجروا**۔ (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب:

اگر اُن کو معلوم تھا کہ یہ نکاح عدّت کے اندر ہوا ہے اور پھر شاھد بنے اور اس پر کچھ لیا تو وہ حرام ہے مسجد میں ہر گز نہ لیا جائے، اور اگر معلوم نہ تھا اور شاہد بننے پر اجرت لی جب بھی باطل و مردود ہے نہ لی جائے، اور اگر معلوم نہ تھا نہ اجرت لی مگر دینے والے نے بطور شاہد دیا کہ یہ وقت پر ہماری سی کہیں جب بھی وہ واقع میں ناجائز ہے، شاہد ان کو چاہئے اُسے واپس دیں اور مسجد میں نہ لیا جائے، ہاں اگر یہ صورت ہوتی کہ شاہدوں کو لوگ کبھی کبھی بطور صلہ کچھ دیتے ہیں جس کی عادت نہیں اور اُسی صلے کے طور پر اُن کو دیا جائے اور انہیں نکاح عدّت میں نہ ہونے کی خبر ہوتی تو جائز ہوتا اور مسجد میں لینا بھی جائز ہوتا لیکن ظاہر ایسا ہوتا نہیں لہٰذا نہ لیا جائے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**۔

مسئلہ ۲۶۷: از دیوگڑھ میواڑ راجپوتانہ مرسلہ عبدالعزیز صاحب ۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سود لینا باری تعالٰی نے حرام فرمایا جسے موافق فرمان خداوندی ہر شخص برا جانتا ہے اس طرح سود دینا بھی برا جانتے ہیں لیکن ایسا شخص جسے روپے کی سخت ضرورت ہے اور قرض حسنہ بھی آج کل کسی کو نہیں دیتا اور میواڑ کے مسلمانوں کی حالت

تو بہت کمزور ہے ایسی حالت میں کسی غیر مذہب سے سودی روپیہ لے آئے اور اپنی ضرورت رفع کرے تو کیسا ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز میں تو کوئی قباحت نہیں؟

الجواب:

لوگ بے ضرورت باتوں کو ضرورت ٹھہرا لیتے ہیں مثلاً شادی میں کثیر خرچ درکار ہے کچے مکان میں رہتے ہیں پختہ مکان بنانا منظور ہے گزر کے لائق تجارت کر رہے ہیں اور بڑا سوداگر بننا مقصود ہے ان اغراض کے لئے سودی قرض لیتے ہیں یہ حرام ہے، اس کا اور سود دینے کا ایک حکم ہے۔ صحیح حدیث میں ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اٰکل الربٰو ومؤکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء[1]۔	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اُسے لکھنے والے اور اس کے گواہ ان سب پر لعنت فرمائی۔ اور فرمایا وہ سب (گناہ میں) برابر ہیں۔ (ت)

وہاں اگر واقعی ضرورت ہے کہ بے اس کے گزر نہیں مثلاً کھانے پینے کو درکار ہے اور کسب پر قادر نہیں، نہ حاجاتِ ضروریہ سے زائد کوئی چیز قابل بیع پاس ہے یا قرضخواہ کی ڈگری ہوگئی پاس کچھ نہیں، ادا نہ کرے تو رہنے کا مکان یا جائداد کا ٹکڑا کہ ہی ذریعہ معاش ہے نیلام ہو جائے تو ایسی مجبوریوں میں قرض لے سکتا ہے۔ درمختار میں ہے:

یجوز للمحتاج الاستقراض بالربا[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	ضرورت مند اور مجبور کو سودی قرض لینا جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۶۸: از مفتی محمد احمد بنگالی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص عالم صاحب کو دعوت دے کے مکان میں لائیں اور بنظر عزت اچھا کھانا پکا کے کھلائیں اور مربیوں کی ثواب رسانی کے لئے کچھ دعا کرائیں اور آتے وقت اُن کو بطور ہدیہ کچھ للہ دیں تو یہ لینا جائز ہے یا نہیں، اور اجرت علی الطاعۃ اس پر صادق ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

[1] صحیح مسلم کتاب المساقات باب الرباء قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۷

[2] الاشباہ والنظائر بحوالہ القنیہ الفن الاول القاعدۃ الخامسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۲۶، بحر الرائق باب الربا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۱۲۶

الجواب:

اگر یہ معہود اصراف ہے بلانے والا جانتا ہے کہ دینا پڑے گا آنے والا جانتا ہے کہ کچھ ملے گا تو یہ مثل اجرت ہے **فان المعروف کالمشروط** (جو بات لوگوں میں مشہور ہو وہ شرط کردہ باب کی طرح ہے۔ت) اور اگر یہ نہیں تو عالم کی خدمت عالم کا اعزاز سب باعث اجر عظیم ہے اور بلاشرط اصراف جو روزانہ ملے جائز ہے اور طریقہ نجات یہ ہے کہ عالم پہلے کہہ دے کہ میں دعا کروں گا پڑھ کر ثواب بخشوں گا مگر ہرگز اس پر عوض نہ لوں گا اس کے بعد کچھ ملے خالص نذر ہے،

فان الصریح یفوق الدلالۃ کما فی الغنیۃ وغیرھا[1]۔	اس لئے کہ صریح قول، دلالت (یعنی اشارہ کنایہ سے) فوقیت یعنی اوپر ہوتا ہے، جسے غنیہ وغیرہ میں مذکور ہے۔(ت)

اور یہ دعوت بھی ایام موت میں نہ ہو،

فانھا شرعت فی السرور لافی الشرور کما فی فتح القدیر وغیرھا[2]۔	کیونکہ دعوت خوشی میں جائز ہے نہ کہ صدمے اور تکلیف میں، جیسا کہ فتح القدیر وغیرہ میں مذکور ہے۔(ت)

ایام موت کی دعوت قبول نہ کرے۔**واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۶۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص دوسرے شخص کو کچھ مال بطور قرض حسنہ دے تو یہ قرض دینے والا قرض لینے والے سے اپنا مال طلب کرسکتا ہے یا کہ نہیں؟ اور اگر قرض لینے والا مالدار ہے اور قرض ادا نہ کرے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب:

قرض حسنہ دے کر مانگنے کی ممانعت نہیں، ہاں مانگنے میں بے جا سختی نہ ہو،

"وَاِنۡ کَانَ ذُوۡ عُسۡرَۃٍ فَنَظِرَۃٌ	اگر مقروض تنگدست (اور نادار) ہو تو اسے آسانی

[1] ردالمحتار کتاب الدعوٰی باب دعوی الرجلین دار احیاء التراث العربی بیروت ۴ /۴۳۷

[2] فتح القدیر باب الشہید مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲ /۱۰۲

اِلٰى مَيۡسَرَةٍ ؕ "[1]	تک مہلت دینی چاہئے۔(ت)

اور اگر مدیون نادار ہے جب تو اسے مہلت دینا فرض ہے یہاں تک کہ اس کا ہاتھ پہنچے اور جو دے سکتا ہے اور بلاوجہ لیت و لعل کرے وہ ظالم ہے اور اس پر تشنیع وملامت جائز۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطل الغنی ظلم، ولیّ الواجد یحل مالہ وعرضہ[2]، واللہ تعالٰی اعلم۔	حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا مالدار کا (ادائیگی قرض میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے، اور پانے والے کا کترانا اور پہلو بچانا اس کے مال اور عزت کو مباح کردیتا ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۰: از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مسئولہ نعمت شاہ خاکی بوڑاہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ یہاں دستور ہمیشہ سے ہے کہ کسی کی تقریب شادی یا ختنہ یا اور کوئی تقریب ہوئی تو اعزا واقربا، دوست وآشنا کچھ نقد کچھ روٹی، دال، چاول، تیل، دہی، کپڑا وغیرہ لاتے ہیں جس کو نوید یا نوتا کہتے ہیں جو پہلے بطور مدد ومعونت سمجھا جاتا تھا نہ ادا کرنے پر کوئی گرفت یا تقاضا نہیں تھا لیکن اب ان تقریبوں میں میرے یہاں کوئی سامان نوید لائے اور میں کسی وجہ یا بلاوجہ سامان نہ لے گیا اس پر بعد کو تقاضا ہوتا ہے شکایت ہوتی ہے کہ ہم اُن کے یہاں لے گئے وہ میرے یہاں نہ لائے ایسی حالت میں مجھ سے اگر ادا نہ ہوسکے تو اس کے لئے قیامت میں پرسش ہوگی یا نہیں؟ اس کا حق باقی رہا یا نہیں؟ اور بغیر معاف کئے ہوئے اُس کے معاف ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

اب جو نیوتا جاتا ہے وہ قرض ہے اس کا ادا کرنا لازم ہے اگر رہ گیا تو مطالبہ رہے گا اور بے اس کے معاف کئے معاف نہ ہوگا والمسئلۃ فی الفتاوی الخیریۃ (اور یہ مسئلہ فتاوٰی خیریہ میں موجود ہے۔ت) چارہ کار یہ ہے کہ لانے والوں سے پہلے صاف کہہ دے کہ جو صاحب بطور امداد عنایت فرمائیں مضائقہ نہیں مجھ سے ممکن ہوا تو اُن کی تقریب میں امداد کروں گا لیکن میں قرض لینا نہیں چاہتا، اس کے بعد جو شخص دے گا وہ اس کے ذمّہ قرض نہ ہوگا ہدیہ ہے جس کا بدلہ ہوگیا فبہا، نہ ہوا تو مطالبہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۲ /۲۸۰

[2] صحیح البخاری کتاب الاستقراض باب مطل الغنی ظلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲۳

مسئلہ ۲۷۱: از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مسئولہ نعمت شاہ خاکی بوڑاہ

دستور ہے کہ درختوں سے مسواک وپتّہ بلااجازت مالک درخت کے توڑتے ہیں یامٹّی کسی کے مکان کی کلوخ استنجا کے لئے بلااجازت لیتے ہیں، یا تنکا برائے خلالِ دندان کسی کے چھپر سے کھینچ لیتے ہیں اور اس پر کوئی گرفت وتلاش مالک شے کی طرف سے نہیں ہوتی ہے آیا یہ جائز ہے کہ بلااجازت لیں وتصرف میں لائیں یانہیں؟

الجواب:

ایسی شے جس کی عادۃً اجازت ہے اور اس پر مالک مطلع ہوگا تو اصلاً ناگوار نہ ہوگا اس کے لینے میں حرج نہیں ورنہ حرام ہے، **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۷۲: از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مسئولہ نعمت شاہ خاکی بواڑاہ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) کسی شخص کے پاس چوتھائی حصہ کسی کے پاس نصف کسی کے پاس کل مال سود کا ہے اس کا کھانا کیسا ہے؟ **(۲)** کوئی شخص چوری میں مشہور ہے لیکن لوگوں کو کھلاتا ہے یہ کھانا کیسا ہے؟

الجواب:

(۱) نہ چاہئے احتراز اولٰی ہے اور اگر معلوم ہو کہ یہ گیہوں یاچاول جو ہمارے سامنے کھانے کو آئے عین سود کا ہے تو حرام ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۲) چوری کامال خود کھانا بھی حرام اور دوسروں کو کھلانا بھی حرام۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۷۴: سلطان الاسلام احمد صاحب اجمیر شریف

مہاجن سے (اک) روپیہ ماہوارے روپیہ سود کے حساب سے قرض لے کر تجارت کرنا جائز ہے یانہیں اور اس کا نفع حلال ہے یا حرام؟ تفصیل سے تحریر فرمائیں۔

الجواب:

جب تک صحیح ضرورت ومجبوری محض نہ ہو سود لینا اور دینا اور دونوں برابر ہیں، صحیح مسلم شریف میں ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اٰکل الربٰو ومؤکلہ	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سُود کھانے والے اور سود دینے والے اور اس کا

وکاتبه وشاهدیه وقال هم سواء [1]۔	کاغذ لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر۔ اور فرمایا وہ سب برابر ہیں۔

بے مجبوری محض ایسی تجارت حرام ہے مگر اس کا نفع حرام نہیں جبکہ عقد صحیح سے ہو۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۷۵: از شہر باغ احمد علی خاں مسئولہ حاجی خدابخش صاحب ۱۲ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی طوائف اگر اپنا ناجائز حاصل کردہ کو کسی مدرسہ یا مسجد کے نام وقف کردے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو جواز کی کیا صورت ہے؟ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمایئے اجر پایئے۔ت)

الجواب:

اُجرت زنا وغیرہ میں روپیہ ملتا ہے اور وہ وقف نہیں ہوتا، جائداد وقف ہوتی ہے اگر اُس کی خریداری زرِ حرام سے نہ ہوئی یا زرِ حرام اس کے عقد ونقد میں جمع نہ ہوا یعنی یہ نہ ہوا کہ زرِ حرام دکھا کر کہا ہو کہ اس کے عوض یہ جائداد دے دے اور پھر وہی روپیہ ثمن میں دے دیا ہو جب ایسا نہ ہو تو وہ خرید کردہ جائداد حرام نہیں اگرچہ قیمت میں وہ زرِ حرام ہی دیا ہو۔ اس صورت میں تو خود اُسے وقف کر سکتی ہے۔ تنویر الابصار میں ہے:

وان اشار الیها ونقد ماغیرها اوالی غیرها او اطلق نقدها لا وبه یفتی [2]۔	اگر کسی شخص نے زر حرام کی طرف اشارہ کیا لیکن معاوضہ ادا کرتے وقت کوئی اور ثمن ادا کئے (جو مال حرام نہ تھا) یا جو زر حرام نہ تھا اس کی طرف اشارہ کیا، یا ثمن ذکر کرنے میں اطلاق سے کام لیا (یعنی بغیر قید حلال وحرام ثمن کا ذکر کیا مثلاً یوں کہہ دیا ثمن کے عوض چیز دے دو) لیکن ادائیگی کے لئے وہی حرام نقدی دے دی، تو ان سب صورتوں میں خرید کردہ چیز حرام نہ ہوگی، اور اسی قول پر فتوٰی دیا جاتا ہے۔ (ت)

ہاں اگر خود جائداد اجرت حرام میں ملی یا خریداری میں زرحرام پر عقد ونقد جمع ہوں یا خود زرحرام مسجد یا مدرسہ پر صرف کرنا چاہیں تو ناجائز وحرام ہے لیکن اگر وہ تائب ہو اور اپنا مال حرام اگرچہ خود بعینہٖ وہی زرحرام ہو مسلمان فقیر پر تصدق کردے اور وہ فقیر اس میں سے بعض یا کل

[1] صحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب الربا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۷

[2] الدرالمختار شرح تنویر الابصار کتاب الغصب مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۰۶

روپیہ یا جائداد بعد قبضہ اپنی طرف سے اسے ہبہ کردے اور قبضہ تامہ دے دے تو وہ زر وجائداد اب اس کے حق میں حلال وطیب ہے اسے وقف وغیرہ جمیع امورِ خیر میں صرف کرسکتی ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

له مال فيه شبهة اذا تصدق به على ابيه يكفيه ذلك ولايشترط التصدق على الاجنبي وكذا اذا كان ابنه معه حين كان يبيع ويشترى وفيها بيوع فاسدة فوهب جميع ماله لابنه هذا خرج من العهدة[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اگر کسی کے پاس مشتبہ اور مشکوک مال ہو اور وہ اسے اپنے والد پر خیرات کردے تو اس کے لئے یہی کافی ہے، اور یہ شرط نہیں کہ کسی بیگانے پر خرچ کرے اور اسی طرح جب بیٹا والد کے ساتھ اس کے کاروبار میں شریک ہو جبکہ اس کے کاروبار میں کئی فاسد سودے ہوں، پھر اس نے اپنا تمام مال اپنے اس بیٹے کو ہبہ کردیا تو وہ اپنی ذمہ داری سے بری الذمہ ہوجائے گا۔ اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۷۶: از شہر محلّہ قاضی ٹولہ بلند بیگ ۱۸ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اپنی کوئی چیز طوائف کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں اور اجرت اس کے کپڑے سینا اور کوئی کام اس کا اجرت پر کرنا اور اس کے گانے وغیرہ کی چیزیں بنانا جائز ہے یا نہیں، یا اس کی آمدنی مسجد یا مدرسے میں لگانا جائز ہے یا نہیں جبکہ وہ جائداد کسب سے خرید کی گئی ہو۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

طوائف کے ہاتھ کسی چیز کا بیچنا یا جائز شے کا کرایہ پر دینا جائز ہے مگر اس کے زرحرام سے قیمت یا اجرت لینا حرام ہے، اور گانے کی چیز بنانے کا سائل مطلب بیان کرے اس کا جواب دیا جائے گا۔ خریداری جائداد میں اگر زرحرام پر عقد ونقد جمع ہوئے یعنی زرحرام دکھا کر کہا کہ اس کے عوض دے دے، اور پھر وہی زرحرام ثمن میں دیا گیا تو وہ جائداد بھی خبیث اور اس کی آمدنی بھی خبیث، اور اس کا مسجد یا مدرسہ میں لینا جائز نہیں، اگر عقد ونقد جمع نہ ہوئے جس طرح عام

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس عشر فی الکسب نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۹

خریداریاں آجکل ہوتی ہیں کہ یہ چیز ہزار روپے کو بیچی کسی خاص روپیہ کا نام نہیں رکھا تو اس صورت میں وہ جائداد اس کے حق میں حرام نہیں اگرچہ ثمن میں زرحرام ادا کیا ہو اس کی آمدنی مسجد وغیرہ میں صرف ہوسکتی ہے مگر مہتمم کو معلوم ہو تو اس سے احتراز کرے، اگر وہ تائب ہوچکی اور توبہ کے بعد اسے اپنی جائداد باوجود وہ روپیہ جو بطور حرام حاصل کیا تھا کسی مسلمان فقیر کو ہبہ کرکے قبضہ دے دیا اس کے بعد اس فقیر نے وہ روپیہ یا جائداد کل یا بعض اسے اپنی طرف سے ہبہ کیا تو وہ اس عورت کے حق میں حلال طیب ہے اور وہ کل کار خیر مدرسہ مسجد وغیرہ میں بلادغدغہ صرف ہوسکتا ہے اور توبہ کے بعد جو اس پر الزام رکھے سخت گناہ کا مرتکب اور سخت سزا کا مستوجب ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۷۷: از شہر کہنہ محلّہ قاضی ٹولہ مسئولہ انعام اللہ صاحب ۱۸ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم لوگوں کی قوم پنچایتی ہے اس میں چودھری اور پنچوں نے انصاف کے ساتھ فیصلہ کردیا ہے کہ فی راس مسجد کو ایک پیسہ ملنا چاہئے لہذا ہر ایک محلّہ کا چندہ وہاں کی مسجدوں میں تقسیم ہوجاتا ہے اعظم نگر میں پانچ مسجدیں ہیں وہاں کا چندہ پانچ مسجدوں میں برابر تقسیم ہوجاتا ہے جس میں چار مسجدیں سابقہ ہیں اور ایک جدید ہے لیکن سب کا حصہ برابر ہے، شہر کہنہ پر ایک مسجد تھی تمام چندہ اسی کو ملا کرتا تھا لیکن اب ایک جدید مسجد تعمیر ہورہی ہے، چودھری اور پنچوں نے فیصلہ کیا کہ جدید مسجد کو تہائی حصہ ملنا چاہئے، چار پانچ شخص بنام مسیت ولد منگل، چھدن ولد سالار بخش، چھوٹے ولد نتھو، کلن ولد گھسو، نظیر ولد سکن حارج ہوتے ہیں کہ مسجد جدید کو کچھ نہ دیا جائے۔ اس پر شرع کیا حکم دیتی ہے کیونکہ جدید مسجد کے بھی منتظم قصاب ہی ہیں۔

الجواب:

چندہ کا اختیار چندہ دہندوں کو ہوتا ہے، جو یہ کہیں کہ ہمارا چندہ مساوی طور پر تمام مساجد کو تقسیم ہو وہ مساوی تقسیم کیا جائے اور جو یہ کہیں کہ بعض مساجد کو دیا جائے ان کا اس بعض کو دیا جائے اور اُن کا چندہ اُس چندہ میں نہ ملایا جائے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۷۸: از شہر محلّہ اعظم نگر مسئولہ حشمت اللہ ۵ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے قریب رنڈیاں رہتی ہیں اور ان کے آشناؤں سے پیسہ لے کر خرچ کرتی ہیں اور ان کا کوئی پیسہ نہیں ہے اور اگر ہے تو اسی پیسہ کا ہے اور اسی پیسہ سے وہ شیرینی ہمارے سامنے لائی اور کہا فاتحہ دے دو۔ ہم نے

جو عذر کیا تو انہوں نے کہا ہم نے اسے بدل لیا ہے اب ہم نے انکار کیا تو وہ کہتی ہیں کہ تم وہابی ہو، اور اسی میں سے طالب علموں کو اور مدرسہ میں اور مساجد وغیرہ میں خرچ کرتی ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

جبکہ وہ کہتی ہیں کہ ہم نے دام بدل لئے ہیں اور اُن سے خریدی ہے تو اُن کا یہ کہنا قبول کیا جائے گا اور اس کھانے پر فاتحہ وغیرہ سب جائز ہے، **نص علیه فی عالمگیریة** (فتاوٰی عالمگیری میں اس کی صراحت کردی گئی ہے)۔ **واللّٰه تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۷۹: از شہر محلّہ سوداگران مسئولہ سیّد عزیز احمد صاحب ۱۴ صفر ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عشرہ محرم میں تخت بنانے کی غرض سے محلّہ سے چندہ وصول کرتا ہے لہٰذا اس میں چندہ دینا جائز ہے یا ناجائز؟ پیش امام مسجد نے نمازیوں سے کہا کہ تخت میں چندہ دینا داخل حسنات ہے۔ چنانچہ جملہ نمازیوں میں سے ایک نمازی نے کہا کہ اس میں چندہ وغیرہ دینا میرے نزدیک ناجائز ہے اُس پر پیش امام صاحب نے کہا کہ اگر تم شرکت نہیں کروگے تو تم کو وہابی کہا جائے گا، ایسی صورت میں یہ شخص قابلِ امامت ہے یا نہیں؟

الجواب:

تخت ایک بے معنی وفضول بات ہے اس میں مال صرف کرنا ضائع کرنا ہے اور مال ضائع کرنا جائز نہیں لہٰذا اس میں چندہ دینا ناجائز ہے، امام نے جہالت کی بات کہی اسے سمجھا دیا جائے مگر اتنی بات پر اس کے پیچھے نماز ناجائز نہیں ہوسکتی جبکہ اور کوئی وجہ عدم جواز کی نہ ہو۔ **واللّٰه تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۸۰: آفتاب الدین طالب علم مدرسہ منظر الاسلام محلّہ سوداگران بریلی ۲۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی مسلمان سنّی نے کسی وہابی یا یہودی یا نصرانی یا کافران میں سے کسی کے ساتھ گفتگو کرے یا ان میں سے کسی کے پاس بیٹھے یا ان میں سے کسی کی نوکری کرے تو آیا وہ مسلمان بھی کافر ہے اگر کافر نہ ہو اور اس مسلمان کو کسی دوسرے شخص نے کافر کہا تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

کافر اصلی غیر مرتد کی وہ نوکری جس میں کوئی امر ناجائز شرعی کرنا نہ پڑے جائز ہے اور کسی دنیوی معاملہ کی بات چیت اس سے کرنا اور اس کے لئے کچھ دیر اس کے پاس بیٹھنا بھی منع نہیں اتنی بات پر کافر بلکہ فاسق بھی نہیں کہا جاسکتا، ہاں مرتد کے ساتھ یہ سب باتیں مطلقاً منع ہیں اور کافر اُس وقت بھی نہ ہوگا

مگر یہ کہ اُس کے مذہب و عقیدہ کفر پر مطلع ہو کر اس کے کفر میں شک کرے تو البتہ کافر ہو جائے گا، بغیر ثبوت وجہ کفر کے مسلمان کو کافر کہنا سخت عظیم گناہ ہے بلکہ حدیث میں فرمایا کہ وہ کہنا اسی کہنے والے پر پلٹ آتا ہے۔ **والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۸۱: از ضلع رنگپور ڈاک خانہ چلیماری مکتب اسلامیہ بنگالہ مسئولہ جناب عبدالصمد صاحب ۲۵ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی اندریں کہ مال مکسوب از زنا (زانیہ خواہ از قوم ہنود آیند یا ربا باشد یا از اہل اسلام) بعد از اسلام و توبہ حلال ست یا حرام؟ **بیّنوا ابابراھین الجیاد، توجروا من اللہ الکریم الجوا۔**	اے علمائے کرام، اللہ تعالٰی تم پر رحم فرمائے، تمہارا کیا ارشاد ہے اس مسئلہ میں کہ جو مال بدکاری کی وجہ سے حاصل ہو۔ زانیہ خواہ ہندو قوم سے ہو یا سود خواہ مسلمانوں سے حاصل ہو اسلام لانے اور توبہ کرنے کے بعد کیا وہ مال حلال ہے یا حرام؟ عمدہ دلائل سے بیان فرماؤ اور اللہ کریم و سخی سے اجر و ثواب پاؤ۔ (ت)

الجواب:

حرام ست و مثل مغصوب، فرض است کہ آنہمہ بر فقراء تصدق کند تمامی توبہ اش ہمیں ست فی **الھندیۃ عن المحیط عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی فی کسب المغنیۃ ان قضی بہ دینا لم یکن لصاحب الدین ان یاخذہ**[1] **اھ وکتبت علیہ فعدم جواز الاخذ من کسب المومسات اللاتی یبغین بفروجھن۔ وفیھا**	مال مذکور حرام ہے، اور اس کی مثال چھنے ہوئے مال کی طرح ہے، لہٰذا اس پر فرض ہے کہ اس سب مال کو محتاجوں پر خیرات کردے، لہٰذا اس کی توبہ کے مکمل ہونے کی یہی صورت ہے۔ چنانچہ فتاوٰی عالمگیری میں محیط کے حوالے سے امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے روایت ہے کہ گویا عورت کی کمائی سے اگر قرض ادا کیا جائے تو قرضخواہ کو اس کا لینا جائز نہیں اھ، میں نے اس پر یہ نوٹ لکھا (صاحب فتاوٰی مراد ہے) کیونکہ زانیہ عورتیں اپنی شرمگاہوں کے بدلے میں مال وصول کرتی ہیں

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۳۴۹

عن المحیط عن المفتقی عن ابراھیم عن محمد فی امرأۃ نائحۃ او صاحب طبل اومزمار اکتسب مالا قال ان کان علی شرط ردہ علی اصحابہ ان عرفھم لانہ کان المال بمقابلۃ المعصیۃ فکان الاخذ معصیۃ والسبیل فی المعاصی ردھا وذٰلك ھٰھنا برد الماخوذ ان تمکن من ردہ بان عرف صاحبہ وبالتصدق بہ ان لم یعرفہ لیصل الیہ نفع مالہ[1] اھ وکتبت علیہ اقول: ویجب ان ینظر ان المعروف کالمشروط وکتبت علی قولہ بالتصدق منہ **اقول**: ھذا اذا کان الماخوذ منہ مسلما اما ان کان کافرا فلایحل التصدق منہ ویستحیل ان یصل الیہ نفعہ ولاشك فی وجوب التصدق لالھذا بل لمحو آثار المعصیۃ واخلاء الید من المال الخبیث والتحرز عن معصیۃ

اس لئے ان کی کمائی لینا نہ چاہئے۔ فتاوٰی ہندیہ میں محیط کے حوالے سے، المنتقٰی سے بحوالہ ابراہیم عن محمد منقول ہے کہ ناچنے والی عورت یا طبلہ بجانے والا یاگانے بجانے والے آلات استعمال کرنے والے، فرمایا اگر اس شرط پر لینا ہے کہ اس کے ساتھیوں کو واپس کردے گا کیونکہ یہاں مال گناہ کے برابر ہے اور مال مذکور بھی، اور اس طرح کے گناہوں میں مال کو واپس کردینا ہے اور یہاں حاصل کردہ مال لوٹادینا ہے، اگر لوٹانے پر طاقت پائے، اگرمالک کو پہچانتاہو، اگر پہچانتا نہیں تو خیرات کردے تاکہ مالک تک اس کے مال کا نفع پہنچے اھ میں نے اس پر نوٹ لکھا **اقول**: (میں کہتاہوں کہ) یہاں ضروری ہے کہ غور کرے کیونکہ معروف مشروط کی طرح ہے۔اور میں نے مصنف کے قول "**بالتصدق منہ**" پر نوٹ لکھا **اقول**: (میں کہتا ہوں کہ) یہ تب ہوسکتا ہے جبکہ جس سے مال لیاگیاہو وہ مسلمان ہو، لیکن وہ اگر کافر ہو تو پھر اس کے مال کو خیرات کرنا جائز نہیں، اور یہ محال ہے کہ کافر کو اپنے مال کا نفع پہنچے، اور اس میں شک نہیں کہ اس صورت میں وجوبِ صدقہ ہے، لیکن مذکورہ وجہ کی بنا پر نہیں، بلکہ نافرمانی کے آثار مٹادینے اور مال خبیث سے اپنے ہاتھ کو خالی کرنے کی وجہ سے ہے، اور اس وجہ سے ہے کہ اپنی ذات کے لئے

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵ /۳۴۹

التصرف فیه لنفسه وقد عرف فی مسائل لا تحصٰی ان هذا هو سبیل المال الخبیث وبه یبرؤعن عهدته آری اگر بزر مکسوب بزنا منقولے خواہ عقارے خرید وشرائی او نقد وعقد بزر حرام جمع نشد چنانکہ ہمیں اکثر ست آنگاہ آں چیز مشری بر وحرام نبود کماهو قول الامام الکرخی وعلیه الفتوی وقد فصلناه غیر مرة فی فتاوٰنا، واللّٰه تعالٰی اعلم۔	اس میں تصرف کرنے کے گناہ سے بچے، اور بے شمار مسائل میں معلوم ہوا کہ مال خبیث سے نجات کا یہی طریقہ ہے۔ لہٰذا اسی طریقے کی بنا پر وہ اس کی ذمہ داری سے سبکدوش ہوتا ہے، ہاں اگر وہ بکاری میں حاصل کردہ رقم سے کوئی منقول چیز خواہ زمین ہی ہو خریدے اور اس کی خرید میں عقد ونقد میں زر حرام جمع نہ ہوئی جیسا کہ اکثر یہی طریقہ ہوا کرتا ہے، تو پھر وہ خرید کردہ چیز حرام نہ ہوگی۔ چنانچہ امام کرخی علیہ الرحمۃ کا یہی ارشاد ہے اور اسی پر فتوٰی ہے، اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں کئی مرتبہ اس کی تفصیل بیان کردی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۸۲: از مین پوری مسئولہ محمد مجیب اللہ صاحب ومولوی حکیم محمد احمد صاحب علوی ۲۸ جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آج کل ایک عرصہ سے یہ بات رائج ہے کہ لوگ اپنی جان کا بیمہ کراتے ہیں لہٰذا دریافت طلب یہ بات ہے کہ آیا جان کا بیمہ کرانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اس کی مثال مثلاً ایک شخص جس کی عمر تیس سال کی ہے تاریخ اجراء پالیسی (سند) سے بیس سال تک مبلغ دوسوچھیالیس روپیہ چار آنہ سالانہ ادا کرنے کے بعد مبلغ پانچ ہزار روپیہ خود لے سکتا ہے یا اس کے ورثا قبل از وقت موت واقع ہوجانے پر حاصل کرسکتے ہیں (عالعہ ۴/)×۲۰ = (للعمہ ۲۵ مما ۴۹ صہ عہ) = اصل رقم = ۰۰۔۴۹۲۵ روپیہ رقم جو ملے گی ۰۰ —— ۵۰۰۰ روپیہ زائد = ۷۵ روپیہ۔ اس کے علاوہ اس اصل روپیہ پر منافع بعوض استعمال روپیہ دیا جاتا ہے۔ یہ منافع اول بیمہ کنندگان یا بیمہ شدگان کو دیا جاتا ہے جن کی مدت بیمہ اختتام کو پہنچتی ہے جس وقت کہ ان کا چندہ بحساب (للعہ /) فیصدی سود در سود اس اصل رقم بیمہ کے برابر ہوجاتا ہے اس منافع میں سے ۱۰ فی صدی کمپنی لیتی ہے اور ۹۰ فیصدی بیمہ کرنے والے کو ملتا ہے بہت توضیح وتشریح کے ساتھ تحریر فرمایا جائے کہ اس طرح روپیہ حاصل کرنا یا اپنا روپیہ اس کمپنی کو دینا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ اللہ تعالٰی آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

الجواب:

جس کمپنی سے یہ معاملہ کیا جائے اگر اس میں کوئی مسلمان بھی شریک ہے تو مطلقاً حرام قطعی ہے کہ قمار ہے اور اس پر جو زیادت ہے ربا، اور دونوں حرام وسخت کبیرہ ہیں۔ اور اگر اس میں کوئی مسلمان اصلاً نہیں تو یہاں جائز ہے جبکہ اس کے سبب حفظ صحت وغیرہ میں کسی معصیت پر مجبور نہ کیا جاتا ہو جواز اس لئے کہ اس میں نقصان کی شکل نہیں، اگر بیس برس تک زندہ رہا پورا روپیہ بلکہ مع زیادت ملے گا، اور پہلے مر گیا تو ورثہ کو اور زیادہ ملے گا مثلاً سال بھی بعد ہی مر گیا تو دیئے ۲۴۶ روپے چار آنے اور ملے ۵۰۰۰ روپے، ہاں یہ ضرور ہے کہ جو زائد ملے ربا سمجھ کر نہ لے بلکہ یہ سمجھے کہ غیر مسلم کا مال اس کی خوشی سے بلا عذر ملا، یہ حلال ہے۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

ان ابابکر رضی الله تعالٰی عنه قبل الهجرة حین انزل الله تعالٰی الم غلبت الروم قالت له قریش ترون ان الروم تغلب قال نعم فقال هل لك ان نخاطرنا فخاطرهم فاخبرالنبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فقال صلی الله تعالٰی علیه وسلم اذهب الیهم فزد فی الخطر ففعل و غلبت الروم فارسا فاخذ ابو بکر رضی الله تعالٰی عنه خطره فاجازه النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم وهو القمار بعینه بین ابی بکر و مشرکی مکة وکانت مکة دار شرك ولان مالهم مباح انمایحرم علی	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ہجرت سے پہلے جبکہ اللہ تعالٰی نے الم غلبت الروم کے کلمات نازل فرمائے تو قریش نے اُن سے کہا: کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ رومی غالب آئیں گے؟ فرمایا: ہاں۔ پھر کہا: کیا آپ ہم سے شرط لگاتے ہیں۔ تو حضرت ابو بکر نے اُن سے شرط لگادی۔ پھر حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کو اطلاع دی تو حضور اقدس نے ارشاد فرمایا: تم اُن کے پاس جاؤ اور شرط میں اضافہ کردو۔ تو ابو بکر صدیق نے ایسا ہی کیا۔ تو رومی ایرانیوں پر غالب آگئے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان سے شرط وصول کرلی۔ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے انہیں اس کی اجازت دے دی، صدیق اکبر اور مشرکین کے درمیان بعینہٖ رضامندی جُوا تھا بخلاف اُس آدمی کے جو ہمارے پاس دار السلام میں امن کے لئے سکونت اختیار کرے،

المسلم اذا کان بطریق الغدر فاذا لم یاخذ غدرًا فبای طریق یاخذہ حل بعد کونہ برضا بخلاف المستأمن منھم عندنا لان مالہ صار محظورا بالامان فاذا اخذہ بغیر الطریق المشروعۃ یکون غدرا الا انہ لایخفی انہ انما یقتضی حل مباشرۃ العقد اذا کانت الزیادۃ ینالھا المسلم و قدالتزم الا صحاب فی الدرس ان مرادھم من حل الربا والقمار اذا حصلت الزیادۃ للمسلم نظرا الی العلۃ وان کان الاطلاق الجواب خلافہ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم [1]۔	لہٰذا اس کا مال امن کی وجہ سے دوسروں کے لئے ممنوع ہے۔اگر شرعی طریقے کے بغیر لیا تو فریب کاری ہوگی، مگر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ یہ کام مباشرتِ عقد کو حلال ہونے کو چاہتا ہے جبکہ اضافہ کسی مسلمان کو حاصل ہو، چنانچہ اصحاب نے درس میں یہ انتظام کیا ہے کہ ان کی مراد سود اور فتوے کے جواز سے یہ ہے کہ جب زیادت مسلمان کو حاصل ہوجائے علّت پر نظر کرتے ہوئے اگرچہ مطلق جواب اس کے خلاف ہے،اور اللہ تعالٰی پاک و برتر سب سے زیادہ جانتا ہے۔(ت)

مسئلہ ۲۸۳: از جے پور بیرون اجمیری دروازہ کوٹھی حاجی محمد عبدالواحد علی خاں مسئولہ محمد حامد حسن قادری ۱۴/ رمضان

کیافرماتے ہیں علمائے دین کہ اس زمانہ میں عام طور پر جو جیل خانہائے انگریزی یا جیل خانہائے ریاست ہائے ما تحت انگریزی میں جو طرح طرح کی اشیاء تیار ہوتی ہیں ان کاخرید کر استعمال کرنا کیساہے خصوصًاجائے نمازیعنی مصلی وغیرہ خرید کر خود نماز پڑھنا یاان کو مساجد میں بغرضِ نماز بھجوانا۔ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمائیے اجر پایئے۔ت)

الجواب:

احتراز چاہئے کہ اُن سے کام جبرًا لیاجاتاہے پھر بھی اگر اصل مال بائعوں کی ملک ہو تو حکم حرمت نہیں کہ ان کے منافع کااتلاف اس شے کی ذات سے جُداہے **ھذا ماظھر ولیراجع ولیحرر** (یہی بات ظاہر ہوئی اور چاہئے کہ مراجعت کی جائے اور لکھا جائے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

[1] فتح القدیر کتاب البیوع باب الربا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶ /۱۷۸

مسئلہ ۲۸۴تا۲۸۶: از پیلی بھیت محلّہ شیر محمد مکان نمبری ۲۹۴ مسئولہ لطافت حسین خان صاحب ۳رجب ۱۳۳۹ھ

(۱) کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ رشوت کس کو کہتے ہیں؟ اور اس کا لینا کیسا ہے؟ اور کس صورت میں لینا جائز ہے اور کس میں ناجائز؟

(۲) تسبیح کس چیز کی ہونی چاہئے؟ آیا لکڑی کی یا پتھر وغیرہ کی؟

(۳) مسجد میں جمعہ کے وقت خطبہ کے وقت سلام وکلام کیسا ہے؟

الجواب:

(۱) رشوت لینامطلقاً حرام ہے کسی حالت میں جائز نہیں جو پرایا حق دبانے کے لئے دیاجائے رشوت ہے یونہی جواپنا کام بنانے کے لئے حاکم کو دیاجائے رشوت ہے لیکن اپنے اُوپر سے دفع ظلم کے لئے جو کچھ دیاجائے دینے والے کے حق میں رشوت نہیں یہ دے سکتا ہے لینے والے کے حق میں وہ بھی رشوت ہے اور اسے لینا حرام۔

(۲) تسبیح لکڑی کی ہو یا پتھر کی مگر بیش قیمت ہونا مکروہ ہے اور سونے چاندی کی حرام۔

(۳) خطبہ کے وقت سلام وکلام مطلقاً حرام ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۸۷: از دہلی مدرسہ نعمانیہ فراشخانہ مسئولہ محمد حبیب اللہ صاحب ۲۷شعبان ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کافروں کی خصوصًا انگریزوں کی فوج میں نوکری کرنا جس کی وجہ سے مسلمانوں خصوصًا ترکوں اور عربوں اور افغانوں کے مقابلہ میں ان سپاہیوں کو جانا پڑتا ہے اور مسلمانوں کو قتل کرنا پڑتا ہے، آیا یہ نوکری جائز ہے یاحرام یا کفر ہے۔ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

مسلمان تو مسلمان، بلاوجہ شرعی کسی کافر، ذمّی یا مستامن کے قتل کی نوکری، کافر تو کافر، کسی مسلمان بادشاہ کے یہاں کی شرعًا حلال نہیں ہوسکتی بلکہ ذمّی پر ظلم مسلمان پہ ظلم سے اشد ہے **کما فی الخانیة والدروالهندیة وغیرها** (جیسا کہ خانیہ، در اور ہندیہ وغیرہ میں ہے۔ت) حدیث میں ہے:

من اٰذی ذمیا فانا خصمه ومن کنت خصمه خصمته یوم القٰیمة[1] **رواه الخطیب عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنه**	جس نے کسی ذمی کافر کو ستایا تو میں اس سے جھگڑا کروں گا اور جس سے میں جھگڑا کروں تو قیامت کے دن جھگڑا کرنے میں غالب آؤں گا۔ خطیب بغدادی نے

[1] تاریخ بغداد ترجمہ داؤد بن علی ۴۴۷۳ دارالکتاب العربی بیروت ۳۷۰/۸

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے اس کو حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔(ت)	عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

مگر کفر نہیں جب تک استحلال نہ ہو یا خود بوجہ اسلام قتل **کماھو مذھب اھل السنۃ والتاویل المعروف فی الکریمۃ** (جیسا کہ اہلسنّت کا مذہب ہے، اور آیہ کریمہ میں تاویل مشہور ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۸۸: از بریلی محلّہ گھیر جعفر خاں مسئولہ قدرت حسین صاحب ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

قادیانیوں کے ہاتھ مال فروخت کرنا کیسا ہے؟ **بیّنوا توجرا۔**

الجواب:

قادیانی مرتد ہیں، اُن کے ہاتھ نہ کچھ بیچا جائے نہ اُن سے خریدا جائے، اُن سے بات ہی کرنے کی اجازت نہیں۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **ایّاکم وایّاھم**[1] اُن سے دُور بھاگو انہیں اپنے سے دور رکھو۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۸۹: از بنبئی پوسٹ ۹۰ معرفت احمد علی صاحب مسئولہ شیخ فتح محمد صاحب ۵/رمضان ۱۳۳۹ھ

(۱) علمائے دین سے دریافت طلب یہ مسئلہ ہے کہ جو حاجی ادائے فریضہ حج اور زیارت پاک نبی کریم کے بنبئ اور کراچی سے روانہ ہوتے ہیں ان سے دوہرا کرایہ جہاز پر جانے آنے کا لیا جاتا ہے، اس سال جانے آنے کا کرایہ ایک سو چھہتّر روپیہ مقرر ہوا ہے اس میں جانے آنے کا ایک سو دس روپیہ لگایا جاتا ہے اور آنے کے واسطے کمپنی کے پاس پینسٹھ روپیہ جمع رہتا ہے اس وقت تک کہ حاجی اپنے فرض سے فارغ ہو کر واپس نہ آئیں وہ باقی روپیہ بینک گھر میں جمع رہتا ہے کمپنی کی طرف سے اب سوال یہ ہے کہ کمپنی کو اس روپیہ کا سود ملے گا قریب چار ماہ تک کیونکہ اس سے پہلے حاجی واپس نہیں آسکتے اس سود کے بارے میں حاجی گنہگار ہوگا یا نہیں؟

(۲) اسی مسئلہ کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ جو کمپنی حاجیوں کو دوہرا ٹکٹ دیتی ہے اس کا منیجر انگریز ہے اور وہی مالک ہے اور انگریز کے مذہب میں سود جائز ہے اور جانے والے حاجی اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ ہمارا روپیہ ایک انگریز کے پاس جمع ہے اور وہ اس روپیہ سے تا واپسی بلاواسطے فائدہ اٹھائے گا یا سُود میں چلائے گا اتنا سمجھ کر بھی حاجی اس کمپنی میں سفر کرے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۴۹

(۳) مخفی نہ رہے کہ بمبئی اور کراچی دونوں جگہ سے حاجی روانہ ہوتے ہیں اور ان دونوں مقاموں میں ایک اسلامی کمپنی موجود ہے اور یہ کمپنی ایک طرف کا ٹکٹ حاجیوں کو دیتی ہے انگریزی کمپنی سے بہت کم بھاؤ میں۔ایسا ہوتے ہوئے بھی حاجی آنے جانے کا ٹکٹ لے تو تعاون ہے یا نہیں، حاجی کچھ مواخذہ دار ہوگا یا نہیں؟

(۴) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جب حاجی چاہیں کہ ہم دوہرا کرایہ دے کر اپنے روپیہ سے غیر مذہب کو مدد نہیں دیں گے اور ایک طرف کا ٹکٹ لیں گے تو گورنمنٹ کمپنی پر ضرور ہے کہ حکم کرے گی کہ ایک طرف کا ٹکٹ دو۔اس صورت میں اُوپر کے سوال میں حاجی بری ہوسکتے ہیں یا نہیں، اور ایسا کرنا ثواب ہے یا گناہ؟

(۵) دیگر یہ کہ اکثر حاجی اثنائے سفر میں فوت ہوجاتے ہیں اور اُن کا کوئی وارث ہمراہ نہ ہو تو ضرور ان کے واپسی کے ٹکٹ ضائع ہوجاتے ہیں اور اس ٹکٹ کا روپیہ بے سبب ایک کمپنی کھاجاتی ہے اگر وہی روپیہ حاجی کے ساتھ حاجی کی کمر میں ہو اور وہ فوت ہوجائے تو ضرور اس کا روپیہ اس کے ہمراہیوں کو ملے گا یا مکہ معظّمہ میں فوت ہوجائے تو کسی معلم کو ملے گا یا راستے میں فوت ہوجائے تو کسی بدوی کو ملے گا جو تینوں بھائی مسلمان ہوں گے ایسی صورت میں حاجی کو ثواب ہوگا یا اوپر کی صورت میں؟

(۶) اور ظلم یہ ہے کہ کمپنی نے ٹکٹ پر چھاپ دیا ہے کہ حاجی کو اگر واپس کرنا ہو تو دس سیکڑہ کاٹ کر حاجی کو روپیہ ملے گا، یہ قانون ہے کہ امانت رکھنے والا اپنی امانت واپس مانگے تو کمیشن میں سُود دے یہ دوہرا سُود ہوا یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

(۱) حاجی نہ اپنی خوشی سے جمع کرتا ہے نہ اس کی یہ نیت ہے کہ کمپنی سُود لے، اگر لے گی تو اس کا وبال اس پر ہے حاجی پر الزام نہیں،

"لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی"[1] وتحلل فعل فاعل مختار یقطع النسبة کما فی الهدایة وغیرها۔واللہ تعالٰی اعلم۔	کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔فاعل مختار کا فعل درمیان میں آڑے آگیا جو نسبت کو قطع کردیتا ہے، جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں مذکور ہے۔واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

[1] القرآن الکریم ۶ /۱۶۴

(۲) اس کا جواب اوپر گزر چکا کہ گناہ نہیں، ہاں اگر کوئی اسلامی کمپنی ایسی موجود ہو جو اسے سود پر نہ چلائے گی اور جو باتیں سفر میں اپنے آرام کی ہیں اُن میں کوئی کمی نہ ہو تو بلاوجہ اسلامی کمپنی پر اُسے ترجیح دینا سخت معیوب ہے، **واللہ تعالٰی اعلم**

(۳) جب اسلامی کمپنی موجود ہے اور وہ کرایہ بھی کم لیتی ہے اور ایک ہی طرف کا لیتی ہے تو ان ترجیحوں کے ہوتے ہوئے سخت احمق ہوگا جو اس کے غیر کو اختیار کرے مگر اس حالت میں کہ اپنے آرام وغیرہ کی صحیح مصلحت اور ارزاں بعلت و گراں بحکمت نہ ہو بلاوجہ زیادہ کرایہ دینا کوئی نہ چاہے گا اور بالفرض اگر ایسا کوئی نکلے کہ بغیر کسی صحیح مصلحت کے اپنا نقصان گوارا کرے اور اسلامی کمپنی پر غیر اسلامی کو ترجیح دے تو وہ بیشک مواخذہ دار ہے اور اُس پر متعدد مواخذے ہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۴) دو طرف کا کرایہ دینے میں بلاوجہ کی پابندیاں اپنے ذمّے ہو جاتی ہیں ممکن ہے کہ یہ وقت موعود تک واپس نہ آسکے یا سرکاروں میں زیادہ حاضر رہنا چاہے جب اس طریقے سے یہ آزادی مل سکتی ہو تو بغیر کسی اہم مصلحت کے پابندی کو اس پر ترجیح نہ دے گا مگر سخت احمق یا وہ جس کے دل میں مرض ہے، **والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم**

(۵) یہ نیت بھی محمود ہے اور آزادی خود عظیم مقصود ہے اسے ملتے ہوئے بے کسی اہم مصلحت کے پابندی کو ترجیح دینا مردود ہے، **واللہ تعالٰی اعلم**

(۶) یہ صورت اور زیادہ شناعت کی ہے، اور حتی الامکان اس سے بچنا لازم کہ اگرچہ سود نہیں مگر اضاعتِ مال ہے اور وہ بھی شرعًا حرام ہے، حدیث میں ارشاد فرمایا صحیح بخاری و صحیح مسلم میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

ان اللہ حرم علیکم عقوق الامھات ومنعًا وھاتِ و وأدَ البنات و کرہ لکم قیل وقال و کثرۃ السوال واضاعۃ المال[1]۔	بے شک اللہ تعالٰی نے تم پر حرام فرمادیا ہے ماؤں کو ایذا دینا اور یہ کہ آپ نہ دو اور اوروں سے مانگو اور بیٹیوں کو زندہ در گور کرنا اور ناپسند فرماتا ہے تمہارے لئے فضول حکایات اور کثرت سوالات اور مال کا ضائع کرنا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب عقوق الوالدین من الکبائر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۸۸۴، صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب النہی عن کثرۃ المسائل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۷۵

مسئلہ ۲۹۵: از دارجلنگ انجمن اسلامیہ مسئولہ ولی الحسن مدرس مدرسہ ۱۰رمضان ۱۳۳۹ھ

علمائے اسلام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کیافرماتے ہیں کہ افیون کی تجارت اور اس کی دکان کرنا شرعًا جائز ہے یانہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب:

افیون کی تجارت دوا کے لئے جائز اور افیونی کے ہاتھ بیچنا ناجائز ہے،

لان المعصیۃ تقوم بعینہ وکل ماکان کذٰلک کرہ بیعہ کمافی تنویر الابصار۔واللہ تعالٰی اعلم۔	اس لئے کہ گناہ ذات شیئ کے ساتھ قائم ہے اور جس میں اس طرح ہو تو اس کا بیچنا مکروہ ہے جیسا کہ تنویر الابصار میں مذکور ہے۔واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۲۹۶: از پیلی بھیت کچہری کلکٹری مسئولہ عرفان علی صاحب رضوی شب ۷ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

قبلہ جانم وکعبہ ایمانم ظلہم الاقدس، بعد سلام مسنون عرض ہے کہ زندگی کا بیمہ کرنا شرعًا جائز ہے یاحرام؟ صورت اس کی یہ ہے جو شخص زندگی کا بیمہ کرانا چاہتا ہے اس سے یہ قرار پاجاتا ہے کہ ۵۵سال یا ۶۰ سال یا ۵۰سال کی عمر تک مبلغ دوہزار روپے (للعہ یاے/) ماہوار کے حساب سے تنخواہ سے وضع ہوتے رہیں گے اگر وہ شخص ۵۵سال تک زندہ رہا تو خود اس کو اور اگر مقرر میعاد کے اندر مرگیا تو اس کے ورثاء کو دوہزار یکمشت ملے گا خواہ وہ بیمہ کرانے کے بعد اور اس کی منظوری آنے کے فورًا ہی مرجائے اور اگر میعاد مقرر تک زندہ رہا تو بھی وہی دوہزار ملے گا یہ بیمہ گورنمنٹ کی جانب سے ہورہا ہے کسی کمپنی وغیرہ کو اس سے تعلق نہیں۔بیّنوا توجروا۔

الجواب:

جبکہ یہ بیمہ گورنمنٹ کرتی ہے اور ان میں اپنے نقصان کی کوئی صورت نہیں تو جائز ہے کوئی حرج نہیں مگر شرط یہ ہے کہ اس کے سبب اس کے ذمے کسی خلافِ شرع احتیاط کی پابندی نہ عائد ہوتی ہو جیسے روزوں یاحج کی ممانعت۔واللہ تعالٰی اعلم

رسالہ
خیر الاٰمال فی حکم الکسب والسوال ۱۳۱۸ھ
(کمانے اور مانگنے کے حکم میں بہترین امید)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۲۹۷: از ملک بنگالہ ضلع پاپناڈاکخانہ سوبگاچہ موضع چر قاضی پور مرسلہ مولوی امید علی صاحب ۲۷/جمادی الآخرہ ۱۳۱۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روپیہ کمانا کس وقت فرض ہے، کس وقت مستحب، کس وقت مکروہ، کس وقت حرام، اور سوال کرنا کب جائز ہے کب ناجائز؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

یہ مسئلہ بہت طویل الذیل ہے جس کی تفصیل کو دفتر درکار، یہاں اس کے بعض صور وضوابط، پر اقتصار۔

فاقول: وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق کے ساتھ کہتا ہوں۔ت) کسب کے لئے ایک **مبدء** ہے یعنی وہ ذریعہ جس سے مال حاصل کیاجائے، اور ایک **غایت** یعنی وہ غرض کہ تحصیل مال سے مقصود ہو، ان دونوں میں ذاتًا خواہ عارضًا احکامِ نہ گانہ، ۱فرض، ۲واجب، ۳سنت،

۴مستحب، ۵مباح، ۶مکروہ تنزیہی، ۷اساءت، ۸مکروہ تحریمی، ۹حرام سب جاری ہیں، اور دونوں کے اعتبار سے کسب پر احکام مختلفہ طاری ہیں، نفس کسب بے لحاظ مبادی وغایات کوئی حکم خاص نہیں رکھتا۔

ذرائع میں حرام: جیسے غصب ورشوت وسرقہ وربا، یوہیں زنا وغنا وحکم خلاف **ماانزل اللّٰہ** وغیرہ امورِ محرمہ کی اجرت، تلاوتِ قرآن ووعظ وتذکیر ومیلاد خوانی وغیرہا عبادات بیچ کر اسی طرح جملہ عقود باطلہ وفاسدہ قطعیہ۔

مکروہِ تحریمی: جیسے اذانِ جمعہ کے وقت تجارت۔

فی الدر المختار کرہ تحریما مع صحۃ البیع عند الاذان الاول[1]۔قلت وعبر فی الھدایۃ بالحرمۃ واعترضہ الاتقانی بان البیع جائزلکنہ یکرہ کما صرح بہ فی شرح الطحاوی لان المنع لغیرہ لایعدم المشروعیۃ واشار فی الدر الی جوابہ بقولہ افاد فی البحر صحۃ اطلاق الحرمۃ علی المکروہ تحریما[2] اھ وانا **اقول:** الصحۃ اذا لم تناف المنع لغیرہ لم تناف الحرمۃ ایضا کذٰلك فان المنع ولو لغیرہ لیشمل المنع ظنا فیکرہ وقطعا فیحرم ولاشك ان النھی ھٰھنا قطعی فلاادری ما احوجھم الی تأویل الحرمۃ بالکراھۃ۔	درمختار میں ہے جمعہ کی پہلی اذان کے وقت بیع اگرچہ صحیح ہے لیکن مکروہِ تحریمہ ہے، میں کہتا ہوں اس کراہت کو ہدایہ میں حرمت سے تعبیر کیا ہے اور اس پر اتقانی نے اعتراض کیا کہ بیع صحیح لیکن مکروہ ہے جیسا کہ شرح طحاوی میں یہ تصریح ہے، اس لئے کہ منع لغیرہٖ مشروعیت کو ختم نہیں کرتی اور درمختار میں اس اعتراض کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے کہ بحرالرائق نے افادہ کیا ہے کہ مکروہ تحریمہ پر حرمت کا اطلاق صحیح ہے اھ، **اقول:** (میں کہتا ہوں کہ) جس طرح صحت منع لغیرہ کے منافی نہیں اسی طرح وہ حرمت کے منافی بھی نہیں ہے کیونکہ منع اگرچہ لغیرہ ہو وہ منع ظنی اور قطعی دونوں کو شامل ہے منع ظنی ہو تو مکروہ ہے اگر قطعی ہو تو حرام ہے اور بیشک یہاں نہی قطعی ہے تو مجھے معلوم نہیں کہ حرمت کو کراہت سے ان کو تاویل کی کیا حاجت ہوئی۔(ت)

اسی طرح دوسرا مسلمان جب ایک چیز خرید رہا ہو اور قیمت فیصل ہو گئی ہو اور گفتگو ہنوز

[1] الدرالمختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۰

[2] الدرالمختار کتاب الصلوٰۃ باب الجمعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۱۳

قطع نہ ہوئی ایسی حالت میں قیمت بڑھا کر خواہ کسی طور پر خود خرید لینا،

فی الدر کرہ تحریما السوم علی سوم غیرہ ولو ذمیا اومستامنا بعد الاتفاق علی مبلغ الثمن والا لا لانہ بیع من یزید[1] اھ مختصرا۔	در مختار میں ہے کہ کسی کے بھاؤ پر بھاؤ لگانا مکروہِ تحریمی ہے، اگرچہ پہلے بھاؤ والا ذمی ہو یا مستامن ہو جبکہ مبلغ ثمن پر اتفاق ہو چکا ہو ورنہ ثمن پر اتفاق کے بغیر دوسرے کا بھاؤ لگانا مکروہ نہیں کیونکہ اس صورت میں نیلامی والی بیع ہو جائے گی اھ مختصراً (ت)

یونہی تلقی جلب وبیع الحاضر للبادی وتفریق الصغیر من محرمہ وغیرہا کہ مع قیود وشروط کتب فقہ میں مفصل ہیں اسی قسم میں ہے یا نیچری وضع کے کپڑے یا جوتے سینا یا ان اشیاء خواہ تانبے پیتل کے زیوروں وغیرہا کا بیچنا اور جملہ عقود ومکاسب ممنوعہ فضیہ۔

فی ردالمحتار من الحظر عن المحیط بیع المکعب المفضض للرجل ان یلبسہ یکرہ لانہ اعانۃ علی لبس الحرام وان کان اسکافا امرہ انسان ان یتخذ لہ خفا علی زی المجوس او الفسقۃ او خیاطا امرہ ان یتخذ لہ ثوبا علی زی الفساق یکرہ لہ ان یفعل لانہ سبب التشبہ بالمجوس والفسقۃ[2]۔	ردالمحتار میں محیط کی کتاب الحظر سے منقول ہے کہ چاندی کے جڑاؤ والا جوتا مرد کو پہننے کے لئے فروخت کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ حرام لباس میں اعانت ہے، اور موچی کو اگر کوئی کہے میرے لئے مجوس یا فسّاق کی وضع والا جوتا بنادے، یا درزی سے کہے کہ فساق والا لباس بنادے تو ان کو ایسا کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ مجوس اور فسّاق کی مشابہت کا سبب ہوگا۔ (ت)

اِساءَت: یعنی وہ کام جسے نہ مکروہِ تنزیہی کی طرح صرف خلافِ اولٰی کہا جائے جس پر ملامت بھی نہیں، نہ تحریمی کی طرح گناہ و ناجائز جس پر استحقاقِ عذاب ہے، بلکہ یوں کہا جائے کہ بُرا کیا قابلِ ملامت ہوا جس کا حاصل مکروہِ تنزیہی سے بڑھ کر ہے اور تحریمی سے کمتر۔

کما جنح الیہ العلامۃ الشامی	جیسا کہ علامہ شامی کا اس طرف میلان ہے

---

[1] الدر المختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۰

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۱

فی ردالمحتار اقول:ولابد منه فان کل مرتبة للطلب فی جانب الفعل فان بازائها مرتبة فی جانب الترك فالتحریم فی مقابلة الفرض فی الرتبة وکراهة التحریم فی رتبة الواجب،والتنزیه فی رتبة المندوب،کما فی ردالمحتار من بحث اوقات الصّلٰوۃ و قد بقیت السنة،وهی فوق المندوب ودون الواجب فوجب ان یقابلها ماهو فوق کراهة التنزیه دون التحریم وهو الاسائة وقد نصوا علیها فی غیر مافرع وان اغفلها کثیرون فی ذکر الاقسام فلیحفظ قال فی الدر ترك السنة لایوجب فسادا ولاسهوا بل اساءۃ لو عامدا غیرمستحب[1] الخ وفی ردالمحتار عن التحریر تارکها ای السنة یستوجبه اساءۃ ای التضلیل واللوم[2]۔	ردالمحتار میں،**اقول:** (میں کہتا ہوں) یہ ضروری ہے کیونکہ فعل میں طلب کا جو مرتبہ ہے اس کے مقابلہ میں ترک کا مرتبہ ہے، تحریم کا رتبہ بمقابلہ فرض اور مکروہ تحریمی کا بمقابلہ واجب اور مکروہ تنزیہہ بمقابلہ مندوب ہے جیساکہ ردالمحتار میں نماز کے اوقات کی بحث میں ہے جبکہ سنت کا رتبہ باقی ہے اور وہ مندوب سے فائق اور واجب سے پست ہے تو ضروری ہے کہ اس کے مقابلہ میں حکم مکروہ تنزیہہ سے فائق اور مکروہ تحریمہ سے کم ہو اور یہ مرتبہ اساءت ہے، فقہاء نے اس بحث پر کئی فروعات میں نص فرمائی ہے اگرچہ حکم کے اقسام سے بہت سے لوگوں سے غفلت ہوئی ہے، اس کو محفوظ کرو، درمختار میں فرمایا سنت کے ترک سے فساد کا حکم نہ ہوگا اور نہ ہی سہو کا، بلکہ اساءت کا حکم ہوگا جب غیر مستحب کو قصداً کرے الخ۔ردالمحتار میں تحریر کے حوالہ سے ہے کہ سنت کا تارک اساءت یعنی ملامت وتضلیل کا مستحق ہوگا۔(ت)

مثلاً اپنے سے اعلم کے ہوتے ہوئے عہدہ قضاء کی نوکری جبکہ وہ اس پر راضی ہو،

وهو فی الدرالمختار لوقدموا غیرالاولٰی اساؤ ابلا اثم[3]،فی ردالمحتار عن التتارخانیة اساء واالذترکوا السنةلکن لایاثمون لانهم	درمختار میں ہے اگرلوگ غیراولٰی شخص کو امام بنائیں تو اساءت کے مستحق ہوں گے گنہگار نہ ہوں گے۔ردالمحتار میں تاتارخانیہ سے منقول ہے اساءت والے ہوں گے جب وہ سنت کو ترک کریں گنہگار

[1] الدرالمختار کتاب الصلٰوۃ باب صفة الصلٰوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۷۳

[2] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب صفة الصلٰوۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۱۹

[3] الدرالمختار کتاب الصلٰوۃ باب الامامة مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۳

قدموا رجلا صالحا وکذا الحکم فی الامارۃ والحکومۃ اما الخلافۃ وھی الامامۃ الکبرٰی فلایجوز ان یترکوا الافضل وعلیہ اجماع الامۃ [1]۔	نہ ہوں گے کیونکہ انہوں نے صالح شخص کو امام بنایا ہے اگرچہ غیر اولٰی ہے، اور یہی حکم امارت اور حکومت کا ہے لیکن خلافت میں جو امامت کبرٰی ہے یہ جائز نہیں کہ وہ افضل کو ترک کریں اور اس پر اجماع امّت ہے (ت)

اقول: یونہیں ظہر ومغرب وعشاء کے فرض پڑھ کر سنتوں سے پہلے بیع وشراء اور ظاہرًا طلوعِ فجر کے بعد نماز صبح سے پہلے خرید وفروخت بھی اسی قبیل سے ہے جبکہ ضرورت داعی نہ ہو یونہیں ہر وہ کسب کہ خلافِ سنت یا اس کا شغل ترک سنت کی طرف مؤدی ہو۔

مکروہ تنزیہی: جیسے بیع عینیہ جبکہ مبیع بائع کے پاس عود نہ کرے، مثلًا جو قرض مانگنے آیا اسے روپیہ نہ دیا بلکہ دس کی چیز پندرہ کو اس کے ہاتھ بیچی کہ اس نے دس کو بازار میں بیچ لی،

فی الدر المختار شراء الشیئ الیسیر بثمن غال لحاجۃ القرض یجوز ویکرہ واقرہ المصنف [2] فی اٰخر الکفالۃ، بیع العینۃ ای بیع العین بالربح نسئۃ لیبیعھا المستقرض باقل لیقضی دینہ، اخترعہ اٰکلۃ الربا وھو مکروہ مذموم شرعا لمافیہ من الاعراض عن مبرۃ الاقراض [3]، وفی ردالمحتار عن الفتح ان فعلت صورۃ یعود الی البائع جمیع مااخرجہ اوبعضہ یکرہ تحریما فان لم یعد کما اذا باعہ المدیون فی السوق فلاکراھۃ بل خلاف الاولٰی [4] اھ ملخصا۔	درمختار میں ہے سستی چیز کو قرض کی ضرورت پر مہنگے داموں خریدنا جائز ہے اور مکروہ ہے اس کو مصنّف نے ثابت رکھا ہے، اور انہوں نے باب الکفالہ کے آخر میں بیع عینہ کے متعلق فرمایا یعنی عین چیز کو نفع کے ساتھ ادھار فروخت کرنا تاکہ قرض لینے والا اس کو کم قیمت پر فروخت کرکے حاجت پوری کرے، یہ طریقہ سود خوروں نے ایجاد کیا ہے اور یہ مکروہ اور شرعًا مذموم ہے کیونکہ اس میں قرض دینے کی نیکی سے اعراض ہے، اور ردالمحتار میں فتح القدیر سے منقول ہے کہ یہ ایسی صورت ہو کہ اس میں بائع کی طرف سے دی ہوئی چیز اس کو کل یا بعض واپس لوٹ آتی ہو اس لئے یہ مکروہ تحریمی ہے اور ایسا نہ ہو مثلًا مقروض اس

[1] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ باب الامامۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۷۵

[2] الدرالمختار کتاب البیوع فصل فی القرض مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۴۰

[3] الدرالمختار کتاب الکفالہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۶۶

[4] ردالمحتار کتاب الکفالہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۷۹

	چیز کو بازار میں فروخت کرے تو مکروہ نہیں بلکہ خلافِ اولٰی ہے اھ ملخصًا۔ (ت)

مباح: جیسے بن کی لکڑی، جنگل کے شکار، دریا کی مچھلیاں۔

مستحب: جیسے خدمت، اولیاء وعلماء کی نوکری۔

وقدکان انس بن مالك رضی الله تعالٰی عنه یخدم النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم علی شبع بطنه[1]۔	حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ صرف شکم سیری کے عوض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت کرتے تھے۔ (ت)

یونہی ہر وقت کسب جس میں امورِ خیر پر اعانت ہو اگرچہ خیر صرف تقلیل شر و خیر ہو مثلاً گھات یا چنگی یا بندوبست کی نوکری اس نیت سے کہ بندگانِ خدا کارکنوں کے جبر و تعدی وظلم وزیادہ ستائی سے بچیں:

فی کفالة الدر، النوائب ولو بغیر حق کجبایات زماننا قالوا من قام بتوزیعها بالعدل اجر[2] اھ ملخصا، وفی شهادات ردالمحتار قدمنا عن البزدوی ان القائم بتوزیع هذه النوائب السلطانیة والجبایات بالعدل بین المسلمین ماجور وان کان اصله ظلما[3] الخ **قلت** وکذٰلك نص علیه فی کفایة الهدایة وغیرها۔	درمختار کے باب کفالہ میں ہے کہ ٹیکس اگرچہ ناحق ہوں ان کو فروخت کرنا جیسا کہ ہمارے زمانہ میں ہوتا ہے فقہائ کہتے ہیں جو شخص مزدوری پر یہ سرکاری وصولیاں کرے گا اس کو اتنا عوض دیا جائے گا اھ ملخصًا، ردالمحتار کے باب الشہادات میں ہے کہ بزدوی سے منقول گزرا ہے سرکاری وصولیاں عدل کے ساتھ اجرت پر وصول کرنے پر ثواب ہوگا اگرچہ یہ اصل میں ظلم ہوں الخ۔ **میں کہتاہوں** اسی طرح کفایۃ الہدایہ میں ہے۔ (ت)

سنّت: جیسے احباب کا ہدیہ قبول کرنا اور عوض دینا،

احمد والبخاری وابوداؤد والترمذی عن ام المومنین الصدیقة رضی الله تعالٰی عنها ان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه	احمد، بخاری، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

[1] کنزالعمال حدیث ۳۶۸۳۸و۳۶۸۳۹ موسسة الرسالة بیروت ۱۳/ ۲۸۸

[2] الدرالمختار کتاب الکفالة مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۶۶

[3] ردالمحتار کتاب الشهادات باب القبول وعدمه داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۷۸

وسلم کان یقبل الھدیۃ ویثیب علیھا[1]۔	ہدیہ وصول کرتے اور اس پر بدل عطا فرماتے۔(ت)

اور افضل واعلیٰ کسب مسنون سلطان اسلام کے زیر نشان جہاد شرعی ہے،

احمد وابویعلی والطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال بعثت بین یدی الساعۃ بالسیف حتی یعبدوا اللہ تعالٰی وحدہ لاشریک لہ وجعل رزقی تحت ظل رمحی[2] الحدیث، واخرج ابن عدی عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الزموا الجھاد وتصحوا وتستغنوا[3]۔الشیرازی فی الالقاب عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الطیب کسب المسلم سھمہ فی سبیل[4] اللہ قال المناوی فی التیسیر لان ما حصل بسبب الحرص علی نصرۃ دین اللہ تعالٰی لا شیئ اطیب منہ فھو افضل من البیع وغیرہ مما مر لانہ کسب المصطفٰی وحرفتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[5]۔و	احمد، ابویعلی اور طبرانی کبیر میں سند حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مجھے قیامت سے آگے تلوار دے کر بھیجا گیا تاکہ لوگ اللہ کی عبادت کریں، اور میرا رزق نیزوں کے سائے میں ہے الحدیث۔ ابن عدی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جہاد لازمًا کرو تاکہ تم صحت مند اور غنی ہو جاؤ۔ شیرازی نے القاب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے تخریج کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مسلمان کا پاک کسب اس کا فی سبیل اللہ تیر بنانا ہے۔امام مناوی نے تیسیر میں فرمایا: یہ اس لئے کہ جو چیز اللہ تعالٰی کے دین میں حرص کے طور ہو اس سے بڑھ کر کوئی چیز اطیب نہیں ہے لہٰذا یہ عمل تجارت وغیرہ سے افضل ہے کیونکہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کسب و عمل ہے اھ۔اور

[1] سنن ابی داؤد کتاب البیوع باب فی قبول الھدایا آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۴۲

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابن عمر المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۹۲

[3] الکامل لابن عدی ترجمہ بشر بن آدم بصری دارالفکر بیروت ۲/ ۴۴۹

[4] الجامع الصغیر بحوالہ الشیرازی فی الالقاب عن ابن عباس حدیث ۱۱۲۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۷۳

[5] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث اطیب کسب المسلم الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۱۶۶

في صيد ردالمحتار عن الملتقى ومواهب الرحمٰن في تفاضل انواع الكسب "افضله الجهاد ثم التجارة ثم الحراثة ثم الصناعة"[1]۔	ردالمحتار کے باب الصید میں ملتقی اور مواہب الرحمٰن سے منقول ہے کہ کسب کے اقسام میں فضیلت والا عمل جہاد ہے، پھر تجارت، پھر کاشتکاری، پھر صنعت کاری۔(ت)

واجب: جیسے قبول عطیہ والدین جبکہ نہ لینے میں اُن کی ایذا مظنون ہو اور اگر تیقن ہو تو فرض ہوگا کہ ایذائے والدین حرام قطعی ہے اور حرام سے بچنا فرض قطعی، اسی طرح عہدہ قضاء کا قبول فرض ہے جبکہ اس کے سوا اور کوئی اہل نہ ہو،

في الدرالمختار كره تحريما التقلد اي اخذ القضاء لمن خاف الحيف اي الظلم او العجز وان تعين له او امنه لايكره، فتح، ثم ان انحصر فرض عينا والا كفاية، بحر والتقلد رخصة اي مباح والترك عزيمة عندالعامة، بزازية فالاولٰى عدمه و يحرم على غير الاهل الدخول فيه قطعا من غيرتردد في الحرمة ففيه الاحكام الخمسة[2]۔	درمختار میں ہے کہ جو شخص قضاء میں ظلم یا عجز کا خطرہ رکھتا ہو اس کو قضاء کا عہدہ قبول کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر وہی متعین ہو یا کمزوری کا خطرہ وخوف نہ رکھتا ہو تو مکروہ نہ ہوگا، فتح۔ پھر اگر یہ عہدہ اسی پر موقوف ہے تو قبول کرنا فرض عین ہے ورنہ فرض کفایہ ہے، بحر۔ اور قضاء کو قبول کرنا رخصت ہے یعنی مباح ہے اور ترک عزیمت ہے عام فقہاء کے نزدیک، بزازیہ، تو اولٰی یہ ہے کہ نہ قبول کرے اور غیر اہل کے لئے حرام ہے قطعًا بلاتردّد، تو اس میں پانچ حکم ہیں۔(ت)

غایات میں فرض: جیسے خورد ونوش وپوشش بقدر سد رمق وستر عورت بلکہ اتنا کھانا جس سے نمازِ فرض کھڑے ہو کر ہوسکے اور رمضان میں روزے پر قدرت ملے۔

في الدر الاكل فرض مقدار مايدفع الهلاك ويتمكن به من الصّلٰوة قائما وصومه[3] اھ ملخصًا۔	درمختار میں ہے ہلاکت سے بچنے کی مقدار کھانا فرض ہے اتنا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکے اور روزہ رکھ سکے، اھ، ملخصًا(ت)

[1] ردالمحتار کتاب الصید داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۹۷

[2] الدرالمختار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۷۳

[3] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۶

یوہیں کفایت اہل وعیال وادائے دیون ونفقات مفروضہ۔

فی خزانة المفتین الکسب فرض وھو بقدر الکفایة لنفسه وعیاله وقضاء دیونه ونفقة من یجب علیه نفقته[1]۔	خزانۃ المفتین میں ہے اپنے لئے بطور کفایت، اپنی عیال، قرض کی ادائیگی اور جن کا نفقہ ذمہ میں ہے اس مقدار کے لئے کسب فرض ہے(ت)

یوہیں حج فرض جبکہ بعد فرضیت مال نہ رہا،

لان الذمة قد شغلت وابراؤھا عن الفرض فرض و مقدمة الفرض فرض۔	کیونکہ ذمہ میں بوجھ ہے اور فریضہ سے عہدہ برآ ہونا فرض ہے جبکہ فرض کا مقدمہ بھی فرض ہوتا ہے۔(ت)

زوجہ اگرچہ غنیّہ ہو اس کا کفن دفن شوہر پر ہے، یوہی اقارب کا جبکہ مال نہ چھوڑیں بلکہ ہر مسلمان کا کفن دفن مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے جب ایک شخص میں منحصر ہوجائے فرض عین ہوجائے گا۔

فی التنویر کفن من لامال له علی من تجب علیه نفقته واختلف فی الزوج والفتوی علی وجوب کفنها علیه وان ترکت مالا[2] الخ وفی ردالمحتار الواجب علیه تکفینها وتجهیزها الشرعیان من کفن السنة و الکفایة وحنوط واجرة غسل وحمل ودفن[3]۔	تنویر میں ہے جس کا کفن نہ ہو مال نہ ہونے کی وجہ سے، تو جس پر اس کا نفقہ واجب ہے کفن بھی اس کے ذمہ ہے اور خاوند کے متعلق اختلاف ہے فتوٰی اس پر ہے کہ بیوی کا کفن واجب ہے اگرچہ بیوی نے اپنا مال چھوڑا ہو، الخ۔ اور ردالمحتار میں ہے کہ خاوند پر بیوی کی تکفین و تجہیز شرعی شوہر پر واجب ہے جو کفنِ سنّت یا کفنِ کفایہ ہو اور حنوط، غسل کی مزدوری، جنازہ لے جانے اور دفن کا خرچہ شوہر پر واجب ہے۔(ت)

واجب: جیسے اتنا کھانا کہ ادائے واجبات پر قادر ہو زوجہ کا حقِ جماع ادا کرسکے۔

وھذا یعد مرة من واجبات الدیانة و ان لم یجبر علیه قضاء کما فصلناه فی الطلاق من فتاوٰنا۔	یہ واجبات دیانت میں شمار ہے اگرچہ قضاءً اس پر جبر نہ ہوگا جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی کی طلاق کی بحث میں تفصیل ذکر کی ہے۔(ت)

---

[1] خزانۃ المفتین کتاب الکراھیة قلمی نسخہ ۲/ ۲۱۰

[2] الدرالمختار کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۱

[3] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الجنائز داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۸۱

کپڑے میں اتنی زیادت کہ انتقالات نماز وغیرہ میں زانو نہ کھلیں، یوہیں صدقہ فطر واضحیہ جبکہ بعد وجوب مال نہ رہا، غرض ہر واجب جس کی تحصیل کو مال درکار۔

سنت: جیسے نماز کے لئے عمامہ وجُبّہ و ردا وغیرہا لباس مسنون و تجمل عیدین وجمعہ وبنا وتوسیع و تطییب مساجد وصلہ رحم وہدیہ احباب ومواساۃ مساکین وخبر گیری یتامٰی وبیوگان وخدمت مہمانان وامثال ذلک سنن مالیہ یوہیں عطر ومشک وسرمہ وشانہ وآئینہ بصد اتباع اور کھانے میں تہائی پیٹ کی مقدار تک پہنچنا۔

مستحب: جیسے بنائے سقایہ وسبیل وسراومدارس وپُل وغیرہا۔

فی ردالمحتار عن تبیین المحارم عن بعض العلماء فی ذکر مراتب الاکل "مندوب وھو مایعینه علی تحصیل النوافل وتعلیم العلم وتعلمه"[1]۔	ردالمحتار میں تبیین المحارم کی نقل میں بعض علماء سے منقول ہے کہ کھانا کھانے کے مراتب کئی ہیں جن میں مندوب و مستحب وہ ہے جو نوافل اور تعلیم وتعلم کے لئے معاون بنے۔(ت)

بلکہ مہمان کے ساتھ پورا پیٹ بھر کر کھانا بھی کہ وہ ہاتھ اٹھالینے سے شرما کر بھوکا نہ رہے، یوہیں عورت کی سیر خوری اس نیت سے کہ شوہر کے لئے حفظِ جمال کرے، کم خوری لاغری وشکست رنگ وحسن کی موجب نہ ہو۔

فی الدر عن الوھبانیة وللزوجة التسمین لافوق شبعھا اھ[2] قال الشامی قال الطرسوسی فی الزوجة ینبغی ان یندب لھا ذٰلك وتکون ماجورۃ، قال الشارح ولا یعجبنی اطلاق اباحة ذٰلك فضلا عن ندبه ولعل ذٰلك محمول علی مااذاکان الزوج یحب السمن والا ینبغی ان تکون	درمختار میں وہبانیہ سے منقول ہے کہ بیوی کو فربہ بننا مندوب ہے جو کہ سیر ہو کر کھانے سے زائد نہ ہواھ علامہ شامی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ طرسوسی نے فرمایا ہے کہ بیوی میں یہ بات مستحب ہے اور وہ اجر پائے گی۔ شارح نے فرمایا مجھے اس بات میں اباحت پسند نہیں چہ جائیکہ مستحب ہو، ہوسکتا ہے کہ استحباب کا معاملہ اس صورت میں ہو جب خاوند فربہ پن کو پسند کرتا ہو، ورنہ مناسب یہ ہے کہ بیوی معتدل

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۱۵

[2] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۴

موزورہ[1] اھ **اقول:** فی ھذا الکلام فان الاکل الی الشبع حلال ونیۃ السمن غایتہا کراھۃ التنزیہ نعم عدم الاجر ظاھر ثم ھذا کلہ فی التسمین اما ماذکرت فواضح لاغبار علیہ۔	ہو اھ، **اقول:** (میں کہتا ہوں کہ) اس میں کلام ہے کیونکہ سیر ہونے تک کھانا حلال ہے اور اس میں فربہ ہونے کی نیت زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہہ ہے، ہاں اجر نہ ہونا ظاہر ہے، پھر یہ بحث فربہ ہونے میں ہے لیکن میں نے جو ذکر کیا وہ واضح اور بے غبار ہے۔ (ت)

مباح: جیسے زینت وآرائش، لباس ومکان وزیورِ زناں۔

فی خزانۃ المفتین بعد مامر ومباح و ھوالزیادۃ للزیادۃ والتجمل[2]۔	خزانۃ المفتین میں گزشتہ مضمون کے بعد ہے احکام انواع میں ایک نوع مباح ہے جیسے خوبصورتی اور جسم کو بڑھانے کے لئے عمدہ کھانا کھانا۔ (ت)

جبکہ یہ سب امور منکرات ومقاصد مذمومہ سے خالی ہوں ورنہ مذموم ہیں اور مقاصد محمودہ کے ساتھ بھی خالی مباح نہ رہیں گے مستحب ہوجائیں گے۔

فان المباح اتبع شیئ للنیات کما ذکرہ فی البحر الرائق و ردّ المحتار وغیرھما، وذٰلك لخلوہ فی نفسہ عن کل حکم فلایزاحم شیئا یطرأ علیہ من صواحبہ کنیۃ او تأدیۃ الٰی خیر اوشر کما لایخفی۔	مباح چیز نیّت کے تابع ہوتی ہے جیسا کہ بحر الرائق اور ردالمحتار وغیرہ میں ہے کیونکہ مباح ہر حکم سے خالی ہوتا ہے لہٰذا کسی بھی طاری ہونے والے حکم سے متعارض نہ ہوگا، مثلاً نیت سے خیر یا شر کسی کی نیت مراد ہوسکتا ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ (ت)

مکروہ تنزیہی: جیسے اپنے لئے انواعِ فواکہ سے تفکّہ،

فی الدّر لابأس بانواع الفواکہ وترکہ افضل[3]۔	درمختار میں ہے مختلف انواع کے پھلوں میں کوئی حرج نہیں جبکہ ترک افضل ہے۔ (ت)

اساءت: جیسے اتباع شہوت نفس ولذّت طبع کے لئے ترفّہ وتنعّم بالحلال میں انہماک اسی نیت

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۷۵

[2] خزانۃ المفتین کتاب الکراھیۃ قلمی نسخہ ۲/ ۲۱۰

[3] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۶

سے عمدہ کھانے، دونوں وقت سیر ہو کر کھانا، باریک نفیس بیش بہا جامے پہنا کرنا، شبانہ روز عورتوں کی طرح کنگھی چوٹی میں گرفتار رہنا کہ یہ امور اگرچہ حدِّ حریم وگناہ تک نہ پہنچیں خلافِ سنّت ضرور ہیں،

ولاشك فی توجه اللوم علیه وان لم یستحق العقاب والاحادیث فی ذٰلك كثیرة شهیرة لانسردها مخافة الاطناب **اقول**:وبه علم ان ما جنحت الیه اولٰی مما فی ردالمحتار عن شرح الملتقی فی انواع الكسوة، مباح وهوالثوب الجمیل للتزین فی الاعیاد والجمع مجامع الناس لا فی جمیع الاوقات لانه صلف وخیلاً وربما یغیظ المحتاجین فالتحرز عنه اولٰی، ومكروه وهو اللبس للتكبر[1] اھ وكذا ماذكر من محض الاباحة فی تجمل الجمع والاعیاد والمجامع محمله ما اذا لم ینوالا التجمل اما اذا نوی الاتباع فسنة لاشك كما ذكرت وكذا الكراهة فی التكبر تحمل علی الحرمة فانه حرام وكبیرة عظیمة قطعا۔	اس پر ملامت میں شک نہیں اگرچہ مستحقِ عقاب نہیں ہے، اور اس میں کثیر احادیثِ مشہورہ وارد ہیں، ہم طوالت کی وجہ سے ذکر نہیں کرتے، **اقول**: (میں کہتا ہوں کہ) اس سے معلوم ہوا کہ میرا موقف بہتر ہے اس سے جس کو ردالمحتار نے شرح ملتقی سے نقل کیا ہے کہ لباس کے اقسام مباح ہیں، تو وہ عیدوں، جمعہ، اور مجمع کے لیے مباح ہیں، نہ کہ تمام اوقات میں ہر وقت ایسا کرنا بے مقصد، تکبر وغرور، اور کبھی محتاج لوگوں کو چڑانا ہے، لہٰذا اس سے بچنا بہتر ہے، اور تکبر کے طور پر لباس پہننا مکروہ ہے اھ اور یوں جو انہوں نے عید، جمعہ وغیرہ میں اباحت کا ذکر کیا ہے اس کا محمل بھی وہ ہے کہ تکبر کی بجائے صرف اپنا جمال بنانا مقصود ہو مگر اس نے شریعت کی پیروی میں ایسا لباس پہنا تو سنت ہے تو مذکور میں شک نہیں اور یونہی تکبر کی صورت میں کراہت سے مراد تحریمی ہے کیونکہ تکبر حرام ہے اور عظیم کبیرہ گناہ ہے۔ (ت)

مکروہ تحریمی: جسے محض تکاثر وتفاخر کے لئے جمع اموال۔

فی خزانة المفتین بعد مامر ومكروه وهو الجمع للتفاخر والتكاثر وان كان من حل[2]۔	خزانۃ المفتین میں مذکور بیان کے بعد فرمایا: انواع احکام میں ایک نوع مکروہ ہے جیسے اظہار کثرت وفخر کے لئے مال جمع کرنا اگرچہ حلال مال سے ہو۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار كتاب الحظر والاباحة فصل فی اللبس دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۳

[2] خزانة المفتین كتاب الكراهية قلمی نسخہ ۲/ ۲۱۰

یوہیں پیٹ سے زیادہ چند لقمے کھانا جن کا معدے میں بگڑ جانا مظنون نہ ہو،

فی الخانیة یکرہ الاکل فوق الشبع اھ [1] **اقول**: وبھٰذا الحمل تندفع المخالفة بینه وبین مایأتی عن الدر من نص التحریم۔	خانیہ میں ہے سیر ہوجانے کے بعد کھانا مکروہ ہے اھ **اقول**: (میں کہتاہوں) اس بیان سے درمختار میں آئندہ تحریم کی نص اور اس میں مخالفت ختم ہوگئی (ت)

مگر جبکہ روزے کی قوّت مقصود ہو یا مہمان کا ساتھ دینا۔

فی التنویر مباح الی الشبع لتزید قوته وحرام وھو مافوقه الا ان یقصد قوۃ صوم الغد اولئلا یستحیی ضیفه [2] اھ **اقول**: والاستثناء اذا حمل علی ماذکرت صح قطعاً ویکون قوله حرام یشمل المکروہ فلا یکون منقطعاً فافھم۔	تنویر میں ہے سیر ہونے تک کھانا مباح ہے جبکہ حصول قوت مقصد ہو اور اس سے زائد حرام ہے، لیکن اگر صبح روزہ رکھنے یا مہمان کے حیاء کے احساس کی وجہ سے زائد کھائے تو حرام نہ ہوگا اھ **اقول**: (میں کہتاہوں) آپ کے ذکر کردہ پر محمول کیا جائے تو استثناء قطعاً صحیح ہے اور حرام سے مراد مکروہ تحریمہ ہو تو یہ استثناء منقطع نہ ہوگا، غور کرو۔ (ت)

یوہیں لباس شہرت پہننا یعنی اس قدر چمکیلا نادر ہو جس پر انگلیاں اُٹھیں اور بالقصد اتنا ناقص وخسیس کرنا بھی ممنوع ہے جس پر نگاہیں پڑیں یونہی ہر انوکھی اچنبھے کی ہیأت وضع تراش خراش کہ وجہ انگشت نمائی ہو۔ سنن ابی داؤد وسنن ابن ماجہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسندِ حسن مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من لبس ثوب شھرۃ البسه اللہ یوم القیٰمة ثوبا مثله [3] وعند ابن ماجة ثوب مذلة [4] زاد ابوداؤد فی روایة ثم یلھب	جس نے شہرت کا لباس پہنا اس کو اللہ تعالٰی بھی ایسا ہی لباس پہنائے گا، اور ابن ماجہ میں "ذلّت کا لباس" اور ابوداؤد کی ایک روایت میں

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحة ومایکرہ اکله الخ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۸۰

[2] الدر المختار کتاب الحظر والاباحة ومایکرہ اکله الخ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۶

[3] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لبس الشھرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۲

[4] سنن ابن ماجه کتاب اللباس باب من لبس شھرۃ من الثیاب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۲۶۶

فیہ النار [1]۔	"پھر جہنم کی آگ میں جلایا جائے گا" کے الفاظ ہیں۔(ت)

جو شہرت کے کپڑے پہنے گا اللہ تعالٰی اسے روزِ قیامت ویسا ہی لباسِ شہرت پہنائے گا جس سے عرصات محشر میں معاذاللہ ذلّت و تفضیح ہو پھر اُس میں آگ لگا کر بھڑکا دی جائے گی والعیاذ باللہ تعالٰی۔

فی ردالمحتار عن الدر المنتقی نھی عن الشھرتین وھو ماکان فی نھایۃ النفاسۃ اوالخساسۃ [2] اھ **اقول:** ولا یختص بھما بل لوکان بینھما و کان علی ھیأۃ عجیبۃ غریبۃ توجب الشھرۃ وشخوص الابصار کان لباس شھرۃ قطعا۔	ردالمحتار میں الدرالمنتقٰی سے منقول ہے کہ دو شہرتوں سے منع فرمایا، ایک حد سے زیادہ نفاست اور دوسری حد سے زیادہ رسوائی سے، اھ، **اقول:** (میں کہتا ہوں) ان دونوں سے خاص نہیں بلکہ عجیب و غریب حالت بنانا جو شہرت کا باعث ہو اور لوگوں کے لئے نظارہ بنے وہ قطعًا سب شہرت کا لباس ہے۔(ت)

حرام: جیسے ریشمی کپڑے، مغرق ٹوپیاں، یوہیں پیٹ سے اوپر اتنا کھانا جس کے بگڑ جانے کا ظن ہو۔

فی الدر حرام فوق الشبع وھو اکل طعام غلب علی ظنہ انہ افسد معدتہ وکذا فی الشرب قھستانی [3]۔	درمختار میں ہے سیرابی سے زیادہ وہ کھانا حرام ہے جس کے متعلق ظن غالب ہو کہ وہ معدہ کو خراب کرے گا، اور یونہی پینے کا معاملہ ہے، قہستانی۔(ت)

جب یہ صورتیں معلوم ہولیں اب احکام کسب کی طرف چلئے، **فاقول:** وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ت) ظاہر ہے کہ کسب یعنی تحصیل مال کو خواہ روپیہ ہو یا طعام یا لباس یا کوئی شے سبب و غرض دونوں سے ناگزیر ہے، اور احکامِ نہ گانہ ۹ میں پہلے چار جانبِ طلب ہیں جن میں فرض وواجب کی طلبِ جازم ہے اور سنت و مستحب کی غیر جازم اور پچھلے

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لبس الشھرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۲

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۳

[3] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۶

چار جانب نہی ہیں جن میں مکروہ تنزیہی واساءت سے نہی ارشادی اور تحریمی وحرام سے حتمی اور مباح طلب و نہی دونوں سے خالی، اب اگر سبب وغرض دونوں اقسام تسعہ سے ایک ہی قسم کے ہیں جب توظاہر کہ وہی حکم کسب پر ہوگا مثلاً ذریعہ بھی فرض اور غرض بھی فرض، تو ایسا کسب دوہرا فرض ہوگا اور دونوں حرام تو دونا حرام وعلٰی ہذاالقیاس اور اگر مختلف اقسام سے ہیں تو تین حال سے خالی نہیں:

اولاً: اختلاف جانب واحد مثلاً طلب یا نہی کے اقسام میں ہو جیسے سبب فرض ہو غرض واجب یا سبب مکروہ تنزیہی غرض حرام۔

ثانیاً: اختلاف، اختلاف جانب وسط ہو مثلاً سبب واجب یا حرام اور غرض مباح یا بالعکس، ان دونوں صورتوں میں کسب اشد واقوی کا تابع ہوگا مثلاً فرض ووجوب کا اختلاف ہے تو فرض اور وجوب وسنیت کا تو واجب، اور ایک مباح اور دوسرا اور کسی قسم کا ہے تو کسب اسی قسم کا ہوگا۔

لما مر من ان المباح ساذج عار یکتسی بکل رداء و یتلون بلون کل مایمارج والضعیف من جانب یندرج فی القوی منه۔	جیسے گزرا کہ مباح، احکام سے خالی ہوتا اور ہر پہلو اختیار کر لیتا ہے، اور ایک طرف سے ضعیف ہو تو اپنے سے قوی میں درج ہوتا ہے۔ (ت)

ثالثاً: اختلاف، اختلاف جانبین ہو یعنی سبب جانب طلب میں ہے اور غرض جانب نہی یا بالعکس، صورتِ اولٰی میں کسب مطلقاً حکم غرض کا مورد رہے گا، مثلاً غرض حرام ہے تو حرمت وگناہ نقد وقت ہے گو سبب فرض واجب ہو حتی کہ اگر سبب اعلٰی درجہ طلب میں ہو یعنی فرض اور غرض ادنٰی درجہ نہی میں یعنی مکروہ تنزیہی جب بھی کسب مکروہ تنزیہی سے خالی نہیں ہوسکتا اگرچہ سبب فی نفسہٖ فرض ہے وجہ یہ کہ کوئی غرض معین، کسب کے لئے لازم نہیں وہ اختلاف نیت سے مختلف ہوسکتی ہے اور ہر وقت اپنے اختیار سے امکانِ تبدل رکھتی ہے، مانا کہ سبب فرض تھا مگر جب اس نے اسے کسی امرِ حرام یا ناپسندیدہ کی نیت سے کیا ضرور حرمت وناپسندی میں گرفتار ہوا کہ ایسی نیت کیوں کی، اگر کوئی نیت فرض یا واجب حاضر نہ تھی تو اقل درجہ نیت مباح پر قادر تھا اس کی نظیر نماز ہے کہ دکھاوے کو پڑھی جائے، اگرچہ نماز فی نفسہٖ فرض ہے مگر نیت خبیثہ موجبِ تحریم ہوگی، اور صورت عکس میں یعنی جب سبب جانب نہی ہوا اور غرض جانبِ طلب۔ اگر وہ سبب متعین نہ تھا بلکہ اس کا غیر کہ نہی سے خالی ہو ممکن تھا تو اس صورت

میں بھی کسب مطلقًا مورد نہی ہوگا کہ غرض اگرچہ فرض ہے جب ذریعہ مباح سے مل سکتی تھی تو حرام یا مکروہ کی طرف جانا اپنے اختیار سے ہوا اور اس کا الزام لازم آیا اور اگر سبب متعین تھا کہ دوسرا طریقہ قدرت ہی میں نہیں تو اب دو ۲ صورتیں ہوں گی:

اوّل: غرض وسبب کی نہی وطلب دونوں ایک ہی مرتبہ میں ہوں مثلًا سبب حرام، غرض فرض سبب مکروہ تحریمی، غرض واجب، سبب میں اساءت، غرض سنت، سبب مکروہ تحریمی غرض واجب سبب میں اساءت، غرض سنت، سبب مکروہ تنزیہی، غرض مستحب اور صرف اسی قدر کافی نہیں بلکہ نوع واحد میں تفاوت وقوت پر بھی نظر لازم کہ حرام کا ترک فرض ہے اور فرض کا ترک حرام، اور بعض فرض، بعض دیگر سے اعظم وآکد ہوتے ہیں، اور بعض حرام بعض دیگر سے اشنع واشد، تو یہ دیکھا جائے گا کہ مثلًا فرض غرض کے ترک سے جو حرمت لازم آئے گی وہ اس حرمت سے کیا نسبت رکھتی ہے جو اس سبب حرام کے ارتکاب میں ہے جب سب وجوہ سے طرفین میں تساوی قوت ثابت ہو تو حکم کسب میں اتباع سبب یعنی جانب نہی کو ترجیح رہے گی،

لان اعتناء الشرع بالمنهيات اشد من اعتنائه بالمامورات ولذا قال صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم اذا امرتكم بشیئ فأتوا منه مااستطعتم واذا نهيتكم عن شیئ فاجتنبوه[1] وروی فی الکشف حدیثا لترك ذرة مما نهی اللّٰه عنه افضل من عبادة الثقلين، قاله فی الاشباه[2] ولنا فی المقام تحقيقات نفائس المنا بكثير منها فی ماعلقنا علی کتاب"اذاقة الاثام	کیونکہ ممنوعات سے متعلق شرح کا حکم مہتم ہوتا ہے جبکہ ماموارت کا اہتمام اس قدر نہیں ہوتا، اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب میں تمہیں کوئی حکم دوں تو اپنی استطاعت پر بجالاؤ اور جب کسی چیز سے منع کروں تو اجتناب کرو۔ کشف میں مروی ہے کہ اللہ تعالٰی کے منع کردہ سے ذرّہ بھر بھی باز رہنا جن وانسان کی عبادت سے افضل ہے، انہوں نے اشباہ میں بیان کیا ہے، ہمارا یہاں کلام نفیس ہے جس کو ہم نے اپنے والد گرامی قدر کی کتاب "اذاقة الاثام لمانعی

[1] صحیح البخاری کتاب الاعتصام باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۸۲، صحیح مسلم کتاب الفضائل باب توقیرہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۶۲

[2] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدة الخامسہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۲۵

لمانعی عمل المولد والقیام من تصانیف خاتمۃ المحققین الاماجد سیّدنا الوالد قدس سرّہ الماجد۔	عمل المولد والقیام "کے حاشیہ میں ذکر کیا ہے۔(ت)

دونوں کی قوت کم وبیش ہو اس صورت میں اقوی کا اتباع ہوگا، سبب ہو خواہ غرض۔ مثلاً مالِ غیر بے اذن لینا حرام ہے اور خوک وخمر کی حرمت اس سے بھی زائد اور سدرمق اور دفع جوع قاتل وعطش مہلک کی فرضیت ان سب سے اقوی ہے لہذا حالت مخمصہ میں ان اشیاء کا تناول اسی قدر جس سے ہلاک دفع ہو لازم ہوا اور جانب غرض کو ترجیح دی گئی اور اگر مضطر کچھ نہیں پاتا مگر یہ کہ کسی انسان کا ہاتھ کاٹ کر کھائے تو حلال نہیں اگرچہ اس شخص نے اجازت بھی دی ہو کہ حرمت انسان اس فرض سے اقوی ہے لہذا جانب سبب کو ترجیح رہی۔

فی الدر الاکل للغذاء والشرب للعطش ولو من حرام اومیتۃ او مال غیرہ وان ضمنہ فرض، یثاب علیہ بحکم الحدیث ولکن مقدار مایدفع الانسان الھلاك عن نفسہ[1] اھ وفی الشامیۃ عن وجیز الکردری ان قال لہ اٰخر اقطع یدی وکلھا لایحل لان لحم الانسان لایباح فی الاضطرار لکرامتہ[2]۔	درمختار میں ہے: غذا کے لئے کھانا اور پیاس کی وجہ سے پینا اگرچہ حرام، مردار یا غیر کا مال ہو توجب اس کے ضمن میں فرض ہے تو ثواب پائے گا حدیث کے مطابق۔ لیکن یہ اس مقدار کے لئے جس قدر سے انسان اپنے کو ہلاکت سے بچاسکے، اھ، اور شامی کے فتاوی میں وجیز کردری سے منقول ہے اگر کسی نے دوسرے شخص کو کہا میرا ہاتھ کاٹ کر کھالو، تو یہ حلال نہیں کیونکہ انسان کا گوشت اضطراری حالت میں بھی مباح نہیں انسانی کرامت کی وجہ سے۔(ت)

یہ تقریر منیر حفظ رکھنے کی ہے کہ اوّل تا آخر اس تحقیق جمیل وضبط جلیل کے ساتھ اس تحریر کے غیر میں نہ ملے گی وباللہ التوفیق انہیں ضوابط سے دوسرے سوال اعنی مسئلہ سوال کا حکم منکشف ہوسکتا ہے جب غرض ضروری نہ ہو تو سوال حرام، مثلاً آج کا کھانے کو موجود ہے توکل کے لئے سوال حلال نہیں کہ کل تک کی زندگی بھی معلوم نہیں کھانے کی ضرورت درکنار۔ یوہیں رسومِ شادی کے لئے سوال حرام کہ نکاح شرع

[1] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲ /۲۳۶

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵ /۲۱۵

میں ایجاب وقبول کا نام ہے جس کے لئے ایک پیسہ کی بھی ضرورت شرعاً نہیں، اور اگر غرض ضروری اور بے سوال کسی طریقہ حلال سے دفع ہو سکتی ہے جب بھی سوال حرام، مثلاً کھانے کو کچھ پاس نہیں مگر ہاتھ میں ہنر ہے یا آدمی قوی تندرست قابل مزدوری ہے کہ اپنی صنعت یا اُجرت سے بقدرِ حاجت پیدا کر سکتا ہے قبل اس کے کہ احتیاج تا بحد مخمصہ پہنچے تو اسے سوال حلال نہیں، نہ اسے دینا جائز کہ ایسوں کو دینا انہیں کسبِ حرام کا مؤید ہوتا ہے اگر کوئی نہ دے تو جھک مار کر آپ ہی محنت مزدوری کریں اور اگر دوسرا طریقہ حلال میسر نہیں حرفت وصنعت کچھ نہیں جانتا نہ محنت ومزدوری پر قادر ہے خواہ بوجہ مرض یا ضعف خلقی یا نازپروردگی یا کسب کر تو سکتا ہے مگر حاجت فوری ہے کسب پر محول کرنا تا تریاق از عراق کا مضمون ہوا جاتا ہے تو سوال حلال ہوگا کہ ہر ان صورتوں میں کارروائی یوہیں ہو سکتی ہے کہ مانگ کرلے یا چھین کر یا چُرا کر یا کوئی حرام یا مردار کھائے اور سرقہ وغصب کی حرمت سوال سے اشد ہے اور حرام ومردار کی غصب وقہر سے بھی سخت تر، یہ صورتیں تو ظاہر ہیں اور علماء نے بوجہ اشتغال جہاد ومشغولی طلب علم دین، فرصت کسب نہ پانے کو بھی وجوہ معذوری سے شمار فرمایا اور ایسے کے لئے سوال حلال بتایا جب مدار ضرورت غرض وتعین ذریعہ پر ٹھہرا تو کچھ اکل وشرب ہی کی تخصیص نہیں کہ جس کے پاس ایک دن کا قوت ہے اسے سوال مطلقاً منع ہو بلکہ اگر دس دن کا کھانا موجود ہے اور کپڑا نہیں یا کپڑا بھی ہے مگر ہلکا کہ جاڑے کی آفت روک سکتا نہیں اور طریقہ تحصیل کوئی دوسرا نہیں کپڑے کے لئے سوال ناروا نہیں، یوہیں اگر کھانے پہننے سب کو موجود ہے مگر مدیون ہے تو اگر کچھ مال فاضل رکھا ہے جسے بیچ کر ادا کرے یا کما کر دے سکتا ہے تو سوال حرام، اور اگر کمائی سے بعد نفقہ ضروری کے کچھ نہیں بچا سکتا اور قرض خواہ گردن پر چھری رکھے ہوئے ہے تو ادا کے لئے سوال حلال۔

فی الدر المختار لایحل ان یسأل شیئا من القوت من له قوت یومه بالفعل او بالقوۃ کالتصحیح المکتسب و یأثم معطیه ان علم بحاله لاعانته علی المحرم ولو سأل للکسوۃ او لاشغاله عن الکسب بالجهاد او طلب العلم جاز لو محتاجا[1] اھ وفیه من النفقات تجب	درمختار میں ہے جائز نہیں اسے سوال جس کے پاس ایک دن کا گزارہ بالفعل یا بالقوۃ ہے جیسا کہ تندرست شخص کمائی کے قابل ہو اور اس کے حال سے آگاہی کے باوجود اس کو دینے والا گنہگار ہوگا حرام پر اعانت کی وجہ سے، اگر جسم ڈھانپنے کے لئے یا جہاد میں مصروف ہونے کی وجہ سے کسب نہ کر سکنے یا طلب علم کی مصروفیت میں کسب نہ کر سکنے کی وجہ سے سوال کرے تو ضرورت یا حاجت مند ہو تو سوال کرنا جائز ہے اھ، اسی کے

[1] الدرالمختار کتاب الزکوٰۃ باب المصرف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۲

ایضا لکل ذی رحم محرم صغیرا او انثٰی ولو بالغة صحیحة او الذکر بالغا عاجزا عن الکسب بنحو زمانة کعمی وعته وفلج زاد فی الملتقی والمختار او لایحسن الکسب لحرفة او لکونه من ذوی البیوتات اھ[1] قال الشامی ای من اھل الشرف[2] الخ، واللّٰه سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔	باب النفقہ میں ہے نفقہ واجب ہے ہر نابالغ ذی محرم یا عورت اگرچہ بالغہ صحیحہ یا مرد بالغ ہو لیکن جسمانی معذور ہونے کی وجہ سے کسب سے عاجز ہے جیسے نابینا، ہاتھ پاؤں مفلوج وغیرہ، ملتقی اور مختار میں زائد کیا جو کوئی اچھا کسب نہیں رکھتا یا گھریلو عورتیں اھ۔ شامی نے فرمایا یعنی اہل شرف لوگ الخ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

رسالہ

خیر الأمال فی حکم الکسب والسوال

ختم ہوا۔

[1] الدر المختار کتاب الطلاق باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۷۶

[2] ردالمحتار کتاب الطلاق باب النفقۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۸۱

علم وتعلیم

عالم، متعلّم، مفتی، واعظ، افتاء، کتابت، تقلید، علوم وفنون، تعلیم گاہ سے متعلق

مسئلہ ۲۹۸: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حدیث **طلب العلم فریضۃ علٰی کل مسلم ومسلمۃ** (ہر مسلمان مرد وعورت پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔ت) میں عموماً ہر علم مراد ہے یا کوئی علم خاص مقصود ہے؟ اگر خاص مقصود ہے تو وہ کون سا علم ہے؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

حدیث **طلب العلم فریضۃ علٰی کل مسلم ومسلمۃ**[1] (ہر مسلمان مرد وعورت پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔ت) کہ بوجہ کثرت طرق وتعدّد مخارج حدیث حسن ہے اس کا صریح مفاد ہر مسلمان مرد وعورت پر طلبِ علم کی فرضیت تو یہ صادق نہ آئے گا مگر اس علم پر جس کا تعلم فرض عین ہو اور فرض عین نہیں مگر ان علوم کا سیکھنا جن کی طرف انسان بالفعل اپنے دین میں محتاج ہو ان کا اعم واشمل واعلٰی واکمل واہم واجل علم اصول عقائد ہے جن کے اعتقاد سے آدمی مسلمان سنّی المذہب ہوتا ہے اور انکار و مخالفت سے

---

[1] کنزالعمال حدیث ۲۸۶۵۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۰/ ۱۳۱، الجامع الصغیر حرف الطاء حدیث ۵۲۶۴ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۳۲۵

کافر یا بدعتی، **والعیاذ باللّٰه تعالٰی**۔ سب میں پہلا فرض آدمی پر اسی کا تعلم ہے اور اس کی طرف احتیاج میں سب یکساں، پھر علم مسائل نماز یعنی اس کے فرائض و شرائط و مفسدات جن کے جاننے سے نماز صحیح طور پر ادا کرسکے، پھر جب رمضان آئے تو مسائل صوم، مالک نصاب نامی ہو تو مسائل زکوٰۃ، صاحب استطاعت ہو تو مسائل حج، نکاح کیا چاہے تو اس کے متعلق ضروری مسئلے، تاجر ہو تو مسائل بیع و شراء، مزارع پر مسائل زراعت، موجر و مستاجر پر مسائل اجارہ، **وعلٰی ھذا القیاس** ہر اس شخص پر اس کی حالت موجودہ کے مسئلے سیکھنا فرض عین ہے اور انہیں میں سے ہیں مسائل حلال و حرام کہ ہر فرد بشر ان کا محتاج ہے اور مسائل علم قلب یعنی فرائض قلبیہ مثل تواضع واخلاص و توکل وغیرہا اور ان کے طرق تحصیل اور محرمات باطنیہ تکبر وریا وعُجب وحسد وغیرہا اور اُن کے معالجات کہ ان کا علم بھی ہر مسلمان پر اہم فرائض سے ہے جس طرح بے نماز فاسق و فاجر و مرتکب کبائر ہے یونہی بعینہٖ ریاء سے نماز پڑھنے والا انہیں مصیبتوں میں گرفتا ہے **نسئل اللّٰه العفو والعافیة** (ہم اللہ تعالٰی سے عفو و عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ت) تو صرف یہی علوم حدیث میں مراد ہیں وبس۔ علامہ مناوی تیسیر میں زیر حدیث مذکور لکھتے ہیں:

اراد به مالا مندوحة له عن تعلمه کمعرفة الصانع ونبوة رسله وکیفیة الصّلٰوة ونحوها فان تعلمه فرض عین[1]۔	اس سے وہ علم مراد ہے جس کے سیکھنے سے کوئی چارہ نہیں، جیسے صانع کی پہچان، رسولوں کی نبوت، کیفیت نماز اور اس جیسے دوسرے مسائل کی معرفت، کیونکہ ان باتوں کا سیکھنا فرض عین ہے۔(ت)

درمختار میں ہے:

اعلم ان تعلم العلم یکون فرض عین و ھو بقدر مایحتاج لدینه[2]۔	جان لیجئے! علم سیکھنا اور اسے حاصل کرنا فرض عین ہے، اور اس سے مراد اتنی مقدار ہے کہ جس کی دین میں ضرورت پڑتی ہے۔(ت)

ردالمحتار میں فصول علامی سے ہے:

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر للمناوی مکتبة الامام الشافعی الریاض ۲/ ۱۱۵

[2] درمختار مقدمه مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۶

فرض علی کل مکلف ومکلفة بعد تعلمه علم الدین و الهدایة تعلم علم الوضوء و الغسل والصلٰوة و الصوم وعلم الزکٰوة لمن له نصاب والحج لمن وجب علیه والبیوع علی التجار لیحترزوا عن الشبهات و المکروهات فی سائر المعاملات وکذا اهل الحرف وکل من اشتغل بشیئ یفرض علیه علمه وحکمه لیمتنع عن الحرام فیه[1]۔	دینی علم اور ہدایت حاصل کرنے کے بعد ہر عاقل، بالغ، مرد، عورت پر وضو، غسل، نماز اور روزہ کے مسائل سیکھنا فرض ہے اور اسی طرح مسائل زکوٰۃ کا، اس شخص کے لئے جاننا، جو صاحبِ نصاب ہے۔ اور حج کے مسائل اس کے لئے جس پر وہ واجب ہے، اور خرید وفروخت کے مسائل جاننا کاروبار کرنے والوں کیلئے تاکہ وہ اپنے تمام معاملات میں مشکوک اور مکروہ کاموں سے بچ جائیں۔ یونہی پیشہ ور اور ہر ایسا آدمی جو کسی کام میں مشغول ہو تو اس پر اس کام کا علم رکھنا فرض ہے، اور اس کا حکم یہ ہے تاکہ وہ اس معاملے میں حرام سے بچ جائے۔ (ت)

اور اسی میں ہے:

فی تبیین المحارم ،لاشك فی فرضیة علم الفرائض الخمس وعلم الاخلاص لان صحة العمل موقوفة علیه وعلم الحلال والحرام وعلم الریاء لان العابد محروم من ثواب عمله بالریاء وعلم الحسد و العجب اذهما یاکلان العمل کماتاکل النار الحطب و علم البیع والشراء والنکاح والطلاق لمن اراد الدخول فی هٰذه الاشیاء وعلم الالفاظ المحرمة او المکفرة ولعمری هذا من اهم المهمات فی هذا الزمان[2]۔	تبیین المحارم میں ہے: اس میں کوئی شک نہیں کہ پنجگانہ فرض نمازوں کی فرضیت جاننا اور حصول اخلاص کا علم رکھنا ضروری ہے کیونکہ ہر عمل کی صحت اس پر موقوف ہے۔ یونہی حلال، حرام کا علم اور ریاء کا علم حاصل کرنا ضروری ہے کیونکہ عابد ریاکار اپنی ریاکاری کی وجہ سے اپنے عمل کے اجر و ثواب سے محروم ہوتا ہے۔ حسد اور خود بینی کا علم رکھنا ضروری ہے کیونکہ یہ دونوں انسانی اعمال کو اس طرح کھاجاتے ہیں جیسے آگ لکڑی کو، خرید وفروخت، نکاح، طلاق وغیرہ کے مسائل جاننا اس شخص کیلئے ضروری ہیں

[1] ردالمحتار مقدمه داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۹

[2] ردالمحتار مقدمه داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۹

	جو ان کاموں کو کرنا چاہے، یوں ہی حرام اور کفریہ الزام جاننا ضروری ہیں، مجھے اپنی زندگی کی قسم اس زمانے میں یہ سب سے زیادہ ضروری امور ہیں۔(ت)

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں تحت حدیث مسطور فرماتے ہیں:

مراد بعلم دریںجا علمیست کہ ضروری وقت مسلمان ست مثلاً چوں دراسلام درآمد واجب شد بروئے معرفت صانع تعالٰی و صفات وعلم بہ نبوت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و جزآں ازانچہ صحیح نیست ایمان بے آن و چوں وقت نماز آمد واجب شد آموختن علم باحکام صلاۃ وچوں رمضان آمد واجب گردید تعلم احکام صوم[1] الخ۔	اس جگہ (یعنی حدیث مذکور میں) علم سے وہ علم مراد ہے جو مسلمان ہونے کے وقت ضروری ہے، مثلاً جب کوئی شخص اسلام لائے تو اس پر اللہ تعالٰی اور اس کی صفات کی معرفت، یونہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کا علم رکھنا اور اس کے علاوہ وہ اسلامی مسائل کہ جن کو جانے بغیر ایمان صحیح نہیں ہوتا، پھر جب نماز کا وقت آجائے تو مسائل نماز کو سیکھنا ضروری ہے اور جب رمضان شریف آجائے تو احکام روزہ سیکھنے ضروری ہیں الخ (ت)

غرض اس حدیث میں اسی قدر علم کی نسبت ارشاد ہے، ہاں آیات واحادیث دیگر کہ فضیلت علماء وترغیب علم میں وارد، وہاں ان کے سوا اور علوم کثیرہ بھی مراد ہیں جن کا تعلم فرض کفایہ یا واجب یا مسنون یا مستحب، اس کے آگے کوئی درجہ فضیلت وترغیب اور جو ان سے خارج ہو ہرگز آیات واحادیث میں مراد نہیں ہوسکتا، اور ان کا ضابطہ یہ ہے کہ وہ علوم جو آدمی کو اس کے دین میں نافع ہوں خواہ اصالۃً جیسے فقہ وحدیث وتصوف بے تخلیط، وتفسیر قرآن بے افراط وتفریط خواہ وساطۃً مثلاً نحو وصرف ومعانی بیان کہ فی حد ذاتہا امر دینی نہیں مگر فہم قرآن وحدیث کے لئے وسیلہ ہیں، اور فقیر غفراللہ تعالٰی اس کے لئے عمدہ معیار عرض کرتا ہے مراد متکلم جیسے خود اس کے کلام سے ظاہر ہوتی ہے دوسرے کے بیان سے نہیں ہوسکتی۔ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جنہوں نے علم وعلماء کے فضائل عالیہ وجلائل غالیہ ارشاد فرمائے انہیں کی حدیث میں وارد ہے کہ علماء وارث انبیاء کے ہیں انبیاء نے درہم ودینار ترکہ میں نہ چھوڑے، علم اپنا ورثہ چھوڑا جس نے علم پایا اس نے بڑا حصہ پایا،

اخرج ابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ	ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور

[1] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ کتاب العلم الفصل الثانی آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۶۱

وابن حبان والبیھقی عن ابی درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول فذکر الحدیث فی فضل العلم وفی اٰخرہ ان العلماء ورثۃ الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولادرھما ورثوا العلم فمن اخذہ اخذ بحظ وافر [1]۔	بیہقی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے تخریج فرمائی کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ ارشاد فرماتے سنا، پھر انہوں نے فضیلت علم میں حدیث بیان فرمائی اور اس کے آخر میں فرمایا کہ بلاشبہہ علماء انبیاکے وارث ہیں اور انبیاء کرام نے درھم و دینار ورثہ میں نہیں چھوڑے بلکہ انہوں نے وراثت میں علم چھوڑا ہے پھر جس نے اس کو حاصل کیا تو اس نے وافر حصہ حاصل کیا۔(ت)

بس ہر علم میں اسی قدر دیکھ لیناکافی کہ آیا یہ وہی عظیم دولت نفیس مال ہے جو انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ترکہ میں چھوڑا جب تک تو بیشک محمود اور فضائل جلیلہ موعود کا مصداق، اور اس کے جاننے والے کو لقب عالم و مولوی کا استحقاق ورنہ مذموم وبد ہے جیسے فلسفہ ونجوم یا لغو وفضول جیسے قافیہ وعروض یا کوئی دنیاکاکام جیسے نقشہ ومساحت، بہرحال اُن فضائل کا مورد نہیں، نہ اس کے صاحب کو عالم کہہ سکیں۔ائمہ دین فرماتے ہیں جو علم کلام میں مشغول رہے اس کا نام دفترِ علماء سے محو ہوجائے،

فی الطریقۃ المحمدیۃ عن التاتارخانیۃ عن ابی اللیث الحافظ وھو کان بسمرقند متقدما فی الزمان علی الفقیہ ابی اللیث قال من اشتغل بالکلام محی اسمہ من العلماء [2]۔	طریقہ محمدیہ میں تاتارخانیہ کے حوالے سے ابواللیث حافظ سے منقول ہے یہ بزرگ سمرقند کے رہنے والے تھے اور مشہور فقیہ ابواللیث سے زمانے میں پہلے ہوئے ہیں، انہوں نے فرمایا جو علمِ کلام میں مشغول ہوگیا اس کا نام زمرہ علماء سے مٹ گیا۔

سبحان اللہ! جب متاخرین کا علم کلام جس کے اصل اصول عقائد سنت واسلام ہیں بوجہ اختلاط فلسفہ وزیادات مزخرفہ مذموم ٹھہرا اور اس کا مشتغل لقب عالم کا مستحق نہ ہوا تو خاص فلسفہ و

[1] سنن ابی داؤد کتاب العلم باب فضل العلم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۵۷

[2] الطریقۃ المحمدیۃ النوع الثانی فی منھی عنھا مکتبہ حنفیّہ کوئٹہ ۱/ ۹۳و۹۴

منطق فلاسفہ ودیگر خرافات کا کیا ذکر ہے، ولہذا حکم شرعی ہے کہ اگر کوئی شخص علمائے شہر کے لئے کچھ وصیت کر جائے تو ان فنون کا جاننے والا ہر گز اس میں داخل نہ ہوگا،

فی الهندیة عن المحیط اذا اوصی لاهل العلم بلدة کذا فانه یدخل فیه اهل الفقه واهل الحدیث ولا یدخل من یتکلم بالحکمة[1] الخ ونقل مثله فی شرح الفقه الاکبر للمتکلمین عن کتب الفتاوٰی لاصحابنا وسمی منها الظهیریة۔	فتاوٰی عالمگیری میں محیط کے حوالے سے روایت ہے اگر کوئی شخص شہر کے اہل علم کے لئے کسی چیز کی وصیت کر جائے تو یقیناً اس میں اہل فقہ اور اہل حدیث داخل ہوں گے لیکن جو علم حکمت میں کلام کرے وہ اس وصیت میں داخل نہیں الخ اور اسی جیسا کلام ہمارے اصحاب کے فتاوٰوں کے حوالے سے "شرح فقہ اکبر" میں متکلمین کے متعلق ذکر کیا گیا ہے ان فتاوٰوں میں سے فتاوٰی ظہیریہ کا خاص نام لیا گیا ہے۔ (ت)

فقیر غفراللہ تعالٰی لہ قرآن وحدیث سے صدہا دلائل اس معنی پر قائم کر سکتا ہے کہ مصداق فضائل صرف علوم دینیہ ہیں وبس۔ ان کے سوا کوئی علم شرع کے نزدیک علم، نہ آیات واحادیث میں مراد، اگرچہ عرف ناس میں باعتبار لغت اسے علم کہا کریں ہاں آلات ووسائل کے لئے حکم مقصود کا ہوتا ہے مگر اسی وقت تک کہ وہ بقدر توسل وتقصد توسل سیکھے جائیں اس طور پر وہ بھی موردِ فضائل ہیں جیسے نماز کے لئے گھر سے جانے والوں کو حدیث میں فرمایا کہ وہ نماز میں ہے جب تک نماز کا انتظار کرتا ہے، نہ یہ کہ انہیں مقصود قرار دے لیں اور ان کے توغل میں عمر گزار دیں نحوی لغوی ادیب منطقی کہ انہیں علوم کا ہو رہے اور مقصود اصلی سے کام نہ رکھے زنہار عالم نہیں کہ جس حیثیت کے صدقہ میں انہیں نام ومقام علم حاصل ہوتا جب وہی نہیں تو یہ اپنی حد ذات میں نہ اُن خوبیوں کے مصداق تھے نہ قیامت تک ہوں، ہاں اسے یہ کہیں گے کہ ایک صنعت جانتا ہے جیسے آہنگر ونجار، اور فلسفی کے لئے یہ مثال بھی ٹھیک نہیں کہ لوہار بڑھئی کو ان کا فن دین میں ضرر نہیں پہنچاتا، اور فلسفہ تو حرام و مضر اسلام ہے، اس میں منہمک رہنے والا اجہل جاہل، اجہل بلکہ اس سے زائد کا مستحق ہے، لاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم، ہیہات ہیہات اسے علم سے کیا مناسبت، علم وہ ہے جو مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ترکہ ہے، نہ وہ جو کفارِ یونان کا پس خوردہ۔ سیّدی عارف باللہ فاضل

---

[1] فتاوٰی ہندیة کتاب الوصایا الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۱۲۱

ناصح عبدالغنی بن اسمٰعیل نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

الصحابة رضی اللہ تعالٰی عنھم لم یکونوا یشغلوا انفسھم بھٰذا الفشار الذی اخترعه الحکماء الفلاسفة بل من اعتقد فی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم انه کان یعلم ھٰذہ الشقاشق والھذیانات المنطقیة فھو کافر لتحقیرہ علم النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم [1] الخ قلت فاذا کان ھذا قوله فی المنطق فما ظنك بالتفلسف الموبق نسأل اللہ العافیة۔	صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم ایسے نہ تھے کہ وہ اپنے آپ کو اس خلفشار میں مشغول رکھتے کہ جس کو حکماء فلاسفہ نے ایجاد کیا بلکہ جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ اعتقاد رکھا کہ وہ منطقی یاوہ گوئی اور غیر معقول باتیں جانتے تھے تو وہ کافر ہے کیونکہ اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کی تحقیر کی الخ۔ **میں کہتاہوں** جب منطق کے بارے ان کا یہ قول ہے تو پھر تباہ کن فلسفہ کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے۔ہم اللہ تعالٰی سے عافیت چاہتے ہیں۔(ت)

اسی طرح وہ ہیئت جس میں انکار وجود آسمان وتکذیب گردش سیارات وغیرہ کفریات وامور مخالفہ شرع تعلیم کئے جائیں وہ بھی مثل نجوم حرام وملوم اور ضرورت سے زائد حساب یاجغرافیہ وغیرہما داخل فضولیات ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: علم تین ہیں قرآن یا حدیث یا وہ چیز جو وجوب عمل میں ان کی ہمسر ہے(گویا اجماع وقیاس کی طرف اشارہ فرماتے ہیں) اور ان کے سوا جو کچھ ہے سب فضول۔

اخرج ابوداؤد وابن ماجة والحاکم عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم العلم ثلثة اٰیة محکمة او سنّة قائمة اوفریضة عادلة وماکان سواذٰلك فھو فضل [2]۔	ابوداؤد، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص (اللہ تعالٰی دونوں سے راضی ہو) کے حوالے سے تخریج کی، انہوں نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا علم تین ہیں: (۱) پختہ آیت (۲) سنت قائمہ (۳) فریضہ عادلہ (یعنی وہ ضروری چیز جو وجوب

[1] الحدیقة الندیة النوع الثانی من الانواع الثلاثة فی العلوم المنتھی عنھا مکتبہ نوری رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۳۸

[2] سنن ابی داؤد کتاب الفرائض باب ماجاء فی تعلیم الفرائض آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۴۳

عمل میں کتاب وسنت کے برابر ہو) اور جو کچھ ان کے علاوہ ہے وہ زائد ہے۔(ت) اشعہ میں ہے:

فریضۃ عادلۃ فریضہ کہ مثل وعدیل کتاب وسنت ست اشارت ست باجماع وقیاس کہ مستند ومستنبط انداز ان وبایں اعتبار آنرا مساوی ومعادل کتاب وسنت داشتہ اند وتعبیر ازاں بفریضہ کردند تنبیہ برآنکہ عمل بآنہا واجب ست چنانکہ بہ کتاب وسنت **وماکان سوی ذٰلك فھو فضل** وہرچہ کہ ہست از مواد علوم جزیں پس آں فضل ست ولایعنی۔ ہرچہ **قال اللہ** نے **قال الرسول** فضلہ باشد فضلہ من خواہ اے فضول [1] ملخصًا	"فریضۃ عادلۃ" جوکتاب وسنت کے مماثل اور ان کے برابر ہو، یہ اجماع اور قیاس کی طرف اشارہ ہے، جوان سے منسوب اور ماخوذ ہو، اسی اعتبار سے اس کو کتاب وسنت کے مساوی اور برابر ٹھہراتے ہیں، اور اس کی تعبیر فریضہ کے ساتھ کرکے اس بات پر آگاہ کیا کہ اس پر کتاب وسنت کی طرح عمل کرنا واجب ہے اور جو کچھ ان تین کے علاوہ ہے وہ فالتو ہے یعنی ان کے علاوہ جو مواد علوم ہے وہ فضول اور لایعنی ہے جو کچھ اللہ تعالٰی اور رسول کا ارشاد نہیں، وہ زائد ہے اسے فضول اسے زائد سمجھو۔ملخصًا(ت)

اسی حدیث کا پورا خلاصہ ہے کہ امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

کل العلوم سوی القراٰن مشغلۃ **الا الحدیث وعلم الفقہ فی الدین** [2]

(قرآن وحدیث اور فقہ دینی کے علاوہ تمام علوم ایک مشغلہ ہیں۔ت)

یہ مجمل کلام ہے باقی تفصیل مقام کے لئے دفتر طویل درکار، جسے منظور ہو احیاء العلوم وطریقہ محمدیہ وحدیقہ ندیہ ودرمختار وردالمحتار وغیرہا اسفار علماء کی طرف رجوع کرے،

وفیما ذکرنا کفایۃ لاھل الدرایۃ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔	جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ اہل دانش کے لئے کافی ہے اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے اور اس جلیل القدر کا علم نہایت کامل اور بڑا پختہ ہے۔(ت)

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ کتاب العلم الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۶۷

[2] دیوان امام الشافعی قافیۃ النون (افضل العلوم) دارالفکر بیروت ص ۳۸۸

مسئلہ ۲۹۹تا۳۰۰: از صاحب گنج گیا مرسلہ مولوی کریم رضا صاحب ۳۰/شوال ۱۳۱۲ھ

(۱) کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ تعلیم وتعلم فنون عقلیہ مثل منطق وحکمت وریاضی وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو ملانظام الدین صاحب کے آج تک ہزاروں علماء دیندار دیدہ ودانستہ برضاورغبت کیوں اس امر کے پابند رہے اور ہمیشہ درس دیتے رہے، زید کہتا ہے کہ ہر گز اس علم کاپڑھنا پڑھانا جائز نہیں یہاں تک کہ بسبب اشتمال بعض مقامات توضیح وتلویح کے سائل معقول پر اس کتاب کے پڑھانے سے منع کرتاہے زید کی تقریر سے ترک بعض علوم دینیہ مثل عقائد اور اصول کالازم آتاہے۔

(۲) زید عمروکااستاد ہے اور بوقت درس حدیث کے زید نے عمرو سے عہد لیاتھا کہ تم کبھی فن معقول نہ پڑھانااب عمرواکثر کتابیں دینیات کی طلبہ کوپڑھاتاہے اور چونکہ مسائل عقائد اور اصول فقہ کے بسبب عدم مہارت معقولات کے طلبہ کی سمجھ میں بخوبی نہیں آتے ہیں اور طلبہ عمرو کو تقاضا معقولات کے پڑھانے کا کرتے ہیں، اس صورت میں اگر عمرو بخیال اس کے کہ طلبہ اگر معقولات پڑھیں گے تو فن اصول وغیرہ خوب سمجھیں گے معقولات پڑھائے تو عمرو بسبب نقض عہد استاد کے آثم ہوگا یا نہیں، اگر آثم ہوگا تو اس کا کچھ کفارہ ہوسکتاہے یانہیں؟ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمائیے اجر پایئے۔ت)

الجواب:

(۱) نفس منطق ایک عالم آلی وخادم علم اعلی الاعالی ہے اس کے اصل مسائل یعنی مباحث کلیات خمسہ وقول شارح وتقاسیم قضایا وتناقض وعکوس وضاعات خمس کے تعلم میں اصلاً حرج شرعی نہیں، نہ یہ مسائل شرع مطہر سے کچھ مخالفت رکھیں، بیان کرنے والے وائمہ کی مثال میں **کل شیئ معلوم للہ دائمًا** (بے شک اللہ تعالٰی کو ہمیشہ ہر چیز کا علم ہے۔ت) کی جگہ **کل فلك متحرك دائمًا** (ہر آسمان ہمیشہ سے حرکت کرنے والا ہے۔ت) لکھیں تو یہ اُن کی تقصیر ہے منطق کا قصور نہیں، ائمہ مؤیدین بنور اللہ المبین اپنی سلامت فطرت عالیہ کے باعث اس کی عبارات واصطلاحات سے مستغنی تھے تو ان کے غیر بیشک ان قواعد کی حاجت رکھتے ہیں جیسے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو نحو وصرف ومعانی بیان وغیرہا علوم کی احتیاج نہ تھی کہ یہ اُن کے اصل سلیقہ میں مرتکز تھے اس سے ان کے غیر کا افتقار منتفی نہیں ہوتا ولہٰذا امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی نے فرمایا:

من لم یعرف المنطق فلاثقة	جو کوئی علم منطق سے ناآشنا ہے اس کے علوم

له فی العلوم اصلا[1]۔	نا قابل اعتبار و نا قابل اعتماد ہیں۔(ت)

بہت ائمہ کرام نے اس سے اشتغال رکھا بلکہ اس میں تصانیف فرمائیں بلکہ اسفار دینیہ مثل کتب اصول فقہ واصول دین کا مقدمہ بنایا، ردالمحتار میں ہے:

اما منطق الاسلاميين الذی مقدماته قواعد اسلامية فلاوجه للقول بحرمته بل سماه الغزالی معيار العلوم وقدالف فيه علماء الاسلام ومنهم المحقق ابن الهمام فانه اتی منه ببيان معظم مطالبه فی مقدمة كتابه التحرير الاصولی[2]۔	اہل اسلام کی منطق کو حرام کہنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ اس کے مقدمات قواعد اسلامیہ ہیں، بلکہ امام غزالی نے تو معیار العلوم (علوم کے پرکھنے کی کسوٹی) قرار دیا ہے اور اس میں علمائے اسلام نے سیکڑوں تصنیفات کی ہیں، انہی میں سے محقق ابن ہمام بھی ہیں انہوں نے اپنی کتاب "التحریر الاصولی" کے مقدمہ میں اس کا ایسا بیان فرمایا جس کے مطالب عظیم ہیں۔(ت)

ہاں علم آلی سے بقدر آلیت اشتغال چاہئے اس میں منہمک ہو جانے والا سفیہ جاہل اور مقاصد اصلیہ سے محروم وغافل ہے، اسی طرح بہت اجزائے حکمت مثل ریاضی ہندسہ وحساب وجبر ومقابلہ وارثماطیقی وسیاحت ومرایاومناظر وجر ثقیل وعلم مثلث کروی ومثلث مسطح وسیاست مدن وتدبیر منزل ومکائد حروب وفراست وطب وتشریح وبیطرہ بیزرہ وعلم زیجات واسطرلاب وآلات رصدیہ ومواقیت ومعادن ونباتات وحیوانات وکائنات الجو وجغرافیہ وغیرہا بھی شریعت مطہرہ سے مضادت نہیں رکھتے بلکہ ان میں بعض بلاواسطہ بعض بالواسطہ امور دینیہ میں نافع ومعین اور بعض دیگر دنیا میں بکارآمد ہیں اگرچہ مقاصد اصلیہ کے سواحاجت سے زیادہ کسی شے میں توغل فضولی وبیہودگی ہے۔

ومن حسن اسلام المرء تركه مالايعنيه[3]۔	کسی شخص کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ لایعنی امور کو ترک کر دے۔(ت)

1

[2] ردالمحتار مقدمه داراحياء التراث العربی بيروت ۱/ ۳۱

[3] مسند امام احمد بن حنبل حديث حسين بن علی رضی الله عنه المكتب الاسلامی بيروت ۱/ ۲۰۱

خصوصًا علم طب کا مفید و محمود و محتاج الیہ ہونا تو ظاہر یونہی فرائض کے لئے ضروری حساب اور ہمیں معرفت صحیحہ اوقات طلوع فجر کاذب وصادق وشمس وضحوہ کبرٰی واستواء وظل ثانی غایۃ الارتفاع ومثل اول وثانی وغروب شمس وشفق احمر وابیض کہ نماز و سحری وافطار وغیرہا امور دینیہ ومسائل شرعیہ میں ان کی سخت حاجت عامہ کو بروجہ تحقیق قدرت بشری بے علم زیجات یاآلات رصدیہ نامتصور ان کی ناواقفی سے بہت لوگ سخت غلطیوں میں مبتلا رہتے ہیں مثلًا اذہان عامہ میں جما ہوا ہے کہ جس وقت توپ چلی اور جس گھڑی میں بارہ بجے استواء ہوگیا جب تک وقت ظہر نہ آیا تھا اور اس کے بعد شروع ہوگیا حالانکہ دونوں غلط، بعض موسموں میں ہنوز توپ چلنے، بارہ بجنے میں پاؤ گھنٹہ یازائد باقی ہوتا ہے کہ وقت ظہر ہوگیا اور بعض میں سوا بارہ بجے بھی وقت ظہر نہیں ہوتا اوقات سحری وافطار میں عوام جہال کی جنتریوں یا ناواقف پڑھے لکھوں کی فہرستوں پر عمل کرتے اور بلاوجہ بزعم احتیاط دونوں جانب تعجیل سحور وتاخیر افطار سے ترک سنت مؤکدہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر مصر رہتے ہیں، بعض حضرات بنام حفظ سنت تاخیر سحور وتعجیل افطار میں حد سے متجاوز ہو کر صحت وبطلان صوم کو حالت شک میں ڈال دیتے ہیں، یہ سب علم زیجات سے ناواقفی پر مبنی ہے، ابھی چند سال ہوئے گنگوہ سے آئے ہوئے کچھ مسائل فقیر کے پاس بغرض استصواب آئے جن میں تین سوال متعلق ضحوہ کبرٰی ونیت صوم وصلٰوۃ تھے بعض بے علم مفتیوں نے کہا کہ آج کل بہت عامیوں کے معتمد ٹھہرے ہیں ان میں دو کا جواب تو قطعًا قلم انداز کیا ایک کا جواب جو دیا نہ دینا اس سے ہزار درجہ بہتر تھا وہ فاحش غلطیاں کیں جن سے احکام شرعیہ یکسر منقلب ہوگئے یہ وہی ناواقفی علم زیجات ومیقات تھی زید وعمرو پدر وپسر نے ایک تاریخ معین میں دو مختلف شہروں میں ٹھیک طلوع شمس کے ساتھ انتقال کیا ناواقف فرائض دان بخیال اتحاد وقت موت مطلقًا حکم عدم توریث کرے گا اور واقف اطوال وعروض بلاد ودقائق مرئیہ قطر شمس ومطالع بلدیہ بروج متخرجہ عند تقارب الامر خصوصًا وقت وقوع کہ دربدرجات عروض ودرج سواجمیعا کماھوالغالب بموامرہ زیج نہ بمجرد تعدیل بین السطرین کے لحاظ سے حکم صحیح دے گا۔ جامع الرموز میں ہے:

انھم قالوالومات زید وقت الطلوع من اول رمضان مثلًا بالصین کان ترکتہ لاخیہ عمرو قدمات فیہ بسمرقند مع انھما لوماتا معالم یرث احدھما	فقہاء کرام فرماتے ہیں مثلًا زید یکم رمضان کو عین طلوع آفتاب کے وقت چین میں فوت ہوگیا تو اس کا ترکہ اس کے بھائی عمرو کو ملے گا جبکہ وہ بھی اسی وقت سمرقند میں فوت ہو گیا حالانکہ وہ اگر دونوں اکٹھے یکجا مرتے تو ان میں سے کوئی

ایک دوسرے کاوارث نہ ہوتا جیسا کہ (اپنی جگہ) یہ ثابت ہوچکا ہے۔(ت)	عن الاٰخر کما تقرر[1]۔

یوہیں بعض مسائل حیض ونفاس وعدت وغیرہا میں بھی ان علوم کی حاجت مثلاً عورت ٹھیک وقت غروب شمس حائضہ ہوئی پھر سفر کیا دسویں دن وہاں ٹھیک وقت غروب دم منقطع ہوا، ناواقف مطلقاً اسے عشرہ کاملہ حیض جان کرانقطاع للاکثر کے احکام جاری کرے گااور واقف بلحاظ امور معلومہ کبھی انقطاع للاقل کہے گا کبھی زیادہ علی العشرہ پر آگاہ ہو کر عادت سے جو دن زائد ہوئے انہیں استحاضہ مانے گا، یوہیں اگر شہر دیگر میں تیسرے دن وقت غروب انقطاع ہوا، ناواقف مطلقاً حیض اور واقف کبھی استحاضہ جانے گا کہ تقادیر حیض میں ایسی ہی تدقیق معتبر ہے۔ شرح نقایہ میں ہے: ردالمحتار میں ہے: **ای سدس القرص**[2] (یعنی آفتاب کی ٹکیہ کا چھٹا حصہ۔ت) غور کیجئے کتنا تفاوت احکام ہوگیا اور تعلیقات میں توہزارہا صورتیں نکلیں گی جن کا حکم بے ان علوم کے ہرگز نہ کھلے گا اور فقیہ کو ان کی طرف رجوع سے چارہ نہ ملے گا **کما لا یخفی علی من اوتی حظا منہا** (جیسا کہ اس پر پوشیدہ نہیں جو ان علوم میں سے معمولی حصہ بھی رکھتا ہے۔ت) تو مطلقاً علوم عقلیہ کے تعلیم وتعلّم کو ناجائز بتانا یہاں تک کہ بعض مسائل صحیحہ مفیدہ عقلیہ پر اشتمال کے باعث توضیح وتلویح جیسے کتب جلیلہ عظیمہ دینیہ کے پڑھانے سے منع کرنا سخت جہالت شدیدہ وسفاہت بعیدہ ہے ہاں اکثر طبعیات وعامہ الٰہیات فلاسفہ مخذولین صدہا کفر صریح وشرک جلی پر مشتمل مثلاً زمان وحرکت وافلاک وہیولی وصورت جرمیہ ونوعیہ وسفسطات وانواع موالید ونفوس کا قدم اور خالقیت عقول مفارقہ وانکار فاعل مختار وعلم جزئیات و حشر اجساد وجنت ونار واحالہ خرق افلاک واعادہ معدوم وصدور کثیر عن الواحد وغیرہا اور ان کے سوا اور اجزاء وفروع فلسفہ بھی کفریات صریحہ ومحرمات قبیحہ سے مملو ہیں مثلاً علم طلسمات ونیر نجات جزء التاثیر من علم النجوم واحکام زائچہ عالم وزائچہ موالید وتسییرات وفردارات وسیمیا وغیرہا یہ تو درس میں داخل نہیں طبعیات والٰہیات پڑھائے جاتے ہیں۔

فاقول: **وباللہ التوفیق** (پھر میں کہتاہوں توفیق اللہ تعالٰی ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ت)

---

[1] جامع الرموز

[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ باب الحیض داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۸۹

انصافاً ان کی تعلیم و تعلّم زہر مہلک و نار محرق ہے مگر بچند شروط: **اوّلاً** انہماک فلسفیات و توغل مزخرفات نے معلم کے نور قلب کو منطفی اور سلامت عقل کو منتفی نہ کردیا ہو کہ ایسے شخص پر خود ان علوم ملعونہ سے یک لخت دامن کشی فرض اور اس کی تعلیم سے ضرر اشد کی توقع۔

ثانیاً: وہ عقائد حقہ اسلامیہ سنیہ سے بروجہ کمال واقف وماہر اور اثباتِ حق وازہاق باطل پر بعونہٖ تعالٰی قادر ہو ورنہ قلوب طلبہ کا تحفظ نہ کرسکے گا۔

ثالثاً: وہ اپنی اس قدر کو بالتزام تام ہر سبق کے ایسے محل ومقام پر استعمال بھی کرتا ہے ہرگز کسی مسئلہ باطلہ پر آگے نہ چلنے دے جب تک اس کا بطلان متعلّم کے ذہن نشین نہ کردے غرض اس کی تعلیم کا رنگ وہ ہو جو حضرت بحرالعلوم قدس سرہ الشریف کی تصانیف شریفہ کا۔

رابعاً: متعلّم کو قبل تعلیم خوب جانچ لے کہ پورا سنی صحیح العقیدہ ہے اور اس کے قلب میں فلسفہ ملعونہ کی عظمت ووقعت متمکن نہیں۔

خامساً اس کا ذہن بھی سلیم اور طبع مستقیم دیکھ لے بعض طبائع خواہی نخواہی زیغ کی طرف جاتے ہیں حق بات اُن کے دلوں پر کم اثر کرتی اور جھوٹی جلد پیر جاتی ہے،

قال اللہ تعالٰی "وَ اِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًاۚ وَ اِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الْغَیِّ یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًاؕ"[1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اگر درستی اور ہدایت کی راہ دیکھیں تو اس پر نہیں چلتے اور اگر گمراہی کی راہ دیکھ لیں تو اس پر چلنے لگتے ہیں۔(ت)

بالجملہ گمراہ ضال یا مستعد ضلال کو اس کی تعلیم حرام قطعی ہے ع

اے لوری کوئی دیت ہے متوازن ہتھیار

سادساً: معلم ومتعلّم کی نیت صالحہ ہو نہ اغراض فاسدہ۔

سابعاً: تنہا اسی پر قانع نہ ہو بلکہ دینیات کے ساتھ ان کا سبق ہو کہ اس کی ظلمت اس کے نور سے منجلی ہوتی رہے ان شراط کے لحاظ کے ساتھ بعونہٖ تعالٰی اس کے ضرر سے تحفظ رہے گا اور اس تعلیم وتعلّم سے انتفاع متوقع ہوگا کہ

علمت الشر لا للشر لکن لتوقیہ فمن لم یعرف الشر فیوما یقع فیہ

(میں نے شر کو اس سے بچنے کے لئے معلوم کیا نہ کہ شر کے لئے، پھر جو کچھ شر کو

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۴۶

نہیں پہچانتا تو کسی نہ کسی دن اس میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ت)

تشحیذ اذہان ہو گی ضلالات فلسفہ کے رَد پر قدرت ملے گی بہت بدمذہب کے مناظرات میں کفار فلاسفہ کا دامن پکڑتے ہیں ان کی دنداں شکنی ہوسکے گی انہیں اغراض سے درس نظامی میں یہ کتب رکھی گئی تھیں کہ اب شدہ شدہ از کجاتا کجا نوبت پہنچی یہاں تک کہ بہت حمقاء کے نزدیک یہی جہالات باطلہ علوم مقصودہ قرار پاگئیں جس کی شناعت کا قدرے بیان فقیر نے اپنے رسالے **مقامع الحدید علٰی خد المنطق الجدید** (۱۳۰۴ھ) میں کیا و باللہ التوفیق، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم (اللہ تعالٰی ہی سے توفیق کی طلب اور آرزو ہے، اور اللہ پاک، برتر اور خوب جاننے والا ہے، اور اس کا علم نہایت درجہ کامل اور بڑا پختہ ہے۔ت)

(۲) کلام قدماء واصول فقہ کی سمجھ میں طبعیات والٰہیات فلسفہ کی اصلاً حاجت نہیں،

وقال اللہ تعالٰی "وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۴﴾"[1]	اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: لوگو! وعدہ پورا کیا کرو بے شک وعدہ کے بارے میں پوچھ ہوگی۔(ت)

ہاں منطق بلاشبہہ مفید وکارآمد اور اکثر جگہ محتاج الیہ ہے، میبذی وصدرا وشمس بازغہ وامثالہا کے استثناء سے درس عامہ میں جو عقلیات خالصہ یا نقلیات ممتزجہ صغری وکبری وایسا غوجی وقال اقول ومیر ایسا غوجی وقطبی ومیر قطبی وشرح تہذیب ومیبذی وجلالی وحاشیہ سید زاہد وحاشیۃ الحاشیہ مولانا بحر العلوم وسلم وملاحسن وحمد اللہ وقاضی ورسالہ قطبیہ وشرح سید زاہد وحاشیہ غلام یحیی وشرح عقائد نسفی وجلالی وخیالی وتحریر اقلیدس وتصریح شرح تشریح وشرح چغمینی ومسلم الثبوت وشرح مواقف ومیر زاہد امور عامہ پڑھائی جاتی ہیں فہم کلام واصول ونیز تشحیذ اذہان وتمرین عقول کے لئے بس ہیں اخذ عہد میں مراد استاد اگر وہی کتب محرمہ تھیں جب تو ظاہر کہ ان میں حرج نہیں ورنہ بشرط حاجت بنظر حاجت ورعایت شرائط وصحت نیت تعلیم کر سکتا ہے اگر عہد مؤکد بقسم تھا تو کفارہ یمین ہے ورنہ نہیں،

اخرج الائمۃ احمد والشیخان عن عبدالرحمٰن بن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی	ائمہ کرام مثلاً امام احمد اور بخاری ومسلم نے حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۳۴

عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا حلفت علی یمین فرأیت غیرھا خیرا منھا فأت الذی ھو خیر وکفر عن یمینک[1]۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔	سند سے تخریج فرمائی، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تو کسی کام کے نہ کرنے کی قسم کھائے اور پھر دیکھے کہ اس کام کا کرنا بنسبت دوسرے کام کے بہتر ہے تو بہتر کام ہی کرو البتہ اپنی قسم کا کفارہ ادا کرو۔ اور اللہ تعالٰی پاک، برتر اور خوب جاننے والا ہے اور اس بزرگی والے کا علم بڑا کامل اور نہایت پختہ ہے۔ (ت)

مسئلہ ۳۰۱: از موضع ٹاہ ضلع بریلی معرفت نیاز محمد خاں صاحب ۱۲ رجب ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شاگرد کے ذمہ استاد معلم کے حقوق کس قدر ہیں اور اس کے ادانہ ہونے میں کیا مواخذہ ہوگا اور استاد کے احکام کی نافرمانی میں شاگرد کی نسبت کیا حکم ہے اور اس مسئلہ میں کہ شاگرد نات کا پردہ استاد سے بعد بلوغ ہونا چاہئے یا قبل بلوغ بھی؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب:

عالمگیری میں وجیز امام حافظ الدین کردری سے ہے:

قال الزندویستی، حق العالم علی الجاھل وحق الاستاذ علی التلمیذ واحد علی السوأ وھو ان لایفتح بالکلام قبلہ و لایجلس مکانہ وان غاب ولایرد علی کلامہ ولایتقدم علیہ فی مشیہ[2]۔	یعنی فرمایا امام زندویستی نے عالم کا جاہل اور استاذ کا شاگرد پر ایک سا حق ہے، برابر اور وہ یہ کہ اس سے پہلے بات نہ کرے اور اس کے بیٹھنے کی جگہ اس کی غیبت میں بھی نہ بیٹھے اور چلنے میں اس سے آگے نہ بڑھے اور اس کی بات کو رد نہ کرے۔

اس میں غرائب سے ہے:

ینبغی للرجل ان یراعی حقوق	آدمی کو چاہئے کہ اپنے استاذ کے حقوق واجبہ

[1] صحیح البخاری کتاب الاحکام باب من سأل الامارۃ وکل الیھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۸۰ و ۱۰۵۸، صحیح مسلم کتاب الایمان باب ندب بین یمینًا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۴۸

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثلاثون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۷۳

استاذہ وآدابہ لایبخل بشیئ من حالہ[1]۔	کالحاظ رکھے اپنے مال میں کسی چیز سے اس کے ساتھ بخل نہ کرے۔

یعنی جوکچھ اسے درکار ہو بخوشی خاطر حاضر کرے اور اس کے قبول کرلینے میں اس کا احسان اور اپنی سعادت جانے۔اسی میں تاتارخانیہ سے ہے:

یقدم حق معلمه علی حق ابویه وسائر المسلمین ویتواضع لمن علمه خیرا ولوحرفا ولاینبغی ان یخذله ولایتاثر علیه احدا فان فعل ذلك فقد فصم عروۃ من عری الاسلام ومن اجلاله ان لایقرع بابه بل ینتظر خروجه[2] اھ۔	یعنی استاذ کے حق کو اپنے ماں باپ اور تمام مسلمانوں کے حق سے مقدم رکھے اور جس نے اسے اچھا علم سکھایا اگرچہ ایک ہی حرف پڑھایا ہو اس کے لئے تواضع کرے اور لائق نہیں کہ کسی وقت اس کی مدد سے باز رہے اپنے استاذ پر کسی کو ترجیح نہ دے اگر ایسا کرے گا تو اس نے اسلام سے رشتوں سے ایک رسی کھول دی، اور استاذ کی تعظیم سے ہے کہ وہ اندر ہو اور یہ حاضر ہوا تو اس کے دروازہ پر ہاتھ نہ مارے بلکہ اس کے باہر آنے کا انتظار کرے اھ۔
قال اللہ تعالٰی "اِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَکَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ اَکۡثَرُہُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ ﴿۴﴾ وَ لَوۡ اَنَّہُمۡ صَبَرُوۡا حَتّٰی تَخۡرُجَ اِلَیۡہِمۡ لَکَانَ خَیۡرًا لَّہُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۵﴾ "[3]۔	اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: یقینا جو لوگ آپ کے حجروں کے باہر سے پکارتے اور آوازیں دیتے ہیں ان میں زیادہ تر بے عقل اور ناسمجھ ہیں، اگر وہ آپ کے باہر تشریف لانے (کاانتظار کرتے ہوئے) صبر کرتے تو یہ ان کے حق میں بہت بہتر ہوتا، اور اللہ تعالٰی بخشنے والا بے حد مہربان ہے۔(ت)

عالم دین ہر مسلمان کے حق میں عموماً اور استاد علم دین اپنے شاگرد کے حق میں خصوصاً نائب حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے،ہاں اگر وہ کسی خلاف شرع بات کا حکم کرے ہر گز نہ مانے کہ لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالٰی[4] (اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں

[1] فتاوٰی عالمگیری کتاب الکراہیۃ الباب الثلاثون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۷۸

[2] فتاوٰی عالمگیری کتاب الکراہیۃ الباب الثلاثون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۷۹۔۳۷۸

[3] القرآن الکریم ۴۹/ ۴

[4] مسند امام احمد بن حنبل مرویات الحکم بن عمر المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۶۷

کسی کی اطاعت نہیں۔ت) مگر اس نہ ماننے میں گستاخی و بے ادبی سے پیش نہ آئے **فان المنکر لایزال بمنکر** (گناہ کا ازالہ گناہ سے نہیں ہوتا۔ت) نافرمانی احکام کا جواب اسی تقریر سے واضح ہوگیا اس کا وہ حکم کہ خلافِ شرع ہو مستثنٰی کیا جائے گا بکمال عاجزی وزاری معذرت کرے اور بچے اور اگر اس کا حکم مباحات میں ہے تو حتی الوسع اس کی بجاآوری میں اپنی سعادت جانے اور نافرمانی کا حکم معلوم ہوچکا، اس نے اسلام کی گرہوں سے ایک گرہ کھول دی۔ علماء فرماتے ہیں جس سے اس کے استاد کو کسی طرح کی ایذا پہنچی وہ علم کی برکت سے محروم رہے گا اور اگر اُس کے احکامات واجبات شرعیہ ہیں جب تو ظاہر ہے کہ اُن کا لزوم دوبارہ ہوگیا ان میں اس کی نافرمانی صریح راہ جہنم ہے، **والعیاذ باللہ تعالٰی**۔ رہا پردہ اس میں استاذ وغیر استاذ، عالم وغیر عالم، پیر سب برابر ہیں۔ نو برس سے کم کی لڑکی کو پردہ کی حاجت نہیں اور جب پندرہ برس کی ہو سب غیر محارم سے پردہ واجب، اور نو سے پندرہ تک اگر آثار بلوغ ظاہر ہوں تو واجب، اور نہ ظاہر ہوں تو مستحب خصوصًا بارہ برس کے بعد بہت مؤکد کہ یہ زمانہ قرب بلوغ وکمال اشتہا کا ہے **ومن لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل**[1]. **نسأل اللہ العفو والعافیۃ** (جو اپنے زمانے والوں کو نہ پہچانے تو وہ جاہل ہے، ہم اللہ تعالٰی سے عفو اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**۔

مسئلہ ۳۰۲: از بنارس محلّہ مدنپورہ اونچی مسجد مرسلہ مولوی محمد عبدالرحمٰن صاحب جشانی شافعی ۱۲ رمضان ۱۳۱۳ھ

ہمارے علمائے اہلسنت رحمہم اللہ تعالٰی اس میں کیا فرماتے ہیں کہ جیسا کہ حنفی کو (بموجب اس کے جو کہ درمختار میں ہے اس بات سے کہ ضرورت کے وقت کسی مسئلہ میں اپنے امام کے سوا دوسرے امام کی تقلید کرنے کا کچھ خوف نہیں ہے لیکن بشرط اس کے کہ اس مسئلہ میں اسی امام کے سب شروط کا التزام کرے اور نیز بموجب اس کے جو کہ شامی میں ہے اس بات سے کہ ابن وہبان نے اپنے منظومہ میں ذکر کیا ہے کہ اگر ضرورت کے وقت امام مالک کے قول پر فتوی دیا جائے تو جائز ہے اور نیز بموجب اس کے جو کہ جامع الرموز میں ہے اس بات سے کہ مفقود کی مدت انتظار کی تعیین میں امام مالک اور امام اوزاعی چار برس تک کے قائل ہیں پھر بعد چار برس اس کی بیوی کو نکاح کرنے کی اجازت ہے تو اگر ضرورت کے وقت ہمارے یہاں بھی اس قول کے ساتھ فتوی دیا جائے تو کچھ خوف نہیں) ضرورت کے وقت دوسرے امام کے قول پر عمل کرنا جائز ہے ایسا ہی ضرورت کے وقت مثلًا مسئلہ انتقاض الوضوء باکل مامستہ النار میں شافعی کو بھی اس کے مذہب کی کس کتاب کے بموجب دوسرے امام کے قول پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا**۔

[1] ردالمحتار کتاب الایمان داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۵۹

الجواب:

تقلید امام دیگر وقت ضرورت صحیحہ بشرط مذکورہ فی السوال کا جواز متفق علیہ ہے ولہٰذا حنفی شافعی ہر مذہب کے محتسب کو لکھتے ہیں کہ اپنے ہم مذہب کو جو بات خلاف مذہب کرتے دیکھیں اگر وہ اس میں عذر تقلید غیر پیش کرے احتساب سے ہاتھ اٹھائیں۔ شرع عین العلم میں ہے:

لورأی الشافعی شافعا یشرب النبیذ او ینکح بلا ولی ویطوء زوجته اورأی الحنفی حنفیا یلعب بالشطرنج اولبس الثوب الاحمر فهذا فی محل النظر کما فی الاحیاء والاظهران له الحسبة والانکار اذلم یذهب احد من المحصلین الی ان له ان یاخذ بمذهب غیره بل علی مقلد اتباع مقلده فی کل تفصیل فمخالفة المقلد متفق علی کونه منکرا بین المحصلین وهو عاص بالمخالفة الا انه جوز له تقلید غیره من الائمة فی بعض المسائل فاذا اعتذروا قال انا مقلد للشافعی او الحنفی فی هذا الباب یرتفع عنه الاحتساب[1] اھ مختصرًا۔	اگر کوئی شافعی کسی دوسرے شافعی کو دیکھے کہ وہ نبیذ (جوس) پیتا ہے اور بغیر ولی کے نکاح کرتا ہے اور اس بیوی سے ہمبستری کرتا ہے یا کوئی حنفی کسی دوسرے حنفی کو دیکھے کہ وہ شطرنج کھیلتا ہے یا سرخ لباس پہنتا ہے تو یہ قابل اعتراض ہے جیسا کہ امام غزالی کی الاحیاء میں ہے، اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس کے لئے احتساب اور انکار ہے کیونکہ محصلین میں سے کوئی ادھر نہیں گیا کہ اس کے لئے کسی دوسرے امام کے قول پر عمل کرنا جائز ہے بلکہ مقلد پر ہر تفصیل میں اپنے امام کا اتباع فی المذہب ضروری ہے لہٰذا امام کی مخالفت کے گناہ ہونے پر محصلین کا اتفاق ہے اور مخالفت امام کا مرتکب گناہ گار ہے ہاں البتہ اس کے لئے دوسرے ائمہ میں سے کسی امام کی بعض مسائل میں تقلید جائز ہے پھر اگر معذرت کرے اور کہے میں اس باب میں امام شافعی یا امام ابو حنیفہ کا مقلد ہوں تو اس سے احتساب اٹھ جائے گا اھ مختصرًا۔ (ت)

اور اس کے اجل شواہد سے خود امام مذہب سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا فعل ہے کہ جب نماز صبح مزار اکرم حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس پڑھی اس میں دعائے قنوت نہ پڑھی نہ بسم اللہ شریف کا جہر کیا، اور اس کا سبب حضرت امام الائمہ کا ادب بیان فرمایا۔

[1] شرح عین العلم

کما ذکرہ الامام ابن حجر المکی الشافعی فی الفصل الخامس والثلثین من الخیرات الحسان [1] من مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان"۔	جیسا کہ امام ابن حجر مکی شافعی نے اس کو "الخیرات الحسان من مناقب الامام اعظم ابی حنیفۃ النعمان" کی ۳۵ویں فصل میں بیان فرمایا۔(ت)

اور مروی ہوا کہ تکبیرات انتقال میں رفع یدین بھی نہ کیا اور فرمایا:

ادبنا مع ھذا الامام اکثر من ان نظھر خلافہ بحضرتہ۔ ذکرہ القاری فی المرقاۃ [2]۔	اس امام کے ساتھ ہمارا ادب اس سے زائد ہے کہ ہم ان کے حضور ان کا خلاف ظاہر کریں۔ اس کو ملا علی قاری نے مرقاۃ(شرح مشکوٰۃ) میں ذکر فرمایا۔ (ت)

یہاں مخالفت مذہب کی ضرورت کو امام ابن حجر مکی شافعی نے خیرات الحسان میں مفصل ذکر فرمایا ہے **من شاء فلیطالعھا** (جو کوئی چاہے اس کا مطالعہ کرے۔ت) اتنا امر اور ملحوظ خاطر رہے کہ زن مفقود کو چار سال کے بعد اجازت نکاح کہ مذہب امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے، اس کے یہ معنی نہیں کہ جب اس کی خبر منقطع ہونے کو چار برس گزر جائیں یہ بطور خود نکاح کرلے بلکہ ان کا مذہب یہ ہے کہ زن مفقود قاضی شرع کی طرف رجوع لائے وہ اپنے حکم سے چار سال کی مہلت آج سے دے اس سے پہلے اگرچہ بیس سال گزر گئے ہوں ان کا کچھ اعتبار نہیں جب یہ چار برس گزر جائیں اور پتا نہ چلے قاضی اپنے حکم سے تفریق کرے اس کے بعد عورت عدت بیٹھ کر نکاح کی مختار ہو سکتی ہے،

کما بینہ العلامۃ الزرقانی المالکی فی شرح المؤطا واوضحناہ فی کتاب النکاح وکتاب المفقود من فتاوٰنا۔	جیسا کہ علامہ زرقانی مالکی نے اس کو شرح مؤطا میں بیان فرمایا، اور ہم نے اپنے فتاوٰی کی بحث نکاح اور بحث مفقود میں اس کی وضاحت کی۔(ت)

یہ بہت غلطی ولغزش کا محل ہے اسے خوب سمجھ لینا چاہئے۔ اسی طرح انتقاض وضو "**باکل مامستہ النار** (آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو کا ٹوٹ جانا۔ت) ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم میں کسی کا

[1] الخیرات الحسان الفصل الخامس والثلاثون ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۹
[2] مرقاۃ المفاتیح

مذہب نہیں بلکہ بعد صدرِاول اس کے خلاف پر اجماع علماء منعقد ہولیا ہے، امام اجل ابوزکریا نووی شافعی شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

ذهب جماهير العلماء من السلف والخلف الى انه لا ينتقض الوضوء باكل مامسته النار ممن ذهب اليه ابوبكر الصديق وعمر وعثمان وعلى رضى الله تعالٰى عنهم وهو مذهب مالك وابى حنيفة والشافعى واحمد رحمهم الله تعالٰى وذهبت طائفة الٰى وجوب الوضوء الشرعى باكل مامسته النار وهو مروى عن عمر بن عبدالعزيز والحسن البصرى والزهرى ثم ان هذا الخلاف الذى حكيناه كان فى الصدر الاول ثم اجمع العلماء بعد ذٰلك على انه لايجب الوضوء باكل مامسته النار [1] اھ باختصار، والله تعالٰى اعلم۔	سلف وخلف (اگلے پچھلے لوگوں) میں سے جمہور علماء کرام کے نزدیک آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ جن بزرگوں نے یہ مؤقف ومذہب اختیار کیا ان میں خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہم شامل ہیں۔ امام مالک، امام ابوحنیفہ، شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم کا تو یہی مذہب ہے، اور ایک گروہ کا مؤقف یہ ہے کہ ہر پکی ہوئی چیز کھائے سے وضو شرعی واجب ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیز، حسن بصری اور زہری سے یہ مروی ہے۔ جس اختلاف کی ہم نے حکایت کی ہے وہ صدر اول میں تھا۔ اس کے بعد علماء کرام کا اس پر اجماع منعقد ہوگیا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کرنا واجب نہیں اھ باختصار۔ اللہ تعالٰی سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۳۰۳: (سوال ندارد)

الجواب:

حفظ قرآن فرض کفایہ ہے اور سنت صحابہ وتابعین وعلمائے دین متین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین اور منجملہ افاضل مستحبات عمدہ قربات منافع وفضائل اس کے حصر وشمار سے باہر۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

[1] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الحیض باب الوضوء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۵۶

يجيئ صاحب القراٰن يوم القيٰمة فيقول يارب حله[1] الحديث۔	یعنی قرآن والا قیامت کے روز آئے گا پس قرآن عرض کرے گا اے رب میرے اسے خلعت عطا فرما تو اس شخص کو تاج کرامت عطا فرمائیں گے، پھر عرض کرے گا اے رب میرے اور زیادہ کر، تو اسے حلہ بزرگی پہنائیں گے، پھر عرض کرے گا اے رب میرے اس سے راضی ہو جا، تو اللہ جل جلالہ اس سے راضی ہو جائے گا۔ پھر اس سے کہا جائے گا پڑھ اور چڑھ، اور ہر آیت پر ایک نیک زائد کی جائے گی۔

اور فرماتے ہیں:

يقال يعنى لصاحب القراٰن اقرء وارق ورتل الحديث رواه الترمذی[2] وابن ماجه واللفظ للترمذی۔	یعنی صاحب قرآن کو حکم ہوگا کہ پڑھ اور چڑھ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسے تو اسے دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا کہ تیرا مقام اس پچھلی آیت کے نزدیک ہے جسے تو پڑھے گا (ترمذی اور ابن ماجہ نے اس کو روایت کیا اور الفاظ جامع ترمذی کے ہیں۔ت)

حاصل یہ کہ ہر آیت پر ایک ایک درجہ اس کا جنت میں بلند کرتے جائیں گے جس کے پاس جس قدر آیتیں ہوں گی اسی قدر درجے اسے ملیں گے۔ اور فرماتے ہیں:

مثل القراٰن ومن تعلمه. الحديث رواه ابن ماجه[3] والنسائی۔	یعنی حافظ قرآن اگر شب کو تلاوت کرے تو اس کی مثال اس توشہ دان کی ہے جس میں مشک بھرا ہوا ہو اور اس کی خوشبو تمام مکانوں میں مہکے اور جو شب کو سورہے اور قرآن اس کے سینے میں ہو تو اس کی کہاوت مانند اس توشہ دان کے ہے جس میں مشک ہے اور اس کا منہ باندھ دیا جائے الحدیث (ابن ماجہ اور نسائی نے اسے روایت کیا۔ت)

اور فرماتے ہیں:

خيركم من تعلم القراٰن و	یعنی تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور

[1] جامع الترمذی ابواب فضائل القرآن امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۱۵

[2] جامع الترمذی ابواب فضائل القرآن امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۱۵

[3] جامع الترمذی ابواب فضائل القرآن امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۱۱، سنن ابن ماجہ باب فضل من تعلم القرآن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹

علمه، رواه البخاری[1] والترمذی وابن ماجه۔	سکھائے (بخاری، ترمذی اور ابن ماجہ نے اسے روایت کیا۔ت)

اور فرماتے ہیں:

لما سمعت الملٰئکة القراٰن، الحدیث رواه الدارمی[2]۔	جب فرشتوں نے قرآن سنا بولے خوشی ہو اس امت کے لئے جس پر یہ نازل ہوا، اور خوشی ہو ان سینوں کے لئے جو اسے اٹھائیں گے اور یاد کریں گے، اور خوشی ہو ان زبانوں کے لئے جو اسے پڑھیں گے اور تلاوت کریں گے (اس کو دارمی نے روایت کیا۔ت)

جا بجا الله جل جلالہ، اور اس کے رسول کریم علیہ الصلٰوۃ والسلام نے قرآن کی ترغیب و تحریص فرمائی۔ رب تبارک و تعالٰی فرماتا ہے:

"وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾"[3]	اور بیشک ہم نے آسان کردیا قرآن کو یاد کرنے کے لئے سو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

اور رسول الله صلی الله تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تعاهدوا القراٰن فوالذی نفسی بیده لهو اشد تفصیا من الابل فی عقلها رواه البخاری[4] ومسلم۔	یعنی نگاہ رکھو قرآن کو اور اسے یاد کرتے رہو سو قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے البتہ قرآن زیادہ چھوٹنے پر آمادہ ان اونٹوں سے جو اپنی رسیوں سے بندھے ہوں (اس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا۔ت)

یعنی جس طرح بندھے ہوئے اونٹ چھوٹا چاہتے ہیں اور اگر ان کی محافظت واحتیاط نہ کی جائے

[1] صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۵۲، جامع الترمذی ابواب فضائل القرآن امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۱۴، سنن ابن ماجه باب فضل من تعلم القرآن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹

[2] سنن الدارمی کتاب فضائل القرآن حدیث ۳۴۱۷ نشر السنة ملتان ۲/ ۳۲۷

[3] القرآن الکریم ۵۴/ ۱۷

[4] صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۵۳، صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۶۸

تو رہا ہو جائیں اس سے زیادہ قرآن کی کیفیت ہے اگر اسے یاد نہ کرتے رہو گے تو وہ تمہارے سینوں سے نکل جائے گا پس تمہیں چاہئے کہ ہر وقت اس کا خیال رکھو اور یاد کرتے رہو اس دولت بے نہایت کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ اور فرماتے ہیں:

ان الذی لیس فی جوفه شیئ من القراٰن کالبیت الخرب۔ رواہ الترمذی[1]۔	حاصل یہ کہ جسے کچھ قرآن یاد نہیں وہ ویرانے گھر کے مانند ہے یعنی جیسے گھروں کی زینت ان کے رہنے والوں اور عمدہ آرائشوں سے ہوتی ہے اسی طرح خانہ دل کی زینت قرآن مجید سے ہے جسے قرآن یاد ہے اس کا دل آباد ہے ورنہ ویرانہ وبرباد۔

اور فرماتے ہیں:

یا اھل القراٰن لاتوسدوا القراٰن واتلوہ حق تلاوته من اٰناء اللیل والنھار وافشوہ، الحدیث رواہ البیہقی والطبرانی[2]۔	یعنی اے قرآن والو! قرآن کو تکیہ نہ بنالو کہ پڑھ کے یاد کرکے رکھ چھوڑا پھر نگاہ اٹھا کر نہ دیکھا بلکہ اسے پڑھتے رہو دن رات کی گھڑیوں میں جیسے اس کے پڑھنے کا حق ہے اور اسے افشا کرو کہ خود پڑھو لوگوں کو پڑھاؤ، یاد کراؤ اس کے پڑھنے یاد کرنے کی ترغیب دو نہ یہ کہ جو پڑھے اور خدا اسے حفظ کی توفیق دے اس کو روکو اور منع کرو۔ (بیہقی اور طبرانی سے اس کو روایت کیا۔ ت)

اس سے زیادہ نادان کون ہے جسے خدا ایسی ہمت بخشے اور وہ اسے اپنے ہاتھ سے کھودے اگر قدر اس کی جانتا اور جو ثواب اور درجات اس پر موعود ہیں ان سے واقف ہوتا تو اسے جان و دل سے زیادہ عزیز رکھتا زید نادان کو اپنے سوءِ حافظہ یا کسی اور سبب سے حفظ قرآن میں دقت ہو یا تشابہ زیادہ واقع ہوں تو اسے قرآن کا تصور سمجھتا ہے اور اس کے حفظ کو معاذاللہ بیکار و بے ثمر ٹھہراتا ہے یہ وسوسہ شیطان کا ہے کہ اس کے دل میں ڈرلاتا تاکہ سے ایسی نعمت عظمٰی سے محروم رکھے اور راہ راست سے پھیر کر گمراہوں کے گروہ میں داخل کرے، وہ یہ نہیں جانتا کہ جسے قرآن مجید میں زیادہ دقت و مشقت پڑتی ہے اس کا اجر اللہ کے نزدیک دونا ہے، رسول اللہ

[1] جامع الترمذی ابواب فضائل القرآن امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۱۵

[2] کنزالعمال بحوالہ طب، حب حدیث ۲۸۰۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۶۱۱

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الماہر بالقراٰن مع السفرۃ الکرام البررۃ رواہ البخاری[1] ومسلم۔	یعنی جو شخص قرآن مجید میں مہارت رکھتا ہے وہ نیکوں اور بزرگوں اور وحی وکتابت یالوح محفوظ کے لکھنے والوں یعنی انبیاء وملائکہ علیہم الصلٰوۃ والسلام کے ساتھ ہے، اور جو قرآن کو بزور پڑھتا ہے اور وہ اس پر شاق ہے اس کے لئے دو اجر ہیں۔ (بخاری ومسلم نے اس کو روایت کیا۔ت)

انجام اس وسوسہ ابلیس وفساد باطنی کا یہ ہے کہ وہ قرآن مجید بھول جائے اور ان وعیدوں کا مستحق ہو جو اس باب میں وارد ہوئیں، اللہ جل جلالہ فرماتا ہے:

"وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ"[2] الاٰیۃ۔	جو میرے ذکر یعنی قرآن سے منہ پھیرے گا سو اس کے لئے تنگ عیش ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے کہے گا اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا اور میں تو تھا انکھیارا، اللہ تعالٰی فرمائے گا یونہیں آئی تھیں تیرے پاس ہماری آیتیں سو تو نے انہیں بھلادیا اور ایسے ہی آج تو بھلادیا جائے گا کہ کوئی تیری خبر نہ لے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن امرء یقرء القراٰن ثم ینسٰھا الحدیث، رواہ ابو داؤد[3] والدارمی۔	یعنی جو شخص قرآن پڑھ کر بھول جائے گا قیامت کو خدا کے پاس کوڑھی ہو کر رہے گا۔ (ابوداؤد اور دارمی نے اس کو روایت کیا۔ت)

اور فرماتے ہیں:

عرضت علیّ ذنوب امتی، الحدیث رواہ الترمذی[4]۔	حاصل یہ کہ میری امت کے گناہ میرے حضور پیش کئے گئے تو میں نے گناہ اس سے بڑا نہ دیکھا کہ کسی شخص کو قرآن کی ایک سورۃ یا ایک آیت یاد ہو پھر وہ اسے بھلادے۔ (اس کو ترمذی نے روایت کیا۔ت)

[1] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول النبی صلی علیہ وسلم الماہر بالقرآن ۲/ ۲۶-۱۱۲۵، صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن باب فضیلۃ حافظ قرآن قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۶۹

[2] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۲۴

[3] سنن ابی داؤد کتاب الصلٰوۃ باب التشدید فی من حفظ القرآن آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۰۷، سنن الدارمی کتاب فضائل القرآن حدیث ۳۳۴۳ نشر السنّۃ ملتان ۲/ ۳۱۵

[4] جامع الترمذی ابواب فضائل القرآن باب من فضائل القرآن امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۱۵

زید پر لازم کہ اس قسم کی خرافات اور گستاخیوں سے باز آئے اور خلاف حکم اللہ اور اللہ کے رسول کے لوگوں کو حفظ کلام اللہ سے نہ روکے بلکہتر غیب دے اور جہاں تک ہوسکے اس کے پڑھانے اور حفظ کرانے اور خود یاد رکھنے میں کوشش کرے تاکہ وہ ثواب جو اس پر موعود ہیں حاصل ہوں اور روز قیامت اندھا کوڑھی ہو کر اُٹھنے سے نجات پائے، **واللہ الھادی الی سبیل الرشاد ومن یضلل اللہ فمالہ من ھاد۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم وحکمہ احکم۔** اللہ تعالٰی سیدھا راستہ دکھانے والا ہے اور جس کو وہ گمراہ کردے اسے کوئی راہ دکھلانے والا نہیں۔ اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ علم رکھتا ہے اس کا علم بڑا کامل اور اس کا فیصلہ بڑا محکم ہوتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۳۰۴: از موضع اٹنگہ چاند پور پر گنہ نواب گنج مرسلہ سید حافظ وحید الدین صاحب ۱۴ شعبان ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں، ایک موضع میں دو قسم کے فریق ہیں، ایک کی اولاد دین کے مدرسے میں علم دین مثل حفظ قرآن شریف وناظرہ وضروریات دین ودنیوی جو کہ ضروری ہیں بہت زمانہ سے سیکھتے ہیں اور تعلیم پاتے ہیں اور ان کے والدین کوشش ان کے میں مصروف ہیں، اور دوسرے فریق نے عرضی دے کر مدرسہ سرکاری کروایا ہے وہ اس کی تائید اور کاروائی میں مصروف ہیں، ہر دو مدرسین کا کیا حکم ہے اور ہر دو فریقین اور طالب علموں کے لئے کیا حکم شرع ہے؟ اور کون سے علوم ہیں کہ ان کی فرضیت کا حکم ہے یا اس میں مسلمانوں کو اپنی طبیعت کا اختیار ہے جو علم چاہیں پڑھیں پڑھائیں، ثواب وعقاب سے اس کے لئے آگاہ فرمایئے گا۔ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب:

علم دین سیکھنا اس قدر ہے کہ مذہب حق سے آگاہ ہو، وضو غسل، نماز، روزے وغیرہا ضروریات کے احکام سے مطلع ہو۔ تاجر تجارت، مزارع زراعت، اجیر اجارے، غرض ہر شخص جس حالت میں ہے اس کے متعلق احکام شریعت سے واقف ہو، فرض عین ہے جب تک یہ حاصل کرے، جغرافیہ، تاریخ، وغیرہ میں وقت ضائع کرنا جائز نہیں۔ حدیث میں ہے:

طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ[1]۔	ہر مسلمان مرد عورت پر علم کی تلاش فرض ہے۔ (ت)

[1] فواتح الرحموت بذیل المستصفی المقالۃ الثانیہ الباب الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/ ۶۳

جو فرض چھوڑ کر نفل میں مشغول ہو حدیثوں میں اس کی سخت برائی آئی اور اس کا وہ نیک کام مردود قرار پایا، کما بیّنّاہ فی الزکٰوۃ من فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے فتاوٰی کی بحث زکوٰۃ میں تفصیلاً بیان کر دیا ہے۔ت) نہ کہ فرض چھوڑ کر فضولیات میں وقت گنوانا، غرض یہ علوم ضروریہ تو ضرور مقدم ہیں اور ان سے غافل ہو کر ریاضی، ہندسہ، طبعیات، فلسفہ یا دیگر خرافات وفلسفہ پڑھنے پڑھانے میں مشغولی بلاشبہہ متعلّم ومدرس دونوں کے لئے حرام ہے اور ان ضروریات سے فراغ کے بعد پورا علم دین فقہ حدیث تفسیر عربی زبان اس کی صرف، نحو، معانی، بیان، لغت، ادب وغیرہا آلات علوم دینیہ بطور آلات سیکھنا سکھانا فرض کفایہ ہے، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

"فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآىِٕفَةٌ لِّیَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ"[1]	پھر ایسا نہ ہوا کہ ان کے گروہ میں سے ایک جماعت نکلتی تاکہ لوگ دین کی سمجھ حاصل کرتے۔(ت)

یہی علوم علم دین ہیں اور انہیں کے پڑھنے پڑھانے میں ثواب، اور ان کے سوا کوئی فن یا زبان کچھ کارِ ثواب نہیں، ہاں جو شخص ضروریات دین مذکورہ سے فراغت پا کر اقلیدس، حساب، مساحت، جغرافیہ وغیرہا وہ فنون پڑھے جن میں کوئی امر مخالف شرعی نہیں تو ایک مباح کام ہوگا جب کہ اس کے سبب کسی واجب شرعی میں خلل نہ پڑے ورنہ ؎

مبادا دل آں فرومایہ شاد　　　از بہر دنیا دہد دین بباد

(اللہ کرے اس کمینے کا دل کبھی خوش نہ ہو جس نے دنیا کے لئے دین برباد کر دیا۔ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۰۵: از محمد گنج ضلع بریلی مرسلہ عبدالقادر خاں رامپوری　۲۲/صفر مظفر ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص کسی عالم یا مولوی یا حافظ کو بلاوجہ اور بلاقصور بدنام کرے اور آپ لوگوں کے روبرو ناخواندہ آدمی اچھا بنے اور اپنی عقل کے روبرو عالم کو جاہل اور ذلیل سمجھنا اور عالم کی حقارت کرنا لوگوں کی جماعت میں بیٹھ کر اور اپنے آپ کو بہت ذی مرتبہ خیال کرنا اور عالم وغیرہ سب کو برا کلمہ کہنا غرضکہ ہر شخص کو برا کہنا اور ہر شخص پر اعتراض کرنا جائز ہے یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا۔**

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۲

الجواب:

سخت حرام سخت گناہ اشد کبیرہ، عالم دین سنی صحیح العقیدہ کہ لوگوں کو حق کی طرف بلائے اور حق بات بتائے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نائب ہے اس کی تحقیر معاذاللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جناب میں گستاخی موجبِ لعنت الٰہی وعذاب الیم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثة لایستخف بحقهم الامنافق بین النفاق ذو الشیبة فی الاسلام وذوالعلم والامام المقسط۔ رواہ ابوالشیخ فی کتاب التوبیخ عن جابر بن عبد اللہ و الطبرانی[1] فی الکبیر عن ابی امامة رضی اللہ تعالٰی عنهم۔	تین شخصوں کے حق کو ہلکانہ جانے گا مگر منافق کھلا منافق، ایک وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا، دوسرا علم والا، تیسرا بادشاہ اسلام عادل (اس کو ابوالشیخ نے کتاب التوبیخ میں جابر بن عبد اللہ سے اور طبرانی نے کبیر میں ابی امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ت)

اور بلاوجہ شرعی کسی سنی المذہب کو برا کہنا یا اس کی تحقیر کرنا ئز نہیں کہ اس میں مسلمان کی ناحق ایذا ہے اور مسلمان کی ناحق ایذا خدا اور سول کی ایذا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی فقد اذی اللہ۔ رواہ الطبرانی[2] فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه بسند حسن۔	جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی (امام طبرانی نے اس کو الاوسط میں حضرت انس کے حوالے سے بسند حسن روایت کیا ہے۔ت)

ہر ایک کو برا وہی کہے گا جو خود نہایت برا اور بدتر ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس المومن بالطعان ولا اللعان ولا الفاحش ولا البذی، رواہ	مسلمان نہیں ہے ہر ایک پر منہ آنے والا اور نہ بکثرت لوگوں پر لعنت کرنے والا اور نہ بے حیائی

[1] کنزالعمال بحوالہ ابی الشیخ فی التوبیخ حدیث ۴۳۸۱۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۳۲، المعجم الکبیر حدیث ۷۸۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/ ۲۳۸

[2] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبہ المعارف ریاض ۴/ ۳۷۳

الائمۃ احمد والبخاری فی الادب المفرد والترمذی وابن حبان والحاکم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ قال الترمذی حسن۔[1]	کے کام کرنے والا اور نہ فحش بکنے والا۔ (ائمہ کرام مثلاً امام احمد، امام بخاری نے الادب المفرد میں، ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے اس کو حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا (اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو) امام ترمذی نے فرمایا: حدیث حسن ہے۔ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایبغی علی الناس الا ولدبغی والامن فیہ عرق منہ[2]۔ رواہ الطبرانی عن ابی موسٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔	لوگوں پر ظلم وتعدی نہ کرے گا مگر حرامی یا وہ جس میں کوئی رگ ولادت زنا کی ہے (امام طبرانی نے اس کو المعجم الکبیر میں حضرت ابوموسٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن روایت کیا ہے۔ت)

رہا اپنے آپ کو بہتر سمجھنا یہ تکبر ہے اس کے لئے یہی آیت کافی ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"اَلَیۡسَ فِیۡ جَهَنَّمَ مَثۡوًى لِّلۡمُتَكَبِّرِيۡنَ ۝" [3]	کیا نہیں ہے دوزخ میں ٹھکانہ تکبر کرنے والوں کا، یعنی ضرور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۰۶: از درہ تحصیل کچھا ضلع نینی تال مرسلہ عبدالعزیز خاں ۲۲/ رجب ۱۳۱۵ھ

جس عبارت میں کہ صرف لفظ مکروہ ہو تو اس سے کیا ارادہ لیا جائے گا تحریم یا تنزیہہ؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

ہمارے علمائے کرام کے کلام میں غالباً کراہت مطلقہ سے مراد کراہت تحریم ہوتی ہے مگر

---

[1] المستدرك کتاب الایمان دارالفکر بیروت ۱/ ۱۲، جامع الترمذی ابواب البروالصلۃ باب ماجاء فی اللعنۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۹

[2] مجمع الزوائد باب فی عمال السوء ۵/ ۲۳۳ وباب فی اولاد الزنا ۶/ ۲۵۸، کنزالعمال بحوالہ طب عن ابی موسٰی حدیث ۱۳۰۹۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۵/ ۳۳۳

[3] القرآن الکریم ۳۹/ ۶۰

کلیۃً نہیں بہت جگہ عام مراد لیتے ہیں کما فی مکروھات الصلٰوۃ (جیسا کہ نماز کی بحث مکروہات میں مذکور ہے۔ت) بہت جگہ خاص کراہت تنزیہی،

کمالایخفی علی من تتبع کلامھم و قدبیّنه فی البحرالرائق وردالمحتار وذکرناہ فی کتاب الصلٰوۃ من فتاوٰنا، واللہ تعالٰی اعلم۔	جیسا کہ اس شخص پر پوشیدہ نہیں کہ جس نے ان کے کلام کو تلاش کیا (چھان بین کی) چنانچہ اس کو بحر الرائق اور ردالمحتار میں وضاحت سے بیان فرمایا گیا ہے اور میں نے اس کو اپنے فتاوٰی کی بحث صلٰوۃ میں ذکر کیا ہے، اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔(ت)

مسئلہ ۳۰۷: از کلکتہ دھرم تلہ اسٹریٹ مسجد ٹیپو سلطان مرسلہ حافظ محمد عظیم صاحب ۲۴ شعبان ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص عالم اور حافظ ہو کر اپنے لڑکے کو علم انگریزی تعلیم دلوائے اور دینی علم سے محروم رکھے اور اپنی لڑکیوں کے عقد غیر شرع سے کرے آیا حشر کے دن اس سے بازپرس ہوگی یا نہیں؟

الجواب:

ضرور بازپرس کا محل ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا"[1]	اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آتشِ دوزخ سے بچاؤ۔(ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته[2]۔	تم میں سے ہر ایک چرواہا (نگہبان) ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت (زیردست) کے بارے میں بازپرس ہوگی (ت)

نیز فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: الدین النصح لکل مسلم[3] (دین اسلام ہر مسلمان کے لئے خیر خواہی کرنا ہے۔ت)

واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۶/ ۶

[2] کنزالعمال حدیث ۱۴۷۰۱ موسسة الرسالہ بیروت ۶/ ۳۰

[3] صحیح البخاری کتاب الایمان باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الدین النصیحۃ قدیمی کتب خانہ ۱/ ۱۳، صحیح مسلم باب بیان ان الدین النصیحۃ قدیمی کتب خانہ ۱/ ۵۴

مسئلہ ۳۰۸: مسئولہ مولوی خلیل احمد خاں پشاوری ۱۹ شوال المکرم ۱۳۱۵ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ایں مسئلہ کہ معلم کودکاں را زدن علی الاطلاق مباح ست یا اجرت وغیر اجرت شرط ست۔ بیّنوا توجروا۔	علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ استاد اپنے شاگرد بچوں کو بغیر کسی قید وشرط کے بدنی سزا دے سکتا ہے یا نہیں؟ کیا بچوں کو اجرت لے کر پڑھانے یا بلا اجرت پڑھانے والے کے لئے الگ الگ ضابطہ ہے۔ بیان فرمایئے اجرت پایئے)

الجواب:

زدن معلم کودکاں را وقت حاجت بقدر حاجت محض بغرض تنبیہ واصلاح ونصیحت بے تفرقہ اجرت وعدم اجرت رواست امابایدکہ بدست زنند نہ بچوب ودر کرتے برسہ بار نیفزایند فی ردالمحتار، لایجوز ضرب ولد الحر بامر ابیه اما المعلم فله ضربه لمصلحة التعلیم وقیده الطرسوسی بان یکون بغیر آلة جارحة وبان لایزید علی ثلث ضربات، ورده الناظم بانه لاوجه له ویحتاج الی نقل و اقره الشارح قال الشرنبلالی والنقل فی کتاب الصلٰوة یضرب الصغیر بالید لابالخشبة ولایزید علی ثلث ضربات[1] اھ بتلخیص۔	ضرورت پیش آنے پر بقدر حاجت تنبیہ، اصلاح اور نصیحت کے لئے بلا تفریق اجرت وعدم اجرت استاد کا بدنی سزا دینا اور سرزنش سے کام لینا جائز ہے مگر یہ سزا لکڑی ڈنڈے وغیرہ سے نہیں بلکہ ہاتھ سے ہونی چاہئے اور ایک وقت میں تین مرتبہ سے زائد پٹائی نہ ہونے پائے، چنانچہ فتاوٰی شامی میں ہے کہ کسی آزاد بچے کو اس کے والد کے حکم سے مارنا جائز نہیں لیکن استاد تعلیمی مصلحت کے تحت پٹائی کرسکتا ہے۔ امام طرسوسی نے یہ قید لگائی ہے کہ مارپیٹ زخمی کردینے والی نہ ہو اور تین ضربوں سے زائد بھی نہ ہو، لیکن ناظم نے اس قید کو رَد کردیا کہ اس کی کوئی وجہ نہیں لہٰذا نقل کی ضرورت ہے اور شارح نے اس کو برقرار رکھا۔ علامہ شرنبلالی نے فرمایا نقل کتاب الصلٰوۃ میں ہے کہ چھوٹے بچے کو ہاتھ سے سزا دی جائے نہ کہ لاٹھی سے اور تین ضربوں سے تجاوز بھی نہ ہونے پائے اھ بتلخیص

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۷۶

در جامع الصغار استروشنی است ذکر والدی رحمه الله تعالٰی من صلٰوۃ الملتقط اذا بلغ الصبی عشر سنین یضرب لاجل الصلٰوۃ بالید لابالخشب ولا یجاوز الثلث وکذا المعلم لیس له ان یجاوز الثلث قال صلی الله تعالٰی علیه وسلم لمرداس المعلم ایاك ان تضرب فوق الثلث فانك اذا ضربت فوق الثلث اقتص الله منک[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جامع صغار استروشنی میں ہے: میرے والد رحمہ اللہ تعالٰی نے بحث صلٰوۃ ملتقط میں ذکر فرمایا کہ جب بچے کی عمر دس سال ہوجائے تو نمازی بنانے کے لئے اسے ہاتھ سے سزادی جائے لاٹھی سے نہیں اور تین مرتبہ سے تجاوز بھی نہ کیا جائے۔ یونہی استاد کے لئے روانہیں کہ تین مرتبہ سے تجاوز کرے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے استاذ کی بچوں کو مارنے کے بارے میں فرمایا: تین مرتبہ سے زائد ضربیں لگانے سے پرہیز کرو کیونکہ اگر تم تین مرتبہ سے زیادہ سزادی تو اللہ تعالٰی قیامت کے دن تم سے بدلہ لے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۰۹: ازمارہرہ ضلع ایٹہ سرکار کلاں مرسلہ حضرت شاہ سید مہدی حسن میاں صاحب ۳ ربیع الاول ۱۳۱۶ھ

عالی جناب مولٰینا صاحب زید مجدکم! اپنا شرعی خیال عورات کے لکھنے کی نسبت ظاہر فرمائیے یہاں عرصہ سے یہ امر معرض بحث میں ہے۔

الجواب:

حضور، عورتوں کو لکھنا سکھانا شرعًا ممنوع وسنت نصارٰی وفتح باب ہزاران فتنہ اور مستان سرشار کے ہاتھ میں تلوار دینا ہے جس کے مفاسد شدیدہ پر تجارب حدیدہ شاہد عدل ہیں، متعدد حدیثیں اس کے ممانعت میں وارد ہیں جن کی بعض کی سند عندالتحقیق خود قوی ہے اور اصل متن حدیث کے معروف ومحفوظ ہونے کا امام بیہقی نے افادہ فرمایا اور پھر تعدّدِ طرق دوسری قوت ہے اور عمل امت وقبول علماء، تیسری قوت اور محل احتیاط وسدِّ فتنہ، چوتھی قوت تو حدیث لااقل حسن ہے اور ممانعت میں اس کا نص صریح ہونا خود روشن ہے بخلاف حدیث شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کہ حفصہ نے فرمایا کیا حفصہ کو غلّہ کا منتر نہ سکھائے گی جیسے اسے لکھنا سکھایا، اجازت میں اصلًا کوئی حدیث صریح نہیں۔

[1] احکام الصغار مسائل الصلٰوۃ دارالکتب العلمیہ بیروت ص۱۶

احادیث ممانعت: یہ ہیں۔

حدیث اوّل: ابن حبان بطریق یحیٰی بن زکریا بن یزید دقاق، اور بیہقی شعب الایمان میں بطریق مطیر حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی:

قالا حدثنا محمد بن ابراھیم ابوعبداللہ الشامی حدثنا شعیب بن اسحٰق الدمشقی عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتسکنوھن الغرف ولاتعلموھن الکتابۃ وعلموھن المغزل وسورۃ النور [1]۔	(دونوں (محدث ابن حبان اور امام بیہقی) نے فرمایا ہم سے محمد بن ابراہیم ابوعبداللہ شامی نے بیان کیا (انہوں نے کہا) ہم سے شعیب ابن اسحٰق دمشقی نے بیان کیا اس نے ہشام بن عروہ سے، اس نے اپنے باپ عروہ سے، اس نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ سے روایت فرمائی، مائی صاحبہ نے فرمایا۔ ت) یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کو بالاخانوں پر نہ رکھو اور انہیں لکھنا نہ سکھاؤ اور کاتنا اور سورۂ نور تعلیم کرو۔

یہی حدیث حاکم نے صحیح مستدرک میں اسی طریق سے اور بیہقی نے شعب میں بطریق محمد بن محمد بن سلیمان روایت کی:

قال حدثنا عبدالوھاب الضحاك ثنا شعیب بن اسحٰق الحدیث [2] سندا ومتنا۔	اس (محمد بن محمد بن سلیمان) نے کہا ہم سے عبدالوہاب ضحاک نے بیان کیا (اس نے کہا) ہم سے شعیب بن اسحٰق نے بیان کیا یعنی حدیث سند اور متن کے لحاظ سے بیان فرمائی۔ (ت)

حاکم نے کہا صحیح الاسناد [3] اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ اس پر حافظ ابن حجر نے اطراف میں کہا:

[1] اللآلی المصنوعۃ بحوالہ ابن حبان کتاب النکاح دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۱۶۸

[2] المستدرك للحاکم کتاب التفسیر النھی عن تعلیم الکتابۃ للنساء دار الفکر بیروت ۲/ ۳۹۶

[3] المستدرك للحاکم کتاب التفسیر النھی عن تعلیم الکتابۃ للنساء دار الفکر بیروت ۲/ ۳۹۶

بل عبدالوهاب متروك [1] اھ اقول: لان القول فيه ابن عدی فقال بعض حديثه لايتابع عليه وهذا صادق علی كثير من رجال الصحيحين۔	بلکہ عبدالوہاب (راوی حدیث) متروک ہے اھ (یعنی محدثین نے اسے نظرانداز کیا ہے۔ مترجم) میں کہتا ہوں کہ محدث ابن عدی نے اس کے متعلق کمزور بات کی ہے کہ اس کی بعض حدیثوں کی متابعت نہیں کی جاتی، یہ قول تو بخاری و مسلم کے بہت سے رجال (رواۃ) پر بھی صادق آتا ہے۔ (ت)

بیہقی نے بطریق اول روایت کرکے کہا ھذا بھذا الاسناد منکر [2] یہ حدیث اس سند سے منکر و غیر معروف ہے۔

خاتم الحفاظ سیوطی نے لآلی میں فرمایا: افاد انه بغير هٰذا الاسناد ليس بمنكر [3] یعنی بیہقی نے افادہ کیا کہ حدیث اور سند سے منکر نہیں، معروف و محفوظ ہے **اقول:** وستسمع انه بنفس السند غير منكر (میں کہتا ہوں عنقریب تو سن لے گا کہ حدیث نفس سند کے اعتبار سے منکر نہیں۔ ت)

حدیث دوم: امام ترمذی، محمد بن علی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتسكنوا نساءكم الغرف ولاتعلمون الكتاب [4]۔	اپنی عورتوں کو بالاخانوں پر نہ بساؤ اور انہیں لکھنا نہ سکھاؤ۔

یہ حدیث امام ابن حجر مکی نے فتاوٰی حدیثیہ میں استنادًا ذکر کی۔

حدیث سوم: ابن عدی کامل میں اور ابن حبان، سند معتمد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال حدثنا جعفر بن سهل ثنا جعفر بن نصر ثنا حفص بن غياث عن ليث عن	(دونوں (یعنی ابن عدی اور ابن حبان) نے جعفر بن سہل سے (اس نے کہا) جعفر بن نصر نے ہم سے بیان کیا (اس نے کہا) حفص بن

---

[1] اللآلی المصنوعة بحواله حافظ ابن حجر کتاب النکاح دار المعرفة بیروت ۲/ ۱۶۸

[2] اللآلی المصنوعة البیهقی فی شعب الایمان کتاب النکاح دار المعرفة بیروت ۲/ ۱۶۸

[3] اللآلی المصنوعة البیهقی فی شعب الایمان کتاب النکاح دار المعرفة بیروت ۲/ ۱۶۸

[4] نوادر الاصول للترمذی لاصل الخامس والعشرون والمائتان فی النهی الخ دار صادر بیروت ص ۱۷۔ ۲۷۰

مجاھد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتعلموا نسائکم الکتابۃ ولاتسکنوھن العلال[1] ی۔	غیاث نے ہم سے بیان کیا اس نے لیث، اس نے مجاہد، اس نے عبداللہ ابن عباس سے اور انہوں نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت فرمائی ہے۔ت) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی عورتوں کو لکھنانہ سکھاؤاور بالائی منزلوں پرنہ بساؤ۔

یہ حدیث بتخریج ابن عدی امام حافظ سیوطی نے الاجرالجزل فی الغزل میں ذکر کی:

وقال ابن الجوزی لایصح، جعفر بن نصر حدث عن الثقات بالبواطیل [2]اھ وقال الحافظ ابن حجر فی الاطراف بعد ذکرالحدیث الاول وقدروی من طریق حفص القاری عن لیث عن مجاھد من ابن عباس رضی اللہ عنھما[3] اھ **اقول:** الظاھر ان ھذہ متابعۃ لحفص بن غیاث فان حفصا القاری امام القراءۃ حفص بن سلیمٰن ابی داؤد و ھذا مصرح بہ عند مخرجیہ، حفص بن غیاث، وھو امام فی الحدیث ثقۃ فقیہ من رجال الستۃ، ولیث صدوق من رجال مسلم والاربعۃ والبخاری فی	حافظ ابن جوزی نے کہا حدیث مذکور صحیح نہیں اس لئے کہ جعفر بن نصر ثقہ راویوں سے باطل روایات نقل کرتا ہےاھ۔ حافظ ابن حجر نے "الاطراف" میں پہلی حدیث ذکر کرنے کے بعد فرمایا: حفص قاری، لیث، مجاہد اور ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے حدیث روایت کی گئی اھ۔ **اقول:** (میں کہتاہوں) ظاہر ہے کہ یہ حفص بن غیاث کی متابعت ہے کیونکہ حفص قاری، حفص بن سلیمان ابوداؤد قرات کے امام ہیں، تخریج کرنے والوں کے نزدیک اس کی تصریح پائی گئی۔ حفص بن غیاث حدیث کے امام، ثقہ، فقیہ اور حدیث کی چھ کتابوں کے رواۃ میں سے ہیں۔ لیث صدوق (سچا) ہے مسلم اور چار دیگر کتابوں (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) کے

[1] الکامل لابن عدی ترجمہ جعفر بن نصر دارالفکر بیروت ۳/ ۵۷۵، اللآلی المصنوعۃ بحوالہ ابن حبان کتاب النکاح دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۱۶۸

[2] اللآلی المصنوعۃ بحوالہ ابن حبان کتاب النکاح دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۱۶۸

[3] اللآلی المصنوعۃ بحوالہ ابن حجر کتاب النکاح دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۱۶۸

التعلیقات، غیرانه اختلط بأخره لکن لم یسقط به حدیثه فقد قال الجمهور هو ممن یکتب حدیثه ذکره النووی [1] فی شرح صحیح مسلم، وقال مسلم فی مقدمة صحیحة اسم الستروالصدق و تعاطی العلم یشمله [2] وقد حسن له الترمذی حدیثه فی الحمام، ونقل عن البخاری انه صدوق وربمایهم فی الشیئ فاذا روی عنه حفص القاری خرج جعفر بن نصر، والصواب عندنا فی الامام الجلیل حفص القاری تشیّبه، فقد قال وکیع انه ثقة، و قال الذهبی، هو فی نفسه صادق، اختلف فیه عن احمد فروی حنبل بن اسحٰق عنه، مابه بأس، وروی عنه اخری متروك الحدیث هکذا روی ابن ابی حاتم	رجال میں سے ہیں اور تعلیقات بخاری کے رواۃ میں سے ہیں البتہ زندگی کے آخری حصے میں انہیں اختلاط ہوگیا تھا لیکن اس وجہ سے ان کی حدیث ساقط نہیں قرار پائی۔ جمہور کا کہنا یہ ہے کہ یہ ان لوگوں میں شمار ہے جن کی حدیث کو لکھا جاتا ہے، امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں یہ بیان فرمایا امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں فرمایا: ستر، صدق اور اخذ علم کا نام اس کو شامل ہے۔ امام ترمذی نے "حدیث حمام" میں اس کی تحسین فرمائی، اور امام بخاری سے نقل کیا گیا کہ وہ صدوق ہے البتہ کبھی کبھار بعض چیزوں میں وہ وہم کا شکار ہو جاتا ہے جب اس سے حفص قاری نے روایت کیا تو جعفر بن نصر درمیان سے خارج ہوگیا، اور ہمارے نزدیک جلیل القدر امام حفص قاری کی توثیق صواب (درست) ہے۔ چنانچہ وکیع بن جراح نے فرمایا کہ وہ ثقہ ہے اور علامہ ذہبی نے فرمایا وہ فی نفسہٖ صادق ہے، امام احمد سے اس کے بارے میں اختلاف نقل کیا گیا ہے چنانچہ حنبل بن اسحٰق نے امام احمد سے یہ روایت کی کہ مابہ بأس یعنی اس میں کوئی حرج نہیں، اور ان سے دوسری روایت نقل کی گئی کہ وہ متروک الحدیث ہے، ابن ابی حاتم

[1] شرح صحیح مسلم للنووی مقدمة الکتاب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴

[2] شرح صحیح مسلم للنووی مقدمة الکتاب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴

عن عبداللہ احمد عن ابیہ وروی ابو علی بن الصواف عن عبداللہ عن ابیہ،صالح،ولیس فیہ لامام معتمد جرح مفسر قادح یسقط حدیثہ،وابن خراش لیس ھناک،قال ابوزرعۃ کان رافضیا خرّج مثالب الشیخین **اقول**:قال عبدان،وحمل ابن خراش الی بندار عندنا عبدان وضع جزأین صنفھما فی مثالب الشیخین فاجازہ بالفی درھم[1]،قال الذھبی ھذا واللہ الشیخ المعثر الذی ضل سعیہ فما انتفع بعلمہ فلاعتب علی حمیر الرافضۃ،قال ابوبکر بن حمدان المروزی سمعت ابن خراش یقول شربت بولی فی ھذاالشاند خمس مرات[2] اھ وکان جرئیا علی تکذیب الثقات،وھذا احمد بن الفرات الامام الحافظ الثقۃ الفقیہ الحجۃ الذی اطبقوا علی توثیقہ و لم یأت فیہ عن احد من الائمۃ تلیین ولابعض تلیین

نے بواسطہ عبداللہ بن احمد اپنے والد کے حوالہ سے اسی طرح روایت کی۔ابو علی بن صواف نے عبداللہ عن ابیہ کے حوالے سے روایت کی کہ وہ صالح ہے اس کے حق میں کسی مستند امام کی قادح،جرح نہیں جو اس کی حدیث کو ساقط کر دے۔رہا ابن خراش کا معاملہ تو وہ اس طرح کا نہیں چنانچہ ابو زرعہ نے فرمایا کہ وہ رافضی تھا،اس نے مطاعن وعیوب شیخین (حضرت صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما) کی تخریج کی۔**اقول**:(میں کہتاہوں) عبدان نے کہا ابن خراش بندار کے پاس ہمارے نزدیک دو ایسے اجزاء اٹھالائے جو کہ مطاعن شیخ میں اس نے تصنیف کئے اور دوہزار درہم انعام پایا۔علامہ ذہبی نے فرمایا خدا کی قسم یہ بوڑھا کذاب عیب لگانے والا ہے جس کی سعی فضول ولاحاصل کاموں میں ضائع ہوئی اس نے اپنے علم سے فائدہ نہ اٹھایا لہذا رافضی گدھوں پر کوئی عتاب نہیں۔ابوبکر بن حمدان مروزی نے کہا میں نے ابن خراش کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے پانچ مرتبہ اس شان میں اپنا پیشاب پیااھ وہ مستند و معتمد راویوں کو جھٹلانے پر دلیر تھا۔یہ احمد بن فرات امام،حافظ،ثقہ،فقیہ اور حجت تھا کہ جس کی توثیق پر ائمہ کرام کا اتفاق ہے۔ائمہ میں سے کسی امام سے اس کی مکمل یا بعض نرمی (ڈھیلاپن)

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۵۰۰۹ عبدالرحمن بن یوسف دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۶۰۰

[2] میزان الاعتدال ترجمہ ۵۰۰۹ عبدالرحمن بن یوسف دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۶۰۰

| ذکرہ ابن خراش فقال یکذب عمدا قال الذھبی علی ما فی تھذیب التھذیب اٰذی ابن خراش نفسہ[1]، وقال فی المیزان بطل قول ابن خراش[2]، ولاغروقد اتھم مالك بن اوس الصحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ بالکذب بروایتہ حدیث ماترکناہ صدقۃ، لاجرم ان ذکرہ الذھبی فی طبقات الحفاظ ثم اخذ یوجھہ الٰی ان خاطبہ بقولہ انت زندیق معاند للحق فلارضی اللہ عنک، ثم قال مات ابن خراش الی غیر رحمۃ اللہ تعالٰی ۲۸۳ھ[3]، اما الحدیث الاول ففیہ شعیب ومن فوقہ ائمۃ اجلاّء لایسأل عنھم وانما النظر فی محمد بن ابراھیم۔ **اقول**: ادخلہ ابونُعیم فی حلیۃ الاولیاء وقد وصفہ المزنی والذھبی والعسقلانی بالزاھد وھم یصفون بہ | مروی نہیں لیکن ابن خراش نے اس کا ذکر کیا کہ وہ دانستہ جھوٹ بولتا تھا چنانچہ امام ذہبی نے تہذیب التہذیب میں فرمایا ابن خراش نے ان کو دکھ پہنچایا، اور المیزان میں فرمایا کہ ابن خراش کا قول باطل ہے۔ اور کوئی تعجب کی بات نہیں اس لئے کہ اس نے ماترکناہ صدقۃ کی حدیث روایت کرنے پر مالک بن اوس صحابی رسول پر کذاب ہونے کی تہمت لگائی ہے۔ بلاشبہ علامہ ذہبی نے اسے "طبقات الحفاظ" میں ذکر کیا ہے پھر رَد کرتے ہوئے اس قول سے مخاطب فرمایا کہ تو زندیق ہے یعنی بے دین ہے، حق سے عناد رکھنے والا ہے، اللہ تعالٰی تجھ سے کبھی راضی نہ ہو۔ ابن خراش اللہ تعالٰی کی رحمت سے محروم ۲۸۳ھ میں رحلت کرگیا۔ جہاں تک پہلی حدیث کا تعلق ہے تو اس میں شعیب اور اس سے اوپر جلیل القدر ائمہ ہیں جن کے متعلق کوئی شبہ یا اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ محمد بن ابراہیم کے بارے میں کچھ توقف پایا جاتا ہے۔ **اقول**: (میں کہتا ہوں کہ محدث ابونعیم نے اسے حلیۃ الاولیاء میں شمار کیا ہے۔ مزنی، ذہبی اور عسقلانی نے لقب "زاہد" سے اس کی توصیف کی ہے جبکہ اس |

[1] تھذیب التھذیب ترجمہ ۱۱۷ احمد بن الفرات دائرۃ المعاف النظامیہ حیدرآباد دکن ۱/ ۶۷

[2] میزان الاعتدال ترجمہ احمد بن فرات ۵۱۴ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۲۸

[3] تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ابن خراش عبدالرحمن بن یوسف دائرۃ المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن ۲/ ۲۳۰

الاولیاء کما عرف من محاورتھم حتی اقتصر علیہ الذھبی فی وصف سیّدالاقطاب الغوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ،فھذا توثیق لہ وای توثیق وماللولی و الکذب حاشاھم ولیس فیہ بعد ذٰلك جرح مفسر، حتی قول الدار قطنی کذاب،وتحامل القوم علی الصوفیة الکرام و الحنفیة العظام معروف،و قال الامام النووی فی التقریب لایقبل الجرح الا مبین السبب[1]،قال الامام السیوطی فی التدریب لان الناس مختلفون فی اسباب الجرح فیطلق احدھم الجرح بناء علی ماعتقدہ جرحا ولیس بجرح فی نفس الامر،قال ابن الصلاح وھذا ظاھر مقرر فی الفقہ واصولہ وذکر الخطیب انہ مذھب الائمة من حفاظ الحدیث کالشیخین وغیرھما ثم ذکر امثلتہ الی ان قال قال الصیر فی وکذا اذا قالوا فلان کذاب لابد من بیانہ لان	لفظ کو وہ اولیاء اللہ کی تعریف وتوصیف ہی کے لئے استعمال کرتے ہیں جیساکہ ان کے محاوروں سے معلوم ہوتا ہے حتی کہ علامہ ذہبی نے سید الاقطاب حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے متعلق بھی یہی الفاظ استعمال کرنے پر اکتفا کیا ہے لہٰذا اس کی توثیق ہوئی پس اس سے بڑھ کر اور کون سی توثیق ہوسکتی ہے،ولی اور جھوٹ کا باہم کیا جوڑ اور رابطہ ہے اور اللہ تعالٰی نے تو انہیں اس سے محفوظ رکھا اور اس کے بعد اس بارے میں کوئی مفصل جرح نہیں حتی کہ امام دارقطنی کا کذاب کہنا بھی اور صوفیائے کرام اور حنفیّہ عظام پر لوگوں کا حملہ آور ہونا تو مشہور ومعروف ہے امام نووی نے التقریب میں فرمایا واضح سبب کے بغیر،جرح مقبول نہیں۔امام سیوطی نے التہذیب میں فرمایا لوگ اسباب جرح میں مختلف ہیں چنانچہ ایک شخص اپنے اعتقاد کے مطابق کسی شے پر جرح کا اطلاق کرتا ہے حالانکہ فی الواقع وہ جرح نہیں ہوتی۔ابن الصلاح نے کہا کہ یہی فقہ اور اصول فقہ میں ظاہر و مقرر ہے، اور خطیب نے ذکر کیا ہے کہ یہی مذہب ائمہ حفاظ حدیث جیسے بخاری، مسلم اور ان کے علاوہ دیگر ائمہ کا ہے پھر اس کے بعد مثالیں ذکر فرمائیں یہاں تک کہ فرمایا امام صیرفی نے کہا۔اس طرح جب محدثین کہیں کہ فلان کذاب (فلاں جھوٹا ہے) تو اس کا بیان کرنا

[1] تقریب النواوی مع تدریب الراوی النوع الثالث والعشرون قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۸

الکذب یحتمل الغلط کقوله کذب ابومحمد[1]اھ وکتبت علیه وکذٰلك قول ابن مسعود وحذیفة بن الیمان رضی الله تعالٰی عنهما فی دوران السماء کذب کعب،وقد شبه هشام بن عروة ومالك واجلة علی محمد بن اسحٰق انه کذاب،وحافوا علیه ثم لم یذکروا الامالایثبت به کذب ولاالمرام به اصلا، ویرد لابن اسحٰق الوثاقة لاجرم ان لم یعرج علیه الحافظ فی التقریب۔وانضر فی محمد بن ابراهیم علٰی قوله،منکر الحدیث وکذٰلك لم یزد البیهقی فی حدیثه علی استنکاره بهذا السند،**اقول**:والرجل اعنی محمد بن ابراهیم من المشائخین کما فی المیزان وغیره،الجمع السائح من شتّات العلوم ما لیس	ضروری ہے کیونکہ کذب (جھوٹ) غلطی کا بھی احتمال رکھتا ہے(یعنی شاید اس کی مراد کذاب اور کذب سے غلطی ہو یعنی وہ بہت غلط گو ہے) جیسا کہ قائل کا کہنا کہ ابومحمد نے جھوٹ کہا اھ اور میں نے اس پر لکھا ہے یونہی ابن مسعود اور حذیفہ یمان رضی اللہ تعالٰی عنہما کا دورانِ آسمان کے متعلق کعب کے بارے میں فرمانا کذب کعب یعنی کعب نے غلط کہا اور یہ مطلب نہیں کہ اس نے جھوٹ کہا،چنانچہ ہشام بن عروہ، مالک اور دوسرے جلیل القدر لوگوں نے محمد بن اسحٰق کے کذاب ہونے پر شبہ کا اظہار فرمایا لیکن انہوں نے اس پر زیادتی کی۔پھر انہوں نے ایسے امور ذکر کئے جن سے اس کا کذب ثابت نہیں ہوتا اور نہ اس سے کلیۃً مقصد حاصل ہوتا ہے۔اور ابن اسحٰق کے لئے بلاشبہ توثیق وارد ہوئی ہے اگرچہ حافظ نے التقریب میں اس کی موافقت نہیں کی۔اور محمد بن ابراہیم کے بارے میں توقف اس کے اس قول سے کہ وہ منکرالحدیث ہے اور اسی طرح امام بیہقی نے اس سند سے اس کی حدیث میں صرف استنکار کااضافہ کیاہے۔**میں کہتاہوں** محمد بن ابراہیم مشائخ میں سے ہے جیسا کہ المیزان وغیرہ میں ہے،وہ اس قدر جامع ہے کہ جوعلوم دوسروں کے پاس نہیں وہ ان مختلف

[1] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی النوع الثالث والعشرون قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۹۔۲۵۸

عندالاٰخرین، ومن عادتهم استنكار مالايعرفون فيذكرون عندهم ان مدار حديث علٰى فلان ثم سمعوامن يرويه عن غيره انكروه فاذاتكرر ذٰلك منه قالوا مثل الحديث و ربما تعدوا الى الحكم بالكذب وماهو الا القضاء بالنفی علی الاثبات و الصواب عليه والله تعالٰی اعلم .لم يجتمع كل العلم فی احد بعد نبيه صلی الله تعالٰی عليه وسلم وهذا جهل الحفظ البخاری هو وغيره من الحفاظ كان عندهم ان حديث المؤمن ياكل فی معا واحدلم يروه عن ابی اسامة غير ابی كريب ورواه الترمذی من اربعة فقال حدثنابه ابی كريب وابوهشام وابوالسائب وحسين بن الاسود عن ابی اسامة قال ثم سألته محمود ابن غيلان عنه فقال هذا احديث ابی كريب فسألت البخاری فقال لم نعرفه الامن حديث

علوم میں سیاحت کرنے والا ہے اور ان کی عادت یہ ہے کہ جس چیز کو وہ نہ جانیں یا نہ پہچانیں تو اس کا انکار کردیتے ہیں۔ پھر وہ اپنے ہاں ذکر کرتے ہیں کہ حدیث کا مدار "فلاں" پر ہے پھر جیسے ہی یہ سنیں کہ راوی کسی دوسرے سے روایت کررہا ہے تو اس کا انکار کردیتے ہیں اور پھر جب اس سے یہ مکرر ہو تو کہتے ہیں مثل الحدیث (یعنی یہ اس حدیث کی مثل ہے) اور بعض اوقات جھوٹ اور قضا نفی علی الاثبات کی طرف تجاوز کرتے ہیں اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے کہ اس بارے میں ثواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام علوم کسی ایک شخصیت میں جمع نہیں ہوسکتے یہی وہ بات ہے جس کو امام بخاری وغیرہ حفاظ حدیث نہیں سمجھ پائے، ان کے نزدیک یہ حدیث کہ "مومن ایک آنت میں کھاتا ہے" کو ابوکریب کے بغیر ابواسامہ سے کسی اور نے روایت نہیں کیا حالانکہ امام ترمذی نے اسے چار اشخاص سے روایت کیا ہے چنانچہ امام ترمذی فرماتے ہیں ہم سے ابوکریب، ابوہشام، ابو السائب اور حسین ابن اسود سے ابو اسامہ کے حوالے سے بیان کیا۔ ترمذی کہتے ہیں پھر میں نے اس کے متعلق محمود ابن غیلان سے پوچھا تو اس نے کہا یہ ابو کریب کی حدیث ہے پھر میں نے امام بخاری سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہم اس کو حدیث

ابی کریب فقلت حدیث ابی کریب، ومن قبل هذا اتی الامام الثقة الواقدی فانه روی حدیث ام المومنین ام سلمة رضی الله تعالٰی عنها افعمیا وان انتما، عن معمر عن الزهری وماکان الحدیث عندهم الاعن یونس عن الزهری فقامت علیه القیامة من کل جانب حتی قال ذٰلك الجبل الشامخ امام السنة احمد بن حنبل رضی الله تعالٰی عنه، لم یزل یدافع الله الواقدی حتی روی عن معمر عن الزهری عن نبهان عن ام سلمة رضی الله تعالٰی عنها افعمیاوان انتما، فجاء بشیئ لاحیله فیه الحدیث حدیث یونس لم یروه غیره [1] اھ وجعله هوالمفسد لامر الواقدی وفعله داء لادواله، ولما اراد علی بن المدینی ان یسمع من الواقدی کتب الیه احمد کیف تستحل ان تکتب عن رجل روی عن معمر حدیث نبهان و هذا حدیث یونس	ابوکریب کے سوا نہیں پہچانتے۔ میں نے کہا حدیث ابو کریب؟ اور یونہی امام ثقہ واقدی پر یہی کچھ ہوا کیونکہ واقدی نے ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی ہے جس کے بعض الفاظ یہ ہیں: "کیا تم دونوں اندھی ہو گئی ہو" انہوں نے یہ حدیث معمر سے بواسطہ زہری روایت کی ہے جبکہ ان کے نزدیک یہ حدیث یونس سے بواسطہ زہری مروی ہے، پھر اس لئے اس (یعنی واقدی) پر ہر طرف سے قیامت قائم کی گئی یہاں تک کہ علم و عمل کے کوہِ گراں امام السنۃ احمد بن حنبل جیسی شخصیت نے فرمایا کہ ہمیشہ اللہ تعالٰی واقدی کا دفاع کرتا رہا یہاں تک کہ اس نے معمر بواسطہ زہری اور نبہان کے حوالے سے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے یہ حدیث روایت کی کہ "کیا تم دونوں اندھی ہو گئی ہو" گویا وہ ایسی شے لایا جس کے حل کی کوئی تدبیر نہیں کیونکہ صرف یونس کی حدیث ہے اس کے سوا کسی اور نے روایت نہیں کی اھ پھر یہی چیز واقدی کے بگاڑ کا ذریعہ بن گئی۔ اور یہ بیماری ہے جس کے لئے کوئی دوا نہیں۔ جب علی بن مدینی نے واقدی سے کچھ سننے کا ارادہ کیا تو امام احمد نے انہیں لکھا کہ یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ آپ ایسے شخص سے حدیث لکھیں جو معمر سے "حدیث نبہان" روایت کرتا ہے حالانکہ یہ حدیث یونس ہے جس میں

1

تفرد به[1] اھ،مع ان الحدیث رواہ عن ابن شھاب ثلثة، یونس کما عرفوا ومعمر کما روی الواقدی وثالثھم عقیل قال احمد بن منصور الرمادی(وھو ثقة حافظ حجة)لما قدمت مصر حدثنا ابن ابی مریم ثقة ثبت فقیه)انا نافع بن یزید(ثقة عابد) عن عقیل عن ابن شھاب فذکر حدیث بنھان قال فلما فرغ منه ضحکت فقال لم تضحك فاخبرته بقصة علی واحمد،قال وقال ابن ابی مریم ان شیوخنا المصریین لھم عنایة بحدیث الزھری قال الرمادی وھذا الحدیث فیما ظُلِم فیه الواقدی،بلی ذکر محمد بن ابراھیم،ابن حبان الذی قال فیه الذھبی فی ترجمة عثمان الطرائفی اما ابن حبان فانه یقعقع کعادته[2]۔والکلام فی الرجال لایجوز الابعد تمام	وہ متفرد ہے اھ حالانکہ اس حدیث کو ابن شہاب زہری سے تین افراد نے روایت کیا ہے(۱) یونس جیسا کہ معروف ہے (۲) معمر جیسا کہ واقدی نے روایت کی(۳) عقیل۔چنانچہ احمد بن منصور رمادی نے کہا وہ یعنی عقیل ثقہ حافظ اور حجت ہے۔جب میں مصر میں آیا تو ابن ابی مریم نے ہم سے بیان کیا(یہ ثقہ،ثبت اور فقیہ ہے)ہمیں نافع بن یزید نے بتایا(یہ بھی ثقہ اور عابد ہے)اس نے عقیل،اس نے ابن شہاب زہری کے حوالے سے روایت کی پھر اس نے حدیث نبہان بیان کی۔راوی یعنی احمد منصور رمادی نے کہا جب وہ اس کے ذکر کرنے سے فارغ ہوا تو میں ہنس پڑا تو اس نے کہا ہنستے کیوں ہو؟ تومیں نے اسے علی بن مدینی اور امام احمد کاواقعہ بتایا تو ابن ابی مریم نے کہا ہمارے مصری شیوخ کے لئے حدیث زہری عنایت ہے،رمادی نے کہا اس حدیث میں واقدی پر ظلم کیا گیا،ہاں ابن حبان نے محمد بن ابراہیم کا ذکر کیا ہے ابن حبان وہی ہے جس کے بارے میں عثمان طرائفی کے ترجمہ میں علامہ ذہبی نے فرمایا لیکن ابن حبان تو وہ ویسے ہی کھٹ کھٹ کرتا ہے جیسا کہ اس کی عادت ہے۔اور اسماء الرجال میں کلام کرنا جائز نہیں سوائے اس شخص کے جو مکمل

[1]

[2] میزان الاعتدال ترجمہ ۵۵۳۲ عثمان بن ابراھیم دار المعرفة ۳/ ۴۵

المعرفۃ وتام الورع، وقال فی ترجمۃ عبدالعزیز بن ابی وقال ابن حبان روی عن نافع عن ابن عمر نسخۃ موضوعۃ، ھٰکذا قال ابن حبان[1] بغیر بینۃ، وقال فی ترجمۃ محمد بن الفضل شیخ البخاری، ابن حبان الخساف المتہور[2] وقال فی ترجمۃ حجاج بن ارطاۃ کذا قال ابن حبان ھذا القول مجازفۃ[3] فھذا قال فیہ لاتحل الروایۃ عنہ الاباعتبار کان یضع الحدیث، **اقول**: ماظھر الاکرامۃ من اللہ تعالٰی لمحمد بن ابراھیم، حیث ناقض ابن حبان نفسہ فی نفس واح فجعلہ وضّاعا و جعلہ ممن یکتب حدیثہ و یعتبر بہ وسبحٰن اللہ من وضّاع یعتبر بحدیثہ وقدا فحش القول ھکذا فی محمد بن علاقۃ فقال کان یروی الموضوعات عن الثقات لایحل ذکرہ	معرفت اور تام ورع رکھتا ہو عبدالعزیز بن ابی کے ترجمہ میں کہا ابن حبان نے کہا نافع سے بواسطہ ابن عمر ایک موضوع نسخہ روایت کیا گیا ہے، ابن حبان نے یہ بغیر دلیل کے بیان کر دیا۔ علامہ ذہبی نے محمد بن فضل شیخ بخاری کے ترجمہ میں کہا ابن حبان مشہور فضول گو ہے اور ذہبی نے حجاج بن ارطاۃ کے ترجمہ میں کہا یوں ابن حبان نے کہا، یہ قول تخمینی ہے۔ تو یہ ابن حبان، محمد بن ابراہیم کے متعلق کہتا ہے کہ اس سے روایت کرنا سوائے فہم واعتبار کے حلال نہیں کیونکہ وہ حدیثیں وضع کرتا ہے۔ **اقول**: (میں کہتا ہوں) اس نے اس کا اظہار نہیں کیا مگر یہ کہ اللہ تعالٰی کی طرف سے محمد بن ابراہیم کی کرامت ہے کہ ابن حبان نے نفس واحد میں اپنے آپ سے مناقضہ اور مقابلہ کیا کہ اسے وضّاع (حدیثیں گھڑنے والا) بھی قرار دیا اور اسے ان لوگوں میں بھی شامل کیا کہ جن کی حدیثیں لکھی جاتی ہیں اور ان پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ پاک ہے اللہ تعالٰی۔ کون ایسا وضّاع ہوگا جس کی حدیثوں پر اعتماد کیا جائے اور اسی طرح ابن حبان نے فحش گوئی سے کام لیا کہ محمد بن علاقہ کے بارے میں کہا کہ وہ مستند راویوں سے موضوعات

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۵۱۰۱ عبدالعزیز بن ابی دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۶۲۸

[2] میزان الاعتدال ترجمہ ۸۰۵۷ محمد بن الفضل شیخ البخاری دارالمعرفۃ بیروت ۴/ ۸

[3] میزان الاعتدال ترجمہ ۱۷۲۶ حجاج بن ارطاۃ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۴۶۰

الا علی جھۃ القدح فیہ فاولہ وان کان اھون مما قال فی محمد فاٰخرہ وھ الحکم اشد وقال الحاکم یروی احادیج موضوعۃ ذاھب الحدیث وقال الدار قطنی متروک و قال البخاری فی حدیثہ نظروھو لا یقول ھذا الا فیمن یتھمہ غالبا، کما قال الازدی فی عبداللّٰہ بن داؤد التمار، و قال الازدی حدیثہ یدل علی کذبہ وکل ذٰلک لم یؤثر فیہ، فاقتصر الحافظ فی التقریب علی قولہ صدوق یخطی وذٰلک لان ابن معین وثقہ فکیف تؤثر فی رجل معدود من اولیاء اللّٰہ تعالٰی فالحدیث حسن ان شاء اللّٰہ تعالٰی ھذا وجہ وانعم بہ من وجہ، **والثانی** ان الحدیث جاء عن ثلٰثۃ من الصحابۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنھم بطرق متنوعۃ فنیجبر ضعف بعضھا ببعض اذلیس فیھا وضّاع ولا کذاب اعنی من تحقق فی ذٰلک، وقد بیّناہ فی کتابنا "منیرالعین فی حکم تقبیل الابھامین" من الفائدۃ۱۲

روایت کرتا ہے لہٰذا بغیر جرح وقدح کے اس کا تذکرہ کرنا جائز نہیں۔ اس کا اول اگرچہ اس کے آخر سے آسان ہے جو کچھ اس نے "محمد" کے بارے میں کہاتاہم آخر جو کہ حکم ہے زیادہ سخت ہے۔ اس نے کہا حاکم نے کہا کہ وہ موضوع حدیثیں روایت کرتا ہے (**ذاھب الحدیث**) ہے امام دار قطنی نے کہا متروک ہے۔ امام بخاری نے کہا اس کی حدیث میں نظر ہے اور وہ یہ بات اسی کے متعلق کہتا ہے جو غالبًا متہم ہو، جیسا کہ ازدی نے عبداللّٰہ بن داوٗد تمار کے بارے میں کہا ہے ازدی نے کہا اس کی حدیث اس کے جھوٹ پر دلالت کرتی ہے اور ان تمام باتوں نے اس پر کوئی اثر نہیں کیا۔ لہٰذا حافظ نے التقریب میں اپنے اس قول "**صدوق یخطی**" (سچا ہے، غلطی کرتا ہے) پر اکتفاک یا ہے کیونکہ ابن معین نے اس کی توثیق کی ہے پھر یہ باتیں کیسے اثر انداز ہوسکتی ہیں اس شخص پر جو اولیاء اللّٰہ میں شمار ہوتا ہو لہٰذا حدیث انشاء اللّٰہ حسن ہے اور یہ ایک وجہ ہے اور کتنی اچھی وجہ ہے۔ **دوسری بات** حدیث تین صحابہ سے مختلف طریقوں سے مروی ہے (اللّٰہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو) لہٰذا بعض کا ضعف بعض سے دور ہوجاتا ہے کیونکہ اس میں وضّاع کوئی نہیں اور نہ ہی کذاب ہے اور ہم نے اس کو اپنی کتاب منیرالعین فی حکم تقبیل الابھامین انگوٹھے چومنے سے آنکھوں کا روشن ہوتا) کے فائدہ ۱۲

الٰی فائدۃ ۱۴ وقال الامام الجلیل السیوطی فی التعقبات علی الموضوعات المتروك والمنکر اذا تعددت طرقه ارتقی الی درجة الضعیف الغریب بل ربما یرتقی الی الحسن[1] اھ وقال المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر الضعیف یصیر حجة بذٰلك لان تعدده قرینة علٰی ثبوته فی نفس الامر[2] اھ **والثالث** درجت الامة المرحومة علی العمل به من لدن السلف وھلم جرا وفی ھذا من تقویة الحدیث مافیه کما بیّناہ فی الافادۃ فی "الھاد الکاف فی حکم الضعاف" وقال الامام خاتم الحفاظ فی التعقبات قد صرح غیر واحد بان من دلیل صحة الحدیث قول اھل العم به وان لم یکن له سندا یعتمد علی مثله[3] اھ	سے ۱۴ تک بیان کیا ہے چنانچہ جلیل القدر امام علامہ سیوطی نے التعقبات علی الموضوعات میں فرمایا حدیث متروک اور منکر اس صورت میں ضعیف اور غریب کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے جبکہ اس کے طرق یعنی سندیں متعدد ہوں، بلکہ بعض اوقات درجہ حسن تک اس کا ارتفاع ہوجاتا ہے یا ارتقاء ہوجاتا ہے اھ محقق علی الاطلاق کمال ابن ہمام نے فتح القدیر میں فرمایا حدیث ضعیف تعدّدِ طرق کی وجہ سے حجت ہوجاتی ہے کیونکہ اس کے طرق کا تعدّد اس کے نفس الامری ثبوت پر قرینہ ہے اھ۔ **تیسری بات** امت مرحومہ اس حدیث پر عمل کرنے میں شامل ہے اور یہ زمانہ سلف سے قرناً فقرناً ہمیشہ سے چلا آرہا ہے۔ اس میں حدیث کے اندر جو کچھ ہے اس کی تقویت ہے جیسا کہ ہم نے الھاد الکاف فی حکم الضعاف کے افادہ میں بیان کیا ہے، چنانچہ امام خاتم الحفاظ نے التعقبات میں فرمایا۔ بہت سے ائمہ نے تصریح فرمائی ہے کہ کسی حدیث کے صحیح ہونے کی یہ دلیل ہے کہ اہل علم اس کو نقل کریں اگرچہ اس کی کوئی ایسی سند نہ ہو جس کی مثل پر اعتماد کیا جائے اھ۔

[1] التعقبات علی الموضوعات باب المناقب المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل ص ۵۷

[2] فتح القدیر کتاب الصلٰوۃ باب النوافل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۸۹

[3] التعقبات علی الموضوعات باب الصلٰوۃ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ص ۱۲

وستأتیك اقوال العلماء، وجه اللکھنوی ان یستخرج نساء کاتبات فلم یأت فی ھذہ الالف و ثلثمائة سنین، الاتسع نسوة، منھن السیدة اسماء بنت الفقیه کمال الدین موسٰی بمدینة زبیه فوفیت سنه ۹۰۴ قال فی "النور السافر فی اخبار القرن العاشر" کان لقولھا وقع فی القلوب وربما کتبت الشفاعات الی السطان والقاضی و الامیر فتقبل شفاعتھا[1] اھ ولیس فیه مایغنی بمقصودہ فمثل الکتابة لایلزم ان تکون بید نفسھا، وقدورد فی الاحادیث کتب رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم الی الملوك وغیرھم، و قد شاع وذاع ان السلطان کتب لفلان کذا مع انه لا یعرف ان یضع سوادا فی بیاض ومنھم من لم یعرف الا وضع اسمه فی الامضاء ولم یذکر نص "نزھة الجلساء" فی ترجمة المستکفی باللّٰه، ومریم بنت ابی یعقوب انما قال ذکر الکتابة فی ترجمتھا فلعله ذکر کما فی اسماء الزبیدیة	عنقریب اقوالِ علماء تیرے ہاں پیش ہوں گے، لکھنوی نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ لکھنے والی عورتوں کا استخراج کیا تو تیرہ سو سال کی مدت میں نو عورتیں بھی منظر عام پر نہ آئیں، ان میں سیّدہ اسماء دختر کمال الدین موسٰی مدینہ زبید میں ہوئیں ان کی وفات ۹۰۴ھ میں ہوئی۔ النور السافر فی اخبر القرن العاشر میں کہا گیا کہ لوگوں کے دلوں میں اس کے قول کی وقعت تھی بعض دفعہ وہ بادشاہ، امیر یا قاضی کے دربار میں کئی سفارشیں بصورت درخواست پیش کرتیں تو اس کی سفارشیں قبول کی جاتی تھیں اھ اس میں مقصود تک رسائی والی کوئی شے نہیں کیونکہ ضروری نہیں کہ کتابت انہی کے ہاتھ سے ہو اس لئے کہ بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بادشاہوں وغیرہ کو خطوط لکھے، اور مشہور ہے کہ بادشاہ نے فلاں کے لئے اس قدر انعام لکھ دیا جبکہ بادشاہ کچھ وہ ہیں جو لکھنا بالکل نہیں جانتے اور کچھ وہ جو صرف اپنا دستخط کرسکتے ہیں یعنی صرف اپنا نام لکھ سکتے ہیں اور نزہۃ الجلساء کی تصریح مستکفی باللہ کے ترجمہ میں ذکر نہ کی، اور مریم بنت یعقوب، اس نے کہا اس کے ترجمہ میں کتابت ذکر کی گئی ہے، شاید اسی طرح مذکور ہو جیسا کہ اسماء زبیدیہ کے ترجمہ میں مذکور ہے

[1] النور السافر فی اخبار القرن العاشر

فلم تسلم له الاست ولو شاء ان یُحصی الکاتبین من الرجال فی قرن بل یوم واحد مااستطاع فھذا دلیل ای دلیل علی تحرز الامة من تعلیمھن الکتابة مع ما فیھا من جلیل الانتفاع۔

والرابع ان الحدیث الضعیف یعمل به فی مقام الاحتیاط ویشھد له الحدیث الصحیح"کیف وقد قیل"وغیرذٰلک،مما بسطناہ فی رسالتنا"الھاد الکاف فی حکم الضعاف"وقال الامام الجلیل الجلال السیوطی فی"التدریب"یعمل بالضعیف ایضا فی الاحکام اذا کان فیه احتیاط [1]اھ فی اذکار الامام النووی و فتح المغیث وسیم الریاض،الاحکام لا یعمل فیھا الابالحدیث الصحیح و الحسن الا ان یکون فی احتیاط فی شیئ من ذٰلک[2]اھباختصار،وقال العلامة ابراھیم الحلبی فی الغنیه،الوصل بین الاذان والاقامة یکرہ فی کل الصلوات لماروی الترمذی عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنه

پھر اس کے لئے صرف چھ عورتیں ہی بچیں۔اور اگر وہ لکھنے والے مردوں کا ایک صدی بلکہ ایک دن کا شمار کرنا چاہے تو نہ کرسکے۔اور یہ دلیل ہے اور مزید کونسی دلیل ہو اس پر کہ امت مسلمہ میں عورتوں کی تعلیم کتابت سے احتراز اور پرہیز کیاجاتا تھا باوجودیکہ تحرز میں بڑا فائدہ ہے۔

چوتھی بات حدیث ضعیف پر مقام احتیاط میں عمل کیا جاسکتا ہے جبکہ کوئی حدیث صحیح اس کی شہادت دے"کیسے،حالانکہ یہ بھی کہاگیا"اور اس کے علاوہ بھی متعدد باتیں کہی گئیں جن کو ہم اپنے رسالہ"الھاد الکاف فی حکم الضعاف"میں کھول کر شرح وبسط سے بیان کیا ہے امام جلیل القدر جلال الدین سیوطی نے التدریب میں فرمایا حدیث ضعیف پر احکام میں بھی عمل کیاجاسکتا ہے جبکہ اس میں احتیاط ہو اھ۔امام نووی کی الاذکار اور فتح المغیث اور نسیم الریاض میں ہے کہ احکام میں حدیث صحیح او حسن کے بغیر عمل نہیں کیاجاسکتا الّا یہ کہ اس کے عمل کے سلسلہ میں مقام احتیاط ملحوظ ہو،اھ باختصار،چنانچہ علامہ ابراہیم حلبی نے الغنیہ میں فرمایا ہر نماز میں اذان اور اقامت کے درمیان وصل مکروہ ہے،اس کی وجہ جامع ترمذی کی وہ حدیث ہے جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے

---

[1] تدریب الراوی شرح تقریب النووی النوع الثالث والعشرون الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۳

[2] الاذکار للنووی فصل فی الامر الخ دارالکتاب العربی بیروت ص۷،۸

وھو وان کان ضعیفا لکن یجوز العمل بہ فی مثل ھذا الحکم[1] اھ مختصرا، وقد اخرج ابوالفرج فی الموضوعات حدیثا من ولد لہ ثلثۃ اولاد فلم یسم احدھم محمدا فقد جھل، بطریق اللیث عن مجاھد عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2]، وعلّلہ بان لیث ترکہ احمد وغیرہ فتعقبہ خاتم الحفاظ فی اللاٰلی بان الحارث رواہ عن النضر بن شنقی مرسلا والنضر قال ابن القطان، مجھول قال وھذا المرسل یعضد حدیث ابن عباس و یدخلہ فی قسم المقبول[3] اھ ولہ نظائر جمۃ اوردنا جملۃ منھا فی "الھاد الکاف"۔ اما حدیث الشفاء بنت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنھا قالت دخل علیّ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانا عند حفصۃ	مروی ہے اگرچہ وہ حدیث ضعیف ہے تاہم اس قسم کے حکم میں اس پر عمل کرنا جائز ہے اھ مختصراً، ابوالفرج نے الموضوعات میں یہ حدیث تخریج کی، جس کسی کے ہاں تین بچے پیدا ہوئے پھر اس نے ان میں سے کسی کا نام محمد نہ رکھا تو اس نے جہالت کی۔ یہ حدیث بواسطہ لیث، مجاہد اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے انہوں نے فرمایا حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اس نے حدیث مذکور میں تعلیل ذکر کی (یعنی اسے معلل قرار دیا) کہ لیث کو امام احمد وغیرہ نے چھوڑ دیا ہے اور خاتم الحفاظ نے اللآلی میں اس کا تعاقب کیا ہے کہ حارث نے اس کو نضر بن شنقی سے مرسل (یعنی بلاقید سند) روایت کیا ہے، اور ابن قطان نے کہا کہ نضر مجہول ہے۔ امام سیوطی نے فرمایا یہ مرسل، حدیث ابن عباس کو تقویت پہنچاتی ہے اور اسے قسم مقبول میں داخل کرتی ہے اھ اس کے لئے بہت سے نظائر ہیں ان سب کو ہم "الھاد الکاف" میں لائے ہیں۔ رہی حدیث شفاء دختر عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہا، اس نے کہا میرے پاس حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لائے جبکہ میں سیّدہ حفصہ رضی اللہ

[1] غنیہ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی سنن الصلوٰۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۷۷-۳۷۶

[2] الموضوعات لابن الجوزی کتاب المبتداء باب التسمیۃ لمحمد دارالفکر بیروت ۱/ ۱۵۴

[3] اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ کتاب المبتداء دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۰۲

فقال لی الا تعلیمین هذه رقیة النملة کما علمتیها الکتابة رواه ابوداؤد[1] فقال(حدثنا ابراهیم بن مهدی المصیصی)وثقه ابو حاتم وقال العقیلی حدث بمناکیر واسند عن یحیی بن معین قال ابراهیم بن مهدی جاء بمناکیز قال فی التقریب مقبول وهی درجة قاصرة عمن یقال فیه صدوق سیئ الحفظ اویهم اویخطی اوتغیر بآخره(ناعلی بن مسهر)ثقة له غرائب بعد ماأضر(عن عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز)صدوق یخطی ضعفه ابومسهر وحده (عن صالح بن کیسان)ثقة ثت فقیه(عن ابی بکر بن سلیمٰن بن ابی حثمة ثقة(عن الشفاء)رضی الله تعالٰی عنها فالحدیث لاینزل عن الصالح وهو قضیة سکوت فهذا قدیقال انه یفهم من ظاهره الجواز لکنا رأینا	تعالٰی عنہا بیٹھی ہوئی تھی آپ نے مجھ سے فرمایا کیا تو اسے لکھنا سکھانے کی طرح پھنسی کا دم نہیں سکھاتی۔امام ابوداؤد نے اس کو روایت کیا ہے،چنانچہ انہوں نے فرمایا ہم سے ابراہیم بن مہدی مصیصی نے بیان کیا،ابوحاتم نے اس کی توثیق کی۔عقیلی نے کہا یہ منکر روایات بیان کرتا ہے اور یحیٰی بن معین سے سند لایا اس نے کہا ابراہیم بن مہدی منکر حدیثیں لایا۔تقریب میں کہا گیا وہ مقبول ہے اور یہ کم درجہ ہے اس سے کہ جس کے بارے میں کہا جائے صدوق سیئ الحفظ الخ یعنی وہ سچا ہے البتہ اس کا حافظہ خراب ہے یا وہم کرتا ہے یا غلطیاں کرتا ہے یا آخر عمر میں اس میں تبدیلی آگئی تھی۔ہم سے علی بن مسہر نے بیان کیا کہ وہ ثقہ ہے البتہ اس کے لئے کچھ غرائب ہیں اس کے بعد کہ وہ نابینا ہوگیا تھا اس نے عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز سے روایت کی،وہ سچا ہے البتہ غلطی کر جاتا ہے صرف ابومسہر نے اسے ضعیف قرار دیا ہے،اس نے صالح بن کیسان سے روایت کی وہ ثقہ ثبت اور فقیہ ہے اس نے ابوبکر بن سلیمان بن ابی حثمہ سے روایت کی۔وہ ثقہ ہے اس نے سیدہ شفاء رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی۔پس حدیث صالح سے نیچے نہیں اترتی اور وہ قضیہ سکوت ہے کبھی کہا جاتا ہے کہ اس سے بظاہر

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطب باب فی الرقٰی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۸۶

العلماء لایمشون علیہ،فمنھم من یقول انما ھو تعریض من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بحفصۃ قررہ الذکی المغربی واستحسنہ الحافظ ابوموسٰی جدا وقال التاویل ماذھب الیہ الامام التورپشتی الحنفی فی شرح المصابیح ونقلہ عنہ العلامۃ الطیبی الشافعی فی شرح المشکٰوۃ مقرا علیہ وعنہ الفتنی فی مجمع البحار ونقل مثلہ الامام السیوطی فی مرقاۃ الصعود عن النہایۃ مقتصرا علیہ،قال الطیبی و یحتمل الحدیث وجھین آخرین احدھما التحضیض علی تعلیم الرقیۃ وانکار الکتابۃ ای ھلا علمتھا ما ینفعھا من الاجتناب عن عصیان الزوج کما علمتھا مایضرھا من الکتابۃ وثانیھما ان یتوجہ الانکار الی الجملتین جمیعا والمراد بالنملۃ المتعارف بینھم لانھا منافیۃ لحال المتوکلین [1] اھ وتارۃ یقولون لعل ھذا قبل النھی،ذکرہ الشیخ المحقق

جواز سمجھا جاتا ہے لیکن ہم نے علماء کرام کو دیکھا کہ وہ اس روش پر نہیں چلتے لہٰذا ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ یہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سیدہ حفصہ پر تعریض ہے، چنانچہ ذکی مغربی نے اس کو برقرار رکھا ہے اور حافظ ابوموسٰی نے یقیناً اس کو مستحسن سمجھا اور کہا کہ اس کی تاویل وہ ہے جس کی طرف امام تورپشتی حنفی شرح مصابیح میں گئے ہیں اور اس کو ان سے علامہ طیّبی شافعی نے شرح مشکٰوۃ میں نقل کرکے ثابت رکھا ہے اور ان سے فتنی نے مجمع البحار میں نقل کیا ہے اور امام سیوطی نے اسی کی مثل "مرقاۃ الصعود" میں نہایہ سے نقل کرکے اسی پر اکتفا کیا ہے۔علامہ طیّبی نے فرمایا حدیث مذکور دو اور وجوہات کا احتمال رکھتی ہے ان میں سے ایک رقیہ (دم کرنا) پر ابھارنا اور اکسانا ہے جبکہ تعلیم کتابت کا انکار کرنا ہے یعنی کیوں نہ تو نے اسے وہ چیز سکھائی جو اسے فائدہ دیتی کہ وہ شوہر کی نافرمانی سے بچنے کا ذریعہ ہے،اور کتابت کیوں سکھائی جو موجب دکھ اور ضرر۔(دوسری وجہ) یہ ہے کہ انکار دونوں جملوں کی طرف متوجہ ہے اور اس سے مراد وہ ہے جو ان کے درمیان متعارف ہے کیونکہ رقیہ وغیرہ توکل کرنے والوں کے حال کے منافی ہے اھ کبھی یہ کہتے ہیں کہ شاید (یہ اجازت) نہی سے پہلے ہو۔چنانچہ شیخ محقق

[1] شرح الطیبی علی مشکٰوۃ المصابیح کتاب الطب والرقی الفصل الثانی ادارۃ القرآن کراچی ۸/ ۳۰۶

فی الاشعة واخری خصت به حفصة رضی الله تعالٰی عنها لان نسائه صلی الله تعالٰی علیه وسلم خصصن باشیاء قال الله تعالٰی "یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ"[1] وخبر لایعلمن الکتابة، یحمل علی عامة النساء خوف الافتتان علیهن نقل القاری فی المرقاة عن بعضهم وکذا الشیخ المحقق واقر علیه وقال القاری یحتمل ان یکون جائز اللسلف دون الخلف لفساد النسوان فی هذا الزمان[2] اھ فدلت کلماتهم هذه علی انهم یکرهون الکتابة لهن، والاعتراض بان کل ذٰلك خلاف الظاهر فان تحققت الامر فانه ادخل فی المقصود فما کانوا لیغفلوا عن ذٰلك فهل تراهم عدلوا الیه الالداع ماالیه عظیم ورأیتنی کتبت علی هامش الاشعة عند ذکر انها خصوصیة	نے اشعۃ اللمعات میں اس کا ذکر فرمایا، اور کبھی کہتے ہیں کہ (یہ اجازت) سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی خصوصیت ہے اور یہ ان کے ساتھ مختص ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ازواج مطہرات بعض اشیاء سے مخصوص ہیں، چنانچہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: "اے نبی مکرم کی بیبیو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو"۔ اور حدیث کہ "عورتوں کو لکھنا نہ سکھاؤ" عام عورتوں پر محمول ہوگی ان کے حق میں فتنہ کے اندیشہ سے۔ اس کو ملا علی قاری نے مرقاۃ میں بعض سے نقل کیا ہے اور اسی طرح شیخ محقق نے اس کو برقرار رکھا ہے۔ م لا علی قاری نے کہا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ سلف کیلئے جائز ہو لیکن پچھلے لوگوں کے لئے جائز نہ ہو اس لئے کہ اس زمانے میں عورتوں میں فساد پایا جاتا ہے اھ پھر ان کے یہ کلمات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ عورتوں کے لئے کتابت (یعنی لکھائی کا عمل) مکروہ سمجھتے ہیں۔ اور یہ اعتراض کہ یہ سب باتیں خلاف ظاہر ہیں، اگر یہ امر ثابت ہو جائے تو س کا مقصود میں زیادہ دخل ہے کیونکہ وہ لوگ ایسے نہ تھے کہ ان باتوں سے بے خبر ہوں، کیا تم انہیں دیکھتے ہو کہ وہ کیوں اس طرح مڑ گئے مگر اس لئے کہ اس پر کوئی نہ کوئی بڑا داعی اور باعث ہے مجھ یاد ہے کہ

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۳۲

[2] مرقاۃ المفاتیح کتاب الطب والرقی الفصل الثانی المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۳۲۶

لحفصة مانصه هذا الجواب قدابدته من قبل ان اراه اقول: ومع ذٰلك لقاء ان يقول ان نفس التشبيه ليس بنص صريح فى الجواز بخلاف، لا تعلموهن، فانه نص فى المنع، على انها واقعة عين لا عموم لها بخلاف النهى، على ان حديث الشفاء ان تقدم فمنسوخ او تأخرفلانسلم الا تخصيص حفصة كمارخص النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم لزبير وعبدالرحمٰن بن عوف رضى الله تعالٰى عنهما فى لبس الحرير ولنادبة سعد رضى الله تعالٰى عنهما فى النياحة بعهد مانهى عن ذٰلك فلم يكن الا تخصيص بعض بالترخيص لانسخ الحكم على الاطلاق، على ان المقام مقام الحتياط فيقدم الحاظر على انه لوفرض عدم ورود نهى اصلالكان حال الزمان حاكما بالمنع وكم من حكم	میں نے اشعۃ اللمعات کے حاشیہ پر جو کچھ اس کی تصریح تھی لکھ دی اس ذکر کے ساتھ کہ کتابت سیدہ حفصہ کی خصوصیت ہے پس جواب دیکھنے سے پہلے ہی میں نے اس کا اظہار کر دیا تھا **اقول:** (میں کہتاہوں) اس کے باوجود کوئی کہنے والا یہ کہہ دے کہ محض تشبیہ، جواز میں کوئی صریح نص نہیں بخلاف لاتعلموھن یعنی عورتوں کو کتابت نہ سکھاؤ۔ یہ ممانعت میں واضح نص ہے۔ علاوہ اس کے یہ ایک معین واقعہ ہے جس میں کوئی عموم نہیں بخلاف حدیث نہی کے۔ علاوہ ازیں حدیث شفاء اگر مقدم ہو تو منسوخ ہے اور اگر مؤخر ہو تو پھر ہم اسے تسلیم ہی نہیں کرتے مگر یہ کہ سیدہ حفصہ کی خصوصیت قرار دی جائے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ریشم پہننے کی رخصت او راجازت دی تھی۔ اور حضرت سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ پر نوحہ اور رونے کی اجازت دی۔ اس کے بعد ان کاموں سے منع فرمادیا تا، تو پھر یہ رخصت دینے کی صورت میں بعض کی تخصیص ہوئی لہذا علی الاطلاق نسخ حکم نہیں علاوہ ازیں یہ مقام مقام احتیاط ہے لہذا مانع کو مقدم کیا جائے گا، اس کے علاوہ اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ نہی بالکل وارد نہیں ہوئی تو پھر بھی حال زمانہ منع کے لئے حاکم، (یعنی حالات زمانہ میں ممانعت کے لئے کافی ہیں)

یختلف باختلاف الزمان الاتری ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذن للنساء ان یخرجن الی المساجد وقد کن یخرجن علی عہد الرسالۃ بل امر فی العیدین باخراج العواتق وذوات الخدور کما فی الصحیحین[1] بل قال لاتمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ، اخرجہ احمد[2] ومسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما ومع ذٰلك اذا فسد الزمان نص الائمۃ بالمنع و قالت ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا لورای النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من النساء مارأینا لمنعھن المساجد کما منعت نساء بنی اسرائیل[3]۔	بارہا اختلاف زمانہ سے حکم بدل جاتا ہے کیاتم نہیں دیکھتے کہ حضوراکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عورتوں کو مساجد میں جانے کی اجازت دی تھی اور وہ زمانہ رسالتمآب میں مساجد میں جایا کرتی تھیں بلہ عیدین (چھوٹی، بڑی عید) میں پردہ نشین خوادین کو بھی آپ نے عیدگاہ میں جانے کا حکم صادر فرمار کھا تھا جیسا کہ بخاری ومسلم کی روایات میں موجود ہے بلکہ آپ نے یہاں تک فرمایا کہ باندیوں کو اللہ تعالٰی کے گھروں (مساجد) میں جانے سے مت روکو۔امام احمد اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کی تخریج فرمائی۔ پس اس کے باوجود جونہی حالت زمانہ خراب وفاسد ہوگئے تو ائمہ کرام نے صراحتًا عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے روک دیا۔ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے ارشاد فرمایا اگرآنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عورتوں کے آج کے حالات دیکھتے جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں تو انہیں مسجدوں میں جانے سے روک دیتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں۔(ت)

[1] صحیح البخاری کتاب العیدین باب اذلم یکن لھا جلباب فی العید قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۴، صحیح مسلم کتاب العیدین فصل فی اخراج العواتق وذوات الحدود قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۹۰

[2] صحیح مسلم کتاب الصلٰوۃ باب خروج النساء الی المساجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۳، مسند احمد بن حنبل عن ابن عمر الکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۶ و ۱۵۱

[3] صحیح البخاری کتاب الاذان باب خروج النساء الی المساجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۰، صحیح مسلم کتاب الصلٰوۃ باب خروج النساء الی المساجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۳

یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ اگلے زمانے کی دو چار بیبیوں کے حال فعل سے استناد کا یہاں کوئی محل نہیں پہلے تو عموماً عورات کو حکم تھا کہ پنجگانہ مسجدوں میں حاضر ہوں، پردہ نشینیں اگرچہ حالت حیض میں ہوں کہ نماز پڑھ بھی نہیں سکتیں محض شرکت برکت دعا کے لئے عیدگاہوں کو ضرور جائیں۔اب یہ احکام کیوں نہ رہے، حضرت ام المومنین حفصہ توام المومنین ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہا آج حضرت فقیہ فاطمہ سمرقندیہ بنت امام علاؤالدین رحمہما اللہ تعالٰی کے مثل کون سی بی بی ہے بلکہ بعد تلاش و تفحص صرف معدود نساء کی کتابت کا پتا چلنا ہی بتادیتا ہے کہ سلفاً خلفاً علماء وعامہ مومنین کا عمل اس کے ترک ہی پر رہاہے۔مرد ہر زمانے میں لاکھوں کاتب ہوئے اور عورتیں تیرہ سو برس میں معدود۔پُر ظاہر کتابت ایک عظیم نافع چیز ہے اگر کتابتِ نساء میں حرج نہ ہوتا جمہور امت سلف سے آج تک اس کے ترک پر کیوں اتفاق کرتی، بالجملہ سبیل سلامت اسی میں ہے،لہٰذا ان اجلہ علماء کرام امام حافظ الحدیث ابو موسٰی وامام علامہ تورپشتی وامام ابن الاثیر جزری وعلامہ طیّبی وامام جلال الدین سیوطی وعلامہ طاہر فتنی و شیخ محقق مولنا عبدالحق محدّث دہلوی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم نے اسی طرف میل فرمایا،وہ ہر طرح ہم سے اعلم تھے اب جو اجازت کی طرف جائے یا حال زمانہ سے غافل ہے یا امت مرحومہ کی خیر خواہی سے عاطل۔

ومن لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل[1]،نسأل اللہ العفووالعافیۃ ثم رأیت بعد ذٰلك کلام الشیخ ابن حجر فی الفتاوی الحدیثیۃ ذکر فیہ حدیث ام المؤمنین وحدیث ابن مسعود ایضا رضی اللہ تعالٰی عنھما وزاد فقال واخراج الترمذی الحکیم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ و سلم قال مر لقمان علٰی جاریۃ	(جو اپنے زمانے والوں کے حالات سے آگاہ نہ ہو وہ جاہل اور نادان ہے۔ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور نادان ہے۔ہم اللہ تعالٰی سے معافی اورعافیت کا سوال کرتے ہیں، پھر اس کے بعد میں نے شیخ ابن حجر کا فتاوٰی حدیثیہ میں کلام دیکھا جس میں انہوں نے ام المومنین کی روایت اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث ذکر فرمائی اور کچھ اضافہ کرتے ہوئے فرمایا۔ت) یعنی نیز امام ترمذی الحکیم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ لقمان نے ایک

[1] ردالمحتار کتاب الایمان داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۵۹

فی الکتاب فقال لمن یصقل ھذا السیف ای حتی یذبح بہ وحینئذ فیکون فیہ اشارۃ الی علۃ النھی عن الکتابۃ وھی ان المرأۃ اذا تعلمتھا توصلت بھا الی اغراض فاسدۃ وامکن توصل الفسقۃ الیھا علی وجہ اسرع وابلغ واخدع من توصلھم الیھا بدون ذلک، لان الانسان یبلغ بکتابتہ فی اغراضہ الی غیرہ مالم یبلغہ برسول ولان الکتابۃ اخفی من الرسول فکانت ابلغ فی الحیلۃ واسرع فی الخداع والمکر، فلاجل ذلك صارت المرأۃ بعد الکتابۃ کالسیف الصیقل الذی لایمر علی شیئ الاقطعہ بسرعۃ فکذلك ھی بعد الکتابۃ تصیر لایطلب منہ شیئ الاکان فیھا قابلیۃ الی اجابتہ الیہ علی ابلغ وجہ اسرعہ[1] اھ۔	لڑکی کو دیکھا کہ مکتب میں سکھائی جارہی ہے فرمایا یہ تلوار کس کے لئے صیقل کی جاتی ہے۔امام ابن حجر فرماتے ہیں اس حدیث میں علت نہی کتابت کی طرف اشارہ ہے کہ عورت لکھنا سیکھ کر خود بھی فاسد غرضوں کی طرف راہ پائے گی اور فاسقوں کو بھی اس تک رسائی کا بڑا موقع مل جائے گا جو لکھنا نہ جاننے کی حالت میں نہ ملتا کہ آدمی وہ بات لکھ سکتا ہے جو کسی کی زبانی نہ کہلا بھیجے گا نیز خط ایلچی سے زیادہ پوشیدہ ہے تو اس میں حیلہ ومکر کی بہت جلد راہ ملے گی لہٰذا عورت لکھنا سیکھ کر صیقل کی ہوئی تلوار ہو جاتی ہے (وہ کسی چیز پر نہیں گزرتی مگر جلدی سے اسے کاٹ کر رکھ دیتی ہے پس عورت لکھائی سیکھنے کے بعد اسی طرح ہو جاتی ہے لہٰذا اس سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا جاتا کہ وہ بڑی جلدی میں ،بروجہ بلیغ اس دعوے و مطالبے کے قبول کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے اھ۔ (ت)

ہندی مثل نے بھی اسی مضمون کی طرف اشارہ کیا "اے بوری کوئی دیت ہے متوازن ہتھیار"۔

وھذا کما تری کلام متین مبین، اعلاہ مورق واسفلہ مغدق وقول سیدنا لقمان الذی جاء فی الحدیث ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رواہ سیف بالیقین و القطع	جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ یہ کلام نہایت پختہ اور واضح ہے جس کا اوپر والا حصہ ہرے بھرے خوبصورت پتوں والا ہے (اعلاہ مورق) اور نچلا حصہ جائے سیرابی ہے (اسفلہ مغدق) اور ہمارے آقا لقمان حکیم کا ارشاد ہے جو حدیث پاک میں وارد ہوا کہ جس کو آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

[1] الفتاوی الحدیثیہ مطلب یکرہ تعلیم النساء الکتابۃ المطبعۃ الجمالیۃ مصر ص ۶۳

لیس بعدہ لعنق الشبھة الا الجزّ والقطع اما ما ذکر الشیخ بعدہ جوابا عن حدیث الشفاء بقولہ، **قلت** لیس فیہ دلالة علی طلب تعلیمھن الکتابة وانما فیہ دلیل علی جوازہ الکتابة ونحن نقول بہ وانما غایة ان النھی عنہ تنزیھا لما تقرر فی المفاسد المرتبة علیھا اھ **فاقول**: مبنی علی مذھبہ فان الامام الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ لایقول بسد الذرائع فلایکون حجة علینا لاسیما مع مانرٰی عن فساد الزمان وماتصم بسماعہ الآذان ولاحول ولا قوة الاباللہ العلی العظیم۔نسأل اللہ العفو و العافیة، واللہ تعالٰی اعلم۔	روایت فرمایا وہ عورت یقینی اور حتمی طور پر تلوار ہے کہ جس کے بعد گردن کٹنے اور الگ ہونے کے علاوہ کوئی گنجائش نہیں، رہی یہ بات کہ شیخ نے حدیث شفاء کا جواب اپنے اس قول سے ذکر فرمایا۔ **میں کہتاہوں** کہ عورتوں کی تعلیم کتابت کے مطالبے پر حدیث پاک میں کوئی دلالت نہیں بلکہاس میں دلیل جواز ہے اور ہم اسی کے قائل ہیں، منکر نہیں، البتہ انتہائی بات یہ ہے کہ اس میں نہی تنزیہہ ہے اس لئے کہ اس پر بہت سے مفاسد کا ترتّب ثابت ہوچکاہے اھ میں کہتاہوں (صاحب فتاوٰی) کہ یہ ان کے مذہب پر مبنی ہے اس لئے کہ امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ ذرائع کی روک تھام کے قائل نہیں لہذا یہ ہمارے خلاف حجت (دلیل) نہیں خصوصًا جبکہ ہم فسادِ زمانہ بھی دیکھ رہے ہیں اور وہ خطرناک حالات کہ جن کی سماعت سے کان بہرے ہوں۔ پس گناہوں سے محفوظ رہنے اور نیکی کرنے کی (کسی میں) ہمت وقوت نہیں سوائے خدائے عظیم و کبیر کے فضل و کرم کے۔ اللہ تعالٰی سے ہم مغفرت وعافیت چاہتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۱۰: ۶ ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قرآن شریف کاترجمہ اس طرح پر کرنا کہ نیچے ترجمہ میں مخذوفات اور مطالب وغیرہ خطوط ہلالی بناکر لکھ دیئے جائیں جائز ہے یاناجائز؟

الجواب:

الحمدللہ قرآن عظیم بحفظ الٰہی عزوجل ابداآلآباد تک محفوظ ہے تحریف محرفین وانتحال منتحلین کواس کے سراپردۂ عزت کے گرد بار ممکن نہیں "لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ" [1] (باطل اس کے آگے اور پیچھے

[1] القرآن الکریم ۴۱/ ۴۲

سے نہیں آسکتا۔ت) حمد اس کے وجہ کریم کو جس نے قرآن اتارا اور اس کا حفظ اپنے ذمہ قدرت پر رکھا "اِنَّانَحۡنُ نَزَّلۡنَاالذِّکۡرَ وَاِنَّالَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ﴿۹﴾"[1] (ہم ہی نے قرآن پاک کو اتارا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ت) توریت وانجیل کچھ تو ملعون احباروں نے اپنے اغراض ملعونہ سے روپے لے کر اپنے مذہب ناپاک کے تعصب سے قصداً بدلیں اور کچھ ایسے ہی ترجمہ کرنے والوں نے اس خلط وخبط کی بنیادیں ڈالیں مرورزماں کے بعد وہ اصل وزیادت مل ملاکر سب ایک ہوگئیں، کلام الٰہی وکلام بشر مختلط ہوکر تمیز نہ رہی۔ الحمد للہ نفس قرآن میں اگرچہ یہ امر محال ہے تمام جہان اگراکٹھا ہوکر اس کاایک نقطہ کم بیش کرنا چاہے ہرگز قدرت نہ پائے مگر ترجمہ سے مقصود ان عوام کو معانی قرآن سمجھانا ہے جو فہم عربی سے عاجز ہیں خطوط بلالی نقول ودر نقول خصوصًا مطابع مطابع میں ضرور مخلوط ونامضبوط ہوکر نتیجہ یہ ہوگا کہ دیکھنے والے عوام اصل ارشاد قرآن کو اس مترجم کی زیادت سمجھیں گے اور مترجم کی زیادات کو رب العزۃ کاارشاد یہ باعث ضلال ہوگا اور جو امر منجر بہ ضلال ہو اس کی اجازت نہیں ہوسکتی اسی لئے علماء مترجمین نے ترجمہ کا یہی دستور رکھا کہ بین السطور میں صرف ترجمہ اور جو فائدہ زائدہ ایفاح مطلب کے لئے ہو اوہ حاشیہ پر لکھا انہیں کی چال چلنی چاہئے۔ **وباللہ التوفیق، واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۳۱۱: ۵جمادی الاولٰی ۱۳۱۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ ایک شخص وعظ کہتا ہے اور ان صفتوں سے موصوف ہے: اوّلاً مقولہ اس کا الصلوۃ علیک یارسول اللہ کہنا نہ چاہئے حاضر کے واسطے ہے۔ دوسرے بیان کیا روزہ دار کو چاہئے وقت استنجی کے اوپر کو سانس نہ لے اور آپ کو خوب سنبھالے پانی اوپر نہ جائے ورنہ روزہ اس کا تباہ ہوگا روزہ دار اور غیر روزہ دار کے استنجی میں بہت فرق ہے۔ تیسرے آمین کہنے آواز بلند سے شیطان کے برچھے لگتا ہے اگر بہت بلند آواز سے آدمی کہیں تو بہت برچھی لگتی ہیں، اور اس آدمی نے تقویۃ الایمان اور تنبیہ الغافلین اور کچھ آیات وحکایات وحدیث شریف کا ترجمہ بغیر استاد کے مطبوعہ دیکھ کر یاد کرلیا ہے بیان کرتا ہے اوع علم ناسخ اور منسوخ آیات اور اقسام حدیث شریف اور صرف ونحو بھی نہ جانے بحدیکہ من وعن وواحد وتثنیہ میں فرق نہیں کرسکتا ہے ایسے آدمی کا وعظ سننے کو اجازت شریعت محمدیہ اہل شرع کے ہے یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر پاؤ۔ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۵/ ۹

الجواب:

شخص مذکور نرا جاہل اجہل و گمراہ بدمذہب ہے اسے وعظ کہنا حرام اور اس کا وعظ سننا حرام، **الصلوٰۃ علیك یارسول اللّٰہ** کہنا باجماع مسلمین جائز و مستحب ہے جس کی ایک دلیل ظاہر و باہر التحیات میں **السلام علیك ایھاالنبی ورحمۃ اللّٰہ و برکاتہ** ہے اور اس کے سوا صحاح کی حدیث میں **یا محمد انی اتوجہ بك الٰی ربی فی حاجتی ھٰذہ**[1] (اے محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) میں اپنی اس حاجت (ضرورت) میں آپ کو اپنے پروردگار کی طرف متوجہ کرتا ہوں اور آپ کو وسیلہ بناتا ہوں۔ ت) موجود جس میں بعد وفات اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور پکارنا اور حضور سے مدد لینا ثابت ہے مگر ایسے جاہل اجہل کو احادیث سے کیا خبر، جب اسے التحیات ہی یاد نہیں جو مسلمانوں کا ہر بچہ جانتا ہے۔ تقویۃ الایمان سخت بددینی وضلالت کی کتاب ہے اس کا اور اس کے مصنف کا حال فتاوٰی ورسائل علماء عرب وعجم سے ظاہر، سردست فقیر کا رسالہ مسمّٰی بہ **الکوکبۃ الشھابیۃ علی کفریات ابی الوھابیۃ** عــــہ **جدید الطبع حاضر من شاء فلیطالعھا** حاضر ہے جو چاہے اس کا مطالعہ کرے۔ت)

آمین آواز سے کہنے میں شیطان کے برچھا لگنا اور جس قدر زیادہ بلند آواز سے ہو اسی قدر زیادہ زخم پہنچنا یہ بھی کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ روزہ دار کو یہ بہتر تو ہے کہ استنجا کرنے میں اوپر سانس بقوت نہ لے مگر اس قدر سے روزہ نہ جائے گا، نہ مطلقاً پانی چڑھنے سے جب تک پانی موضع حقنہ تک نہ پہنچے، اور ایسا ہوگا تو درد شدید پیدا ہوگا۔ درمختار میں ہے:

لوبالغ فی الاستنجاء حتی بلغ موضع الحقنۃ فسد الصوم وھذا قلمایکون ولوکان فیورث	استنجا کرنے میں اگر اس تک مبالغہ کیا کہ پانی حقنہ (محل دوا) تک پہنچ گیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور ایسا

عــــہ: رسالہ ہذا (الکوکبۃ الشہابیہ) فتاوٰی فتاوٰی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور جلد نمبر ۱۵ میں مرقوم ہے۔

[1] جامع الترمذی ابواب الدعوات امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۹۷، مسند احمد بن حنبل حدیث عثمان بن حنیف المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۳۸، سنن ابن ماجہ ابواب اقامۃ الصلٰوۃ ماجاء صلٰوۃ الحاجۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰۰، المستدرك للحاکم کتاب الصلٰوۃ التطوع ۱/ ۳۱۳ کتاب الدعا ۱/ ۵۱۹ و ۵۲۶ دارالفکر بیروت

داءً عظیما[1]۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	بہت کم ہوتا ہے، اگر ہو تو بڑی بیماری پیدا ہو جائے گی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۱۲: از پیلی بھیت بازار ڈرمنڈ گنج دکان خلیل الرحمٰن عطر فروش مرسلہ محمد مظہر الاسلام صاحب ۲۴ رجب ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان متین مسئلہ مندرجہ ذیل میں: اگر کوئی عالم یہ دعوی کرتا ہو کہ میں یہاں کے اہم اسلام کا حاکم ہوں اور منہیات شرعی پر زجر وتوبیخ نہ کرتا ہو بلکہ ایسے اشخاص سے کہ جو منہیات شرعی میں مبتلا ہوں ان کے یہاں دعوتیں کھاتا ہو نذرانہ لیتا ہو یعنی شراب خوار، علی الاعلان ہوئے فروش ہو، مسکرات کا ٹھیکیدار ہو رشوت علی الاعلان لیتا ہو، ڈاڑھی منڈاتا ہو، علی الاعلان زنا کرتا ہو، وغیرہ وغیرہ۔ پس ایسے شخصوں سے ملنے کو فخر جانتا ہو ایسے عالم کے واسطے شریعت عالی کا کیا حکم ہے؟ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب:

عالم دین سنی المذہب جو اپنے اہل علم شہر میں اعلم ہو ضرور ان کا حاکم شرعی ہے **کما فی الحدیقة الندیة**[2] **عن الفتاوی العتابیة** (جیسا کہ حدیقہ ندیہ میں فتاوی عتابیہ سے نقل کیا گیا ہے۔ ت) نہی عن المنکر اپنی شرائط کے ساتھ ضرور فرض ہے مگر وہ زجر و توبیخ میں منحصر نہیں ایسے مرتکبان کبائر کے ساتھ اختلاط میں نظر علماء مختلف رہی ہے اور قول فیصل یہ کہ اس کا فیصلہ عالم ماہر کی نظر پر ہے جو اصلح سمجھے اس پر عمل کرے **کما بیّنہ الامام حجة الاسلام فی الاحیاء** (جیسا کہ حجۃ الاسلام (امام غزالی) نے اس کو احیاء العلوم میں بیان فرمایا ہے۔ ت) دعوت کھانا فی نفسہ حلال ہے جب تک معلوم و متحقق نہ ہو کہ یہ کھانا جو ہمارے سامنے آیا بعینہٖ حرام مال ہے **کما فی الھندیة**[3] **عن الذخیرة عن الامام محمد** (جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں بحوالہ ذخیرہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے۔ ت) بہرحال عوام کو علمائے دین سنیان متین کی شان میں حسن ظن وحسن عقیدت لازم ہے۔ **واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔**

---

[1] درمختار کتاب الصوم باب مایفسد الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۹

[2] الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة النوع الثالث مکتبہ نوریہ فیصل آباد ۱/ ۳۵۱

[3] الفتاوی الهندیة کتاب الکراهیة الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۲

مسئلہ ۳۱۳: مسئولہ مولوی حامد علی صاحب طالب علم مدرسہ اہلسنت باشندہ الہ آباد ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہابیوں کے پاس اپنے لڑکوں کو پڑھانا کیسا ہے اور جو ان کے پاس اپنے لڑکے کو پڑھنے کے لئے بھیجے اس کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب:

حرام حرام حرام، اور جو ایسا کرے بدخواہ اطفال ومبتلائے آثام۔ قال اللہ تعالٰی:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا"[1]۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۱۴: مرسلہ ڈاکٹر محمد واعظ الحق سعد اللہ لودی ڈاکخانہ خسروپور ضلع پٹنہ بوساطت مولوی ضیاء الدین صاحب ۱۵ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ

غیر مقلدوں سے مسئلہ دریافت کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: غیر مقلدوں سے مسئلہ دریافت کرنا حماقت ہے۔

مسئلہ ۳۱۵: ازاوجین علاقہ گوالیار مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۱۴ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

براہ سخن پروری عبارت کتب میں اپنی طرف سے چند الفاظ داخل کرکے علماء کرام اور حتی کہ استاد عظام خود کو دھوکا دینا کیا حکم رکھتا ہے جو حکم محقق اس مسئلہ میں ہو بیان فرمائیں وبحث مسئلہ عبارت کتب ہو۔

الجواب:

سخن پروری یعنی دانستہ باطل پر اصرار ومکابرہ ایک کبیرہ۔ کلمات علماء میں کچھ الفاظ اپنی طرف سے الحاق کرکے ان پر افتراء دوسرا کبیرہ۔ علماء کرام اور خود اپنے اساتذ کو دھوکا دینا خصوصًا امر دین میں تیسرا کبیرہ۔ یہ سب خصلتیں یہود لعنہم اللہ تعالٰی کی ہیں۔

قال اللہ تعالٰی "وَ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴿۴۲﴾"[2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: (لوگو) حق کے ساتھ باطل نہ ملاؤ اور نہ حق کو چھپانے والے بنو جبکہ تم (حق کو خوب) جانتے ہو۔ (ت)

[1] القرآن الکریم ۶۶/ ۶

[2] القرآن الکریم ۲/ ۴۲

وقال اللہ تعالٰی " فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُونَ ۝ " [1]	اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: خرابی اور بربادی ہے ان لوگوں کے لئے بوجہ ان کے ہاتھوں کی لکھائی کے، اور خرابی ہے ان کے لئے بوجہ ان کی کمائی کے جو وہ کمارہے ہیں۔(ت)
وقال تعالٰی " يُحَرِّفُونَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ " [2]۔واللہ تعالٰی اعلم۔	اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہ لوگ اللہ کے کلام کو سمجھنے اور جاننے کے باوجود بدل ڈالتے ہیں۔واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۳۱۶: از قاضی ٹولہ شہر کہنہ ۷ ذی القعدہ ۱۳۲۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ اگر کوئی شخص جس نے سوائے کتب فارسی اور اردو کے جو کہ معمولی درس میں پڑھی ہوں اور اس نے کسی مدرسہ اسلامیہ یا علماء گرامی سے کوئی سند تحصیل علم نہ حاصل کی ہو اگر وہ شخص مفتی بنے یا بننے کا دعوی کرے اور آیات قرآنی اور احادیث کو پڑھ کر اس کا ترجمہ بیان کرے اور لوگوں کو باور کرائے کہ وہ مولوی ہے تو ایسے شخص کا حکم یا فتوی اور اقوال قابل تعمیل ہیں یا نہیں اور ایسے شخص کا کوئی دوسرا شخص حکم نہ مانے تو اس کے لئے شریعت میں کیا حکم ہے؟

الجواب:

سند کوئی چیز نہیں، بہتیرے سند یافتہ محض بے بہرہ ہوتے ہیں اور جنھوں نے سند نہ لی اُن کی شاگردی کی لیاقت بھی ان سند یافتوں میں نہیں ہوتی، علم ہونا چاہئے اور علم الفتوی پڑھنے سے نہیں آتا جب تک مدتہا کسی طبیب حاذق کا مطب نہ کیا ہو مفتیان کامل کے بعض صحبت یافتہ کہ ظاہری درس وتدریس میں پورے نہ تھے مگر خدمت علماء کرام میں اکثر حاضر رہتے اور تحقیق مسائل کا شغل ان کا وظیفہ تھا فقیر نے دیکھا ہے کہ وہ مسائل میں آج کل کے صدہا فارغ التحصیلوں بلکھمدرسوں بلکھنام کے مفتیوں سے بدرجہا زائد تھے، پس اگر شخص مذکور فی السوال خواہ بذات خود خواہ بفیض صحبت علماء کاملین علم کافی رکھتا ہے جو بیان کرتا ہے غالبًا صحیح ہوتا ہے اس کی خطا سے اس کا صواب زیادہ ہے تو حرج نہیں اور اگر دونوں وجوہِ علم سے عاری ہے صرف بطور خود اردو فارسی کتابیں دیکھ کر مسائل بتائے اور قرآن وحدیث کا مطلب

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۷۹

[2] القرآن الکریم ۲/ ۷۵

بیان کرنے پر جرأت کرتا ہے تو یہ سخت اشد کبیرہ ہے اور اس کے فتوی پر عمل جائز نہیں اور نہ اس کا بیان حدیث وقرآن سننے کی اجازت۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اجرأکم علی الفتیا اجرأکم علی النار [1]۔	جو شخص فتوی دینے میں زیادہ جرأت رکھتا ہے وہ آتشِ دوزخ پر زیادہ دلیر ہے۔

اور ارشاد فرمایا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے:

من قال فی القراٰن برایہ فاصاب فقد اخطاء [2]۔	جس نے قرآن کے معنی پر اپنی رائے سے بیان کئے اس نے اگر ٹھیک کہے تو غلط کہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من قال فی القراٰن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار [3]۔	جو بغیر علم کے قرآن کے معنی کہے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔

والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۱۷تا۳۲۰: مرسلہ محمد اسحاق سکریٹری انجمن محمدیہ کوچین ملک ملیبار

(۱) آج کل مسلمان جو تکمیل یونیورسٹی کی کوشش کرتے ہیں اور چندہ فراہم کرتے ہیں وہ ثواب ہے یا نہیں؟

(۲) آیا تکمیل یونیورسٹی دینی ضروریات سے ہے یا نہیں؟

(۳) اس مد میں جو روپیہ دیا جائے وہ صدقہ جاریہ میں محسوب ہوگا یا نہیں؟

(۴) اس یونیورسٹی میں اہلسنّت شامل ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب:

اگر یہ بات قرار پائے اور اس کے افسر عہدہ داران اس کا پورا ذمہ قابل اطمینان کریں کہ اس کا حصہ دینیات صرف اہلسنت وجماعت کے متعلق رہے گا جن کے عقائد مطابق علمائے حرمین طیبین ہیں

---

[1] کنزالعمال بحوالہ الدارمی حدیث ۲۸۹۶۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۸۴

[2] کنزالعمال بحوالہ جندب حدیث ۲۹۵۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲/ ۱۶

[3] کنزالعمال بحوالہ د، ت عن ابن عباس حدیث ۲۲۵۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲/ ۱۶

ہیں انہیں کی کتب نصاب میں ہوں گی، انہیں کے علماء مدرسین ہوں گے، انہیں کی تربیت میں طلباء رہیں گے، غیروں کی صحبت سے ان کو بچایا جائے گا، روپیہ جو اہلسنت سے لیا جائے گا صرف اسی کام میں صرف کیا جائے گا، اس وقت اہلسنت کو اس میں داخل ہونا جائز اور باعث ثواب ہوگا، اور جو کچھ اس میں دیا جائے گا صدقہ جاریہ ہوگا۔ رہا اس کی تکمیل میں کوشش اور چندہ فراہم کرنا، وہ صرف اتنی بات پر بھی ثواب نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس میں ہر مذہب کی تعلیم باقی ہے وہ روپیہ اس لئے جمع نہیں کرتے کہ دین حق کی تعلیم ہو بلکہ حق وناحق دونوں کی تعلیم کو سنیوں کے بچوں کو تعلیم ہوگی کہ قرآن مجید بعینہٖ محفوظ ہے اس میں کسی قسم دخل بشری سے ایک نقطہ کی کمی بیشی ہوئی نہ ہوسکتی ہے، کوئی غیر نبی کسی نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا، تقدیر کی بھلائی برائی سب اللہ عزوجل کی طرف سے ہے اور اس پر کچھ واجب نہیں وہ جو چاہے کرے، ہمارا اور ہمارے افعال نیک وبد کا وہی ایک اکیلا خالق ہے اس کا دیدار روز قیامت حق ہے، خلفائے اربعہ کی امامت برحق ہے ان میں اللہ عزوجل کے یہاں سب سے زیادہ عزت وقربت والے صدیق اکبر ہیں پھر فاروق اعظم پھر عثمان غنی پھر علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہم، انہیں بلکہ صحابہ میں سے کسی کو برا کہنے والا جہنمی مردود وملعون ہے اور شیعہ کے بچوں کو تعلیم ہوگی کہ یہ قرآن بیاض عثمانی ہے اس میں سے کچھ آیتیں سورتیں صحابہ نے گھٹادیں بعض الفاظ کچھ کے کم کردیئے جیسے **ائمة ھی ازکی من ائمة** کی جگہ **امة ھی اربی من امة** بتا دیا، مولا علی وائمہ اطہار اگلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل ہیں، تقدیر کی برائی خدا کی طرف سے نہیں، بندہ کے لئے اصلح کرنا لطف سے پیش آنا خدا پر واجب ہے خدا اس کے خلاف نہیں کرسکتا، اپنے اعمال کے ہم خود خالق ہیں، خدا کا دیدار حق نہیں، خلفائے اربعہ میں تین **معاذاللہ** ظالم غاصب ہیں، اُن کو سخت سے سخت برائی سے یاد کرنا گالیاں دینا بڑے ثواب کا کام ہے۔ پھر وہ خود اعلان کرتے ہیں کہ سب سے زائد اہتمام سائنس کی تعلیم کا ہوگا۔ سائنس میں وہ باتیں ہیں جو عقائد اسلام کے قطعًا خلاف ہیں بچوں کی تربیت دینے تہذیب وانسانیت سکھانے کے لئے دنیا بھر میں کوئی مسلمان نہ رہا عرب مصر روم شام حتی کہ حرمین شریفین کے علماء ومشائخ میں کوئی اس قابل نہیں ہاں کمال مہذب وشیخ تربیت وپیر افادت بننے کے لائق یورپ کے عیسائی ہیں ان کو اس قدر بیش قرار تنخواہیں ان روپوں سے دی جائیں گی کہ وہ یہاں رہنے پر مجبور ہوں ان کی صحبت وتربیت میں مسلمانوں کے بچے رکھے جائیں گے ان کے اخلاق وعادات سکھائے جائیں گے، ایسی صورت میں حال ظاہر ہے ابتداء میں کہ مسلمانوں سے چندہ وصول کرنے کو بہت سنبھل سنبھل کر بنا بنا کر مقاصد دکھائے گئے ہیں ان میں تو یہ حالت ہے

آئندہ جو کارروائی ہوگی رویش ببیں حالش مپرس (اس کا چہرہ دیکھ لیکن اس کا حال نہ پوچھ۔ت) سالہاسال سے جو علی گڑھ کالج انہیں مقاصد کے لئے قائم ہے اس کے ثمرات ظاہر ہیں کہ مسلمانوں کو نیم عیسائی کر چھوڑا اس کے اکثر تعلیم یافتہ اسلام وعقائد اسلام پر ٹھٹھے اُڑاتے ہیں ائمہ وعلماء کو مسخرہ بتاتے ہیں خود غرضی وخود پسندی دنیا طلبی دین فراموشی یہاں تک کہ داڑھی وغیرہ اسلامی وضع سے تنفر ان کا شعار ہے جب ادھورے کے یہ آثار ہیں تکمیل کے بعد جو ثمرات ہوں گے آشکار ہیں ع

قیاس کن زگلستان او بہارش را

(اس کے باغ سے اس کی بہار کا اندازہ کرلیجئے۔ت)

وباللہ العصمة (اور اللہ تعالٰی ہی کی مدد سے بچاؤ ہوسکتا ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۳۲۱: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک رنڈی یہ چاہتی ہے کہ مجھ کو کلام مجید کوئی نیک بخت صالح پڑھادیا کرے، اور اس کو بہت شوق ہے اور منت عاجزی کرتی ہے کہ کلام الٰہی صحیح طور پر پڑھ جائے، اس صورت میں اس کو پڑھانا یا وہ کچھ نذر کرے اس کو لینا جائز ہوگا یا نہیں؟ **بینوا توجروا** (بیان فرمائیے اور اجر پائیے۔ت)

الجواب:

جو شیطان کو دور سمجھتا ہے شیطان اس سے بہت قریب ہے، وہ مستحب چاہتی ہے اور حرام نہیں چھوڑتی یہ بھی شیطان کا مکر ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۳۲۲: از سنبھل محلہ کوٹ ضلع مرادآباد مرسلہ حافظ اکرام صاحب ۷ ۲صفر ۱۳۳۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عالم بے عمل جاہل باعمل سے فضیلت میں زیادہ ہے یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

جاہل، عالم کی فضیلت کو نہیں پہنچ سکتا جبکہ وہ عالم دین ہو۔

قال اللہ تعالٰی "قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ط"[1]	(اللہ تعالٰی نے فرمایا) تم فرماؤ کیا برابر ہوجائیں گے علم والے اور بے علم۔

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۹

جاہل بوجہ جہل اپنی عبادت میں سوگناہ کرلیتا ہے اور مصیبت یہ کہ انہیں گناہ بھی نہیں جانتا اور عالم دین اپنے گناہ میں وہ حصہ خوف وندامت کا رکھتا ہے کہ اسے جلد نجات بخشتا ہے، ولہذا حدیث میں ارشاد ہوا کہ عالم کا ہاتھ رب العزت کے دست قدرت میں ہے اگر وہ لغزش بھی کرے تو اللہ تعالیٰ جب چاہے اسے اٹھالے گا۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

مسئلہ ۳۲۳: مسئولہ نجف خاں طالب علم مدرسہ ۲۸ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسلمان بچیوں کو ضروری دینی تعلیم قرآن مجید کا ترجمہ، مسئلہ مسائل کی کتابیں اور بقدر حاجت حساب واصول حفظان صحت جس سے ان کو اپنے بچوں کی داشت ونگہداشت میں مدد ملے پردہ کی سخت نگرانی کے ساتھ مسلمان دیندار پابند صوم وصلوٰۃ معلّمہ کے ذریعہ سے پڑھانا شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

عقائد اہلسنت ومسائل اہلسنت کی کتابیں پڑھائی جائیں، عقائد ومسائل ضروریہ کی تعلیم فرض ہے، حساب وغیرہ بعض مفید باتیں بھی سکھانے میں حرج نہیں، اصول حفظان صحت جہاں تک مسائل اسلامیہ کے خلاف نہ ہوں ان کی تعلیم میں مضائقہ نہیں، اور جو مخالف ہیں جیسے بیماری اڑ کر لگنے کے وسوسے، ان کی تعلیم جائز نہیں، تدبیر منزل بروجہ مطابق شرعی وحقوق شوہر واولاد ومذمت کذب وغیبت وضرورت پردہ وحجاب کی بھی تعلیم ہو، مگر عورتوں کو لکھنا سکھانا منع ہے اس سے فتنہ کا چور دروازہ کھلتا ہے، **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

مسئلہ ۳۲۴: مستفسرہ محمد میاں طالب علم بہاری بریلی محلّہ سوداگران

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ علم دین حاصل کرنا واجب ہے، فرض ہے یاسنت؟ فقط۔

الجواب:

فرض عین کا علم حاصل کرنا فرض عین، فرض کفایہ کا فرض کفایہ، واجب کا واجب، مستحب کا مستحب، **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

مسئلہ ۳۲۵، ۳۲۶: مرسلہ فیض الحق ابوالاسد مدرس مدرسہ اسلامیہ ضلع ایٹہ ڈاک خانہ گنج ڈونڈوارہ موضع حرولہ۔

کیافرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین ان مسئلوں میں:

(۱) ایک شخص نے قاعدہ بغدادی نہ قرآن مجید فرقان حمید کسی سے پڑھا اور نہ استعداد وملکۂ استخراج

صحت الفاظ قرآن،اور پھر وہ مسلمانوں کے بچوں کو قرآن شریف پڑھاتاہے اور طرفہ تماشایہ کہ خود ودیگر دوست یاروں کو چار پائی وکرسی پر بٹھاتاہے اور قرآن شریف نیچے رکھاہوتا ہے،ایسے **معلم** اور پڑھانے والے کااور **متعلّمین** وپڑھنے والوں کاکیا حکم شرع شریف سے ہے؟ بیّنوابالکتاب وتوجروا الٰی یوم الحساب (کتاب کے حوالہ سے بیان کرواور روز حساب اجر وثواب پاؤ۔ت)

(۲) غیر مقلدین نے آج کل قصبوں اور دیہاتوں میں مترجم فی السطور خطبے تقسیم کئے ہیں جو کہ اکثر جاہل حنفی پیش امام بھی عید میں ان کو پڑھاکرتے ہیں مع ترجمے کے۔آیا یہ مذہب حنفی میں جائز ہے یا نہیں؟**بینوا توجروا۔**

الجواب:

(۱) قرآن مجید بے پڑھے کوئی شخص صحیح نہیں پڑھ سکتا،جس نے قرآن مجید نہ پڑھااور استادوں سے صحیح نہ کیااسے جائز نہیں کہ اوروں کوپڑھائے،نہ لوگوں کو جائز ہے کہ اس سے پڑھیں یااپنی اولاد کواس سے پڑھوائیں وہ سب گنہگار ہوتے ہیں۔جو **معلم** ایسا ہو کہ آپ اور اس کے یار دوست چار پائیوں اور کرسیوں پر بیٹھیں اور قرآن مجید نیچے زمین پر رکھاہو اگر اس سے مراد حقیقۃً زمین پر رکھنا ہے اور وہ لوگ ایسا کرتے ہیں توان کے اسلام میں کلام ہے مسلمان ہر گز ایسانہ کرے گا یہ وہی کرسکتاہے جس کے دل میں قرآن مجید کی عزت اصلًا نہ ہو اور جس کے دل میں قرآن مجید کی عزت اصلًا نہ ہو وہ مسلمان نہیں،اور اگر یہ مراد ہے کہ پڑھنے والے لڑکے زمین پر بیٹھتے ہیں قرآن مجید رحل پر یاان کے ہاتھوں یا گود میں ہے اور یہ **معلم** وغیرہ ان سے اونچے بیٹھتے ہیں توجب بھی سخت بدکار، ناہنجار، فساق، فجار، مستحق عذاب نار وغضب جبّار ہیں۔اور اگر قصدًا بوجہ توہین استخفاف شان قرآن مجید ایسا کرتے ہیں توآپ ہی کفار ہیں۔بہر حال ایسے **معلم** سے پڑھنا پڑھوانا حرام ہے اور اس کے پاس بیٹھنا جائز نہیں۔**والمولٰی تعالٰی اعلم۔**

(۲) جمعہ وعیدین کے خطبوں میں ساتھ ساتھ اُن کا ترجمہ پڑھنا خلاف سنت ہے اس سے احتراز چاہئے **والمولٰی تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۳۲۷: مرسلہ عبدالعزیز تاجر چرم مقام قصبہ ٹکاری محلّہ شاہ گنج ضلع گیا بروز دوشنبہ تاریخ ۱۶ ذوالقعدہ ۱۳۳۳ھ

ایک شخص جو عالم ہے اس نے جمعہ کے روز وعظ کے اندر یہ بیان کیا کہ جن لوگوں نے جمعہ کے روز روزہ افطار کیا اور نماز عید پڑھی وہ ناجائز ہے ہم نے فتوٰی غیر عالم سے منگوایا ہے جن کو ضرورت ہو ہمارے مکان پر آکر دیکھ لیں اور عام جمعہ میں فتوٰی نہیں دکھلایا اور جب مکان پر لوگوں نے طلب کیا

تو فتوی دکھلانے سے انکار کیا ایسا فتوی کہ جس سے ہر ایک مسلمان کو تعلق دینی ہے اس کا چھپا رکھنا عالم کے حق میں کیسا ہے؟

الجواب:

اگر کوئی عذر شرعی نہ ہو تو فتوی چھپانا بہت بیجا تھا اگرچہ اعلان کے ساتھ وعظ میں حکم شرعی بیان کردینے کے بعد کتمان علم واخفائے حق کی حد میں نہیں آسکتا کہ عالم پر زبانی بیان حکم فرض ہے خود لکھ کر دینا ضروری نہیں کما فی غمزالعیون وغیرہ (جیسا کہ غمزالعیون وغیرہ میں ہے۔ت) نہ کہ اور کا لکھا پیش کرنا مگر جبکہ اس کے پیش کرنے میں عوام کی ہدایت کا ظن غالب ہو اور اسے بلاوجہ شرعی چھپائے تو اب البتہ جرم کی حد میں آجائے گا کہ اس نے مسلمانوں کا خلاف ہدایت پر رہنا پسند کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ مایحب لنفسہ [1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	(لوگو!) تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کیلئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنی ذات کیلئے پسند کرتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۲۸: از کراچی بندر شاپ کیپر صدر بازار بردکان سیٹھ حاجی نور محمد عبدالقادر مسئولہ عبداللہ حاجی روز چہار شنبہ بتاریخ ۸ محرم ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین ومفتیان شرع متین کہ یہاں ایک مدرسہ مسلمان لڑکیوں کے لئے کھولا گیا ہے جس میں اس مدرسہ کی معلّمہ مروجہ تعلیم جو فی زمانہ اسکولوں میں لڑکوں کو دی جاتی ہے بعینہ وہی تعلیم لڑکیوں کو دی جاتی ہے یعنی لکھانا و پڑھانا اور حساب و نظمیں یاد کراتی اور سکھاتی ہے، یہ فعل فی زمانہ لڑکیوں کے لئے روا اور جائز ہے یا ممنوع اور ناجائز ہے؟ علاوہ اس کے لڑکیاں بارہ چودہ سال کی بے پردہ آیا کرتی ہیں اور اس مدرسہ کے خادم نوجوان لڑکے ہیں ان کے سامنے اور وقت امتحان کے غیر مردوں کے آگے الحان سے نظمیں پڑھتی ہیں، کیا یہ فعل شرعًا حرام ہے یا نہیں؟ اور لڑکی مشتہاۃ ہونے کے لئے شرعًا کتنی عمر ہونی چاہئے اور ایسے مدرسہ کی تائید کرنے والوں اور ان کے والدین کے لئے جو اپنی لڑکیاں ایسے مدرسہ میں بھیجا کرتے ہیں اور تعلیم مروجہ دلاتے ہیں شرعًا کیا حکم ہے؟ فقط

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب حب الرسول قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷

الجواب:

لڑکیوں کا غیر مردوں کے سامنے خوش الحانی سے نظم پڑھنا حرام ہے، اور اجنبی نوجوان لڑکوں کے سامنے بے پردہ رہنا بھی حرام، اور لڑکیوں کو لکھنا سکھانا مکروہ، یونہیں عاشقانہ نظمیں پڑھانا ممنوع، اور ایسے مدرسہ کو مدد دینی شیطان کو اس کے مقاصد میں مدد دینی ہے، اور جو اپنی لڑکیوں کو ایسی جگہ بھیجتے ہیں بے حیا بے غیرت ہیں ان پر اطلاق دیّوث ہو سکتا ہے، نو برس کی عمر کی لڑکی مشتہاۃ ہوتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲۹تا۳۳۱: از برلٹس گائنا ڈمرارا پٹرس حال وبیچ ایسٹ بنگ مسئولہ عبدالغفور روز شنبہ ۲۴ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

(۱) اگر ایک شخص نے کہا کہ درمختار کو حدیث کے سامنے نہیں مانتا تو اس کا جواب کیا ہوا؟

(۲) جاہل کو عالم مان لینا کیسا ہے؟

(۳) ایک شخص نے اپنے کو مولانا قرار دیا اور وہ شخص زید کو جانتا ہے کہ وہ وہابی ہے اور زید کہتا ہے کہ میں سنت جماعت ہوں اور دراصل میں زید کے اعتقاد میں کچھ فتور پایا جاتا ہے اور زید مناظرہ کے لئے سنی مولانا کو طلب کرتا ہے تو مولانا کو زید سے مناظرہ کرنا لازم آتا ہے یا کہ نہیں اور سنی مولانا کا زید سے کہ دراصل وہ وہابی ہو مناظرہ نہ کرنا باعث ننگ مذہب سنّت جماعت کے ہے یا کہ نہیں؟

الجواب:

(۱) اس کا جواب وہی مناسب ہے جو قرآن عظیم نے تعلیم کیا ہے کہ:

"سَلٰمٌ عَلَیۡکُمۡ ۫ لَا نَبۡتَغِی الۡجٰہِلِیۡنَ ﴿۵۵﴾ "[1]	تم پر (الوداعی) سلام ہو، ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) جہل ہے اور اس کا انجام ضلالت۔ حدیث میں ہے:

حتی اذا لم یبق عالم اتخذ الناس رؤسا جھالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	(قرب قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے) یہاں تک کہ جب کوئی عالم نہ رہے گا تو لوگ (بامر مجبوری) رئیس جاہلوں کو (دینی مقتدا)

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۵۵

[2] صحیح البخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰

بنائیں گے، پھر ان سے دینی مسائل پوچھیں گے تو وہ بغیر علم فتوے دیں گے تو خود بھی گمراہ ہو جائیں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کردیں گے۔ **واللہ تعالٰی اعلم** (ت)

(۳) وجوب مناظرہ کے لئے شرائط ہیں، اگر وہ سب پائے جاتے ہیں تو مناظرہ لازم ہے اور اس کا ترک مضر مذہب۔ اور اگر ان میں سے ایک بھی منتفی ہے مثلاً طرف مقابل جاہل ہے یا متعصب معاند ہے جس سے قبول حق کی امید نہیں یا مناظرہ میں فتنہ ہو تو کچھ ضرور نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۳۳۲: مسئولہ معین الدین احمد ڈاکخانہ بنگلا ضلع میمن سنگھ چہار شنبہ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ

کیافرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص بغیر علم حدیث و تفسیر واصول و فقہ کے فتوے دے یا لکھے تو کیسا ہے یعنی شرعاً وہ شخص مجرم وماخوذ ہوگا یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمایئے اجر پایئے۔ت)

الجواب:

ضرور مجرم ہے، حدیث میں ہے: **افتوا بغیر علم فضلّوا واضلوا**[1] بے علم کے فتوی دیا تو آپ بھی گمراہ ہوا اور ان کو بھی گمراہ کیا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۳۳۳: مسئولہ سیٹھ حاجی اتّو صاحب از پور بندر کاٹھیاواڑ شنبہ ۶ رمضان شریف ۱۳۳۴ھ

کیافرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ گجراتی زبان لڑکیوں کو غیر مذہب والی عورتوں سے سیکھوانا یعنی پڑھوانا اور نیز لکھنے کی تعلیم دلوانا جیسے ہندوانی وآریہ مذہب والی عورتوں سے قبل واقفیت ضروری علم دینی کے جائز ہے یا نہیں یعنی اپنے دین حقہ کے مسائل اور دیگر مسائل روزمرہ مثل نماز وروزہ وغیرہ کے پہلے اور نیز اردو کی دنیوی کتابیں پڑھوانے کے واسطے کیا حکم ہے یعنی ہم لوگوں نے مدرسہ قائم کیا ہے اس مدرسہ میں عربی اردو گجراتی علم پڑھایا جاتا ہے، اب ہم علمائے دین سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ گجراتی علم درست ہو تو ہندو عورتوں سے پڑھوانا جائز ہے یا نہیں؟ اور لڑکیوں کو لکھنا اور پڑھانا سکھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور یہی علوم مسلمان عورتوں سے سیکھنا درست ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب:

عورتوں لڑکیوں کو لکھنا سکھانا منع ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **لا تعلموھن الکتابة**[2] (عورتوں کو لکھنا نہ سکھاؤ)

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰

[2] الکامل لابن عدی ترجمہ جعفر بن نصر دارالفکر بیروت ۲/ ۵۷۵

اس میں فتنہ کا دروازہ کھولنا ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے: "وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ"[1]۔ فتنہ قتل سے بھی سخت ہے۔ حضرت لقمان علی الانبیاء الکرام وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک لڑکی مکتب میں ایسی تعلیم ہوتے ہوئے دیکھی، فرمایا:

لمن یصقل ھٰذا السیف[2]۔	یہ تلوار کس کے لئے صیقل کی جارہی ہے۔

یہ انہوں نے اپنے زمانے کی نسبت فرمایا اب تو جیسے فتنہ کا زمانہ ہے ظاہر اس لئے درمختار وغیرہ میں فرمایا:

من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل[3]۔	جو کوئی اپنے زمانے کے لوگوں کے حالات سے ناواقف ہے وہ نادان ہے (ت)

غیر مذہب والیوں کی صحبت آگ ہے ذی علم عاقل بالغ مردوں کے مذہب اس میں بگڑ گئے ہیں، عمران بن حطان رقاشی کا قصہ مشہور ہے یہ تابعین کے زمانہ میں ایک بڑا محدث تھا خارجی مذہب کی عورت کی صحبت میں معاذاللہ خود خارجی ہوگیا اور یہ دعوی کیا تھا کہ اسے سنّی کرنا چاہتا ہے، جب صحبت کی یہ حالت تو استاد بنانا کس درجہ بدتر ہے کہ استاد کا اثر بہت عظیم اور نہایت جلد ہوتا ہے، اور پھر کمسن لڑکیاں کچی لکڑی جدھر کو پھیری گئی پھر جائیں گی، تو غیر مذہب عورت کی سپردگی یا شاگردی میں اپنے بچوں کو وہی دے گا جو آپ دین سے واسطہ نہیں رکھتا اور اپنے بچوں کے بددین ہوجانے کی پرواہ نہیں رکھتا، شریعت کا تو یہ حکم ہے کہ کافرہ عورت سے مسلمان عورت کو ایسا پردہ واجب ہے جیسا انہیں مرد سے، یعنی سر کے بالوں کا کوئی حصہ یا بازو یا کلائی یا گلے سے پاؤں کے گٹوں کے نیچے تک جسم کا کوئی حصہ مسلمان عورت کا کافرہ عورت کے ساتھ کھلا ہونا جائز نہیں۔ درمختار و تنویر الابصار میں ہے:

والذمیۃ کالرجل الاجنبی فی الاصح فلا تنظر الی بدن المسلمۃ[4]۔	ذمیہ زیادہ صحیح قول میں غیر محرم مرد کی طرح ہے لہٰذا وہ کسی مسلمان عورت کے جسم کو نہ دیکھے (ت)

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۱

[2] الفتاوی الحدیثیۃ مطلب یکرہ تعلیم النساء المطبعۃ الجمالیۃ مصر ص ۶۳

[3] درمختار کتاب الصلوٰۃ باب الوتر والنوافل مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۹

[4] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی النظر والمس مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۲

یہ حکم اس کافرہ کی نسبت فرمایا جو سلطنت اسلام میں مطیع الاسلام ہو کر رہتی ہے پھر اس کا کیاذ کر جو مطیع الاسلام بھی نہیں، اہلسنت وجماعت کے عقیدے اور طہارت ونماز وروزہ کے مسئلے سیکھنا سب پر فرض ہے اور ان کی معتبر کتابیں جیسے عقائد میں مختصر رسالہ عرفان ایمان وغیرہ (نہ وہ کتابیں کہ بے دینوں یا بدمذہبوں نے لکھیں جیسے بہشتی زیور وغیرہ کہ ایسی کتابیں پڑھناپڑھانا حرام ہے) غرض سنی عالم کی اردو تصنیف صحیح العقیدہ نیک خصلت سے پڑھوانا ضروری ہے ان ضروریات اور قرآن عظیم پڑھنے کے بعد پھر اگر اردو یا گجراتی کی دنیوی کتاب جس میں کوئی بات نہ دین کے خلاف ہو نہ بے شرمی کی، نہ اخلاق وعادات پر برا اثر ڈالنے کی، اور پڑھانے والی عورت سنی مسلمان پارسا حیادار ہو تو کوئی حرج نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۳۴ تا ۳۳۶: از ملک گجرات علاقہ احمد آباد مقام برمگام جامع مسجد غلام محی الدین ۴ شوال المعظم ۱۳۳۴ھ

علمائے شرع متین کی خدمت میں چند سوالات عرض کئے جاتے ہیں:

(۱) ایک شخص نے مدرسہ فخراً وحسداً قائم کیا ہے کہ سابق اس کے سے ایک مدرسہ جاری تھا جو حسبۃً للہ عموماً استفادہ عباد اللہ کے لئے قائم کیا گیا تھا تو اس کے شکست ونیست ونابود کرنے کی غرض سے یہ ثانی مدرسہ بنایا کہ اس مدرسہ قدیمہ میں کوئی نہ پڑھے اور بند ہوجائے حالانکہ مدرسہ ثانیہ کی ضرورت نہ تھی، آیا اس طور سے اور اپنی اغراض نفسانی اور حطام دنیوی سے مدرسہ قائم کرنا جائز ہے؟

(۲) ایک شخص منکر قیامت اور تارک الجماعت اور منکر جمعہ ہے باوجود ان اعتقادات کے تعلیم وتعلم گجراتی اور انگریزی میں ترقی اور دینی علوم میں تنزل پسند کرنے والا شخص ہے تو اگر ایسا شخص مدرسہ قائم کرے تو اس میں دینی تعلیم وتعلم جائز ہے یا نہیں، اور اخلاق بگڑنے کے خوف سے احتراز لازم ہے یا نہیں؟

(۳) ایک شخص شریر اور فتنہ انگیز اور فقہائے کرام کی کتابوں کا منکر اور فعل لواطت کا قائل بلکہ زانی بھی ہے تو ایسے مدرس کے پاس اپنی اولاد کو پڑھانا درست ہے یا نہ؟ اور اس شخص کا کیا حکم ہے؟ **اجیبوا بما ھو صواب۔**

الجواب:

(۱) اگر واقع یہی ہے کہ پہلا مدرسہ تعلیم دین مطابق مذہب اہلسنت وجماعت کے لئے کافی ووافی تھا اور اس پر عقداً وعملاً کوئی اعتراض شرعی نہ تھا تو اس کے قرب میں دوسرا مدرسہ محض بلاحاجت

قائم کرنا عبث بلکہ تفریق قوت ہے لیکن اگر حالت یہ ہے جو سوال میں لکھی تو یہ مدرسہ اس مدرسہ کے توڑنے اور ضرر پہنچانے کے لئے قائم کیا گیا اور پہلا مدرسہ واقعی خالص مدرسہ اہلسنت وجماعت مطابق شریعت ہے، تو اس نیت نامحمود کے ساتھ یہ جدید مدرسہ مسجد ضرار کے حکم میں ہوگا اور اس کے اہل پر اس کا بند کردینا واجب۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاضرر ولاضرار فی الاسلام [1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام میں ضرر اور ضرار دونوں نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) جو شخص قیامت کا منکر اور دین کا معاذاللہ تنزل چاہنے والا ہے وہ کسی طرح مسلمان نہیں ہوسکتا اور مرتد کی صحبت آگ ہے نہ کہ اس کے زیر تربیت ہو،

قال اللہ تعالٰی " وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۝۶۸ " [2]۔	(اللہ تعالٰی نے فرمایا) اگر تمہیں کبھی شیطان بھلاوے میں ڈال دے تو یاد آنے کے بعد ہرگز ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ (ت)

اور جب وہ دین کا تنزل چاہنے والا ہے تو تعلیم دین کی ترقی اس سے کیونکر متوقع ہے، اس مدرسہ کے پاس نہ جانا چاہئے اور چھوڑ دیا جائے کہ اسی کے خیال والے اس میں پڑھیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) کتب فقہائے کرام کا منکر گمراہ بددین ہے اور حل لواطت کا قائل کافر، ایسے شخص کے پاس بیٹھنا حرام ہے نہ کہ اس سے پڑھنا۔

قال اللہ تعالٰی "وَ لَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُۙ" [3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: ظالموں کی طرف مت جھکو ورنہ تمہیں (دوزخ کی) آگ پہنچے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

[1] نصب الرایہ کتاب الدیات باب مایحدث الرجل فی الطریق المکتبۃ الاسلامیہ ریاض ۴/ ۳۸۴

[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[3] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

مسئلہ ۳۳۷: مرسلہ حکیم وجیہ الدین احمد صاحب از چھپرہ ضلع سارن محلّہ بارہ دری ۳صفر ۱۳۳۵ھ

زبدۃ المحققین قبلہ نمائے آیات اولین، عمدۃ الفواضل، تسلیم بپائے تعظیم پذیر فتہ خدمت فیضدرجت ہو۔ مزاج شریف، کچھ عرض ہے نظر فیض اثر اگر اس طرف متوجہ فرمائی جائے تو حکم العلماء ورثۃ الانبیاء سے مجھ عقیدت آور کو افادہ وامداد کامل پہنچے۔ اس علاقہ ملک شرقیہ کے شہر چھپّرہ میں بہت لوگ مولوی وارث حسن بنارسی کے مریدان ہیں اور خود وہ مولوی رشید احمد گنگوہی کے مرید وخلیفہ ہیں جواپنا سلسلہ مولانا امداداللہ مہاجر مکی کے ساتھ درست کرتے وصادق بتاتے اور مولوی اشرف علی دیوبندی جو **فھومنھم** (انہیں میں سے ہے۔ت) ان کی تصانیف سندو شیوع میں لاتے، ہم لوگ صوفیان مستند وصادقان واکابران بے جرم وداغ رہِ سلوک وعرفان کے مقتدی وہدایت یافتہ اور وہ لوگ تصوف غیر مقلدانہ آمیز سے علم افراشتہ، رموز قرآنیہ کا فہم ان کو آسان ہے مطالب حدیث غوامض ان کے کم علم کے برنوک زبان ہے غرض عجب عنوان عمل وایقان ہے یہ بات معلوم ہوئی کہ کوئی کتاب حسام الحرمین ہے جس میں مولوی رشید احمد گنگوہی کی ارتداد بیعت از جانب مولانا امداداللہ مہاجر مکی بمہر وسند درج ہے، آپ جناب اقدس نے اسے چھپوادیا ہے پس یہ التماس خدمت شریف ہے کہ ایک جلد اس کی اس بندہ ناچیز کو بھی ارسال فرماکر مرہون منت فرمائیں اور اس کے علاوہ اور بھی کوئی رسالہ وغیرہ ان لوگوں کے عقائد یا انفساخ ونادرستی بیعت وغیرہ کے بارہ میں ہو وہ بھی مرحمت ہو۔ دوسری بات یہ کہ اس ہیچمدان کو شوق حصول علم جفر ہوا نقوش وادعیات مرتبہ قاعدہ جفرزیادہ تراثراتِ بروج وکواکب کے ساتھ مبنی ومحتوی ہیں لہٰذا تھوڑا حصہ علم نجوم کا بھی معلوم کرنا لازم ہوا، اوقات وساعات سبعہ سیارہ ومنازل وبروج سے واقفیت حاصل کرنا ضروری ٹھہرا، پس سلسلہ بندان گنگوہی نے یک دم سرے سے علم نجوم ہی کو کل کفر ٹھہرایا اور بوجوہ ایں کہ احوال مغیبات نجوم وجفر سے دریافت ہوتے لہٰذا علم جفر کو اس کا چھوٹا بھائی بتایا اور ایک حدیث مشکوٰۃ کی ثبوت کفر میں پیش کی کہ کاہن وساحر ومنجم یک حکم رکھتے اور علم نجوم سیکھنا اور سکھانا دونوں ہی کفر۔ یہ کہا گیا کہ علم نجوم کل کفر ہو نہیں سکتا کیونکہ علماء وفضلاء وحکماء ومفسرین ومحدثین کو تھوڑی واقفیت حقیقت اشیاء وجزئیات امور علم نجوم کی بھی ضرور ہے تااستدلال وتردید مذاہب باطلہ کی وہ بخوبی کرسکیں اور اس کی حقیقت وماہیت وافعال وخواص سمجھیں اور بتائیں چنانچہ تمثیل وتطبیق میں مولانا روم علیہ الرحمۃ دفتر اول مثنوی معنوی میں فرماتے ہیں: ؎

(۱) ہر کراباخترے پیوستگی ست — مر درا بااخترے خود ہمتگی ست

(۲) طالعش گر زہرہ باشد باطرب — میل کلی دارد آں عشق وطلب

(۳) در بود مریخی وخُونریز خُو　　　　جنگ وبہتان وخصومت جوید او[1]

(ترجمہ: (۱) جس شخص کو ستاروں سے وابستگی ہے مرد کو ستاروں سے خود ہی ہمت لڑانی چاہئے۔
(۲) عیش وعشرت رکھتے ہوئے، جس کا طالع زہرہ ستارہ ہے وہ مکمل رجحان عشق کی جستجو کی طرف رکھتا ہے۔
(۳) اگر اس کا طالع ستارہ مریخ ہے تو وہ خونریزی کی عادت اور لڑائی جھگڑا اور بہتان تراشی ڈھونڈتا رہتا ہے)

اگر بے وجود ہوتا اور ضلالت کی بات تھی تو مولانا نے اس پر کیوں واقفیت حاصل کی اور مزید برآں دوسرے مسلمانان کے واقفیت عامہ کے لئے کیوں رقم فرمایا۔ علم نجوم اور احکام نجوم جو منجمین پیشینگوئیاں کہہ کر کماتے پھرتے یہ دونوں دو چیز ہے یہ البتہ ضرور ہے اور بیشک ہم اس پر معمل ہیں کہ احکام نجوم پر ہم ایمان نہیں رکھتے کہ بالیقین یہی ہوکے رہے گا ستاروں کو فاعل حقیقی ہم ہرگز نہیں سمجھتے، مصدر خیر وشر ستاروں کو ہم کبھی نہیں جانتے مگرہاں تاثیرات ان کے بیشک مانتے، افعال اثر خوب یا خراب جو اللہ پاک نے ان میں دے کر متعین بکار عالم کیا ہے وہ بیشک بمرضی اللہ پاک یومًا ولیلاً جاری ہوا کرتا،

"وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۲﴾ "[2]	اللہ تعالٰی نے رات، دن، سورج اور چاند تمہارے تابع کر دیئے یعنی تمہاری خدمت میں لگادئے، اور ستارے اس کے حکم کے پابند ہیں، یقینا ان باتوں میں عقلمند افراد کے لئے قدرت کی بے شمار نشانیاں ہیں۔ (ت)

تفسیر مولانا عبدالحق حقانی میں بہ تفسیر سورہ فاتحہ آیۃ **اھدنا الصراط المستقیم** دربیان وتشریح افراط وتفریط فی العبادات وافراط وتفریط فی العلوم، کے آخر عبارت میں صاف درج ومستنبط ہے کہ علم نجوم وطلسم ونیر نجات وکیمیا وغیرہ علوم ودیگر فنون کا افراط منع ویکدم تفریط بھی ناجائز حالت درمیانی بہتر اور اسی کو حکمت کہتے اور حکمت وجہ کمال انسان اور مصداق صراط مستقیم[3]۔

---

[1] مثنوی معنوی دفتر اول باب حکایت بادشاہ جھود الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۳

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۲

[3] تفسیر حقانی تحت آیہ اھدنا الصراط المستقیم دار الاشاعت تفسیر حقانی حقانی منزل دہلی حصہ دوم ص ۳۲

جلد اول فتاوٰی میں مولانا مفسر دہلوی شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کے درج ہے سوالات عشرہ جو شاہ بخارا نے ان کو لکھا تھا اس کے جواب سوال ہفتم میں علم منطق وعلم انگریزی وعلم فارسی وعلم فقہ وعلم نجوم ورمل وعلم قیافہ وسحر کے بارہ میں یہ تحریر کہ جو حکم صاحب آلہ کا وہی حکم آلہ کا اور تحصیل علم کی وجہ سے گنہگار نہیں ہوسکتا الخ۔ اور اسی دفتر اول فتاوٰی میں بحصہ آخر مرقوم کہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے ایک شخص کو حفظ حرمت وعزت کے لئے انگشتری نقرئی پر اسم عزیز بقاعدہ تکسیر علم جفر کندہ کرانے کو بوقت شرف قمر فرمایا اور تحقیق ساعت شرف اہل نجوم سے کرنے کو فرمایا۔ پس علم جفر اگر بحکم کفریہ تھا تو اس علم کے قاعدہ میں اسم الٰہی کا کیوں نقش بنایا اور علم نجوم بحکم کفریہ تھا تو اس کی ساعت اور اہل نجوم سے تحقیق کر لینے کو کیوں اجازت دیا اور بقول منکران سعد ونحس ستارگان کوئی چیز نہیں تو تخصیص شرف قمر کیا چیز ٹھہری اور مولانا محدث ہو کر خود ان دونوں علم کفریہ کو سیکھا وجانا اور دوسرے اہل اسلام کو کیوں بتایا۔ اب آپ کی خدمت عالی میں بینوا توجروا کی عرض وتصدیع ہے کہ دربارہ امر متذکرہ جو کچھ بحکم آیات وحدیث ثابت ومستنبط ہوتا ہو وہ بدستخط ومہر اپنے زیب قلم فرمائیں تا معترضان عامل بالحدیثان کو دکھلایا جائے اور بساا کابران دین وعاملان شرع مبین جو ان دونوں علم مذکورہ کو جانتے تھے انہوں پر الزام بدیہ جو عائد ہورہا ہے بطریق احسن دفع کردیا جائے وتوثیق وتصدیق کے لئے زیب قلم فرمودہ آنجناب چوں حرز جاں بحفاظت رکھا جائے۔

الجواب:

حضرات علمائے کرام حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وتکریماً نے بالاتفاق رشید احمد گنگوہی و اشرفعلی تھانوی واحزابہما کی نسبت نام بنام فتوائے کفر وارتداد دیا ہے اور صاف ارشاد فرمایا ہے:

من شك فی عذابه وكفره فقد كفر[1]۔	جس نے ان کے عذاب اور کفر میں شک کیا وہ بلاشک و شبہہ کافر ہوگیا۔ (ت)

یہاں سے ان کی بیعت کی حالت بھی ظاہر کہ مرتد ہو کر بیعت کیونکر قائم رہ سکتی ہے اس کے لئے حسام الحرمین کا ملاحظہ کافی ہے۔ جفر بیشک نہایت نفیس جائز فن ہے حضرات اہلبیت کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم کا علم ہے امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے خواص پر اس کا اظہار فرمایا اور سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہ اسے معرض کتابت میں لائے۔ کتاب

[1] حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین مطبع اہلسنت بریلی ص ۹۲

مستطاب جفر جامع تصنیف فرمائی۔علامہ سید شریف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ شرح مواقف میں فرماتے ہیں: امام جعفر صادق نے جامع میں ماکان ومایکون تحریر فرمادیا[1]۔

سیدنا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے الدرالمکنون والجوھر المصؤن میں اس علم شریف کا سلسلہ سیدنا آدم وسیدنا شیث وغیرہما انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام سے قائم کیا اور اس کے طرق واوضاع اور ان میں بہت غیوب کی خبریں دیں[2]۔

عارف باللہ سیدی امام عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے ایک رسالہ اس کے جواب میں لکھا اس کا انکار نہ کرے گا مگر ناواقف یا گمراہ متعسف۔ نجوم کے دو ٹکڑے ہیں علم وفن تاثیر۔اول کی طرف تو قرآن عظیم میں ارشاد ہے:

"اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝" [3] "وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ ۝ لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَ لَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَ كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ۝" [4] "وَجَعَلْنَا الَّیْلَ وَالنَّهَارَ اٰیَتَیْنِ فَمَحَوْنَاۤ اٰیَةَ الَّیْلِ وَجَعَلْنَاۤ اٰیَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ ؕ وَكُلَّ	سورج اور چاند ایک حساب سے چل رہے ہیں، یہ سورج ہے جو اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے، یہ اس (اللہ تعالٰی) کا اندازہ مقرر کیا ہوا ہے جو زبردست اور سب کچھ اچھی طرح جاننے والا ہے، ہم نے چاند کے لئے مختلف منازل کا ایک اندازہ کرلیا ہے یہاں تک کہ وہ آخرکار کھجور کی پرانی (اور بوسیدہ) ٹہنی کی طرح ہوجاتا ہے، اور نہ سورج کی یہ طاقت ہے کہ وہ پیچھے سے چاند کو آپکڑے، اور نہ رات میں یہ قوت ہے کہ وہ دن سے آگے نکل جائے، یہ سب کے سب اپنے مرکز (مدار) میں تیر رہے ہیں ہم نے رات اور دن کو (اپنی قدرت کی) دو نشانیاں بنایا لیکن ہم نے رات کی نشانی مٹادی (یعنی اسے مدھم

[1] شرح المواقف المقصد الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۶/ ۲۲

[2] الدر المکنون والجوھر المصؤن

[3] القرآن الکریم ۵۵/ ۵

[4] القرآن الکریم ۳۶/ ۳۸تا۴۰

شَیۡءٍ فَصَّلۡنٰہُ تَفۡصِیۡلًا "[1] "وَ السَّمَآءِ ذَاتِ الۡبُرُوۡجِ "[2] "تَبٰرَکَ الَّذِیۡ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوۡجًا "[3] "فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِالۡخُنَّسِ الۡجَوَارِ الۡکُنَّسِ "[4] "وَ یَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ ہٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبۡحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ "[5] "اَلَمۡ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیۡفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَ لَوۡ شَآءَ لَجَعَلَہٗ سَاکِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلۡنَا الشَّمۡسَ عَلَیۡہِ دَلِیۡلًا ۙ ثُمَّ قَبَضۡنٰہُ اِلَیۡنَا قَبۡضًا یَّسِیۡرًا "[6] الی غیر ذٰلك من اٰیات کثیرۃ۔	کر دیا)اور دن کی نشانی کو روشن کر دیا تاکہ تم اپنے پروردگار کا فضل تلاش کرو(یعنی دن کو رزق حلال کی تلاش کرو) تاکہ تم لوگ سالوں کی گنتی اور حساب کو جان سکو،اور ہم نے ہر چیز کو خوب اچھی طرح تفصیل سے بیان کر دیا۔برجوں والے آسمان کی قسم۔ بڑا بابرکت ہے(اللہ تعالٰی)جس نے آسمان میں بُرج رکھے۔پھر میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹ جانے والے تاروں کی۔اور(قسم کھاتا ہوں) سیدھی رفتار والے رکے رہنے والے تاروں کی۔اور وہ (خدا کے مقبول بندے)آسمان و زمین کی پیدائش(بناوٹ)میں گہرا غور وفکر کرتے ہیں۔(پھر عرض کرتے ہیں)اے ہمارے پروردگار! تو نے یہ سب کچھ بیکار اور بے فائدہ نہیں بنایا۔لہٰذا تمام عیوب ونقائص سے تیری ذات پاک ہے لہٰذا ہمیں آتش دوزخ کے عذاب سے بچا اور محفوظ فرمادے۔کیا آپ نے اپنے پروردگار کے(بے شمار نشانات قدرت میں سے اس نشانی کو)نہیں دیکھا کہ کس طرح سایہ کو پھیلا دیتا ہے،اور اگر وہ چاہتا تو ٹھہرا ہوا بنادیتا۔ پھر ہم نے اس کے وجود پر سورج کو دلیل ٹھہرادیا،پھر ہم آہستہ آہستہ اسے (سایہ کو)اپنی طرف سمیٹتے رہتے ہیں۔پس آیات مذکورہ کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات قرآنیہ ہیں(جو علم نجوم کی طرف راہنمائی کرتی ہیں)(ت)

اور اس کا فن تاثیر باطل ہے تدبیر عالم سے کواکب کے متعلق کچھ نہیں کہا گیا نہ ان کے لئے کوئی تاثیر ہے غایت درجہ حرکات فلکیہ مثل حرکات نبض علامات ہیں کما قال اللہ تعالٰی:

"وَ عَلٰمٰتٍ ؕ وَ بِالنَّجۡمِ ہُمۡ یَہۡتَدُوۡنَ "[7]	اور کچھ نشانیاں ہیں اور وہ لوگ ستاروں سے راہ پاتے ہیں۔(ت)

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۱۲
[2] القرآن الکریم ۸۵/ ۱
[3] القرآن الکریم ۲۵/ ۶۱
[4] القرآن الکریم ۸۱/ ۱۵و۱۶
[5] القرآن الکریم ۳/ ۱۹۱
[6] القرآن الکریم ۲۵/ ۴۵و۴۶
[7] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۶

نبض کا اختلاف اعتدال سے طبیعت کے انحراف پر دلیل ہوتا ہے مگر وہ انحراف اس کے اثر نہیں بلکہ یہ اختلاف اس کے سبب سے ہے اس علامت ہی کی وجہ سے کبھی اس کی طرف اکابر نے نظر فرمائی ہے "فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴿۸۹﴾ "[1] (پھر ایک نگاہ ستاروں پر ڈالی تو ارشاد فرمایا میں تو بلاشبہ بیمار ہوں۔ت) زمانہ قحط میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حکم دیا کہ باران کے لئے دعا کرو اور منزل قمر کالحاظ کرلو۔ امیر المومنین مولانا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے منقول ہے:

لاتسافروا والقمر فی العقرب۔	سفر نہ کرو جبکہ چاند برج عقرب میں ہو۔ (ت)

اگرچہ علماء نے اس کی یہ تاویل فرمائی ہے کہ عقرب ایک منزل تھی اور قمر ایک راہزن کا نام تھا کہ اس منزل میں تھا۔ علم تکسیر علم جفر سے جدا دوسرا فن ہے اگرچہ جفر میں تکسیر کا کام پڑتا ہے یہ بھی اکابر سے منقول ہے امام حجۃ الاسلام غزالی و امام فخر الدین رازی و شیخ اکبر محی الدین ابن عربی و شیخ ابو العباس یونی و شاہ محمد غوث گوالیاری وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی اس فن کے مصنف و مجتہد گزرے ہیں اس میں شرف قمر وغیرہ ساعات کالحاظ اگر اسی علامت کے طور پر ہو جس کی طرف ارشاد فاروقی نے اشارہ فرمایا تو لاباس بہ ہے اور پابندی اوہام منجمین کے طور پر ہو تو ناجائز،

"مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۰﴾ "[2]	وہ تو نہیں مگر کچھ نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں ورنہ اللہ تعالٰی نے ان کی کوئی سند (دلیل) نہیں اتاری۔ حکم اللہ تعالٰی کے سوا کسی کو نہیں، پس اس نے یہ حکم فرمایا کہ اس کے بغیر کسی کی عبادت نہ کرو یہی ٹھیک دین ہے، لیکن زیادہ تر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں مانتے۔ (ت)

طلسم و نیرنجات سراسر ناجائز ہیں نیرنج تو شعبدہ ہے اور شعبدہ حرام کما فی الدر المختار وغیرہ من الاسفار (جیسا کہ درمختار وغیرہ بڑی بڑی کتابوں میں مذکور ہے۔ت) اور طلسم تصاویر سے خالی نہیں اور تصویر حرام، (حدیث میں ہے:)

---

[1] القرآن الکریم ۳۷/ ۸۸و۸۹

[2] القرآن الکریم ۱۲/ ۴۰

اشد الناس عذابا یوم القٰیمۃ من قتل نبیا اوقتلہ نبی والمصورون[1]۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔	روز قیامت سب لوگوں سے زیادہ سخت عذاب اس کو ہوگا کہ جس نے کسی نبی کو شہید کیا یا اسے کسی نبی نے مار ڈالا، اور تصویریں بنانے والوں کو۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۳۸: مرسلہ مولوی محمد بہاؤالدین صاحب موضع سکندر پور ڈاکخانہ کرنڈہ ضلع غازی پور ۷ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

یہاں پر ایک وہابی رہتا ہے وہ شخص پیرو ہے علمائے دیوبند کا، خاص کر مولوی اشرف علی و مولوی رشید احمد کا۔ وہ شخص کہتا ہے کہ پیرواستاد دینی سے مرتبہ زیادہ ہے ماں باپ کا کیونکہ ماں باپ کا مرتبہ قرآن مجید سے زیادہ ثابت ہوتا ہے فقیر نے حدیث پیش کی کہ فضیلت پیرواستاد کی ماں باپ سے زیادہ ہے، اس شخص نے کہا کہ ہم قرآن مجید کے مقابلہ میں حدیث کو نہ مانیں گے، تو سوال یہ کہ حدیث شریف کا انکار کرنے والا کیا ہوا، اور ماں باپ سے مرتبہ زیادہ پیرواستاد کا ہے یا نہیں؟ بادلیل دو بات قلم سے تحریر کردیجئے وہ تحریر سند سمجھوں گا۔ والسلام

الجواب:

پیرواستاد علم دین کا مرتبہ ماں باپ سے زیادہ وہ مربی بدن ہیں یہ مربی روح، جو نسبت روح سے بدن کو ہے وہی نسبت استاد و پیر سے ماں باپ کو ہے،

کما نص علیہ العلامۃ الشرنبلالی فی غنیۃ ذوی الاحکام وقال فیہ ذا ابو الروح لا ابو النطف[2]۔	جیسا کہ علامہ شرنبلالی نے غنیہ ذوی الاحکام میں اس کی صراحت فرمائی چنانچہ اس میں ارشاد فرمایا یہ استاد انسان کے روح کا باپ ہے اس کے مادہ تولید (نطفہ) سے بنے ہوئے جسم کا باپ نہیں۔ لہٰذا جو فرق جسم اور روح میں ہے وہی فرق استاد اور والدین میں ہے۔ (ت)

قرآن عظیم میں ماں باپ کا ذکر فرمایا یہ نہیں فرمایا کہ ان کے برابر کسی کا حق نہیں بلکہ وہ آیہ کریمہ جس میں اپنے شکر کے ساتھ والدین کے شکر کو فرمایا، مربّیان دین کا مرتبہ ماں باپ سے بہت زائد

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۴۹۷ و ۱۰۵۱۵ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۰/ ۲۶۰ و ۲۶۶

[2] غنیہ ذوی الاحکام

ہونے کی طرف اشارہ فرماتی ہے ظاہر ہے کہ تربیت دین نعمت عظمٰی ہے اور اس کا شکر قطعًا فرض، مگر ان کا شکر بعینہٖ شکر الٰہی عزوجل ہے اسی واسطے انہیں لی میں داخل فرمایا ان کے بعد والدین کا ذکر ارشاد ہوا، ورنہ والدین کا حق نبی سے بڑھ جائے گا کہ یہاں جس طرح استاد و پیر کا ذکر نہیں ویسے ہی نبی کا بھی ذکر نہیں۔ دیوبندیوں سے انکار حدیث کی شکایت کیا معنی رکھتی ہے۔ علمائے حرمین شریفین کا فتوٰی حسام الحرمین دیکھئے کہ یہ لوگ خود حضور رسالت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کے مخالف ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۳۹: مرسلہ شیخ محمد اکرام الدین طالب علم درجہ حفظ (د) چوک لکھنؤ مدرسہ فرقانیہ ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین مبین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا باپ علوم دینیہ پڑھنے سے زید کو روکتا ہے کیا زید بلا رضامندی اپنے باپ کے طلب علم دین کے واسطے اپنا وطن چھوڑ کر دوسرے شہر میں جاکر علم دین پڑھے درحالیکہ اس کے وطن میں کوئی مولوی حافظ موجود نہیں ہے۔ جواب بحوالہ کتب مسطور فرمایا جائے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب:

طلبِ علم دین اپنی حاجت کے قدر فرض عین اور اس سے زائد فرض کفایہ ہے اس کے باپ کا اس سے روکنا خلاف حکم خدا ہے اور خلاف حکم خدا میں کسی کی اطاعت نہیں۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالٰی [1]۔	حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت (اور فرمانبرداری) نہیں۔ (ت)

فتاوٰی امام قاضیخاں میں ہے:

لو خرج فی طلب العلم بغیر اذن والدیہ فلابأس بہ ولم یکن ھذا عقوقا [2]۔	اگر حصول علم کے لئے بغیر اجازتِ والدین باہر جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اور یہ ان کی نافرمانی نہیں۔ (ت)

[1] المعجم الکبیر حدیث ۳۱۵۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳/ ۲۰۹۔۲۰۸

[2] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی التسلیم الخ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۹۴

ہاں اگر باپ محتاج ہے اور اگر یہ باہر جائے تو وہ ضائع رہ جائے کوئی ذریعہ قوت نہ اس کے پاس ہو نہ یہ بھیج سکے تو اس کا روکنا بجا ہے، فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

قال محمد رحمه الله تعالٰی فی السیر الکبیر اذا اراد الرجل ان یسافر الی غیر الجهاد لتجارة اوحج اوعمرة وکره ذٰلك ابواه فان کان یخاف الضیعة علیهما بان کانا معسرین و نفقتهما علیه وماله لایفی بالزاد و الراحلة ونفقتهما فانه لایخرج بغیر اذنهما سواء کان سفرا یخاف علی الولد الهلاك فیه کرکوب السفینة فی البحر اودخول البادیة ماشیافی البرد الشدید اولاوان کان لایخاف الضیعة علیهما بان کانا موسرین ولم تکن نفقتهما علیه.ان کان سفرا لا یخاف علی الولد الهلاك فیه کان له ان یخرج بغیر اذنه ان کان یخاف علی الولد لایخرج الا باذنهما کذا فی الذخیرة وکذاالجواب فیما اذا خرج للنفقة الٰی بلدة اخری ان کان لایخاف علیه الهلاك بسبب هذا الخروج کان بمنزلة السفر للتجارة وان کان یخاف علیه الهلاك کان بمنزلة الجهاد	امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے سیر کبیر میں فرمایا جب کوئی شخص جہاد کے بغیر کسی اور کام کے لئے سفر کرنے کا ارادہ کرے مثلاً کاروبار کرنے یا حج یا عمرہ کرنے کا ارادہ کرے، لیکن والدین اس کے سفر کرنے کو ناپسند کریں، اگر اسے (اپنے باہر جانے کی وجہ سے) والدین کی ہلاکت (اور تلف ہونے) کا خطرہ ہو مثلاً اس طرح کہ وہ دونوں تنگدست اور نادار ہوں اور دونوں کے اخراجات کا یہ ذمہ دار ہو، اور حالت یہ ہو کہ اس کا سرمایہ زاد راہ، سواری اور ان دونوں کے اخراجات کے لئے ناکافی نہ ہو تو پھر اس صورت میں یہ شخص والدین کی اجازت کے بغیر نہ جائے، خواہ ایسا سفر ہو جس میں بیٹے کی ہلاکت کا خطرہ ہو جیسے سمندر میں کسی کشتی پر سوار ہونا یا کسی جنگل بیابان کو شدید سردی کے دنوں میں پیدل طے کرنا، یا ایسا نہ ہو، اگر اسے والدین کی ہلاکت کا خطرہ نہ ہو مثلاً وہ دونوں (والدین) مالدار ہوں اور ان کے اخراجات اس کے ذمے نہ ہوں۔ اگر سفر میں انہیں بیٹے کی ہلاکت کا کوئی خطرہ نہ ہو پس اس صورت میں یہ والدین کی اجازت کے بغیر باہر جاسکتا ہے۔ اور اگر انہیں اسکی جان کا اندیشہ ہو تو پھر بغیر اجازت لئے سفر نہ کرے۔ ذخیرہ میں یہی مذکور ہے اور یہ جواب ہے، جب یہ حصول فقہ کے لئے کسی دوسرے شہر میں جائے، اگر

كذا في المحيط[1] اھ باختصار، ورأيتني كتبت على قوله، لايخرج بغير اذنهما مانصه اقول: اى حقيقة فانه لا يكون الا اذا كانت عندهما كفاية ولو من قبل غيرهما اما اذا استأذن وهو يعلم ان لا كفاف لهما دونه فقالا غضبا سر على بركة الله تعالٰى فهذا ليس من الاذن في شيئ وان فرض فلا معتبر به لان اضاعتهما حرام والحرام لايحل باذن احد۔	اس سفر میں ہلاکت کاخطرہ نہ ہو تو پھر یہ سفر سفر تجارت کی طرح ہے۔اور اگرہلاکت کاخوف ہو توپھر بمنزلہ سفر جہاد ہے۔ محیط میں اسی طرح مذکور ہےاھ باختصار۔تونے دیکھاکہ میں نے اس کے قول "لایخرج بغیر اذنھما" وہی کچھ لکھاکہ جس کی اس نے تصریح کی **اقول:** (میں کہتاہوں) یہاں "اذن" سے مراد حقیقتًا اذن ہے اور یہ اسی وقت ہوسکتاہے جبکہ ان دونوں (والدین) کے پاس بقدر کفایت مال ہو اگرچہ کسی دوسرے کی طرف سے مہیا ہو۔لیکن اگریہ اُن سے اجازت مانگے جبکہ یہ جانتاہے کہ اس کے بغیر ان کے بقدر ضرورت (کفاف) مال نہیں اور وہ غضبناک لہجے میں کہہ دیں اللہ تعالٰی کی برکت کے پیش نظر روانہ ہوجا تو یہ کسی حالت میں "اذن" نہیں اگرچہ فرض کرلیاجائے لہٰذا اس کا کوئی اعتبار نہیں اس لئے انہیں ضائع کردینا حرام ہے،اور حرام کسی کی اجازت سے حلال نہیں ہوسکتا۔(ت)

اسی طرح اگرلڑکاامرد خوبصورت محل فتنہ ہے اور تنہاجاتاہے توکہاگیاکہ اس صورت میں بھی باپ روک سکتاہے۔خانیہ میں بعد عبارت سابقہ ہے:

قيل هذا اذا كان ملتحيا فان كان امرد صبيح الوجه فلابيه ان يمنعه من الخروج[2] اھ	یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ باریش ہو لیکن اگر وہ لڑکا بے ریش، خوبصورت ہوتوپھر دریں صورت والد اس کے باہر جانے سے یعنی سفرکرنے سے روک سکتاہےاھ (ت)

اقول: (میں کہتاہوں) تحقیق مقام یہ ہے کہ اگروہاں جانے میں اندیشہ فتنہ یقینی ہے یعنی ایسا ظن غالب کہ فقہیات میں ملتحق بہ یقین ہے تو بلاشبہہ باپ روک سکتاہے بلکہ روکنا لازم ہے

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الخ الباب السادس والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۶۵

[2] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی التسبیح والتسلیم الخ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۹۴

فان درء المفاسد اھم من جلب المصالح (کیونکہ مفاسد کا دفاع مصالح کے حصول سے زیادہ ضرور کرے۔ت) اور اگر محض وہم ہے تو معتبر نہیں ہے اور اگر متوسط حالت ہے تو علم ضروری سے نہیں روک سکتا اور زائد میں نظر مختلف ہے اور معیار موازنہ مفسدہ و مصلحت ہے کماھو قانون الشرع والعقل فلیکن التوفیق وباللّٰہ التوفیق (جیسا کہ شرعی اور عقلی قانون کا تقاضا ہے پس توفیق حاصل ہونی چاہئے اور اللہ تعالٰی کے کرم سے ہی حصول توفیق ہے۔ت) واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۴۰: از بریلی محلّہ سوداگری مسئولہ محمد حسین طالبعلم مدرسہ منظر اسلام ۷ شعبان المعظم ۱۳۳۵ھ

صورت مسئلہ یہ ہے کہ زید نے عمرو کو علم طب سکھایا اور عمرو نے زید کو علم حساب سکھایا مرتبہ استاد اور شاگرد ہونے میں دونوں برابر ہیں یا کسی کو ایک دوسرے پر افضیلت ہے؟

الجواب:

جمع تفریق ضرب تقسیم جس قدر پر علم فرائض کا توقف ہے طب سے افضل ہے باقی حساب میں توغل سے طب افضل ہے جس نے افضل سکھایا وہ افضل استاد ہے۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۴۱: از بریلی مدرسہ اہلسنت مولوی شفیع احمد صاحب طالب علم مدرسہ ساکن بیلپور

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے ماں باپ اگر تحصیل علم فرض سے منع کریں تو اس میں ان کی تعمیل حکم ہرگز نہیں چاہئے اور اگر ان کی قربت میں تحصیل نہ ہوسکے تو سفر کرنا ضرور ہے اگرچہ ماں باپ کو اس کی خدمت کی طرف احتیاج ہو تو یہ قول زید صحیح ہے یا نہیں؟ بیّنوا بالتفصیل ولوکان القلیل توجروا من رب الجلیل (کسی قدر تفصیل سے بیان فرماؤ اگرچہ تھوڑی ہو، اور جلیل القدر پروردگار سے اجر وثواب پاؤ۔ت)

الجواب:

قول زید صحیح ہے مطلقًا جبکہ اس علم کی تحصیل چاہتا ہو جو فرض عین ہے یونہی صحیح ہے اگر بقدر فرض عین جانتا ہو اور فرض کفایہ کی تحصیل چاہے اور وہاں میسر نہ ہو اور اس کے سفر کرنے میں والدین کا ضائع چھوڑنا نہ ہو اور اگر ان کی اضاعت لازم آئے تو فرض عین کے بعد کفایہ کے لئے اس کی اجازت نہیں ہوسکتی کہ ان کا ضائع نہ چھوڑنا اس پر فرض عین ہے ضائع چھوڑنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ نہ مال رکھتے ہیں نہ کسب پر قادر ہیں یہی کماتا ہے اور انہیں کھلاتا ہے اور اگر تحصیل کفایہ میں مشغول ہوگا

توان کے نفقہ سے عاجز ہوگا اور وہ نان شبینہ کو محتاج رہ جائیں گے یا وہ سخت مریض یا اپاہج یا مفلوج ہیں کہ حرکت سے عاجز ہیں اور ان کی خدمت اسی کے متعلق ہے اور وہ اجیر نہیں رکھ سکتے تو تحصیل کفایہ کو سفر ممنوع۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۳۴۲: از سوائی مادھوپور قصبہ سانگود ریاست کوٹہ راجپوتانہ مرسلہ الف خاں مہتمم مدرسہ انجمن اسلامیہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

تعلیم انگریزی وہندی کی مسلمان کو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

غیر دین کی ایسی تعلیم کہ تعلیم ضروری دین کو روکے مطلقاً حرام ہے، فارسی ہو یا انگریزی یا ہندی، نیز ان باتوں کی تعلیم جو عقائد اسلام کے خلاف ہیں جیسے وجود آسمان کا انکار یا وجود جن وشیطان کا انکار یا زمین کی گردش سے لیل ونہار یا آسمانوں کا خرق والتیام محال ہونا یا اعادہ معدوم ناممکن ہونا وغیر ذلک عقائد باطلہ کہ فلسفہ قدیمہ جدیدہ میں ہیں ان کا پڑھنا پڑھانا حرام ہے کسی زبان میں ہو نیز ایسی تعلیم جس میں نیچریوں دہریوں کی صحبت رہے ان کا اثر پڑے دین کی گرہ سست ہو یا کھل جائے، اور اگر جملہ مفاسد سے پاک ہو تو علوم آلیہ مثل ریاضی وہندسہ وحساب وجبر ومقابلہ وجغرافیہ وامثال ذلک ضروریات دینیہ سیکھنے کے بعد سیکھنے کی کوئی ممانعت نہیں کسی زبان میں ہو اور نفس زبان کا سیکھنا کوئی حرج رکھتا ہی نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۳۴۳: مولوی افضل صاحب طالب علم مدرسہ منظر اسلام مورخہ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

چہ میفرمایند علمائے دین کہ یک شخص نزد کسے سبق خواندہ بعدہ معلوم کہ استاد او در دین خود مستقیم نیست ومی گویند کہ امام صاحب نداشتہ واجماع راغلط میداند ومی گوید کہ قادیانی مجدد بود وغیرہ بے ادبی ہا از او دیدہ واو را ترک کرد واو را بسیار ناراضی کرد کہ آیا این شاگرد نزد شرعی ملامت است یانہ اینچنیں استاد حق بر سر شاگرد دارد یانہ؟ **بینوا توجروا۔**	علمائے دین کیا فرماتے ہیں (اس مسئلہ میں کہ) ایک آدمی نے ایک استاد سے سبق پڑھا بعد میں اس کو معلوم ہوا کہ اس کا استاد ٹھیک دین نہیں رکھتا، کہتے ہیں کہ اس کا کوئی امام نہیں (یعنی وہ کسی امام کا پیروکار نہیں) اور وہ اجماع امت کو غلط کہتا ہے اور کہتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی مجدد تھا اور اس کے علاوہ اور کئی ناشائستہ اور بے ادبی کی کتابیں (شاگرد نے) استاد سے دیکھیں اس لئے اس کو چھوڑ دیا اور اس کو سخت ناراض کیا، تو کیا یہ شاگرد اسلامی شریعت میں قابل ملامت ہے یا نہیں، اور اس قسم کا استاد شاگرد پر اپنا حق رکھتا ہے یا نہیں؟ بیان فرمائیے اجر پائیے۔ (ت)

الجواب:

ایں چنیں استاد را بر شاگرد خود ہماں حق است کہ برملٰئکہ ابلیس لعین راکہ اور العنت مے کنند وروز قیامت کشاں کشاں بدوزخ افگنند۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اس قسم کے استاد کا اپنے شاگرد پر وہی حق ہے جو شیطان لعین کا فرشتوں پر ہے کہ فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں اور قیامت کے دن گھسیٹ گھسیٹ کر دوزخ میں پھینک دیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۴۴: مولوی افضل صاحب طالب علم مدرسہ منظر اسلام مورخہ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

سوال دیگر برادر من مرا تعلیم کردہ وبر من ظلم وستم بیجد کردہ درمال دنیاوی ومن باو گفتگو بسیار کردہ ام دریں باب ایں حق دار است یانہ ونزد شرع ملامت ست یانہ؟	دوسرا سوال: میرے بھائی نے مجھے تعلیم دی لیکن اس نے دنیوی مال کے معاملہ میں مجھ پر بیحد ظلم وستم کیا، پھر میں نے اس سے بہت سی باتیں کیں اس باب میں یہ حقدار ہے یا نہیں؟

الجواب:

برادرِ کلاں را در حدیث بشابہ پدر شمردہ اند خاصہ کہ استاذ باشد استاذ علم دین خود اعظم از پدرست برائے مال با او ناحفاظتی نمی شاید کرد باینہمہ اگر در گفتگو تجاوز از حد نہ کردہ ست بزہ کار نیست وبوجہ عدم رعایت حق استاذ وبرادر کلاں خالی از ملامتی ہم نیست۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	بڑے بھائی کو حدیث پاک میں والد کے مشابہ شمار کیا ہے جبکہ وہ استاذ بھی ہو۔ علم دین کا استاذ (مرتبہ میں) والد سے بہت بڑا ہے۔ لہٰذا دنیاوی مال کی وجہ سے اس کی بے حرمتی نہیں کرنی چاہئے تھی، اور ان سب باتوں کے باوجود اگر کلام کرنے میں حد سے تجاوز نہیں کیا تو گنہگار نہیں۔ پس استاذ اور بڑے بھائی کے حق کی رعایت نہ کرنے کی وجہ سے ملامت سے خالی بھی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۴۵: از ریاست جموں کشمیر خاص محلّہ رنگریزاں بخانہ منشی چراغ ابراہیم براستہ جہلم مرسلہ محمد یوسف صاحب ۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

اگر کوئی صاحب اہل علم ہو کر اپنے استاد مربی کا انکار کرے کہ ہمارا کوئی استاد نہیں باوجودیکہ گواہ موجود ہوں، تو اس کے واسطے کیا حکم ہے؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

استاد کا انکار کفران نعمت ہے، اور کفران نعمت موجب سزا وعقوبت،

"وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ" [1] (ہم بدلہ یعنی سزا نہیں دیتے سوائے ان کے ناشکر گزار ہیں۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۳۴۶: از فیض آباد مسجد مغلپورہ مرسلہ شیخ اکبر علی مؤذن و مولوی عبدالعلی ۹ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

پیر مولوی جو مرید کرتے ہیں نائب رسول بھی کہلاتے ہیں ان کو پیروی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اور ان کے اصحاب اور امامانِ شریعت کی واجب ہے؟

الجواب:

ضرور واجب ہے مگر کسی شخص پر بدگمانی کہ یہ پیروی نہیں کرتا بے کسی ایسی دلیل کے جو آفتاب کی طرح روشن ہو جائز نہیں اور علماء پر عوام کو اعتراض نہیں پہنچتا اور جو مشہور بمعرفت ہو اس کا معاملہ زیادہ نازک ہے ہر عام مسلمان کے لئے حکم ہے کہ اس کے ہر قول وفعل کے لئے ستر محمل حسن تلاش کرو نہ کہ علماء و مشائخ جن پر اعتراض کا عوام کو کوئی حق نہیں یہاں تک کہ کتب دینیہ میں تصریح ہے اگر صراحۃً نماز کا وقت جارہا ہے اور عالم نہیں اٹھتا تو جاہل کا یہ کہنا گستاخی ہے کہ نماز کو چلئے وہ اس کے لئے ہادی بنایا گیا ہے نہ کہ یہ اس کے لئے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۳۴۷: از جوناگڑھ محلّہ کتیانہ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ محمد حسین ۲۰ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

نذیر احمد بی،اے،ایل،ایم،کا ترجمہ صحیح ہے یا غلط؟ اور لڑکوں کو مدرسہ میں اس کا ترجمہ پڑھانا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب:

نذیر احمد کا نہ ترجمہ صحیح ہے نہ ایمان، وہ شخص منکر خدا تھا، جیسے اس نے اور کتابیں نصرانیت و نیچریت آمیز لکھیں جن سے مال کمانا مقصود تھا ویسے ہی یہ ترجمہ بھی کردیا گیا اس سے بھی داموں ہی کی غرض تھی ورنہ جو شخص اللہ ہی کو نہ مانتا ہو وہ قرآن کے ترجمہ کو کیا جانے گا۔ اس کا ترجمہ ہرگز نہ پڑھایا جائے، **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۳۴۸: از شہر محلّہ قرلان مرسلہ مولوی حاجی منیر الدین بنگالی متعلّم مدرسہ اہلسنت وجماعت ۱۲جمادی الاخری ۱۳۳۶ھ

زید معلم ہے اور اپنے استاد احبابوں کو لے کر تخت پر بیٹھ کر حقہ پیتے ہیں اور اس کے شاگردان

[1] القرآن الکریم ۳۴/ ۱۷

ایک ڈیڑھ گز کے فاصل زمین پر بیٹھ کر قرآن عظیم پڑھتے ہیں اسے ہر طرح کہا گیا مگر وہ اس فعل سے باز نہیں آتا معاذاللہ اب زید پر کیا حکم ہے اور مسلمانوں کو اس کے ساتھ میل جول کرنا کیسا ہے؟

الجواب:

وہ معلم اور اس کے ساتھ بیٹھنے والے سب بے ادب گستاخ ہیں اس کو تنبیہ کی جائے اگر نہ مانے تو صاحب مکان پر لازم ہے کہ وہاں سے تخت اٹھالے اور اس پر بھی اسے متنبہ ہوتا نہ دیکھے تو اسے موقوف کردے کہ بے ادب ہے نہ کہ شاگرد کو، مولانا قدس سرہ فرماتے ہیں:

از خدا جوئیم توفیق ادب بے ادب محروم ماند از لطف رب

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد [1]

(ہم اللہ تعالٰی سے حصول ادب کی توفیق مانگتے ہیں کیونکہ بے ادب رب تعالٰی کے فضل سے محروم رہتا ہے۔ بے ادب نہ صرف اپنے آپ کو برے حالات میں رکھتا ہے بلکہ اس کی بے ادبی کی آگ تمام دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۳۴۹: از شہر کانپور مرسلہ مولوی سلیمان صاحب مدرس دار العلوم

قرآن شریف میں عربی عبارت کے نیچے اردو میں ترجمہ اور انگریزی یا بنگلہ زبان میں مطالب و شان نزول وقصص کا لکھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

جائز ہے جبکہ فائدے مطابق شرع ہوں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۳۵۰: از اردہ نگلہ ڈاکخانہ اچھنیرا ضلع آگرہ مرسلہ صادق علی خاں صاحب ۲۵ شوال ۱۳۳۶ھ

اس خیال سے انگریزی پڑھنا اور پڑھوانا بچوں کو کہ اس میں عزوجاہ دنیوی ہے یا حصول دنیا کا بڑا ذریعہ ہے جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب:

سائنس وغیرہ وہ فنون و کتب پڑھنی جن میں انکار وجود آسمان و گردش آفتاب وغیرہ کفریات کی تعلیم ہو حرام ہے، اور وہ نوکری جو خود حرام یا حرام میں اعانت ہے اس کی نیت سے پڑھنا

---

[1] مثنوی معنوی دفتر اول در خواستن توفیق رعایت ادب الخ نورانی کتب خانہ پشاور ص ٦

بھی حرام ہے اور اگر جائز فنون جائز نوکری کے لئے پڑھے تو جائز ہے جبکہ اس میں وہ انہماک نہ ہو کہ اپنے ضروریات دین وعلوم فرض کی تعلیم سے باز رکھے ورنہ جو فرض سے باز رکھے حرام ہے اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے دین واخلاق ووضع پر اثر نہ پڑے، اسلامی عقائد وخیالات پر ثابت ومستقیم اور مسلمانی وضع پر قائم رہے ان سب شرائط کے اجتماع کے بعد جائز رزق حاصل کرنے کے لئے حرج نہیں رہی اس سے عزوجاہ دنیوی کی طلب، طلب جاہ خود ناجائز ہے اگرچہ عربی زبان واسلامی علوم سے ہو نہ کہ وہ جاہ کہ استقامت علی الدین کے ساتھ کم جمع ہو۔

قال اللہ تعالٰی "اَیَبۡتَغُوۡنَ عِنۡدَھُمُ الۡعِزَّۃَ فَاِنَّ الۡعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیۡعًا ﴿۱۳۹﴾"[1]۔واللہ تعالٰی اعلم	اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: کیا وہ ان کے ہاں عزت تلاش کرتے ہیں حالانکہ سب عزت اللہ تعالٰی کے لئے ہے۔واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۵۱: از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مسئولہ شاہ خاکی بوڑاہ

دیوبندی کا وعظ سننا، ان سے فتوٰی لینا اور ان کے ساتھ نماز پڑھنا، کھانا، شادی کرنا کیسا ہے؟

الجواب:

دیوبندی وہابیوں کی اخبث شاخ ہے، اس کا وعظ سننا حرام، اس سے فتوٰی لینا حرام، اس سے میل جول سخت حرام، بلکہ اسے مسلمان جان کر ہو تو کفر، علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے **من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر**[2] (جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۳۵۲: از شہر مسئولہ عبدالحفیظ صاحب طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کسی عالم باعمل کی خدمت میں اس غرض سے حاضر ہوا کہ چند مسئلہ شرعیہ دریافت کرکے اس پر عمل کرے مگر عالم نے اس کے ساتھ اخلاق محمدی نہیں برتا اور سخت خفگی ظاہر کی کہ اس کی دہشت سے زید نے ناراض ہو کر اپنے اس ارادہ کو ترک کردیا جس مسئلہ پر عمل کرنے والا تھا چونکہ علمائے باعمل وارث انبیاء ہیں، اخلاق محمدی نہ برتنے سے اور زید کو مسئلہ کی واقفیت نہ ہونے سے وہ عالم موجب عذاب خداوندی کا ہوسکتا ہے یا نہیں؟

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۳۹

[2] حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین مطبع اہلسنت بریلی ص ۹۴

الجواب:

سائل کاکلام متناقض ہے عالم باعمل بھی کہتا ہے اور اتنا شدید الزام بھی اس پر دھرتا ہے اگر واقعی عالم باعمل ہے تو اس کی خفگی اگر اس کی کسی معصیت یا بے ادبی شریعت کے سبب ہوگی اسے لازم تھا کہ توبہ کرے اور معافی چاہے نہ یہ کہ اس کے سبب عالم سے کنارہ کش ہو اور مسئلہ پوچھنے کا فرض چھوڑ کر اپنی معصیت میں یہ دوگناہ اور اضافہ کرے اور تیسرا یہ کہ عالم پر الزام رکھنا چاہے، فلاح نہیں پاتا وہ جاہل جو خادمان شریعت کا ادب نہ کرے اور بالفرض اس کی خفگی اس پر کسی معصیت و بے ادبی شریعت کے سبب نہ ہو بعض وقت انسان کی طبیعت منغص ہوتی ہے اس کا سبب کچھ اور ہوتا ہے اور دوسرے کا بات کرنا بھی اس وقت ناگوار ہوتا ہے اس وقت وہ اسے جواب ترشی سے دیتا ہے جو اس پر ناراضی کے باعث نہیں ہوتا ایسے وقت کی ترشی اہل سعادت کے لئے قابل لحاظ نہیں، اکابر صدیقین نے فرمایا:

ان لناشیطانا لیقربنا فاذا رأیتموہ فاعتزلوا۔	بے شک ہمارے لئے بھی شیطان ہے جو ہمارے قریب ہوتا ہے جب تم اسے دیکھو تو الگ ہٹ جاؤ۔ (ت)

یعنی ہم بھی بشر ہیں بشر کا ساغصہ ہمیں بھی آتا ہے جب اسے دیکھو تو اس وقت ہمیں چھیڑو نہیں بلکہ الگ ہٹ جاؤ۔ اور بالفرض یہ بھی نہ سہی بلکہ بلاوجہ محض اس سے کج خلقی کی تو ضرور اس کا الزام اس عالم پر ہے مگر اسے اس کی خطاگیری اور اس پر اعتراض حرام ہے اور اس کے سبب رہنمائے دین سے کنارہ کش ہونا اور استفادہ مسائل چھوڑ دینا اس کے حق میں زہر ہے اس کا کیا نقصان، حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: عالم اگر اپنے علم پر عمل نہ کرے جب اس کی مثال شمع کی ہے کہ آپ جلے اور تمہیں روشنی دے۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ وہ عالم حقیقۃً عالم دین سنی صحیح العقیدہ ہادی راہ یقین ہو ورنہ اگر سنی نہیں تو کتنا ہی خلیق کتنا ہی متواضع کتنا ہی خوش مزاج بنے نائب ابلیس ہے اس سے کنارہ کشی فرض ہے اور اس سے فتوٰی پوچھنا حرام۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۳۵۳: از شہر کہنہ محلّہ لودھی ٹولہ مسئولہ حبیب اللہ خاں ۲۹ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو صاحب جھوٹا مسئلہ بیان کریں ان کے واسطے شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

جھوٹا مسئلہ بیان کرنا سخت شدید کبیرہ ہے اگر قصداً ہے تو شریعت پر افتراء ہے اور شریعت پر

افتراء اللہ عزوجل پر افترا ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"اِنَّ الَّذِیۡنَ یَفۡتَرُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ الۡکَذِبَ لَا یُفۡلِحُوۡنَ ﴿۶۹﴾" [1]	وہ جو اللہ پر جھوٹ افتراء کرتے ہیں فلاح نہ پائیں گے۔

اور اگر بے علمی سے ہے تو جاہل پر سخت حرام ہے کہ فتوٰی دے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من افتی بغیر علم لعنتہ ملئکۃ السماء والارض [2]۔	جو بغیر علم کے فتوٰی دے اس پر آسمان وزمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

ہاں اگر عالم سے اتفاقاً سہو واقع ہو اور اس نے اپنی طرف سے بے احتیاطی نہ کی اور غلط جواب صادر ہوا تو مواخذہ نہیں مگر فرض ہے کہ مطلع ہوتے ہی فوراً اپنی خطاظاہر کرے، اس پر اصرار کرے تو پہلی شق یعنی افترا میں آجائے گا۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۳۵۴: از شہر محلہ ملوکپور مسئولہ امیر اللہ صاحب ۱۸صفر ۱۳۳۹ھ

حضور والا! السلام علیکم! انجمن خدام المسلمین کو مولوی قطب الدین صاحب نے بغرض استقبال مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی کے بلوایا تھا ممبران انجمن نے ان کا استقبال بریلی جنکشن پر کیا اور وہاں سے ان کی سواری کو اپنے ہاتھوں سے کھینچ کر حضور کے درِ دولت تک لا پہنچایا، پھر حضور کے درِ دولت سے مولوی قطب الدین کے مکان تک اسی شان وشوکت سے پہنچایا مسلمانوں کو ایک عالم دین کے استقبال وخدمت کرنے سے کیا شرع مطہر روکتی ہے، اور یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ حضور کو سخت صدمہ پہنچا اور حضور کی شان گھٹائی، مفصل طور پر جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب:

وعلیکم السلام، استغفر اللہ، یہ جو سننے میں آیا محض کذب وافترا ہے اور وہ تعظیم کہ مسلمانوں نے سنی عالم کی کی باعث اجر عظیم و رضائے خدا ہے، حدیث میں ارشاد ہوا:

من تواضع للہ رفعہ اللہ [3]۔ **واللہ تعالٰی اعلم**	جس نے اللہ کی خوشنودی کے لئے عاجزی اختیار کی اللہ اس کو بلند کردیتا ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم** (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۶۹

[2] کنزالعمال حدیث نمبر ۲۹۰۱۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۹۳

[3] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۳/ ۷۶

مسئلہ ۳۵۵: از شہر چڑھائی نیب مسئولہ عبدالرحیم صاحب ۷ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خدا کے یہاں مفتی فتوی دینے کا ذمہ دار ہے یا وہ بھی جو فتوی پر عمل کرے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اگر وہ مفتی قابل فتوی نہیں یا عامہ مسلمین شہر در بارہ فتوی اس پر اعتماد نہیں کرتے یا فتوی ایسا غلط ہے جس کی صریح غلطی مستفتی پر ظاہر ہے یا عالم معتمد مستند نے اس کے اغلاط ظاہر کردیئے یا فتوی واقعات پر نہیں ہے اور اس میں مفتی نے اصل واقعہ چھپایا اور غلط رخ دکھایا تو مفتی، اس پر عمل کرنے والا دونوں ماخوذ و گرفتار ہیں ورنہ جب تک حق واضح نہ ہو جاہل پر وبال نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۳۵۶: از احمد آباد گجرات محلّہ چھیپیاں پانچ پنپیلی مکان چھینیہ سلطان جی علی جی کوڑے والے مسئولہ غلام نبی صاحب پیرزادہ ۱۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین:

(۱) جو لوگ کتب دینیات وغیرہ طالب علم کو تعلیم دینے سے مدرس اول کو منع کرتے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟

(۲) اور کسی نا اہل کو اس کی قابلیت سے باہر علم سکھانا بغرض مباحثات و مجادلات کے کیسا ہے؟ **بیّنوا بیانا شافیا توجروا اجرا وافیا** (شافی بیان فرماؤ اور پورا اجر و ثواب پاؤ۔ ت)

الجواب:

(۱) تعلیم دین اگر بوجہ دین ہے تو اس سے ممانعت منع خیر ہے "**مَّنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ**" [1] (بھلائی سے روکنے والا حد سے گزرنے والا اور گنہگار ہے۔ ت) میں داخل ہونا ہے ایسے لوگوں کی بات ہر گز نہ سنی جائے نہ انہیں مدرسہ میں دخل دیا جائے ہاں اگر مدرس اول بدمذہب ہو اور بنام اپنے مذہب فاسد کی اشاعت چاہتا ہو تو اسے روکنا فرض ہے اور یہ تعلیم دین کی ممانعت نہ ہوئی بلکہ تخریب دین کا انسداد ہوا۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

---

[1] القرآن الکریم ۶۸/ ۱۲

(۲) قابلیت سے باہر علم سکھانا فتنہ میں ڈالنا ہے اور نا قابل کو مباحث و مجادل بنانا دین کو **معاذاللہ** ذلت کے لئے پیش کرنا ہے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا وسد الامر الی غیراھلہ فانتظر الساعۃ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم	جب نا اہل کو کام سپرد کیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو(ت)

مسئلہ ۳۵۸: از موضع گھاگرہ ڈاکخانہ پائیکوڑہ ضلع میمن سنگھ مسئولہ مولوی سعید الرحمٰن ۲۹ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ موضع گھاگرہ میں لوگوں نے ایک نیاجلسہ قائم کیا ہے بنگلہ میں اس کا نام سمیتی ہے واسطے فیصلہ کرنے مقدمہ وغیرہ کے۔ لیکن اس میں چار پانچ شخص نا قابل علم شریعت سے ناواقف سردار ہو کر اپنی رائے کے مطابق احکام جاری کرتے ہیں شریعت کے خلاف اور اگر کوئی ان کے خلاف شرع حکم کو نہ مانے تو اس کو امامت سے برخاست اور جمعہ وجماعت سے خارج کرتے ہیں اور لوگوں کو اس کی دعوت و نماز جنازہ غرض تمام دنیوی اخروی کاموں سے منع کرتے ہیں علماء کی اہانت، ظالموں کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں اور عالموں سے حسد بغض کینہ دل وجان سے کرتے ہیں حتی کہ اہل علم کو حقیر سمجھتے اور کبھی گالیاں بھی دیتے ہیں حسد کی وجہ سے عالموں کو پیچھے اور ان پڑھ کو آگے نماز پڑھنے کا حکم دیتے ہیں یعنی جاہل کو امامت کا حکم دیتے ہیں، موافق شریعت ان پر کیا حکم ہے اور جو ان کی مدد کرے ان پر کس قدر گناہ ہے؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

جاہلوں کو حاکم شرع بنانا حرام ہے اور وہ جو خلاف شرع حکم دیتے ہیں اس کا ماننا حرام ہے، ایسے لوگوں کے لئے قرآن عظیم میں تین الفاظ ارشاد فرمائے: ظالم، فاسق، کافر۔ اور اپنے باطل احکام نہ ماننے والوں کو امامت و جمعہ وجماعات سے خارج کرنا ان کا سخت ظلم ہے اور ان کی نماز جنازہ سے روکنا اور اشد ظلم۔ ظالموں کی تعظیم حرام ہے اور عالمان دین کی اہانت کفر ہے۔ مجمع الانہر میں ہے:

من قال للعالم عویلم قاصدا بہ الاستخفاف کفر[2]۔	جس شخص نے کسی عالم کو بصیغہ تصغیر عُوَیْلَمْ ہلکا جان کر کہا تو وہ کافر ہو گیا۔ (ت)

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب من سئل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۴

[2] مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر باب المرتد ثم ان الفاظ الکفر الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۵

اور عالم دین سے بلاوجہ بغض رکھنے میں بھی خوف کفر ہے اگرچہ اہانت نہ کرے۔ فتاوٰی خلاصہ وغیرہا میں ہے:

من ابغض عالما بغیر وجه ظاهر خیف علیه الکفر [1]۔	جس نے کسی عالم سے بغیر کسی وجہ ظاہر کے دشمنی رکھی تو اس پر کفر کا اندیشہ ہے۔(ت)

عالموں کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کرنا اور جاہلوں کو امام بنانا حکم شریعت کا بدلنا ہے۔ غرض ایسے لوگ شیطان کے مسخرے ہیں مسلمانوں پر فرض ہے کہ ان سے دور رہیں اور جو ان کی مدد کرتے ہیں وہ انہیں کے مثل ہیں۔ حدیث میں ہے:

من مشی مع ظالم لیعینه وهو یعلم انه ظالم فقد خلع من عنقه ربقة الاسلام [2]۔ والعیاذ باللّٰه تعالٰی، واللّٰه تعالٰی اعلم۔	جو دانستہ ظالم کی مدد دینے چلے اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے نکال دی۔

مسئلہ ۳۵۹، ۳۶۰: از گورکھپور محلّہ دھمال مسئولہ سعید الدین ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں کہ:

(۱) عالم کا یہ کہہ دینا کہ میں نے مسئلہ صحیح بیان کیا تھا یا غلط مجھ کو یاد نہیں ہے دوسرے سے پوچھ لو، درست ہے یا نہیں؟

(۲) کسی عالم سے پوچھا کہ آپ صحیح وغلط بھی بیان کرتے ہیں اور اس پر اس کا جواب دینا کہ ہاں، درست ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

(۱) صرف درست نہیں بلکہ واجب ہے اگر اس کو اپنے بیان میں شک ہو گیا ہو اور خود اس کی تنقیح نہ کر سکتا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) اگر اس کے یہ معنی ہیں کہ مجھ سے کبھی خطا بھی ہو جاتی ہے تو درست ہے اور اگر یہ مراد کہ کبھی قصداً مسئلہ غلط بیان کر دیتا ہے تو سخت فسق کا اقرار ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الفاظ الکفر الجنس الثامن مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۸

[2] المعجم الکبیر حدیث ۶۱۹ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱/ ۲۲۷

مسئلہ ۳۶۱: از اجمیر مقدس محلّہ لاکھی کوٹھری اوپری گلی نزد پیرزادگان مسئولہ کمال الدین ۸ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنے کو عوام پر مولوی ظاہر کرے جس نے نہ تو کسی مدرسہ میں تعلیم باقاعدہ حاصل کی ہو اور نہ جس نے کوئی سند منشی عالم فاضل کی حاصل کی ہو اور خود ساختہ استفتاء پر خود ہی جواب تحریر کردے اور طلباء ومدرسین سے دستخط کرائے اور جس سے اپنی ذات کا ممتنع ہونا مقصود ہو اور جو جید عالم و مولوی صاحبان و قاضی صاحب پر شہرت حاصل کرنے اور زر حاصل کرنے کی غرض سے جا وبیجا حملہ کرے اور جو مدت تک قاضی صاحب کے پیچھے نماز ادا کرتا رہا ہو اور چند روز سے قاضی صاحب کے پیچھے نماز ادا نہیں کرتا ہے اور صدہا علما قاضی صاحب کے پیچھے نماز ادا کرتے رہے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

سند حاصل کرنا تو کچھ ضرور نہیں، ہاں باقاعدہ تعلیم پانا ضرور ہے مدرسہ میں ہو یا کسی عالم کے مکان پر، اور جس نے بے قاعدہ تعلیم پائی وہ جاہل محض سے بدتر، نیم ملا خطرہ ایمان ہوگا ایسے شخص کو فتوٰی نویسی پر جرأت حرام ہے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من افتی بغیر علم لعنتہ ملٰئکۃ السماء والارض [1]۔	جو بے علم فتوٰی دے اس پر آسمان وزمین کے فرشتوں کی لعنت ہے۔

اور اگر فتوٰی سے اگرچہ صحیح ہو وجہ اللہ مقصود نہیں بلکہ اپنا کوئی دنیاوی نفع منظور ہے تو یہ دوسرا سبب لعنت ہے کہ آیات اللہ کے عوض ثمن قلیل حاصل کرنے پر فرمایا گیا:

"اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَ لَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ لَا یُزَكِّیْهِمْ۪ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ" [2]	ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور اللہ ان سے کلام نہ فرمائے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر رحمت کرے اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اور علمائے دین کی توہین کرنے والا منافق ہے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن علی حدیث ۲۹۰۱۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۹۳

[2] القرآن الکریم ۳/ ۷۷

ثلثة لایستخف بحقهم الامنافق بین النفاق ذو العلم وذوالشیبة فی الاسلام و امام مقسط[1]۔	تین شخصوں کا حق ہلکا نہ جائے گا مگر جو منافق کھلا منافق ہو عالم اور وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا اور سلطان اسلام عادل۔

تحصیل زر کے لئے علماء مسلمین پر بیجا حملہ کرنے والا ظالم ہے اور ظلم قیامت کے دن ظلمات، قاضی مذکور جیسے امام کے پیچھے بلاوجہ شرعی نماز ترک کرنا تفریق جماعت یا ترک جماعت ہے، اور دونوں حرام و ناجائز۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۶۲: ازیوناور علاقہ پر ان ملک مالوہ مسئولہ قاسم علی ۱۸ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اسلام وایمان وشرع شریف کے احکام کو جانتا ہے اور لوگوں کو گناہ سے بچنے کی ہدایت اس آیت کے وسیلے "فَذَکِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّکْرٰی ؕ"[2] کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

اگر عالم ہے تو اس کا یہ منصب ہے اور جاہل کو وعظ کہنے کی اجازت نہیں وہ جتنا سنوارے گا اس سے زیادہ بگاڑے گا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۶۳: از بھان پورہ مکسر اسٹیٹ مسئولہ مرتضٰی خاں پی سارجنٹ سپرنٹنڈنٹ پولس آفس ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین کہ خالد نے خلاف شرع کوئی مسئلہ بیان کیا اور بکر نے جس کے ذہن میں وہ غلط ہے بغرض اصلاح سوال کیا تو کہا بکر کا یہ سوال غلط ہے اور خالد نے یہ مسئلہ شرعیہ استصوابیہ کو نہیں سمجھا یا تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:

بکر کے ذہن میں جبکہ خالد کا مسئلہ صحیح نہ تھا تو بکر کا اسے پوچھنا کچھ بے جانہ ہوا اور خالد کا نہ بتانا سخت بے جا ہوا خصوصًا جبکہ خالد نے مسئلہ غلط بیان کیا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

[1] المعجم الکبیر حدیث ۷۸۱۹ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۸/ ۲۳۸، کنزالعمال حدیث ۴۳۸۱۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۳۲

[2] القرآن الکریم ۸۷/ ۹

مسئلہ ۳۶۴: از ملک آسام ضلع گوہتی مرسلہ محمد طیب اللہ ۸ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سید وعالم ایسا ہے کہ تمام شہر کا استاد ہے اور فتوے وفرائض وامامت عیدگاہ اور جنازہ وغیرہ کا کام اسی سے ہوتا ہے۔ اگر کوئی ضیافت میں اکرامًا یا امتیازًا ایک ہی دستر خوان پر ان کو برتن میں اور مہمان کو پتے میں کھلائیں تو شرعًا یہ درست ہے یا نادرست؟ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب:

بلاشبہہ جائز ہے، علماء سادات کو رب العزت عزوجل نے اعزاز وامتیاز بخشا تو ان کا عام مسلمانوں سے زیادہ اکرام امر شرع کا امتثال اور صاحب حق کو اس کے حق کا ایفا ہے۔

قال اللہ تعالٰی "قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ؕ"[1]۔	(اللہ تعالٰی نے فرمایا) تو فرماکیا برابر ہوجائیں گے عالم اور جاہل۔

جب اللہ جل وعلا ہی نے علماء وجہلاء کو برابر نہ رکھا تو مسلمانوں پر بھی ان کا امتیاز لازم، اسی باب سے ہے علمائے دین کو مجالس میں صدر مقام ومسند اکرام پر جگہ دینا کہ سلفًا وخلفًا شائع وذائع اور شرعًا وعرفًا مندوب ومطلوب۔ ام المومنین صدیقہ صلی اللہ تعالٰی علی بعلہا الکریم وعلیہا وسلم کی خدمت اقدس میں ایک سائل کا گزر ہوا اسے ایک ٹکڑا عطا فرمادیا ایک شخص خوش لباس شاندار گزرا اسے بٹھا کر کھانا کھلایا اس بارہ میں ام المومنین سے استفسار ہوا، فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر شخص سے اس کے مرتبہ کے لائق برتاؤ کرو۔ دیکھو یہ تفرقہ برتن اور پتّے کے فرق سے کہیں زائد ہے اور عالم وجاہل وسید وغیر سید کا امتیاز سائل وخوش لباس کے امتیاز سے کہیں بڑھ کر۔

ابوداؤد فی سننہ عن میمون بن ابی شبیب ان عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا مرّبہا رجل علیہ ثیاب وھیأۃ فاقعدتہ	امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں حضرت میمون بن ابی شبیب سے روایت کی ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے پاس سے ایک شخص عمدہ لباس پہنے ہوئے گزرا تو آپ نے اسے

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۹

فاکل فقیل لها فی ذٰلك فقالت قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم انزلوا الناس منازلهم[1]۔	بٹھا کر کھانا کھلایا پھر آپ سے اس کی وجہ دریافت کی گئ تو فرمایا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کاارشاد ہے کہ لوگوں کے ساتھ ان کے حسب مراتب سلوک کیا کرو(ت)

امام مسلم اپنے مقدمہ صحیح میں فرماتے ہیں:

لایقصّر بالرجل العالی القدر عن درجته ولایرفع متضع القدر فی العلم فوق منزلته ویعطی کل ذی حق فیه حقه وینزّل منزلته وقد ذکر عن عائشة رضی الله تعالٰی عنها انها قالت امرنا رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ان ننزل الناس منازلهم[2]۔	بلند مرتبہ شخص کی حسب مرتبہ عزت وقدر ہونی چاہئے اس کی توقیر کرنے میں کوتاہی نہیں ہونی چاہئے اور پست درجہ والے کواس کی حیثیت سے بڑھانا بھی مناسب نہیں اس سلسلے میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہاکے حوالے سے ذکر کیاگیاہے کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم لوگوں سے ان کے مراتب کے مطابق سلوک کیا کریں۔(ت)

ہاں علماء وسادات کو یہ ناجائز وممنوع ہے کہ آپ اپنے لئے سب سے امتیاز چاہیں اور اپنے نفس کو اور مسلمانوں سے بڑا جانیں کہ یہ تکبر ہے اور تکبر ملک جبار جلت عظمتہ کے سوا کسی کو لائق نہیں، بندہ کے حق میں گناہ اکبر ہے،

" اَلَیۡسَ فِیۡ جَہَنَّمَ مَثۡوًی لِّلۡمُتَکَبِّرِیۡنَ ﴿۶۰﴾ "[3] کیا جہنم میں نہیں ہے ٹھکانا تکبر والوں کا۔ جب سب علماکے آقا سب سادات کے باپ حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انتہادرجہ کی تواضع فرماتے اور مقام ومجلس وخورش وروش کسی امر میں اپنے بندگان بارگارہ پر اختیار نہ چاہتے تو دوسرے کی کیا حقیقت ہے مگر مسلمانوں کو یہی حکم ہے کہ سب سے زائد علماوسادات کااعزاز وامتیاز کریں یہ ایسا ہے کہ کسی شخص کو لوگوں سے اپنے لئے طالب قیام ہونا مکروہ اور

[1] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب تنزیل الناس منازلهم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۹

[2] صحیح مسلم مقدمة الکتاب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴

[3] القرآن الکریم ۳۹/ ۶۰

لوگوں کا معظم دینی کے لئے قیام مندوب۔ پھر جب اہل اسلام ان کے ساتھ امتیاز خاص کا برتاؤ کریں تو اس کا قبول انہیں ممنوع نہیں، امیر المومنین سیدنا مولٰی علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنی، کہیں تشریف فرما ہوئے صاحب خانہ نے حضرت کے لئے مسند حاضر کی امیر المومنین اس پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا: کوئی گدھا ہی عزت کی بات قبول نہ کرے گا۔

سعید بن منصور فی سننه عن سفٰین بن عیینه عن عمروبن دینار عن محمد بن علی رضی الله تعالٰی عنهما قال القی لعلی کرم الله تعالٰی وجهه وسادة فقعد علیها وقال لایابی الکرامة الاحمار رواه الدیلمی[1] عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فذکروه والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔	سعید بن منصور نے اپنی سنن میں سفیان بن عیینہ سے انہوں نے عمرو بن دینار سے انہوں نے محمد بن علی سے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے وسادۃ (یعنی بچھونا) بچھایا گیا اور آپ اس پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: عزت و توقیر کا انکار گدھا ہی کرسکتا ہے۔ اور محدث دیلمی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، پھر اس نے وہی حدیث بیان فرمائی۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

[1] المقاصد الحسنه بحواله سعید بن منصور حدیث ۱۳۱۷ دار الکتب العلمیه بیروت ص ۴۶۹

مجالس ومحافل

میلاد شریف، گیارھویں شریف، مرثیے، ذکرِ شہادت وغیرہ

مسئلہ ۳۶۵: ازامروہہ مرسلہ مولوی سید محمد شاہد صاحب میلاد خواں ۲۲شعبان ۱۳۱۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مجالس میلاد میں امردوں کو بازوبنا کرپڑھنادرست ہے یا نہیں؟ اور وہ کون سی حالتیں ہیں جن کے سبب سے مولود کاپڑھناسننا ناجائز ہوجاتاہے۔ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمایئے اجر پایئے۔ت)

الجواب:

امرد کہ اپنی خوبصورتی یاخوش آوازی سے محل اندیشہ فتنہ ہو خوش الحانی میں اسے بازو بنانے سے ممانعت کی جائے گی **فان ھذا الشرع المطھر جاء بسد الذرائع واللہ لایحب الفساد** (کیونکہ یہ پاک شریعت (ناجائز) ذرائع کی روک تھام کرتی ہے اللہ تعالٰی فتنہ وفساد کو پسند نہیں فرماتا۔ت) منقول ہے کہ عورت کے ساتھ دو شیطان ہوتے ہیں اور امرد کے ساتھ ستّر۔ علماء فرماتے ہیں امرد کاحکم مثل عورت کے ہے۔

فی ردالمحتار عن الھندیۃ عن الملتقط الغلام اذا بلغ مبلغ	ردالمحتار میں بحوالہ ہندیہ اس نے الملتقط سے نقل کیاہے کہ لڑکاجب مردوں کی حد کو پہنچ جائے

الرجال ولم یکن صبیحا فحکمه حکم الرجال وان کان صبیحا فحکمه حکم النساء [1]۔	اور خوبصورت نہ ہو تو وہ مردوں کا حکم رکھتا ہے یعنی اس پر مردوں والے حکم کا اطلاق ہوگا اور اگروہ خوبصورت ہو تو عورتوں کا حکم رکھتا ہے (ت)

علماء نے اباحت سماع کے شرائط میں یہ بھی شمار فرمایا کہ ان میں کوئی امرد نہ ہو۔

فی ردالمحتار عن التتارخانیة عن العیون، له شرائط ستة ان لایکون فیهم امرد [2] الخ۔	فتاوٰی شامی میں تتارخانیہ سے اس نے العیون سے روایت کی ہے کہ سماع کے لئے چھ شرائط ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان میں بے ریش لڑکانہ ہوالخ۔ (ت)

وہ پڑھنا سننا جو منکرات شرعیہ پر مشتمل ہو، ناجائز ہے جیسے روایات باطلہ وحکایات موضوعہ واشعار خلاف شرع خصوصاً جن میں توہین انبیاء وملائکہ علیہم الصلٰوۃ والسلام ہو کہ آج کل کے جاہل نعت گویوں کے کلام میں یہ بلائے عظیم بکثرت ہے حالانکہ وہ صریح کلمہ کفر ہے۔ والعیاذ باللّٰہ تعالٰی۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۶۶: کوہ نینی تال چھوٹا بازار مرسلہ شیخ علی الدین صاحب ۲۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۳ھ

خدمت میں علمائے دین کی عرض ہے کہ جو مولود شریف چندہ اہل ہنود سے ہوا اس میں بدنی اور مالی شرکت اور اہتمام اہل ہنود رہا اور وقت شروع مولود شریف اہل ہنود کی اجازت سے ہی شروع ہوا اور ان کی اجازت سے ہی ختم ہوا اور ان کی اجازت سے ہی شیرینی تقسیم ہوئی اور نیچے عام سڑک بازار میں فرش ہو کر کتاب پڑھی جاتی تھی اور اوپر دکانوں کے چپ وراست بالاخانوں کے چھجّوں پر اہل ہنود بیٹھے تھے اور ساتھ حکم کے اہتمام کرارہے تھے اور ہر ایک کام ان کی اجازت سے ہی ہوتا تھا اور یہ شخص ایسے لہجہ سے آواز بنا کر پڑھتا ہے کہ مراثی لوگوں کو مات کرتا ہے جو لوگ بے علم وناواقف ہیں وہ اس کی آواز اور لہجہ پر لوٹ ہو جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس زید نے اپنے پانچ روپے فیس مولود شریف کی پڑھوائی مقرر کر رکھے ہیں بغیر پانچ روپیہ فیس کے کسی کے یہاں جاتا نہیں اور وقت نماز سب سے پہلے سبقت امامت کی کرتا ہے اور اپنے آپ کو "مولوی صاحب" کے لفظوں سے اپنے قلم سے لکھتا ہے اور کچھ معمولی روایتیں علماء دین سے یاد کرلی ہیں اور جمعہ کے روز مسجد میں منبر پر

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة فصل فی النظر والمس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۳۳

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة فصل فی النظر والمس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۲

بیٹھ کر وعظ پڑھتا ہے اور پیرامریدی بھی کرتا ہے اور وقت ختم ہونے مولود شریف کے اعلان بآواز بلند اسی زید مولود خواں نے کہا کہ دیکھو ان اہل ہنود صاحبوں کی امداد اور شرکت سے میرے یہاں پر کیسی رونق روشنی وغیرہ کی تم مسلمانوں سے دس حصہ اور بیس حصہ زائد ہوئی۔ لہٰذا اب اس معاملہ میں استفتاء شرعی جو کچھ ہو وہ مشرح ہر فقرہ کا جواب تحریر فرمائیں۔ جملہ اہل اسلام کوہ نینی تال چھوٹا بازار۔

الجواب:

سائلین کے بیان سابق سے واضح ہوا کہ یہ چندہ ہندوؤں نے خود نہ کیا بلکہ زید میلاد خواں نے مجلس کی اور مسلمانوں سے برخلاف ہو کر ہندوؤں سے چندہ لیا اور ان کی امداد سے یہ کام کیا یہ سراپا خلاف شرع ہوا، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا لانستعین بمشرک۔ اخرجه احمد وابوداؤد[1] و ابن ماجة عن ام المؤمنین الصدیقة رضی الله تعالٰی عنها بسند صحیح۔	ہم کسی مشرک سے مدد نہیں لیتے (اس کو صحیح سند کے ساتھ امام احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔ت)

علمائے کرام تو امور دین میں کافر کتابی سے اتنی مدد لینی بھی مکروہ رکھتے ہیں کہ اپنی قربانی ذبح کرنے کو اس سے کہے حالانکہ وہ ایک کام خدمت لینا ہے نہ کہ معاذاللہ دینی بات کے لئے مشرکوں سے مانگنا، دینی کام کا دارومدار سب انہیں کی اجازت پر ہونا اسے کوئی سچا مسلمان کامل الایمان گوارا نہیں کرسکتا۔ تنویر الابصار و ردّالمحتار وغیرہما میں ہے:

کرہ ذبح الکتابی ای بالامر لانها قربة ولاینبغی ان یستعان بالکافر فی امور الدین[2] الخ۔	کسی مسلمان کے حکم دینے سے کتابی کا قربانی کے جانور کو ذبح کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ وہ قربت ہے یعنی تقرب الٰہی کا ذریعہ ہے اور یہ مناسب نہیں کہ دینی کاموں میں کسی کافر سے مدد لی جائے۔الخ (ت)

[1] مسند احمد بن حنبل عن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۶۸، سنن ابی داؤد کتاب الجهاد باب فی المشرک یسهم له آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۹، سنن ابن ماجہ ابواب الجهاد باب الاستعانة بالمشرکین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۸

[2] ردالمحتار کتاب الاضحیة دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۰۸

۲دوسرا امر ناجائز اس مجلس میں یہ تھا کہ عام سڑک پر خصوصاً بازار میں جہاں آمد ورفت کی زیادہ کثرت رہتی ہے فرش کرکے کتاب پڑھنا کہ یہ حقوق عامہ میں دست اندازی ہوئی شریعت میں تو اسی لحاظ سے راستہ میں نماز پڑھنی بھی مکروہ ہوئی نہ کہ بازار کی سڑک پر مجلس۔ درمختار وردالمحتار میں ہے:

تکرہ الصلٰوۃ فی طریق لان فیہ شغلہ بمالیس لہ لانھا حق العامۃ للمرور[1] اھ مختصراً۔	راستے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ راستہ اس کام کے لئے نہیں لہٰذا اس کام کا کرنا لوگوں کے گزرنے کے حق کو متاثر کرتا ہے اھ مختصراً (ت)

۳تیسری سخت بیہودہ بات کتاب وقاری کا نیچے اور کافروں کا چھجّوں پر ہونا کہ سخت بے تعظیمی کتاب وذکر شریف تھی، حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو جب حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اپنا ذکر شریف سنتے تو مسجد اقدس میں ان کے لئے منبر بچھاتے وہ اس پر کھڑے ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نعت ومدحت اور حضور کے دشمنوں بدگویوں کی مذمت بیان کرتے کمارواہ الامام البخاری فی صحیحہ (جیسا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس کو روایت کیا ہے۔ت) نہ کہ معاذاللہ کتاب نیچے اور کافر اونچے ہوں۔

۴زید نے جو اپنی مجلس خوانی خصوصاً راگ سے پڑھنے کی اُجرت مقرر رکھی ہے ناجائز وحرام ہے اس کا لینا اسے ہرگز جائز نہیں اس کا کھانا صراحۃً حرام کھانا ہے اس پر واجب ہے کہ جن جن سے فیس لی ہے یاد کرکے سب کو واپس دے، وہ نہ رہے ہوں تو ان کے وارثوں کو پھیرے، پتا نہ چلے تو اتنا مال فقیروں پر تصدّق کرے، اور آئندہ اس حرام خوری سے توبہ کرے تو گناہ سے پاک ہو۔ اول تو سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر پاک خود عمدہ طاعات واجل عبادات سے ہے اور طاعت وعبادت پر فیس لینی حرام، مبسوط پھر خلاصہ پھر عالمگیری میں ہے:

لایجوز الاستیجار علی الطاعات کالتذکیر ولایجب الاجر[2] اھ ملخصاً۔	نیک کاموں میں اجرت لینا جائز نہیں، جیسے وعظ کرنا۔ اور اجرت واجب نہیں ہوگی اھ ملخصاً (ت)

خلاصہ پھر تتارخانیہ پھر ہندیہ میں ہے:

الواعظ اذا سأل الناس شیئًا فی	جب وعظ کرنے والا مجلس میں اپنے لئے کچھ

[1] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۵۴

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الاجارۃ الباب السادس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۴۴۸

المجلس لنفسه لایحل له ذٰلک لانه اکتساب الدنیا بالعلم [1]۔	جب وعظ کرنے والا مجلس میں اپنے لئے کچھ مانگے تو اس کے لئے ایسا کرنا حلال نہیں کیونکہ اس میں علم کے ساتھ دنیا کا حصول ہے۔ (ت)

قنیہ پھر اشباہ پھر درمختار میں ہے:

ونظم الدر اتم، حیث یقول تسمی شرکة صنائع واعمال وابدان ان اتفق صانعان علی ان یتقبلا الاعمال التی یمکن استحقاقها ومنه تعلیم کتابة وقراٰن و فقه علی المفتی به بخلاف دلالین ومغنین وشهود محاکم وقراء مجالس و تعاز ووعاظ وسوّال [2]اھ۔	درمختار کی عبارت زیادہ تام اور مفصل ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں (شرکت تقبل) جس کو شرکت صنائع واعمال وابدان کہا جاتا ہے (صنائع صنعت کی جمع ہے اس کے معنی ہیں پیشہ اور پیشہ ور کی کارکردگی۔ اعمال اور ابدان، عمل اور بدن کی جمع ہیں۔ چونکہ اس میں غالباً دونوں افراد کا جسمانی کام ہوتا ہے اس لئے اس کو یہ نام دیا گیا) اگر دو پیشہ ور اس بات پر باہمی اتفاق کرلیں کہ وہ ایسا کام لیں گے جس میں استحقاق اجرت ممکن ہے اور اسی شعبہ سے کتابت سکھانا، قرآن مجید اور علم فقہ پڑھانا اس قول کے **مطابق کہ جس** پر فتوٰی دیا گیا ہے بخلاف دو دلالوں کی شرکت کے اور دو گویّوں کی شرکت کے۔ فیصلے کے دو گواہوں، مجلس میں قرآن مجید پڑھنے والوں، تعزیت کرنے والوں، وعظ کرنے والوں اور اصرار کے ساتھ مانگنے والوں کی شرکت کے اھ (ت)

ثانیاً: بیان سائل سے ظاہر کہ وہ اپنی شعر خوانی وزمزمہ سنجی کی فیس لیتا ہے یہ بھی محض حرام۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

لاتجوز الاجارة علی شیئ من الغناء وقراءة الشعر ولا اجر فی ذلک وهذا کله قول ابی حنیفة وابی یوسف و محمد رحمهم الله تعالٰی کذا فی غایة البیان [3] اھ مختصراً۔	گانا اور اشعار پڑھنا (ایسے اعمال ہیں) ان میں سے کسی پر مزدوری اور اجرت لینا جائز نہیں اور نہ ان میں اجرت ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالٰی تینوں کا یہ قول اور فتوٰی ہے، چنانچہ غایۃ البیان میں یونہی مذکور ہے اھ مختصراً۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۵۴

[2] درمختار کتاب الشرکۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۳

[3] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الاجارۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۴۴۹

اور ⁵یہیں سے ظاہر ہوا کہ امامت میں اس کا سبقت کرنا بھی گناہ ہے جبکہ حاضرین میں اس کے سوا کوئی اور شخص قرآن مجید صحیح پڑھنے والا سنی صحیح العقیدہ متقی موجود ہو کہ جب یہ علانیہ حرام کھاتا ہے تو کھلا فاسق ہے اور فاسق کو اور لوگ اگر آگے کریں تو گنہگار ہوں نہ کہ خود ہی آگے بڑھ جائے۔ غنیہ میں ہے:

لو قدموا فاسقا یأثمون[1]۔	اگر کسی فاسق کو لوگ امامت کے لئے آگے کریں تو گناہگار ہوں گے۔ (ت)

⁶یوہیں اپنے آپ کو بے ضرورت شرعی مولوی صاحب لکھنا بھی گناہ و مخالف حکم قرآن عظیم ہے۔

قال اللہ تعالٰی "هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿۳۲﴾"[2]	(اللہ تعالٰی نے فرمایا) اللہ تعالٰی تمہیں خوب جانتا ہے جب اس نے تمہیں زمین سے اٹھان دی اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں چھپے تھے تو اپنی جانوں کو آپ اچھا نہ کہو خدا خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہے۔

اور فرماتا ہے:

"اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ یُزَكِّیْ مَنْ یَّشَآءُ"[3]	کیا تو نے نہ دیکھا اُن لوگوں کو جو آپ اپنی جان کو ستھرا بتاتے ہیں بلکہ خدا ستھرا کرتا ہے جسے چاہے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قال انا عالم فھو جاھل۔[4] رواہ الطبرانی فی الاوسط عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند حسن۔	جو اپنے آپ کو عالم کہے وہ جاہل ہے (امام طبرانی نے الاوسط میں سند حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

---

[1] غنیۃ المستملی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[2] القرآن الکریم ۵۳/ ۳۲

[3] القرآن الکریم ۴/ ۴۹

[4] المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۶۸۴۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۷/ ۴۳۳

ہاں اگر کوئی شخص حقیقت میں عالم دین ہو اور لوگ اس کے فضل سے ناواقف اور یہ اس سچی نیت سے کہ وہ آگاہ ہو کر فیض لیں ہدایت پائیں اپنا عالم ہونا ظاہر کرے تو مضائقہ نہیں جیسے سیدنا یوسف علٰی نبینا الکریم وعلیہ الصلٰوۃ والتسلیم نے فرمایا تھا: "اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ﴿۵۵﴾ "[1] (بیشک میں حفاظت کرنے والا اور جاننے والا ہوں۔ت) پھر یہ بھی سچے عالموں کے لئے ہے۔

۷ زید جاہل کا اپنے آپ کو مولوی صاحب کہنا دونا گناہ ہے کہ اس کے ساتھ جھوٹ اور جھوٹی تعریف کا پسند کرنا بھی شامل ہوا۔

قال اللہ عزوجل " لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اَتَوْا وَّ یُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۸۸﴾ "[2]۔	(اللہ عزوجل نے فرمایا) ہرگز نہ جانیو تو انہیں جو اِتراتے ہیں اپنے کام پر اور دوست رکھتے ہیں اسے کہ تعریف کئے جائیں اس بات سے جو انھوں نے نہ کی تو ہرگز نہ جانیو انہیں عذاب سے پناہ کی جگہ میں اور اُن کے لئے دکھ کی مار ہے۔

معالم شریف میں عکرمہ تابعی شاگرد عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں منقول:

یفرحون باضلالھم الناس وبنسبۃ الناس ایاھم الی العلم ولیسوا باھل العلم[3]۔	خوش ہوتے ہیں لوگوں کو بہکانے اور اس پر کہ لوگ انہیں مولوی کہیں حالانکہ مولوی نہیں۔

۸ جاہل کی وعظ گوئی بھی گناہ ہے۔ وعظ میں قرآن مجید کی تفسیر یا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث یا شریعت کا مسئلہ اور جاہل کو ان میں کسی چیز کا بیان جائز نہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قال فی القراٰن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ رواہ الترمذی[4]	جو بے علم قرآن کی تفسیر بیان کرے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے (اس کو امام ترمذی نے

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۵۵

[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۸۸

[3] معالم التنزیل تحت آیۃ ۳/ ۱۸۸ مصطفی البابی حلبی مصر ۱/ ۴۶۵

[4] جامع الترمذی ابواب تفسیر القرآن امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۱۹

وصححه عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما۔	حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیااور اسے صحیح قرار دیا۔ت)

اور احادیث میں اسے صحیح وغلط وثابت وموضوع کی تمیز نہ ہوگی، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من یقل علیّ مالم اقل فلیتبوأ مقعده من النار۔ رواه البخاری[1] فی صحیحه عن سلمة بن اکوع رضی الله تعالٰی عنه۔	جو مجھ پر وہ بات کہے جو میں نے نہ فرمائی وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے (امام بخاری نے اپنی صحیح میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اس کو روایت کیا۔ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

افتوابغیر علم فضلوا واضلوا۔ رواه الائمة احمد[2] والشیخان والترمذی وابن ماجة عن عبدالله بن عمرو رضی الله تعالٰی عنهما۔	بے علم مسئلہ بیان کیا سوآپ بھی گمراہ ہوئے اور لوگوں کو بھی گمراہ کیا (ائمہ کرام مثلاً امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے اس کو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

دوسری حدیث میں آیا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من افتی بغیر علم لعنته ملئکة السماء والارض۔ رواه ابن عساکر[3] عن امیرالمؤمنین علی کرم الله وجهه۔	جو بے علم فتوٰی دے اسے آسمان وزمین کے فرشتے لعنت کریں (ابن عساکر نے امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ سے اسے روایت کیا۔ت)

۹ یوہیں جاہل کا پیر بننا لوگوں کو مرید کرنا چادر سے زیادہ پاؤں پھیلانا چھوٹا منہ بڑی بات ہے پیر ہادی ہوتا ہے اور جاہل کی نسبت ابھی حدیثوں سے گزرا کہ ہدایت نہیں کرسکتا نہ قرآن سے نہ حدیث سے نہ فقہ ع

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۱

[2] صحیح مسلم مقدمة الکتاب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/، جامع الترمذی ابواب العلم باب ماجاء فی ذھاب العلم کتاب خانہ رشیدیہ ۲/ ۹۰

[3] الفقیه والمتفقه ماجاء من الوعید الخ ۱۰۴۳ دار ابن جوزیه جده وریاض ۲/ ۳۲۷

کہ بے علم نتواں خدارا شناخت

(کیونکہ جاہل اللہ تعالٰی کو نہیں پہچان سکتا۔ت)

"زید کا مشرکین کی مدح وستائش علی الاعلان خصوصاً منبر پر ذکر شریف بیان کرنا خصوصاً انہیں مسلمانوں پر ترجیح دینا سخت ناپسند رب العزت جل وعلا ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مدح الفاسق غضب الرب واهتز لذٰلک العرش۔ رواه ابن ابی الدنیا فی ذم [1] الغیبة وابو یعلی والبیهقی فی الشعب عن انس بن مالک وابن عدی عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنهما۔	جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے رب جل وعلا غضب فرماتا ہے اور عرش الٰہی ہل جاتا ہے۔(ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبۃ(غیبت کی برائی) میں، ابو یعلٰی اور بیہقی نے حضرت انس بن مالک اور ابن عدی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کو روایت کیا ہے۔ت)

اس بیان سے تمام مراتب مسئولہ سائلین کا جواب ہوگیا، زید پر لازم کہ توبہ کرے۔اللہ عزوجل توفیق دینے والا ہے۔واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۶۷: از درؤ تحصیل کچھا ضلع نینی تال مرسلہ عبدالعزیز خاں ۲۲ رجب ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قیام بوقت میلاد شریف سنت ہے یا مباح؟ اور تارک کی اس قیام پر حرف زنی درست ہے یانہ؟ **بیّنوا توجروا** (بیان کیجئے اجر حاصل کیجئے۔ت)

الجواب:

مستحب ہے،

کما نص علیه ائمة ذو روایة ورؤیة کما فی عقد الجوهر [2] والدرر السنیة وغیرهما من الکتب البهیة ولنا فیه	جیسا کہ ائمہ روایت ورؤیت نے اس کی تصریح فرمائی جیسا کہ عقد الجوہر اور درر سنیہ وغیرہ قیمتی کتب میں مذکورہ ہے، اور اس موضوع پر ہمارا

---

[1] شعب الایمان حدیث ۴۸۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۲۳۰

[2] عقد الجوهر فی مولد النبی الازهر مطبوعہ جامعہ اسلامیہ لاہور ص ۲۵ و ۲۶

ایک رسالہ بنام "اقامۃ القیامۃ علٰی طاعن القیام لنبی تھامۃ" صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (اس شخص پر قیامت برپا کر دینا جو نبی تہامہ کے لئے قیام تعظیم پرزبان طعن دراز کرے) لکھاہے، یہ اللہ تعالٰی کے حکم سے اپنے موضوع پر کافی اور بیمار ذہنوں کو شفا بخشنے والا ہے۔(ت)	رسالۃ کافیۃ شافیۃ باذن اللہ تعالٰی سیناھا "اقامۃ القیامۃ علٰی طاعن القیام لنبی تھامۃ" صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

یوں ترک ہو کہ چند لوگ بیٹھے ہیں ذکر ولادت اقدس آیا تعظیم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے انکار نہیں مگر اس وقت بیٹھے رہے کہ آخر قیام واجب نہیں ایسے ترک پر طعن نیں، اور اگر یوں ترک ہو کہ مجلس میں اہل اسلام نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم کے لئے قیام کیا یہ بلاعذر جما رہا تو قطعاً محل طعن و دلیل مرض قلب ہے، نظیر اس کی شاہد عین یہ ہے کہ کسی مجمع میں بندگان سلطانی تعظیم سلطانی کیلئے سروقد کھڑے ہوں اور ایک نامہذّب بے ادب قصداً بیٹھا رہے ہر شخص اسے گستاخ کہے گا اور بادشاہ کے عتاب کا مستحق ہوگا یوں ہی اگر ترک قیام بربنائے اصول باطلہ وہابیت ہو تو شنیع تر ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۶۸: از کانپور محلّہ جرنیل گنج مسجد حاجی فرصت مرسلہ محمد سہول ۱۸ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ

ماقولکم ایھا العلماء الکرام اے علماء کرام! تمہارا کیا ارشاد ہے) اس مسئلہ میں کہ ذکر میلاد کے وقت جیسا کہ آج کل قیام کرتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب:

قیام وقت ذکر ولادت حضور سید الانام علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلٰوۃ والسلام مستحب ومقبول ائمہ کرام وعلماء اعلام ورائج ومعمول حرمین طیبین وجملہ بلاد دارالاسلام ہے شرع مطہر سے اس کے منع پر اصلاً دلیل نہیں ومن ادعی فعلیہ البیان اس مسئلہ کی تفصیل جلیل کتاب مستطاب اذاقۃ الاٰثام لمانعی عمل المولد والقیام (ان لوگوں کے گناہ جو میلاد اور قیام سے روکنے والے ہیں۔ت) تصنیف لطیف حضرت خاتم المحققین امام المدققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد ورسالہ اقامۃ القیامۃ علی طاعن القیام لنبی تھامۃ تالیف فقیر نحیف ودیگر کتب ورسائل علماء وافاضل میں ہے، علامہ سید جعفر برزنجی مدنی قدس سرہ السنی عقد الجوہر میں فرماتے ہیں:

حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے ذکر ولادت شریف کے وقت کھڑا ہونے کو ائمہ روایت ودرایت نے مستحسن قرار دیا ہے لہٰذا اس خوش نصیب کیلئے	قد استحسن القیام عند ذکر ولادتہ الشریفۃ ائمۃ ذوروایۃ ورؤیۃ فطوبٰی لمن کان تعظیمہ

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غایۃ مراھہ ومرماہ خاتمۃ المحدثین[1]۔	خوشخبری ہے جس کا غایت مقصد اور مرکز نگاہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔(ت)

علامہ سید احمد زین دحلان مکی قدس سرہ الملکی الدر السنیہ میں فرماتے ہیں:

| من تعظیمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الفرح بلیلۃ ولادتہ وقرأۃ المولد والقیام عند ذکر ولادتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واطعام الطعام وغیر ذٰلک مما یعتاد الناس فعلہ من انواع البر فان ذٰلک کلہ من تعظیمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقد اخردت مسائلۃ المولد ومایتعلق بھا بالتالیف واعتنی بذٰلک کثیر من العلماء فالفوا فی ذٰلک مصنفات مشحونۃ بالادلۃ والبراھین فلاحاجۃ لنا الی الاطالۃ بذلک انتھی[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم | حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم میں یہ بات بھی شامل ہے کہ ان کی ولادت والی رات میں خوشی منائے، تذکرہ ولادت کرے اور بوقت ولادت قیام کرے، لوگوں کو کھانا کھلائے اور ان کے علاوہ دیگر امورِ خیر بھی انجام دے جن کے کرنے کے عادی ہیں۔ اس لئے کہ یہ سب کام حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم میں شمار ہوتے ہیں، اور میں نے میلاد رسول اور اس سے متعلقہ مسائل پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے اور بے شمار علماء نے بھی اس کا اہتمام کیا ہے چنانچہ اس موضوع پر ان حضرات نے ایسی کتابیں تصنیف فرمائیں جو عقلی و نقلی دلائل سے بھری پڑی ہیں، لہٰذا ہمیں اس موضوع کو طویل کرنے کی چنداں ضرورت نہیں، انتہی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت) |

مسئلہ ۳۶۹: از کانپور پرانی سبزی منڈی کی مسجد مرسلہ مولوی احمد علی صاحب ۱۶ ربیع الاول ۱۳۱۶ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی آپ پر رحم و کرم فرمائے آپ کا کیا ارشاد ہے) اس مسئلہ میں کہ دیارِ بنگالہ میں آج کل بعض بعض مولوی اور میاں جی دو تین چھوکروں کو جو لحن دلکش ودلآویز رکھتا ہو اردو وفارسی غزل کا وزن گٹکری کا ساتھ تعلیم دیتے ہیں جب کہیں مولود شریف کی دعوت ہوتی ہے تو ان چھوکروں کو ہمراہ لے کر جاتے ہیں اور محفل میلاد شریف ہوگا کر کے عوام وخواص کو اطلاع واعلان کرتے ہیں جب سامعین مجتمع ہو جاتے ہیں تو فارسی واردو غزل اور قصائد واشعار

[1] عقد الجوہر فی مولد النبی الازھر جامعہ اسلامیہ لاہور ص ۲۵ و ۲۶

[2] الدرر السنیہ

گونا گوں کو ان چھو کروں کے سور سے اپنی سور ملا کر اس طور پڑھتے کہ مجال کیا ہے کسی کو جو اس میں اور رنڈیوں کے گانے میں کچھ بھی فرق سمجھے مگر سامعین میں سے اکثر تو ایسے ہیں کہ فارسی وار دو تو بالکل نہیں سمجھتے مجرد وزن اور آواز ہی پر فریفتہ و مفتون ہو کر سماعت کرتے ہیں اور گاہ بگاہ عبارت منثورہ سے اپنی زبان میں سمجھا دیتے ہیں وہ بھی اکثر بے اصل ہے اس طور پر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب:

ایسا پڑھنا ممنوع ہے، یہ پڑھنا نہیں گانا ہے اور امرد کے گانے میں فتنہ ہے، اور فتنے کا بند کرنا واجب۔

فی ردالمحتار عن التاتارخانیہ عن العیون، سماع غناء حرام ومن اباحه فلمن تخلی عن اللهو وتحلی بالتقوی واحتاج الی ذلک احتیاج المریض الی الدواء وله شرائط ستة ان لایکون فیهم امرد[1] الخ ملخصاً وفی الخیریة عن التتارخانیة عن نصاب الاحتساب التغنی واستماع الغناء حرام ومن اباحه فلمن تخلی عن الهوی وله شرائط ان لایکون فیهم امرد ولا امرأة[2] الخ ملتقطا۔	فتاوٰی شامی میں بحوالہ تاتارخانیہ "العیون" سے روایت ہے کہ گانا سننا حرام غذا ہے پس جس کسی نے اسے مباح قرار دیا تو یہ اس کے لئے اس صورت میں ہے کہ کھیل وغیرہ سے خالی ہو اور زیور تقوٰی سے آراستہ ہو اور اسے اس کی طرف کچھ اس طرح کی احتیاج اور ضرورت ہو جس طرح مریض کو دوا کی احتیاج ہوتی ہے اور اس کے لئے چھ شرائط ہیں، ایک یہ کہ ان میں کوئی بے ریش لڑکا شریک نہ ہو الخ ملخصا، اور فتاوٰی خیریہ میں تتارخانیہ کے حوالہ سے نصاب الاحتساب سے منقول ہے کہ گانا گانا اور سننا حرام ہے اور جس نے سے مباح کہا تو یہ اس کے لئے ہے جو نفسانی خواہش سے خالی ہو، اور اس کے جواز کی چھ شرائط ہیں، ایک یہ کہ ان میں کوئی بے ریش لڑکا اور کوئی عورت شریک نہ ہو اھ ملتقطا (ت)

یوہیں بے اصل و باطل روایات کا پڑھنا سننا حرام وگناہ ہے، نص علیه علماء القدیم والحدیث فی کتب الفقه واصول الحدیث (چنانچہ قدیم علماء کرام نے فقہ اور اصول حدیث کی کتابوں میں

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۲

[2] فتاوٰی خیریة کتاب الکراہة والاستحسان دار المعرفة بیروت ۲/ ۱۷۹

اس کی صراحت فرمائی ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۷۰: ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس زمانہ میں بہت لوگ اس قسم کے ہیں کہ تفسیر وحدیث بے خواندہ وبے اجازت اساتذہ برسر بازار ومسجد وغیرہ بطور وعظ ونصائح کے بیان کرتے ہیں حالانکہ معنی ومطلب میں کچھ مس نہیں فقط اردو کتابیں دیکھ کے کہتے ہیں، یہ کہنا اور بیان کرنا ان لوگوں کے لئے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب:

حرام ہے، اور ایسا وعظ سننا بھی حرام، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قال فی القراٰن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار، والعیاذ باللہ العزیز الغفار، والحدیث رواہ الترمذی[1] وصححه عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	جس شخص نے قرآن مجید میں بغیر علم کچھ کہا اسے اپنا ٹھکانا دوزخ سمجھ لینا چاہئے، اللہ تعالٰی کی پناہ جو سب پر غالب اور سب کچھ بخش دینے والا ہے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور اسے صحیح قرار دے کر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالہ سے ذکر فرمایا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۷۱: از بدایوں ۱۸ محرم ۱۳۲۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ مجلس میلاد حضور خیر العباد علیہ الوف تحیۃ الٰی یوم التناد، میں جو شخص کہ مخالف شرع مطہر ہو مثلاً تارک صلوٰۃ شارب خمر ہو داڑھی کترواتا یا منڈواتا ہو مونچھیں بڑھاتا ہو بے وضو بے ادبی گستاخی سے بروایات موضوعہ تنہا یا دو چار آدمیوں کے ساتھ بیٹھ کر مولود پڑھتا ہو اور اگر کوئی مسئلہ بتائے تنبیہ کرے تو استہزاء ومزاح کرے بلکہ اپنے معتقدین کو حکم کرے کہ داڑھی منڈانے والے رکھانے والوں سے بہتر ہیں کیونکہ جیسے ان کے رخسار صاف ہوتے ہیں ایسے ہی ان کے دل مثل آئینہ کے صاف وشفاف ہے، ایسے شخص سے مولود شریف پڑھوانا یا اس کو پڑھنا یا منبر ومسند پر تعظیماً بیٹھنا بٹھانا بانی مجلس وحاضرین وسامعین کا ایسے اشخاص کو بوجہ

[1] جامع الترمذی ابواب تفسیر القرآن باب ماجاء یفسر القرآن آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۱۹

خوش آوازی کے چوکی پر مولود پڑھنے بٹھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے آدمی سے رب العزت جل مجدہ اور روح حضور فخر عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خوش ہوتی ہے یا ناخوش؟ اور پروردگار عالم ایسی مجالس سے خوش ہو کر رحمت نازل فرماتا ہے یا غضب؟ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان محافل میں تشریف لاتے ہیں یا نہیں؟ بانیان اور حاضرین محافل کے مستحق رحمت ہیں یا غضب؟ بیّنوا من الکتاب توجروا عند رب الارباب (کتاب کے حوالے سے بیان فرماؤ تاکہ رب الارباب کے ہاں سے اجر وثواب پاؤ۔ت)

الجواب:

افعال مذکورہ سخت کبائر ہیں اور ان کامرتکب اشد فاسق وفاجر مستحق عذاب یزداں وغضب رحمٰن اور دنیا میں مستوجب ہزاراں ذلت وہوان خوش آوازی خواہ کسی علت نفسانی کے باعث اسے منبر ومسند پر کہ حقیقۃً مسند حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے تعظیماً بٹھانا اس سے مجلس مبارک پڑھوانا حرام ہے، تبیین الحقائق وفتح اللہ المعین وطحطاوی علی مراقی الفلاح وغیرہا میں ہے:

فی تقدیم الفاسق تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعا[1]۔	فاسق کو آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ بوجہ فسق لوگوں پر شرعاً اس کی توہین کرنا واجب اور ضروری ہے۔(ت)

روایات موضوعہ پڑھنا بھی حرام سننا بھی حرام، ایسی مجالس سے اللہ عزوجل اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کمال ناراض ہیں، ایسی مجالس اور ان کا پڑھنے والا اور اس حال سے آگاہی پاکر بھی حاضر ہونے والا سب مستحق غضب الٰہی ہیں یہ جتنے حاضرین ہیں سب وبال شدید میں جداجدا گرفتار ہیں اور ان سب کے وبال کے برابر اس پڑھنے والے پر وبال ہے اور خود اس کا اپنا گناہ اس پر علاوہ اور ان حاضرین وقاری سب کے برابر گناہ ایسی مجلس کے بانی پر ہے اور اپنا گناہ اس پر طرہ مثلاً ہزار حاضرین مذکور ہوں تو ان پر ہزار گنا اور اس کا عذاب قاری پر ایک ہزار ایک گنا اور بانی پر دوہزار دوگنا ایک ہزار حاضرین کے اور ایک ہزار ایک اس قاری کے اور ایک خود اپنا، پھر یہ شمار ایک ہی بار نہ ہوگا بلکہ جس قدر روایات موضوعہ جس قدر کلمات نامشروعہ وہ قاری جاہل جری پڑھے گا ہر روایت ہر کلمہ پر یہ حساب وبال وعذاب تازہ ہونا مثلاً فرض کیجئے کہ ایسے سو کلمات مردودہ اس مجلس میں اس نے پڑھے تو ان حاضرین میں ہر ایک پر سو سو گناہ اور اس قاری علم ودین سے عاری پر ایک لاکھ ایک سو گناہ اور بانی پر دولاکھ دوسو، **وقس علٰی هذا**، رسول اللہ

---

[1] فتح المعین کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۰۸، تبیین الحقائق باب الامامۃ المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/ ۱۳۴، غنیۃ المستملی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من دعا الی ھدی کان لہ من الاجر مثل اجور من تبعہ لاینقص ذلک من اجورھم شیئا ومن دعا الی ضلالۃ کان علیہ من الاثم مثل اثام من تبعہ لاینقص ذٰلک من اثامھم شیئا[1]۔ رواہ الائمۃ احمد ومسلم و الاربعۃ عن ابی ھریرۃ۔	جس شخص نے لوگوں کو ہدایت کی طرف بلایا تو اس کے جتنے پیروکار ہوں گے ان سب کے اجروثواب کے برابر اس داعی کو بھی ثواب ہوگا اور پیروکاروں کے اجروثواب میں بھی کوئی کمی واقع نہیں ہوگی، اور جس کسی شخص نے لوگوں کو گمراہی کی طرف دعوت دی تو جتنے لوگ ان کا اتباع کریں گے ان سب کے برابر دعوت دینے والوں کو گناہ ہوگا لیکن گمراہی میں اتباع کرنے والوں کے گناہوں میں بھی ذرہ برابر کمی نہیں ہوگی۔ ائمہ کرام امام احمد، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اس کو روایت کیا۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پاک ومنزہ ہیں اس سے کہ ایسی ناپاک جگہ تشریف فرماہوں البتہ وہاں ابلیس وشیاطین کا ہجوم ہوگا، والعیاذباللہ رب العالمین (اللہ تعالٰی کی پناہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ت) ذکر شریف حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باوضو ہونا مستحب ہے اور بے وضو بھی جائز اگرنیت معاذاللہ استخفاف کی نہ ہو، حدیث صحیح میں ہے:

کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یذکر اللہ علٰی کل احیانہ[2]۔ رواہ الائمۃ احمد و	نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمہ وقت اللہ تعالٰی کا ذکر فرمایا کرتے تھے، چنانچہ امام احمد،

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۹۷، جامع الترمذی ابواب العلم ۲/ ۹۲ وسنن ابن ماجہ باب من سن سنۃ حسنۃ الخ ص۱۹، سنن ابی داؤد کتاب السنۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۷۹، صحیح مسلم کتاب العلم باب من سن سنۃ حسنۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴۱

[2] صحیح مسلم کتاب الحیض باب ذکر اللہ تعالٰی فی حال الجنابۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶۲، صحیح البخاری ۱/ ۴۴ و ۸۸ وسنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب فی الرجل یذکر اللہ الخ ۱/ ۴، سنن ابن ماجہ ابواب الطہارۃ ذکر اللہ تعالٰی علی الخلاء ص۲۶، مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۷۰ و ۱۵۳

مسلم والاربعة الا النسائی عن ام المؤمنین الصدیقة رضی الله تعالٰی عنها ورواہ البخاری تعلیقا۔	مسلم، بخاری، ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ (سوائے نسائی کے) سب نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی سند سے اس کو روایت کیا البتہ امام بخاری نے بطور تعلیق اس کو روایت کیا ہے۔ (ت)

اور اگر عیاذا باللہ استخفاف و تحقیر کی نیت ہو تو صریح کفر ہے، یوہیں مسائل شرعیہ کے ساتھ استہزاء صراحۃً کفر ہے،

قال الله تعالٰی "قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰیٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ" [1]	اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے میرے محبوب رسول! ان لوگوں سے فرمادیجئے کیا تم اللہ تعالٰی اس کی آیات اور اس کے رسول سے استہزا اور مذاق کرتے ہو، بہانے نہ بناؤ کیونکہ تم ایمان کا انکار کرنے والے ہو۔ (ت)

یوہیں وہ کلمہ ملعونہ کہ داڑھی منڈانے والے رکھانے والوں سے بہتر ہیں الخ صاف سنت متواترہ کی توہین اور کلمہ کفر ہے، **والعیاذ باللہ رب العالمین۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم** (خدا کی پناہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اور اللہ تعالٰی پاک، برتر، سب سے زیادہ علم والا ہے اور اس عزت وتوقیر کے مالک کا علم کامل اور نہایت درجہ پختہ ہے۔ ت) فقط۔

مسئلہ ۳۷۲: ازاترولی ضلع اعظم گڑھ محلّہ مغلاں مرسلہ اکرام عظیم صاحب ۱۸ جمادی الاولٰی ۱۳۲۱ھ

بے نمازی مسلمان کے گھر میلاد شریف کی محفل میں شریک ہونا یا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

مجلس میلاد شریف نیک کام ہے اور نیک کام میں شرکت بری نہیں، ہاں اگر اس کی تنبیہ کے لئے اس سے میل جول یک لخت چھوڑ دیا ہو تو نہ شریک ہوں یہی بہتر ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۳۷۳: از کلی ناگر ضلع پیلی بھیت مرسلہ اکبر علی صاحب ۲ جمادی الآخر ۱۳۲۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حرام کرنے والا مولود پڑھتا ہے اور حرام سے توبہ کرتا ہے اور بعد مولود پڑھنے کے پھر حرام کرنے پر کمر باندھے ہے تو اس کے حق میں مولود کا پڑھنا کیسا ہے اور وہ شخص مجلس مولود پڑھنے کے اور بلانے کے قابل ہے یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا۔**

[1] القرآن الکریم ۹ / ۶۵،۶۶

الجواب:

جس شخص کی نسبت معروف ومشہور ہے کہ معاذاللہ وہ حرام کارہے اس سے میلاد شریف پڑھوانا اور اسے چوکی پر بٹھانا منع ہے،

کما فی تبیین الحقائق وفتح اللہ المعین وغیرھما. فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا[1]۔	جیسا کہ تبیین الحقائق، فتح اللہ المعین اور دیگر کتب میں مذکورہ کہ فاسق کو (امامت کیلئے) آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شریعت میں لوگوں پر اس کی توہین واجب ہے (ت)

مگر شہرت صحیح ہو نہ جھوٹی بے معنی تہمت، جیسے آج کل بہت نا اہل جاہل خدانا ترس اپنے جھوٹے اوہام کے باعث مسلمانوں پر اتہام لگادیتے ہیں اس سے وہ خود سخت حرام وکبیرہ کے مرتکب اور شدید سزا کے مستحق ہوتے ہیں۔ رہا خالی بلانا وہ مصلحت دینی پر ہے اگر جانے کہ بہ نرمی سمجھانے میں زیادہ اثر کی امید ہے تو یوہیں کرے اور اگر جانے کہ دور کرنے اور سختی برتنے میں زیادہ نفع ہوگا، تو یہی کرے، اور حال یکساں ہے تو شریعت کی غیرت اور دوسروں کی عبرت کیلئے علانیہ دوری بہتر اور اپنے عیبوں پر نظر اور مسلمانوں کے ساتھ رفق ورحمت کے لئے خفیہ نرمی اولٰی۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۳۷۴: از محمد صابر عفی عنہ اعظم گڑھ ۲۹ شعبان المعظم ۱۳۳۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر ہنود میلاد شریف کے چندے میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوں یا خود اہل ہنود انفراداً میلاد شریف کرائیں تو جائز ہے یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

ہندو سے مسلمان امرِ دین میں مدد نہ لے۔ حدیث شریف میں ہے:

انا لانستعین بمشرک[2]۔	ہم کسی مشرک سے مدد نہیں لیتے (ت)

اور اگر وہ خود شرکت چاہیں تو بطور چندہ شریک نہ کیا جائے کہ اس کے مال سے قربت قائم نہیں ہوسکتی ہاں اگر وہ کسی مسلمان کو تملیک کردے یہ مسلمان چندے میں دے دے مضائقہ نہیں جبکہ اس طور پر لینے میں ہندو کے لئے وجہ استعلا نہ ہو وہ یہ نہ سمجھے کہ مسلمانوں نے مجھ سے استمداد کی میری مدد کے محتاج ہوئے بلکہ احسان مانے کہ میرا مال قبول کرلیا، ہندو اپنے مال سے کوئی کار خیر کرے مقبول نہیں،

---

[1] فتح المعین کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۰۸، تبیین الحقائق کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر ۱/ ۱۳۴

[2] مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الجہاد حدیث ۱۵۰۰۹ ادارۃ القرآن کراچی ۱۲/ ۳۹۵، سنن ابی داؤد کتاب الجہاد ۲/ ۱۹ وسنن ابن ماجہ ابواب الجہاد ص ۲۰۸، ومسند احمد بن حنبل، عن عائشہ ۶/ ۶۸

"وَ قَدِمْنَآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾ "[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اور کافروں نے جو کام کئے تھے ہم نے ان کی طرف بڑھ کر انہیں بکھرے ہوئے ذرات کی طرح کردیا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۷۵: بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ طالب حسین خاں ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

گیارہویں شریف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور قیام مولود جائز ہے یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

گیارہویں شریف اور مجلس مبارک میلاد کا قیام جس طرح مکہ معظّمہ ومدینہ معظّمہ کے علماء کرام اور بلاد دارالاسلام کے خاص وعام میں شائع ہے ضرور جائز ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۳۷۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے کہا کہ بعد نماز جمعہ ذکر شہداء کربلا رضی اللہ تعالٰی عنہم ہوگا، چنانچہ عمرو نے مسجد میں بعد نماز جمعہ اس کا اعلان اور اشتہار کردیا زید نے درمیان اذکار تعریف وفضائل وذکر شہادت شہداء کربلا رضی اللہ تعالٰی عنہم وگریہ وزاری اہلبیت اطہار اور اہلبیت مطہرات کا اونٹوں پر بے پردہ جانا اور قید خانہ میں مقید ہونا اور یزید پلید کا سر دربار بلانا اور گفتگو ہونا جہاں تک کہ زید کو کتبہائے معتبرہ اہلسنت وجماعت سے یاد تھا بیان کردیا اور اہل سماع کو رقت طاری ہونا اور اس رقت ہونے کی وجہ سے کچھ پڑھنے والے اور سننے والے کو اجر ملنا اور نیز اسی قسم کا جلسہ اپنے مکانوں میں بنظر ثواب منعقد کرنا بخلاف طریقہ روافض کے یعنی تعزیہ وعلم وغیرہ سے اس مکان کو معرا رکھنا مذہب اہلسنت والجماعت میں درست ہے یا نہیں اور بعد ختم مجلس شیرینی وشربت وچاء پر فاتحہ وپنج آیت پڑھ کر ثواب شہداء کربلا رضی اللہ تعالٰی عنہم کو پہنچانا کیسا ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

حضرات کرام کے فضائل ومناقب ومراتب ومناصب روایات صحیحہ معتبرہ سے بیان کرنا سنانا عین ثواب وسعادت ہے اور ذکر شہادت شریف بھی جبکہ مقصود ان کی اس فضیلت اور ان کے صبر واستقامت کا بیان ہو مگر غم پروری کا شرع شریف میں حکم نہیں، نہ غم وماتم کی مجلس بنانے کی اجازت، نہ ایسی باتیں کہی جائیں جس میں ان کی بے قدری یا توہین نکلتی ہو، ماہ ربیع الاول شریف میں حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولادت شریفہ کا مہینہ ہے اور وہی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وفات کا مہینہ، پھر ائمہ دین وعلمائے کاملین نے اسے ولادت اقدس کی عید بنایا وفات شریف کا ماتم نہ بنایا۔ واللہ تعالٰی اعلم

[1] القرآن الکریم ۲۵/ ۲۳

مسئلہ ۳۷۷تا۳۷۹: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں :

(۱) بطریق روافض بغیر ذکر حضرات خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اہلسنت کے واسطے واقعات کربلا بیان کرنااور بوجہ ہمنامی خلفائے ثلاثہ حضرت ابوبکر وعمر وعثمان فرزندان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کاتذکرہ منجملہ شہدائے دشت کربلاترک کرنا جائز ہے نہیں؟

(۲) جن مقامات پر آریہ سماج حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اور روافض صحابہ عظام سے بدظنی پھیلاتے ہیں شبانہ روزدرمے قدمے سخنے غرضیکہ ہر طرح سے بے حد کوشاں رہتے ہیں وہاں ہر امکانی طریقہ سے عوام کو حفظاً للعقائد ان حضرات کے مناقب اور محامد سے واقف کرنامذہباً واجب ہوگا یا نہیں؟

(۳) جو شخص بپاس مخالفین امورمذکورہ سے یہ کہہ کر بازرکھے کہ "اگر تم تعریف کروگے تو وہ دل میں براکہیں گے" توایسے شخص کی اقتداء کرکے مقاصد مخالفین کی تکمیل ہونے دیں یااس سے قطع تعلق کرلیں۔ جواب مدلل اور مفصل ارشاد فرماکر ماجور ہوں۔

الجواب:

(۱) افضل اذکار ذکرالٰہی عزجلالہ ہے اور ذکرالٰہی میں سب سے افضل نماز، اگر نماز بھی بطور روافض پڑھی جائے گی ناجائز وممنوع ہے نہ کہ اور اذکار مجالس محرم شریف میں ذکر شہادت شریف جس طرح عوام میں رائج ہے جس سے تجدید حزن ونوحہ باطلہ مقصود اور اکاذیب وموضوعات سے تلویث موجود خود حرام ہے، صواعق محرقہ پھر ماثبت بالسنۃ میں ہے:

ایاہ ثم ایاہ ان یشغلہ ببدع الرافضۃ من الندب والنیاحۃ والحزن اذلیس ذلک من اخلاق المومنین[1] الخ۔	رافضیوں کی بدعات مثلاً رونا پیٹنا، گریہ وزاری کرنااور سوگ منانا وغیرہ میں مشغول ہونے سے بچو اس لئے یہ کام مومنوں کی عادات واخلاق میں سے نہیں الخ۔ (ت)

ہاں ذکر فضائل شریف حضرت سیدنا امام حسین ریحانہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بروجہ جائز روایات صحیحہ معتمدہ معتبرہ سے ضرور نور عین نور ہے مگر صرف اسی پر اقتصار اور ذکر خلفاء کرام رضی اللہ

---

[1] الصواعق المحرقۃ الباب الحادی عشر الفصل الاول مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۱۸۳

تعالٰی عنہم سے دامن کشی خصوصاً لکھنؤ جیسے محل حاجت میں کہ کوفہ ہند ہے ضرور قابل اعتراض واحتراز ہے۔ قسم اول نسبت امام حجۃ الاسلام محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی فرماتے ہیں:

یحرم علی الواعظ وغیرہ روایۃ مقتل الحسین[1]۔	واعظ وغیرہ پر یہ حرام ہے کہ وہ شہادت حسین علیہ السلام کی روایات (بے سند اور بلا تحقیق) بیان کرے۔ (ت)

امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں:

ماذکرہ من حرمۃ روایۃ قتل الحسین لاینافی ما ذکرتہ فی ھذا الکتاب لان ھذا البیان الحق الذی یجب اعتقادہ من جلالۃ الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم وبراءتہم من کل نقص بخلاف مایفعلہ الوعاظ الجھلۃ فانہم یاتون بالاخبار الکاذبۃ الموضوعۃ ونحوھا ولایبینون المحامل والحق الذی یجب اعتقادہ فیوقعون العامۃ فی بغض الصحابۃ وتنقیصھم[2]۔	امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت کی روایات کے متعلق جو حرام ہونے کا ذکر کیا گیا وہ اس کے منافی نہیں جو کچھ میں نے اس کتاب میں بیان کیا، کیونکہ یہ بیان وہ حق ہے کہ جس پر (ایک مرد مومن کا) اعتقاد رکھنا واجب ہے، جو کہ عظمت شان صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اور ہر کمی کوتاہی سے ان کی براءت ہے، بخلاف جاہل واعظوں کے (قصہ گو افراد کے) کہ وہ جھوٹی اور موضوع روایات لوگوں کی مجالس میں بیان کرتے ہیں لیکن ان کا محل اور وہ حق بیان نہیں (یعنی سچی اور واقعی بات کو ظاہر نہیں کرتے) کہ جس پر عقیدہ رکھنا ضروری ہے (پھر اس پردہ پوشی سے) عوام کو بغض صحابہ اور ان کی تنقیص وتوہین میں ڈال دیتے ہیں۔ (ت)

اور قسم دوم کی نسبت کتاب العیون پھر شرح نقایہ علامہ قہستانی اواخر کتاب الکراھیۃ میں ہے:

لو اراد ذکر مقتل الحسین ینبغی ان یذکر اولا مقتل سائر الصحابۃ لئلا یشابہ الروافض[3]۔	اگر کوئی واعظ شہادت حسین علیہ السلام کو بیان کرنا چاہے تو اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ پہلے باقی صحابہ کرام کی شہادت کے واقعات لوگوں کو

[1] الصواعق المحرقہ بحوالہ الضرابی الخاتمہ فی بیان اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۲۲۳

[2] الصواعق المحرقہ بحوالہ الضرابی الخاتمہ فی بیان اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۲۲۴

[3] جامع الرموز شرح النقایۃ للقہستانی کتاب الکراھیۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۳/ ۳۲۳

سنائے تاکہ روافض سے مشابہت نہ ہو کیونکہ وہ صرف شہادت حسین علیہ السلام پر اکتفا کرتے جبکہ اہل سنت صحابہ اور اہلبیت دونوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔(ت) ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں:

اذا ذکر الصالحون فحیھلا بعمر[1]۔	جب صالحین کا ذکر ہو تو عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کا تذکرہ کرو (ت)

اور ذکر شہادت میں حضرت ابوبکر و عمر و عثمان اولادِ امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کا ذکر اس لئے ترک کرنا کہ ان کے اسماء حضرات عالیہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے نام پاک ہیں، صریح رفض و اوہام زمانہ روافض خذلہم اللہ کا اتباع ہے کہ مسمّٰی کے باعث اسم سے عداوت ہاتھ باندھ لیتے ہیں اگرچہ وہ نام کسی محبوب کا ہو "قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۰﴾"[2] (اللہ تعالٰی انہیں مارے کہ وہ کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ت) اسی لئے یہ بے پیرے دوشنبہ کو پیر کہنے سے احتراز کرتے ہیں مسجد کے تین در نہ بنائیں گے کہ خلفائے ثلٰثہ کا عدد ہے ایسے ہی اوہام پر تو امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا:

الشیعۃ نساء ھذہ الامّۃ۔	رافضی اس امت کی مادہ ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) ضرور واجب بلکہ اہم فرائض سے ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا سب ف اصحابی وظھرت الفتن اوقال البدع ولم یظھر العالم علمہ فعلیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین لایقبل اللہ منہ صرفا وعدلا[3]۔	جب میرے صحابہ کو برا کہا جائے اور فتنے یا فرمایا بدعتیں ظاہر ہوں اس وقت عالم اپنا علم ظاہر نہ کرے تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے اللہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل۔

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۱۴۸

[2] القرآن ۹/ ۳۰

[3] کنزالعمال حدیث ۳۲۵۴۵ ۱۱/ ۵۴۳ وفیض القدیر بحوالہ الدیلمی تحت حدیث ۷۵۱ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۴۰۲، الفردوس بمأثور الخطاب حدیث ۱۲۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۳۲۱

ف: حدیث کے یہ الفاظ دو حدیثوں کا مجموعہ معلوم ہوتے ہیں کیونکہ کتب احادیث میں ان الفاظ کا مجموعہ کسی جگہ نہیں مل سکا۔ **نذیر احمد سعیدی**

(۳) وہ شخص جو اس عذر باد و باطل سے اس فرض کو منع کرتا ہے یا سخت سفیہ جاہل ہے یا درپردہ ان کفار واشقیا کا مدد و معاون۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ شق ثانی ہو تو اس سے مطلقاً قطع تعلق کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایا کم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم[1]۔	ان سے دور بھاگو ان کو اپنے سے دور کرو کہیں تم کو گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تم کو فتنے میں نہ ڈال دیں۔

اور شق اول ہو تو اسے سمجھائیں کہ پرانی خباثت کے سبب ہم اپنا فرض کیونکر چھوڑ سکتے ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْۚ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْؕ"[2]۔	اے ایمان والو! اپنی جانوں کی فکر کرو جو بھٹک گیا وہ تمہیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا جبکہ تم ہدایت یافتہ ہو۔ (ت)

تو علماء فرماتے ہیں کہ:

لاتترک سنة لاقترانها مع بدعة من غیرہ۔	کسی ایسی سنت کو نہ چھوڑا جائے جو کسی دوسرے کی بدعت کے ساتھ مخلوط ہو۔ (ت)

نہ کہ ایسے مہمل خیال پر اس درجہ اہم فرض کو چھوڑنا اور پھر نتیجہ یہ کہ ان کی خباثتیں فاش وآشکار ہوں اور ادھر سے جواب نہ ہو اور عوام ان کے شکار ہوں آج وہ دل میں برا کہتے ہیں کل سیکڑوں کو علانیہ برا کہنے والا بنالیں، ایسی اوندھی مت کا کیا ٹھکانہ ہے، یوں تو اذان بھی حرام ہو جائے گی کہ دور سے سن کر بھی اعداء دین کے کلیجے شق ہوتے ہیں اور خفیہ جو منہ پر آتا ہے بکتے ہیں، اگر یہ جاہل سمجھ جائے فبہا ورنہ معلوم ہوگا کہ جاہل نہیں معاند ہے اس سے بھی قطع تعلق لازم ہوگا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ(۶۸)"[3]	اگر شیطان تمہیں کسی بھلاوے میں ڈال دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ (ت)

[1] صحیح مسلم باب النھی عن الروایة عن الضعفاء والاحتیاط فی تحملها قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

[2] القرآن الکریم ۵/ ۱۰۵

[3] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

نسأل الله العفووالعافية ولاحول ولاقوة الابالله العلی العظیم۔واللہ تعالٰی اعلم۔	ہم اللہ تعالٰی سے عفواور عافیت چاہتے ہیں۔گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت کسی میں نہیں مگر یہ کہ اللہ عالی بلندو بالااور بڑی شان رکھنے والا(کسی کو)توفیق دے۔واللہ تعالٰی اعلم(ت)

مسئلہ ۳۸۰تا۳۸۶: ازمرسنیا تھانہ جہان آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ شیخ ممتاز حسین صاحب ۶ربیع الآخر۱۳۳۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں:

(۱) اکثر دیکھا ہے کہ میلاد شریف میں مردوں کو دوحصے اور لڑکوں کو ایک حصہ دیاجاتاہے یہ جائز ہے یانہیں؟

(۲) چھوٹے بتاسے مٹھی بھر دیئے جاتے ہیں کسی کو کم کسی کو زیادہ پہنچتے ہیں اس میں کچھ حرج ہے یانہیں؟

(۳) اگر بتاسے ختم ہوگئے اور کچھ آدمی رہ گئے تو کچھ حرج ہوا یانہیں؟

(۴) اگر میلاد شریف بغیر شیرینی کے پڑھا جائے؟

(۵) میلاد شریف ختم ہونے پر مرد کسی کام کے سبب چلاگیا تو کچھ گناہ ہوا؟

(۶) میلاد شریف جس کے یہاں ہو اس سے کچھ رنج ہو یہ سننے جائے اور شیرینی نہ لے تو کیا گناہ ہے؟

(۷) اگر شیرینی تقسیم کے بعد بچالے؟

الجواب:

(۱) حسب رواج مردوں کو دوحصے لڑکوں کو ایک دینے میں حرج نہیں کہ بوجہ رواج کسی کو ناگوار نہیں ہوتا۔

(۲) مٹھی سے کم بیش پہنچنے میں بھی حرج نہیں مگر اتنی کمی نہ ہو کہ اسے ناگوار گزرے اس کی ذلت سمجھی جائے۔

(۳) کچھ آدمی رہ گئے تو اگر ہوسکے تو اور منگا کر ان کو بھی دے انکار کردینا مناسب نہیں اور نہ ہوسکے تو ان سے معذرت کرلے۔

(۴) میلاد شریف بغیر شیرینی بھی ہوسکتا ہے اصل مراد تو ذکر شریف ہے۔

(۵) ختم کے بعد جو چلاگیا اس پر کچھ الزام نہیں۔

(۶) میلاد شریف سننے کو حاضر ہو اور شیرینی نہ لے تو حرج نہیں جبکہ اس میں صاحب خانہ کی دل آزاری نہ ہو ورنہ بلاوجہ شرعی مسلمان کی دل آزاری کی اجازت نہیں۔

(۷) تقسیم کے بعد شیرینی بچ رہے تو وہ اس کا مال ہے جو چاہے کرے اور بہتر یہ ہے کہ اسے بھی عزیزوں

قریبوں ہمسایوں دوستوں مسکینوں پر بانٹ دے کہ جتنی چیز اللہ عزوجل کے لئے نکالی اس میں سے کچھ بچالینا مناسب نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۳۸۷: از کمیلہ ضلع بنگالہ مرسلہ عبدالحکیم صاحب ۲۰ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شب برات میں حلوہ وغیرہ بناتے ہیں اور خوشی کرتے ہیں اور آتشبازی وغیرہ چھوڑتے ہیں یہ جائز ہے یانہیں؟ اور روز مقرر کرکے کرنا یہ جائز ہے یانہیں؟ اور بعض لوگ بدعت کہتے ہیں اور وہ کس وقت سے ہے؟ آیا یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے یانہیں؟ اور تسبیح وتہلیل وقرآن مجید پڑھ کر اُجرت لیناجائز ہے یانہیں؟ اور مردہ کو ثواب ملے گایانہیں؟ اور مولود شریف میں اشعار وغیرہ راگ سے پڑھنا جائز ہے یانہیں؟ اکثرلوگ گاتے ہیں ملک بنگالہ میں کہ جہاں لوگ اردو نہیں سمجھتے ہیں فقط خوش الحانی کو سنتے ہیں یہ جائز ہے یانہیں؟ اور بعض لوگ مولود شریف اور قیام کے منکر ہیں آیا مولود شریف حدیث وقرآن سے ثابت ہے یانہیں؟ اور قدمبوسی کتنے آدمیوں کی کرناجائز ہے اور جلسہ میں کوئی خوشی وغیرہ کی بات اگرلوگ سنتے توہاتھ کی تالی دیتے ہیں یہ جائز ہے یانہیں؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

حلوہ وغیرہ پکانا فقراء پر تقسیم کرنا احباب کو بھیجنا جائز ہے اللہ کے فضل ونعمت پر خوشی کرنے کاقرآن مجید میں حکم ہے جائز خوشی ناجائز نہیں۔ آتشبازی اسراف وگناہ ہے۔ دن کی تعیین میں جرم نہیں جبکہ کسی غیرواجب شرعی کو واجب شرعی نہ جانے۔ بدعت کہنے والے خود بدعت میں ہیں۔ قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ جو کچھ قرآن وحدیث نے منع نہ فرمایا اس سے منع کرنے والا بدعتی ہے۔ تسبیح وتہلیل وتلاوت قرآن مجید پراجرت لیناحرام ہے۔ مردہ کواس کاکچھ ثواب نہیں مل سکتا۔ خوش الحانی جائز ہے جبکہ مزامیر وفتنہ ساتھ نہ ہو۔ میلاد مبارک وقیام کے آج کل منکر وہابیہ ہیں اور وہابیہ گمراہ بے دین۔ میلادشریف قرآن عظیم کی متعدد آیات کریمہ اور حدیث صحیح سے ثابت ہے جس کی تفصیل اذاقۃ الاٰثام میں ہے قدم بوسی معظمان دینی مثل پیروعالم دین وسادات وسلطان عادل ووالدین کی جائز ہے، تالی بجانا نصارٰی کی سنت ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۳۸۸: از قصبہ بشارت گنج ضلع بریلی بڑی مسجد مرسلہ نجو خاں فوجدار یعنی باتی والہ ۲۵محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

مجلس وعظ یامیلادشریف میں لوگوں کووجد آجاتے ہیں اس میں پاگل کی طرح ہاتھ اور پاؤں ہلاتے ہیں یہ کیسے جائز ہے یہ کیا بات ہے بعض آدمی سرہلاتے نہ بیہوش ہوتے ہیں یہ کیابات ہے یہ کیاعلامت عشق ہے یاکیاہے؟ تحریرفرماکر سرفراز فرمائیں۔ زیادہ سلام

الجواب:

اس کی تین صورتیں ہیں، وجد کہ حقیقۃً دل بے اختیار ہو جائے اس پر تو مطالبہ کے کوئی معنی نہیں، دوسرے تواجد یعنی باختیارِ خود وجد کی سی حالت بنانا، یہ اگر لوگوں کے دکھاوے کو ہو تو حرام ہے اور ریا اور شرک خفی ہے، اور اگر لوگوں کی طرف نظر اصلًا نہ ہو بلکہ اہل اللہ سے تشبہ اور بہ تکلف ان کی حالت بنانا کہ امام حجۃ الاسلام وغیرہ اکابر نے فرمایا ہے کہ اچھی نیت سے حالت بناتے بناتے حقیقت مل جاتی ہے اور تکلیف دفع ہو کر تواجد سے وجد ہو جاتا ہے تو یہ ضرور محمود ہے مگر اس کے لئے خلوت مناسب ہے مجمع میں ہونا اور ریا سے بچنا بہت دشوار ہے، پھر بھی دیکھنے والوں کو بدگمانی حرام ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ"[1]	اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کہ کچھ گمان گناہ ہیں۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[2]۔	گمان سے بچو کہ گمان سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے،

جسے وجد میں دیکھو یہی سمجھو کہ اس کی حالت حقیقی ہے اور اگر تم پر ظاہر ہو جائے کہ وہ ہوش میں ہے اور باختیار خود ایسی حرکات کر رہا ہے تو اسے صورتِ دوم پر محمول کرو جو محمود ہے یعنی محض اللہ کے لئے نیکوں سے تشبہ کرتا ہے نہ کہ لوگوں کے دکھاوے کو، ان دونوں صورتوں میں نیت ہی کا تو فرق ہے اور نیت امر باطن جس پر اطلاع اللہ ورسول کو ہے جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، تو اپنی طرف سے بری نیت قرار دے لینا برے ہی دل کا کام ہے۔ ائمہ دین فرماتے ہیں:

الظن الخبیث انما ینشأ من القلب الخبیث[3]۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم	خبیث گمان خبیث ہی دل سے پیدا ہوتا ہے۔

مسئلہ ۳۸۹: مسئولہ حافظ عبداللطیف صاحب مدرس مدرسہ حنفیّہ سہسوان از سہسوان ۲۸صفر ۱۳۳۲ھ

مجلس ذکر شہادت جائز یا ناروا، ایک صاحب نے کہا کہ تجدید سرور مختلف فیہ اور تجدید غم باتفاق ناجائز۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[2] صحیح البخاری کتاب الادب باب ماینھٰی عن التحاسد والتدابر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۹۶

[3] فیض القدیر تحت حدیث ۲۹۰۱ ایاکم والظن الخ دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۱۲۲

الجواب:

مجلس ذکر شہادت اگر روایات باطلہ سے ہو تو مطلقًا ناروا، اور روایات صحیحہ سے ہو تو اگر تجدید غم وجلب بکاء مقصود ہے بیشک نا محمود ہے اور اگر ذکر فضائل محبوبان خدا، مراد ہے تو مورد رحمت جواد ہے۔

وانما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	کاموں کامدار ارادوں پر ہے اور ہر آدمی وہی پائے گا جس کا اس نے ارادہ کیا۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۹۰: از شہر لاہور لنڈا بازار دکان بھگوان داس مرسلہ محمد حسین معمار بریلی والا ۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ فاتحہ گیارہویں میں رباعی شریف پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

رباعی یہ ہے؟

سید وسلطان فقیر وخواجہ مخدوم وغریب بادشاہ وشیخ ودرویش وولی ومولانہ

اور اگر یہ رباعی پڑھنا ناجائز ہے تو کل طریقہ فاتحہ گیارہویں شریف کا براہ مہربانی تحریر فرمادیجئے۔

الجواب:

یہ رباعی نہ پڑھی جائے اس میں بعض الفاظ خلاف شانِ اقدس ہیں، فاتحہ ایصال ثواب کانام ہے جو کچھ قرآن مجید ودرود شریف سے ہوسکے پڑھ کر ثواب نذر کرے۔ اور ہمارے خاندان کا معمول یہ ہے کہ سات بار درود غوثیہ، پھر ایک ایک بار الحمد شریف وآیۃ الکرسی، پھر سات بار سورہ اخلاص، پھر تین بار درود غوثیہ۔ درود غوثیہ یہ ہے: اللّٰھم صل علٰی سیّدنا ومولانا محمد معدن الجود والکرم وعلٰی اٰلہ وبارک وسلم۔ اور فقیر اتنا زائد کرتاہے: وعلٰی اٰلہ الکرام وابنہ الکریم وامتہ الکریمۃ وبارک وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۹۱: بتاریخ ۶ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتاہے کہ مجلس میلاد شریف میں ذکر حضرات امام حسنین علیہم السلام کا بغیر ذکر فضائل حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جائز نہیں۔ دوسرا قول زید کا یہ ہے کہ مجلس میلاد مبارک میں ذکر حضرات امام حسنین علیہم السلام کا قطعی جائز نہیں ہے۔ یہ دونوں اقوال زید کے کہاں تک صحیح ہیں؟ بیّنوا توجروا۔ (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

[1] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

الجواب:

مجلس میلاد مبارک مجلس فرحت وسرور ہے اس میں علماء کرام نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وفات شریف کا تذکرہ بھی پسند نہ فرمایا، اور ذکر شہادت جس طور پر رائج ہے وہ ضرور طریقہ غم پروری ہے۔ رہا حضرات امامین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے فضائل ومناقب صحیحہ معتبرہ کا ذکر، وہ نور ایمان وراحتِ جان ہے۔ اس سے کسی وقت ممانعت نہیں ہوسکتی جبکہ وجہ صحیح پر بقصد صحیح ہو۔ یہ شرط نہ صرف اس میں بلکہ ہر عمل صالح میں ہے۔ اور یہ بھی کتابوں میں ہے کہ ذکر حضرات حسنین بعد ذکر حضرات صحابہ عظام رضی اللہ تعالٰی عنہم ہو۔ اس سے مطلب یہ نہیں کہ ان کا ذکر کریم بے ذکر صحابہ ناجائز ہے۔ وہ ہر ایک مستقل عبادت ہے کہ ترک ذکر صحابہ عظام بالقصد جائز نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۳۹۲: مرسلہ جناب سید احمد صاحب بن حاجی سید امام حکیم صاحب از اکوٹ ضلع اکولہ یکم جمادی الاولٰی ۱۳۳۲ھ

جناب حضرت حامی سنت ماحی بدعت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام فضلکم، السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، جناب عالی سے عرض ہے کہ یہاں برار میں دو برس سے مجلس کانفرنس کی ہونا شروع ہوئی ہے اور میرے کو بھی نامہ آیا میں افسوس کرتا ہوں کہ ہر مذہب کا شخص ممبر ہوسکتا ہے کرکے تحریر ہے اب اس مجلس میں جانا ثواب ہے یا کہ حرام ہے۔ چند کلمہ مشعر حالات سے سرور فرمائیے۔ زیادہ چہ مزید توجہ۔

الجواب:

بملاحظہ حضرت سید صاحب مکرم ذی المجد والکرم دام کرمہم۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہ مجلس نیچریوں کی ہے اس میں شرکت جائز نہیں۔

قال اللہ تعالٰی " وَ اِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۶۸﴾ "[1] وقال اللہ تعالٰی " وَ لَا تَرۡکَنُوۡۤا اِلَی الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ ۙ "[2] وفی الحدیث عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ	اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: "اگر تمہیں شیطان بھلاوے میں ڈال دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ مت بیٹھو"۔ اور نیز اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: "(لوگو!) ظالموں کی طرف نہ جھکو ورنہ تمہیں آگ چھوئے گی"۔ اور حدیث میں حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

وسلم من کثر سواد قوم فھو منھم، رواہ ابو یعلٰی[1] فی مسندہ وعلی بن معید فی کتاب الطاعة والمعصیة عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنه وابن المبارک فی الزھد عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنه و الخطیب فی التاریخ عن انس بن مالک عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بلفظ من سود مع قوم فھو منھم[2]۔	سے روایت ہے کہ جو کسی قوم کی جماعت بڑھائے وہ انہی میں شامل ہے۔ابویعلٰی نے اسے اپنی مسند میں روایت کیا۔اور علی بن معید نے کتاب الطاعۃ و المعصیۃ میں عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں،اور عبداللہ ابن مبارک "الزہد" میں ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ان کے الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔اور خطیب بغدادی تاریخ میں انس بن مالک کے حوالے سے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام سے ان الفاظ سے روایت کرتے ہیں: جو کوئی لوگوں کے ساتھ ہو کر جماعت میں اضافہ کرے تو وہ انہی میں سے ہے۔(ت)

پندرہ سال ہوئے کہ اس بارہ میں فتوٰی علمائے کرام حرمین شریفین مسمّٰی بہ **فتاوٰی الحرمین برجف ندوۃ المین** (حرمین شریفین کے فیصلے،ندوہ کے جھوٹ بولنے پر،زلزلہ برپا کرنے کے بارے میں۔ت) طبع ہوگیا۔**واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۳۹۳: ازمانڈلے برمہا سورتی مسجد ۶رجب ۱۳۳۳ھ

وعظ کے بعد شیرینی تقسیم کرنا درست ہے یانہیں؟

الجواب:

جائز ہے لعدم المانع بلکہ اس کا عمل زیادہ باعث اجتماع و حضور ذکر واستماع ہوگا وسیلہ خیر خیر ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۳۹۴: مسئولہ حافظ عبدالمجید صاحب از قصبہ تحصیل سوار خاص علاقہ ریاست رامپور بروز سہ شنبہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ محفل مولود شریف

[1] کشف الخفاء بحوالہ ابی یعلٰی دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۲۴،نصب الرایۃ للاحادیث الھدایۃ کتاب الجنایات من کثر سوادا الخ المکتبۃ الاسلامیہ ۴/ ۳۴۶

[2] کنز العمال بحوالہ خط عن انس حدیث ۲۴۶۸۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۱۰،تاریخ بغداد ترجمہ عبداللہ بن عتاب ۵۱۶۷ دار الکتاب العربی بیروت ۱۰/ ۴۰

میں حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف فرماہوتے ہیں یانہیں؟ اور وقت پیدائش کے قیام کرنا مستحب ہے یا بدعت؟ بحوالہ کتاب فقہ یا حدیث بیان فرمائیے۔

الجواب:

مجالس خیر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تشریف آوری اکابر اولیاء نے مشاہدہ فرمائی اور بیان کیا،

کما فی بھجۃ الاسرار للامام الاوحد ابی الحسن نور الدین اللخمی الشطنوفی وتنویر الحوالک للامام جلال الملّۃ والدین السیوطی وغیرھما لغیرھما رحمۃ اللہ تعالٰی علیھم۔	جیسا کہ بہجۃ الاسرار (مصنفہ) امام یکتائے زمانہ ابوالحسن نور الدین علی لخمی شطنوفی نے اور تنویر الحوالک میں امام جلال الدین سیوطی نے اور ان دو کے علاوہ دوسرے حضرات نے اپنی اپنی کتابوں میں ذکر فرمایا، ان سب پر اللہ تعالٰی کی رحمت ہو۔ (ت)

مگر یہ کوئی کلیہ نہیں سرکار کا کرم ہے جس پر ہو جب ہو ؂

(۱) اگر بادشہ بر در پیر زن بیاید تواے خواجہ سبلت من

(۲) ہمیں کرد مورے دعاء سحر کہ مہمانش آید سلیماں مگر

(۳) چہ خوش گفت یک مرغ زیرک بدو سلیماں باید ولے جائے کو

(۱۔ اگر بادشاہ بڑھیا عورت کے دروازے پر قدم رنجہ فرمائے تواے خواجہ (سردار)! تو مونچھوں کو تاؤ نہ دے۔

۲۔ سحری کے وقت ایک چیونٹی نے یہی دعا مانگی شاید اس کے ہاں حضرت سلیمان مہمان بن کر تشریف لائیں۔

۳۔ ایک دانا پرندے نے اس سے کیا خوب کہا، حضرت سلیمان تو ضرور جلوہ افروز ہوں مگر کون سی جگہ ہو، ذرا یہ تو کہہ دے۔ ت)

مجلس میلاد مبارک میں وقت ذکر ولادت مقدس قیام جس طرح حرمین شریفین وجمیع بلاد دارالاسلام میں دائر ومعمول ہے مستحب ومستحسن ہے۔

قال اللہ عزوجل "وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ"[1]۔	اللہ عزوجل نے فرمایا: ان کی یعنی حضور اکرم کی عزت وتوقیر کرو۔ (ت)

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۹

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: جو کوئی اللہ تعالٰی کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو پھر یہ دلوں کا تقوٰی (پرہیزگاری) ہے۔ (ت)	قال اللہ تعالٰی "وَمَنۡ يُّعَظِّمۡ شَعَآٮِٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنۡ تَقۡوَى الۡقُلُوۡبِ ﴿۳۲﴾ "[1]۔

علامہ سید جعفر برزنجی مدنی عقد الجوہر میں فرماتے ہیں:

بے شک حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے ذکر کرنے کے موقع پر ائمہ صاحب روایۃ اور صاحب مشاہدہ نے قیام کو مستحسن قرار دیا ہے۔ لہٰذا اس خوش نصیب کے لئے خوشخبری ہو کہ جس کی نگاہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم بجالانا اس کا غایۃ مقصد اور قرار نگاہ کا محل ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)	وقد استحسن القیام عند ذکر مولدہ الشریف صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ائمۃ ذو روایۃ ورؤیۃ فطوبی لمن کان تعظیمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غایۃ مرامہ ومرماہ[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۹۵ تا ۳۹۷: مسئولہ بنے خاں سوداگر پارچہ بریلی محلّہ نالہ متصل کڑہ مانڈرائے ۱۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) طوائف جس کی آمدنی صرف حرام پر ہے اس کے یہاں مجلس میلاد شریف پڑھنا اور اس کی اسی حرام آمدنی کی منگائی ہوئی شیرینی پر فاتحہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) مجلس میلاد شریف میں بعد بیان مولود شریف کے ذکر شہادت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ اور واقعات کربلا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) رافضیوں کے محرم میں ذکر شہادت ومصائب شہداء بیان کرنا وسوز خوانی ومرثیہ مصنفہ انیس ودبیر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

(۱) اس مال کی شیرینی پر فاتحہ کرنا حرام ہے مگر جب کہ اس نے مال بدل کر مجلس کی ہو، اور یہ لوگ جب کوئی کار خیر کرنا چاہتے ہیں تو ایسا ہی کرتے ہیں اور اس کے لئے کوئی شہادت کی حاجت نہیں، اگر وہ کہے کہ میں نے قرض لے کر یہ مجلس کی ہے اور وہ قرض اپنے مال حرام سے ادا کیا ہے تو اس کا قول مقبول

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۲

[2] عقد الجوہر فی مولد النبی الازھر ترجمہ وحاشیہ نور بخش توکلی جامعہ اسلامیہ لاہور ص ۲۶، ۲۵

ہوگا کمانص علیه فی الهندیة وغیرها (جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری اور اس کے علاوہ دوسرے فتاووں میں اس مسئلہ کی تصریح کی گئی۔ت) بلکہ شیرینی اگر اپنے مال حرام ہی سے خریدی اور خریدنے میں اس پر عقد ونقد جمع نہ ہوئے یعنی حرام روپیہ دکھا کر اس کے بدلے خرید کر وہی حرام روپیہ نہ دیا ہو تو مذہب مفتٰی بہ پر وہ شیرینی بھی حرام نہ ہوگی جو شیرینی اسے خاص اُجرت زنا یا غنا میں ملی یا اس کے کسی آشنا نے تحفہ میں بھیجی یا اس کی خریداری میں عقد ونقد مال حرام پر جمع ہوئے وہ شیرینی حرام اور اس پر فاتحہ حرام ہے، یہ حکم تو شیرینی وفاتحہ کا ہوا مگر ان کے یہاں جانا اگرچہ میلاد شریف پڑھنے کے لئے ہو معصیت یا مظنہ معصیت یا تہمت یا مظنہ تہمت سے خالی نہیں اور ان سب سے بچنے کا حکم ہے۔ حدیث میں ہے:

من کان یؤمن بالله والیوم الاٰخر فلایقفن مواقع التهم [1]۔	جو اللہ عزوجل اور قیامت کے دن پر ایمان لاتا ہے وہ ہرگز تہمت کی جگہ نہ کھڑا ہو۔

تو ان کی چوکی اور فرش اور ہر استعمالی چیز انہیں احتمالات خباثت پر ہے، پھر جو اہل تقوٰی نہیں اسے ان کے ساتھ قرب، آگ اور بارود کا قرب ہے اور جو اہل تقوٰی ہے اس کے لئے وہ لوہار کی بھٹی ہے کہ کپڑے جلے نہیں تو کالے ضرور ہوں گے پھر اپنے نفس پر اعتماد کرنا اور شیطان کو دور سمجھنا احمق کا کام ہے ومن رتع حول الحمی اوشک ان یقع فیہ جو رمنے کے گرد چرائے گا کبھی اس میں پڑ بھی جائے گا۔ والله تعالٰی اعلم۔

(۲) علمائے کرام نے مجلس میلاد شریف میں ذکر شہادت سے منع فرمایا ہے کہ وہ مجلس سرور ہے ذکر حزن اس میں مناسب نہیں کمافی مجمع البحار (جیسا کہ مجمع البحار میں ہے۔ت) والله تعالٰی اعلم

(۳) حرام ہے ع

کند ہم جنس باھم جنس پرواز

(ہم جنس اپنے جیسے ہم جنس کے ساتھ پرواز کرتا ہے۔ت)

حدیث میں ارشاد ہوا: لاتجالسوهم [2] اُن کے پاس نہ بیٹھو۔ دوسری حدیث میں فرمایا: من کثر سواد مع قوم فهو منهم [3] (جو کسی قوم کا مجمع بڑھائے وہ انہیں میں سے ہے۔ والله تعالٰی اعلم

---

[1] مراقی الفلاح علی ہامش الطحطاوی باب ادراک الفریضہ نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۲۴۹

[2] کنزالعمال حدیث ۳۲۴۶۸ مؤسسة الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۲۹

[3] تاریخ بغداد ترجمہ عبداللہ بن عتاب ۵۱۶۷ دارالکتاب العربی بیروت ۱۰/ ۴۰، کنزالعمال حدیث ۲۴۷۳۵ مؤسسة الرسالہ بیروت ۹/ ۲۲

مسئلہ ۳۹۸: مرسلہ مولوی محمد واحد صاحب ۲۷ جمادی الاولٰی ۱۳۳۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ذکر میلاد مبارک بہ تعین ایام و تخصیص ربیع الاول شریف یا بہ تقرر یازدہم ودیگر تواریخ اعراس مشائخ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین اپنے گھروں میں مسجدوں میں درود شریف یاقرآن مجید کاپڑھناپڑھانا یادوازدہم شریف تک ہر روز مجلس ذکر میلاد کرنا اور حاضرین سامعین ذکراقدس کو مٹھائی دینا یا کھانا کھلانا یعنی فرح وسرور ولادت اقدس یاایام وصال ارباب کمال میں زیادتی عبادت وصدقہ ومبرات اور نظم میں نعت حضرت سیدالمنعوتین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کابخوش الحانی پڑھنا جائز ہے یانہیں؟ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمائیے اجر پایئے۔ت)

الجواب:

ذکر حضور سیدالمحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نورایمان وسرور جان ہےان کاذکر بعینہٖ ذکر رحمٰن ہے۔**قال تعالٰی:**

"**وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝**" [1] (اے حبیب! ہم نے تمہاری خاطر تمہاراذکر بلند کردیاہے۔ت) حدیث میں ہے: اس آیہ کریمہ کے نزول کے بعد سیدنا جبرائیل علیہ الصلٰوۃ والسلام حاضر بارگاہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہوئے اور عرض کی حضور کارب فرماتاہے:

اتدری کیف رفعت لک ذکرک۔	کیاتم جانتے ہو میں نے کیسے بلند کیا تمہارے لئے تمہاراذکر۔

حضوراقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عرض کی: اللہ اعلم (اللہ تعالٰی خوب جانتاہے۔ت) ارشاد ہوا:

جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرک فقد ذکرنی [2]۔	اے محبوب! میں نے تمہیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا کہ جس نے تمہاراذکر کیا بیشک اس نے میراذکر کیا۔

اور ماہ ربیع الاول شریف اس کے لئے زیادہ مناسب، جیسے دور قرآن وختم قرآن کے لئے ماہ رمضان کہ اسی مہینے میں اترا،

"**شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ**	ماہ رمضان شریف وہ بابرکت مہینہ ہے کہ جس میں

---

[1] القرآن الکریم ۹۴/ ۴

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الاول الفصل الاول المطبعۃ الشرکۃ الصحافیہ مصر ۱/ ۱۵

فِیْہِ الْقُرْاٰنُ"[1]	قرآن مجید اتارا گیا(ت)

یہاں اس عالم میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا رونق افروز ہونا ماہ ربیع الاول میں ہوا ولہٰذا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روز جان افروز دوشنبہ کو روزہ شکر کے لئے خاص فرماتے اور اس کی وجہ یوں ارشاد فرماتے کہ فیه ولدت وفیه انزل علیّ[2] (اسی دن میں پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر کتاب اُتری۔ یہ تخصیصات بوجہ مناسبات ہیں تو اُن پر طعن جہل ہے بلا مناسبت تخصیص کو تو فرمایا گیا صوم یوم السبت لالک ولاعلیک[3] یعنی روزہ کے لئے روز شنبہ کی تخصیص نہ تجھے نافع نہ مضر، تو مناسبات جلیلہ کے باعث تخصیص پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے ہاں تخصیص بمعنی توقف کہ اوروں ہو ہی نہ سکے یا بمعنی وجوب شرعی کہ اس دن ہونا شرعًا لازم اور دوسرے دن ناجائز ہو ضرور باطل ہے مگر وہ ہرگز کسی کے ذہن میں نہیں کوئی جاہل سا جاہل بھی ایسا خیال نہیں کرتا **ولکن الوھابیة قوم لایعلمون** (وہابی ایسے لوگ ہیں جو کچھ نہیں جانتے۔ت) یہی حال یازدہم ودوازدہم وتواریخ وصال محبوبان ذوالجلال کا ہے اور اوقات فاضلہ میں تکثیر اعمال صالحہ بلاشبہ مطلوب ومندوب ہے جس پر قرآن عظیم واحادیث کثیرہ ناطق ان من افضل ایامکم الجمعة فاکثروا فیھا من الصلٰوۃ علیّ[4] (بلاشبہ تمہارے ہفتہ کے تمام دنوں میں سے سب سے افضل دن روز جمعہ ہے، لہٰذا اس دن سب دنوں سے زیادہ مجھ پر درود شریف پڑھو۔ت) درود خوانی وتلاوت قرآن مجید واطعام طعام وصدقات ومبرات کی خوبیاں ضروریات دین سے ہیں محتاج بیان نہیں اور شیرینی کی تخصیص میں فوائد عدیدہ ہیں، **ایک** تو یہ کہ قلب المؤمن حلو یحب الحلوٰ مسلمان کا دل میٹھا ہے مٹھاس کو دوست رکھتا ہے۔

دوم وہ روزانہ عام لوگوں کے استعمال میں نہیں آتی وکل جدید لذیذ ومن وافق من اخیه شھوۃ غفرله (ہر نئی چیز ذائقہ دار ہوتی ہے اور جو کوئی اپنے بھائی سے اس کی چاہت میں موافقت کرے تو اس کے گناہ بخش دئے گئے۔ت)

سوم حسب عرف اغنیا کو بھی اس کے لینے میں باک نہیں ہوتا، بخلاف اس کے کہ روٹی بانٹی جائے۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۵

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی قتادۃ الانصاری المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۹۷و۲۹۹

[3] مسند احمد بن حنبل حدیث الصماء بن بسر المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۶۸

[4] سنن ابی داؤد کتاب الصلٰوۃ باب تفریع ابواب الجمعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۵۰

چہارم جو چیز محبوبان خدا سے منتسب ہو جائے سزاوار تعظیم ہو جاتی ہے، شیرینی اس کے لئے زیادہ مناسب کہ اس میں چیز پھینکنے کی نہیں ہوتی۔ نعت شریف ذکر اقدس ہے اور اس کا خوش الحانی سے ہونا مورث زیادت شوق ومحبت۔

امام قسطلانی رحمہ اللہ تعالٰی نے مواہب اللدنیہ شریف میں تصریح فرمائی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مدح شریف الحان خوش کے ساتھ سننا محبت حضور کو ترقی دیتا ہے [1]، اور ولادت اقدس پر اظہار فرحت وسرور خود نص قرآن سے مامور۔ **قال اللہ تعالٰی**:

"قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا" [2]	تم فرماؤ کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت چاہئے کہ اسی پر فرحت وسرور کریں۔

انسان العیون میں ہے: بعض صالحین خواب میں زیارت جمال اقدس سے مشرف ہوئے عرض کی یارسول اللہ! یہ جو لوگ ولادت حضور کی خوشی کرتے ہیں، فرمایا: مَنْ فَرِحَ بِنَا فَرِحْنَا بِهٖ [3] جو ہماری خوشی کرتا ہے ہم اس سے خوش ہوتے ہیں، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۳۹۹: از رائے بریلی محلّہ جہان متصل مکان سید فدا علی چنگی انسپکٹر مرسلہ حافظ قمر الحسن صاحب ۲۳ شعبان ۱۳۳۵ھ وارد حال بریلی شہامت گنج۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سنی مسلمان از سرتاپا معصیت میں مبتلا ہے اس نے محض اپنی نجات کا ذریعہ خیال کرکے مجلس میلاد شریف منعقد کی ہو اور نہایت وفور شوق سے ذکر رحمۃ للعالمین سرکار دوعالم اپنے آقائے نامدار کا بکثرت سننا اختیار کیا ہو اور نماز بھی پڑھتا ہو اور سچ بھی بولتا ہو اور حلال کمائی مجلس میں صرف کرتا ہو، مسکین الطبع رقیق القلب شریف ابن شریف ہو اور اچھے لوگ اسے اچھا سمجھتے ہوں اور بدباطن لوگ اسے برا سمجھتے ہوں اس کے یہاں میلاد شریف پڑھنا اور جاکر سننا جائز ہے یا نہیں اور اس کو محفل میلاد مقرر کرنا اور ذکر سرور عالم سننا چاہئے یا نہیں؟ اور جو شخص میلاد خواں اپنی بدباطنی سے اس کے یہاں مجلس پڑھنے نہ جائے اور دوسروں کو روکے اور اس کی برائی ناکردہ کی تہمت لگائے وہ گنہگار ہے یا نہیں؟

---

[1] المواہب اللدنیہ المقصد السابع محبۃ ذکرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۲۔۳۱۱

[2] القرآن الکریم ۱۰/ ۵۸

[3] انسان العیون

الجواب:

اگر یہ بیان واقعی ہے کہ اچھے لوگ اسے اچھا سمجھتے ہیں تو بد باطنوں کے برا سمجھنے سے برا نہیں ہو سکتا، نہ لوگوں کی بدگمانی سے کوئی اثر سوا اس کے کہ بدگمانی کرنے والے خود ہی گنہگار ہوں، **قال اللہ تعالٰی:**

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ"[1]	اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو اس لئے کہ بعض گمان گناہ ہیں۔(ت)

جھوٹی تہمت رکھنے والا سخت گنہگار و مستحق عذاب ہے اور اس بناپر اس کے یہاں مجلس مبارک پڑھنے سے لوگوں کو روکنا **مناع للخیر** ہونا ہے۔ ظاہر سوال کا جواب تو یہ ہے اور واقع کا علم اللہ عزوجل کو۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۴۰۰: از بدایوں اسلام نگر مرسلہ عزیز حسن کانسٹبل ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین شرع متین ان مسئلوں میں:

(۱) حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بارے میں کوئی پیشین گوئی قرآن وحدیث میں ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو حوالہ کتاب وسطر وصفحہ سے ہو۔

(۲) اگر مجلس کہ جس میں ذکر شہادت حضرت امام زمان علیہ السلام ہو اور واقعات صحیح ذکر کئے جائیں اور وہ ماہ محرم میں ہو علاوہ ازیں اپنے دوستوں اور سامعین کو کچھ از قسم شیرینی ختم مجلس پر تقسیم کی جائے تو جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب:

(۱) قرآن مجید میں تمام ماکان ومایکون کا بیان ہے،

قال اللہ تعالٰی "نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ"[2]۔	اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: ہم نے آپ پر ایک عظیم کتاب نازل فرمائی جو ہر چیز کا واضح بیان ہے۔(ت)

اور حدیثوں میں شہادت شریفہ کا صاف ذکر ہے، امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی صواعق محرقہ وغیرہا میں اُن کی تفصیل ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۲) جبکہ روایات صحیحہ بروجہ صحیحہ بیان کی جائیں اور غم پروری وغیرہ ممنوعات شرعیہ نہ ہوں تو ذکر شریف

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۸۹

باعث نزول رحمت الٰہی ہے اور تقسیم شیرینی ایک سلوک حسن۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۴۰۲ تا ۴۰۳: از شہر محلّہ ذخیرہ مسئولہ منشی شوکت علی صاحب محرر چونگی ۸ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ رافضیوں کی مجلس میں مسلمانوں کا جانا اور مرثیہ سننا، ان کی نیاز کی چیز کا لینا خصوصاً آٹھویں محرم کو جبکہ ان کے یہاں حاضری ہوتی ہے کھانا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) محرم میں بعض مسلمان ہرے کپڑے پہنتے ہیں اور سیاہ کپڑوں کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

(۱) جانا اور مرثیہ سننا حرام ہے ان کی نیاز کی چیز نہ لی جائے، ان کی نیاز نیاز نہیں، اور وہ غالباً نجاست سے خالی نہیں ہوتی، کم از کم ان کے ناپاک قلتین کا پانی ضرور ہوتا ہے، اور وہ حاضری سخت ملعون ہے اور اس میں شرکت موجب لعنت۔

(۲) محرم میں سبز اور سیاہ کپڑے علامت سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے خصوصاً سیاہ کا شعار رافضیاں لیام ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۴۰۴: از کاشمیری دروازہ تھانہ ۴، سوندھی ٹھیکیدار مسئولہ امیر حسن بید والے ۹ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ موجودہ زمانہ میں جو میلاد شریف مروّج ہے اور اس میں شیرینی وغیرہ تقسیم ہوتی ہے اور حضرات سیدان اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کی جو نذر و نیاز وغیرہ محرم میں یا غیر محرم شریف میں ہوتی ہے اس میں جاکر شرکت کرنا اور کھانا اور پینا کیسا ہے چاہے کسی قوم میں ہو خواہ شیاہ میں ہو اس کا کھانا پینا یا شرکت دینا کیسا ہے؟ اور جو لوگ اس میں شرکت دینے سے یا شریک ہونے پر منع کرتے ہیں ان کے واسطے مولوی لوگ کیا حکم فرماتے ہیں؟

الجواب:

مجلس مبارک اور نیاز شریف کہ منکرات شرعیہ سے خالی ہیں سب خوب و مستحسن ہیں اور ان میں شرکت باعث ثواب اور ان کا کھانا بھی جائز، اور جو ان کو بلاوجہ شرعی منع کرے باطل پر ہے یہ وہابیہ کا کام ہے لیکن رافضی کے یہاں کی مجالس میں شرکت جائز نہیں، نہ اس کے یہاں کھانا کھایا جائے، اس سے میل جول ہی جائز نہیں اور اگر اس کے یہاں کے کھانے میں گوشت ہے جب تو وہ قطعی حرام و مردار ہے مگر یہ کہ ذبح ہونا اور پکنا اور اس کے سامنے لانا سب مسلمانوں کے زیر نظر ہوا ہو کسی وقت مسلمان کی نگاہ سے غائب نہ ہوا ہو۔ روافض کے یہاں شرکت جو لوگ منع کرتے ہیں حق پر ہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۴۰۵تا۴۰۶: از نظام آباد ضلع اعظم گڑھ مسئولہ سید اصغر علی صاحب ۹شعبان چہار شنبہ ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) جو شخص شیعہ ہو اور اپنے مذہب میں سخت ہو اس سے مسلمان حنفیوں کو محفل میلاد شریف پڑھانا چاہئے یانہیں بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ وہ ایسی روایات پڑھتا ہے جس سے صحابہ اور سنی مذہب کی توہین ہوتی ہے۔

(۲) جو مسلمان سنی مذہب حنفی کا پابند ہو وہ شیعوں کی مجلسوں میں شرکت کرے اور ان کے جلوس کا انتظام (مثل تاشہ، ڈھول، روشنی، جلوس گھوڑی کا جس کو دلدل تابوت کہتے ہیں) کرے اور اس شرکت کو مذہب حنفی کی رو سے جائز سمجھے بالخصوص ایسی مجالس میں شرکت کرنا کہ جس میں روایات خلاف مذہب حنفی پڑھی جاتی ہیں وہ کیسا ہے؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

(۱) رافضی سے مجلس شریف پڑھوانا حرام ہے،

لان فی تقدیمه تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعا، تبیین[1] الحقائق وغیرہا۔	اس لئے کہ اس کو آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شریعت میں لوگوں پر اس کی توہین وتذلیل ضروری ہے، جیساکہ تبیین الحقائق وغیرہ میں مذکور ہے۔(ت)

یہ اسی حالت میں ہے کہ وہ کوئی بات کسی صحابی یامذہب اہلسنت کی توہین نہ کرے اور اگرایسا کرتا ہے توجودانستہ اس سے پڑھوائے فقط مرتکب حرام نہیں بلکہ اسی کی طرح گمراہ رافضی ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) مجالس روافض اور ان خرافات میں شرکت حرام ہے اور اس کے جائز سمجھنے پر سخت حکم ہے اگر ان مجالس میں مذہب اہلسنت پر حملہ ہوتا ہو توان میں شرکت پر راضی نہ ہوگا مگر گمراہ۔ **والعیاذ باللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۴۰۷: از سورت سگرامپورہ محلّہ مولوی اسمٰعیل مرحوم مسئولہ غلام رسول بن عبدالرحیم ۱۴رمضان ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے کرام کہ چند اشخاص نے گیارہویں شب ہر مہینہ میں مجتمع ہو کر بغرض ایصال ثواب

[1] تبیین الحقائق باب الامامت والحدث فی الصلوٰۃ المطبعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/ ۱۳۴

روح پر فتوح حضرت محبوب سبحانی سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے درود شریف کی تسبیح و کلمہ تہلیل و سورہ اخلاص شریف کے بعد یا غوث یا غوث یا غوث کے ساتھ تسبیح پڑھتے ہیں آیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ در صورت جائز ہونے کے بجائے اس کے درود شریف یا کلمہ تہلیل وغیرہ اذکار پڑھیں تو کیسا؟ **بیّنوا توجروا** (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

الجواب:

جائز ہے کوئی حرج نہیں اور درود شریف یا تسبیح و تہلیل کا اس سے افضل ہونا وجہ منع نہیں ورنہ سوا افضل الاذکار لاالٰہ الا اللہ ہر دعا وذکر و درود شریف سب ممنوع ہو جائیں بلکہ تمام اذکار کہ قرآن خوانی ان سب سے افضل ہے بلکہ غیر اوقات کراہت نفل میں قرآن خوانی بھی کہ نماز نفل اس سے افضل ہے۔ یہاں ایک نکتہ اور قابل لحاظ ہے سائل نے وقت حاجت و مصیبت ندائے غیر اللہ کا جواز اپنا معتقد بتایا انبیاء و اولیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کی ندا ندائے غیر اللہ نہیں بلکہ اللہ ہی کی ندا ہے کہ وہی نسبت ملحوظ و مناط ندا ہے جس طرح کہ ملتقط و در مختار و عالمگیریہ میں ہے:

التواضع لغیر الله حرام[1]۔	غیر اللہ کے لئے تواضع حرام ہے۔

حالانکہ انبیاء و اولیاء اور ماں باپ اور اساتذہ وغیرہم کے لئے تواضع کے حکم سے قرآن وحدیث اور خود یہ کتابیں مالامال ہیں تو وجہ وہی کہ ان کے لئے تواضع غیر اللہ کی تواضع نہیں اللہ ہی کے لئے ہے کہ اسی کی نسبت ملحوظ ہے اسی نکتہ سے غفلت کے سبب وہابیہ خذلہم اللہ تعالٰی شرک جلی میں گرفتار ہوئے اور مسلمانوں کو مشرک کہنے لگے انہیں انبیاء و اولیاء وجود الٰہی کے مقابل مستقل وجود نظر آئے اور ان کی ندا غیر خدا کی ندا جانی، یونہیں ان سے استمداد ان کی تعظیم ہر بات میں وہی غیریت و استقلال کا لحاظ رکھا اور "**یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ**"[2] (وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالٰی اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں۔ت) کے مصداق ہوئے، اس کا زیادہ بیان ہمارے رسالہ الاستمداد و کشف ضلال دیوبند میں ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۴۰۸: از وڈنگر دایہ مہ کانہ گجرات گاڑی کے دروازہ متصل مکان چاندارسول مسئولہ عبدالرحیم احمد آبادی ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ سیّد الاولین والآخرین کی مجلس مبارک سے اہل محلّہ کو منع کرنا کیسا ہے؟

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۵

[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۵۰

بیّنوا توجروا (بیان فرماؤاور اجر وثواب پاؤ۔ت)

الجواب:

اگر وہ مجلس شریف منکرات شرعیہ سے خالی ہو اور اس وقت منع کرنے کے لئے کوئی ضرورت خاصہ شرعیہ داعی نہ ہو بلکہ صرف اس بنا پر منع کرتا ہے کہ وہابی ہے اور مجلس مبارک کو براجانتا ہے تو اس میں شک نہیں کہ وہابیہ گمراہ بددین بلکہ کفار مرتدین ہیں۔واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ میلاد سے متعلق

اعلٰیحضرت کاایک اہم اور مدلّل فتوٰی

جو پہلے اس جلد میں شامل نہ تھا فتوٰی کی اہمیت کے پیش نظر ہم نے اسے اس مقام پر شامل کردیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم ط

مسئلہ ۴۰۹: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ محفل میلاد شریف وقیام بوقت ذکر ولادتِ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیاہے بعض لوگ اس قیام سے انکار کرتے ہیں بدیں وجہ کہ قرون ثلٰثہ میں نہ تھا اور ناجائز بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ثقات علماء سے خاص اس بارے میں منع وارد ہے، چنانچہ سیرت شامی میں ہے: ھذا القیام بدعۃ لا اصل لھا[1] (یہ قیام بدعت ہے اس کی کچھ اصل نہیں ہے۔ت) ان کے اقوال کا کیاحال ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤاجر پاؤ۔ت)

الجواب:

اللہ تعالٰی نے اپنی نعمتوں کابیان واظہار اور اپنے فضل ورحمت کے ساتھ مطلقاً خوشی منانے کا حکم دیاہے، قال اللہ تعالٰی:

"وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾ "[2]	اور اپنے رب کی نعمتوں کاخوب چرچا کرو۔(ت)

---

[1] انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون باب تسمیتہ صلی اللہ تعالٰی علہ وسلم محمدا واحمدا المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۱/ ۸۳

[2] القرآن الکریم ۹۳/ ۱۱

وقال اللہ تعالٰی:

"قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا"[1]	(اے محبوب! آپ) فرمادیجئے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت (کے ملنے) پر چاہئے کہ (لوگ) خوشی کریں (ت)

ولادت حضور صاحب لولاک تمام نعمتوں کی اصل ہے، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

"لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا"[2]	بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

"وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝"[3]	(اے محبوب!) اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت دونوں جہان کے لئے۔ (ت)

توآپ کی خوبیوں کے بیان واظہار کانص قطعی سے ہمیں حکم ہوااور کارخیر میں جس قدر مسلمان کثرت سے شامل ہوں اسی قدر زائد خوبی اور رحمت کا باعث ہے، اسی مجمع میں ولادت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر کرنے کانام مجلس و محفل میلاد ہے۔ امام ابوالخیر سخاوی تحریر فرماتے ہیں:

ثم لازال اهل الاسلام فی سائر الاقطار والمدن یشتغلون فی شهر مولده صلی الله علیه وسلم بعمل الولائم البدیعة المشتملة علی الامور البهجة الرفیعة ویتصدقون فی لیالیه بانواع الصدقات و یظهرون السرور یزیدون فی المبرات ویهتمون بقرأة مولده الکریم ویظهر علیهم من برکاته کل فضل عمیم[4] انتهی۔	یعنی پھر اہل اسلام تمام اطراف واقطار اور شہروں میں بماہ ولادت رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عمدہ کاموں اور بہترین شغلوں میں رہتے ہیں اور اس ماہ مبارک کی راتوں میں قسم قسم کے صدقات اوراظہار سرورو کثرت حسنات و اہتمام قراءۃ مولد شریف عمل میں لاتے ہیں اور اس کی برکت سے ان پر فضل عظیم ظاہر ہوتا ہے۔ انتہی۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۵۸

[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۶۴

[3] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۷

[4] انسان العیون بحوالہ السخاوی باب تسمیته صلی الله علیه وسلم محمدا واحمدا المکتبة الاسلامیه بیروت ۱/ ۸۳، اعانة الطالبین فصل فی الصداق مطلب فی فضل عمل المولد النبوی صلی الله علیه وسلم بیروت ۳/ ۳۶۵-۳۶۶

اور قول بعض کا کہ میلاد بایں ہیئت کذائی قرون ثلٰثہ میں نہ تھا ناجائز ہے، باطل اور پراگندہ ہے، اس لئے کہ قرون وزمانہ کو حاکم شرعی بنانا درست نہیں یعنی یہ کہنا کہ فلاں زمانہ میں ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور فلان زمانہ میں ہو تو باطل اور ضلالت ہے حالانکہ شرعاً وعقلاً زمانہ کو حکم شرعی یا کسی فعل کی تحسین و تقبیح میں دخل نہیں، نیک عمل کسی وقت میں ہو نیک ہے اور بد کسی وقت میں ہو برا ہے۔

ففی الحدیث الشریف من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها [1]، ومن هذا النوع قول سیّدنا عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنه فی التراویح نعمت البدعة [2]۔	پس حدیث شریف میں ہے: جس نے اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اس کو اپنے ایجاد کرنے کا ثواب بھی ملے گا اور جو اس طریقے پر عمل کریں گے ان کا اجر بھی اسے ملے گا۔ اسی قسم کا ایک قول سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بھی در بارہ تراویح ہے کہ یہ اچھی بدعت ہے۔ (ت)

توثابت ہوا کہ ہر امر مستحدث در دین خواہ قرون ثلٰثہ میں ہو یا بعد بمقتضائے عموم "من" کہ حدیث میں "من سنّ سنّة" میں مذکور ہے اگر موافق اصول شرعی کے ہے تو وہ بدعت حسنہ ہے اور محمود و مقبول ہوگا اور اگر مخالف اصول شرعی ہو تو مذموم اور مردود ہوگا۔ قال عیاض المالکی (قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ نے فرمایا:)

ما احدث بعد النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فهو بدعة والبدعة فعل ما لا سبق الیه فما وافق اصلا من السنة ویقاس علیها فهو محمود وما خالف اصول السنن فهو ضلالة ومنه قوله علیه الصلٰوة والسلام:	نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد جو نیا کام نکالا گیا وہ بدعت ہے اور بدعت وہ فعل ہے جس کا پہلے وجود نہ ہو جس کی اصل سنت کے موافق اور اس پر قیاس کی گئی ہو وہ محمود ہے اور جو اصول سنن کے خلاف ہو وہ ضلالہ، اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا قول مبارک

[1] صحیح مسلم کتاب العلم باب من سنّ سنة حسنة الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴۱، مسند احمد بن حنبل عن جریر بن عبداللّٰه المکتب الاسلامیة بیروت ۴/ ۳۶۱-۳۶۲، سنن ابن ماجه باب من سن سنة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۸

[2] صحیح البخاری کتاب الصیام باب فضل من قام رمضان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۶۹، انسان العیون فی سیرة الامین المامون باب تسمیته صلی اللّٰه علیه وسلم محمدا واحمدا المکتبة الاسلامیه بیروت ۱/ ۸۳

کل بدعة ضلالة[1] الخ۔	"ہر بدعت گمراہی ہے الخ" اسی قبیل سے ہے۔ (ت)

اور سیرت شامی میں ہے:

تعرض البدعة علی القواعد الشریعة فاذا دخلت فی الایجاب فھی واجبة اوفی قواعد التحریم فھی محرمة او المندوب فھی مندوبة او المکروہ فھی مکروھة او المباح فھی مباحة[2]۔	بدعت کو قواعد شرعیہ پر پیش کیا جائے گا تو وہ جب وجوب کے قاعدہ میں داخل ہو تو واجب، یا اگر حرام کے تحت ہو تو حرام، یا مستحب کے تحت ہو تو مستحب، یا مکروہ کے تحت ہو تو مکروہ، یا وہ مباح کے قاعدہ کے تحت ہو تو مباح ہو گی۔ (ت)

علامہ عینی شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

ان کانت مماینددرج تحت مستحسن فی الشرع فھی بدعة حسنة وان کانت مماینددرج تحت مستقبح فی الشرع فھی بدعة مستقبحة[3] انتھی۔	اگر وہ بدعت شریعت کے پسندیدہ امور میں داخل ہے تو وہ بدعت حسنہ ہو گی، اور اگر وہ شریعت کے ناپسندیدہ امور میں داخل ہے تو وہ بدعت قبیحہ ہو گی انتہی۔ (ت)

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ وہابیہ کا بدعت کو صرف بدعت سیئہ میں منحصر جاننا اور اس کی کیفیت کی طرف نظر نہ کرنا محض ادعا اور باطل ہے بلکہ بعض بدعت بدعت حسنہ ہے اور بعض بدعت واجبہ ہے جس کلیہ کے تحت داخل ہو ویسا ہی حکم ہوگا، اور یہ شروع میں تحریر ہو چکا ہے کہ ذکر ولادت شریف "وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾"[4] (اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ ت) کے تحت میں ہے تو قطعاً مندوب ومشروع ہوا۔ علامہ ابن حجر نے فتح المبین میں لکھا ہے:

والحاصل ان البدعة الحسنة متفق علی ندبھا وعلی المولد واجتماع	یعنی بدعت حسنہ کے مندوب ہونے پر اتفاق ہے اور عمل مولد شریف اور اس کے لئے لوگوں کا

1

[2] الحاوی للفتاوٰی باب الولیمة حسن المقصد فی عمل المولد دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۹۲

[3] عمدة القاری شرح صحیح البخاری کتاب التراویح باب فضل من قام رمضان بیروت ۱۱/ ۱۲۶

[4] القرآن الکریم ۹۳/ ۱۱

الناس کذٰلک[1]۔	جمع ہونا اسی قبیل سے ہے۔

لیجئے اس میں مجمع کی تصریح بھی موجود ہے، اور مسلم الثبوت میں ہے:

شاع وزاع احتجاجھم سلفاً وخلفاً بالعمومات من غیر نکیر[2]۔	شرع کے عموم کو حجت ماننا اسلاف واخلاف میں بلاانکار مشہور و معروف ہے۔ (ت)

اور یہ بھی اسی میں ہے:

والعمل بالمطلق یقتضی الاطلاق[3]۔	مطلق پر عمل میں اطلاق کالحاظ ہوتا ہے۔ (ت)

تحریر الاصول علامہ ابن الہمام اور اس کی شرح میں ہے:

العمل بہ ان یجری فی کل ماصدق علیہ المطلق[4]۔	اس پر عمل یوں کہ جس پر مطلق صادق آتا ہے اس میں حکم جاری ہوگا۔ (ت)

قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

"وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۟" [5]	یعنی اللہ تعالٰی کاذکر بکثرت کروتا کہ فلاح پاؤ۔

اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کاذکر بعینہٖ خدا کاذکر ہے، حق سبحانہ وتعالٰی اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرماتا ہے:

"وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۟" [6]	بلند کیا ہم نے تمہارے ذکر کو تمہارے واسطے۔

امام علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفاء شریف میں اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں سیدنا ابن عطا قدس سرّہ العزیز سے یوں نقل فرماتے ہیں:

جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرک ذکرنی[7]۔	یعنی اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ میں نے تم کو اپنے ذکر میں سے ایک ذکر بنایا پس جو تمہاری یاد کرے اس نے میری یاد کی۔

[1] انسان العیون بحوالہ ابن حجر باب تسمیتہ صلی اللہ علیہ وسلم محمدا واحمدا المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۱/ ۸۴

[2] مسلم الثبوت الفصل الخامس مسئلہ للعموم صیغ مطبع الانصاری دہلی ص ۷۳

[3] مسلم الثبوت فصل المطلق مادلّ علی فرد منتشر مطبع الانصاری دہلی ص ۱۱۹

[4] التقریر والتحریر مسئلۃ الاکثر ان منتھی التخصیص جمع یزید علی نصفہ الخ دار الفکر بیروت ۱/ ۳۶۷۔۶۶

[5] القرآن الکریم ۸/ ۴۵

[6] القرآن الکریم ۹۴/ ۴

[7] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الفصل الاول المکتبۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/ ۱۵

بالجملہ کوئی مسلمان اس میں شک نہیں کر سکتا کہ حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یاد و تعریف بعینہٖ خدا کی یاد ہے، پس حکم اطلاق جس جس طریقہ سے آپ کی یاد کی جائے گی حسن و محمود رہے گی ایسا ہی قیام بوقت ذکر ولادت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اوّلاً، اس کے جواز ثابت کرنے میں ہمیں ضرورت نہیں کیونکہ کل اشیاء میں حلّت ہے، جو کوئی عدم جواز کا دعوٰی کرے اس پر دلیل وبینہ ہے، ہمارے لئے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ عدم جواز کی کوئی دلیل نہیں۔ حدیث شریف میں ہے:

الحلال ما احلّ اللہ فی کتابہ والحرام ماحرّم اللہ فی کتابہ وماسکت عنہ فھو مما عفا عنہ[1]۔	اللہ تعالٰی نے جو اپنی کتاب میں حلال کر دیا وہ حلال ہے اور جو حرام فرمادیا وہ حرام ہے اور جس سے سکوت اختیار کیا وہ معاف ہے (ت)

ہاں ہم قیام کے مستحسن ہونے کا ثبوت بھی دیتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر مسلمانوں کا عین ایمان ہے اور اس کی خوبی و تعریف قرآن عظیم سے مطلقاً ثابت ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

"اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًاۙ﴿۸﴾ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُؕ"[2]	بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سناتا تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔ (ت)

وقال اللہ تعالٰی:

"وَ مَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴿۳۲﴾"[3]	اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔ (ت)

وقال اللہ تعالٰی:

"وَ مَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖؕ"[4]	اور جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے لئے اس کے رب کے یہاں بھلا ہے (ت)

پس بوجہ اطلاق آیات حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم جس طریقہ سے کی جائے گی حسن و محمود رہے گی اور خاص طریقوں کے لئے جداگانہ ثبوت کی ضرورت نہ ہوگی، ہاں اگر کسی طریقہ کی

---

[1] جامع الترمذی ابواب اللباس باب ماجاء فی لبس الفراء امین کمپنی دہلی ۱/ ۲۰۶، سنن ابن ماجہ ابواب الاطعمۃ باب اکل الجبن والسمن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۲۴۹

[2] القرآن الکریم ۴۸/ ۸و۹

[3] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۲

[4] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۰

ممانعت شرعاً ثابت ہوگی تو وہ بیشک ممنوع ہوگا۔امام ابن حجر مکی جوہر منظم میں فرماتے ہیں:

تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بجمیع انواع التعظیم التی لیس فیھا مشارکۃ اللہ تعالٰی فی الالوھیۃ امر مستحسن عند من نوراللہ ابصارھم انتھی[1]۔ سواء ورد الشرع بخصوصہ اولم یرد ذٰلک لان مطلق التعظیم وماحث علیہ والیہ فلیعم کل مایسمّٰی باسمہ۔	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم تمام اقسام تعظیم کے ساتھ جس سے الوہیۃ الٰہ میں شرکت لازم نہ آئے ہر طرح امر مستحسن ہے ان سب کے نزدیک جن کی آنکھیں اللہ تعالٰی نے روشن کی ہیں انتہی۔خواہ شریعت کا ورود خاص اس امر میں ہو یا نہ ہو یہ اس لئے کہ مطلق تعظیم جس کی طرف اور جس پر متوجہ کی گئی تو اسم کے ہر مسمّٰی کو شامل ہوسکے۔(ت)

جن کی آنکھوں میں اللہ تعالٰی نے نور بصارت بخشا ہے ان کے نزدیک یہ قیام بوقت ذکر ولادت شریف آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم محض بنظر تعظیم واکرام حضور اقدس بجالاتے ہیں بیشک حسن ومحمود ہے تاوقتیکہ منکرین خاص اس صورت کی ممانعت قرآن وحدیث سے ثابت نہ کریں اور ان شاء اللہ تا قیامت اس کی ممانعت ثابت نہ کرسکیں گے۔

رہا یہ کہ قیام ذکر ولادت شریف ہی کے وقت کیوں ہے اس کی وجہ نہایت روشن اور واضح ہے۔

اوّلاً: صدہا سال سے علمائے کرام اور بلاد اسلام میں یونہی معمول ہے۔

ثانیاً: ائمہ دین کی تصریح ہے کہ ذکر پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم مثل ذات اقدس کے ہے اور صورت تعظیم میں سے ایک صورت وقت قدوم معظم بجالائی جاتی ہے اور ذکر ولادت حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عالم دنیا میں تشریف آوری کا ذکر ہے تو یہ تعظیم اسی ذکر کے ساتھ مناسب ہوئی۔

ثالثاً: وقت ولادت شریف حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ملائکہ تعظیم کے واسطے کھڑے ہوئے تھے شرف الانام تصنیف علامہ شیخ قاسم بخاری میں یہ روایت موجود ہے اس لئے ہم بھی جب ذکر ولادت شریف کرتے ہیں تو ان ملائکہ کا تشکل پیدا کرتے ہیں کیونکہ محدثین کے نزدیک واقعہ مرویہ کی صورت اور تشکل پیدا کرنا مستحب ہے چنانچہ بخاری شریف کے صفحہ تین میں روایت ہے کہ وقت نزول وحی رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جبریل علیہ الصلٰوۃ والسلام کے ساتھ دل میں پڑھتے اور لبوں کو

[1] الجوہر المنظم الفصل الاول مکتبہ قادریہ لاہور ص ۱۲

ہلاتے تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما جس وقت یہ حدیث روایت کرتے تو اپنے لبوں کو ہلادیتے جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہلاتے تھے، اور حضرت ابن جبیر بھی ہلاتے تھے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کو ہلاتے دیکھا[1]۔ پس جبکہ صحابہ اور تابعین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے واقعہ مرویہ کا تشکل اور تمثل ثابت ہے تو ہم بھی واقعہ میلاد میں قیام ملائکہ کا تشکل اور تمثل پیدا کرتے ہیں، باقی صحابہ کرام اور تابعین عظام کا قیام ملائکہ کا تشکل نہ بنانا اور محفل میلاد شریف کو ہیئت کذائی کے ساتھ آراستہ نہ کرنا مستلزم منع شرعی نہیں۔ امام احمد بن محمد بن قسطلانی بخاری مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

الفعل یدل علی الجواز وعدم الفعل لایدل علی المنع الخ۔[2]	کسی کام کا کیا جانا جواز کی دلیل ہے اور نہ کیا جانا منع کرنے کی دلیل نہیں الخ۔ (ت)

علامہ برزنجی عقد الجواہر میں فرماتے ہیں:

قد استحسن القیام عند ذکر مولدہ الشریف ائمۃ ذورؤیۃ ودرایۃ فطوبٰی لمن کان تعظیمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مرامہ ومرماہ[3] الخ۔	بیشک آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے میلاد شریف کے ذکر کے وقت کھڑا ہونے کو ان اماموں نے جو صاحب روایت ودرایت ہیں اچھا جانا ہے تو اس شخص کیلئے سعادت ہے جس کی مراد ومقصود کی غرض نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ہو الخ۔ (ت)

علی الخصوص حرمین شریفین مکہ معظّمہ ومدینہ طیبہ مبداء ومرجع دین وایمان کے اکابر علماء ومفتیان فضلائے مذاہب اربعہ مدتوں سے میلاد مع قیام کرتے آئے اور اس کے جواز کا فتوٰی دیتے آئے، پھر ان پر ضلالت اور گمراہی کا اطلاق کیونکر ہو سکتا ہے۔ ع

چہ کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

رہا عبارت سیرت شامی سے استدلال، سو وہ سب باطل، کیونکہ علامہ برہان الدین حلبی انسان العیون فی سیرت الامین المامون عبارت مذکورہ کو نقل کرکے شرح میں فرماتے ہیں:

ای لکن ھی بدعۃ حسنۃ لانہ	یعنی لیکن یہ بدعت حسنہ ہے کیونکہ

[1] صحیح البخاری باب کیف بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳

[2] المواہب اللدنیہ

[3] عقد الجواھر فی مولد النبی الازھر جامعہ اسلامیہ لاہور ص ۲۵

لیس کل بدعة مذمومة[1]۔	ہر بدعت مذمومہ نہیں ہوتی۔(ت)

اور اسی مقام میں ہے:

قد وجد القیام عند ذکر اسمه صلی اللّٰه علیه وسلم من عالم الامة ومقتداء الائمة دینا وورعا الامام تقی الدین السبکی وتابعه علی ذٰلک مشائخ الاسلام فی عصره[2] انتھی۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم بالصواب والیه مرجع الوھاب۔	دین وتقوٰی میں امت کے عالم اور اماموں کے مقتداء امام تقی الدین سبکی سے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے ذکر پاک کے وقت قیام ثابت ہے اور آپ کے زمانہ کے مشائخ نے اس معاملہ میں آپ کی پیروی کی ہے انتھی۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم بالصواب والیه مرجع الوھاب۔(ت)

کتبه العبد المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنه
بمحمدنِ المصطفٰی النبی الامّی صلی اللّٰه علیه وسلم

کتبه العبد المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنه
بمحمدنِ المصطفٰی النبی الامّی صلی اللّٰه علیه وسلم

محمّدی سنّی حنفی قادری ۱۳۰۱
عبد المصطفٰی احمد رضا خان

نوٹ

جلد ۲۳ مجالس ومحافل کے بیان پر ختم ہوئی
جلد ۲۴ اِن شاء اللّٰہ لہو ولعب کے عنوان سے
شروع ہوگی۔

---

[1] انسان العیون فی سیرة الامین المامون باب تسمیته صلی اللّٰه علیه وسلم محمدا واحمدا المکتبة الاسلامیة بیروت ۱/ ۸۳

[2] انسان العیون فی سیرة الامین المامون باب تسمیته صلی اللّٰه علیه وسلم محمدا واحمدا المکتبة الاسلامیة بیروت ۱/ ۸۳